ناظرین قبل مطالعہ کتاب ہٰذا تصحیح اغلاط فرمالیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۲	بیٹھکر	بیٹھکر	۲۵	۳	استغفار	استیغفار	۶۴	۱۵	مجکوجال	مجکوجال مفصل
〃	۱۱	پران	پیران	۲۸	۷	حائز	جائز	۶۸	۳۰	اکثر	اگر
۱۲	۱۵	جبوۃ	حیٰوۃ	〃	۱۲	نحل	نمل	۶۹	۱۸	یجبدو	یجدو
۱۶	۳	غر	غیر	〃	۱۳	صورت	سورت	۷۰	۸	رنع	رفع
〃	۸	انفاق	اتفاق	۲۹	۱۸	غمزہ	عمرہ	۷۳	۴	وہاں کے لوگ	وہاں لوگ
〃	۱۲	مذکورکوبھی	مذکورہ کوبھی	۳۰	۲	مدکور	مذکور	۷۵	۱۹	حوالہ	حوالکا
〃	۱۵	ذوبحوبصیرہ	ذوالنحوبصیرہ	۳۲	حاشیہ ۱۰	عالم اللہ صاحب	علیم اللہ صاحب جالندھری	۸۳	۱۰	قوبہ	توبہ
۱۸	۳	اومین	اونمین					〃	۱۳	اورکفر	توکفر
〃	〃	ہنو	ہو	〃	۱۲	البرزیہ	البزازیہ	۹۲	۸	تتخذوا	لاتتخذوا
〃	۱۱	چاہنیے	چاہیئے	۳۴	۱۲	خزینہ	خبریہ	۹۶	۱۴	ہے	ہے اور
〃	۱۹	ر ا	سا	〃	۱۸	حرمۃ	حرمۃ	۹۷	۱۸	باجماعۃ	باجماع
۱۹	۶	بجور	بجوز	〃	〃	خیرتہ	خیریہ	۹۸	۱	چرا	جبرًا
〃	〃	ۃ	ۃ	۳۸	۱۴	صورت	سورت	۱۰۴	۹	خود	خواہ خود
〃	۹	ویائیکہ	بائیکہ	۴۱	۱۶	تقصدوا	تقعدوا	۱۰۵	۱۳	معیتہ	سعینہ
۲۱	۱۳	صوم خود و خب	صوم حبیب	۴۲	۵	ہین	مین	۱۰۶	۱۱	دافع بھی	رافع بھی
۲۲	۴	الاسان	الانسان	۴۸	۹	عادۃ	عبادۃ	۱۰۹	۱۲	بسس	لبس
〃	〃	صوم ما	صوما	۵۵	۱۴	دکر	ذکر	۱۱۰	۱۴	بحلی	بجلی
〃	〃	صدتہ	صدقتہ	۵۶	۱۶	قتیم	قیّم	۱۱۱	۱۴	شخین	شیخین
〃	۱۳	اغفرنی	اغفرلی	۵۸	۳	باطنی کا	باطنی را	〃	۱۷	شعبۃ الایمان	شعبۃ من الایمان
〃	۱۴	واجرنی	واجبرنی	〃	۱۲	تسرعیتہ	شریعتہ	۱۱۳	۱۷	بقاہم الی	بقایاہم فی
〃	۱۹	تشید	تشہید	〃	۱۳	اوازادوا	اوراسے	〃	〃	باکتبنا	ماکتبنا
۲۳	۱۵	ساختہ	ساقتہ	۶۰	۱	ایک اولیا	کل اولیا	۱۱۴	۳	ھنا وزوا	ھنا درہوا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۴	۵	اوراد	اور اوراد	۱۳۱	۱۷	اومثل	مثل	۱۴۸	۱۶	امیرحسین	امیرحسن
۱۱۵	۴	جمبعہ	جمعہ	۱۳۵	۱	ابن	ابنی	۱۵۰	۸	زبان	زمان
۱۱۶	۱۶	امدہ	آمدہ	〃	〃	وداغیہ	سہیل وداخیہ	〃	۱۸	تعالی	تعالی
۱۱۷	۷	تسلیب	تغلیب	۱۳۹	۹	ناعدہ	قاعدہ	۱۵۲	۱	تحصیص	تخصیص
۱۱۸	۱۳	شئینا	شئنا	〃	۱۵	اسانی	الثانی	〃	۲	ہوتی	ہوتی ہے
۱۱۹	۷	شینا	شئنا	۱۴۱	۱۶	لبجاری	ولیجاری	۱۵۳	۱۴	عنذکرذکر	عندذکر
۱۲۵	۱۲	النبیار	البنار	〃	۱۷	لیصرف	ولیصرف	۱۵۴	۱۴	وانکم	انکم
۱۲۹	۴	۴۰	۴	۱۴۳	۱۴	تعطیمی	تعظیمی	۱۵۵	۸	بدعۃ	بدعتہ
〃	۵	تنفید	تنفیذ	۱۴۴	۱۲	العشر	الشعیر	×	×	×	×

فہرست مضامین نافعہ فتاوی رشیدیہ حصہ اول

۱۴۱ - عدم جواز [illegible]

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ اس زمانہ مین جو لوگ شہادت کاذبہ اِن الفاظ کے ساتھ دیتے ہین کہ مین خدا تعالے کو حاضر و ناظر جان کر اس مقدمہ مین سچ کہونگا جہوٹ نہ کہونگا یا سچ کہا مینے جہوٹ نہ کہا یا سچ کہتا ہون مین جہوٹ نہین کہتا ہون مین - پہر باوجود اپنے علم کے مرتکب کذب کا ہوا اور اوسکے خلاف کہا تو اس صورت مین یہ شخص گنہگار ہوگا یا کافر - اور ان الفاظ مذکورہ فی الشہادۃ الکاذبہ اور اُن الفاظ مین جو ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب زواجر مین لکھے ہین او قال اللہ یعلم انّی فعلت کذا وھو کاذبٌ فیہ نسبۃ اللہ سبحانہ الی الجھل اور نیز اوسکے قائل کو منسوب الی الکفر لکھا ہے اور ایسے ہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ملحقات شرح فقہ اکبر مین لکھا ہی فی الفتاوی الصغیری من قال یعلم اللہ انّی فعلت ھذا وکان لم یفعل کفر ای لانہ کذب علی اللہ وایضًا لو قال اللہ یعلم انہ ھکذا وھو یکذّب کفر اھ

یا دونون صورتون مین کچھ فرق ہے یا نہین اگر ایک ہی صورت ہے تو بر بنا ے قول ابن حجر وملا علی قاری رحمہما اللہ تعالے کے کاذب فی الشہادت کو کافر کہنا جائز ہے یا نہین اور اگر کچھ فرق ہے تو اونکے کلام کی کیا تاویل ہے۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب فقط

الجواب قسم کھانا بر حق تعالے کو شاہد کرکے جھوٹ بولنا کفر ہے جیسا علی قاری اور ابن حجر نے کہا اور یہ کہنا کہ جھوٹ نہ کہونگا استقبال کا زمانہ ہے کہ سچ بولنے اور جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کرتا ہے بقولہ اس مقدمہ میں سچ کہونگا یا بقولہ سچ کہتا ہون کیونکہ اگرچہ یہان زمانہ حال بولتا ہے مگر مراد زمانہ استقبال ہے کہ بعد اس بیان کے بیان واقعہ کرتا ہے پس خلاف وعدہ کیا لہذا روایات علی قاری وابن حجر سے فرق ہے۔ تیسری شکل کہ اس مقدمہ مین سچ کہا اگر بعد اظہار کے یہ قول کہا تو البتہ یہ داخل روایۃ قاری وابن حجر مین ہے اور جو بعد اس قول کے اظہار کذب دیا ہے تو یہان بھی مجازاً استقبال ہی مراد ہے بہرحال درصورت مراد معنی استقبال کے کفر نہوگا اور درصورت ماضی کفر ہے اور داخل روایۃ مذکورہ سوال پہلی صورت مین یہ فاسق ہے نہ کافر فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ

رشید احمد ۱۳۰۱ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

سوال تصور کرنا پیر کا یا اوستاد یا مرشد وغیرہ کا جائز ہے یا نہین۔

الجواب کسی کا تصور کرنا بطور خیال کے کچھ حرج نہین مگر رابطہ جو مشائخ مین مروج ہے کہ اوس کو مشائخ نے کسی علاج کے واسطے تجویز کیا تھا اگر اوس ہی حد پر ہے کہ جس حد پر بزرگون نے تجویز کیا تھا تو چندان دشوار نہیں گو ترک اوسکا بھی اولے ہے کہ مختلف فیہ بین العلما ہے اور ایسا ضروری بھی نہین کہ بدون اوس کے کام نہ چل سکے اور جو اوس حد سے بڑھ جاوے تو البتہ ناجائز ہے فقط واللہ تعالے اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد ۱۳۰۱

الجواب صحیح محمد یعقوب نانوتوی

محمد یعقوب

سوال پہلا - تقویٰ کس کا حکم ہے اور فتویٰ کس کا حکم ہے اور ان دونوں میں کیا فرق ہے اور ان دونوں میں سے ہم پر کس پر عمل کرنا فرض ہے -

الجواب - فتویٰ یہ ہے جس کو علمائے بدلیل قرآن و حدیث جائز کہا اوس پر عمل کرے اگرچہ بعض وجہ سے اوس میں مخالفت بھی معلوم ہوتی ہو اور تقویٰ یہ کہ جہاں شبہ ہو اوس کو بھی نہ کرے پہلی کو رخصت کہتے ہیں اور دوسری کو عزیمت دونوں حکم شرع کے ہی ہیں - اور دونوں میں جس پر عمل کرے درست ہے رخصت سے باہر نہ نکلے اور تقویٰ کرے تو بڑا اجر ہے واللہ تعالےٰ اعلم ؂

سوال دوسرا - شریعت اور طریقت دو ہیں یا ایک اگر دو ہیں تو کس صورت سے اور اگر یہ دونوں ایک ہیں تو کیسے اور طریقت کا موجد کون ہے -

الجواب - دونوں ایک ہیں ظاہر سے عمل کرنا شرع ہے اور جب قلب میں حکم شرع کا داخل ہو کر طبعاً عمل شرع پر ہونے لگے وہ طریقت ہے - دونوں کا حکم قرآن و حدیث سے ہے ادنیٰ درجہ شرع ہے اوسکا ہی اعلےٰ درجہ طریقۃ کہلاتی ہے -

سوال تیسرا - اگر کوئی صوفی بعض بعض کام خلاف شریعت کرتا ہو مثل مولود شریف مع قیام و عرس بلا راگ و فاتحہ بر آب و طعام دست برداشتہ و نماز معکوس و مراقبہ بر قبور و سورہ الم نشرح و بارچہ رنگین اور اور کوئی بات کفر و شرک کی کرتا ہو تو فرمائے کہ ایسے صوفی سے مرید ہونا اور اوسکی صحبت میں بیٹھنا جائز ہے یا نہیں اور ایسے صوفی کو بوجہ اپنے مجاہدہ اور تہجد گزاری کے اور حب الٰہی کے محنت شاقہ کے کچھ کمال بھی حاصل ہو سکتا ہے یا نہیں -

الجواب - جو صوفی ہو اور خلاف شرع کام کرے وہ قابل بیعۃ کے نہیں اور نہ وہ صاحب طریقۃ ہے بلکہ شیطان ہے - **شعر** خلاف پیمبر کسے رہ گزید ؂ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

سعدی لکھ گئے ہین جسقدر امور آپنے لکھے ہین کوئی جائز ہے کوئی ناجائز مثلاً بارہ رنگین ہین کوئی گناہ نہین یا قبر پر بیٹھکر سر جھکا کر کچھ پڑھے یہ گناہ نہین اور خلاف شرع کوئی کمال ہووے تو کچھ عجب نہین کفار جوگیون کو بھی ہوجاتا ہے مگر وہ کمال کہ مقبولیت عند اللہ تعالے ہو حاصل نہین ہوسکتا فقط

سوال چوتھا۔ بعض بعض صوفیون کا یہ قول ہے کہ جسکا پیر کوئی نہین اوسکا پیر شیطان ہے اور پیران پیر صاحب کا قدم سب پیرون کی گردن پر ہے اور جب تک بندہ کا بندہ نہو تب تک خدا نہین ملتا تو اب یہ فرماے کہ ان باتون کا پتہ کہین طریقت اور تصوف مین بھی ہے یا نہین۔

الجواب۔ اس قول کے یہ معنی ہین کہ جسکا کوئی راہ بتانے والا نہین وہ شیطان کی کمند مین ہے قرآن حدیث استاد باپ کوئی اگر دین نہ سکھاوے گا تو خود شیطان کی تقلید کرے گا سو یہ بات درست ہے پیر سے مراد یہ پیر مرجع نہین۔ باقی پیران پیر کا قدم ہونا سب کی گردن پر مراد بزرگی بڑائی اونکی ہو اسمین کیا حرج ہے جو اون سے بڑے ہین اونکا قدم حضرت پیران پیر کی گردن پر ہے۔ اور بندہ کا بندہ ہونے کے یہ معنی ہین کہ کسی خدا تعالے کے مقبول کا مطیع ہوکر عمل کرے یہ بھی درست ہے مگر ظاہر لفظ ایسا بولنا اچھا نہین جو موہم بُرے معنی کا ہو۔ مگر اصل مراد درست ہے۔

سوال پانچوان۔ عالم بے عمل وہی ہے کہ اورون کو بتاوے اور آپ نکرے یا عالم بے عمل اور ہے یہ نہین۔

الجواب۔ عالم بے عمل جو تلقین کرے اور خود خلاف شرع کرے اگر لوگون کو وظائف نوافل تلقین کرے خود نکرے وہ بُرا نہین مگر واجبات کو ترک کرے ممنوعات کو کرے

وہ عالم بے عمل ہوتا ہے۔

سوال چھٹا۔ جو عالم کہ خوب کھاوے اور خوب پہنے اور نماز میں جماعت کی پابندی بھی نکرے چاہے جماعت ملے یا نہ ملے اپنے نفس کی خاطر مسائل کو تاویل کرے تو یہ عالم اچھا یا یہ صوفی بدعتی تہجد گزار حاجی وظیفجی مذکور الصدر اچھا فرماوے۔

الجواب۔ میرے نزدیک یہ دونوں برے ہیں مگر عالم نفس پرور زیادہ بد ہے صوفی مبتدع سے کیونکہ اوسکا گناہ لوگوں کو بہت نقصان دیتا ہے۔ صوفی بدعتی کا کم نقصان دیتا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ساتوان۔ غیر مقلدون میں کیا برائی ہے۔

الجواب۔ مجتہدین کو برا کہنا اور تقلید کو شرک بتانا مسلمان مقلدون کو مشرک جاننا نفسانیۃ سے عمل کرنا برا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالیٰ اچھا ہے سب حدیث پر ہی عامل ہیں مقلد ہو یا غیر مقلد فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال آٹھوان۔ اجماع امت اور قیاس مجتہد کا ماننا کہان سے واجب ہوا۔

الجواب۔ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ الحدیث اجماع کی قطعی ہونے کی دلیل ہے فاعتبروا یا اولی الابصار قیاس کی حجت ہے اور بہت دلائل ہیں اہل علم پر واضح ہیں۔ فقط

سوال نوان۔ تقلید شخصی کے وجوب کی کیا دلیل ہے۔

الجواب۔ فاسئلوا اھل الذکر الایۃ اور نا اتفاقی اور لا ابالی ہو جانا عوام کو بسبب عدم تقلید کے دلیل وجوب شخصی کی ہے کہ اسمین انتظام عوام ہے فقط

سوال دسوان۔ صبح کو بعد فرائض کے دو سنتین اول کی اگر رہگئی ہوں تو قبل

طلوع آفتاب پڑھ لے یا نہین آمین آپکی راے شریف کیا ہے اور سواے قول امام صاحب رحمۃ اللہ کے آپ کو حدیث سے کیا ثابت ہوا آیا پڑھنا یا نہ پڑھنا۔

الجواب۔ بندہ کے نزدیک سب احادیث جمع کرکے راجح نہ پڑھنا ہی کہ صحت اس کی قوی ہے۔ فقط

سوال گیارہوان۔ اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت مین کھڑا ہوا رفع یدین اور آمین بالجہر کرتا ہو تو اوس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز مین تو کچھ خرابی نہ آئے گی یا ہماری نماز مین بھی کچھ فساد واقع ہوگا۔

الجواب۔ کچھ خرابی نہین آئے گی۔ ایسا تعصب اچھا نہین وہ بھی عامل سنت ہے گو اگرچہ نفسانیت سے کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے۔

سوال بارہوان۔ وکیل اور آجکل کے وکیل کہ جو اپنے موکل کی ایمانداری اور سچ ہونے پر کچھ لحاظ نہین کرتے بلکہ محض اپنا محنتانہ مقدم سمجھتے ہین چاہے فریقین کی بے ایمانی ہو چاہے فریق ثانی کی حق تلفی ہو جھوٹی گواہی دین اور دلوائین صرف اپنے محنتانہ کی غرض سے جیسے کہ آجکل کے وکیل ہین تو فرمائیے اونکے یہان کا کھانا اور اونسے محبت رکھنا جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ اس زمانہ کی وکالۃ اور محنتانہ حلال نہین اونکا کھانا بھی اچھا نہین مگر بتاویل فقط واللہ اعلم۔

سوال تیرہوان۔ جو شخص حج کو مکہ شریف جاوے اور مدینہ منورہ نجاوے اس خیال سے کہ مدینہ شریف جانا کوئی فرض واجب نہین ہے بلکہ اک کار خیر ہے ناحق مین ایسے راستہ خوفناک مین جاوٗن کہ جابجا راستہ مین قافلے لٹ رہے ہین اور خوف

جان ومال کا ہے اور اسقدر روپیہ بھی صرف ہوگا اس سے کیا فائدہ تو یہ کچھ گنہگار ہوگا یا نہیں۔

الجواب۔ مدینہ نہ جانا اس وہم سے کہ صحبت فخر عالم علیہ السلام کا نشان ہے ایسے وہم سے کوئی دنیا کا کام نہیں ترک ہوتا زیادہ ترک کرنا کیوں ہوا اور راہ ہر روز نہیں لوٹتی۔ اتفاقی بات ہے یہ کوئی حجت نہیں مگر ہاں واجب بھی نہیں بعض کے نزدیک بہر حال رفع یدین وآمین بجہر سے زیادہ موجب ثواب برکتہ کا ہے اوس کو تو باوجود فساد اور خوف آبرو کے بھی ترک نہ کریں اور زیارۃ کو احتمال وہم سے بھی ترک کر دیں اس کو بھی تامل کر کے دیکھ لیویں کہ کون ساحصہ کمال ایمان کا ہے اور روپیہ خیرات میں صرف ہونا سعادت ہے۔ مکہ سے مدینہ تک بچاس روپیہ اعلیٰ درجہ کا صرف ہے جسنے بچاس روپیہ کا خیال کیا اور حضور کے مرقد مبارک کا خیال نہ کیا اوسکا ایمان ومحبت لاریب ناقص ہے گو گنہگار نہو مگر اصل جنابہ میں ہی کمی ایمان کی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال چہاردہواں۔ فقرا کے یہاں کشف کوئی بڑی بات ہے یا نہیں۔

الجواب۔ کوئی کمال معتبر نہیں اگرچہ کمال ہو کیونکہ یہ امر مشترک ہے مومن وکافر میں تو کمال تو ہوا مگر خیر سے خیر اور شر سے شر فقط واللہ اعلم

سوال پندرہواں۔ اہل عرب کا ہم پر کوئی حق ہے یا نہیں اور کچھ صدقہ کہ جو ہمکو میسر ہو اہل عرب کو دینا بہتر یا اپنے ہموطن کو کہ جنکا ہم پر حق ہے۔

الجواب۔ اپنے ہموطن کا دینا بہتر ہے عرب کے دینے سے جو مانگتے پھرتے ہیں مگر جب ان زیادہ حاجت ہو اور یہاں کم حاجت ہو تو پھر عرب کو دینا بہتر ہے۔ احبوا العرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فقط۔

سوال سولھواں۔ وہابی کون لوگ ہیں اور عبدالوہاب نجدی کا کیا عقیدہ تھا اور کون مذہب تھا اور وہ کیسا شخص تھا اور اہل نجد کے عقائد میں اور سنی حنفیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے۔

الجواب۔ محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آگیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔

سوال سترھواں۔ صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت وبررت کہنا کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔

الجواب۔ یہ کہنا چاہیے ثابت ہے۔

سوال اٹھارھواں۔ ہر سال اپنے پیر یا استاد کی برسی کرے یعنی جب سال بھر مرے ہوئے ہو جاوے تو ایک دن مقرر کرے اور اس روز کا نام عرس شریف رکھے اور اس دن کھانا پکا کر تقسیم کراوے مساکین کو اور ختم کرے پنج آیت قرآنی کا تو یہ صوفیائے کرام کے بیان اور ہماری شریعت میں کیا حکم ہے جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب۔ کھانا تاریخ معین پر کھلانا کہ جس میں تشبہ ہو بدعت ہے اگرچہ ثواب پہنچ جاوے گا اور طریقہ معینہ عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے لہٰذا بدعت ہے اور بلا تعین کر دینا درست ہے۔ فقط

سوال انیسواں۔ اس صورت کی مساجد اور مدارس اور طرز تعلیم قرون ثلثہ میں نہ ہی تھا بلکہ یہ محض نئی صورت ہے تو اس کا بدعت نہ ہونا کیا سبب۔

الجواب مسجد کی کوئی صورت شرع مین مقرر نہین جیسی چاہے بنائے مگر ہان مشابہت کنیسہ و بیعہ وغیرہ سے نہو علی ہذا مدارس کی کوئی صورت معین نہین مکان ہو اسکا ثبوت حدیث سے ہے اور کسی صورت خاصہ کو ضرور جاننا بدعۃ ہوگا **سوال بیسوان** قرآن اور حدیث پڑھاکر اجرت لینا درست ہی یا نہین اور اگر درست ہے تو کس وجہ سے یا یہ متاخرین رحمہم کا فتوی ہے اگر ہے تو کسقدر لینے پر اور اوسکے لینے پر اس قسم کی تاویلات کرنا کہ ہم معقول کی پڑھائی لیتے ہین نہ کہ حدیث اور قرآن کی اور ہم مدرسہ مین جانے کی نوکری پاتے ہین نہ پڑہانے کی اور امام شافعی رح کے مذہب مین درست ہی آپکے نزدیک قرآن و حدیث پر اور امامت پر جائز ہے یا نہین اور ایسے معاملات مین ایسی تاویل کرنا درست ہے یا نہین اور سورہ بقر مین جو اللہ تعالے رکوع ۲۰ مین اور ۱۸ مین ارشاد فرماتے ہین اوسکے مصداق کون لوگ ہین **الجواب** اجرت لینا تعلیم علوم دین پر اصل حدیث سے نکلتا ہے اسی واسطے شافعی رحمۃ اللہ تعالے کے نزدیک درست ہی حنفیہ قدما منع کرتے تھے متاخرین نے شافعی صاحب کا مذہب اختیار کیا اور فتوی جواز کا دیا بسبب اندیشہ تلف علم کے تاویلات کی حاجۃ نہین ضرورۃ مین دوسرے مجتہد کا مذہب لینا جائز ہے آخر وہ بھی حدیث سے کہتا ہے سو قدیم مذہب حنفی تقوی ہے اور مذہب شافعی پر عمل فتوی ہے اشترا بآیات اللہ حرام یہ ہے کہ روپیہ کے واسطے آیۃ کے معنی بدل دوین جیسا یہود کرتے تھے یہ اب بھی حرام ہی بالاتفاق تمام امۃ کے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال اکیسوان** کسی پیر یا شہید یا اوستاد یا باپ کا قول خلاف شرع ہو مگر دنیاوی کوئی مصلحت ہو تو ماننا چاہیے یا نہین - **الجواب** خلاف شرع کسی کا قول ماننا درست نہین جو قول ماننا ہے بحکم شرع ماننا جائز ہے ورنہ ہرگز درست نہین فقط **سوال بائیسوان** منصور کہ جن کو زمانہ امام یوسف

صاحب موئین سول دی گئی تھی اونکی نسبت آپ کیا فرماتے ہین کہ وہ کیسے تھے۔
الجواب منصور معذور تھے بیہوش ہوگئے تھے اونپر فتوی کفر کا دینا بیجا ہے اون کے
باب مین سکوت چاہیے اوسوقت دفع فتنہ کے واسطے قتل کرنا ضرور تھا فقط **سوال تیئسوان**
یزید کہ جسنے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہی تو وہ یزید آپکی راے شریف مین کافر
یا فاسق **الجواب** کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہین یزید مومن تھا بسبب قتل کے
فاسق ہوا کفر کا حال دریافت نہین کافر کہنا جائز نہین کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہی فقط
سوال چوبیسوان عالم کہ کامرانی و تن پروری کند ۔ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند
یہ شعر واقعی سچ اور ٹھیک ہی یا صرف مضمون شاعری ہی ہے **الجواب** معنی شعر کے درست
ہین تن پروری یہ ہے کہ اپنے نفع دنیا کے واسطے خلاف شرع بھی کر لیوے مونہ دیکھکر
فتوی دیوے اور جو مباح کھانے پہنے مین موافق حکم شرع کے عمل کرے اور مباحات لم
کرے وہ داخل شعر کے مضمون مین نہین ہوتا فقط واللہ تعالے اعلم **سوال پچیسوان** صوفیہ
کرام کے یہان جو اکثر اشغال اور اذکار مثل رگ کیماس کا پکڑنا اور ذکر ارہ اور حلقہ توجہ
نہین بلکہ ویسے ہی اور حبس دم وغیرہ جو قرون ثلثہ سے ثابت نہین بدعت ہی یا نہین **الجواب**
اشغال صوفیہ بطور معالجہ کے ہین سب کی اصل نصوص سے ثابت ہے جیسا اصل علاج ثابت
ہے مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہین ایسا ہی سب اذکار کی اصل ہیئت ثابت
ہے جیسا توپ بندوق کی اصل ثابت ہی اگرچہ اوسوقت مین نہ تھی سو یہ بدعت نہین
ہان ان ہیئات کو سنت ضروری خاصہ جانتا بدعت ہے اور اسکو ہی علمانے بدعت لکھا ہے
سوال چھبیسوان کوئی قسم بدعت کی حسنہ بھی ہوتی ہی یا نہین **الجواب** بدعت کوئی حسنہ
نہین اور جسکو بدعہ حسنہ کہتے ہین وہ سنت ہی ہے مگر یہ اصطلاح کا فرق ہی مطلب سب کا

واحد ہی فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال ستائیسوان** جمعہ کی نماز کا وقت امام اعظم جناب کے نزدیک کے بجے مستحب ہے گھنٹونکا حساب لگا کر فرماتے **الجواب** گرمی مین تاخیر کرنا اور جاڑے مین جلدی کرنا ظہر وجمعہ مین برابر ہے گھنٹہ کا حساب کوئی ضرور نہین جیسا مناسب حال ہو کرے اسمین کوئی توقیت نہین ہو سکتی فقط واللہ تعالےٰ اعلم

سوال اٹھائیسوان عام کفار کے یہان کی عام نوکری جائز ہے یا نہین نصاری کے یہان کی وہ نوکری کرنا کہ جسکی تنخواہ جنگی سے ملتی ہو جیسے طبیب وغیرہ تو یہ نوکری جائز ہے یا نہین **الجواب** کفار کی نوکری جسمین خلاف شرع نہو درست اور باقی ناجائز اور جنگی سے تنخواہ لینی طبیب کو درست ہے فقط **سوال اونتیسوان** زبان سے کہے استغفر اللہ ربی اور توبہ وغیرہ کا دلمین کوئی اثر نہو تو یہ استغفار کچھ کفارہ گناہ ہوگا یا نہین **الجواب** استغفار زبانی مین ذکر زبان کا تو ہر حال حاصل ہے خالی ثواب سے نہین فقط

سوال تیسوان کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلثہ سے ثابت ہے یا نہین اور بدعت ہے یا نہین **الجواب** قرون ثلثہ مین بخاری تالیف نہین ہوئی تھی مگر اسکا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اسکی اصل شرع سے ثابت ہے بدعۃ نہین فقط

سوال اکتیسوان بعض بعض صوفی قبور اولیا پر چشم بند بیٹھتے ہین اور سورہ الم نشرح پڑھتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگون سے فیض ہوتا ہے اس بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہین **الجواب** اسکی بھی اصل ہے اسمین کوئی حرج نہین اگر بہ نیت خیر ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال بتیسوان** کسی شخص کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا اور پاؤن پکڑنا اور چومنا تعظیماً درست ہے یا نہین **الجواب** تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤن چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے فقط **سوال تینتیسوان**

قبور پر عورت کو جانا محض حرام مگر مکہ شریف اور مدینہ منورہ مین کل زیارات پر عورت جاتی ہین اسکی کیا وجہ ہے **الجواب** عورتون کو قبور پر جانا مختلف فیہ ہے اکثر علما منع کرتے ہین بسبب فساد کے اور جو فساد نہو تو اکثر کے نزدیک جائز ہے حرمین مین اسی پر عمل ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال چونتیسوان** رنگین کپڑے پہننا نیلا تہمت باندہنا موٹی تسبیح رکھنا بال سر کے بڑہانا اس خیال سے کہ اگلے پیشواؤن کا یہ فعل ہے تو اسمین کچھ قباحت ہے یا نہین **الجواب** ان ہیئات مین کوئی معصیت نہین بری نیت سے برا جبلی نیت سے بھلا ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال پینتیسوان** بعض بعض صوفی یہ کہتے ہین کہ جب تک بندہ کا بندہ نہو خدا نہ ملے تو یہ کلمہ کیسا ہے **الجواب** اسکا جواب پہلے لکھا گیا کہ معنی درست ہین مگر بظاہر لفظ موہم ہین اسواسطے یہ الفاظ نہ کہے فقط **سوال چھتیسوان** بعض بعض صوفی یہ کہتے ہین کہ جسوقت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو تشریف لیگئے ہین اوسوقت بڑے پیر صاحب نے کندہا دیا اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جا اے محی الدین تیرے قدم سب اولیاؤن کی گردن پر تو اب یہ فرمایئے کہ اسکی کہین اصل بھی ہے یا نہین **الجواب** یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے اور اسکا واضع ملعون ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال سینتیسوان** اولیاء اللہ اپنی قبرون مین زندہ ہین یا مردہ اور اگر زندہ ہین تو ہماری آواز سنتے ہین یا نہین **الجواب** روح کو حیوۃ ہوتی ہے قبر مین سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع مین اختلاف ہے بعض مقر ہین بعض منکر فقط واللہ تعالی اعلم **سوال اڑتیسوان** کوئی متولی مسجد یا خادم مسجد ایسا ہو کہ جب ہم اس مسجد مین نہ آجاوین جماعت نہ کہڑی ہو بلکہ بعضے ہم تم اگر کوئی اجنبی شخص وقت نماز معمولہ مسجد پر لیب آجاوے امام کے مصلے تکبیر جماعت کے واسطے کہدے تو وہ متولی مسجد خفا ہو اور کہوے کہ تو نے میری تکبیر اور لے

[illegible]

قضا کرا دی ابھی تو وقت بھی نہ تھا تو بے لیے بغیر ہمارے تکبیر کیوں کہی تو ایسا شخص متولی یا حافظ یا عالم کہ جسنے نماز کو اپنے قبضہ میں کیا ہو نہ یہ کہ متولی پابند نماز ہو تو ایسا شخص گنہگار ہے یا نہیں **الجواب** جو ایسا شخص متولی ہے کہ اپنے واسطے ایسی تاکید کرے اور تاخیر کرے وہ گنہگار ہے اور ایسوں کا انتظار بھی درست نہیں ہاں عوام مسلمین کا انتظار درست ہے بشرطیکہ دوسروں کو جو حاضر ہو چکے ہیں تکلیف نہو اور وقت بھی مکروہ نہ آجاوے مگر رئیس اور دنیا داروں کا انتظار نکرے وقت پر حسب سبب یا اکثر حاضر ہو گئے نماز پڑھ لیوے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال اونتالیسواں** جو امام مسجد ایسا ہو کہ جسوقت تک مسجد میں ایک یا دو شخص مخصوص نہ آجاویں چاہے جماعت کا وقت معمولہ بھی گذرنے کے قریب ہو اور وقت میں بھی تاخیر ہوتی ہو مگر اپنے دنیاوی نفع کے باعث یا ملاقات کے سبب سے اُن اشخاص کا انتظار کرے بغیر اونکے جماعت میں تاخیر کرے تو اوسکے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے **الجواب** اگر بوجہ دنیا کے کسی دنیا دار رئیس کا انتظار کرتا ہی اور حاضرین کی رعایة نہیں کرتا تو امام مکبر گنہگار ہے مگر نماز اوسکے پیچھے ہو جاتی ہے **سوال چالیسواں** امام مسجد کو یا واعظ مسجد کو اختیار ہے کہ کسی کو بغیر اجازت کے امام جماعت اولی نہ بننے دے یا واعظ اور کسی واعظ کو اپنی مسجد مقبوضہ میں وعظ نہ کہنے دے ایسا مختار ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے یا نہیں **الجواب** امام مسجد اور واعظ اگر کسی کو امام نہ ہونے دے وعظ نہ کہنے دے کسی مصلحت شرعیہ اور رفع فساد کے واسطے تو درست ہی کہ انتظام کی بات ہی دوسرے شخصوں کو بھی اُسکی رعایة چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ دوسرے کی جگہ میں بدون اذن کے امام نہ بنے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال اکتالیسواں** فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول کیا ہوتا ہے اور کہاں سے ثابت ہے اور اسکی نسبت صوفیہ رح کیا فرماتے ہیں

الجواب یہ دونون لفظ اصطلاح مشائخ کے ہین اتباع کرنا اور محبۃ کا غلبہ لوجہ اللہ تعالےٰ ہونا ہے اصل اسکی شرع سے ثابت ہی فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ فقط **سوال بیالیسوان** جمعہ مسجد مین جمعہ کی نماز ڈہائی بجے ہوتی ہی اور اور مسجدون مین جمعہ کی نماز ایک بجے ہوتی ہے تو فرماے کہ کہان جمعہ پڑہے جو ثواب زیادہ ہو **الجواب** جامع مسجد مین بسبب کثرۃ آدمیون کے زیادہ ثواب ہے اگر گرمی کے موسم مین ہی تو ڈہائی بجے تک وقت اچھا ہوتا ہے وہین جمعہ پڑہے اور جاڑے کے موسم مین بہتر ہے کہ دیگر مسجد مین پڑہ لیوے کہ احتمال ایک مثل سے وقت نکل جانے کا ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال تینتالیسوان** رمضان شریف مین مسجدون کو آراستہ کرنا اور تراویح کے وقت اور روزون کی نسبت روشنی کرنا زیادہ کیسا ہے **الجواب** مساجد کا صاف کرنا تو بہتر ہی مگر روشنی اندازہ سے زائد کرنا اسراف ہی اور زیادہ روشنی بسبب کثرۃ آدمیون کے ہے کہ حاجۃ ہی تو درست ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال چوالیسوان** کسی عالم یا فقیر سے مرید ہونا کوئی ضروری بات ہے یا مستحب ہے **الجواب** مرید ہونا مستحب ہے واجب نہین فقط **سوال پینتالیسوان** بادشاہ یا نواب کو نذر دینا کیسا ہے اور جو پیر یا ولی کی نذر کی جاتی ہی وہ کیسی ہے **الجواب** بادشاہ نواب کو ہدیہ دیا کرتے ہین اگر رشوۃ یا وجہ معصیۃ کے نہین تو محض اخلاص مندی ہے تو درست ہے اور بزرگون کو بھی جو دیتے ہین وہ ہدیہ ہے درست ہی اور جو اموات اولیاء کی نذر ہے تو اوسکے اگر یہ معنی ہین کہ اسکا ثواب اونکی روح کو پہونچے تو صدقہ ہے درست ہے اور جو نذر بمعنی تقرب اونکے نام پر ہے تو حرام ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال چھیالیسوان** اکثر آدمی شجرہ خاندان کا ہر صبح و شام پڑہتے ہین یہ کیسا ہے **الجواب** شجرہ پڑہنا درست ہے کیونکہ اوسمین توسل اولیاء کے حق تعالےٰ سے دعا کرتے ہین اسکا کوئی حرج نہین فقط واللہ

رشید احمد

تعالے اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ سنہ ۱۳۱۱ ہجری نبوی صلعم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمای دین متین اور مفتیان شرع رسول سید العالمین درباب تقلید شخصی آیا یہ واجب ہی یا جیسا غیر مقلدین معاذ اللہ گمان کرتے ہین شرک یا بدعۃ ہے منقح اور مصفا بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ **الجواب** تقلید مطلق فرض ہی لقولہ تعالے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون الآیۃ حق تعالے نے اس آیۃ مین مطلق تقلید کو فرض فرمادیا ہے اور تقلید کی دو فرد ہین ایک شخصی کہ سب مسائل ضرور یہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کرلیوے اور آیۃ بسبب اپنے اطلاق کے دونون قسم تقلید کو متضمن ہی لہذا دونون قسم تقلید کی ماموربن اللہ تعالے اور مفروض حق تعالی کی طرف سے ہین اور جس فرد تقلید پر کوی عمل کریگا حق تعالے کے حکم فرض کا عامل ہوگا لہذا جو شخص تقلید شخصی کو جو ماموردمفروض من اللہ تعالے ہے شرک یا بدعۃ کہتا ہے وہ جاہل گمراہ ہے کیونکہ حق تعالے کی مخالفۃ مین خدا تعالے کے مفروض کو شرک کہتا ہے اور نہین جانتا کہ حق تعالی نے جہان مطلق حکم فرمایا ہے تکلیف کو مختار فرمادیا ہے کہ جس فرد مقید پر چاہے عمل کرے کیونکہ مطلق کا من حیث الاطلاق کہین خارج مین وجود نہین ہوتا بلکہ اپنے افراد کی ضمن مین خارج مین موجود ہوتا ہی مثلاً انسان کا وجود من حیث الاطلاق کہین جدا نہین پایا جاتا بلکہ افراد کے ضمن مین ہی خارج مین ہوتا ہے ایسا ہی تقلید کا وجود جدا ہو اور شخصی اور غیر شخصی کا جدا ہو یہ ہرگز ہرگز نہین ہوسکتا بلکہ تقلید جہان کہین ہوگی یا شخصی کے ضمن مین یا غیر شخصی کے ضمن مین ہوگی لہذا دونون قسم مین مکلف مختار ہے جسپر چاہے عمل کرے اور عہدہ امر سے فارغ ہوئے پس مامور من اللہ تعالے کو بدعۃ یا

شرک کہنا خود معصیت ہی بلکہ دراصل دونون نوع تقلید کے جواز مین یکسان ہین مگر اسوقت
مین کہ عوام الناس بلکہ خواص پر بھی ہواے نفسانی کا غلبہ اور اعجاب کل راے برایہ کا
اور تقلید غیر شخصی اونکی ہوا و اعجاب کو عمدہ ذریعہ جواز و اجرار کا ہو جاتا ہے اور موجب لاابالی
پن کا دین کی طرف سے اور سبب زبان درازی و تشنیع کا شان مسلمین و ائمہ مجتہدین مین اونکے
واسطے بن جاتا ہے اور باعث تفرقہ و فساد کا باہم مسلمین مین ہوتا ہے چنانچہ یہ سب مشاہد
ہے لہذا ایسے وقت مین تقلید غیر شخصی کا اختیار کرنا اسوجہ سے جہان پر مفاسد برپا ہوتے
ہون درست نہین رہا اور فقط شخصی امتثال امر فسئلوا کے واسطے تعین شخص بحکم شرع
ہوگئی ہے کیونکہ اتفاق اور اتحاد رکن اعظم دین اسلام کا ہے تو اسکی محافظت بھی فرض اعظم ہے
قال اللہ تعالے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا الآیۃ ان اللہ لا یحب الفساد الآیۃ
اور اکثر احادیث اس باب میں وارد ہین لہذا محافظت اس فرض اعظم کے واسطے اور رفع
ان مفاسد و شنائع کی ضرورت سے ایک شق مامور علی التخییر سوال کو ترک کرنا اور دوسری
شق کو جو معین و مقوی اس فرض اعظم کا اور دافع شنائع مذکورہ کو ہی کو اختیار کرنا عین حکم
حکم شارع علیہ السلام ہوگیا ہے چنانچہ قراۃ قرآن شریف کی سبعۃ احرف مین مخیر تھی اور باجماع
صحابہ حضرت عثمان رض نے اوسکو منع کرکے ایک لغت قریش مین منحصر کردیا اور یہ محض رفع نزاع
و تفرقہ کی وجہ سے ہوا تھا صحیح بخاری اسکی شاہد ہے اور خود فخر عالم علیہ السلام نے قتل ذو الخویصرہ
کے باب مین جو واجب القتل بسبب کلمات کفر و گستاخی فخر عالم علیہ السلام کے تھا فرمایا تھا دعہ فان الناس
یقولون ان محمدا یقتل اصحابہ اور یہ حکم بسبب فتنہ کے ہوا تھا لاغیر الحاصل ایسے وقت
نازک مین تقلید شخصی واجب مشخص ہے اور غیر شخصی ان فتن مشاہدہ کے سبب ممنوع ہے البتہ
اگر کہین یہ فساد غیر شخصی مین نہ پایا جاوے تو وہ بھی مامور علی التخییر ہے مثل شخصی کے پس واقع

ہوگیا کہ تقلید شخصی واجب ہے اور اسکو بدعۃ یا شرک کہنا جہل محض ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۶ ذالحجہ ۱۳۱۱ھ ہجری

سوال شروع سورۃ توبہ کے بسم اللہ شریف نہونے کا کیا سبب ہی یا سورہ توبہ اور سورہ انفال ایک سورۃ ہین تو اس صورت مین فاصلہ کیون ہی اور نام انکے علیحدہ علیحدہ کیون مقرر ہوئے اور اگر دو ہین تو بسم اللہ شریف اسپر کیون نہین لکھی گئی اسواسطے کہ شروع ہر سورۃ پر بسم اللہ شریف ضرور ہوتی ہے اور اگر کوئی بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہین اور جواز مع الکراہتہ ہے یا بدون کراہتہ اور بعض شخص جو بوقت شروع سورہ توبہ کے یہ دعا پڑھتے ہین یہ ثابت بالسنۃ ہی یا نہین اور وہ یہ ہے اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار ومن غضب الجبار ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين **الجواب** حدیث ابو داؤد مین ہی کہ حضرت عثمان نے فرمایا کہ انفال اول نازل ہوئی تھی اور توبہ اخیر مین اور آپ علیہ الصلوۃ نے نہ فرمایا کہ یہ دو سورۃ ہین یا ایک اور قصہ دونون کا شبیہ تھا لہذا بسم اللہ توبہ پر نہ لکھی کہ شاید انفال کا جزو ہو اور جمع بھی نہ کیا کہ شاید دو سورۃ ہون لہذا فصل بلا تسمیہ کے کردیا ہے اور بسم اللہ اگر اسپر کوئی پڑھے بلا کراہتہ درست ہے اور یہ جو معمول بعض کا ہی کہ بجائے تسمیہ کے اعوذ مذکور سوال پڑھتے ہین اسکی کوئی اصل معتد بہا نہین اور دوسری روایۃ جو حضرت علی سے نقل کرتے ہین وہ چندان معتبر نہین وجہ تسمیہ نہ لکھنے کی جو حضرت عثمان سے نقل ہوئی معتبر ہے فقط واللہ تعالے اعلم

سوال جو کہ کتاب تقویۃ الایمان مین دربارہ افعال شرکیہ کے واقع ہوا ہے جیسے نذر غیر اللہ یعنی توشہ وغیرہ و بوسہ دینا قبر کو اور سجدہ اور طواف کرنا قبر کو اور غلاف ڈالنا اوسکے اوپر اور جو اسکی مثل اور امور ہین اور قسم کھانا بغیر اللہ اور شگون بد لینا اگر کسی شخص سے

[illegible]

صادر ہو وین تو اوس شخص کو کافر محض جاننا اور دیگر معاملہ کفار و نکا اوس کے ساتھ کرنا جائز ہے یا نہین **الجواب** افعال شرکیہ بعض ایسے ہین کہ شرک محض ہی اور بعض ایسے ہین کہ مشرک لوگ اونکو کرتے ہین اور تاویل اونمین ہو سکتی ہے پس پہلی قسم کا فعل جیسا سجدہ بت کو کرنا نذر نیاز ڈالنا ہے ان امور سے تو مشرک ہو گیا اور سب معاملات مشرکین کے اوس کے ساتھ کرتے ہین اور دوسری قسم کے افعال سے گناہ کبیرہ ہوتا ہے ایسے آدمی کا خروج من الاسلام نہین ہوتا کیونکہ شرک بعض اصل شرک اعلی درجہ کا ہی اور بعض کم اسی واسطے شرک دون شرک کہتے ہین تو دوسرے درجہ کے شرک حقیقۃ شرک نمین جیسا قسم لغیر اللہ کو شرک فرمایا اور ریا کو شرک فرما دیا لہذا یہ سب افعال جونکہ صورۃ شرک کی ہین اونکو شرک فرما دیا ہے اونکے کرنے سے فاعل حقیقی مشرک نہین ہو جاتا فقہا نے لکھا ہے کہ مسلم کے فعل مین اگر ننانوے احتمال کفر کے ہون اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اوس کو ایمان پر حمل کرنا اور مومن ہی کہنا چاہیئے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** جو شخص کہ حضرت مولانا مولوی اسمعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کو کافر اور مردود کہتا ہی تو وہ شخص خود کافر ہے یا فاسق اگر وہ کافر ہے تو اوس کے ساتھ معاملہ کفار و نکا سا کرنا جائز ہے یا نہین موافق اوس فتوی کے جو مولوی عبد الرب صاحب واعظ دہوی کا ہے اور اوس پر چند علما کی مہرین ہین وہ یہ ہے کہ جو کوئی مولوی محمد اسمعیل صاحب ولی کامل کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہی اور مصداق ہے حدیث من عادی لی ولیا فقد بارزنی بالمحاربۃ فقط محمد اکبر علی خان۔ اسی طرح اور بہت علماے دہلی کی مہرین ہین تو موافق اس فتوی کے اوس کے ساتھ معاملہ کفار و ن کا سا کرنا جائز ہے یا نہین فقط **الجواب** مولانا محمد اسمعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہین بتاویل کہتے ہین اگرچہ وہ تاویل اونکی غلط ہے لہذا اون لوگون کو کافر کہنا اور معاملہ کفار کا اونکے ساتھ کرنا نہ چاہیئے

جیساکہ روافض و خوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہین کہتے حالانکہ وہ شیخین و صحابہ کو اور حضرت علی کو رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین کافر کہتے ہین پس جب بسبب تاویل باطل کے اونکے کفر سے بھی ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی محمد اسمعیل کی تکفیر سے بالطریق اولے کافر نہ کہنا چاہیے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** مذہب حنفیہ مین امامت عالم کی اولے تر ہے قاری سے لیکن اگر قاری متبع اور ضروریات دین سے بخوبی واقف ہو اور عالم قاری نہو تو عالم کی امامت سے قاری کی امامت اولی ہے یا نہین **الجواب** اگر عالم واقف مسائل صلوٰۃ کا قرآن کو مایجوز بہ الصلوۃ پڑھتا ہے تو اوسکو ہی امام بنانا چاہیئے اور جو قرآن ایسا نہین جانتا تو امامت اوسکی درست ہی نہین ہوئی کہ رکن نماز کا قرأۃ ہے قرآن جب غلط پڑہا تو نماز فاسد ہوئی ایسی حالت مین قرآن صحیح پڑھنے والا امام ہو اگرچہ تہوڑے مسائل سے واقف ہو چہ جائیکہ بخوبی واقف ہو مگر مراد قاری سے یہ معروف قاری نہین کیونکہ یہ اعلے درجہ ہی یہ فرض نہین غرض مایجوز بہ الصلوۃ تصحیح الحروف ہے کذا فی عامۃ الکتب واللہ تعالے اعلم **سوال** تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۷ مطبوعہ مطبع فاروقی مین حدیث نقل فرماتے ہین ابو داؤد نے ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا مین ایک شہر مین جسکا نام حیرہ ہے سو دیکھا مین نے وہانکے لوگون کو کہ سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا مین نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لایق ہین کہ سجدہ کیا جاے اونکو پھر آیا مین پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا مین نے کہ گیا تھا مین حیرہ مین تو دیکھا مین نے ان لوگون کو کہ سجدہ کرتے ہین وہ اپنے راجہ کو سو تم بہت زیادہ لایق ہو کہ سجدہ کرین ہم تم کو سو فرمایا مجکو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اوسکو۔ کہا مین نے نہین فرمایا تو مت کرو **ف** یعنی مین بھی ایکدن مر کر مٹی مین ملنے والا ہون تو کیا سجدہ کے لایق ہون الخ تو یہان پر یہ شبہ واقع ہوتا ہی

کہ مٹی مین ملنے سے کیا مراد ہے اور مخالفین یہان پر یہ اعتراض کرتے ہین کہ مولانا
صاحب کے نزدیک انبیاء کا جسد زمین مین ملجانا ثابت ہوتا ہے اسکا کیا جواب ہے
مفصل ارقام فرمائے **الجواب** مٹی مین ملنے کے دو معنی ہین ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی
زمین کے ساتھ خلط ہو جاوے جیسا سب اشیاء زمین مین پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی
بن جاتی ہین۔ دوسرے مٹی سے ملاقی و متصل ہو جانا یعنی مٹی سے ملجانا تو یہان مراد
دوسرے معنی ہین اور جسد انبیاء علیہم السلام کا خاک نہونے کے مولانا مرحوم بھی قائل ہین
چونکہ مردہ کو چارون طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مردہ کے مٹی سے جسد معہ
کفن ملاحق ہوتا ہی یہ مٹی مین ملنا۔ اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہی کچھ اعتراض نہین فقط واللہ
تعالے اعلم **سوال** تذکیر الاخوان کے صفحہ پانچ مین ہے کہ فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ آل
عمران مین اور مت ہو انکی طرح جو علیحدہ علیحدہ ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اسکے کہ پہونچ
چکے انکو صاف حکم اور انکے واسطے بڑا عذاب ہے جسدن سفید ہونگے بعض منہ اور سیاہ ہونگے بعض منہ
سو وہ جو سیاہ ہوئے منہ انکے کیا تم کافر ہو گئے ایمان مین آکر اب چکھو عذاب بدلا اس
کفر کرنے کا۔ اسکے فائدہ مین ہے کہ بہت گروہ فرقہ فرقہ ہو گئے چنانچہ یہود و نصاری تہتر بہتر
فرقے ہو گئے اور پھر آگے تحریر فرماتے ہین پھر انمین کوئی قادری کوئی نقشبندی کوئی چشتی
بنے الخ اور صفحہ ۶ مین فرماتے ہین پھر کسی نے آپکو چشتی مقرر کیا کسی نے قادری کسی نے
نقشبندی کسی نے سہروردی کسی رفاعی ٹھیرالیا الخ تو اس جگہ پر یہ شبہ واقع ہوتا ہے
کہ ان خاندانون کو ان فرقون مین شامل جو فرمایا تو اسکی کیا وجہ ہے اور یہ مضمون صحیح ہے
یا غلط **الجواب** مراد یہ ہے کہ فرقہ فرقہ جدا ہونا باعتبار عقائد و اعمال کے بدعت ہے جیسا
روافض و خوارج عقائد مین اپنے اہواء سے مختلف ہو گئے ہین تو اسی طرح اس زمانہ کے قادری

وچشتی مثلاً اپنے اپنے عقائد مبتدعہ مین اور اعمال ناجائز مین مختلف ہوکر ہر ایک نے خلاف
شرع کو اپنا طریقہ مقرر کرلیا ہے کہ اگر عالم اونکو کسی عقیدہ باطلہ مبتدعہ سے یا کسی عمل غیر مشروع
سے منع کرے تو کہتے ہین کہ ہم قادری ہین مثلاً ہم کو جسطرح اپنے بزرگون سے پہونچا
اوسکو ہی حق جانتے ہین اور یہ بالکل غلط ہی کیونکہ عقائد و اعمال سب بزرگان دین کے موافق
سنت کے تھے ان لوگون نے احداث بدعات کیا ہی پس ایسے اہل طریقہ کو وہ مثل بہتر
فرق کے فرماتے ہین نہ ان اہل اللہ لوگون کو جو ان خاندان کے مقبول متبع سنت ہین کیونکہ
اونکا کوی فرقہ سوائے اہل سنت کی نہین اور کوی امر طریقہ کا خلاف شرع کے نہین یہ خود ایک
فرقہ کا ہی فقط نام ہر ایک کا جدا ہے واللہ تعالے اعلم **سوال** صوم رجب کا ثبوت حدیث سے ہے
یا نہین اور فضائل اعمال مین تو حدیث ضعیف قابل عمل ہوتی ہے نہ کہ ثبوت اعمال مین لایق
مقبول ہو اور اگر ہوسکتی ہے تو اوس کو تحریر فرمادین **الجواب** فضیلت صوم رجب کی
کسی حدیث صحیح سے منقول نہین رجب و غیر رجب برابر ہین مگر بعض احادیث سے اشہر حرم
کی کچھ فضیلت ثابت ہوتی ہے پس چارون ماہ حرم برابر ہوئے سوائے ایام معدودہ کے
جنکی فضیلت ثابت ہوئی ہی بعد اس کے اگر ضعیف روایۃ سے فضیلت صوم خود رجب کی ثابت
ہو تو روزہ رکھنا جائز ہے کیونکہ صوم خود عبادۃ ہی مگر جب صوم رجب کو مثل واجب کے
جانا جاوے تو اوسوقت بدعۃ ہو جاوے گا بس ثبوت صوم کا تو مطلق فضیلت صوم نفل سے
ثابت ہی اور پھر اشہر حرم کے صوم سے ثابت ہے اور فضل خاص اگر ضعیف روایۃ
سے ہو تو اوس پر عمل درست ہے جب تک سوکد و واجب نہ جانا جاوے فقط واللہ تعالے اعلم
سوال کھانا تیار کرنا واسطے تصدق موتے کے بلا تعین یوم کے فقرا و مساکین کو
جمع کرکے کھلا دینا یا تقسیم کردینا جائز ہے یا نہین مدلل ارقام فرمادین **الجواب** بلا تعین

کھانا تقسیم کرنا یا دینا بطور صدقہ کے جائز ہے کیونکہ صدقہ کرنا طعام کا کسی کے نزدیک
ناجائز نہیں ثواب اوسکا میت کو پہونچتا ہے باتفاق البتہ عبادۃ بدنی میں خلاف
امام شافعی رحمہ اور امام مالک رحمہ کا ہے مالی میں کسی کا خلاف نہیں قال فی الہدایہ الاصل
فی ہذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوۃ او صوما او صدقہ
او غیرہا الخ فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** ذکر جہر مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں مدلل
ارقام فرمائے **الجواب** ذکر جہر میں حنفیہ کی کتب میں روایات مختلف ہیں کسی سے کراہت
ثابت ہوتی ہے مگر محل ثبوت میں اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے اور اسکی
دلیل طلب کرنا بے سود ہے کیونکہ مجتہدین کا خلاف ہے سوا ب کون فیصلہ کر سکتا ہے مگر
جواز کی دلیل یہ ہے کہ قال اللہ تعالے اذکر ربک فی نفسک تضرعا وخفیۃ ودون الجہر الآیۃ
دون الجہر بھی جہر ہی ہے کہ ادنی درجہ ہے قال علیہ السلام اربعوا علی انفسکم الحدیث
اور یہ بھی ذکر جہر ہی ہے رفق کو فرمایا ہے گو بہت چلانے سے منع کیا اور متعلق آیات و
احادیث بہت جواز پر دال ہیں فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** جلسے اور قومے میں
یہ الفاظ کہنا فرائض ہوں یا نوافل جائز ہے یا نہیں اللہم اغفرلی وارحمنی واہدنی وارزقنی
وارفعنی واجبرنی جلسے میں اور قومے میں ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ۔
الجواب یہ کلمات فرض نفل میں سب میں درست ہیں مگر امام کو فرائض میں نہ کہنا چاہیے
کہ مقتدیوں پر تسویل صلوۃ کی کلفت ہوتی ہے تنہا ہو تو کہے کہ نماز میں اذکار مسنونہ اولے
ہیں فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کتاب مالابدمنہ
میں فرماتے ہیں وانگشت خنصر وبنصر از دست راست عقد کند و وسطی وابہام را
حلقہ کند وانگشت شہادت راکشادہ دارد وتشہد بخواند ووقت شہادت اشارت کند

یہ عبارت موافق مذہب امام صاحب ہی یا نہین اس سے ابتداءً رفع سبابہ شروع التحیات سے معلوم ہوتا ہے لہذا وقت شہادت کے رفع کیا جاوے یا اول ہی مرقوم فرمائے **الجواب** بعض علماء حنفیہ اول کھولکر ہاتھ رکھتے ہین اور وقت اشارہ کے عقد کرتے ہین اسکا پتہ بھی حدیث سے ملتا ہے اور علی قاری نے لکھا ہے کہ اول ہی عقد کرکے ہاتھ رکھے یہ بھی درست معلوم ہوتا ہے دونون طرح پر عمل درست ہی فقط واللہ تعالے اعلم

سوال شادی مین وقت نکاح کے خرمون کا لٹانا اور لوٹنا جائز ہے یا نہین اور حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جو کہ موید لوٹنے چھوارون کی ہے معتبر ہے یا نہین اور فقہا کا اسمین کیا مذہب ہے، ارقام فرمائے **الجواب** ایسے جزئی عمل کو کرنا کچھ ضروری نہین اگرچہ ایسا لوٹنا درست ہو مگر یہ روایۃ چندان معتبر نہین اور اسکے نعاہے اکثر جوتی آجاتی ہے مسجد کے نکاح مین بے تعظیمی مسجد کی بھی ہوتی ہے لہذا حدیث ضعیف پر عمل کرکے موجب اذیۃ مسلم کا ہوتا ہے اور مسجد کی شان کے خلاف فعل ہونا مناسب نہین اور اس روایۃ کو لوگون نے ضعیف لکھا ہے فقط واللہ تعالے اعلم-

سوال گوٹہ کناری جسکو عورات کپڑون پر لگاتی ہین اوسکا استعمال مردون کو بھی بقدر چار انگشت یا دو انگشت کے کپڑون پر درست ہے یا نہین اگر اوسکا کپڑا بنا ہوا پہنے تو جائز ہے یا نہین **الجواب** گوٹہ کناری چار انگشت تک مردون کو جائز ہے خواہ کپڑے کے ساتھ بنا ہوا ہو خواہ ٹانک دیا ہو خواہ بدون سینے کے کپڑے سے متصل کر دیا ہو اسمین وزن کا اعتبار نہین بلکہ مساحت کا اعتبار ہے چار انگشت درست اور زائد ممنوع ہی فالص چاندی کا پترہ بھی یہی حکم رکھتا ہے کذا فی کتب الفقہ

سوال لباس سرخ کا استعمال مردون کو کرنا سوائے کسم کے خواہ کسی قسم کا ہو مثلاً لول و مخمل وغیرہ کے جائز ہے یا نہین اور

نماز مین اوس سے کوئی نقصان واقع ہوگا یا نہین محقق مذہب اس مین کیا ہے اور
حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمہ نے اربعین مین تحریر فرمایا ہے کہ حمادیہ مین لکھا ہے
روایۃ کی حسن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا کہ دُور رہو رنگ سرخ سے
کہ رنگ سرخ زینت شیطان ہی اور تاکید الاخوان حصہ دوسرے تقویۃ الایمان مین مندیش
نقل فرماتے ہین اخرج الترمذی وابو داوٗد عن عبد اللہ بن عمرؓ قال مر رجل علیہ ثوبان
احمران فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرد علیہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگ سرخ
بالکل ممنوع ہے کہ آپ نے اوسکے سلام کا جواب نہین دیا اسمین صحیح مذہب کیا ہے بل
ارقام فرمائے **الجواب** سرخ غیر معصفر مین روایات مختلفہ ہین اور ہر ایک جانب
دلائل مذکور ہین احوط مطلقاً سرخ کا ترک ہی اور رخصت جواز استعمال سوائے معصفر کا
ہے جو مسئلہ اول قرن سے مختلف ہو اوسکا فیصلہ نہین ہوسکتا اس حدیث مین جو
ثوبان احمران وارد ہے اسکو مجوزین معصفر پر حمل کرتے ہین فقط واللہ تعالیٰ اعلم
سوال رنگ زرد سوائے زعفران کے مثل تن وغیرہ کے استعمال کرنا بالخصوص
مردون کو جائز ہے یا نہین **الجواب** علیٰ ہذا زرد رنگ سوائے مزعفر کے مردونکو
مختلف فیہ ہے راجح اسمین جواز ہے اور سرخ و زرد کی بحث مردون کے ہی واسطے
ہے عورتون کو سب درست ہی لہٰذا علی الخصوص مردون کو جو درج سوال ہے یہ زائد ہے
فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** دیواسلائی گندک کی جس سے چراغ روشن کرتے ہین اور
بوقت روشن کرنے کے اوس سے بدبو نکلتی ہے مسجد میں جلانا درست ہی یا نہین **الجواب**
جس شی مین بدبو ہو اوس کو مسجد مین لیجانا اور بدبو کا مسجد مین پیدا کرنا منع ہے یہانتک
پیاز کھاکر بدبو دہن کے ساتھ دخول مسجد کو حرام لکھا ہے پھر گندک کی بدبو مسجد مین پھیلانا

کسطرح درست ہوگا چراغ خارج مسجد روشن کرکے لیجاوے یا موم کی دیا سلائی سے روشن کرے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** ایک مقدمہ امر واقعی اور سچا ہے اور قاعدہ قانون انگریزی کے خلاف ہی اوسمین اپنے استنفار حق کے واسطے اگر تھوڑا سا کذب ملایا جاوے تو جائز ہے یا نہین **الجواب** احیار حق کے واسطے کذب درست ہی مگر تا امکان تعریض سے کام لیوے اگر ناچار ہو تو کذب صریح بولے ورنہ احتراز رکھے فقط **سوال** اگر کوئی شخص گرفتار ہوتا ہو اور وہ گرفتاری ناحق ہو یا اوسکی بیعزتی ہوتی ہو تو اوسکو جھوٹ بولکر چھڑالینا جائز ہی یا نہین عنداللہ مواخذہ ہوگا یا نہین **الجواب** اسکا بھی جواب یہی ہے اور احیار العلوم مین ایسے موقع پر کہ قتل مسلم ناحق ہوتا ہو اور بدون کذب کے نجاۃ نہو تو کذب کو فرض لکھدیا ہے فقط واللہ اعلم **سوال** حقوق العباد جو مسلمانون کے گناہ ہوتے ہین اوسکا بدلہ تو یون ہو جاویگا کہ اوسکی نیکیان صاحب حق کو دلائی جاوینگی اور در صورت نیکیان نہونے کے اُس صاحب حق کے گناہ اوس کو دیے جاوین گے اگر کافر کا حق ہی تو اس صورت مین کیا معاملہ مسلمان کے ساتھ کیا جاوے گا۔ **الجواب** حقوق کفار کے عوض عذاب کیا جاویگا کہ خلاف حکم حق تعالے کے کیا اور کفار کو کچھ نہ ملے گا چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ فرمایا مین مخاصمہ ذمی کافر کی تکلیف دہی مین کرونگا کما قال واللہ تعالے اعلم **سوال** اگر کہین سے خبر تحقیقی اس بات کی آوے کہ وہان چاند اتنے اشخاص معتبر نے دیکھا اور شخص معین جسکو وہ اشخاص جانتے ہین وہ اونکو ایک تحریر اپنی و نیز گواہی گواہان سے مزین کرکے بھیجے تو وہ تحریر قابل سماعت ہوگی یا نہین۔ اور جو تحریر اسطرح پر ہو تو قابل قبول ہے یا نہین اور اگر تار کہین سے آوے کہ چاند ہوگیا وہ معتبر ہے یا نہین **الجواب** تحریر بخط جو مثل دستور کے لکھا آیا از طرف فلان بنام

فلان مثلا اور مکتوب الیہ اوس کو پہچانتا ہے اور اوسکا ہی خط ہے تو اوسکا لکھنا خبر رویۃ ہلال کی بین معتبر ہوگا اور اوسپر عمل کرنا درست ہوگا اور تار کی خبر بھی مثل تحریر کے ہے مگر وساطۃ کفار کے موجب عدم قبول ہو جاتی ہے ورنہ تحریر خط اور خبر تار کا ایک حکم ہے کذا الفہم من کتب الفقہ واللہ تعالے اعلم **سوال** ۲۱ ایک شخص ایسا ہی کہ اوس سے دین کے بہت فایدے ہین مثلاً کلام اللہ و حدیث و تفسیر وغیرہ پڑہاتا ہو اور جس مسجد مین رہتا ہے اوس سے آباد ہے آیا اوس شخص کو ہجرت کرنا حرمین شریفین کی اولی ہے یا یہ شغل اولی ہے **الجواب** اگر یہان رہنے سے اُس عالم کے دین مین کوئی نقصان نہین اور خلق کو اوسسے نفع دین کا ہے تو اوسکا یہان رہنا ہجرۃ عرب کیطرفسے بہتر ہے واللہ تعالے اعلم۔

سوال ۲۲ یزید کہ جسنے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالے عنہ کو شہید کرایا وہ قابل لعن ہے یا نہین گو کہ لعن کرنے مین احتیاط کرے بہت اکابر دین درباب لعن یزید تحریر فرما چکے ہین چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہین کہ شب شہادت کو سنے ایک آواز غیب سے کہ کوئی کہتا تھا **شعر** ایہا القاتلون جہلا حسینا ٭ ابشروا بالعذاب والتذلیل ٭ قد لعنتم علے لسان ابن داود ٭ وموسی وحامل الانجیل ٭ کذا فی التحریر الشہادتین و صواعق محرقہ۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء مین تحریر فرماتے ہین قال صلے اللہ علیہ وسلم من اخاف اہل المدینۃ اخافہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین رواہ مسلم۔ وکان سبب خلع اہل المدینۃ لہ ان یزید اسرف فی المعاصی اور دوسری جگہ فرماتے ہین فقتل وجیئ براسہ فی طست حتی وضع بین یدی ابن زیاد لعن اللہ قاتلہ وابن زیاد معہ ویزید۔ اور بعض محققین مثل امام ابن جوزی اور ملا سعد الدین تفتازانی وغیرہ رحمہم اللہ بھی لعن کے قائل ہین چنانچہ مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب

صفحہ ۱۱۹

پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات مین فرماتے ہین وجہ قول جواز لعن آنست کہ ابن جوزی روایت کردہ کہ قاضی ابو یعلی در کتاب خود معتمد الاصول بسند خود از صالح بن احمد بن حنبل روایت کردہ کہ گفتم پدر خود را کہ اے پدر مردم گمان میبرند کہ ما مردم یزید را دوست میداریم احمد گفت کہ اے پسر کسے کہ ایمان بخدا و رسول داشتہ باشد او را دوستی یزید چگونہ روا باشد وچرا لعنت نکردہ شود بر کسیکہ خدا بروے در کتاب خود لعنت کردہ گفتم در قرآن کجا بر یزید لعنت کردہ است احمد گفت فہل عسیتم ان تولیتم الخ اور نیز مکتوبات (صفحہ ۲۲۰) مین ہے غرضیکہ کفر بر یزید از روایت معتبرہ ثابت میشود پس او مستحق لعن است اگرچہ در لعن گفتن فائدہ نیست لیکن الحب فی اللہ والبغض فی اللہ مقتضی آنست واللہ اعلم

ان عبارات مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات کفر کے بھی قائل تھے اور بعض حضرات اکابر دین لعن کو جائز نہین فرماتے ہین اسواسطے کہ یزید کے کفر کا حال محقق نہین ہے پس وہ قابل لعن نہین لہذا یزید کو کافر کہنا اور لعن کرنا جائز ہے یا نہین مدلل ارقام فرماوین۔

الجواب اسقدر تطویل سوال مین بفائدہ کی ہے حدیث صحیح ہے کہ جب کوئی کسی پر لعنۃ کرتا ہے اگر وہ شخص قابل لعن کا ہے تو لعن اوسپر پڑتی ہے ورنہ لعنۃ کرنیوالے پر رجوع کرتی ہے پس جب تک کسی کا کفر پر مرنا محقق نہو جاوے اوسپر لعنۃ کرنا نہین چاہیے کہ اپنے اوپر عود لعنۃ کا اندیشہ ہے لہذا یزید کے وہ افعال ناشایستہ ہر چند موجب لعن کے ہین مگر جبکہ محقق اخبار سے اور قرائن سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی و خوش تھا اور اونکو مستحسن و جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مرگیا تو وہ تو لعن کے جواز کے قائل ہین اور مسئلہ یون ہی ہے اور جو علما اسمین تردد رکھتے ہین کہ اول مین وہ مومن تھا اوس کے بعد ان افعال کا وہ مستحل تھا یا نہ تھا اور ثابت ہوا یا نہوا تحقیق نہین ہوا پس بدون تحقیق اس امر کے لعن جائز

نہین لہذا وہ فریق علمار کا بوجہ حدیث منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہین اور یہ مسئلہ
بھی حق ہے پس جواز لعن وعدم جواز کا ۔ از تاریخ پر ہی اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت مین ہی
کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے مین کوئی حرج نہین لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ
سنتہ نہ مستحب محض مباح ہے اور جو وہ محل نہین تو خود مبتلا ہونا معصیتہ کا اچھا نہین
فقط واللہ تعالے اعلم ۔ **سوال** نذر لغیر اللہ یعنی مرغا بکرا وغیرہ کہ جو کسی تھان یا کسی قبر
یا نشان اور جھنڈے وغیرہ پر چڑہایا گیا ہو اگر وہانکے خادم مجاور وغیرہ کسی کے ہاتھ بیع کرین
تو اوسکا خریدنا اور صرف مین لانا جائز ہے یا نہین درصورت علم یا بلا علم کے ارقام فرماوین
الجواب جو مرغ وبکرا وغیرہ کفار اپنے معابد پر چڑہاتے ہین اور کافر مجاور لیتا ہے
تو اوسکا خریدنا درست ہے کہ کافر مالک ہو جاتا ہے اور جو مسلمان مجاور ایسی چیز لیتا ہے
وہ مالک نہین ہوتا اوسکا خریدنا درست نہین اور یہ سب جواب اُس حالت مین ہی کہ علم ہو
اوسکے چڑہاوا ہونیکا اور بدون علم کے تو مباح ہوتا ہی ہے واللہ اعلم ۔ **سوال** بسم اللہ
شریف کو ختم قرآن شریف مین سورہ نحل کے سوا کہ جو جز قرآن ہے اوس کو سورہ اخلاص
ہی پر پڑہنا چاہیئے یا اور کسی صورت یہ بھی پڑہنا بالتخصیص درست ہے **الجواب** بسم اللہ ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ کے نزدیک قرآن کی آیہ ہے اور کسی سورۃ کا جز نہین ۔ اوسکا ایکبار خواہ کہین
پڑہدیوے درست ہے خصوصیۃ قل ہو اللہ کی نہین جہان چاہے پڑہدیوے البتہ یہ
عقیدہ کرنا کہ سواے قل ہو اللہ کے اور کسی سورۃ پر درست نہین بدعت ہوگا ورنہ کچھ حرج
نہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** مجلس غم مقرر کرنا جیسے شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ
عنہ یا وفات نامہ وغیرہ خاصکر روز عاشورہ مین بوجہ غم کے مجلس مقرر کرنا جائز ہے یا نہین ارقام
فرماوین **الجواب** غم کی مجلس تو کسی کے واسطے درست نہین کہ حکم صبر کرنے کا اور

غم کے رفع کرنے کا ہی تعزیہ وتسلیہ اس ہی واسطے کیا جاتا ہے تو اوسکے خلاف غم
پیدا کرنا خود معصیت ہوگا اور شہادۃ حسین کا ذکر مجمع کرکے سوائے اسکے مشابہت روافض
کی بھی ہے اور تشبہ اونکا حرام ہی لہذا انعقاد مجالس غم کسی کا درست نہین فقط واللہ تعالے اعلم
سوال قربانی اگر میت کی طرف سے کیجاوے بموجب اوسکی وصیت کے یا بغیر وصیت
کے اوس گوشت کو اپنے صرف مین لانا اور اقربا کو تقسیم کرنا چاہیئے یا صرف فقرا و مساکین
کو ہی تقسیم کردینا چاہیئے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرے تو
اوسمین سے اپنے صرف مین لانا درست ہے یا نہین الجواب قربانی کسی میت کی
طرف سے یا فخر عالم علیہ السلام کی طرف سے یا کسی شیخ ومقرب کی طرف سے کرنا درست
ہے مگر جو بوصیت ہو اوسکا گوشت سب کا سب فقرا کو تقسیم کرنا لازم ہے اور جو خود
اپنی طرف سے کرتا ہے اوسکا حال مثل اپنی قربانی کے ہے چاہے خود کھاوے چاہے ہبہ
دیوے چاہے مساکین کو دیوے فقط کذا فی کتب الفقہ واللہ تعالے اعلم
سوال معانقہ کرنا بالخصوص عیدین کے روز کس درجہ کا گناہ ہے مکروہ ہے یا حرام۔
الجواب معانقہ ومصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اس روز مین اوس کو موجب سرور اور
باعث مودۃ اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہین بدعۃ ہو اور مکروہ تحریمہ اور علی الاطلاق
ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے ایسا ہی بشرط خود یوم العید کے ہے اور علی ہذا معانقہ
جیسا بشرط خود دیگر ایام مین ہی ویسا ہی یوم عید کے ہے کوئی تخصیص اپنی رائے سے
کرنا بدعت ضلالہ ہی فقط واللہ تعالے اعلم سوال احادیث مین جو وعید مرتکب بدعات
کی وارد ہوئی ہین کہ فرائض و نوافل وصوم و حج وعمرہ وجہاد وغیرہ اوسکا مقبول نہین ہے
وہ کونسی بدعات ہین اور بعض احادیث مین آیا ہے کہ جو محبت رکھتا ہے اہل بدعت سے

ضائع کرتا ہے اللہ تعالیٰ عمل اوسکے اور نکال لیتا ہے نور ایمان دل اوسکے سے اور بعض احادیث مین آیا ہی کہ اہل بدعت تمامی خلقت سے بدتر ہین اور بعض احادیث مین آیا ہے کہ اہل بدعت جہنم کے کتے ہین وہ کونسی اور کس درجہ کی بدعات ہین ادنیٰ درجہ کی کونسی بدعت ہی اور اعلیٰ درجہ کی کونسی ہے ارقام فرماوین **الجواب** جس بدعت مین ایسے شدید وعید ہین وہ بدعت فی العقائد ہی جیسا روافض خوارج کی بدعت ہے اور دیگر بدعات جو اعمال مین ہیں اوسکو بھی بعض کتب مجالس الابرار مین کبیرہ لکھا ہے کہ کوئی بدعت صغیرہ نہین مگر حق یہ ہے لہ بدعة علی قدر المفسدہ چھوٹی بڑی ہوتی ہے تشکیک اوسمین بھی حاصل کہ پس تم سے بچنا سب سے ضروری ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ **سوال** [۲۹] - قبرستان مین اگر کوئی شخص امامت کرے اور پیش نظر اوسکے کوئی قبر ہو تو سترہ کرلیوے گر پیش نظر مقتدیوں کے قبر ہو تو نماز مقتدیون کی جائز ہوگی یا نہین اور سترہ امام کا اس صورت مین مقتدیون کو کافی ہوگا یا نہین **الجواب** قبرستان مین نماز پڑھے تو سب کے واسطے امام اور مقتدی کے سترہ کی حاجت ہی سترہ امام کا مقتدی کو کافی ہونا مرور حیوان اور انسان کے واسطے مین کافی ہے اور قبور کا حضور مشابہ لبترک و بت پرستی کے ہے اس مین کفایہ نہین ہی ہر ہر نمازی کے سامنے پردہ واجب ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** [۳۰] روشنی کرنا رمضان کی شب ختم قرآن مین حاجت سے زائد جائز ہی یا نہین **الجواب** حاجت سے زیادہ روشنی ہر روز ہر وقت حرام و اسراف ہی اور ایسی برکت کے وقت مین زیادہ موجب خسران کا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

سوال [۳۱] پڑھنا یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا بطور ورد یا برائے قضائے حاجات یا اوسمین اثر جانکر یا شیخ کو متصرف عالم تصور کرکے اور اونسے اپنی حاجات طلب

کرے تو یہ دونون صورتین کفر و شرک کی ہین یا نہین کیونکہ منادی مستقل الاستعانت
ہو دو شیخ مذکور ٹہرینگے اور حق سبحانہ تعالی واسطہ پڑیگا اور اوس کو اکثر علما کفر و شرک فرماتے
ہین چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم مجموعہ فتادی مین فرماتے ہین از چنین وظیفہ
احتراز لازم و واجب اولاً ازین جہت این وظیفہ متضمن شیئاً للہ ہست و بعض فقہا از
ہمچو لفظ حکم کفر کردہ اند چنانکہ در در مختار مینویسد کذا قولہ شیئاً للہ قیل یکفر عبارت
مذکورہ مین لفظ عام ہے عقیدہ حضور کی قید نہین لہذا ان دونون صورتون مین کفر و شرک ہے
یا ایک صورت مین اور دوسری صورت مین کس قسم کا گناہ ہے اور لفظ یا حاضر کے واسطے
بولا جاتا ہے یا حاضر و غائب دونون کے واسطے **الجواب** اسکا ورد کرنا بندہ جائز
نہین جانتا اگرچہ شرک نہین لیکن مشابہ بشرک ہی اور بعض فعل مشابہ بشرک ہوتے ہین اور
صغیرہ ہوتے ہین کہ شرک کلی مشکک ہی کہ اوسکے افراد قلت و کثرت معصیت مین متفاوت
ہین مثلاً قسم بغیر اللہ تعالے کو حدیث مین شرک فرمایا ہے معہذا وہ گناہ صغیرہ ہے
پس ورد اسکا مشابہ بشرک ہی کہ غیر اللہ تعالے سے طلب حاجات ہی مگر جو شخص ان کلمات مین
اثر جانکر پڑہتا ہے وہ کافر و مشرک نہوگا اگرچہ معصیت سے خالی بھی نہوگا اور جو شیخ قدس سرہٗ
کو متصرف بالذات اور عالم غیب بذات خود جانکر پڑہے گا وہ شرک ہے اور اس عقیدہ سے
پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالے اطلاع کر دیتا ہے اور باذنہ تعالے شیخ حاجت برائی کر دیتے
ہین بھی مشرک نہوگا باقی مومن کی نسبت بدظن ہونا بھی معصیت ہے اور جلدی سے
کسی کو کافر مشرک بتادینا بھی غیر مناسب ہے اور ایسے موہم الفاظ کا پڑھنا بھی بجا و معصیت
ہے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [رشید احمد]

ف

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند خط آپکا آیا حال معلوم ہوا

علم دین کی برابر کوئی چیز نہین اگر کسی کو نصیب ہو جاوے جہانتک ہو کوشش کر کے پڑہو تمہارے خط مین کوئی بات جواب طلب نہین معلوم ہوتی کہ کیا تھی اگر وظائف کے باب مین استفسار تھا تو یہ سب وظائف درست ہین مگر وظیفہ یا شیخ عبد القادر کا بندہ اچھا نہین جانتا اسکو ترک کر دو باقی سب اوراد اپنے کرتے رہو اور طالب علمی مین اگر وظائف پڑہو گے تو سبق کس طرح یاد ہوگا اگر پڑہنے کے واسطے اوراد کو موقوف کر دو تو بہتر ہے بعد فراغت قدر ضروری علم کے شروع کر دینا اور ذہن حافظہ جیسا خدا تعالے نے کسی کا بنا دیا بنگیا اب اسکی کشائش اوسکے ہی اختیار ہے۔ پانی کا بہت پینا اور ماش کی دال اور غلیظ اشیاء کا کھانا مضر ہے بندہ بھی آپ کو دعا مین شریک کرتا ہے اور ذہن کے واسطے سورۃ فاتحہ کو ۲۱ بار پانی پر دم کر کے پی لیا کرو فقط والسلام۔ مرسلہ از گنگوہ ۹۔ اکتوبر ۱۸۸۶ء۔

اقول اس کلام کا پڑہنا کسی وجہ سے جائز نہین اگر شیخ قدس سرہ کو عالم الغیب و متصرف مستقل جانکر کہتا ہے تو خود شرک محض ہے بقولہ تعالے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو الآیۃ ودیگر نصوص قال فی البزازیۃ وغیرہا من الفتاوی من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم کفر ومن ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقد بہ کفر کذا فی البحر الرائق انتہی من مائۃ المسائل اور جو یہ عقیدہ نہین تو بھی ناجائز ہے کیونکہ اس صورت مین گو یہ نہ شرک نہو مگر مشابہ بشرک ہے اور جو لفظ موہم معنی شرک ہو اوسکا بولنا بھی ناروا ہے بقولہ تعالے لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا اور بقولہ علیہ السلام لا تقولوا ما شاء اللہ وما شاء فلان ولیکن قولوا ما شاء اللہ ثم شاء فلان الحدیث حالانکہ صحابہ کی نیت مین کوئی معنی قبیح نہ تھے مگر بسبب مشابہت اور موہم معنی قبیح کے یہ الفاظ ممنوع ہو گئے پھر عوام اسکے ورطہ شرک و گناہ مین مبتلا ہوتے ہین۔ تفسیر عزیزی مین بیان وجوہ ترک

نام مولوی علیم الدین صاحب خادم حضرت مولانا امداد [illegible] قدس سرہ

مین لکھا ہی از انجملہ کسانیکہ در ذکر دیگر آنرا با خدا تعالے ہمسر میکنند و از انجملہ اند کسانیکہ در دفع بلا دیگر انرا مے خوانند و ہمچنین در تحصیل منافع بدیگران رجوع مے نمایند بالاستقلال نہ آنکہ توسل بآن دیگران نمایند اور پُر ظاہر ہی کہ دعوۃ اس کلام کی داخل ہر دو قسم مین ہے کیونکہ غرض اس سے دفع بلا و جلب منافع ہے یا مثل ذکر اللہ تعالے اس سے تحصیل برکاۃ و تقرب مقصود ہے یا بوجہ تبرک کے اسکو تکرار کرتے ہین ہان کسی کے توسل سے دعا کرانا درست ہے مگر یہ صورت توسل کی ہرگز نہین بلکہ دعا و استعانت ہی مجیب صاحب کو شبہ واقع ہوا کہ دعا کو توسل سمجھ گئے توسل کی صورت یہ ہی یا اللہ بجاہ شیخ عبد القادر شیئاً للہ نہ یہ کہ خود شیخ سے طلب کرے بصیغہ دعا یا شیخ اعطنی شیئاً یہ توسل کسطرح ہو سکتا ہے معہذا لفظ شیئاً للہ کا موہم معنی شرک کو ہے کیونکہ اوسکے معنی یہ بھی ہو سکتے ہین کہ کچھ حق تعالے کو دو اسواسطے کہ لفظ لام کا معطی لہ پر آتا ہی یہ معنی تو اشد شرک ہین دوسرے معنی یہ ہین کہ شیخ مجکو بوجہ اللہ تعالے کے کچھ دو سو اس معنی مین اگر مستقل معطی شیخ کو جانتا ہے تو بھی شرک ہوا اور جو باذن اللہ معطی سمجھا تو اوسکی توجیہ وہ ہی جو تفسیر عزیزی سے مجیب نے نقل کیا جسکا مطلب یہ ہی کہ بعض اولیا کو حق تعالے آلہ تکمیل و ارشاد خلق بناتا ہے کہ اوس کے ذریعہ سے باذن اللہ مطالب بر آمد ہوتے ہین نہ کہ اولیا خود متصرف مستقل بنتے ہین اور ظاہر ہی کہ جب وہ آلہ ٹہیرے تو اگرچہ بظاہر حاجت روائی تو بذریعہ آلہ ہوتی ہے مگر خود آلہ سے بھی دعا و استعانت طلب کرنا شرک ہے پس ایسی صورت مین متصرف حقیقی کو چھوڑ کر آلہ سے طلب کرنا بھی خالی از مشابہتہ شرک نہین ندا و دعا کرنا دوسری شی ہے کہ منادی کے علم و تصرف کو چاہتا ہے اور ذریعہ ہونا اور امر ہے کہ ذریعہ کا واسطہ اور مقبول ہونا بدرگاہ فیاض اوس سے مستفاد ہوتا ہی شتان بینہما مثلاً

نور بواسطہ شمس کے آتا ہے مگر طلب نور شمس سے شرک ہے ندا کسی کو کرنا مبنی بر علم و تصرف منادی کے ہے پس اس عبارت عزیزی سے جواز ندا کا کیونکر مفہوم ہوا غایت تعجب ہے کہ اگر گاہ اولیا کو بطور کشف باذن اللہ تعالے ہو جاوے تو اوس سے ہر وقت باستقلال علم و تصرف کا ہونا کہاں سے لازم آتا ہے پس ایسی دعوۃ بہر حال یا شرک جلی یا خفی یا لغو مشابہ بہ شرک ہو کر حرام و ناجائز ہوگی کسی وجہ جواز کا شائبہ اسمین نہین ہو سکتا اب استدلالات مجیب کا حال سنو کہ پڑھنا اس کلام کا بطور توسل جائز فرماتے ہین حالانکہ توسل کی کوئی صورت نہین کما مر اور شاہ ولی اللہ صاحب نے طریقہ بعض جیلانیہ کا بیان کیا ہے اس سے اجازت و شرعیۃ کا فہم محض غفلت ہے اور تحکم اور شاہ عبد العزیز صاحب کی عبارت کا مطلب خود واضح ہو گیا کہ ندا کو ہرگز جائز نہین فرماتے بلکہ شرک لکھتے ہین اور جو وہ فرماتے ہین اوس سے جواز ندا طلب ہرگز مستفاد نہین ہو سکتا علے ہذا تفسیر مظہری کا مطلب بھی ندا اور استعانۃ اولیا سے نہ حیات مین روا ہے نہ بعد موت اور جو صاحب خزینہ کی عبارت مجیب نے نقل کی ہے کہ یا شیخ عبد القادر فہو ندار

واذا اضیف الیہ شیئا للہ فہو طلب شئ اکراما للہ تعالے فما الموجب بحرمتہ جب تک اوسکے سابق لاحق کا حال معلوم نہو اوسپر حکم نہین ہو سکتا سلمنا اگر اوسکی مراد یہی ہے جو مجیب نقل کرتے ہین تو وہ فتوی اوسکا مردود ہے نصوص قطعیہ و روایات فقہاء معتبرین کہ سابق لکھا گیا کہ ندا غیر اللہ کی بہر حال ناجائز ہے اور شیئا للہ کے معنی موہم شرک ہین اگرچہ نیت داعی کی تبیج معانی کی نہو تاہم درست نہین یہ وجہ حرمت اس کلام کی ہے اگرچہ موجب حرمتہ خیر تیہ کو معلوم نہوا مگر نصوص و روایات سے ہم ثابت کر چکے پس جو فتوے خلاف نصوص و روایات صحیحہ کے ہو وہ قطعاً مردود ہوگا واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

پڑھنے والا اس جملہ کا تقریبًا اور شہرت دینے والا اسکے جواز کا اعتقادًا آثم بلکہ کبھی کافر
ہے سنا اسکی حجۃ اللہ البالغہ مولفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی صفحہ ۱۲ مین موجود ہے
قال ومنہا ای من مظنّتہا الشرک انہم کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجہم من شفاء المریض و
غناء الفقیر وینذرون لہم یتوقعون انجاح مقاصدہم بتلک النذور ویتلون اسمائہم
رجاء برکتہا فاوجب علیہم ان یقولوا فی صلاتہم ایاک نعبد وایاک نستعین وقال اللہ تعالیٰ
ولا تدعوا مع اللہ احدا ولیس المراد من الدعاء العبادۃ کما قال بعض المفسرین بل المراد
ہو الاستعانۃ لقولہ تعالیٰ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون انتہی اور قاضی ثناء اللہ
صاحب نے بھی اس مضمون کو صراحۃ ارشاد الطالبین مین ذکر کیا ہے مسئلہ انچہ جہال
مے گویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئًا للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئًا للہ
جائز نیست شرک است و کفر است حق تعالیٰ مے فرماید والذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم
انتہی اور اسی طرح شاہ عبد العزیز صاحب کی تقریر کی بعض حواشی مین صراحۃ اسی مضمون کا
وال ہے میگوید سوال اگر کسے نام سواے خدا تعالیٰ را بطریق تقرب ورد سازد از
سلمانی بیرون گردد جواب اگر نام کسے بطریق تقرب ورد زبان مے سازد مشرک گردد
انتہی ملخصًا اور شہرت دینے والا بسبب اعتقاد جواز کے مشرک ہے اور شہرت جواز کی دینی
علاوہ شرک کے ایک اور وبال ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم فقط

ہذا الجواب صحیح محمد قاسم علی عفی عنہ مرادآبادی
(مہر) محمد قاسم خلف مولانا عالم علی ۱۲۹۶

الجواب صحیح
(مہر) شاگستہ محمد کامل ۱۳۰۱

لقد صح الجواب
احقر محمد حسن عفی عنہ

اصاب من اجاب
محمد احتشام الدین عفی عنہ

الجواب صحیح
بشیر احمد شاہ عفی عنہ

لقد اصاب المجیب
احمد حسن دیوبندی عفی عنہ

المجیب المصیب
احقر الزمن محمود حسن غفرلہ

اسکی کل صورتین گناہ سے خالی نہین کسی مین شرک ہے اورکسی مین ابہام شرک لہذا اسکا رواج دینا جائز نہین - حبا الرحمن - وظیفہ جملہ مروجہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کسی طرح جائز نہین فقط واللہ اعلم خلیل احمد عفی عنہ انبیٹھوی - واقعی ہوات کو بذریعہ شیئاً للہ ندا کرنا یا شرک ہے یا اندیشہ شرک ہے اور مسلمان کو دونون امر سے اجتناب لازم ہے محمود عفی عنہ دیوبندی - خادم الطلبہ حقر الزمن احمد حسین الحسینی الرضوی نسباً والچشتی الصابری مشرباً والحنفی مذہباً والامروہی مولداً ومسکناً اغفر اللہ لہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ

(۱۹ ربیع الاول) **استفتا** کیا فرماتے ہین علمای دین اس معاملہ مین کہ ایک قوم مین چند چودہری مقرر ہوے برادری مین یہ بندوبست کیا گیا کہ جو کوئی غیر قوم کی عورت لادے یا ایک عورت کے اوپر دوسرا نکاح کرے تو اوسکے اوپر پچیس روپیہ جرمانہ ہو - دیگر جو بھاجی تقسیم ہو برادرانہ اوسکو جو واپس کرے پھر جرمانہ دے - دیگر جو دوبارہ بھاجی اوس کی کیا چاہے چودہری یا اور کوئی برادری کا پھر جرمانہ دے جرمانہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کھانا سب کے پاس تقسیم نہونے پاوے تھا جو پہلے سے بعض آدمی کھانا شروع کردیتے تھے تو ایک طرح کی بدانتظامی تھی کھڑے ہوکر مانگنے لگا کرتے تھے اور بعض آدمی پہلی ہیویون کو کسی رنج کے باعث نہین لیجاتے ہین اس باعث سے یہ قید جرمانہ کی لگائی گئی ہے جب سے یہ قید لگی ہے برادری کا انتظام اچھا ہوگیا ہے اور جرمانہ کرکے بعد دس پانچ روز کے جرمانہ واپس بھی کردیا ہے تو اس صورت مین جرمانہ کرنا از روے شرع جائز ہے یا نہین - دیگر ایک جگہ بھاجی تقسیم ہوئی چند جگہ سے واپس آئی عورتون نے واپس کردی مرد اوسکے موجود تھے بعدازان ایک چودہری نے مکرر بھاجی بھیجی یہ بات قایم ہوچکی تھی کہ جو بھاجی دوبارہ بھیجے گا پھر جرمانہ دے گا بعدازان ان چند آدمیون کو چودہریون نے

پنچایت کے روبرو بلایا دریافت کیا کہ تمہارے یہان سے بھاجی کیون واپس آئی اونھون
سبنے حلف سے بیان کیا کہ بروقت پنچایت کے ہم موجود نہین تھے صبح کو ہم کو خبر ہوئی
ہم باہر وباہر بازار چلے گئے بعد مین بھاجی تقسیم ہوئی گھر مین اونھون نے لاعلمی سے واپس
کردی ہمارا کچھ قصور نہین ہی اور بہائی اگر قصور مند تصور فرماتے ہین تو اللہ کے واسطے ہمارا
قصور معاف فرماؤ آیندہ انشاءاللہ ایسا نہوگا اسکے اوپر چودہریون نے کچھ غور نفرمایا عمرو نے
اونکی طرف سے عرض کیا کہ بھائیو جب اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا معاف فرمادیتے
ہین تو بھائی بھی انکی خطا اللہ کے واسطے معاف کردین تو اسکے اوپر تمام برادری کے
سامنے ایک چودہری صاحب نے یہ فرمایا کہ بیشک اللہ ورسولؐ معاف کردیتے ہین مگر پنچ
معاف نہین کرتے ہین عمرو یہ کلمہ سنکر خاموش ہورہا اوسوقت اُن آدمیون پر فی کس عہ جرمانہ کردیا
اور جس چودہری نے دوبارہ بھاجی بھیجی تھی اوس سے چشم پوشی اختیار کی تو اس صورت مین
اونکو ظالم یا ناانصاف کوئی کہدے آیا جائز ہے یا نہین اگر کسی نے کہدیا ہو تو اوسپر جرمانہ
کرنا یا اوس کو جرمانہ دینا جائز ہے یا نہین از روے شرع شریف **الجواب** یہ چودہریون
کے قواعد ہی خلاف شرع ہین چودہری اور سب لوگ اسکے قبول کرنیوالے بے انصاف اور
ظالم ہین فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مہر: رشید احمد) الجواب صحیح حکیم ابو القاسم
محمد عبد الرشید انصاری سہارنپوری عفی عنہ - الجواب صحیح ابو الحسن عفی عنہ - جواب جو حضرت
مولانا مخدوم زمان حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے درست ہے اور یہ
واضح ہو کہ ایک جماعت اہل اسلام کی متفق ہوکر قواعد خلاف شرع شریف کے تجویز کرے اور
برادری کا دستور العمل اوسکو قرار دے نہایت مذموم ہے اور اُس گناہ سے زائد ہے کہ ایک
شخص اس حرکت کا مرتکب ہوا اہل اسلام کا خطاوار ہونا کسی امر مین اور بات ہی اور قواعد

خلاف شرع شریف ایجاد کرنا اور امر سے سرکار سے قانون خلاف اسلام ایجاد کیا وہ
جاے تعجب نہین کیونکہ وہ اسلام کی پابند نہین مگر اہل اسلام کی شان سے خلاف شرع
قانون ایجاد کرنا بہت بعید ہے احمد علی عفی عنہ **استفتاء** کیا فرماتے ہین علمای دین و
مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نماز تراویح یا اور کوئی نماز لوگون کو پڑہاتا ہے
اور ہر رکعت مین کئی سورتین پڑہتا ہے اور ہر سورہ کے اول مین بسم اللہ بھی جہر سے کہتا ہے
تو ہر سورہ کے ساتھ نماز مین بسم اللہ کا ملانا جائز ہے یا نہین اور نماز جہری مین بسم اللہ
آواز سے پڑھنا افضل ہے یا آہستہ پڑھنا فضیلت رکھتا ہے اور اکثر حافظون کا یہ دستور ہے
کہ نماز تراویح مین کسی سورہ کے اول تمام قرآن مین بسم اللہ نہین پڑھتے صرف سورہ اخلاص
کے اول بسم اللہ پڑھتے ہین سو یہ فعل اونکا ٹھیک ہے یا نہین اور اگر ہر سورہ کے اول نماز تراویح
مین بسم اللہ نہ پڑہی جاوے تو کچھ حرج ہے یا نہین بسم اللہ کے نہ پڑہنے سے قرآن کی قراۃ
کامل ہوگی یا ناقص رہے گی بینوا توجروا **الجواب** مذہب حنفیہ مین بسم اللہ کا آہستہ
پڑھنا سنت ہے اور جہر سے پڑہنا ترک اولی ہے اور تراویح مین جو قرآن کا ختم ہوتا ہے اوسمین
بھی مذہب حنفیہ کے موافق یہی حکم ہے مگر حفص قاری جنکی قراۃ اب ہم لوگون مین شائع ہے
اونکے نزدیک بسم اللہ جزو ہر صورت کا ہے اور جہر سے پڑھنا اونکے نزدیک ضرور ہے پس اگر
اقتداے اونکے کوئی ہر سورہ پر جہر سے بسم اللہ پڑہے تو مضائقہ نہین جیسا بعض قراۃ کا
دستور ہے تو اس حالت مین قرآن کا کامل ہونا حفص کے نزدیک جہر بسم اللہ پر موقوف ہے
اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک دفعہ کہین جہر سے بسم اللہ پڑہنا بس ہے بہرحال ہر دو طرح
درست ہے ایسے امور مین خلاف و نزاع مناسب نہین کہ سب مذاہب حق مین فقط واللہ تعالی
اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ یہ قول ٹھیک ہے اور لاریب احادیث سے بھی

دونون باتین ثابت ہین یعنی بسم اللہ کا پڑہنا نماز مین جہراً بھی آیا ہے اور سرّاً بھی ہان اتنی بات ہے کہ بسم اللہ کا جہراً پڑہنا متروک ہو رہا ہے تو یہ سنت مردہ کے حکم مین ہے پس اس کو رواج دینے مین امید ہی کہ سو شہیدونکا ثواب ملے پس اولی یہ ہے کہ اکثر بسم اللہ کو جہر کے ساتھ نماز مین پڑہا کرین خواہ وہ فرض نمازین ہون جنمین قرأۃ جہر کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے فجر عشا و مغرب خواہ تراویح کی نماز ہو حمید اللہ عفی عنہ مقیم مدرسہ مطلع العلوم میرٹھ

حمید اللہ عفی عنہ

استفتا کیا فرماتے ہین علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے کسی عورت غیر محرمہ کا سواے اُس مدت کے کہ جو بچون کے لئے دُودہ پینے کی شرع مین مقرر ہے دُودہ پیا تو اوس شخص کا اُس عورت دُودہ پلانے والی سے نکاح جائز ہے یا نہین اور سواے اُس عورت کے اوسکی بہن یا دختر وغیرہ سے جو نسبًا حرام ہین نکاح جائز ہوگا یا نہین بینوا توجروا **الجواب** اگر بعد دو برس تمام ہونے کے دُودہ پیا ہے تو اس دُودہ پینے سے رضاعۃ ثابت نہین ہوئی کہ مدت ثبوت حکم رضاعۃ کی دو سال ہے پس اب اس پسر کو اُس عورت سے اور اوسکے اقارب سے کوئی علاقہ بسبب شیر کے پیدا نہین ہوا اسکا نکاح اُس عورت سے اوسکی اولاد وغیرہ سے سب درست ہے کذا فی عامہ کتب الفقہ واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد

جواب صحیح ہے کیونکہ حدیث کے موافق ہے حمید اللہ عفی عنہ مقیم مدرسہ مطلع العلوم میرٹھ

حمید اللہ عفی عنہ

استفتا کیا فرماتے ہین علماى دین اس مسئلہ مین کہ مٹی کا تیل مسجد مین روشن کرنا کیا حکم رکھتا ہے بینوا توجروا **الجواب** مٹی کا تیل مسجد مین جلانا مکروہ تحریمیہ ہے کیونکہ اسمین بدبو ہوتی ہے اور ہر بدبو شی کا مسجد مین داخل کرنا ممنوع ہے حدیث مین ہے کہ جو کوئی پیاز لہسن خام کھاوے مسجد مین داخل نہو وے اور علاوہ ازین کپڑے و بدن

کی بدبو کے ساتھ مسجد مین آنے کو منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ ملائکہ اذیت پاتے ہین جسے
اذیت پاتے ہین الناس لہذا اس تیل کے جلانے مین بھی چونکہ جن و انس و ملائکہ کو
اذیت ہے اسکا جلانا حرام ہوتا ہے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی
عفی عنہ [مہر: رشید احمد] الجواب صحیح عنایت الہی عفی عنہ الجواب صحیح ابو الحسن عفی عنہ اس تیل کا
جلانا مساجد مین البتہ مکروہ ہے ابو الحسنات حبیب الرحمن عفی عنہ الجواب صحیح والمجیب نجیح
ابو القاسم محمد عبد الرشید انصاری سہارنپوری فقط از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم
آپکا یہ پرچہ آیا بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کف لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے
کیونکہ قتل حسین کو حلال جاننا کفر ہے مگر یہ امر کہ یزید حلال قتل کو جانتا تھا محقق نہین لہذا
کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بیشک تھا علی ہذا دیگر قتلہ حسین کا حال ہے اور جس
شخص کو تحقیق ہوگیا ہے کہ اس نے اس فعل کو برا جانکر کیا اور توبہ نہین کی وہ کافر نہین
کہتے احتیاطاً مگر فاسق پر لعن کرنے کو جائز کہتے ہین سو یہ مسئلہ تاریخ دانی سے تعلق
رکھتا ہے مسئلہ مین سب کو اتفاق ہے فقط والسلام مورخہ جمعہ ۲۲ محرم

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپکا خط آیا حال دریافت
ہوا تم مصطگی کا استعمال کرو جوارش بناکر یا سفوف کرکے اور اسمین دو چند شکر سفید ملاکر
حق تعالے نفع دیویگا اور ہزارہ روزہ رجب کا جو مشہور ہے اسکی اصل احادیث سے کچھ
نہین نکلتی مگر حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ کی غنیۃ الطالبین مین لکھا ہے وہ احادیث
محدثین کے نزدیک ضعیف ہین اگر ضعیف پر عمل کر لیوے فضائل مین درست کہتے ہین فقط
والسلام مورخہ ۲ شعبان روز چارشنبہ - از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ
چاند کی خبر تحریر خط سے دریافت ہوسکتی ہے جب مکتوب الیہ کو غالب گمان یہ ہے کہ فلان

کاتب عدل کا خط ہی آمین کوئی انحراف نہین ہوا تو اوسپر عمل درست ہے کتاب القاضی
جیسی توکید توثیق ضرور نہین اور امام ابو یوسف رح نے خود وہ قیود کتاب القاضی مین بھی
کم کردی تھین بعد تحریر کے فقط دلیل اعتبار خط کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک دحیہ کلبی کے ہاتھ اپنا نامہ ہرقل کو بھیجا تو ہرقل نے یہ نہ کہا کہ ایک آدمی کا اعتبار نہین
ہے اور نہ آپکو یہ خیال ہوا کہ قاصد کا کیا اعتبار ہوگا علی ہذا ارسال نامجات آپکے زمانہ مین
اور خلفا کے زمانہ مین کہین دو دو گواہ کہین نہین گئے فقط والسلام

از بندہ **رشید احمد** عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند مجلس مولود مروجہ
بدعت ہے اور بسبب خلط امور مکروہہ کے مکروہ تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیتہ کے
بدعت ہے اور امرد لڑکون کا پڑھنا راگ مین بسبب اندیشہ ہیجان فتنہ کے مکروہ ہے
اور فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے معہذا مشابہ بفعل ہنود ہے اور تشبہ غیر قوم کے ساتھ
منع ہے ایصال ثواب بدون اس ہیئتہ کے درست ہے اور جس ضیافتہ مین امور غیر مشروع
ہون وہان جانا بھی ناجائز ہے اور جسکا مال حرام ہے خواہ فاحشہ ہو یا مرد مسلم اوس کے
ہاتھ بیع کرنا اوس مال حرام کے عوض حرام ہے کیونکہ کل کو حرام کردیتا ہے اگر اچھے مال سے
خرید کرے درست ہے فقط والسلام مورخہ ۱۱ محرم روز چہارشنبہ۔

مخدوم زمان حضرت مولانا رشید احمد صاحب دامت برکاتہم بعد السلام علیکم عرض آنکہ۔
آیت وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا
معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم الخ مین شرکت جملہ مجالس ممنوعہ غیر مشروعہ
وبدعات ضلالہ ثابت ہوتی ہے یا نہین۔ زید کہتا ہی ہرگز نہین بلکہ مجالس کفر واستہزا کو
فرمایا ہے دیگر امور کو اسکے تحت مین داخل کرنا تحریف کلام اللہ شریف ہے لہذا مقولہ زید صحیح ہے

یانہیں اور تفسیر معالم مین تحت آیت جو قول حضرت ضحاک منقول ہے قال الضحاک
عن ابن عباس رضی اللہ عنہ دخل فی ہذہ الآیۃ کل محدث فی الدین وکل مبتدع الی
یوم القیامۃ یہ زید کے مقولہ کے منافی ہے یانہیں فقط از بندہ رشید احمد عفی عنہ

[illegible] مرادآبادی [illegible]

السلام علیکم اس آیۃ سے یہ عدم شرکۃ مجالس غیر مشروعہ ثابت ہوتی ہے اسطرح کہ
استہزاء بکتاب اللہ حرام ہے ویسے ہذا بدعات خلاف حکم حرام ہین جیسا کہ اونکی شرکۃ کو
حرمت ثابت ہوتی ہے ایسے ہی دیگر معاصی کے یہ ہی معنی تفسیر ضحاک کے ہین کہ کل مبتدع
کے ساتھ بیٹھنا اور ہر بدعۃ کا شریک ہونا حرام ہے فقط آپکا فہم درست ہے والسلام
مورخہ ۶ شعبان روز چہارشنبہ۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ

بنام مولوی [illegible] احمد صاحب مرادآبادی [illegible] ۱۳۱۱ھ

مجلس مولود مروج خود بدعۃ ہے اور اوس مین قیام کو سنۃ موکدہ جاننا بھی بدعۃ ضلالہ
ہے اور فخر عالم علیہ السلام کو مجلس مولود مین حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ
جانتا ہے تو شرک نہین ورنہ شرک ہے اور بوقت ملاقات علماء و صلحاء کا ہاتھ چومنا
مباح ہے اور قبور اولیاء اللہ سے دعا چاہنا ہی مسئلہ مختلف فیہا ہے جنکے نزدیک
سماع موتی ثابت ہے وہ جائز کہتے ہین اور جو انکار سماع کا کرتے ہین وہ لغو کہتے ہین اور
بعض کہتے ہین کہ سنۃ سے اس طرح دعا کرانا ثابت نہین لہذا بدعۃ ہے۔ بندہ کے
نزدیک مختلف فیہا مسائل مین فیصلہ نہین ہو سکتا ہی البتہ احوط کو پسند کرتا ہون فقط واللہ تعالیٰ اعلم
روز سہ شنبہ ۲ صفر از گنگوہ۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ

بنام مولوی [illegible] احمد صاحب [illegible] مرادآبادی [illegible]

فرمایند تہجد کا کوئی طریق خاص نہین آپکی عادۃ تھی کہ بعد نصف شب کے اوٹھتے اور
وضو کرکے اول دو رکعۃ خفیفہ پڑھ کر پھر دو دو رکعۃ کی نیت کرکے قرآن کثیر اوس مین
پڑھتے تھے گاہ آٹھ رکعۃ یہ اکثر ہوا گاہ دس رکعۃ گاہ چھ رکعۃ اور بعد رکعات

تہجد کے وتر پڑھتے تھے فقط جب تکبیر فجر کے فرض کی ہو تو سنۃ چھوڑ کر فرض
مین شریک ہو جاوے مگر جو سنۃ کو ایسی جگہ پڑھ سکے کہ سب کی نظر سے غائب ہو
اور جماعۃ کی ایک رکعۃ بھی ملجاوے تو سنۃ پڑھ کر شریک ہو مسجد مین سنۃ ہرگز
نہ پڑھے اور سنۃ رہ جاوین تو بعد آفتاب چڑھنے کے چاہے پڑھ لیوے ورنہ ضرورۃ
نہین جہان جمعہ درست ہے وہان احتیاط الظہر کی کچھہ حاجۃ نہین اور جہان جمعہ
درست نہین وہان فرض ظہر کے جماعۃ سے پڑھے جمعہ نہ پڑھے۔ انگریز کی عملداری
جمعہ کو مانع نہین مرادآباد مین جمعہ درست ہوتا ہے احتیاط ظہر نہ پڑھو فقط والسلام
مورخہ دوشنبہ ۱۵ صفر۔ ازبندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ
فرمایند آپکا خط لطالب بیعۃ کے آیا سو بندہ تم کو اتباع سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم پر بیعۃ کرتا ہے سب امور موافق شریعۃ کے کرتے رہو اور پنجگانہ نماز اور اداے
فرائض مین چست رہو اگر کسی وقت فرصۃ اور کچھہ حرج نہو تو ملاقات کا مضائقہ نہین ورنہ
دور قریب سب محبۃ مین یکسان ہے اگر وظیفہ ورد کی حاجۃ ہو تو دوسرے وقت
بتایا جاوے گا فقط والسلام مورخہ ۴۔ رمضان۔ ازبندہ رشید احمد عفی عنہ
السلام علیکم آپکا خط آیا جواب یہ ہے کہ تراویح مین سورہ اخلاص کو مکرر کرتے ہین
اسواسطے کہ ایکبار مین قرآن کی سورۃ ہونا نیۃ کرتے ہین اور دوبار کو اس خیال سے
پڑہتے ہین کہ جو کچھہ کمی غلطی قرآن مین واقع ہوئی اوسکا جبر نقصان ہو جاوے کہ ثلث
قرآن وصفۃ رحمن تعالے شانہ ہے بعض کتب فقہ مین بھی یہ لکھا ہے پس مضائقہ نہین
اور مکرر پڑھنا کسی سورۃ کا حرج نہین مگر اس کو سنۃ نہ جانے اور مکرر پڑھنا کسی آیۃ کا
تو حدیث سے بھی ثابت ہے کسی وجہ سے مگر اس وجہ خاص سے سراجیہ کتب فقہ مین

لکھا ہے اور کوئی ضروری امر نہین چاہے نہ پڑھے البتہ ضروری اور سنۃ جان کر
پڑھنا بدعۃ ہو جاوے گا ۔ جو مکروہ وقت مین نماز ہووے اوسکا اعادہ چاہیے
اگرچہ عصر کو بعد مغرب ہی پڑھے کہ جبر نقصان ہو جاتا ہے ۔ امانۃ کو بلا اذن صرف
کرنا خیانۃ ہے گناہ ہوگا ۔ جماعۃ کو چھوڑ کر دوسری مسجد مین کہ اوسکی نماز امام کے
ساتھ ملے ہرگز نہ جاوے کہ اعراض جماعۃ مسلمین سے ظاہر ہے اور دوسری جگہ کا ملنا
محتمل اور اس مسجد کا حق تلف ہوتا ہے اور صورۃ تہمۃ و اعراض فقط والسلام سیرام
مسنون حبابہ عنایت فرمایان کو نام بنام پہونچا دین فقط والسلام مورخہ یکم شوال روز یکشنبہ

بنام حافظ محمد ہاشم صاحب مرادآبادی ۱۳۱۱ھ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم کارڈ جوابی آپکا آیا اگرچہ لایق اخذ بیعۃ
نہین ہون مگر حسب درخواست آپکے اپنے حضرت مرشد سلمہ کی طرف سے اخذ بیعۃ کر کے
آپکو داخل سلسلہ کرتا ہون آپ صلوۃ خمسہ کو خوب طمانیۃ و جماعۃ اپنے وقت پر ادا کرتے
رہین اور ممنوعات شرعیہ اور بدعاۃ سے اجتناب رہے اور معاملات کو حسب سنۃ
ادا کرتے رہین یہی خلاصہ بیعۃ کا ہے اور اس ہی واسطے بیعۃ ہوتے ہین فقط والسلام
مورخہ دویم ذالحجہ روز پنجشنبہ۔

مرسلہ ملا احمد صاحب مرادآبادی ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

جناب مولانا صاحب معظم مکرم السلام علیکم بعدہٗ فقیر حقیر ملا احمد آپسے چند باتون کے
جواب کا طلبگار ہے اگر آپ سے مدعا حاصل ہو جاوے تو کریمی سے امید قوی ہے کہ آپ
جواب سے محروم کمترین کو نفرماوین گے ۔ کتاب تقویۃ الایمان کا حال دریافت کرنا چاہتا ہون
وہ کیسی کتاب ہے اوس کو اچھا سمجھنا اور اوسکا درس کرنا اور اوسپر عمل کرنا کیسا ہے اور
مولانا محمد اسحاق صاحب کو برا سمجھنا اونکو کافر و مردود بتانا اور حقیر سمجھنا کیسا ہے
مولوی صاحب اگر کسی کے ان باپ نماز جماعت و وعظ سننے کو منع کرین تو اوس کو

چھوڑ دے یا اونکے کہنے کو رد کرے مولویصاحب مجھ عاجز کے واسطے دعا کیجے کہ حق تعالیٰ مجھ
کوئی دعا تعلیم فرمائیے جس کے ورد سے وسواس ہونے دور ہون اور اللہ تعالیٰ
کی محبت دل مین پیدا ہو اور عشق حضرت رسول اللہ صلعم کا نصیب ہو۔ آپ سے
اللہ واسطے عرض کرتا ہون فقط والسلام۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی
بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپکا خط آیا تمنے حال بزرگان دین پوچھا ہے لہذا
جواب لکھتا ہون کہ کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوۃ و اصلاح
ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اوس مین ہے اوسکا مولف ایک
مقبول بندہ تھا اور مولانا محمد اسحق دہلوی ولی کامل محدث فقیہ عمدہ مقبولین حق تعالےکے
کے تھے جو کوئی ان دونون کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق
تعالے کا ہے فقط اور اگر کسی کا باپ یا والدہ جماعۃ نماز سے منع کرے یا وعظ
سننے سے کسی عالم مقبول متدین کا منع کرے تو قول والدین کا ہرگز نہ مانے بلکہ ان
کامون کو کرتا رہے اور دفعہ وسوسہ شیطانی کے واسطے لاحول اور استغفار پڑھا
کرو فقط والسلام۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی بعد سلام مسنون آنکہ
آپکا خط درباب جواز جمع بین الصلوتین پہونچا۔ جواب یہ ہے کہ ہمارے امام ابوحنیفہ
رحمہ کے نزدیک دو نماز کا جمع کرنا کسی حالت مین درست نہین مگر ہان جمع صوری
اسطرح کہ ظہر کی نماز آخر وقت مین پڑھے پھر ذرا صبر کرے جب عصر کا وقت داخل
ہو جاوے تو عصر اول وقت مین ادا کرے۔ تو اسطرح درست ہے ایسا ہی مغرب
آخر وقت اور عشا کو اول وقت پڑھے تو اسطرح جمع کرنا عذر مرض سے درست ہے
ورنہ درست نہین فقط والسلام مورخہ شنبہ ۸ صفر استفتا ۔ کیا فرماتے ہین

علماے دین و مفتیان شرع متین دریں باب کہ یوم عاشورہ کو یوم شہادت حضرت
امام حسین رضی اللہ عنہ گمان کرنا و احکام ماتم و نوحہ و گریہ و زاری و بیقراری کے برپا کرنا
اور گھر گھر مجالس شہادت نامہ منعقد کرنا اور واعظین کو بھی بالخصوص ان ایام میں شہادت
نامہ یا وفات نامہ بیان کرنا خاصکر روایات مختلفہ ضعیفہ سے اور سامعین کو بھی ان امور میں
ہر سال کوشش ہوتی کہ اسکی مثل و عظ میں نہیں ہوتی ہرگز اور خاص ایام مذکورہ ہی
میں ایصال ثواب و صدقات کرنا اور تعین آب طعام بھی مثل شربت ہے یا کھچڑا ہے
اور ہر غنی اور فقیر کو اوسکا لینا اور تبرک جاننا اور جو غنی یا سید اوسکو نہ لیوے تو
مطعون کریں اور برا جانیں اور فی الجملہ ریا کو اسمیں بہت دخل ہوتا ہے تو ایسی صورت
میں امید ثواب کی ہوسکتی ہے یا نہیں اور یہ کل امور بدعات و معصیۃ میں یا نہیں بینوا
توجروا ۱۶ محرم ۱۳۰۲ھ **الجواب** ذکر شہادۃ کا ایام عشرہ محرم میں کرنا بشابہۃ
روافض کے منع ہے اور ماتم نوحہ کرنا حرام ہے فی الحدیث نہی عن المراثی الحدیث
اور خلاف روایات بیان کرنا سب ابواب میں حرام ہے تقسیم صدقات بتخصیص ان
ایام کرنا اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے تو بدعۃ ضلالہ ہے علی ہذا تخصیص
کسی طعام کی کسی یوم کے ساتھ کرنا لغو ہے اور صدقہ کا طعام غنی کو مکروہ اور سید کو
حرام ہے اسپر طعن کرنا فسق ہے فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

از بندہ **رشید احمد** گنگوہی عفی عنہ بعد از سلام مسنون آنکہ آپنے مسئلہ امکان
کذب کو استفسار فرمایا ہے مگر نا امکان کذب باین معنی کہ جو کچھ حق تعالے نے حکم
فرمایا ہے اوسکے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اوسکو نہ کریگا یہ عقیدہ بندہ
کا ہے اور اس عقیدۃ کا قرآن شریف اور احادیث صحاح شاہد ہیں اور علماے امت کا

بھی یہ ہی عقیدہ ہے مثلاً فرعون سے ادخال نار کا ہے مگر ادخال جنۃ فرعون پر بھی قادر ہے اگرچہ ہرگز جنت اوسکو نہ دیوے گا اور یہ ہی مسئلہ مبحوث اٰنوقت مین ہے بندہ کے جملہ احباب یہی کہتے ہین اوسکو اعدائے دوسری طرح پر بیان کیا ہوگا اوس قدرۃ اور عدم ایقاع کے امکان ذاتی و ممتنع بالغیر سے تعبیر کرتے ہین فقط والسلام۔ ازبندہ **رشید احمد** عفی عنہ مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب سلمہ

بعد سلام مستحسن مطالعہ فرمایند لاصلوۃ الا بحضور القلب مین حضور قلب مطلق واقع ہوا ہے اور مطلق کا قاعدہ ہے کہ اگر ادنیٰ سے ادنیٰ بھی اوسکی پائی جاوے تو امتثال امر ہو جاتا ہے پس ادنے حضور یہ ہے کہ نماز پڑھنا جانے اور تکبیر تحریمہ مین نیت نماز کی ہو اور ہر رکن مین یہ جان لے کہ فلان رکن کرتا ہون پس فرض ادا ہوا کہ مطلق حضور کی ادنے فرد موجود ہے اسیواسطے اگر اول سے آخر تک کسی رکن مین سو گیا تو وہ رکن ادا نہین ہوتا پس فرض نماز تو اسقدر حضور سے ادا ہوتی ہے اور کمال کی تہا نہین والسلام۔ **سوال** شرع شریف مین فضائل استغفار کے بہت آئے ہین اور قرآن شریف اور احادیث شریف مین جابجا اوسکی تاکید و ترغیب ہے اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ مراد استغفار سے کیا ہے آیا توبہ مراد ہے اور توبہ استغفار ایک ہی چیز ہے یا غیر اور جو لوگ گناہون سے توبہ نہین کرتے اور کبائر و صغائر مین مبتلا ہین وہ اگر استغفار کرین تو کس طور سے کرین اور کس نیت سے کرین اور اونکو فوائد اور فضائل استغفار کے کیسے حاصل ہون یا بغیر توبہ کے استغفار صحیح نہین اور فضائل اور نتائج اوسکے بغیر توبہ کے حاصل نہین ہوتے اور استغفار لفظ ندامت معاصی بغیر توبہ کا حاصل کے کافی ہوگی یا نہین اور

استغفار کفار کی کہ قرآن شریف مین وارد ہی جیسے کہ فرمایا ہے وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون آیا توبہ کفر سے مراد ہے یا کچھ اور مراد ہے فقط **الجواب** توبہ استغفار ایک شی ہے اللہم اغفرلی کہین استغفر اللہ کہین الہی میری سب گناہون سے توبہ ہے یہ کہین یا جس عادت سے چاہین کہین فقط دل مین نادم ہونا ہی استغفار ہے۔ اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہے وہ لوگ کفار غفرانک غفرانک مین کہا کرتے تھے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [رشید احمد]

سوال عبادت نافلہ بہتر ہے یا اطاعت والدین اور جو شخص اپنے والدین کی اطاعت نکرے وہ فاسق ہے یا نہین اور ایسے شخص کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے یا نہین **الجواب** اطاعۃ والدین کی امر مباح مین واجب ہی اور واجب عادۃ نافلہ سے مقدم ہے پس اگر خدمت والدین سے فرصۃ نہو تو نوافل کو ترک کرنا لازم ہے اور جو عقوق والدین کرے وہ فاسق ہے امامۃ اوسکی مکروہ تحریمہ ہے فقط کذا فی کتب الفقہ واللہ تعالے اعلم **سوال**۔ جو شخص ائمہ مجتہدین پر اور مقلدین پر طعن کرنے والے کو برا نجانے بلکہ اوسکی تعریف کرے اور اوسکو بزرگ ہی جانے وہ شخص بدعقیدہ ہے یا نہین۔ **الجواب** طعن کرنے والا ائمہ مجتہدین پر فاسق ہی اور جو شخص طعن کرنیوالے کو بزرگ جانے اس وجہ سے وہ بھی فاسق ہے اور اگر طاعن مین کوئی صفۃ دینی ہو اور اس وجہ سے اس صفۃ مین اوسکو بزرگ جانے تو معذور ہے اگر اس صفۃ طعن کو اوسکی برا جانتا ہے اور اگر بوصف اس صفۃ شنیع طعن کے اچھا جانے تو وہ بھی مثل اوسکے ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** نوافل کو باجماعت ادا کرنا اور بالخصوص رمضان مین تہجد اور اوابین کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے یا نہین **الجواب** جماعۃ نوافل کے سواے اُن مواقع کی

سوالات مرسلہ احمد سعید خان صاحب ابن احمد یار خان صاحب ... مراد آباد

کہ حدیث سے ثابت ہین مکروہ تحریمہ فقہ مین لکھاہے اگر تداعی ہوا اور مراد تداعی سے
چار آدمی مقتدی کا ہونا ہے پس جماعۃ صلوۃ کسوف تراویح استسقار کی درست
اور باقی سب مکروہ ہے کذا فی کتب الفقہ **سوال** ہر حافظ قرآن کو ہر ماہ رمضان
مین محراب سنانا سنت موکدہ ہے یا نہین اور حافظ کو محراب سنانے مین زیادہ
ثواب ہے یا نہین **الجواب** تراویح مین قرآن سنانا اور سننا سنتہ ہے
مگر ہر حافظ پر موکد نہین کہ سب پڑہا کرین اگر کوی جدا پڑہے جب بھی درست ہے
اسکے ترک سے عتاب نہوگا مگر قرآن کا پڑہتا رہنا چاہیے فقط **سوال** نمازی
کے روبرو جوتیون کا موجود رہنا کہ جو مستعمل ہون موجب کراہت نماز ہے یا نہین
الجواب مصلے کے آگے اگر جوتہ مستعمل رکھا ہے اسکی کوی کراہتہ منقول نہین
لہذا کچھ حرج نہین **سوال** منصور کہ جنکو دار پر چڑھایا گیا تھا یہ آپکے نزدیک
ولی ہین یا نہین اور اگر ولی ہین تو یہ کونسی منزل مین تھے قرب نوافل مین یا
فرائض مین اور اگر ولی نہین ہین تو کس دین مین ہین **الجواب** بندہ کے نزدیک
وہ ولی تھے اور منازل ولایتہ سے بندہ ناواقف ہے اور بزرگون کے درجات
جاننا کام میرا اور آپکا نہین اور کلام اپنے مرتبہ سے کرنا لازم ہے نہ اعلے اپنے
حال سے فقط **سوال** اپنے گھر سے مدینہ منورہ کو یا بغداد کو یا گنگوہ کو یا اجمیر
یا پیران کلیر کو خاص زیارت کے واسطے جانا جائز ہے یا نہین اور بعض لوگ
کہتے ہین کہ جسوقت مدینہ منورہ کو جاوے تو مسجد نبوی کا قصد کرے زیارت
کا قصد کرکے نجاوے آیا یہ بات اونکی صحیح ہے یا خلاف اور یہ لوگ کس مذہب
اور کس دین کے ہین اور علماے سنت والجماعۃ کا اسمین کیا حکم ہے **الجواب** ز

بزرگان کے واسطے سفر کرکے جانا علماے اہل سنة مین مختلف ہوا ہے لبعض
درست کہتے ہین اور لبعض ناجائز دونون اہل سنة کے علما ہین مسئلہ مختلف ہے
اسمین تکرار درست نہین فقط اور فیصلہ بھی ہم مقلدون سے محال ہے فقط **سوال** مولود
شریف اور عرس کہ جسمین کوئی بات خلاف شرع نہو جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب
رحمة اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپکے نزدیک جائز ہے یا نہین اور شاہ صاحب واقعی مولود
اور عرس کرتے تھے یا نہین **الجواب** عقد مجالس مولود اگرچہ اوس مین کوئی امر غیر مشروع
نہو مگر اہتمام وتداعی اوسمین بھی موجود ہے لہذا اس زمانہ مین درست نہین ملے ہذا
عرس کا جواب ہے بہت اشیا ہین کہ اول مباح تھی پھر کسی وقت مین منع ہو گئی
مجالس عرس ومولود بھی ایسا ہی ہے فقط **سوال** بیعت ہونے سے یعنی کسی پیر کے
مرید ہونے سے مقصود اصلی کیا ہے اور بغیر ہوئے واصل الے اللہ ہونا ممکن ہے
یا نہین **الجواب** مراد بیعة سے تحصیل اخلاص اور نور اسلام کا تجلیہ ہے اور یہ
بدون شیخ کے بھی حاصل ہو جاتا ہے اگرچہ اکثر یہی ہے کہ کسی کے توسل کی ضرورة ہے
سوال تصور شیخ کہ جو صوفیہ چشت کا معمول ہے اور اقوال حضرت شاہ ولی اللہ
صاحب اور حضرت مجدد صاحب اسکے مؤید ہین اور مولوی اسمعیل صاحب دہلوی اس کو
حرام اور کفر وشرک بتلاتے ہین آپکے نزدیک نفس تصور شیخ جائز ہے یا حرام اور کفر
اور شرک **الجواب** نفس تصور جائز ہے اگر کوئی امر ممنوع اوسکے ساتھ نہو۔
جیسا تمام اشیا کا آدمی خیال وتصور کرتا ہے مگر جب اوسکے ساتھ تعظیم اوس شکل کا
کرنا اور متصرف باطن مریدین جاننا مفہوم ہوا تو موجب شرک کا ہو گیا لہذا اکابر
اوسکی تجویز کرتے تھے کہ اوسمین خلط معصیة کا نہ تھا اور متاخرین نے اوس کو حرام کہا

تو یہ حکم کا اختلاف بسبب اختلاف اہل زمانہ کے ہواہے فقط **سوال** سیوم یعنی تیجہ جو موتا کے واسطے کیا جاتاہے تو آئین کیا برائی ہے اگر تعین تاریخ ادنا لکہ موجب فساد سہے تو یہ اگر دُور ہوجاوے مثلاً پہلے روز ہو یا دوسرے یا چوتھے یا پانچوین یا چھٹے روز ہو شمار کے واسطے نخود نہون خرمہ ہو یا املی کے بیج ہون یا تسبیح ہو یا اور کوئی چیز ہو اور اوس مین مال بھی یتیمون کا صرف نہو تو بھی جائز ہے یا نہین **الجواب** اگر بلا تعین یوم کے جمع ہو کر ختم قرآن کرین یا کلمہ طیبہ اور ایصال ثواب اوسکا کرین تو جائز ہے اکثر علما کے نزدیک اگرچہ علامہ مجدالدین فیروزآبادی اجتماع میت کے ایصال ثواب کو بھی بدعۃ لکھے ہین سفر السعادۃ مین فقط **سوال** نعت یا حمد کی غزل عاشقانہ کہ جسمین کوئی کذب اور لغو نہو بلند آواز سے کہ جسمین نشیب و فراز بھی طبعی ہو کسی پڑھنا جائز ہے یا نہین **الجواب** ایسے اشعار کا پڑھنا بحسن صوت درست ہے اگر اوس سے کوئی مفسدہ پیدا نہو فقط **سوال** سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کس بات مین مثل ہین کیا یہ بات ہے کہ جملہ بشریت مین حضور ہماری مثل ہین کسر نبوت کا فرق ہے یا یہ کہ حضور کی بشریت ہماری بشریت سے کچھ افضل ہے اور اگر بالفرض افضل ہے تو کسقدر جیسے کہ بڑے بھائی کا مرتبہ یا اس سے بھی کچھ کم و بیش اور جو شخص یہ کہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ہماری بشریت سے اسقدر افضل ہے کہ جیسے بڑے بھائی کا مرتبہ تو یہ قول اوسکا قابل تسلیم ہے یا نہین **الجواب** نفس بشر ہونے مین مساوات ہے اگرچہ آپکی بشریۃ ازکی و اطیب ہے اور بڑا بھائی کہنا بھی اُسی نفس بشریۃ کی وجہ سے ہے نہ یہ بشریۃ کی افضلیۃ اسی سے ہے چونکہ حدیث مین خود آپنے ارشاد فرمایا تہا کہ مجکو بھائی کہو باین رعایۃ تقویۃ الایمان

مین اس لفظ کو لکھا ہے نہ باین وجہ کہ آپکی بشریت کا فضل بڑے بھائی کے فضل کیا قدر ہے اس کلمہ پر نافہمون نے غل مچادیا ورنہ لعبد حق تعالے کے فخر عالم کو افضل واکمل خود وہ لکھتے ہین فقط **سوال** ۲۷ رجب کو روزہ رکھنا کہ جسکو ہزاری کہتے ہین اور مشہور ہے کہ اس روزہ کا ثواب ہزار روزون کا ہوتا ہے اور حضرت بڑے پیر صاحب بھی شاید اسکو ایسا ہی لکھتے ہین آپکے نزدیک جائز ہے یا نہین اور اگر کسی نے یہ روزہ رکھ لیا تو اس کو توڑ دینا چاہیئے یا نہین اور اگر کوئی شخص بدعت بتاکر اس روزہ کو تڑوادے تو گنہگار ہوگا یا نہین اور ۲۷ رجب کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ عظام سے روزہ رکھنا ثابت ہے یا نہین **الجواب** ستائیسوین رجب کا روزہ رکھنا جائز ہے کہ ہر روز روزہ نفل درست ہی سوائے پانچ روز منہی کے اس وجہ سے فضیلت اوسکی صحاح احادیث مین نہین ہے فقط **سوال** فاسق کی تعریف کرنی جائز ہے یا نہین اور وہ کونسا فسق ہے کہ جسکے فاعل کی اقتدا درست نہین اور فاسق معلن کی تعریف کرنے والا گنہگار ہے یا نہین۔ **الجواب** فاسق کی تعریف درست نہین مگر جو کسی خاص اوسکے امر کی مدح کرے جو فسق سے تعلق نہین رکھتی اور اوسکے فسق کی موید بھی نہین تو مضائقہ نہین اور مطلقاً فاسق کی امامت مکروہ ہے اور فاسق کی ایسی تعریف کہ اوسکے فسق کی مدح ہووے گنہ اور حرام ہے فقط **سوال** اتفاقاً اگر مرشد مین اور والدین مین کوئی نقیض و نزاع واقع ہوجاوے اور باہم صلح کرانا بھی ممکن نہو تو کیا کرے اور کس کی طرفداری کرے درانحالیکہ مرشد کہتے والدین کو چھوڑ دے اور والدین کہین مرشد کو چھوڑ دے اور یہ مرشد بھی کامل ہو اور خلاف شرع بھی کوئی کام نکرتا ہو **الجواب**

اگر مرشد حق کہے تو اوسکا چھوڑ نا گناہ ہے والدین کی اطاعۃ اوسمین نکرے اور والدین کی خدمت اور امر مباح کا تسلیم کرنا بھی واجب ہے ترک اوسکا گناہ ہے مرشد کے کہنے سے گناہ بھی نہ کرسے فقط **سؤال** صوفی کو علم وافر کی ضرورت ہے یا صرف مسائل ضروریات روزمرہ ہی سیکھ لینا کافی ہین اور سالک کو طلب حق کے واسطے تعلیم اور تعلم قرآن و حدیث و فقہ اور کثرت نوافل ہے کافی ہوجائینگے یا بغیر اُن باتون کے کہ جو صوفیہ کرام نے مقرر و تعلیم فرمادی ہین کام نہ چلے گا **الجواب** قدر حاجۃ کے علم صوفی کو ضرور ہے کہ فرض و واجب عقائد و عبادات سے مطلع ہوجاوے تبحر علم کا ضرور نہین اور طلب راہ حق کے واسطے قرآن و حدیث و فقہ کافی ہے مگر تحصیل نسبۃ بدون شیخ کے حاصل ہونا شاذ نادر ہے اگرچہ ممکن ہے اور بعض کو حاصل بھی ہوجاتا ہے فقط **سؤال** ایک شخص ہر مہینہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہوین کرتا ہے نذر اللہ اور کھانا پکاکر غربا اور امراسب کو کھلاتا ہے اور اپنے دل مین یہ سمجھتا ہے کہ جو چیز نذر لغیر اللہ ہو وہ حرام ہے اور مین جو یہ گیارہوین کرتا ہون یا توشہ کرتا ہون کہ جو منسوب ہی بفعل حضرت بڑے پیر صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالحق صاحبؒ کے ہرگز ان حضرات کی نذر نہین کرتا بلکہ محض نذر اللہ کرتا ہون صرف اس غرض سے کہ یہ حضرت کیا کرتے تھے انکے عمل کے موافق عمل کرنا موجب خیر و برکت ہی اور جو شخص ان حضرات کی یا اور کسی کی نذر کرے گا سوائے اللہ جلّ شانہ وہ حرام ہے کبھی حلال نہین ہی تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے عقیدہ والے کو گیارہوین یا توشہ کرنا جائز ہی یا نہین اور موجب برکت بھی ہے یا نہین اور اس کھانے کو مسلمان دیندار تناول فرماوین یا نہین **الجواب** ایصال ثواب کی نیۃ

سے گیارہوین د توشہ کرنا درست ہی مگر تعین یوم وتعین طعام کی بدعت اُسکے ساتھ
ہوتی ہے اگرچہ خاص اس تعین کو ضروری نہین جانتا مگر دیگر عوام کو موجب ضلالۃ کا
ہوتا ہے لہذا تبدیل یوم وطعام کرا یا کرے تو پھر کوئی خدشہ نہین فقط **سوال**
کوئی مرید اپنے شیخ پر یا کوئی غیر شخص کسی غیر پیر پر کوئی شرعی اعتراض کرے تو وہ
شیخ اپنے معترض کو جواب بہ نرمی تمام دے یا بجاے جواب ناخوش ہوجاوے
اور بالفرض اگر یہ شیخ اپنے معترض کو جواب کافی نہ دے گا کہ جس سے معترض کی
تسکین ہوجاوے تو گنہگار ہوگا یا نہین **الجواب** جواب نرمی سے بھی درست
بعض مواقع مین اور غصہ سے بھی درست ہے بعض محل مین اور بعض مضمون فہمایش
کے قابل ہوتے ہین بعض نہین لہذا ہر شخص اور ہر موقع اور ہر فعل کا جدا معاملہ ہے اسکا
جواب کلی نہین ہوسکتا فقط **سوال** ایک شخص ہمیشہ صوم داودی رکھتا ہے اور تہجد
اور نوافل بھی کل پڑھتا ہے اور درویشی بھی خوب کرتا ہی اور اچھا کھاتا ہے اور
اچھا پہنتا ہے اور چار نکاح بھی اسنے کیے ہین اور یاد خدا بھی ہر وقت کرتا ہے اور
ایک شخص نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے نہ اپنے والدین سے اور اپنی زوجہ سے
تعلق کامل رکھتا ہے اور درحقیقت اوس کو اپنے والدین اور اپنے متعلقین کا ہونا
بھی بار ہے اور یہ شخص عاقل ہے نہ مجذوب بلکہ اسکے ذہن مین یہ بات سما گئی ہے کہ
سواے یاد خدا کچھ باقی نہ رہے کسی سے کچھ تعلق نہ ہو نہ مال ہو نہ کھانا ہو نہ اہل وعیال
ہو نہ والدین ہون نہ عزیز وقریب ہو کسی سے کچھ تعلق نہو نہ تہجد ہو نہ تلاوت ہو یاد خدا ہو
اور کچھ نہو سب سے کنارہ ہو تو اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ ان دونون شخصون مین
کون شخص زیادہ بہتر ہے اور یہ شخص دوم کہ جسنے بالکل تعلقات دنیوی ترک کردے

ہین اس سے اسکے متعلقین اور والدین کی حق تلفی کا کچھ مواخذہ ہوگا یا نہین اور
یہ بھی ملحوظ خاطر مبارک رہے کہ اسکے والدین اور متعلقین کے کمانے کے واسطے جایداد
قدیمی بہت موجود ہے انکو کسی بات کی تکلیف نہین ہے۔ **الجواب** حق تلفی کا مواخذہ
بزرگ سے بھی ہووے گا اور ہر شخص کا حال متفاوت ہے اسکا فیصلہ نہین ہوسکتا کہ
کون افضل ہے افضل وہ ہے کہ جسکا تقرب الی اللہ تعالے زیادہ ہو بعض کو تعلقات
مانع ہین اور بعض کو مانع نہین بلکہ بعض کو معین ہین اور پھر نسبتہ کا تفاوت ہے پس ایسے
امور کا فیصلہ ممکن نہین اس ہی سبب سے حالات مشائخ کے بھی مختلف رہے ہین فقط
سوال ۲۱ شریعت کہ جسکو علم سفینہ اور طریقت کہ جسکو علم سینہ کہتے ہین فی الحقیقۃ
یہ ایک چیز ہین یا دو اگر یہ ایک ہی ہین تو فقط علم ظاہر سے ہی تزکیہ کیون نہین
ہوجاتا اور ہر عالم صوفی کیون نہین ہوتا اور ہر صوفی کو عالم ہونا کیون شرط نہین ہے اور
جو حضرات علم ظاہری کے مجتہد ہوے اونھون نے طریقت کا اجتہاد کیون نفرمایا مثلاً
حضرت امام اعظم صاحب رح شریعت کے امام ہین اور خواجہ معین الدین چشتی رح طریقہ
کے مجتہد ہین کہین اسکے برعکس نہین سنا گیا صوفیہ کرام نے جو اشغال افکار اذکار
مراقبہ ذکر جہر و کرارہ رگ کیماس کا پکڑنا تصور شیخ نسر ہین لگانا چلہ کرنا حبس دم وغیرہ
وغیرہ بہت سے امر تعلیم فرماے کہین یہ بات نہین سنی گئی کہ امام اعظم صاحب رح
نے بھی کوئی بات اس قسم کی کہین کسی کو تعلیم فرمائی ہو یا حضرت خواجہ صاحب رح نے کسی
مسئلہ شریعت مین اجتہاد فرمایا ہو یا اونکو کوئی شخص امام اور مجتہد جانے یا امام صاحب رح
کو کوئی شخص طریقت کا امام جانے بلکہ بعض علما کو تو تصوف کے ہونے سے ہی انکار ہے
میری غرض ہرگز نہین کہ طریقت شریعت کے خلاف ہے یا امام صاحب علم طریقت نہین جانتے

تھے یا حضرت خواجہ صاحب شریعت نہین جانتے تھے معاذ اللہ منہا۔ مثلاً حضرت
اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سراپا انوار سے
فیضیاب نہوئے تھے اور کوئی عالم بھی ایسے نہ تھے کہ اپنے زمانہ کے امام ہوان۔
لیکن اونکو فیض باطنی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے اسقدر عطا ہوا تھا کہ وہ واصل
الی اللہ ہوے اور تمام صوفیون کے سرحلقہ اور اہل سلسلہ اور مقتدا ہوے اور
انسے انشاء اللہ تعالےٰ تا قیامت سلسلہ جاری رہے گا اگر طریقت علم ظاہری کی ہی
وجہ سے ہوتی تو سلسلہ رویہ مین غالباً بہت سے آدمی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ
عنہ سے علم ظاہری مین زیادہ ہوئے ہونگے تو اس قیاس سے جو عالم و فاضل زیادہ
ہو وہی مرتبہ ولایت مین زیادہ ہونا چاہیئے اور یہان اس کے برعکس معاملہ ہے۔ اس مین
ایک صوفی صاحب یہ جواب دیتے ہین کہ یہان علم ظاہری کا کچھ تعلق نہین ہے اونکو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے نسبت تھی لہذا یہ بڑے لوگ ہوے اور جن کو اولیاء اللہ
سے نسبت ہوگی وہ اوسی ہی درجہ کے ولی ہونگے مثلاً حضرت بابا صاحبؒ اور حضرت
صابر صاحبؒ و حضرت نظام الدین رح وغیرہم یہ سب لوگ عالم اور بڑے فاضل تھے
لیکن انسے اسوقت تک علم ظاہری کا کوئی سلسلہ نہین سنا گیا اور طریقت مین یہ
اہل سلسلہ ہین ہزارہا عالم فاضل انکے سلسلۂ طریقت مین موجود ہین مگر زمرۂ علماء مین انکا
کہین پتہ نہین امد نیز ابن تیمیہ اور ابن قیم محدث کہ جو نقاد حدیث مین بڑے فاضل تھے
لیکن اونسے کوئی سلسلہ صوفیون مین نہ چلا بلکہ زمرۂ صوفیون مین انکا کہین نام نہین لیا
گیا وجہ سے ہے حالانکہ طریقت اور شریعت ایک ہون اور ایک اسمین سے صوفی ہو اور ایک
اسمین سے عالم ہو یہ کیا معنی۔ امام محمد غزالی رح شافعی ہین اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح

حنبلی ہین بڑے پیر صاحب حنبلی ہین لیکین یہ لوگ حنفی صوفیونکے بھی مقتدا ہین اور اہل نسبت کو برابر انسے فیض ہوتا ہے اورکبھی لحاظ مذہب کا انمین نہین ہوتا مولانا روم فرماتے ہین سے علم حق در علم صوفی گم شود ؁ این سخن کے باورمردم شود ؁ یعنی اس بات کا آدمیون کو کب یقین آئیگا کہ علم حق صوفیون ہین ہے اور یقین نہ آنے کی وجہ کیا ہے یہ ہے کہ آدمی جانتے ہین کہ خدا صاحب کا جو علم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کچھ ارشاد ہے وہ کتابون پر ختم ہوگیا ہے جو کچھ ہے وہ علماء ظاہر ہی جانتے ہین اور یہان اسکے برعکس معاملہ ہے علم شریعت علما کو عطا ہوا اور علم طریقت فقرا کو عطا ہوا اور اگر مولانا کی غرض یہ نہوتی تو یون فرماتے کہ علم حق در علم عالم گم شود اور مصرع ثانی کی کوئی ضرورت نہین تھی ۔ ہر عالم صوفی ہوتا تو کیا معنی بلکہ بہت سے عالم تو صوفیونکی روایت بھی نہین لیتے مثلاً اگر کسی فقط عالم سے پوچھا جاوے کہ اہل نسبت کو قبر اولیا پر مراقب ہونا کیسا ہے اور دل مین مرشد کا خیال جمانا اور اسکا تصور کرنا جائز ہے یا نہین تو وہ عالم صاحب بے محابا یہ فرما دینگے کہ یہ شرک ہے کفر ہے گور پرستی اور تصور پرستی ہے اور ہرگز یہ خیال نفرماوینگے کہ پہلے صوفی بھی اسکو رکن اعظم فرما چکے ہین ہم صرف حرام ہی پر اکتفا کرلین شرک اور کفر بتانے مین تو بہت سے آدمی مرتکب کفر ہو جائینگے تو اب ایسے علما کو بھی کیا صوفی جانین نہین نہین بلکہ اوسکا جواب یہ ہے کہ بھائی شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے یہ حضرات جو فرماتے ہین انکا بھی فرمانا بجا ہے جو شخص واقف طریقت نہو اہل نسبت نہو واقعی وہ یہی کہے گا کہ حیثیت پرستی ہے اور تصور پرستی ہے اور جو اہل مذاق ہو تو اوسکو بیشک ان باتون سے فیض ہوتا ہے چنانچہ صوفیہ چشتیہ کی بہت کتابین ان مقدمات مین مملو ہین اکثر صوفیہ فرماتے ہین کہ علم حجاب اکبر ہے پھر شریعت اور طریقت کو ایک چیز کیسے

جائینگے۔ حضرت مولانا مخدومنا ہادینا حاجی محمد امداد علی صاحب سلمہ اپنے کلمات
پند ونصیحت مین فرماتے ہیں کہ بعد ادائے فرائض واجبات وسنن شغل باطن گذارد
برزیادتی اوراد ونوافل نہ پردازد بلکہ شغل باطنی کا فرض دائمی بداند اگر کسی متقشف عالم سے
کہ جو صوفی نہو یہ مسئلہ دریافت کیا جاوے تو بیشک وہ کہدیگا کہ نماز افضل العبادات ہے
ہر وقت اسی مین رہنا چاہیے نوافل سے قرب ہوتا ہے اور شغل باطن چیز ہی کیا ہے
صرف صوفیونکی باتین ہین تو اب ہم اوسے سوائے اسکے اور کیا کہین کہ بھائی وہ عالم
صاحب اس راہ سے واقف ہین شغل ایسی چیز ہے کہ بعض اوقات مین جمیع عبادات سے
بہتر ہوتا ہے اور جو نجانے اوسکا کہنا خلاف صواب ہے یہ چاہتا ہون کہ شریعت اور
طریقت کے ایک ہونے کی کیا دلیل ہے اور فی الحقیقت یہ ایک ہی چیز ہین یا دو۔ اور
اسمین صوفیہ کیا فرماتے ہین **الجواب** اس سوال کے بے فائدہ ہے اسقدر ذیل لکھا
خلاصہ جواب یہ ہے کہ علم شریعۃ وعلم طریقۃ ایک ہی ہے اور شریعۃ وطریقۃ بھی ایسا
ہی ہے جب آدمی کو حکم شریعۃ معلوم ہوا علم شریعۃ حاصل ہوا اور جب کنہ اس حکم کی
معلوم ہوئی وہ علم طریقۃ ہوا اور عمل قدر ادائے فرض وواجب کے بتکلف نفس کے
کرانا عمل بشریعۃ کہلاتا ہے اور جب اخلاص وحب حق تعالے کے دل مین ساری ہوگئی اوسکو
عمل بطریقۃ کہتے ہین جب تک کشاکش علم وعمل کی ہے شریعۃ ہے جب طمانیت ہوگئی وہ
طریقۃ ہے ابتداء اور انتہاء کا فرق ہے جسنے اصل شے کے واحد ہونے کو خیال کیا ایک
کہا اور یہ بھی درست ہے جسنے اول آخر کا تفرقہ کیا دو کہدیا یہ بھی صحیح ہے مناسب دونو کا
واحد ہے اور ائمہ مجتہدین بھی صاحب طریقہ ہوتے مگر اس فن کی تحقیق مین مصروف نہ ہوئے
کہ ظاہر شریعۃ فرض تھا اوسکا شرح کرنا زیادہ ضرور جانا اگرچہ طریقۃ سے خوب ماہر تھے

کہ طریقہ احادیث سے ہی ثابت و مستنبط ہے اور اکثر ائمہ طریقہ عالم تھے مگر گروہ علماء
شرع کی تحقیق مین مصروف نہ ہوسے کہ ایک جماعت علما کی اوس مین تھی وہ کافی تھی
انھون نے باطنی شرع کی تحقیقات لکھی ہر ہر فن کو ایک ایک جماعت نے لیا اور بعض اولیا
جو قدر ضرورۃ علم رکھتے تھے وہ ماہر دقائق دقائق طریقہ کے تھے مگر دونون امر کو
تحریر نہین کیا بہرحال بعض علما دونون علم کے محقق و متبحر تھے اور بعض ایک کے اور بعض
دونون مین دوسرے سے کم تھے اسکے تفاوت سے سمجھ لینا چاہیئے مگر ضروری علم شرع
سے سب واقف تھے کہ بجز امتثال حکم شرع کے عمل مقبول نہین ہوتا اور بدون قبول
عمل کے ولایۃ نہین ملتی فقط واللہ تعالے اعلم سوال [۴۴] یہ قصہ مشہور ہین کہ جسوقت
حضرت بڑے پیر صاحب کو قبر مین دفن کیا اور نکیرین آئے تو بڑے پیر صاحب نے
نکیرین کا ہاتھ پکڑ لیا اور بجائے جواب دینے سوال کرنا شروع کئے اور نکیرین کو اسکا
جواب دینا غیر ممکن تھا مجبوری نکیرین نے جناب باری مین جاکر عرض کیا کہ الہی ماجرا یہ ہے
جناب باری سے ارشاد فرمایا کہ بیشک تم اوسکا جواب نہ دے سکوگے اور تمہارے
واسطے خوب ہوا جو اوسنے تمہین چھوڑ دیا اور دوسرا قصہ یہ مشہور ہے کہ ایک عورت
بڑے پیر صاحب کی خدمت مین گئی اور عرض کیا کہ میرے لڑکا نہین ہوتا۔ بڑے
پیر صاحب نے فرمایا کہ جا تیرے سات بیٹے ہونگے چنانچہ اوسکے سات بیٹے ہوے
اور حالانکہ اوسکی تقدیر مین ایک لڑکا نہین تھا۔ اور تیسرا قصہ یہ مشہور ہے کہ ہر ماہ نو
قبل رویت سے بڑے پیر صاحب کی خدمت مین حاضر ہوتا اور یہ کہتا کہ مجھ مین آپ
اسقدر خدا صاحب نے نقصان رکھے ہین اور اسقدر نفع رکھے ہین۔ اور چوتھا قصہ
یہ ہے کہ ایک روز آپ منبر پر بیٹھکر وعظ فرماتے تھے یکایک کھڑے ہوگئے اور فرمایا

کہ ایک اولیا کی گردن پر میرا قدم ہی اور اوسوقت جسقدر اولیا رجمع تھے سب نے پاے مبارک بڑے پیر صاحب کے اپنی گردن پر رکھ لیے اور حلقہ اطاعت درگوش کیا اور ایک ولی نے اس بات کا یقین نہین کیا اور اسپر کچھ اعتراض کیا انکا حال تباہ و برباد ہوگیا اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ آپکے نزدیک یہ قصہ صحیح ہین یا غلط اور جو علما ایسے قصون کو صحیح بتلاتے ہین اونکی کیا دلیل ہی اور جو علما انکو خلاف بتاتے ہین اونکی کیا حجت ہی اور حضرت مخدومنا ہادینا حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر رحمہ اللہ تعالے جو ضیاء القلوب صفحہ ۱۹ قرب نوافل مین ارشاد فرماتے ہین کہ اما قرب نوافل اینست کہ صفات بشریہ سالک ازوے زائل گردد و صفات حق تعالے بروے ظاہر آیند چنانچہ زندہ گرداند مردہ را و بمیراند زندہ را باذن اللہ تعالے اور قرب فرائض ایسی ہی زیادہ نعمت ہی اللہ صاحب جسے نصیب فرما وے اور حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار مین فرماتے ہین کہ عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہے وہ ہوجاوے۔ اب سائل یہ عرض کرتا ہے کہ ممکن نہین کہ بندہ خدا صاحب کے کسی کام مین دخل دے سکے بندہ چاہے کسی مرتبہ مین ہو بندہ ہے ہر وقت عاجز ہے مگر یہ مرتبہ قرب نوافل کا اور عارف کا حضرت بڑے پیر صاحب کو حاصل ہوگیا تھا یا نہین۔ اور جس شخص کو یہ مراتب حاصل ہوگئے ہون اوسے ایسے قصون کا وقوع ہوجانا کیون غیر ممکن ہے اور خدا صاحب تقدیر کے خلاف کرنے پر بھی قادر ہے یا نہین اور کبھی کبھی بندہ کو خدا صاحب بباعث کسی عتاب یا انعام اپنے کے اوسکی تقدیر کے خلاف کردیتے ہین یا نہین۔ یا خدا صاحب کسی بندہ کے حق مین کسی بندہ خاص کی سفارش مان کر یا اوس کے اعمال ہی کی وجہ سے اوسکی تقدیر کے خلاف کردیتے ہین یا نہین مثلاً نیک آدمی کی عمر بڑھا

ہونا یا ظالم کی عمر کم ہوجانا یا بباعث سئیات مفلسی آجانا یا بباعث خیرات بلاؤن کا رد ہوجانا وغیرہ وغیرہ اور حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر قصے مشہور ہین کہ جس کو اونھون نے فرمایا کہ گیا تو اندھا ہے تو وہ فورًا اندھا ہی تھا اور جس کو فرمادیا کہ گیا تو مرگیا ہے تو وہ فورًا مردہ ہی ہوگیا غرض یہ ہے کہ جو کچھ وہ فرماتے تھے فضل الہی سے اوسکا وہی فورًا ظہور ہوجاتا تھا تو یہ قصے بھی صحیح ہین یا خلاف اور وہ فرشتہ کہ جن کو نکیرین کہتے ہین انکا مرتبہ زیادہ ہے یا اولیا سے عظام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا **الجواب** حکایات بزرگون کے اکثر جہلا نے غلط بنا دئے ہین اور اگر کوئی واقع صحیح ایسا ہو کہ مفہوم نہو وے تو شطحیات کہلاتے ہین جس کے معنی فہم مین کسی کے نہین آتے اوس کو نہ قبول کرے نہ رد کرے سکوت کرے اور جو امور خلاف قاعدہ شرع کے ہین اونکو رد کرنا چاہیئے یا سکوت کرے اگر مصلحت ہو اور قرب فرائض قرب نوافل کا فہم اسکے اہل کا رتبہ ہے بندہ اس سے عاری ہے باقی یہ کہ حق تعالے اولیا کی قبولیت کے واسطے اکثر دعا اونکی قبول کرتا ہے یہ اونکی کرامۃ ہے مردہ زندہ کرنا خود خرق عادۃ وکرامۃ ہے حق تعالے ہی کرتا ہے مگر ظاہر کسی ولی نبی کا ذریعہ ہوجاتا ہے لہذا کرامۃ ومعجزہ کہلاتا ہے فقط **سوال** مولانا روم فرماتے ہین ؎ ہست قدرت اولیا را از الٰہ تیر جستہ باز گرداند زراہ ؎ اسکا کیا مطلب ہے اور اس شعر کے مصداق اولیاء اللہ ہوتے ہین یا نہین **الجواب** کرامۃ اولیا حق ہے اور کرامۃ خرق عادۃ کو کہتے ہین جب حق تعالے چاہے اولیا سے ایسا امر کرا دیوے یہ ہی مطلب شعر کا ہے فقط **سوال** ایک شخص جماعت کا بلکہ تکبیر اولی کا پابند ہے اب اتفاقًا اوس کو کسی وقت تکبیر اولے نہین ملی اور وقت مین بھی اسقدر گنجایش نہین ہے کہ دوسری مسجد مین جاکر شریک تکبیر اولی ہو

اب مجبوراً اوس کو سبق ہونا پڑا اب وہ یہ چاہتا ہے کہ مین کوئی کام ایسا کرون تاکہ مجکو دنیا وما فیہا کی برابر ثواب ہو جاوے جسے مین سمجھون کہ گویا میری تکبیر اولی گئی ہی نہین تو وہ کونسا کام ایسا کرے کہ جس سے تکبیر اوسکے جانے کی تلافی ہو جاوے اور اگر نماز قضا ہو جاوے تو سوائے روزہ کے اور کونسا کام ایسا کرے کہ جس سے اوس کئے ہوئے کی تلافی ہو جاوے گویا نماز قضا ہوئی ہی نہین **الجواب** نیہ سے ثواب تکبیر اولے کا مل گیا ہے اور قضاء نماز کرنے سے تلافی فوت صلوۃ کی ہو جاتی ہے فقط **سوال** زید عمرو کا مرید ہے اور عمرو بکر سے مرید ہے اور بکر خالد سے مرید ہے اب ولید زید سے مرید ہونا چاہتا ہے اور خالد کو کہ جو زید کے دادا پیرون مین ہین خوش عقیدہ اور بزرگ نہین جانتا اب استفسار طلب یہ امر ہی کہ یہ شخص ولید زید سے مرید ہو کر کچھ فیضیاب بھی ہو سکتا ہے یا نہین درانحالیکہ خالد کو برا جانتا ہی اور اپنے دل مین خالد کی جانب سے کچھ بغض شرعی بھی رکھتا ہے۔ **الجواب** اگر زید کو کامل جانتا ہے اور فی الواقع زید مین کمال ہے تو یہ شخص زید سے فیضیاب ہو سکتا ہے فقط **سوال** ایک شخص کے جسوقت دل مین آتا ہے تو یون کہتا ہی کہ الہی جسقدر مجھسے نیکیان تمام عمر مین ہوئی ہون مین نے انکا ثواب اپنے والدین کو بخشا ایک شخص نے یہ بات سنکر اوس سے کہا کہ یون اموات کو ہرگز ثواب نہین پہونچتا تاوقتیکہ کوئی چیز خاص ایصال ثواب کے واسطے نہ پڑھی جاوے تو یہ کہنا اوس شخص کا صحیح ہے یا نہین اور اس طرح سے ثواب بھی پہونچتا ہے یا نہین **الجواب** ثواب ہر طرح پہونچ جاتا ہے قول مانع کا صحیح نہین فقط **سوال** ایک شخص تین مرتبہ قل شریف پڑھ کر اپنے والدین کو بخشدیتا ہے زید نے یہ بات سنکر اوس شخص سے کہا کہ تم تین مرتبہ قل شریف پڑھکر تمام زمانہ کے مسلمانون کی روح کو بخشدیا کرو ہر ہر فرد بشر کو

ایک ایک ختم قرآن کا ثواب ملے گا اور تمھارے والدین کے ثواب مین کچھ کمی نہ آئیگی
اب وہ شخص یہ پوچھتا ہے کہ سب دنیا کے مسلمانون کو معہ میرے والدین کے اگر ایک ایک
ختم قرآن کا ثواب ملے اور میرے والدین کے ثواب مین کمی نہ ہو تو سب مسلمانون کی میں
نیت کر لیا کرون گا ورنہ مجکو کچھ ضرورت نہین کہ مین اپنے والدین کا ثواب کا ٹکڑا اورون
کو دون آمین بات صحیح مسئلہ کیا ہے الجواب میرے اوستادونکا یہ قول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ
ثواب تقسیم ہو کر پہونچتا ہے نہ سب کو پورا پورا اور اس باب مین کوئی روایۃ حدیث کی
صحیح نہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** تقویۃ الایمان مین کوئی مسئلہ قابل نہین
بالکل اوس کے مسائل صحیح اور علماء دین کو مقبول ہین اور ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی
اسمٰعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیون کے روبرو بعض
مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے آپنے بھی کہین یہ بات سنی ہے یا محض افترا ہے
اور جو شخص مولانا مرحوم کا معتقد نہو اور اونکو خوش عقیدہ اور بزرگ نہ جانے وہ بدعتی
اور فاسق ہے یا نہین اور مولوی صاحب شہید مقلد تھے یا عامل بالحدیث اور اگر مقلد تھے
تو کونسے امام کے حنفی تو شاید نہون چونکہ سنا ہے کہ رفع الیدین اور آمین بالجہر کرتے تھے
اور اکثر غیر مقلد مولانا موصوف کو عامل بالحدیث بتلاتے ہین اور اسی وجہ سے اونکو زیادہ
مانتے ہین اور انھین کے قول کو زیادہ سند مین لاتے ہین بہ نسبت اور علماء کے اور انھین کو
اپنے زمانہ کا مجتہد بتاتے ہین حالانکہ اوس زمانہ مین اور بہت سے علما و عظام موجود تھے
اور انھین کو اکثر موقع پر حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ترجیح دیتے
ہین اور اکثر مسائل حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نہین مانتے اور انکے کل مسائل
مقبول جانتے ہین ان باتون سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب مقلد نہین تھے

عامل بالحدیث تھے اور بعض علما یہ فرماتے ہین کہ نہین مقلد تھے غیر مقلد ہرگز نہین تھے بعض یہ کہتے ہین کہ انکو مرتبہ اجتہاد کا تھا سو وجہ سے اونھون نے تقلید نہین کی اسکا جواب عال جو ہو تحریر فرمادیجے اور مولوی صاحب کے عقیدہ مین اور محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ مین کچھ فرق تھا یا یہ دونون صاحب ایک ہی مسلک کے ہین اور حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کہ جو اونکے مرشد ہین یہ بھی عالم اور مقلد تھے یا نہین اور حضرت سید صاحب کے خلفا مین اور بھی کوئی انسے زیادہ لایق خلیفہ ہوا یا سب سے زیادہ سربرآوردہ یہی حضرت تھے اور جو مسائل تقویۃ الایمان مین مختلف ہین اونپر عمل کرے یا نکرے اور مولوی صاحب موصوف سے سلسلۂ صوفیت کے نہ چلنے کی کیا وجہ ہے حالانکہ مولوی صاحب خود سید صاحب سے بیعت ہوئے ہیں اور انسے بھی آدمی غالبًا مرید ہوئے ہونگے۔ اور مولوی صاحب ممدوح علما مین شمار کیئے گئے ہین یا صوفیہ مین **الجواب** بندہ کے نزدیک سب مسائل اوس کے صحیح ہین اگرچہ بعض مسائل مین بظاہر تشدد ہے اور توبہ کرنا اونکا بعض مسائل سے محض افترا اہل بدعۃ کا ہی اور اگر اونکو بزرگ جانے جو تھے حالات اونکے سنکر تو معذور ہے اور اگر کتاب کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے تو وہ مبتدع فاسق ہی اور وہ یہ فرماتے تھے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملے اوسپر عامل ہون ورنہ ابوحنیفہ رحمہ کی رائے کا مقلد ہون اور سید صاحب کا بھی یہی مشرب تھا اور محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کا مجکو حال معلوم نہین اور نہ خلفار سید صاحب کا اور مولوی اسمعیل صاحب وعظ ورد بدعۃ مین مصروف رہے پھر جہاد مین جاکر شہید ہوگئے سلسلہ بیعۃ کا کہان جاری کرتے اور تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے فقط **سوال** [۲۹] بعض اشخاص جس وقت التحیات مین بیٹھتے ہین اول ہی سے انگشت شہادت اوٹھا لیتے ہین حتی کہ سلام پھیرین حالانکہ حنفیونکا یہ مذہب ہے کہ جب

تشہد پر پہونچے تب اونگلی اوٹھاوے بعد مین پست کرلے اسمین صحیح قول کیا ہے اور حنفی کو کسوقت سے کسوقت تک اونگلی اوٹھانا چاہیے اور اسمین امام اعظم صاحب کیا فرماتے ہین **الجواب** تشہد پر انگشت کو اوٹھا دے اور سلام تک اوٹھاے رکھے فقط **سوال** العلم حجاب الاکبر اسکے کیا معنی ہین سالک کی جسوقت علم کی جانب توجہ ہوگی وہ اوس راہ سے محروم رہ جاوے گا علم کو کیا اسوجہ سے حجاب کہا ہے اگر علم بھی اسوجہ سے حجاب ہوگیا تو نماز اور روزہ اور زکوۃ اور حج اور اطاعت والدین بلکہ کل کام دارین کے سواے یاد الہی حجاب ہو جانا چاہئین اور یہان صرف علم کی ہی نسبت فرمایا ہے اور اگر یہ وجہ ہے کہ علم پڑھنے سے دو عالمون مین باعث اختلاف راے نقیض اور جھگڑے واقع ہو جاتے ہین اور لڑنا اور جھگڑے کرنا تو فعل ہیچ جو چاہے سو کرے اسمین علم کا کیا قصور ہے بلکہ اختلاف راے علما تو رحمت ہے اور اگر اسکے یہ معنی ہین کہ درمیان بندہ اور معبود کے علم کا ایک حجاب حائل ہے تاوقتیکہ علم کا حجاب طے ہو جاوے یعنی علم نہ سیکھ لے خدا نہ ملے تو یہ معنی صوفیہ نے اسکے ہرگز نہین لیے اس معنی سے تو تاکید نکلتی ہے اور یہان یہ مقصود ہے نہین اور اگر یہ کہا جاوے کہ یہان مراد علم سے علم دنیوی مثل معقول اور فلسفہ وغیرہ ہے تو یہ بھی نہین ہو سکتا چونکہ صوفیہ اور علما علم دین کو علم کہتے ہین نہ اور فنون کو اور اگر یہ کہا جاے کہ یہ قول صوفیہ کا نہین ہے تو یہ بھی نہین ہو سکتا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ ہرگز انکار مت کر کہ علم حجاب نہین ہے علم بیشک حجاب اکبر ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ علم جو ارشاد ہے خدا اور رسول کا اگر یہی حجاب اکبر ہوگیا تو بے حجاب کونسی چیز ہوگی اس مین باریکی کیا ہے اور صوفیہ نے کس معنی کر اس کو حجاب کہا ہے **الجواب** اس فقرہ کے

یہ معنی ہین کہ اپنا جاننا کہ مین بھی اصل ہون یہ حجاب ہے جب تک اپنی خودی وتکبر وعجب کو نہ فنا کردیوے محجوب ہی مثل شیطان کے اور جب خود اپنے آپ کو لاشئ جان لیوے اور اپنے سب کمالات کو محض موہبۃ حق تعالی کی جان گیا اور تیرہ دل مین اپنی حقیقۃ کھلگئی حجاب رفع ہوگیا مراد علم سے اپنی خودی ہے فقط واللہ تعالی اعلم

سوال ۳۹ نشہ فروش کو واسطے فروخت مسکرات کے مکان یادوکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہین اور اسمین حنفیہ کا مذہب اصح کیا ہے۔ الجواب اصح اور فتوے اسپر ہے کہ نہ دیوے فقط سوال ۴۰ جمعہ کی نماز اور ظہر کی نماز کا وقت ایک ہی ہے یا نہین اور جمعہ کی نماز ظہر کی وقت سے کچھ پہلے پڑھنا سنت ہے یا دونون مساوی وقت ہین۔ مثلاً جو شخص ظہر کی نماز دو بجے پڑھتا ہے اوس کو جمعہ کی نماز ایک بجے پڑھنا مستحب ہوگی یا دو ہی بجے الجواب جمعہ وظہر کا وقت ایک ہے مگر جمعہ کو ذرا پہلے پڑھنا کہ لوگ سویرے کے آئے ہین اونکو جلد فراغۃ ہو جاے تو بہتر ہے فقط

سوال ۴۱ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو شخص بغیر حاضر وناظر جاننے پکارے اور مثلاً اس قسم کے اشعار پڑھے۔ ترحم یا نبی اللہ ترحم ٭ زمہجوری برآمد جان عالم ٭ جائز ہے یا نہین الجواب ایسے اشعار مین شرک تو نہین مگر عوام کو موجب اضلال کا ہو جاتا ہی لہذا کسی کے روبرو نہ پڑھے اور یا مین خیال پڑھے کہ حق تعالے اس میری عرض کو پیش فخر عالم علیہ السلام کے کردیوے فقط سوال ۴۲ شفق سفید تک وقت مغرب کا رہتا ہی یا نہین اکثر فقہا حنفیہ تو فرماتے ہین کہ شفق سفید تک مغرب کا وقت ہی اسکے بعد عشا کا وقت ہے اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مین فرماتے ہین کہ بعد شفق سرخ کے عشا کا وقت ہو جاتا ہے قول اصح یہی ہے اب تردد یہ ہے کہ شفق

سفید مغرب مین داخل ہی یا عشا مین اور علما حنفیہ کے نزدیک قول مفتی بہ کیا ہے۔ **الجواب** یہ مسئلہ مختلفہ ہی امام صاحب اور اونکے صاحبین مین احوط یہ ہے کہ دونون کی رعایة رکھے اور بعض نے فتوی صاحبین کے قول پر لکھا ہے جیسا شاہ عبد العزیز صاحب نے لکھا فقط شرح وقایہ مین بھی شرح پر فتوی دیا ہے فقط

سوال ۴۵ سمع اور غنا اور راگ یہ تینون ایک ہی چیز ہین یا غیر اور یہ تینون چیزین بلا مزامیر کے سننا جائز ہین یا نہین درانحالیکہ گانے والا انکا موافق قواعد موسیقی کے گاوے **الجواب** یہ ہر سہ الفاظ ایک معنی رکھتے ہین بلا مزامیر راگ کا سننا جائز ہے اگر گانے والا محل فساد نہو اور مضمون راگ کا خلاف شرع نہو اور موافق موسیقی کے ہو تو کچھ حرج نہین فقط

سوال ۴۶ مسجد کے اندر بباعث دھوپ یا بارش بیٹھ کر وضو کرنا درانحالیکہ پانی بھی وضو کا صحن مسجد مین پھیلے جائز ہے یا نہین اور مسجد کے اندر بیٹھ کر مسجد کی دیوار سے تیمم کرنا جائز ہے یا نہین **الجواب** مسجد کے اندر وضو کرنا کہ غسالہ مسجد مین گرے حنفیہ کے نزدیک منع اور گناہ ہے اور تیمم دیوار مسجد سے کرنے کو بھی بعض کتب فقہ مین مکروہ لکھا ہے فقط

سوال ۴۷ - داڑہی کے بال برابر ہو جانے کی غرض سے کچھ تھوڑے کتروا دینا باوجودیکہ داڑھی بھی ایکمشت سے کم ہو جائز ہے یا نہین **الجواب** مجموعہ داڑھی کا ایکمشت سے کم نہو اگر بعض بال کم ہون حرج نہین فقط

سوال ۴۸ سر برہنہ اور پا برہنہ رہنا سنت ہی یا نہین اور بعض صوفی ان افعال کو سنت جانکر کرتے ہین سو یہ افعال فی الحقیقت سنت ہین یا نہین **الجواب** احیانًا پا برہنہ ہونا مضائقہ نہین ورنہ آپ علیہ السلام اکثر اوقات نعلین یا موزہ پہنتے تھے اور سر برہنہ ہونا احرام مین تو ثابت ہی سوائے احرام کے بھی احیانًا ہو گئے ہین نہ دائمًا پہلتے پھرتے فقط

سوال[۱۰۹] پیتل کے برتن مین کہ جو بلا قلعی کا ہو کھانا پینا بمذہب امام ابو حنیفہؒ جائز ہے یا نہین اور کپڑے مین چاندی سونے کے بٹن لگا کر استعمال کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز ہے یا نہین **الجواب** پیتل کے ظروف مین کھانا درست ہے مگر اوسکے ہین اور اگر مشابہت کفار ہنود سے ہو تو بسبب مشابہت کے منع ہے فقط **سوال**[۱۱۰] سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی بلا عمامہ کے بھی نماز پڑھنا ثابت ہے یا نہین اور حضور نے کبھی بلا عمامہ نماز باجماعت بھی پڑھی ہے یا نہین **الجواب** اسکا صریح ثبوت اوسوقت بندہ کو معلوم نہین مگر احرام کی حالت مین سر برہنہ نماز پڑھنا محقق ہے لہذا نماز فرض مرض موت مین بلا جماعۃ پڑھی ہو ورنہ جماعت سے ہی پڑھتے تھے فقط **سوال**[۱۱۱] جنازہ خارج مسجد ہو اور اسکی نماز پڑھنے والے اکثر خارج مسجد ہون اور بعض بباعث دھوپ یا بارش خاص مسجد مین ہون تو بمذہب حنفیہ جائز ہے یا نہین اور اگر اکثر خاص مسجد مین ہون اور بعض خارج مسجد ہون تو بھی جائز ہے یا نہین اور اگر جنازہ بھی خاص مسجد مین ہو اور سب نمازی بھی بباعث دھوپ یا بارش خاص مسجد مین ہو جائز ہے یا نہین **الجواب** نماز جنازہ کی مسجد مین پڑھنا ہر حال مین مکروہ لکھا ہے فقط **سوال**[۱۱۲] ایک شخص کو نماز پڑھنے مین اکثر یہ خیال ہوتا ہے کہ مین نے الحمد شریف نہین پڑھی کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ بیچ کا قاعدہ نہین کیا کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ سجدہ ایک کیا دوسرا نہین کیا کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ نیت ہی نہین کی اس سبب سے اکثر اوسکو نیت توڑنا اور سجدہ سہو کرنا پڑتے ہین اور نماز مین قسم قسم کے تخیلات باطلہ پیدا ہوتے ہین اسکا کیا علاج ہے اور ایسے شخص کو بار بار نیت توڑنا اور سجدہ سہو کے کرنا چاہئین یا نہین **الجواب** ایسے ایسے خطرات پر التفات نکرے ظن غالب پر عمل کرے فقط **سوال**[۱۱۳] روافض سے اُنس رکھنا

اور اتحاد رکھنا اور رسم دوستی اداکرنا اور اوکی دعوت کرنا اور اوسکے یہان دعوت کھانا باوجودیکہ اوسے دین و دنیا کا کوئی مطلب نہو جائز ہے یا نہین اور جو شخص بلا ضرورت روافض سے اتحاد رکھے وہ کیسا ہے اور سقات کو اوسکی بعیت مین اکل شرب بلا کراہت جائز ہے یا نہین **الجواب** روافض خوارج اور سب فساق سے ربط ضبط مودۃ کا حرام ہے مگر بسبب معاملہ ناچاری کے معذور ہے اور اوس سے مودۃ کرنے والا مداہن فی الدین عاصی ہے فقط **سوال** [۴۴] کرتہ کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا کہ جس سے سینہ بھی کھلا رہے سنت ہے یا نہین **الجواب** درست ہے احیاناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولے رکھے ہین فقط **سوال** [۴۵] زید مرحوم نے ایک مسجد بنائی اور عمرو اوسکا متولی ہے اور بکر اوسکا امام ہے اور خالد اوسکا خادم ہے اور اوس مسجد کی آمدنی اخراجات مسجد سے بہت زیادہ ہے اور بعض ایسے خرچ ہوتے ہین کہ اونکو متولی مسجد مذکور سے امام مذکور ہر چند کہتا ہے لیکن متولی بباعث کفایت شعاری بالکل خیال نہین کرتا مثلاً پنکھا یا گھڑی یا خادم مسجد کی تنخواہ کی قلت یا مثل اوسکے ایسی حالت مین امام مذکور بعض آمدنی مسجد سے بطور خود بلا اطلاع متولی کچھ وصول کرکے صرف ہائے مذکورہ مین خرچ کرے جائز ہے یا نہین درانحالیکہ متولی مذکور کو اگر خبر ہوگی تو اندیشہ ہے کہ وہ خفا ہوگا کہ تمنے ہماری بلا اجازت کیون تحصیل کی اور کیون خرچ کیا **الجواب** امام کو بدون رضا متولی کے کہین صرف کرنا آمدنی مسجد کا درست نہین فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر: رشید احمد] **سوال** [۱] اس حدیث

ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا امر دینہا رواہ ابوداؤد مین مراد شروع صدی ہے یا آخر اور علامات مجدد کے کیا ہوتے ہین

جس سے وہ پہچانا جاوے اور تمام عالم میں ایک ہی مجدد ہوتا ہے یا جگہ جگہ جہاں ان
ضرورت تجدید کی ہو اور اوسکے نام میں احمد یا محمد ہونا بھی ضرور ہے یا نہیں اور اس
سنہ تیرہ ہجری تک کون کون مجدد اور کہاں کہاں ہوئے اور صدی حال کا کون مجدد
اور کہاں ہے مفصل ارقام فرماویں **الجواب** راس سر کو کہتے ہیں لہذا مجدد شروع
صدی میں ہو ویگا مگر جو شروع صدی ہے وہ آخر پہلی صدی کا بھی ہے باین معنا
اوس کو کوئی آخر کہدیوے تو ہو سکتا ہے ورنہ جب صدی میں ہووے گا اوسکی ابتدا میں
ہو ویگا تا کہ آخر تک تجدید کا اثر رہے اور علامت اوسکی یہی ہے کہ اوسکی تقریر تحریر سے اور
سعی اور کوشش سے بدعات منع ہو دیں سنت کا شیوع اور مردہ سنن کا احیاء ہووے
اور احمد یا محمد ہونا اوسکے نام میں ضرور نہیں نہ کسی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے اور اونکا
علی التعیین جاننا محقق نہیں ہوا اپنے ظن و تخمین سے بعض علماء نے جس کو عالم محقق دیکھا
مجدد اوس کو ٹھیرالیا چنانچہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمامی صدی اول پر عمر بن
عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو اکثر لوگوں نے لکھا ہے دوسری صدی کی تمامی پر کسی نے شافعی
رحمہ اللہ کو کہا کسی نے دوسرے کو کہا علی ہذا اگر کوئی محقق قول نہیں اور جلال الدین
سیوطی نے کچھ اسمیں لکھا ہے بندہ کے نزدیک وہ قول اسلم ہے جس نے یہ کہا کہ مجدد صدی
کا ایک عالم ہونا ضرور نہیں ہر وقت میں دو چار دس بیس پچاس سو کا مجموعہ ہو یا
ایک ہو لہذا البتہ ہر صد سال کے جماعت متفرقہ عالم میں ہوتی ہے اور سب کی سعی اصلاح
دین میں ہوتی ہے اونکو قدر اپنے علم و رتبہ کے حصہ تجدید کا ملتا ہے فقط واللہ تعالی اعلم
نام کسی کو مقرر معین نہیں کہہ سکتے فقط واللہ تعالی اعلم بحقیقۃ الحال رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

سوال اعادہ کرنا سرور فرحت کا بدون تجدید نعمت حقیقی کے آیا جائز ہے یا

نہین اور یہ دلائل جو مجوزین مولود زمانہ پیش کرتے ہین مثل صوم عاشورہ کہ شکریہ و موافقت حضرت موسی علیہ السلام مین رکھا گیا تھا اور ابتک جاری ہے اور صوم دوشنبہ کہ بوجہ یوم ولادت و یوم نزول قرآن شریف مین رکھا گیا تھا اور ابتک جاری ہے اور مثل اعادہ عقیقہ کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد نبوت کے کیا تھا حالانکہ آپکے دادا حضرت عبد المطلب آپکا عقیقہ کر چکے تھے لہذا روایات مذکورہ سے اثبات اعادہ سرور ہوتا ہے یا نہین اور نیز روایت عقیقہ صحیح ہی یا ضعیف ارقام فرماوین **الجواب** اسکا جواب مفصل جداگانہ مستقل رسالہ بنتا ہے اسکی تحقیق اور جواب براہین قاطعہ مین دیکھو فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ **سوال** حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ در الثمین فی مبشرات النبی الامین مین جو اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہین۔

اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صلۃ بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم فلم یفتح فی سنۃ من السنین شیء اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلے اللہ علیہ وسلم بین یدیہ ہذہ الحمص متبہجا بشاشا فقط عبارت مذکورہ سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بتعین یوم ولادت ایصال ثواب یا سرور ولادت مین اطعام الطعام وغیرہ چونکہ شاہ صاحب قدس سرہ کے معمولات مین سے تھا جائز و مستحب ہے اور باعث خوشنودی آنحضرت صلعم اور جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ بھی اجتماع صلحاء یوم ولادت مین اور اطعام الطعام کو مستحسن لکھتے ہین حسن المقصد مین یا وجہ مبتدعین استحسان مولود مروجہ زمانہ پر استدلال کرتے ہین اور قاعدہ شرع سے ایسی تعینات و تخصیصات حد بدعات مین شامل ہوتی ہین لہذا معہ توضیح عبارت مذکورہ

کے جواب سے سرفراز فرماوین فقط **الجواب** ایصال ثواب ہر روز درست اور
موجب ثواب ہے کوئی تاریخ ووقت شرع سے موقت نہین روز ولادت اور
روز وفات بھی درست ہی پس اگر کسی دن کو ضروری نہ جانے بلکہ مثل دیگر ایام کے
جانے ایصال ثواب مین اور کسی عوام کو بھی اس طرح کے ایصال مین ضرر نہ ہو تو
کچھ حرج نہین سب کے نزدیک درست ہی پس شاہ عبد الرحیم صاحب کا یہ فعل ایسا ہی
تھا تو اس سے کوئی حجۃ نہین لاسکتا اپنے بدعۃ زمانہ پر اور ختمہ دہ طعام ایصال
ثواب کا تھا کہ صلۃ بالنبی کا لفظ موجود ہے اسمین نہ کوئی سرور ولادۃ کا کلمہ ہے
نہ اجتماع ذکر ولادۃ کے واسطے پس اس مین کوئی حجۃ جواز مولد کی نہین اور سیوطی کے
وقت مین بھی ہماری زمانہ جیسی بدعۃ نہوئی تھی براہین قاطعہ کو دیکھو اس مین سیوطی کا
مقصد بمفصل لکھا ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** علے ہذا فیوض الحرمین مین شاہ
ولی اللہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہین وکنت قبل ذلک بمکۃ المعظمۃ فی مولد النبی صلے
اللہ تعالے علیہ وسلم فی یوم ولادتہ والناس یصلون علے النبی صلے اللہ علیہ وسلم
یذکرون ارہاصاتہ التی ظہرت فی ولادتہ ومشاہدہ قبل بعثتہ فرأیت انوارا سطعت
دفعۃ واحدۃ لا اقول انی ادرکتہا ببصر الجسد ولا اقول ادرکتہا ببصر الروح فقط
للہ اعلم کیف کان الامر بین ہذا وذاک فتاملت تلک الانوار فوجدتہا من قبل
الملائکۃ الموکلین بامثال ہذہ المشاہد وبامثال ہذہ المجالس ورایت یخالطہ انوار الملائکۃ
انوار الرحمۃ عبارۃ مذکورہ مین جواز واستحسان شرکت مجلس یوم ولادت وذکر دلائل
ولادت ومشاہدہ انوار ملائکہ ثابت ہوتا ہے اور اس سے جواز مولود زمانہ پر حجت
لائی جاتی ہے لہذا یہ حجت لانا اونکا درست ہی یا نہین مع مطلب عبارت مذکورہ کے

ارقام فرمادین الجواب فیوض الحرمین مین حاضری مولد النبی مین کہ مکان ولادۃ
آپکا علیہ السلام ہی لکھا ہے وہان ہر روز زیارۃ کے واسطے لوگ جاتے ہین یوم
ولادۃ بھی لوگ جمع تھے اور صلوۃ و ذکر کرتے تھے نہ وہان تداعی سے اہتمام طلب کیے
تھے نہ کوئی مجلس تھی بلکہ وہان کے لوگ خود بخود جمع ہوکر کوئی درود پڑھتا تھا کوئی ذکر
معجزات کرتا تھا نہ کوئی شیرینی نہ چراغ نہ کچھ اور نفس ذکر کو کوئی منع نہین کرتا فقط واللہ
تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ **سوال** راگ کس کو کہتے ہین اور مکروہ ہے یا حرام
اگر اشعار مثل مولانا جامی و مولانا نظامی و مولانا سعدی و مولانا روم رحمہا وغیرہم کے پڑھے
جاوین توکس طور سے راگ مین ہوجاوین اور کس طرح پر بلا راگ ارقام فرمادین **الجواب**
راگ کہتے ہین اچھی آواز کے ساتھ کچھ کہنے کو خواہ شعر ہو جامی و نظامی وغیرہما کا علیہم الرحمۃ
خواہ اور کوئی کلام ہو یہ ترجمہ غنا کا ہے اردو مین اور لوگون کے نزدیک راگ جب ہوتا
ہے کہ آواز کو بے موقع گھٹا بڑھا کر کچھ کہین سو اسطرح کہ لفظ اپنے موقع پر رہین اور خوش
صوت ہو قرآن و حدیث کا بھی پڑھنا درست بلکہ مستحب ہے اور ایسا کہ لفظ کم زیادہ ہوجاوین
جاوین درست نہین مگر اشعار مین کچھ حرج نہین فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی
عفی عنہ **سوال** رنگ انگریزی پڑیا کا جو بکس مین آتا ہے رنگنا کپڑے کا اس سے
درست ہے یا نہین اگر ناجائز ہے تو بوجہ نجاست کے یا کسی اور وجہ سے ارقام فرمادین
الجواب رنگ انگریزی مین شراب پڑتی ہے لہذا اس رنگ کا استعمال درست
نہین اور یہ امر واقف لوگون سے معلوم ہوا ہے واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
سوال سایہ مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پڑتا تھا یا نہین اور جو ترمذی نے
نوادر الاصول مین عبد الملک بن عبد اللہ بن وحید سے اونھون نے ذکوان سے

کر رسول اللہ صلعم کا سایہ نہین پڑتا تھا سند اس حدیث کی صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع
ارقام فرماوین **الجواب** یہ روایۃ صحاح کتب مین نہین اور نوادر کی روایۃ کا بندہ
کو حال معلوم نہین کہ کیسی ہی نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے نہ ابو عیسیٰ ترمذی کی فقط
واللہ تعالے اعلم **سوال** جنات کا سر پر آنا اور ستانا کہین شیخ سدو و الٰہی بخش وغیرہ
مشہور ہین اور تکالیف پہونچاتے ہین اور خبیث بھوت وغیرہ بھی اونکو کہتے مین ان امور کی
شرعاً کچھ اصل معتمد بھی ہے یا واہی باتین ہین مفصل ارقام فرماوین **الجواب** شیخ سدو
اور الٰہی بخش دونون جن ہین لوگون کو ستاتے ہین خبیث بھوت پری دیو جن سب
ایک چیز کا نام ہی سر چڑھنا اور تکلیف دینا جنات کا حق ہے فقط واللہ تعالے اعلم
سوال جو شخص مجالس غیر مشروعہ مین شریک ہووے اور مال خرچ کرے اور اوس کو
مستحسن اور حلال جانے کہ جنکی حرمت نص صریحہ سے ثابت ہی مثل ناچ و مزامیر
و مجالس عرس در روشنی و غیرہ منکرات کثیرہ تو ایسا شخص فاسق ہوگا یا کافر کیونکہ افعال ممنوعہ
حرام کو حلال جانتا ہے **الجواب** ایسا شخص فاسق ہی کافر کہنے سے زبان بند رکھنا چاہیے
اور فعل مسلم کی تاویل کرکے اسلام سے خارج نہ کرے جہانتک ہوسکے لا نکفر احدا من اہل
القبلۃ ائمہ مجتہدین فرماگئے ہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** یہ تعینات جیسے ربیع الاول
مین کونڈا اور عشرہ محرم مین کھچڑا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی اور گیارہوین اور
توشہ اور سہ منی بو علی قلندر اور خضر علیہ السلام کے نام کا چادر پر لیجانا مذکورہ بالا مین
طعام کی تخصیص اور ایام کی تعین کرا سکے خلاف ہرگز نہون بدعت اور حرام مین یا نہین اور
اس قسم کے طعام کو کھانا مکروہ ہے یا حرام کیونکہ افعال جہال ان معاملات مین نہایت
بہ شبیہ کفر و شرک کو پہونچے ہوئے ہوتے ہین نفع ضرر و توقع منافع اپنے

اپنے مرادات کی طلب انہین کیجاتی ہے تو ایسے لوگون اور ایسے عقائد کی نسبت حکم کفر و شرک کا کرنا درست ہی یا نہین ارقام فرماوین۔ **الجواب** یہ تعینات بدعۃ ضلالہ ہین اور طعام مین اگر نیتہ ایصال ثواب کی ہے تو طعام مباح اور صدقہ ہے اور جو بنام ان اکابر کے ہے تو داخل ما اہل بہ لغیر اللہ مین ہی اور حرام ہے اور ایسے عقائد فاسد موجب کفر کے ہین ان افعال کو کفری کہنا چاہیے مگر مسلم کے فعل کی تاویل لازم ہے جیسا اوپر کے جواب مین لکھا گیا فقط واللہ تعالے اعلم **سوال**[۱۱] کانچ کی چوڑیان جو عورتین پہنتی ہین جائز ہین یا نہین **الجواب** درست ہین قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ **سوال**[۱۲] مسجد کا فرش لوٹے وغیرہ دیگر مسجد مین ضرورتاً لیجانا اور بعد رفع ضرورت واپس کردینا یا نکرنا جائز ہے یا نہین ارقام فرماوین **الجواب** ایک مسجد کا مال دوسری مسجد مین لیجانا درست نہین مگر جو دینے والا دیتے وقت اجازۃ دیوے تو مضائقہ نہین کہ وہان حاجۃ روائی کرکے واپس کردوین مگر جو ناکارہ اشیا ہوون اور خراب ہونے کا احتمال ہو تو بقیمت دوسری مسجد مین دیدوین تو درست ہی فقط واللہ تعالے اعلم **سوال**[۱۳] اگر متولی و مہتمم مسجد آمدنی مسجد کو دیگر مال مین خلط کرلیوے یا خرچ کرلیوے کہ ضرورت مسجد مین وقت پر صرف کردونگا تو یہ تصرف جائز ہے یا خیانت مین داخل ہوگا ارقام فرماوین **الجواب** یہ تصرف ناجائز ہے اور خیانۃ مین داخل ہی ضمان اسکا متولی کے ذمہ پر واجب رہیگا اور گنہ بھی ہووے گا فقط واللہ تعالے اعلم **سوال**[۱۴] نوٹ کی خرید و فروخت کمی زیادتی پر جائز ہے یا نہین بالتفصیل ارقام فرماوین **الجواب** نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پر بھی درست نہین مگر اس مین حیلہ حوالہ ہو سکتا ہے اور بحیلہ عقد حوالہ کے

جائز ہے مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربوا نا جائز ہے یہ تفصیل اسکی ہے فقط واللہ تعالی اعلم

سوال جو جانور قبروں پر یا تھان یا نشان جھنڈے پر چڑھائے جاتے ہیں مجاور یا کوئی اور اونکو پکڑکر اگر بیع کرے تو اونکا خریدنا حلال ہے یا حرام اور خود چڑھانے والے کچھ تعرض بھی نہیں کرتے خواہ کوئی لیجاوے اور اس قسم کے جانور بحیرہ وسائبہ مین داخل ہین یا نہین اور بحیرہ وسائبہ حلال ہین یا حرام مفصل ارقام فرماوین۔

الجواب جو جانور مالک نے کسی بت یا تھان و قبر کے نام پر چھوڑا وہ ملک چھوڑنے والے سے نہین نکلتا پھر اوس کو اگر کوئی پکڑکر بیع کردیوے اور مالک منع نکرے تو اوسکا خریدنا مباح ہے اور وہ حلال ہے اور جو جانور مجاور کو قبض کرادیا اور تملیک مجاور کی کردی وہ حرام ہے اوسکو خریدنا نچاہیئے کہ وہ معصیۃ کی نیت سے مجاور کے پاس آیا ہے اوس مین حرمۃ معصیۃ کے سبب عقد ہبہ کی ہوگئی ہے اور بحیرہ وسائبہ کا حکم وہی ہے جو اوپر کی شق مین لکھا گیا کیونکہ بحیرہ وغیرہ کا کوئی مالک نہین کیا جاتا بلکہ بت کے نام چھوڑ دیتے ہین فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

سوال ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام مدلل ارقام فرماوین الجواب دار الحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علماء حال مین ہے اکثر دار اسلام کہتے ہین اور بعض دار حرب کہتے ہین بندہ ابھی فیصلہ نہین کرتا فقط واللہ تعالے اعلم۔

سوال۔ عدم سوال قبر مخصوص شہدائے مقتولین سے ہی ہے یا ہر قسم شہداء کے اور اولیاء اللہ بھی بمرتبہ شہدا اور داخل تحت آیۃ بل احیاء عند ربہم ہین یا نہین کیونکہ وہ مجاہد فی النفس ہین کہ یہ جہاد اکبر ہے فقط الجواب اولیاء کرام بھی بحکم شہدا ہین اور شمول آیۃ بل احیاء عند ربہم کے ہین اور سوال قبر نہ ہونا شہداء

سے بندہ کو معلوم نہین مگر ہان حدیث مین آیا ہے کہ شہید کو عذاب قبر سے امن دی جاتی ہے اور یہ فضیلت اولیاء عظام کے واسطے بھی ہے فقط واللہ تعالے اعلم۔

۱۵ **سوال** سماعت موتی ثابت ہی یا نہین درصورت جواز یا عدم جواز قول راجح کیا ہی اور تلقین بعد دفن ثابت ہی یا نہین فقط **الجواب** یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم سے مختلف فیہا ہی اسکا فیصلہ کوئی نہین کر سکتا تلقین کرنا بعد دفن کے اسپر ہی مبنی ہے جسپر عمل کرے درست ہی فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** صلوٰۃ الرغائب رجب کے اول جمعہ کی شب کو اور صلوٰۃ نصف شعبان اور صلوٰۃ الضحی بہیئت مخصوصہ ثابت ہین یا نہین درصورت عدم ثبوت اسکا فاعل کس درجہ کا گنہگار ہوگا کبیرہ یا صغیرہ کا فقط **الجواب** یہ نمازین باین قیود جو مروج ہین بدعة ضلالة ہیںیا جسکا مآل کبیرہ کا ہے اگرچہ نفس صلوٰۃ نفل مندوب ہی شرح اسکی براہین قاطعہ ہین دیکھو فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** جس مقام پر تفسیر مصر حسب فقہا رصادق نہ آتی ہو مثل قریہ وغیرہ یا جس مصر مین حاکم اور نائب بھی نہو کہ اجراے حدود شرعیہ کرے اور کفار وہان کے مانع احکام شرعیہ بھی ہوں تو وہان جمعہ عیدین قایم کیا جاوے یا نہین اگر ایسی جگہ قایم کرلین تو صحیح ہوگا یا ظہر ذمہ باقی رہے گی اور حدیث لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع صحیح ہے یا ضعیف **الجواب** یہ حدیث قول حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کا صحیح ہے اور اسپر ہی عملدرآمد حنفیہ کثرہم اللہ تعالے کا ہے قریہ مین نماز جمعہ ادا نہین ہوتی کسی حال البتہ قصبہ یا شہر مین اگر غلبہ کفار کا ہو اور اپنا امام خطیب مقرر کرکے جمعہ ادا کرین جیسا اب مروج ہے تو جمعہ ادا ہو جاتا ہے ظہر ساقط ہو جاتی ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** لو تام جانور کے درست ہین یا نہین اگر درست

ہین تو کس وجہ سے اور جیب گھڑی چاندی کی جائز ہے یا نہین فقط **الجواب** بوتام چاندی سونے کے درمختار مین درست لکھے ہین اور قاعدہ شرع سے جواز ثابت ہے اور گھڑی چاندی کی درست نہین گھڑی ایک ظرف مستقل ہے اور بوتام تابع کپڑے کے مین مثل گوٹہ ٹھپہ کے فقط **سوال** [۲۲] سالگرہ بچون کی اور اوسکی خوشی مین اطعام الطعام کرنا جائز ہے یا نہین **الجواب** سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج نہین معلوم ہوتا اور بعد چند سال کے کھانا لوجہ اللہ تعالے کھلانا بھی درست ہے فقط **سوال** [۲۳] ابتداے مکتب مین بسم اللہ بچون کی خاص چار سال اور چار ماہ اور چار روز ہی مین کرنا ثابت اور جائز ہے یا نہین اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سن شریف ابتداء انشراح صدر کیا تھا ارقام فرماوین **الجواب** ابتداء مکتب کی کوئی قید نہین اور شرح صدر اول چار سال کی عمر مین تھا فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر: رشید احمد]

سوال ناف کے تلے ہاتھ نماز مین باندہنا سنت ہین یا اوپر ناف کے اگر کوئی ناف کے اوپر باندھے تو کیا غیر مقلد ہو جاوے گا اور بعد جمعہ کے سنت چار رکعت پڑہنی چاہئے یا چھ رکعت اور نماز جنازہ مین سورۂ فاتحہ اگر قراءۃ کی نیت سے پڑھ لیوے گا تو کیا گنہگار ہوگا اور اعتکاف اگر پورے دس روز کا نہین کیا تو اداے سنت ہوئی نہین فقط از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ خط آیا جواب یہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مستحب ہے اور اس مسئلہ مین خلاف شافعی صاحب رحمہ اللہ کے اوپر مستحب فرماتے ہین اگر کسی نے ناف کے اوپر ہاتھ باندھ لئے تو اتنی حرکت سے غیر مقلد نہین ہوتا۔ بعد جمعہ کے چار رکعۃ سنت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک ہین اور امام یوسف نے چھ رکعۃ فرمائی اول چار پھر دو جس پر عمل کرے

سوالات مرسلہ مولوی احمد صاحب مراد آبادی ۱۰ شعبان ۱۳۱۱ھ

۳ نماز جنازہ مین سورۂ فاتحہ پڑھنا بہ نیتہ قراءۃ امام صاحب رحمہ منع فرماتے ہین
بطور دعا مضائقہ نہین اگر قراۃ کی نیتہ سے پڑھ لیوے گا تو گنہگار بھی نہوگا کیونکہ
محدثین اور شافعی صاحب رحمہم کے نزدیک سُنتہ ہے لہذا گنہگار نہوگا ۴ اعتکاف
مسنون تو پورے دس رات دس دن کا ہوتا ہے یا نو روز کا اگر چاند ۲۹ دن کا ہو اور
اگر خیال ادائے سنتہ کا نہین تو جسقدر چاہے کر لیوے فقط والسلام مورخہ ۲ شعبان روز شنبہ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ کارڈ جوابی آج آیا آج ہی
جواب لکھتا ہون اور اس سے پہلے کوئی خط نہین آیا۔ اگر کسی پر دس بیس روزہ رمضان
کے عمداً توڑنے کے سبب کفارات ہون اگرچہ چند رمضان کے ہون تو سب کا ایک کفارہ
آتا ہے ہر یک روزہ کا جدا نہین ہوتا۔ بعد ختم قرآن کے دعا مانگنا مستحب ہے خواہ تراویح
مین ختم ہوا ہو خواہ نوافل مین خواہ خارج نماز پڑھا ہو کہ بعد عبادۃ کے نماز ہو یا ذکر ہو
اجابتہ کی توقع ہے اور جو کچھ کنز العباد وغیرہ مین لکھا ہے وہ قابل اعتبار نہین حدیث سے
یہ ثابت ہے کہ بعد تلاوۃ قرآن کے اور بعد ختم قرآن کے وقت اجابتہ کا ہے لہذا ختم
بعد تراویح بھی اسمین داخل ہے اگر اس وقت کی دعا کو واجب اور ضروری جانے تو بدعتہ
ہے اوس کو ہی شاید کنز العباد وغیرہ مین بدعتہ کہا ہو واللہ تعالے اعلم اور ایک دفعہ
بسم اللہ کا پکار کر پڑھنا ختم مین چاہیئے حنفیہ کے نزدیک خواہ فاتحہ کے ساتھ پڑھ
لیوے خواہ کسی اور سورۃ کے ساتھ فقط والسلام مورخہ ۲۹۔ رمضان روز چہار شنبہ

بنام عبد النور صاحب مراد آبادی ۱۱ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ

سوال جماعت دوسری کرنا جائز ہے یا نہین اور دوسری جماعتہ کے ہوتے ہوئے
اکیلے نماز پڑھنا کیسا ہے سوال امامت قاری کی بہتر ہے یا عالم کی سوال کسی کا
کپڑا دھوبی کے پاس سے جاتا رہے اور وہ دھوبی کسی کا کپڑا اوس کو بدلکر دیدے اوس

بنام مولوی محمد علی صاحب ... ۱۲ ... ۱۳۱۳ھ

کپڑے کو لینا اور اوس سے نماز درست ہی یا نہین **سوال** بعض لوگون کو بندہ نے اکثر دیکھا ہے کے بعد نماز فرضون کے ہاتھ سر پر رکھ کر دعائین پڑھتے ہین ارشاد فرماوین کرد دکیا دعا ہین فقط از بنارہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم ١٦ جماعۃ دوسری کرنا اوس مسجد محلہ مین جہان نمازی معین ہین مکروہ ہے تنہا نماز پڑھنا بہتر ہی دوسری جماعۃ کی شرکت سے مگر فساد ہونے کا اندیشہ ہو تو وہان نہ پڑھے دوسری جگہ چلا جاوے ١٦ اگر عالم ایسا قرآن پڑھتا ہی جس سے نماز ہوجاوے تو قاری کو امام ہونا چاہیے اور جو ایسا قرآن پڑھتا ہے کہ نماز فاسد ہو تو قاری امام ہووے ١٣ اگر کپڑا دھوبی کے یہان بدلا گیا تو اگر اپنا کپڑا اچھا ہے اس کپڑے سے یا مساوی ہے اس سے نماز پڑھنا اور استعمال کرنا اسکا درست ہی اور اپنا خراب تہا یہ اچھا آیا تو درست نہین ابتحقیق تمام اگر نشان نہ لگے تو خود حاجتمند ہو تو استعمال کرے ورنہ صدقہ کردیوے ١١ بعد فرضون کے

مقدم راس پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے بسم اللہ الذی لا الہ الا ہو الرحمن الرحیم اللہم اذہب عنی الہم والحزن اسکی تصحیح کسی عالم سے کرالینا زیر زبر کی درستی وہ کردیوینگے فقط والسلام

سہ شنبہ دوشنبہ یکم جمادی الاولے **استفتاء** کیا فرماتے ہین علماء دین مفتیان شرع متین اس مسائل میں جو بصراحت ذیل عرض کئے جاتے ہین۔ اول زید پیری و مریدی کا پیشہ کرتا تھا قضائے الٰہی سے فوت ہوگیا۔ مرید لوگون نے زید کو ایک جلیل القدر بزرگ سمجھ کر وقت دفن کرنے کے قبر مین ہر چہار طرف پتھر لگا دفن کیا اور پھر حسب دستور زمانہ حال زید کی قبر کی چار دیواری پختہ بنائی۔ دوم مرید لوگ زید کی سالانہ برسی کرتی ہین یعنی ایک تاریخ مقرر کرکے کسی دوسرے بزرگ کی خانقاہ مین سب مرید جمع ہوتے ہین وہان پر خلیفہ زید کا مریدان حاضرین کو توجہ

دیتا ہے اور نیز ظاہر کرتا ہے کہ زید اسوقت جلسہ ہذا مین تشریف لائے بلکہ شریک جلسہ ہذا ہین اور فلان فلان ارشاد فرماتے ہین شرعًا امورات مذکورۂ الصدر درست ہین یا خلاف اور جو شخص امورات مذکور کا مرتکب ہوا اوسکا امام بنانا درست ہے یا نہین اور وہ شخص کس درجہ مین ہے فتوے مفصل بشرح ارقام فرمایا جاوے۔

الجواب قبرون پر پتھر لگانا مکروہ ہے اور فقہا نے صراحۃً اسکو منع لکھا ہے اور مولانا محمد اسحق دہلوی مہاجر رحمۃ اللہ تعالے کہ تمام ہندوستان کے علماے محدثین کے استاد و استاد زادہ نواسے و شاگرد و خلیفہ مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ کے ہین اپنے مسائل اربعین اور مایۃ مسائل مین اسکو منع لکھتے ہین الفاظ اربعین کے یہ ہین پختہ ساختن قبر و تعمیر نمودن گنبد و چہار دیواری و چبوترہ نزد قبر جائز نیست اور عرس کے باب مین بھی جواب یہ ہے کہ منع ہے اربعین مین مولانا ممدوح لکھتے ہین مقرر ساختن روز عرس جائز نیست در تفسیر مظہری مینویسد۔ لا یجوز ما یفعلہ الجہال بقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف حولہا واتخاذ السرج والمساجد الیہا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونہ عرسا انتہی اور یہ ہفوات کہ شیخ جلسہ مین حاضر ہے اور یہ امر فرماتا ہے اگرچہ بتاویل صحیح شرک نہین مگر منجر بشرک اور باعث فساد عقیدہ عوام ہے تو یہ امر بھی بدعۃ و ضلال و گناہ سے خالی نہین بسبب انجام شرک کے لہذا یہ سب امور ممنوع و خلاف سنۃ ہین۔ اگر مرتکب و منسوب ان امور کا اصرار کرے اور ترک نکرے تو امام بنانا اوسکو منع ہے گو اوسکے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے جب تک فساد عقیدہ اوسکا محقق نہو اور بندہ مولانا محمد اسحق مرحوم کے فتاوی سے یہ نقل کرتا ہے اگر کسی کو شبہ ہو دونون رسالہ مذکورۂ بالا کو مطالعہ کرلیوے اور نصوص حدیث و فقہ کو نقل نہین کرتا کہ اونکے مطالعہ سے عوام بلکہ خواص ہمارے زمانہ

بس قاصر من فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر: رشید احمد]

الجواب صحیح والمجیب مصیب ، الجواب صحیح والمجیب مصیب ، الجواب صحیح
فخر الدین عفی عنہ گنگوہی ، گل محمد ، سرور علی شاہ عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

الجواب صحیح ، ہذا الجواب صحیح
حبیب الرحمن مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ، محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ عربی دیوبند ، جواب ہر سوالات صحیح ہیں عنایت الٰہی عفی عنہ

جواب صحیح ہے اللہ تعالیٰ ان قبائح کے مرتکب کو اجتناب کی توفیق دیکے اتباع سنت پر قایم رکھے مشتاق احمد عفی عنہ - جواب صحیح ہے اور اس عبارت سے گریز بھی کمال درجہ گمراہی ہے احمد علی عفی عنہ انبہٹوی وارد حال سہارنپور۔ الجواب صحیح فضل الرحمن عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح ، ہذا الجواب صحیح بتکرہ فصیح ، صحیح الجواب
خلیل احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی دیوبند ، محمد مراد عفا اللہ عنہ از مظفر نگر ، تصدیق احمد مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی

المجیب مصیب ، الجواب صحیح ، الجواب صحیح
محمد اسحٰق انبہٹوی عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی ، محمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی ، عبد الرزاق

الجواب صحیح ، جواب صحیح ہے ، الجواب صحیح
بندہ محمود عفا عنہ دیوبندی ، محمد عبد الرشید انصاری سہارنپوری ، بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح ، الجواب صحیح ، اصاب من اجاب
محمد یعقوب علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی دیوبند ، غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی دیوبند ، محمد حسین عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح۔ حبیب الرحمن عفی عنہ دیوبندی۔ من اجاب اصاب محمد شبیر احمد عفی عنہ ، تام شد

مرسلہ مولوی اسمعیل صاحب مرادآبادی ۹ [illegible] ۱۳۰۹ھ

استفتاء کیا فرماتے ہین علماے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ مین کہ زید کہتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے وحی سے معلوم تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تہمت منافقین سے بری ہین اور حضرت یوسف علیہ السلام فلان مقام پر ہین اور عمرو کہتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے وحی کے یہ علم نہ تھا فرماوے کہ زید کا کہنا اور عقیدہ ٹھیک ہے یا عمرو کا اگر زید کا کہنا اور عقیدہ ٹھیک نہین ہے تو عمرو کو زید کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے جائز ہے یا مکروہ اگر مکروہ ہے تو کس قسم کی کراہت ہے جواب اسکا بحوالہ کتب احادیث و روایات فقہ حنفیہ کے صاف صاف تحریر فرماوے بینوا و توجروا

الجواب قبل نزول وحی کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور علی ہذا حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ کو کچھ معلوم نہ تھا بعد وحی کے معلوم ہوا اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو یہ اضطراب و حیرانی کیون ہوتی پس عقیدہ عمرو کا درست ہے اور زید کا غلط ہے پس اگر عقیدہ زید کا اس سبب سے ہے کہ آپکو حق تعالے نے علم دیا تھا تو خطاء صریح ہے ایسا سمجھنا اور کفر نہین اور جو یہ عقیدہ کہ خود بخود آپکو علم تھا بدون اطلاع حق تعالے کے تو اندیشہ کفر کا ہے لہذا پہلی شق مین امامت درست ہے دوسری شق مین امام نہ بنانا چاہیئے اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان کو روکے اور تاویل کرے فقط واللہ تعالی اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مہر: رشید احمد ۱۳۰۱)

الجواب صحیح محمود حسن غفرلہ

المجیب مصیب محمد اسمعیل بیگ عفا عنہ

ہذا الجواب حق والحق بالاتباع حقیق (مہر: محمد عبدالرشید)

الجواب صحیح (مہر: محمد اسمعیل صانہ الجلیل)

(مہر: بنیظرنسیہ ۱۴۰۰ شگفتہ محمد گل)

الجواب صحیح محمد جان علی

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملال خاطر ہونا بوجہ اتہام منافقین کے اور جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا کہ مجھ پر اللہ جل شانہ کا احسان ہے کہ خداوند تعالےٰ نے میری برئیۃ او عصمۃ نازل فرمائی اور بعد اسکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین متہمین کو سزا کا فرمانا چنانچہ ماہر علم حدیث پر روشن و ہویدا ہے یہ دلیل بیّن ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قبل نزول وحی کے علم نہ تھا پس قول زید کا صحیح نہیں ہے قول عمرو کا درست ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم

محمد ابو الفضل عفا عنہ (مہر: محمد ابو الفضل)

مہر فصاحت محمد امام مسجد چوکی حسن خاں مرادآباد

اصاب من اجاب

محمد احتشام الدین عفی عنہ

(مہر: محمد احتشام الدین ۱۲۹۲ خادم الموحدین ہجری)

فی الحقیقت اعتقاد عمرو صحیح و درست ہے اور عقیدہ زید مخالف نصوص ہے اور ایک قسم کا بہتان و افترا نسبت جناب رسالت مآب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہے اللہ تعالےٰ اسکو ہدایت فرماوے

فقط محمد قاسم علی عفی عنہ

(مہر: محمد قاسم علی ۱۲۹۱)

امام و مفتی شہر مرادآباد

اصاب من اجاب

محمد دایم علی عفے عنہ (مہر: محمد دایم علی ۱۲۹۱)

چونکہ عرف میں علم یقینی ہی کو علم کہتے ہیں پس ثبوت تردد وحی سے پیشتر نفی علم کے لئے کافی ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قبل وحی کے علم برائتہ نہ تھا چنانچہ حدیث افک سے علم کا نہونا عمدہ طور سے ثابت ہے

حررہ عبد الرحمن کان اللہ لہ ولوالدیہ

فی الواقع عقیدہ عمرو نہایت صحیح و درست موافق کتاب اللہ وکتاب الرسول کے ہے اسلئے کہ جو کچھ رسول کو معلوم ہوتا ہے وہ بغیر وحی کے معلوم ہی نہیں ہو سکتا پھر زید کا کہنا کہ قبل وحی کے دونوں پیغمبر علیہما السلام کو قصہ معلوم تھا بالکل خلاف عقل و نقل ہے۔

محمد ہدایت العلی عفے عنہ لکھنوی

(مہر: محمد ہدایت العلی)

تمام شد

سوال قبر کو نذر کرنا حضرت کا اور صحنک حضرت فاطمہ کی رضی اللہ عنہا اور کھچڑا
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اور توشہ شاہ عبدالحق رحمہ کا اور دلیا خواجہ
خضر کا کرنا اور ان میں کھانوں کی خصوصیت کرنی کیسی ہے۔ الجواب ایصال
ثواب بلا قید طعام ایام کے مندوب ہی اور قید تخصیص یوم کی اور تخصیص طعام کی بدعت ہے اگر تخصیص
کے ساتھ ایصال ثواب ہو تو طعام حرام نہیں ہوتا گو اس تخصیص کی وجہ سے معصیت
ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم سوال ۲۷ رجب کے روزہ کو ہزاری روزہ سمجھنا کیسا ہے
الجواب ۲۷ رجب کے روزہ کی فضیلت صحاح احادیث میں ثابت نہیں مگر غنیہ میں سیدنا
عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے لکھا ہے اوس کو محدثین ضعیف کہتے ہیں حدیث
ضعیف سے ثبوت نہیں ہو سکتا ہے نفس روزہ جائز ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم
سوال نبی بخش پیر بخش سالار بخش مدار بخش ایسے نام کا رکھنا کیسا ہے
الجواب ایسے نام موہم شرک ہیں منع ہیں اسکا بدلنا چاہیئے فقط واللہ تعالیٰ
اعلم سوال ورق قرآن کے کسی شخص کے پاس موجود ہوں اگر اونکی بے تعظیمی ہوتی ہو
تو کیا کرنا چاہیئے الجواب گھول کر پانی یا کسی شئے میں پی لیوے یا ادب کے ساتھ پارچہ
پاک میں لپیٹ کر کسی ایسی جگہ کہ پامال نہ ہوتی ہو دفن کر دے فقط سوال سرخ پڑیا
کے رنگ کا کپڑا اور سرخ لوں کا استر لگانا درست ہے یا نہیں اور اس کپڑے
سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں الجواب پوڑیا کا رنگ تو بسبب نجاست شراب کے
مرد عورت کو دونوں کو درست نہیں اور مرد کے واسطے سرخ رنگ سوائے معصفر کے
مختلف فیہ علماء حنفیہ میں ہے احتیاط ترک ہے مگر فتوے بعض علماء کا جواز پر ہے اگر اس پر
عمل کرے تو بھی درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد عفی عنہ سوال ایک شخص

نماز پڑھتا ہے اور وہ انگوٹھی یا نہی کی یا روپیہ غسلخانہ مین بھول آیا نماز پڑھنے کی
حالت مین یاد ہوا اب وہ کیا کرے نماز توڑکر لاوے یا نہین اور وہ یہ بھی جانتا ہے
کہ مجکو گمشدہ چیز ملجاوے گی **الجواب** اگر احتمال گم ہونے اور نہ ملنے کا غالب ہے
تو نماز کو توڑکر لانا جائز ہے ورنہ نماز کو تمام کرے فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال**
دعا مین بحق رسول اللہ و ولی اللہ کہنا ثابت ہی یا نہین بعض فقہا و محدثین منع کرتے ہین
اسکا کیا سبب ہے **الجواب** بحق فلان کہنا درست ہی اور معنی یہ ہین کہ جو تونے
اپنے احسان سے وعدہ فرمالیا ہے اوسکے ذریعہ سے مانگتا ہون مگر معتزلہ اور
شیعہ کے نزدیک حق تعالے پر حق لازم ہے اور وہ بحق فلان کے یہی معنی مراد
رکھتے ہین اسواسطے معنی موہم اور مشابہ معتزلہ کے ہوگئے تھے لہذا فقہا نے اس
لفظ کا بولنا منع کردیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسا لفظ نہ کہے جو رافضیون کے ساتھ تشابہ ہوتا ہے
فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال** مسجد کی کوئی چیز اپنے صرف کے لئے لانا یا عبد کو رکھنا
جائز ہے یا نہین **الجواب** مسجد کا مال اپنی حاجۃ مین لاکر صرف کرنا درست نہین
اس مین گنہگار رہتا ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال** تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۱
مین ہے (یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ خدا کی شان کے آگے
چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے) اس عبارت کے مضمون کا کیا مطلب ہے، مولانا علیہ الرحمۃ
نے کیا مراد لیا ہے **الجواب** اس عبارۃ سے مراد حق تعالی کی بے نہایۃ بڑائی ظاہر
کرنا ہے کہ اوسکی سب مخلوقات اگرچہ کیسی درجہ کا ہو اوس سے کچھ مناسبۃ نہین رکھتے
کمہار لوٹہ مٹی کا بناوے اگرچہ خوبصورت پسندیدہ ہو اوسکو احتیاط سے رکھے
مگر توڑنے کا بھی مختار ہے اور کوئی مساوات کسی طرح سے لوٹہ کو کمہار سے نہین ہوتی

پس حق تعالی کی ذات پاک جو خالق محض قدرۃ سے ہے اوس کے ساتھ کیا نسبۃ
و درجہ کسی خلق کا ہوسکتا ہے چمار کو شاہنشاہ ونیلے سے اولاد آدم ہونے مین مناسبۃ
و مساواۃ ہے اور شاہنشاہ نہ خالق ورازق چمار کا ہی تو چمار کو تو شاہنشاہ سے
مساواۃ بعض وجوہ سے ہے بھی مگر حق تعالے کے ساتھ اسقدر بھی مناسبۃ کسی کو
نہین کوئی عزۃ برابری کی نہین ہوسکتی فخر عالم علیہ السلام باوجودیکہ تمام مخلوق سے
برتر و معزز و بے نہایۃ عزیز ہین کہ کوئی مثل اونکے نہوا نہ ہوگا مگر حق تعالے
کی ذات پاک کے مقابلہ مین وہ بھی بندہ مخلوق ہین تو یہ سب حق ہی مگر کم فہم اپنی کج فہم
سے اعتراض بیہودہ کرکے شان حق تعالے کو گھٹاتے ہین اوراسکا نام حب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم رکھتے ہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** عورت کو حالت عدت
زوج مین اپنے والد کی عیادت کو جانا جائز ہے یا نہین **الجواب** عیادۃ پدر
کے واسطے خروج معتدہ کا گھر سے درست نہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال**
حالت جنابۃ مین کلام اللہ شریف ایک مقام سے دوسرے مقام پر رکھنا جائز
ہے یا نہین **الجواب** جنابت کی حالت مین مصحف شریف کا اوٹھانا جزودان
مین یا کسی شی سے پکڑکر درست ہی اور مس کرنا حرام ہی اگرچہ دوسری جگہ رکھنے
کے واسطے ہو فقط **سوال** ہندوستان دارالحرب ہی یا دارالسلام **الجواب**
ہندوستان کے دارالحرب ہونے مین علماء کی حال مختلف ہین اسمین بندہ فیصلہ نہین
کرتا فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہین **الجواب**
یزید پر لعنت کرنے مین جو علما تحقیق کرچکے ہین کہ وہ تائب نہین ہوا لعن کو جائز کہتے
ہین اور جن کو یہ تحقیق نہین ہوا وہ سکوت و منع کرتے ہین یہ احوط ہے فقط واللہ

تعالیٰ اعلم رشید احمد عفی عنہ **سوال** نوشہ کو سسرال کی طرف سے جو جوڑہ پہنایا جاوے
اوس میں گوٹہ پٹکہ بھی لگا ہوتا ہے اوسکو پہننا درست ہے یا نہیں **الجواب** اگر گوٹہ پٹکہ
چار انگشت ہے تو یہ لباس مرد کو درست ہے اگر زیادہ ہے تو ناجائز ہے گوٹہ پٹکہ تحفہ یہ پہننا
مرد کو مطلقاً چار انگشت تک کا جائز ہے نکاح ہو یا بغیر نکاح فقط واللہ تعالیٰ اعلم
سوال کفار کے میلون میں مثل گنگا وہردوار وغیرہ میں جاکر مال فروخت کرنا درست
ہے یا نہیں اگر قرضدار ہو اور امید فروختگی مال کی ہو کہ قرض ادا ہو جاوے گا تو کیا
کرے **الجواب** ہرگز جانا درست نہیں گناہ کبیرہ ہے اگرچہ قرضدار ہو اور امید
فروخت مال اور نفع کثیر کی ہو مطلقاً شرکت ایسے مواقع کی حرام ہے فقط **سوال** تصور
کرنا اولیاء اللہ کا مراقبہ مین کیسا ہے اور یہ جاننا کہ جب ہم اونکا تصور باندھتے ہین تو
وہ ہمارے پاس موجود ہو جاتے ہین اور ہم کو معلوم ہوتے ہین ایسا اعتقاد کرنا کیسا ہے
الجواب ایسا تصور درست نہیں اسمین اندیشہ شرک کا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم
سوال اشعار اس مضمون کے پڑھنے یا رسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفےٰ فریاد ہے
مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفےٰ + میری تم سے فریاد ہے + کیسے ہین **الجواب** ایسے
الفاظ پڑھنے محبت مین اور خلوت مین باین خیال کہ حق تعالیٰ آپکی ذات کو مطلع فرمادیوے
یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہین اور بعقیدہ عالم الغیب اور فریادرس ہونے کے
شرک ہین اور مجامع مین منع ہین کہ عوام کے عقیدہ کو فاسد کرتے ہین لہذا مکروہ ہونگے
فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** صلوٰۃ غوثیہ اکثر مشائخون مین مروج ہے اوسکا پڑھنا جائز
ہے یا نہیں **الجواب** بندہ اسکو پسند نہیں کرتا اور نہ جائز جانے فقط واللہ تعالیٰ اعلم
سوال ایک شخص کو مرض قطرہ ہے اگر حالت نماز مین قطرہ نکل جاوے تو نماز توڑے

یا نہین اگر وسواس اس امر کا ہوتا ہو تو کیا کرے **الجواب** اگر قطرہ نکلا خود نماز فاسد ہوگئی یہ کیا توڑے گا مگر ان جو وسوسہ ہوا تو نہ توڑے بعد نماز دیکھ لیوے اگر نکلا ہے تو اعادہ کر لیوے ورنہ نماز ہوگئی فقط

سوال کفار کو سلام کرنا جائز ہے یا نہین اگر کسی ضرورت کے سبب ہو **الجواب** کفار سے سلام نکرے مگر بضرورۃ مباح ہے فقط

سوال ایک شخص مسجد مین آیا حالت جماعت مین جب تک وضو کیا امام نماز ختم کر کے قعدہ مین تھا وہ شریک قعدہ نہین ہوا دوسری مسجد مین پوری جماعت کے واسطے چلا گیا لہذا اس مسجد کے نکلنے اور شریک جماعت نہونے سے گنہگار ہوگا یا نہین **الجواب** اس نماز کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا گناہ ہے گویا اعراض کیا صلوۃ سے لہذا اس صلوۃ مین شریک ہونا چاہیئے کہ صورۃ اعراض نہ ہووے فقط واللہ تعالی اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد
۱۳۰۱

سوال میلاد شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس صورۃ سے جائز ہے یا نہین استفسار کیا فرماتے ہین علمای دین اس بارہ مین بلا مقرر کئے دن کے میلاد مبارک پڑھوانا یا پڑھنا اور بلا راگ یا راگنی کے نظم پڑھنا جسمین مزامیر نہووے اور اس نظم مین سواے تعریف سچی کے اور کوئی کلمہ تو یا صنم یا کنھیا وغیرہ کا نہووے اور تعظیم وقت ولادت کے کھڑا ہونا اس خیال سے کہ وقت پیدا ہونے نبی صلعم کے ملائکہ مقربین کھڑے ہوئے تھے اور ستارے جھک گئے تھے اور ایام شیرخوارگی مین چاند آپ سے باتین کرتا تھا اور پیدا ہوتے وقت بعض دریا خشک اور بعض جاری ہوگئے تھے اور دیوانخانہ نوشیروان بادشاہ کا جسکے کنگورہ گر گئے تھے دہشت سے اور شیاطین خوف سے پہاڑون مین جا چھپے تھے اور طرح طرح کی کرامتین ظاہر ہوئین تھین جسکی روایتین معتبر موجود ہین اگر کھڑا ہو جاوے تو کیسا ہے اور

سوال از ... سلطان محمد صاحب برادر ... تاج احمد صاحب مراد آبادی ۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۷

اور بایں خیال کہ ذراسے حاکم کو دیکھ کر سب آدمی کھڑے ہوجاتے ہیں اور ہفتہ میں
دو دفعہ حضرت کو خبر پہونچتی ہے کہ فلان امتی نے ایسا کیا آپکو حیاۃ النبی جانکر تعظیم کرنا
پیدایش کے ذکر پر جایز ہے یا نہیں اور سنا ہے کہ آپکے پیر صاحب حاجی امداد اللہ صاحب
بھی مولود سنتے ہیں جواب تفصیل سے فرمائے **الجواب** مجلس مولود کا منصل براہین
قاطعہ میں دیکھو اور حجۃ قول و فعل مشائخ سے نہیں ہوتی بلکہ قول و فعل شارع علیہ الصلوۃ والسلام
سے اور اقوال مجتہدین رحمہم سے ہوتی ہے حضرت نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ فرماتے
تھے (جب اونکے پیر سلطان نظام الدین قدس سرہ کے فعل کی حجۃ کوئی لاتا کہ وہ ایسا
کرتے ہیں تم کیون نہیں کرتے) کہ فعل مشائخ حجۃ نباشد اور اس جواب کو حضرت سلطان اولیا
بھی پسند فرماتے تھے لہذا جناب حاجی صاحب سلمہ کا ذکر کرنا سوالات شرعیہ میں بیجا ہے
فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد ١٣٠١ **سوال** ایک شخص زانی
اور شرابی ہے اوسکی بیوی اوسکے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں اور اولاد حرام کی ہوئی یا
حلال کی **الجواب** یہ شخص فاسق ہے نہ کافر اور نکاح فاسق کا فسق سے فسخ نہیں
ہوتا لہذا نکاح قایم ہے اور اولاد حلال ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** بعض علما
کہتے ہیں کہ مردہ کی روح اپنے مکان پر شب جمعہ کو آتی ہے اور طالب خیرات و ثواب ہوتی
ہے اور نگاہوں سے پوشیدہ ہوتی ہے یہ امر صحیح ہے یا غلط **الجواب** یہ روایۃ صحیح
نہیں فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** ایک امام نماز پڑہا رہا ہے وضو ٹوٹ گیا تو کیا کرے
الجواب از سر نو وضو کرکے نماز پڑہاوے کہ نبار کے مسائل سے لوگ واقف
نہیں ہوتے اور استیناف اولی بھی ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** انگریزی
پڑھنا اور پڑہانا درست ہے یا نہیں **الجواب** انگریزی زبان سیکھنا درست ہے

بشرطیکہ کوئی معصیت کا مرتکب نہو اور نقصان دین مین اوس سننے سے نہ آوے فقط

سوال آریہ سماج کا لیکچر سننا اوس موقع پر کہ سڑک پر ہو رہا ہو ایک کھلے مکان مین کھڑا ہو جاوے تو گناہ تو نہین ہی الجواب آریہ کے وعظ کو سننے کا احتمال فساد دین کا ہی مگر جو عالم ہے اور رد کرے تو کھڑا ہونا جائز ہے ورنہ منع فقط واللہ تعالے اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی

سوال بازار مین ایک عورت آرہی ہے یک بیک اوس پر نگاہ جا پڑے تو گناہ تو نہین ہی الجواب فوراً نگاہ کو روک لیوے تو گناہ نہین اگر دوبارہ قصداً دیکھے گا تو گناہ ہے فقط

سوال مکان رہن لیکر اوسمین رہنا یا کرایہ کو دینا جائز ہے یا نہین الجواب مکان رہن مین رہنا حرام ہے فقط

سوال ہزار بار گناہ صغیرہ وکبیرہ کئے اور ہزارون بار توبہ کی ہے اور پھر قصد کیا کہ اب گناہ نکرونگا مگر پھر شیطان نے گرادیا اب پھر دل سے توبہ کرتا ہے تو قبول ہوگی یا نہین الجواب توبہ جب خالص دل سے کرے گا قبول ہوگی خواہ کتنی ہی بار ٹوٹ گئی ہو فقط

سوال بروقت نکاح چھوارے لٹانا جائز ہی یا نہین الجواب چھوارے لٹانے وقت نکاح کے مباح ہین مگر اسوقت مین نہ چاہیے کہ تکلیف ہوتی ہے حاضرین کو فقط

سوال سر کے بالون مین بوجہ گرمی کے بال کھلوانا جائز ہے یا نہین اسواسطے کہ بالون مین گرمی معلوم ہوتی ہے اون کے کھلوانے سے گرمی نکل جاتی ہے الجواب سارے سر کے بال منڈاوے یا سارے سر کے رکھے بعض کا رکھنا اور بعض کا منڈانا منع ہے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مہر: رشید احمد ۱۲۹۳)

سوال استعانت از اہل قبور خواہ قبور انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام ہون سنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قرون مشہود لہا بالخیر میں صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے یا نہیں در صورت عدم ثبوت بدعت و ممنوع بموجب روایات ذیل ہوگی یا نہیں اگر نہیں تو ثبوت جواز کیا ہے اور در صورت اختلاف بدعت و جواز اولے کیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہم انا کنا نتوسل بنبیک ونحن الآن نتوسل بعم نبیک اور امام ابن قیم اغاثہ میں روایت فرماتے ہیں ثنا علی بن حسین انہ رأے رجلا یجیٔ الے فرجۃ کانت عند قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فیدخل فیہا فیدعو فنہاہ وقال الا احدثکم حدیثا سمعتہ من ابی عن جدی عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لا تتخذوا قبری عیدا ولا بیوتکم قبورا فان تسلیمکم یبلغنی اینما کنتم وانہا ولقد جرد السلف الصالح التوحید وحموا جانبہ حتی کان احدہم اذا سلم علے النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم اراد الدعاء استقبل القبلۃ وجعل ظہرہ الی جدار القبر ثم دعا وقال سلمۃ بن وردان رأیت انس بن مالک یسلم علے النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم یسند ظہرہ الے جدار القبر ثم یدعو ونص علے ذلک الائمۃ الاربعۃ انہ یستقبل القبلۃ وقت الدعاء حتی لا یدعو عند القبر وایضا وکیف یکون دعاء الموتے والدعاء عند قبورہم والاستشفاع بہم مشروعا وعملا صالحا وتصرف عنہ القرون الثلثۃ المفضلۃ بنص الرسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم یفوز بہ الخلوف الذین یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون وایضا وکذلک التابعون کان عندہم من قبور اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بالامصار عدد کثیر فما استغاثوا بقبر احد منہم ولا دعوہ ولا دعوا بہ ولا دعوا عندہ ولا استشفعوا بہ ولو کان ذلک منہم لنقل فیکون ذلک فضلا حرمہ خیر القرون وجہلوہ وظفر بہ الخلوف وعلموہ اور قاضی ثناء اللہ صاحب

علیہ الرحمۃ فرماتے ہین و دعا آنہا خواستن حرام ست **الجواب** اس مسئلہ کی پہلے
تحریرات ہو چکی ہین کہ مأۃ مسائل اور اربعین مسائل مولانا محمد اسحٰق مرحوم دہلوی کو دیکھے
چونکہ اب بندہ سے سوال کیا گیا ہے تو جواب مختصر لکھنا ضرور ہوا استعانہ کے
تین معنی ہین ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بحرمۃ فلان میرا کام کردے یہ باتفاق
جائز ہے خواہ عند القبر ہو خواہ دوسری جگہ اس مین کسی کو کلام نہین دوسرے یہ کہ
صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کردو یہ شرک ہے خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور
کہے اور بعض روایات مین جو آیا ہے اعینونی عباد اللہ تو وہ فی الواقع کسی میت سے
استعانہ نہین بلکہ عباد اللہ جو صحرا مین موجود ہوتے ہین اونسے طلب اعانۃ ہے کہ
حق تعالیٰ نے اونکو اسی کام کے واسطے وہان مقرر کیا ہے تو وہ اس باب سے نہین ہے
اس سے حجۃ جواز پر لانا جہل ہے معنی حدیث سے تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جاکر
کہے کہ اے فلان تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردیوے اس مین
اختلاف علماء کا ہے مجوز سماع موتے اسکے جواز کے مقر ہین اور مانعین سماع منع کرتے
ہین سو اسکا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع مین کسی کو خلاف نہین ہے
اسی وجہ اونکو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت
زیارۃ قبر مبارک کے شفاعۃ مغفرۃ کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے
کافی ہے اور جس کو قاضی صاحب نے منع لکھا ہے وہ دوسری نوع کی استعانۃ
ہے حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتے کا مسئلہ بھی صحابہ کے
وقت سے مختلف فیہ ہے معہذا سلام کرنے کو کوئی منع نہین کرتا بہر حال یہ مسئلہ
مختلفہ ہے اس مین بحث مناسب نہین فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

سوال۔ قبور کا پختہ بنانا اور اوپر عمارات و قبہ و روشنی و فرش فروش وغیرہ جو کچھ کہ لوگ کرتے ہین قابل بیان نہین حالانکہ امور مذکورہ کے منع شدہ ہین احادیث صحیحہ وارد ہین اور فاعلین پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالے کی لعنت فرمائی ہے مگر یہ لوگ تکذیب احادیث کرکے اپنے فعل کی حجت پر قبور انبیاء علیہم السلام بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واولیاء کرام صحابہ وائمہ مجتہدین کو پیش کرتے ہین اور منع احادیث وسنت کو منکر انبیاء واولیا کہتے ہین اور درپے ایذارسانی ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ حرمین اور عرب مین جاکر خلاف شرع انکو نہین کہتے کیا قرآن احادیث وہان پر نہین ہے لہذا عرض ہے کہ عرب وحرمین مین اگر علما و امور مذکورہ کا منع ہونا بیان نکرین تو یہ کیا حجت جواز ہوسکتا ہے **الجواب** ہرگاہ کہ احادیث مین ممانعت ان امور کی وارد ہی پھر کسی کے فعل سے وہ جائز نہین ہوسکتے اور اعتبار قرآن و حدیث واقوال مجتہدین کا ہے نہ افعال خلاف شرع کا اگر عرب مین اور حرمین مین امور غیر مشروعہ خلاف کتاب وسنت رائج ہوگئے تو جواز اونکا نہین ہوسکتا اور جو وہان ان بدعات کو کوئی منع نکرسکے تو یہ حجت جواز کی نہین ہوسکتی اسپر سکوت کی کوئی وجہ نہین کتاب سنت سے رد کرنا چاہئے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** صلوۃ جنازہ وسجدۂ تلاوۃ وغیرہ طلوع واستوا وغروب شمس مین درست ہی یا نہین درصورت عدم جواز اگر پڑھ لیوے تو ادا ہوگا یا نہین **الجواب** عین طلوع واستوا وغروب مین نماز جنازہ سجدۂ تلاوۃ کروہ تحریمہ ہے معہذا اس وقت مین اگر پڑھ دیوے تو ادا ہوجاتا ہے اور ذمہ سے سقوط ہوجاتا ہی بشرطیکہ اسی وقت تلاوۃ آیۃ کی ہوئی اور جنازہ حاضر ہوا اور جو پہلے وقت مکروہ سے سجدہ کی آیۃ پڑھے اور جنازہ آیا

مکروہ وقت میں ادا کیا تو ادا نہیں ہوتا دوبارہ پڑھنا چاہیے فقط کذا فی کتب الفقہ
واللہ تعالیٰ اعلم **سؤال** چور و دیگر ظالم وغیرہ اگر کسی کو مار ڈالیں تو مظلوم شہید
ہوگا یا نہیں اور اگر مظلوم کے ہاتھ سے چور وغیرہ مارے گئے تو یہ گنہگار ہوگا
الجواب چور اور ظالم اگر مظلوم کے ہاتھ سے مر گئے تو شہید نہیں ہوتے بلکہ
فاسق مرتے ہیں اور مظلوم مارا گیا تو شہید ہوا فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سؤال** زید
کہتا ہے کہ مصائب میں صبر اور راحت و خوشی میں شکر کرنا چاہیے کہ اسکا امر قرآن
و حدیث میں وارد ہے اور عمرو کہتا ہے کہ نہیں بلکہ مصائب امراض وغیرہ میں شکر کرنا چاہیے
یہ حصہ انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوا تھا یہ نعمت ورثہ انبیاء علیہ السلام کی رحمت ہوئی ہے
اور راحت و عیش میں صبر کرنا چاہیے کہ یہ عیش دنیا کا کفاروں کا حصہ ہے لہذا
قول کسکا صحیح ہے **الجواب** تکالیف میں صبر کرنا اور نعمت پر شکر کرنا چاہیے اور
تکالیف پر راضی ہونا اعلیٰ درجہ کے اولیا کی شان ہے جو اپنے ارادہ سے فنا ہو رہے
ہیں وہ دوسری شان ہے اور صبر و شکر بلا و نعمت پر دوسری شان ہے فقط واللہ
تعالیٰ اعلم اسمیں دونوں قول بجائے خود صحیح ہیں اور علے الاطلاق سب افراد میں
دونوں بیجا ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سؤال** کتب اصول میں قاعدہ مقرر ہے
کہ حکم مطلق کو مقید کرنا اور مقید کو مطلق کرنا اپنی رائے سے تعدی حدود اللہ اور حرام ہے
اسی کو بدعت بھی کہتے ہیں مثلاً مجلس مولود کہ اہل بدعت نے مطلق ذکر اللہ تعالیٰ خواہ
امر و نہی و دیگر سیر و حالات ہوں مقید کرکے علیحدہ ایک مجلس ٹھہرا لی ہے اسم
اسمی لہذا بدعت و حرام ہوئی یا قیام مجالس مولود میں کہ مطلق ذکر اللہ تعالیٰ و ذکر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مندوب ہے۔ مگر خاص ذکر مولود ہی پر مقید کرنا

بدعت ہو گیا یا ایصال ثواب الی المیت کہ مطلق تھا بلا تعیین وتخصیص کے کہ جب
چاہو کرو اہل بدعۃ نے اوسکو مقید بقیود کرلیا ہے یہ تعدی حدود اللہ اور بدعت
ہے علی ہذا التقلید مجتہدین مسائل اجتہادیہ میں کہ حکم شارع علیہ السلام مطلق ہے چاہیے
جس فرد ماموربہ پر بالتعیین عمل کرے جس اہل ذکر مجتہدین سے چاہے دریافت کرے
کوئی قید شارع نے مقرر نہیں فرمائی جو مقید کرلیا جاوے البتہ نوع واحد پر عمل بوجہ
سہولت واصلاح عوام بلا لزوم عقیدہ وجوب مضائقہ نہیں کہ یہ مطلق ہی ہے
گر وجوب مقرر کرنا تعدی حدود اللہ ہو کر حرام ہوگا اور صرف مصلحتاً عمل کرنے کو
وجوب کا عقیدہ کرلینا تغیر حکم شرع ہے اور مثلاً جو لوگ جہال مجتہدین کو برا کہیں
وہ خود فاسق ہیں مگر حکم شرع کو اونکی وجہ سے مقید کرنا داخل تعدی حدود اللہ
ہوگا ورنہ لازم ہوگا کہ جو جہال محدثین وحدیث کی توہین کریں اونکی وجہ سے
وجوب شخصی کو غیر شخصی کہہ دیا جاوے مگر ایسا نہیں لہذا شخصی غیر شخصی کہ دونوں
مامور اور داخل حکم مطلق ہیں برابر جانے اور کسی مصلحت سے ایک پر ہمیشہ عمل کرنے کو
مناسب مندوب جانے اور عقیدہ وجوب وضروری کا نہ رکھے تو وہ معصیب ہے
یا نہیں **الجواب** تقلید شخصی اور غیر شخصی دونوں مامور من اللہ تعالے ہیں
جسپر عمل کرے عہدۂ امتثال سے فارغ ہوجاتا ہے در اصل یہ مسئلہ درست ہے
اور جو ایک فرد پر عمل کرے اور دوسری پر عمل کرے اس میں در اصل کوئی عیب
نہ تھا اور بوجہ مصلحت ایک پر عمل کرنا درست ہی پس فی الواقع اصل یہی ہے لہذا
جو تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں کہ مامور من اللہ تعالے کو حرام کہتے
ہیں اور جو بدون کسی حکم شرع کے غیر شخصی کو حرام کہتا ہے وہ بھی گنہگار ہے کہ مامور کو

حرام بتاتا ہی دونون ایک درجہ کے ہین اصل ہین اور سائل خود اقرار کرتا ہے کہ مطلق
شرعی کو اپنی راے سے مقید کرنا بدعۃ ہے یہ قول اوسکا صحیح ہے مگر حکم شرع سے
خواہ اشارۃً ہو یا صراحۃً اگر مقید کرے تو درست ہے پس اب سنو کہ تقلید شخصی کا مصلحۃ
ہونا اور عوام کا اس مین انتظام رہنا اور فساد وفتنہ کا رفع ہونا اسمین ظاہر ہی اور خود
سائل بھی مصلحۃ ہونے کا اقرار کرتا ہی لہذا یہ استحسان اور عدم وجوب اوسی وقت
تک ہے کہ کچھ فساد نہو اور تقلید غیر شخصی مین وہ فساد وفتنہ ہو کہ تقلید شخصی کو شرک
اور ائمہ کو سب وشتم اور اپنی راے فاسد سے رد نصوص ہونے لگے جیسا کہ اب مشاہد
ہو رہا ہے تو اوسوقت ایسے لوگون کے واسطے غیر شخصی حرام اور شخصی واجب ہوجاتی ہی
اور یہ حرمۃ اور وجوب لغیرہ کہلاتا ہی کہ دراصل جائز ومباح تھا کسی عارض کی وجہ سے
حرام اور واجب ہوگیا تو اس سبب فساد عوام کی وجہ سے کہ ہر ایک مجتہد ہو کر خرابی
دین مین پیدا کرتا ہے خود مولوی محمد حسین بٹالوی ایسے مجتہدین جہال کو فاسق لکھتے ہین پس
اس رفع فساد کے واسطے شخصی کا واجب ہونا اور غیر شخصی کا ایسے جہلا کے واسطے
حرام ہونا اور عوام کو اس سے بند کرنا واجب ہوا اور اسکی نظیر شرع مین موجود ہے
لہذا یہ تقلید مطلق کی نص سے کی گئی ہے نہ بالراے دیکھو کہ جناب فخر عالم علیہ السلام
نے قرآن کا پڑھنا ہفت زبان عرب مین حق تعالے سے جائز کرایا اور علے سبیل البدل
کسی لغۃ مین پڑھو جائز ہوا اور اس وسعۃ کو آپنے علیہ السلام بڑی مشقۃ وسعی سے
حلال کرایا اور حق تعالے نے اجازۃ فرمائی مگر جب اس اختلاف لغات کے سبب باہم
نزاع ہوئی اور اندیشہ زیادہ نزاع کا ہوا تو باجماع صحابہ قرآن شریف کو ایک
لغۃ قریش مین کر دیا گیا اور سب لغات جبراً موقوف کردیے گئے کہ جملہ دیگر

نجاست کے مصاحف جلادے اور حبر الحسین لے گئے دیکھو یہان مطلق کو مقید کیا
مگر بوجہ فساد امت کے اب اجبکہ تقلید غیر شخصی کرنے مین فساد ظاہر ہے اسمین
کسیکو بشرط انصاف انکار نہوگا تو اگر واجب تقلید شخصی کو کہا جاوے اور غیر شخصی کو
منع کیا جاوے تو یہ بالراے نہین بلکہ بحکم نص شارع علیہ السلام کے ہے کہ رفع
فساد واجب ہر خاص عام پر ہے الحاصل جو کچھ سائل نے لکھا وہ درست ہے مگر یہ اجراء تو اسوقت
تک ہے کہ فساد نہو اور خواص کے واسطے ہے نہ عوام کے واسطے اور ایسی حالت موجودہ مین
جو بچشم خود مشاہدہ ہو رہا ہے وجوب شخصی کا بالراے نہین بلکہ بالنصوص ہے فقط
واللہ تعالے اعلم **سوال** صلوۃ عصر اگر ایک مثل پر پڑھیجاوے تو ہوجاویگی
یا قابل اعادہ ہوگی **الجواب** ایک مثل کا مذہب قوی ہے لہذا اگر ایک مثل پر
عصر پڑھے تو ادا ہوجاتی ہے اعادہ نکرے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** اگر
حالت مرض و سفر وغیرہ مین جمع بین الصلوتین کرلیوے تو جائز ہے یا نہین کیونکہ
شدت مرض و سفر سخت کی تکالیف مین فوت ہونے کا اندیشہ قوی ہے اور اسکے
جواز پر حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کا مسلک بھی ہے کہ مصفی شرح
موطا مین فرماتے ہین مختار فقیر جواز ست وقت عذر و عدم جواز بغیر عذر۔ اور مولانا
عبدالحی صاحب مرحوم بھی جواز کے قائل ہین مجموعہ فتاوی مین لہذا ایسے عذرات مین
آپکے نزدیک بھی جواز ہے یا نہین **الجواب** یہ مسئلہ عمل کرنے مقلد کا دوسرے
امام کے مذہب پر ہے تو وقت ضرورۃ کے جائز ہے عامی کو کیا اوسکو سب کو حق
جاننا چاہیئے اگر اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنے مین دشواری ہو تو دوسرے
امام کے قول پر عمل کرلیوے اسقدر تنگی نہ اوٹھاوے کہ یہ موجب ضرر اور حرج دین کا

ہو جاتا ہے فقط یہی مذہب اپنے اساتذہ کا ہی جیسا اوستاد اساتذنا شاہ ولی اللہ رحمہ نے لکھا ہے فقط **سوال** بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تشہد مین صیغہ خطاب السلام علیک ایہا النبی کی بجاے السلام علی النبی صیغہ غائب سے بدل لیا تھا چنانچہ صحیح بخاری مین حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہی اور فتح الباری وعینی وغیرہ شرح حدیث اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے اسکی روایت فرماتے ہین لہذا جبکہ خود صحابہ رضی اللہ عنہم نے صیغہ تعلیمہ خطاب کو بدل دیا اور پسند نکیا تو معلوم ہوا کہ خطاب غائب کو یا نا جائز ہے یا اولے نہین بہرحال صلوۃ وسلام مین یا تشہد مین خطاب کا نہ کہنا افضل ہے جیسا کہ صحابہ کا معمول تہا یا نہین جیسا کہ معمول زمانہ ہے اگر نہین ہی تو وجہ کیا ہی **الجواب** اگر کسیکا عقیدہ یہ ہی کہ علیہ الصلوۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہین وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے اور جسکا عقیدہ یہ ہے کہ سلام صلوۃ آپ کو پہونچایا جاتا ہی ایک جماعۃ ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا احادیث مین آیا ہی تو دونون طرح پڑھنا مباح ہے پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا تو کوئی حرج نہین کسی مصلحۃ کو یہ کیا ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جاوے جب بھی حرج نہین کہ مقصود حکایۃ ہے دیکھو کہ صحابہ فخر عالم علیہ السلام مین بھی لوگ دور دور اپنے بیوت مین اور مکہ اور بلاد بعیدہ مین خطاب کے لفظ سے پڑھتے تھے جیسا وہان خطاب درست تھا اب کیا وجہ ہے جو حرام ہو علم غیب نہ وہان تھا نہ یہان بلکہ آپکو وہان بھی ملائک پہونچاتے تھے اور اب بھی لہذا صیغہ کو خطاب سے بدلنا کوئی ضرور نہین اور اس مین

تقلید بعض صحابہ کی ضرور نہین ورنہ خود آپ علیہ الصلوۃ ارشاد فرماتے کہ بعد میرے
انتقال کے خطاب مت کرنا بہرحال صیغہ خطاب رکھنا اولی ہے کہ اصل تعلیم اسی طرح ہے
اور مراد بعض صحابہ کی کسی مصلحت کی وجہ سے تھی یا اجتہاد تھا یا استحساناً تھا نہ وجوباً
اسی واسطے جملہ فقہاء ائمہ اربعہ کے متمذہب اس صیغہ کو نقل فرماتے ہین اور تبدیل
صیغہ کی ضرورت نہین لکھتے فقط واللہ تعالی اعلم **سوال** ایسی مسجدین کہ لوگ وہان
بدعات ممنوعات وغیرہ مثلاً تثویب بعد اذان کہتے ہون جانا اور نماز جماعت
مین شریک ہونا چاہیئے یا نہین کیونکہ حضرت عبد اللہ ابن عمر و حضرت علی رضی اللہ
عنہما ایک مسجد مین تثویب سنکر چلے آئے تھے اور فرمایا تھا کہ نکلو اس بدعتی کی مسجد سے
چنانچہ ترمذی شریف اور فتح القدیر و بحر الرائق وغیرہ مین ہے روی عن مجاہد قال دخلت
مع عبد اللہ ابن عمر مسجدا وقد اذن فیہ فثوب المؤذن فخرج عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
من المسجد وقال اخرج بنا من ہذا المبتدع اور فتح القدیر بحر الرائق عینی شرح کنز وغیرہ مین ہے
روی ان علیا رضی اللہ عنہ رای موذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا ہذا المبتدع من المسجد
الجواب یہ بدعۃ فی العمل تھی اگرچہ گناہ ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز اولے
نہین مگر چونکہ اوس زمانہ مین اتقی الناس بہت تھے اور جگہ جگہ ایسے شخص متقی کا
اقتدا حاصل ہوسکتا تھا اور کوئی حرج نہ تھا تو آپ چلے آئے مگر اب یہ امر نہین تو ایسے
جزوی امور پر تشدد مناسب نہین خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حجاج کے
پیچھے نماز پڑھی تھی جب مدینہ مین آیا تھا حالانکہ وہ فاسق تھا لہذا اب بھی ایسے
نازک وقت مین ایسے جزوی امور پر ترک جماعۃ کرنا موجب زیادہ نزاع کا ہے اس سے
پرہیز رکھے فقط واللہ تعالی اعلم **سوال** رجوع امام صاحب مذہب ائمہ ثلاثہ

وصاحبین رحمہما اللہ ایک مثل ظہر ثابت ہی یا نہین **الجواب** رجوع امام صاحب کا
بندہ کو معلوم نہین بلکہ خود امام صاحب کی ایک روایۃ اس باب مین موجود ہے
اور یہی مذہب صاحبین کا ہی لہذا یہ مذہب قوی ہی مگر رجوع کی روایۃ بندہ
کو معلوم نہین لہذا اگر کوئی حنفی ایک مثل پر عمل کرے ملام نہین اگرچہ احوط عصر کا
بعد دو مثل کے اور ظہر کا قبل ایک مثل کے پڑھنا ہے فقط واللہ تعالے اعلم

۱۲ **سوال** سفر السعادت مین درباب صوم رجب فرماتے ہین و رجب را روزہ داشتن
نہی فرمودہ وایضًا و درباب روزہ رجب وفضل آن چیزے ثابت نشدہ بلکہ
کراہیت وارد شدہ عبارت مذکورہ سے مطلق رجب مین روزہ رکھنا منع و مکروہ
معلوم ہوتا ہے یہ ہی صحیح ہے یا مراد اس سے کوئی خاص روزہ ہے جس کو ہزاری
وغیرہ کہتے ہین **الجواب** رجب کا روزہ رکھنا مباح وجائز ہے مگر خصوصیۃ کسی
تاریخ کی کرنا یا اوس کو مسنون اور دیگر ایام سے افضل جاننا یا زیادہ موجب
ثواب جاننا اوس کو مکروہ و بدعۃ لکھتے ہین ورنہ جیسا تمام سال ہے رجب بھی
ایک ماہ ہی فقط واللہ تعالے اعلم اور ہزاری لکھی کچھ نہین اسی وجہ سے بدعۃ لکھا
ہے فقط از پانی پت نہم شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ یوم شنبہ۔ مشفق مہربان میان عزیز الدین
سلمہ از عبد الرحمن عفی عنہ بعد سلام مسنون واضح ہو کہ مین بیماری متعلقین اور
معالجہ چشم خود کی فکر مین چند ماہ سے تھا اسی وجہ سے خط و کتابت بند ہے اب بھی
مین پرہیز مین ہون جو مسئلہ سہل اور کم غور کا ہوتا ہے اوسکا جواب لکھتا ہون
اور زائد خط و کتابت نہین کرسکتا کیونکہ حکیم صاحب کی طرف سے کام کرنے کی
ممانعت ہی ہے۔ تمہارے مسئلون کا جواب یہ ہی نماز پڑھنے مین گھنٹہ کا اعتبار نہین ہے

زوال شمس سایہ اصلی چھوڑ کر ایک مثل کے اندر جمعہ یا ظہر پڑھ لینی چاہیے اور
سوائے سایہ اصلی کے ایک مثل کے بعد بروایت مفتی بہ وقت نماز عصر ہو جاتا ہے
اور رجوع امام صاحب کا حال پھر پوچھنا عصر کی نماز بعد ایک مثل کے ہو جاتی ہے
اعادہ کی حاجت نہین ہمنے اوستادون سے یہی سُنا ہے کہ ہزارہ روزہ کی کچھ اصل
نہین اور سب نفل روزونکی برابر ہے فقط واللہ تعالے اعلم بالصواب العبد عبد الرحمن
بقلم عبد السلام غفر لہ ہم شعبان ۱۳۱۲ یوم شنبہ از پانی پت عبد السلام عفی عنہ کا سام مسنون

سوال حدیث اصحابی کالنجوم الخ کیا عند المحدثین موضوع ہے اگر نہین ہے تو یہ کہنا
کہ یہ حدیث جھوٹی بناوٹی ایک زٹل ہے اور بے دینی اور بد مذہبی ہے گستاخی
نسبت حدیث اور گناہ ہے یا نہین **الجواب** یہ حدیث موضوع نہین اور اسکی
تائید دوسری حدیث سے موجود ہے اختلاف امتی رحمۃ پس گستاخانہ کلام کرنا خود
جرأۃ حصہ بد دینی کا ہے اور بناوٹی کہنا گناہ نہین زٹل کہنا اسکا اگر فسق ہو تو
عجب نہین کہ بیباکی نسبت حدیث کے ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** کتنی مقدار
مسافت سفر مین نماز قصر کرنا چاہیے حسب احادیث صحیحہ **الجواب** چار برید جسکے
سولہ سولہ میل کی تین منزل ہوتی ہین حدیث موطا امام مالک سے ثابت ہوتی ہیں
مگر مقدار میل کی مختلف ہے لہذا تین منزل جامع سب اقوال کو ہو جاتی ہے فقط
واللہ تعالے اعلم **سوال** فرسخ اور میل کی تحدید معتبر کیا ہے **الجواب** فرسخ
تین میل کا اور میل چار ہزار قدم کا لکھتے ہین مگر یہ سب تقریبی امور ہین اصل میل اس
مسافۃ کا نام ہے کہ نظر میل کرے اور یہ بھی مختلف ہے وقت اور محل اور راے کے
اعتبار سے واللہ تعالے اعلم **سوال** مکان وغیرہ ایسے لوگون کو کرایہ پر دینا کہ جو

شراب و دیگر محرمات اوس مین فروخت کرتے ہون یا خود افعال خلاف شرع ممنوعات اوس مین کرین یا کفار کہ وہ اوس مین بُت پرستی کرین منع اور داخل اعانت علے المعصیۃ ہوگا یا نہین **الجواب** ایسے کو کرایہ دینا مکان کا درست نہین حسب قول صاحبین کے اور امام صاحب کے قول سے جواز معلوم ہوتا ہے کہ مکان کرایہ دینا گناہ نہین گناہ بفعل اختیاری مستاجر کے ہے مگر فتوی اسپر ہے کہ نہ دیوے کہ اعانت گناہ کی ہے لا تعاونوا علے الاثم والعدوان فقط واللہ تعالے اعلم **سؤال**[۱۷] کیا تجارت غلہ کی عموماً حرام ہے زید کہتا ہے کہ عموماً حرام ہے کیونکہ احتکار ہے اور احتکار حرام ہے آیا قول زید صحیح ہے یا نہین **الجواب** احتکار کی حرمت اوس وقت ہے کہ عامہ کو ضرر ہونچاوے یا بدنیتی سے اپنے نفع کو عوام کے ضرر کا امیدوار ہوکر گرانی کا انتظار کرے فقط ورنہ درصورت دونون امر کے نہونے کے گناہ نہین فقط واللہ تعالے اعلم **سؤال**[۱۸] گردن کے بال منڈانا درست ہین یا نہین اور یہ سر مین شامل ہے یا الگ ہے اگر الگ ہے تو کس مقام سے اور داڑھی کا خط بنوانا جائز اور ثابت ہے یا نہین اور پنڈلی اور ران کے بالون کا مونڈنا درست ہے یا نہین **الجواب** گردن جدا عضو ہے اور سر جدا لہذا گردن کے بال منڈانا درست ہے سر کا خوط علیحدہ کان کی لو کے پیچھے معلوم ہوتا ہے اوس سے نیچے گردن ہے فقط ریش کا خط درست کرانا درست ہے اگر کسی کے بال رخسار پر سیلے متفرق ہون اور نہ منڈانا اولے ہے اور پنڈلی اور ران کے بال کا دور کرنا درست ہے کہ آپ علیہ السلام تمام بدن پر سوا سے چہرہ کے نورہ کرتے تھے فقط واللہ تعالے اعلم **سؤال**[۱۹] کتب مخبر مذہب و مبتدعین وغیرہ کی تجارت و طبع و اشاعت کرنا کہ اوس مین ابطال

مذہب حق اور تائید مذہب باطلہ ہوتی ہے منع و نا جائز ہے یا نہین **الجواب**
ایسی کتب کی تجارۃ حرام ہے کہ وہ خود معصیتہ کی اشاعت اور اسلام کی توہین ہے۔
فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال** اشیا مسجد فرش وغیرہ بعد خراب ہوجانے یا تو
زائد ہونے کے دوسری مسجد میں صرف کرنا قیمتًا یا بلا قیمتًا جائز ہے یا نہین اور
تیل مسجد حجرہ مسجد مین جلانا جائز ہے یا نہین کیونکہ دینے والا کچھ تصریح حجرہ کی
نہین کرتا ہے **الجواب** فرش بوریہ وغیرہ مسجد کا جب مسجد مین اوسکی حاجۃ نہ رہے
یا ٹوٹ کر خراب بیکار ہو جاوے تو مالک کا ہو جاتا ہے مالک جسنے اول ڈالا تھا
تو وہ چاہے فروخت کر کے اس مسجد مین صرف کر دیوے یا دوسری مسجد مین
دیدیوے خود کام مین لاوے اسپر فتوی بعض علماء نے دیا ہے اور تیل مسجد کا
حجرہ مین جلانا درست نہین عام لوگون کی نیۃ مسجد مین جلانے کی خاصکر ہوتی ہے
اگر دینے والا تصریح حجرہ مین جلانے کی کر دیوے تو درست ہے ورنہ در اصل غرض
خاص مسجد مین دینا غرض ہوتا ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال** نکاح بایں شرط
کہ بعد ایک ماہ کے طلاق دیدونگا خواہ اس لفظ کو عقد مین لایا ہو یا دل مین رکھا
ہو یا ناکح نے کسے اور سے کہا ہو جائز ہے یا نہین **الجواب** نکاح بشرط طلاق بعد
یکماہ تو بحکم متعہ کے حرام ہے اگر زبان سے یہ شرط کیجاوے اور جو دل مین ارادہ
ہے عقد مین ذکر نہین ہوا تو نکاح صحیح ہے کہ عقود مین اعتبار الفاظ کا ہوتا ہے فقط
واللہ تعالےٰ اعلم **سوال** کوڑی و مروّج پیسہ ثمن مین داخل ہین یا نہین اور
سلم انمین جائز ہے یا نہین **الجواب** خرمہرہ اور فلوس نقود مین داخل نہین
عند الشیخین رحمہما اسکی سلم بھی درست ہے مگر امام محمد رحمہ فلوس کو نقد فرماتے ہین اور

اور سلم کو اسمین ناجائز کہتے ہین اگرچہ یہ سلم حسب مذہب شیخین درست ہی مگر موجب تہمۃ کا اور عوام کے نزدیک سبب طعن کا ہی تو احتیاط چاہیے فقط سوال [۲۳] بھنگی مسلمان کہ جسکا پیشہ پاخانہ اوٹھانے اور اوسکی بیع ہی ہوتی ہی اوسکے یہان کا کھانا اور اوسکا مال تعمیر مساجد مین صرف کرنا منع ہے یا نہین الجواب پاخانہ اوٹھانے کی اجرت مباح ہے وہ مال بھی حلال ہی اگر کوئی فساد عقد مین نہو لہذا تعمیر مساجد مین صرف کرنا بھی درست ہی اوسکی اجرۃ صفائی مکان کی ہی پاخانہ کی قیمت نہین جو شبہ کراہۃ کا ہو فقط واللہ تعالی اعلم

سوال [۲۴] اجرت پر ختم کلام اللہ شریف کرانا ایسے لوگون سے جنھون نے محض اپنی روزی اسکو ہی ٹہیرالیا ہے ناجائز ہے یا نہین الجواب قرآن کے پڑھانے کی اجرۃ کے جواز پر تو فتوی متاخرین کا ہے سو اسمین کیا تکرار ہی مگر ایصال ثواب کرنے کو پڑھکر اجرۃ لینا حرام ہے کہ اجرت علی الطاعۃ ہے تعلیم کی اجرۃ تو ضرورۃ جائز کی گئی ہے ایصال ثواب مین نہ ضرورۃ ہی نہ کوئی حرج دنیا و دین کا متصور ہی فقط واللہ تعالے اعلم

سوال [۲۵] جماعت کے اوقات معینہ کے قبل اگر کچھہ لوگ جماعت کرلین خواہ معینہ جماعت کے یہ لوگ ہون خواہ باہر کے تو انکی جماعۃ ہوگی یا معینہ اوقات والون کی الجواب مسجد محلہ مین حق امام و مؤذن و اہل محلہ کا ہی اور جماعۃ کرنا اونکو ہی لائق ہے لہذا اگر دوسرے لوگ جماعۃ کرین گے تو ثواب جماعۃ کا نہوگا اور جماعۃ اولے اہل محلہ کی ہوگی اگر انکو جلدی ہے تو دوسری جگہ جاکر جماعۃ کرلوین فقط واللہ تعالے اعلم اور اگر یہ بھی اس ہی محلہ کے ہین اور چند آدمی ہین جب بھی یہی حکم ہے فقط سوال [۲۶] اگر تنہا نوافل وغیرہ مین رفع یدین محض بخلوص نیت اتباع و محبت کے کرلیا کرے کہ یہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احادیث صحیحہ کثیرہ متواترہ و عمل صحابہ و محدثین و مجتہدین و بعض احناف رحمہما اللہ تعالے

سے ثابت ہے تو ایسی صورت مین اجازت ہوسکتی ہی یا نہین **الجواب** مقلد حنفی کے
نزدیک باتباع اپنے امام کے یہ فعل نکرنا چاہیئے کہ اونکے نزدیک اس مین احتمال
نسخ ہے اور منسوخ پر عمل درست نہین ہوتا مثلاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
انگشتری سونے کی اور حریر پہنکر منسوخ فرمادیا اب کوئی باتباع حدیث اس عمل کو
کرے تو کب حلال ہوگا پس ایسا ہی اس فعل پر عمل کرنا حنفی کو نہین چاہیئے البتہ
اگر محقق عالم ہے اور استحباب اس فعل کا جزم مثل قول امام شافعی علیہ الرحمتہ کے ہو تو
اگر کرلیوے تو مضائقہ نہین مگر اتباع حدیث کی بہت سے امور مین اس فعل مشتبہ
کے کرنے مین کیا بڑا ثواب امید کیا جاتا ہی جو انجام اسکا فساد ہو اور لفعل مستحب ترک
واجبات کرنا پڑے اور تواتر سے اسکا ثبوت اولا محل کلام ہی ثانیا متواتر قفل بھی تو
منسوخ ہوجاتا ہی نفس تواتر سے جواز عمل نہین ہوجاتا بہرحال صحابہ مین یہ مسئلہ مختلف
ہوچکا ہی۔ عدم رفع بھی بہت صحابہ کا مذہب ہے لہذا غیر رافع بھی متبع حدیث وصحابہ کا ہی فقط
واللہ تعالے اعلم **سوال**۱۳۲ رفع سبابہ مین عقد شروع قعود و تشہد سے اور رفع
وقت شہادت کے سنت صحیحہ سے ثابت ہی یا نہین باوجود ثبوت اسکے عامل کو برا جاننا
اور لامذہب کہنا کیسا ہی اور یہ مذہب حنفیہ مین بھی ثابت ہی یا نہین **الجواب**
عمل رفع سبابہ کا تشہد مین سنت ہی اسکے عامل کو برا جاننا زبون اثر ہی حق تعالی
اوس کو ہدایت فرماوے اور حنفیہ بھی اسکی سنیت کے مقر ہین اسپر لامذہب کہنا سخت
نازیبا ہے فقط **سوال**۱۳۳ سورہ فاتحہ صلوۃ جنازہ مین پڑھے یا نہین اور اگر تکبیر آخرین مین
بھی بجاے دعا پڑھ لے تو جائز ہے یا نہین **الجواب** یہ مسئلہ مختلفہ ہی امام صاحب
حدیث سے ممانعت قراۃ قرآن کی نماز جنازہ مین ثابت کرتے ہین اگر دعا کی طرح پڑھے

درست ہے توجب نہی اور جواز دونون حدیث سے ثابت ہین اور مسئلہ مختلفہ تو ایسے فعل کو کرنا کیا ضروری ایسے افعال کرکے لا مذہب مشہور ہونا ہوتا ہی اتقوا مواضع التہم خود حکم شارع علیہ السلام کا ہے مستحب مختلفہ کو اداکرکے فساد برپا کرنا کسی کے نزدیک جائز نہین فقط واللہ تعالے اعلم ۲۹ **سوال** صلوۃ جنازہ اگر بسبب عذر مطر وغیرہ مسجد مین پڑھ لیجاہے تو درست ہی یا نہین **الجواب** عذر کے سبب کہ جگہ بسبب مطر کے نہو اگر پڑھ لیوے تو مضایقہ نہین ورنہ یہ بھی مسئلہ مختلفہ ہے اسکو کرکے محل طعن بنا لایق نہین فقط واللہ تعالے اعلم ۳۰ **سوال** اگر قضا رچند صوم رمضان کے سبب کفارات ہون خواہ دو رمضان کے جمع ہون تو کفارہ ایک ہی کافی ہوگا یا ہر ایک صوم کا علیحدہ اور اگر طالب علمی مین کفارہ نکرسکے تو بعد فراغ علم درست ہی یا نہین **الجواب** کفارات مین تداخل ہوجاتا ہی اگر دس روزہ رمضان کے خواہ ایک ماہ خواہ چند سال کے جمع ہون تو ایک کفارہ کافی ہے اور اگر بعد فراغ طالب علمی کے کفارہ دیوے توبھی درست ہی مگر جب تک طاقت صوم کی ہے اطعام جائز نہوگا فقط واللہ تعالے اعلم ۳۱ **سوال** بعد تکبیر فرض فجر کے شریک جماعت ہوجاوے یا سنت پڑھکر درصورت پڑھنے کے کس جگہ خارج و غائب مسجد یا داخل مسجد اور درصورت شریک جماعت ہوجانے کے بعد فرض کے سنت پڑھے یا نہین **الجواب** اگر جگہ سنت پڑھنے کی پردہ مین نہین تو شریک فرض کی جماعت کا ہوجاوے شرط ادا سنۃ کی ایسی حالت مین یہ ہی کہ پردہ سے پڑھے اور ایک رکعۃ امام کے ساتھ پالیوے اور جماعۃ کے روبرو کھڑے ہوکر پڑھنا سخت معصیۃ ہی اور جب یہ سنت رہ گئی تو بعد فرض کے کہین بھی نہ پڑھے بلکہ اگر پڑھنا چاہے تو بعد طلوع شمس کے پڑھے کہ نفل ہوجاوینگے

بعد فرض فجر کے نفل کو مطلقاً منع حدیث مین فرمایا ہی یہ مسئلہ بھی مختلفہ ہے فقط
واللہ تعالے اعلم **سوال** مال حرام مثلا بذریعہ سود و زنا ولہو تماشا ڈھول تاشا
و تجارت ممنوعات شراب و تصویر وغیرہ سے حاصل کیا ہو ایسے مال کے عوض بیع کرنا
اور مشتری کو اوس مال کا لینا حرام ہے یا حلال **الجواب** جسکا مال حرام ہے
اوسکے ہاتھ اگر حلال اپنا مال بیع کرے گا تو ثمن حرام ہی رہے گا حلال نہین ہوجاویگا
حرام شی ہر جگہ حرام ہی رہتی ہی البتہ مالک کے پاس اگر پہونچ جاوے تو حلال ہوجاویگی
کہ وہان اول بھی حلال تھی پھر وہان جاکر بھی حلال ہوجاوے گی کہ وجہ حرمۃ کی رفع ہوگئی
ورنہ جہانتک وہ پہونچے گی حرام ہی رہے گی جب تک مزیل حرمۃ اوسکا نہ ہوجاوے
فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** بال سر کے گردن کے نیچے لٹکالینا جسکو کاکلین بھی
کہتے ہین جائز ہی یا نہین اور کاکلون کو جو فعل یہود اور منع حدیث مین فرمایا ہے
اسکے کیا معنی ہین اور بال کانون سے نیچے رکھنا جو سنت سے ثابت ہین اسکے
کیا معنی ہین اور کاکل یعنی فعل یہود اور مشابہت عورات سے ہین یا نہین **الجواب**
بال سر کے جہانتک چاہے بڑھالیوے درست ہین مگر بعض سر کا مُنڈانا اور بعض کا
رکھنا مشابہۃ یہود ہے یہ مکروہ ہے اور تمام سر کے بال بڑھانا نہ یہ کاکل ہے اور نہ
یہ ممنوع ہے فقط واللہ تعالے اعلم کاکل یعنی حلق بعض و ترک بعض فعل یہود کا اور
منع ہے اور بال بڑھانا جو سنۃ سے ثابت ہی وہ منع نہین اونکو کاکل کہنا
اصطلاح جدید ہی اور مشابہۃ عورتون کی جب ہوویگی کہ عورتون کی طرح چوٹی گوندہے
ورنہ کوئی مشابہۃ نہین نہ کراہۃ فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** جو لوگ کہ حضرت
مولانا محمد اسمعیل شہید علیہ الرحمۃ کو غیر مقلد کہتے ہین کہ مجتہدین رحمہما اللہ کی تقلید نہین

کرتے تھے آپکے نزدیک یہ قول صحیح ہی یا نہین اور مولانا صاحب مرحوم کی تالیفات سے اس امر کی تصریح ہو سکتی ہے یا نہین **الجواب** بندہ نے جو کچھ سُنا ہے مولانا مرحوم کا حال وہ یہ ہے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملی اوسپر عمل کرتے تھے اگر نہ ملتی تو امام ابو حنیفہ رحمہ کی تقلید کرتے تھے واللہ تعالےٰ اعلم اور بندہ نے اونکی زیارت نہین کی جو مشاہدہ اپنا لکھون اور اونکی تصانیف سے بھی غالبًا یہی نکلیگا واللہ تعالےٰ اعلم **سوال**۳۵ اگر بوجہ نملنے پانی یا مٹی کے وضو و تیمم نکرسکے تو نماز کس طور پر پڑھنی چاہئیے یا قضا کرلیوے **الجواب** اگر ایسا موقع ہوجاوے تو وہان تشبہ بالمصلین کرے اور نماز کو قضا کرلیوے یہ مذہب امام صاحب علیہ الرحمۃ کا ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال**۳۶ چیتے وغیرہ سباع جانورون کے چمڑون پر بیٹھنے اور سوار ہونے سے جو احادیث کثیرہ مین ممانعت فرمائی گئی ہی چنانچہ ترمذی شریف مین ہی ان النبی صلے اللہ علیہ سلم نہی عن جلود السباع ان تفترش انتہی اور ابو داؤد مین ہی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن لبس جلود السباع والرکوب علیہا اور نسائی مین ہی نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن میاثر النمور و نہی عن جلود السباع انتہی ان احادیث کا مطلب کیا ہی کیونکہ بالعموم عوام و خواص اسکو مصلی بناتے ہین و دیگر ضروریات بستر فرش وغیرہ مین استعمال کرتے ہین بالخصوص اہل علم و فضل اور کوئی کراہت تک بھی نہین خیال کرتا لہذا وجہ عدم کراہت در صورت جواز استعمال کیا ہے **الجواب** استعمال غیر مدبوغ جلد سباع کا تو حرام ہی اور لبد و باغت کے استعمال اوسکا مکروہ تنزیہی ہی بوجہ عادۃ متکبرین کے اور اثر بد جانور کی اور استعمال اونکا ترک اولے جائز ہے حرام نہین فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال مساجد کے بلند کرنے اور زیب و زینت و نقش و نگار طلائی و نقرئی وغیرہ جو آجکل
عوام کرتے ہین احادیث صحیحہ کثیرہ مین اسکی ممانعت وارد ہے اور فعل یہود سے مشابہت
دی گئی ہے چنانچہ ابو داؤد مین ہے ما امرت بتشیید المساجد قال ابن عباس لتزخرفنہا کما
زخرفت الیہود والنصاری لہذا حسب احادیث امور مذکورہ ممنوع و حرام ہونگے یا
اگر جواز یا استحباب جیسا کہ معمول زمانہ ہے اگر ہو تو ارقام فرماوین **الجواب** فخر و ریا
مساجد کا اونچا کرنا حرام ہے اور جو شوکت و ابہت اسلام کے واسطے کرے مباح ہے جیسا
حضرت عثمان رضی اللہ تعالے نے کیا کسی صحابی نے اوپر انکار و رد نفرمایا اگرچہ آثار
سابق کی بنا کو مستحسن جانتے تھے یہی دلیل جواز کی ہے فقط واللہ تعالے اعلم۔

سوال یہ مضمون شعر ارے محمد سر قدرت ہے کوی رمز اسکی کیا جانے ٭ شریعت مین تو
بندہ ہی حقیقت مین خدا جانے ٭ محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفے جانے ٭ کوئی سمجھے تو کیا
سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے ٭ خدا و مصطفے کے کنہ مین ادراک عاجز ہے ٭ محمد کو خدا جانے
خدا کو مصطفے جانے ٭ وہی ہے ایک دریا اوسکی موجین دو عالم مین ٭ غریق قلزم عرفان
ہو تو سب یہ ماجرا جانے ٭ احد نے صورت احمد مین اپنا جلوہ دکھلایا ٭ بجلا بغیر سطح کوئی
اوسکا مرتبہ جانے ٭ چاند بدلی مین چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا ٭ شکل انسان مین
خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا ٭ اسمین الوہیت و رسالت مین فرق نہین جانتے اور یہ ظاہر
کفر ہے لہذا انکا پڑھنا بالخصوص مجمع عوام مین اور نیز عقیدہ کرنا کیسا ہے کفر ہے یا فسق
یا جائز ہے اور در صورت جواز مطلب کیا ہے فقط **الجواب** ان اشعار کے معانی
اگرچہ بتاویل درست و صحیح ہوسکتے ہین مگر چونکہ بظاہر موہم شرک ہین اس لئے عوام کے
روبرو تو انکا پڑھنا موجب فتنہ کا ہے اس سے حذر کرنا چاہیئے اور پڑھنے والے

انکے مجالس عوام مین گنہ گار ہوتے ہین لہذا پرہیز منہا انکا حرام ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۳۹ **سوال** اگر قرض باوجود قصد و فکر و کوشش کے بوجہ افلاس ادا نہو سکے اور انتقال کرجاوے تو اوسپر حق العباد رہے گا یا بوجہ مجبوری ماخوذ نہوگا **الجواب** ایسی حالت مین اوسکے ورثہ کو دین اوسکا دیوے کہ وہ وارث مالک ہوگئے ہین اور جو دینے کی طاقت نہ ہوئی اور عزم دینے کا رکھتا ہے تو خدا تعالیٰ چاہے معاف کرا دیوے یا اعمال اوس کے دلا دیویگا اوسکی مشیت مین ہی خالص نیت والے کے واسطے معافی کا حکم حدیث سے معلوم ہوتا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۴۰ **سوال** اکثر ادویات انگریزی مثل عرق وغیرہ جو طیار ہوکر آتا ہی لنظا ہر اوس مین اختلاط شراب جو بوجہ سرعت نفوذ تاثیر کے باوصف قلت مقدار جو مضا یقہ شراب سے ہی اور بعض واقف لوگون سے بعض عرق و بسکٹ وغیرہ مین اختلاط شراب معلوم ہوا ہی ہے۔ ایسی حالت مین استعمال اوسکا منع ہے یا نہین **الجواب** جسمین خلط شراب یا نجس شی کا ہے اوسکا استعمال باوجود علم کے حرام ہی اور لاعلمی مین معذور ہی فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۴۱ **سوال** جو نان پاؤ یا بسکٹ وغیرہ بخمیر تاڑی ہو جو منجملہ مسکرات ہے کھانا اوسکا ناجائز ہے یا نہین **الجواب** یہ مسئلہ مختلفہ ہے امام محمد کی روایۃ نجاسۃ و حرمۃ کی ہے اور شیخین کی جواز کی تحقیق اور فتویٰ دونون جانب فرمائی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم **سوال** ۴۲ کافر یا فاسق کی مدح اگر اوسکی صفات حمیدہ مثل حسن خلق و صدق و حیا وغیرہ کے کہ حدیث شریف مین وارد ہے الحیاء شعبۃ الایمان درست ہی یا ممنوع و حرام بوجہ حدیث شریف اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ واہتز لہ العرش **الجواب** بتخصیص یہ کہنا کہ فلان شخص مین یہ صفۃ اچھی ہی اگرچہ وہ کافر ہے تو لنظاہر جائز

معلوم ہوتا ہی فقط واللہ تعالے اعلم البتہ مدح مطلق کرنا گناہ ہی کہ اسمین تعظیم فاسق کی ہوتی ہے اور ہم کو حکم اونکی توہین کا ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** قبرستان مین صلوۃ جنازہ پڑہنا درست ہی یا نہین **الجواب** قبور مین اگر نماز جنازہ کی پڑہ دیوے تو درست ہی مگر خارج از قبور ہونا بہتر ہے فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** صلوۃ جنازہ معہ جوتہ پڑہنا درست ہے یا نہین بالخصوص زمین نجس پر **الجواب** اگر جوتی پاک ہے تو نماز جنازہ درست ہی ورنہ درست نہین ایسا ہی حال زمین کا ہی پس زمین ناپاک پر کھڑے ہوکر بھی درست نہ ہووے گی فقط اور زمین خشک ہوکر پاک ہوجاتی ہی واللہ تعالے اعلم۔ **سوال** بعض حضرات صوفیہ و بزرگان دین کے احوال جو سُنے جاتے ہین والعلم عند اللہ کہ وہ اپنے نفس پر تکالیف شاقہ دشوار یا مشقتین اوٹھاتے ہین مثلاً ٹاٹ زنجیرین پہننا خصی کرڈالنا جنگلون مین نکلجانا تختی مین پڑنا ترک نکاح ترک لباس ترک طیبات لحم دغیرہ وغیرہ امور کو گویا اپنے اوپر حرام کرلینا کہ جو حسب شرع شریف سنن اور مستحسن یا مباح ہین اور مصائب سختی مین ڈالنا ممنوع کیونکہ آیۃ لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا اور قول ان الدین یسر اسکے خلاف ہے البتہ یہ رہبانیت یہود و نصاریٰ مین تھی سو اللہ تعالے نے اوسکی مذمت فرمائی قال اللہ تعالے ورہبانیۃ ابتدعوہا ماکتبنا علیہم الآیۃ اور ابو داؤد مین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاتشددوا علی انفسکم فیشدد اللہ علیکم فان قوما شددوا علی انفسہم فشدد اللہ علیہم فتلک بقایاہم فی الصوامع والدیار رہبانیۃ ابتدعوہا ماکتبنا علیہم انتہی جبکہ ایسے امور بدعت اور ممنوع ٹہیرے تو اونکے باعث کمال تو کیا بلکہ زوال ہوگا بعض کو سُنا ہی کہ بارہ برس چاہ مین لٹکے رہے اور دریا مین چھ ماہ سرا مین اور

چھ ماہ گرما مین دہوپ مین پڑے رہے ان امور سے سمجہ مین نہین آتا کہ نماز وغیرہ حوائج دین و دنیا کس طرح ادا ہوئی ہونگی کیونکہ یہ احوال بزرگان اہل دین کے لوگ بیان کرتے ہین عوام جہال صوفیونکا کیا ذکر اور کیا پوچھنا لہذا عرض یہ ہے کہ اسلام کی درویشی تو محض اتباع سنت و اتباع شریعت پر موقوف ہے خلاف اسکے ہرگز نہین ہو سکتی اگرچہ کیساہی کمال حاصل کرے مگر معتبر نہین پھر یہ امور تو سنت اور صحابہ کے رویہ کے خلاف ہین چہ جائیکہ اونکو کمال مانا جاوے پھران امور کو اولیاء اللہ کی طرف نسبت کرنا اور کمال معتبر جاننا چاہیئے یا خلاف قرآن و حدیث جانکر انکو رد کرے

الجواب بزرگان دین نے جو مجاہدات کئے ہین کوئی ایسا امر نہین کیا جس سے کوئی بیرو سے شرع کے اونپر طعن کر سکے کیونکہ حق تعالے فرماتا ہے وجاہدوا فی اللہ حق جہادہ اور مخالفہ نفس و شیطان کی کرنا خود جہاد اکبر ہے نص سے یہ ثابت ہے پس تہذیب نفس کے واسطے لذائذ و مباحات لباس و راحۃ وغیرہ کو اونھون نے ترک کیا تھا تاکہ نفس اونکا تقاضا معصیۃ سے باز رہے اور امارہ اونکا مطمئنہ ہو جاوے خود فخر عالم علیہ السلام نے بعض اوقات مرغوب شی کو ترک کر دیا ہے اور صحابہ نے بھی اوربحکم اذہبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا لذائذ کو نہین کھایا اور خود زینت مکان کرنے سے حضرت علیہ السلام نے فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا پر رنج ظاہر کیا تو اشارۃً ثابت فرمادیا کہ اگر مباحات کو تہذیب نفس کے واسطے چھوڑین درست ہے اور آپ کا علیہ الصلوۃ فقر اختیاری تھا نہ اضطراری تو اس سے ان مباحات کو ترک کرنے سے اجازۃ نکلتی ہے اور بزرگون نے ترک مباحات لذائذ کا کیا ہے نہ یہ کہ تحریم اپنے نفس پر کر لی ہو مریض اگر سبب مرض کی کوئی شی ترک کرے اور تمام عمر بیماری کی وجہ سے

اوسکو نہ کھاوے تو کچھ ملامۃ شرع کی نہین اور نہ وہ محرم ہوتا ہے ایسا ہی بزرگون نے طیبات کو ترک کیا ہے بوجہ معالجہ باطنی اخلاق نفس کے نہ بوجہ تحریم کے اور خصی ہونا اور دریا مین پڑا رہنا بترک صلوۃ وغیرہ یہ بزرگون سے نہین صادر ہوا کسی محق نے بزرگون پر یہ تہمت لگائی ہے ہان اگر چاہ مین لٹکے اور دریا مین کسی وقت سزاے نفس کے واسطے گرے تو نماز فرائض اور اوراد کو بوجہ احسن ادا کرکے یہ کام کیا ہوگا ورنہ تمام مشاق اصلاح وتکمیل صلوۃ وصوم کے واسطے کرتے تھے اونکو کیسے ترک کرتے یہ غلط تہمت ہے اور ترک نکاح کرنا اکثر بزرگوں سے ہوا بوجہ اپنی شہوۃ پر اعتماد کے کہ معصیۃ سے محفوظ ہونگے اور فراغ خاطر کی وجہ سے عبادت مین اور مال حرام سے بچنے کو کہ نفقہ حلال کا پیدا کرنے مین زوجہ کے واسطے دشواری جانتے تھے اور اپنے نفس پر گھاس حلال پر قانع ہوتے تھے تو ان وجوہ سے ترک نکاح معیوب نہین بلکہ بعض اوقات واجب ہوجاتا ہے کہ نکاح نکرے پس یہ طعن شرعًا بالکل ناروا فہمی نا واقفیۃ دین کے قواعد سے ہے۔ بہرحال اونکا مجاہدہ باشارہ نصوص تھا اور اس مجاہدہ کے سبب اونکو قوۃ روحانی اور تہذیب اخلاق ونفس حاصل ہوتی تھی لہذا یہ اونکے حق مین عبادۃ تھا اور ترک مباح پر کوئی گناہ وعتاب نہین ہوتا البتہ مباح کو حرام کرنا بدعۃ ومخالفۃ ہے سو اونسے یہ امر ہرگز سرزد نہین ہوا ترک مباحات بطور معالجۂ امراض نفس کے ہوا ہے پس اون اکابر کے جملہ افعال عین کمال تھے اور عین موافقۃ حکم شرع کے ہے کار پاکان را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نبشتن شیر وشیر فقط واللہ تعالے اعلم

سوال اگر قریہ مین جمعہ پڑھ لیوے باینوجہ کہ احادیث مین وارد ہے اور محدثین اور شافعی صاحب رحمہم اللہ تعالے کا مذہب ہے تو ہوجاوے گا یا گنہگار ہوگا اور ظہر ذمہ باقی رہے گی الجواب قریہ مین جمعہ حنفیہ

کے نزدیک ادا نہین ہوتا تو اونکے نزدیک تو یہ مین جمعہ نہ پڑھے کہ اونکا جمعہ درست نہین ہوتا اور نہ ظہر ذمہ سے ساقط ہوتی ہی اور جماعۃ نماز جمعہ کی نفل نماز کی جماعۃ ہوکر کراہۃ تحریمیہ ہوتی ہی کہ جماعۃ نوافل کی بتداعی مکروہ تحریمیہ ہی فقط الذیۃ حسب مذہب شافعی و بعض محدثین کے جمعہ ادا ہوگیا اور ظہر ساقط ہوگئی فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** رسالہ ہفت مسئلہ مطبوعہ نظامی جو کہ حضرت حاجی صاحب سلمہ اللہ تعالے سے منسوب ہو کر شائع ہوا ہے یہ نسبت حاجی صاحب سلمہ کی غلط ہے یا نہین کیونکہ اوس مین تائید اہل بدعت اور اہل حق علمای محققین کی مخالفت ہی مفصل کیفیت سے جو ہو ارشاد فرمادین۔

الجواب رسالہ ہفت مسئلہ مین مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر مین تو کوی امر ایسا نہین لکھا کہ کسی کے خلاف ہو بلکہ اس کے امکان کا اقرار اور اسکی بحث سے احتراز لکھا ہے تو اسمین کسی اہل حق کی مخالفۃ نہین اور مسئلہ تکرار جماعۃ مین بسبب اختلاف روایات فقہ کے فریقین کو نزاع سے منع کیا ہے کہ مسئلہ مختلفہ مین مخالفۃ کرنا مناسب نہین اور مسئلہ ندار غیر مین صاف صاف حق لکھا ہی کہ ندار غیر اگر حاضر و علم غیب جانکر کرے گا تو شرک ہوگا اور جو بے اسکے شوق مین کہا ہی تو معذور ہے گنہگار نہین اور جو بدون عقیدہ شرکیہ کے یہ سمجھ کر کہے کہ شاید اونکو حق تعالے خبر کردیوی تو خلاف محل نص مین خطاء و گنہ ہے مگر شرک نہین اور جو نص سے ثبوت ہو جیسا صلوۃ سلام بجناب فخر عالم علیہ السلام کے ملائکہ کا پہونچانا تو وہ خود ثابت ہی سو یہ سب حق ہے اسمین کوی اہل حق مخالف اسکے نہین کہتا اب رہے تین مسئلہ قیود مجلس مولود کے اور قیود ایصال ثواب کی اور عرس بزرگان کا کرنا سو اسمین وہ خود لکھتے ہین کہ دراصل یہ مباح ہین اگر انکو سنتہ یا ضروری جانے بدعۃ و لتعدی حدود اللہ تعالے اور گناہ ہی اور

اور بدون اسکے کہنے مین وہ اباحۃ لکھتے ہین ہم لوگ منع کرتے ہین تو وجہ یہ ہے کہ اونکو رسوم اہل زمانہ سے خبر نہین کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہین لہذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہین اور ہم لوگون کو عادۃ عوام سے محقق ہوگیا ہے کہ یہ لوگ ضروری اور سنۃ جانتے ہین لہذا ہم بدعۃ کہتے ہین پس فی الحقیقت مخالفۃ اصل مسائل مین نہین ہوئی بلکہ بسبب عدم علم حال اہل زمانہ کے یہ امر واقع ہوا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسا امام صاحب نے صابی کو ایک حکم دیا اور صاحبین نے دوسرا حکم کیا یہ بسبب اختلاف صابی کے ہوا ہے کہ امام صاحب کے وقت اون کا حال اہل کتاب جیسا تھا اور صاحبین کے وقت مجوس جیسا پس اختلاف اصل مسئلہ کا نہین بلکہ بوجہ حال اہل زمانہ کے ہے ایسا ہی دیگر مسائل مین ہے پس ایسا ہی ان تین مسائل ہفت مسئلہ مین سمجھو ورنہ حضرت سلمہ کے عقائد ہرگز بدعۃ کے نہین ہین کہ اہل فہم ودانش خود عبارت رسالہ سے سمجھ سکتا ہے معہذا لکھتا ہون کہ یہ رسالہ اونکا لکھا ہوا نہین کسی نے لکھا اور اونکو سُنا دیا اونھون نے اصل مطلب دیکھ کر اباحۃ کی تصحیح کردی اور حال اہل زمانہ سے خبر نہوئی فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** اس عبارت مائۃ مسائل سے انعقاد مجلس مولود کا اثبات کرنا صحیح ہے یا نہین وقیاس عرس بر مولود غیر صحیح ہست زیرا کہ

در مولود ذکر ولادت خیر البشر ہست وآن موجب فرحت وسرورست ودر شرع اجتماع برائے فرحت وسرور کہ خالی از منکرات وبدعات باشد آمدہ الخ **الجواب** اس عبارۃ سے نفس ذکر ولادۃ کی اباحۃ وسرور کا جواز معلوم ہوتا ہے نفس ذکر ولادۃ مندوب ہے اوسمین کراہۃ قیود کے سبب آئی ہے خلاف عرس مروج کے کہ وہ خود قیود کا ہی نام ہے اگر اوس وقت مین مجلس مولود ایسے حال پر ہوتی جیسے اب

وبقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۰

ہوتی ہے تو آپ مثل عرس کے اوس کو بھی حرام لکھتے اوسوقت مین یہ مجلس نہین ہوتی
تھی فقط واللہ تعالے اعلم معہذا اوہ خود بدعۃ لکھتے ہین فقط واللہ تعالے اعلم

۴۹ **سوال** حفظ کلام اللہ شریف مین بوجہ کثرت مداولت پڑھنے و مس کرنے کلام اللہ شریف
کے باوضو رہنا یا کپڑے سے مس کرنا ہرچند احتیاط رکھی جاوے تاہم ہر وقت دشوار
ہوتاہے ایسی صورت مین کسی طرح سے رخصت ہوسکتی ہے یا نہین **الجواب** طفل نابالغ
تو معذور و غیر مکلف ہے مس مصحف بلا وضو اوس کو درست ہوگا مگر بالغ کو اجازۃ نہین ہوسکتی
پس باوضو ہو یا ثوب وغیرہ سے تقلیب اوراق کرے فقط واللہ تعالے اعلم

۵۰ **سوال** جو
افعال قبیحہ مثل نذر غیر اللہ یعنی گیارہوین توشہ وغیرہ و ندائے غیر اللہ یعنی یا شیخ عبد القادر جیلانی
شیئاً للہ وغیرہ و سجدہ و طواف قبر و استعانت غیر اللہ و تسمیہ غیر اللہ یعنے
عبد النبی و حلف غیر اللہ و شگون بد وغیرہ اگر فاعل کا عقیدہ شرک کفر کا ہے کہ بالاستقلال
حاضر و ناظر عالم الغیب جانکر کرتاہے تو مشرک اور اگر عقیدہ شرکیہ نہین تو اوس کے
حق مین یہ افعال حرام و گناہ کبیرہ کے ہونگے یا نہین چنانچہ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب
علیہ الرحمہ مایۃ مسائل مین درتحت امور ذیل فرماتے ہین و بعض افعال اگرچہ شرک حقیقی
کہ کفر ست نیستند لیکن مشابہ افعال مشرکان و بت پرستان اند ازان افعال
ہم اجتناب و احتراز لازم چنانچہ مردمان روبروے علما و عظما تقبیل زمین می کنند کنندہ
این افعال و آنکس کہ راضی باین فعل باشد ہر دو گنہگار می شوند کہ این فعل حرام و گناہ است الخ

الجواب ان سب امور مین جیسا کہ مایۃ المسائل مین لکھاہے وہی بندہ کی طرف سے
جواب ہے اوسمین بندہ موافقۃ رکھتاہے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد
گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد

استفتاء کیا فرماتے ہین علمای دین اس

مسئلہ مین کہ ذات باریتعالے عزاسمہ موصوف بصفت کذب ہی یا نہین اور خدا تعالے
جھوٹ بولتا ہی یا نہین اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ
کیسا ہے بینوا توجروا **الجواب** ذات پاک حق تعالے جل جلالہ کی پاک منزہ ہی
اس سے کہ متصف بصفت کیا جاوے معاذ اللہ تعالے اوسکے کلام مین ہرگز ہرگز شائبہ
کذب کا نہین ہی۔ قال اللہ تعالے ومن اصدق من اللہ قیلا جو شخص حق تعالیٰ کی
نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہ وہ کذب بولتا ہی وہ قطعًا کافر ملعون ہے
اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امتہ کا ہی وہ ہرگز مومن نہین تعالے اللہ
عما یقول الظالمون علوا کبیرا البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہی کہ خدا تعالےٰ نے
مثلاً فرعون وہامان و ابی لہب کو قرآن مین جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم
قطعی ہے اسکے خلاف ہرگز ہرگز نہ کریگا مگر وہ تعالے قادر ہے اسبات پر کہ اون کو جنت
دیدیوے عاجز نہین ہوگیا قادر ہے اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نکرے گا۔ قال اللہ تعالے
ولو شئنا لآتینا کل نفس ہدٰہا ولاکن حق القول منّی لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین
اس آیہ سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالے چاہتا سب کو مومن کردیتا مگر جو فرما چکا ہی اوسکے
خلاف نکرے گا اور سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہین وہ فاعل مختار فعّال لما یرید ہے
یہ عقیدہ تمام علمای امتہ کا ہی چنانچہ بیضاوی تحت تفسیر قولہ تعالے ان تغفر لہم الخ
لکھتا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضی وعید کا ہی ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہین اور
یہ ہے عبارت اوسکی وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ ؁
واللہ اعلم بالصواب کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ما قولکم دام فضلکم فی ان اللہ تعالے ہل یتصف

بصفة الکذب ام لا ومن یعتقد انہ یکذب کیف حکمہ افتونا ماجورین **الجواب**
ان اللہ تعالیٰ منزہ من ان یتصف بصفة الکذب ولیست فی کلامہ شائبة الکذب
ابدًا کما قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا ومن یعتقد ویتفوہ بانہ تعالیٰ
یکذب فھو کافر ملعون قطعًا ومخالف الکتاب والسنة واجماع الامة تعالیٰ اللہ عما یقول
الظالمون علوًا کبیرا نعم اعتقاد اہل الایمان ان ما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن فی فرعون
وہامان وابی لہب انہم جہنمیون فھو حکم قطعی لایفعل خلافہ ابدًا لکنہ تعالیٰ قادر علی ان
یدخل الجنة ولیس بعاجز عن ذلک ولا یفعل ہذا مع اختیارہ قال اللہ تعالیٰ ولو شئنا
لآتینا کل نفس ہداہا ولکن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنة والناس اجمعین
فتبین من ہذہ الآیة انہ تعالیٰ لو شاء لجعلہم کلہم مؤمنین ولکنہ لایخالف ما قال وکل
ذلک بالاختیار لا بالاضطرار وہو فاعل مختار فعال لما یرید ہذا عقیدة جمیع علماء الامة
کما قال البیضاوی تحت تفسیر قولہ تعالیٰ ان تغفر لہم الخ وعدم غفران الشرک مقتضی
الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ واللہ اعلم بالصواب کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی
عفی عنہ (رشید احمد)

خلاصہ تصحیح علماء مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہ

الحمد لمن ہو بہ حقیق ومنہ استمد العون والتوفیق ما اجاب بہ العلامة رشید احمد المذکور
ہو الحق الذی لامحیص عنہ وصلی اللہ علی النبیین وعلی آلہ وصحبہ وسلم امر برقمہ خادم الشریعة
راجی اللطف الخفی محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکہ المکرمة حالا کان اللہ
لہما (محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال) رقمہ المرتجی من ربہ کمال النیل محمد سعید بن محمد بابصیل مفتی الشافعیة
بمکة المحمیة غفر اللہ لہ ولوالدیہ ومشائخہ وجمیع المسلمین (محمد سعید بن محمد بابصیل) الراجی العفو من
الواہب الوطیة محمد عابد ابن المرحوم الشیخ حسین مفتی المالکیة ببلد اللہ المحمیة مصلیا مسلما

ہٰذا وما اجاب بہ العلامۃ رشید احمد فیہ الکفایۃ وعلیہ المعول لان ہو الحق الذی لا محیص عنہ

رقمہ الحقیر خلف بن ابراہیم خادم افتاء الحنابلۃ بمکۃ المشرفۃ حامدا مصلیا مسلما

(خلف بن ابراہیم) — (الشیخ حسین محمد عابد ابن المرحوم)

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا
در مسئلہ امکان کذب بہ رفع شبہات مولوی نذیر احمد خان صاحب رامپوری

شبہ براہین قاطعہ مین یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالے سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ مین احتمال جھوٹ کا پیدا ہو سکتا ہے یعنے مخالفین کہہ سکتے ہین کہ شاید یہ قرآن ہی جھوٹا ہو اور اسکے احکام ہی غلط ہون اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے۔ " + از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفی اللہ عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خان صاحب بعد سلام تحیہ اسلام آنکہ آپکا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالے نفع بخشے اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ

جواب واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنے آپ نے سمجھے ہین وہ تو بالاتفاق مردود ہین یعنی اللہ تعالی کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا و اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ط وغیرہا آیات کے وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے۔ رہا خلاف علما کا جو درباب وقوع وعدم وقوع خلاف وعید کے جسکو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے وہ دراصل کذب نہین صورت کذب ہے اسکی تحقیق مین طول ہے الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باریتعالے ہے یعنی اللہ تعالی نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اوسکے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اوسکا نہو امکان کو وقوع لازم نہین بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شئی ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اوسکو استحالہ لاحق ہوا ہو چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہین پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام صوفیہ کرام وعلماے عظام کا اس مسئلہ مین یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باریتعالے کے ہے پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہین یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں اسکی حقیقت کے ادراک سے اکثر ابناء زمان قاصر ہین آیات واحادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے ایک دو مثال قرآن و حدیث کی لکھی جاتی ہے۔ ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا الآیۃ اور دوسری جگہ فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ الآیہ آیت ثانیہ مین نفی عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اسکا خلاف ہو تو کذب لازم آئے مگر آیت اول سے اوسکا تحت قدرت باریتعالے داخل ہونا معلوم ہوا پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باریتعالی ہے علاوہ

کیون نہو وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ احادیث کو دیکھیے کہ عشرہ مبشرہ مثلاً بالیقین جنتی بارشاد نبوی جو حقیقۃ وحی الٰہی جل علاہ ہو چکے پر جو اکثر صحابہ کرام جانتے تھے کہ خدائے پاک مجبور نہین اس لئے نظر بقدرت وجلال کبریائی لرزان ہی رہے بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات جنکی شان مین لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فرماتے رہے وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ او کما قال اللّٰہ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ فقط مطبوعہ مطبع گلزار ابراہیم مراداباد

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶ — اس لئے محض خیرخواہی کی نظر سے حضرت صاحب کی غرض اور تحقیق کا اظہار ضروری سمجھ کر اطلاع عام دیتا ہون تاکہ مجکو حق پوشی کے گناہ سے اور دوسرے صاحبون کو التباس اشتباہ سے نجات ہو ظاہر ہے کہ یہ امور و اعمال جس ہیئت وکیفیت سے مروج و شائع ہین اکثر عوام بالخصوص جہلاء ہندوستان اونکے سبب انواع انواع مفاسد اعتقادی وعملی مین مبتلا ہو جاتے ہین جنکا تجربہ ومشاہدہ ہر عاقل فہیم منصف کر سکتا ہے مثلاً مولد مین بعض قیود کو موکد سمجھنا اور ترک قیود سے دل تنگ ہونا ایصال ثواب کے طرق مین علاوہ تاکید تعیین کے اگر اولیاء کی روح کو ہو تو اونکو حاجت روا سمجھنا اور ترک التزام مین اونسے ضرر رسانی کا خوف کرنا اور اگر عام اقارب کی روح کو ہو تو اکثر مقصد نام آوری ہونا اور طعن وتشنیع سے ڈرنا اور سماع مین زیادہ مجمع اہل لہو باطل کا ہونا امارد ونساء سے اختلاط اعراس مین اول تو فساق وفجار کا مجمع ہونا اور یہ بھی نہو تو ادائے رسم کی ضرورت کو قرض وام کرنا پڑھنے والون کا اکثر طعام وشیرینی کے لئے یا وجاہت داعی کی وجہ سے پڑھنا نداء غیر اللہ مین بعض کم فہمون کا منادی کو خبیر وقدیر جاننا کام پورا ہو جانے پر اونکو فاعل مستقل سمجھنا - جماعت ثانیہ سے اکثر جماعت اولی مین سستی کرنا حتی کہ ذیل مین جماعت اولی کو فوت کر دینا اور اسپر متاسف نہونا اخیر کے مسئلون مین بار بار تیلے کسی عجز کا اعتقاد کر لینا اور اسی طرح کے بہت سے مفاسد ہین جنکی تفصیل استقراء وتتبع سے معلوم ہو سکتی ہے سو حضرت ممدوح ہرگز ہرگز ان مفاسد کو یا اونکے مقدمات واسباب کو جائز نہین فرماتے حضرت ممدوح پر ایسا گمان کرکے علی الاطلاق ان امور کے جواز پر تمسک کرنا یا حضرت ممدوح کو سوء عقیدت کر لینا حضرت ممدوح کے کمال اتباع شریعت اور اونکی تقریر دلپذیر کی غرض سے ناواقفی ہے - خلاصہ ارشاد حضرت ممدوح کا یہ ہیکہ کہ جس شکل وحد کے ساتھ یہ امور لوگون مین شائع ہین وہ بدعت ہین کیونکہ اس رسالہ مین مصرح ہیکہ غیر دین کو دین مین داخل کرنا بدعت ہے سو جو لوگ ان قیود کو جو فی نفسہ مباح ہین حکمی کرتے ہین وہ ہی غیر دین کو دین مین داخل کرنیوالے ہین اس مرتبہ مین مانعین حق پر ہین اور بلا التزام قیود ورسم ولزوم مفاسد جیسا کہ کر لینا اور جیسا نہ کرنا یہ مباح ہے اوسکو حرام کہنا مانعین کا تشدد ہے وہی اس حد مین جوازی حق پر ہین مجیبین دونوکو آپنے حق پر فرمایا چنانچہ بعض اکابر مخصوصین کے پاس جو حضرت ممدوح کا والانامہ مہری آیا تھا اوسمین یہ لفظ موجود ہین کہ نفس ذکر مندوب اور قیود بدعت ہین اسیطرح دیگر باقی مسائل مین تفصیل ہے جو اصول شرعیہ مین غور کرنے سے مفہوم ہو سکتے ہین اس تصریح کے بعد کسی کو اشتباہ والتباس کا محل باقی نہین رہ سکتا اگر رسالہ ہذا کی کوئی عبارت اس تقریر مذکور کے خلاف پائی جاوے وہ اس خادم کی عبارت کا قصور سمجھا جاوے اور حضرت صاحب دامت فیوضہم وبرکاتہم کو بالکل مبرا اور منزہ اعتقاد کیا جاوے - وما علینا الا البلاغ - ۱۲

ربیع الاول ۱۳۱۱ھ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ماہ ستمبر ۹۸ء

استفتاء کیا فرماتے ہین فقہا و محدثین اس باب مین کہ جناب مولوی محمد اسمعیل صاحب مرحوم جو ہمراہ جناب سید احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے شہید ہوئے تھے اون کو مردود کہنا اور بے ایمان کافر کہنا درست ہے یا نہین اور اگر نادرست ہے تو مردود اور بے ایمان کہنے والے کا کیا حکم ہے اور تقویۃ الایمان جو ایک کتاب تصنیف مولانا مرحوم کی ہے اوسکا مطالعہ کرنا اور پڑہنا اور پڑہانا اچھا ہے یا برا **الجواب** مولوی محمد اسمعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم متقی بدعت کے اوکہاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پورا عمل کرنیوالے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال مین رہے آخرکار فی سبیل اللہ جہاد مین کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے حق تعالی فرماتا ہے ان اولیاءہ الا المتقون اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت مین لاجواب ہے استدلال اوسکے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہین اوسکا رکھنا اور پڑہنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے اوسکے رکھنے کو جو برا کہتا ہے وہ فاسق اور بدعتی ہے اگر اپنے جہل سے کوئی اس کتاب کی خوبی کو نہ سمجھے تو اوسکا قصور فہم ہے کتاب اور مولف کتاب کی کیا تقصیر بڑے بڑے عالم اہل حق اوس کو پسند کرتے ہین اور رکھتے ہین اگر کسی گمراہ نے اوس کو برا کہا تو وہ خود ضال و مضل ہے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد

المجیب مصیب واقعی حضرت مولانا مرحوم مغفور کو جو شخص کافر و مردود کہے وہ فاسق ہے کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سباب المومن فسوق وقتالہ کفر اور کتاب تقویۃ الایمان واسطے درستی ایمان کے اکسیر اعظم ہے گر جہلاء کو چاہیے کہ اوسکے مضامین اہل حق سے معلوم کرین تاکہ بوجہ جہالت اپنی کے حق رسی سے محروم ہوکر زبان طعن و طنز کی نسبت کتاب مسلط

کے نہ کہو لین فقط محمد قاسم علی عفی عنہ   امام و مفتی شہر مرادآباد

استفتا ر کیا فرماتے ہین علماے دین متین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ پڑھنا آخر جمعہ کو ماہ رمضان المبارک مین الوداع الوداع یا شہر رمضان اور الوداع الوداع یا سنت التراویح اور اشعار فارسی یا اُردو یا عربی کا ہر جمعہ مین یا آخر جمعہ ماہ رمضان المبارک مین درصورتیکہ عوام الناس خطبۂ الوداع آخر جمعہ رمضان المبارک کو سنت بلکہ قریب واجب جانتے ہون کیسا ہے آیا حسب زعم اونکے سنت یا مستحب یا بخلاف اس کے بدعت ہے بدلایل عقلیہ و نقلیہ از کتب معتبرہ جواب ارقام فرمایا جاوے بینوا توجروا۔

الجواب یہ خطبہ بدعۃ ہے کہ مرثیہ اور اشعار قرون مشہود لہا بالخیر مین خطبہ مین منقول نہین علے الخصوص جب اس فعل کو ضروری جانا جاوے کہ موکد جاننا کسی امر مستحب کو بھی داخل تعدی حدود اللہ اور بدعۃ ضلالہ ہے چہ جائیکہ امر محدث اور پھر غیر زبان عربی مین خطبہ پڑھنا مکروہ ہے بہرحال یہ فعل عوام جہلا خطبا کا اور سنت جاننا اسکا بدعۃ ضلالہ واجب الترک ہے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

استفتا ر کیا فرماتے ہین علمای دین درین مسئلہ کہ علم غیب صفات رحمان و قدوس جلشانہ مختصہ سمجھا سے یا بتیعالے سکے ہے یا نہ بینوا توجروا **الجواب** علم غیب خاصہ حضرت حق سبحانہ جل شانہ خاصۃ الشی مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ عقیدۂ فقیر ہمین ہے فقیر غلام فرید بقلم خود ساکنہ کوٹ مٹھن و چاچڑان ریاست بہاولپور

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد از سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ کو آپکے کارڈ کا مضمون معلوم ہوا جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے۔ **الجواب** علم غیب خاصہ حق تعالی ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہین فقط

والسلام مورخہ ۴ ذی الحجہ بروز جمعہ [رشید احمد ۱۳۰۱] **سوال** اختلاف مطالع معتبر ہے
یا نہین یعنی اگر ایک بلدہ مین رویۃ الھلال ہو جاوے اور دوسرے مین اوسکی خبر
متحقق طور پر بطریق موجب مثل تحریر خطوط معتبر اس درجہ کی کہ ظن حاصل ہو جاوے اور
شبہ باقی نہ رہے قرائن سے صداقت ہو جاوے کیونکہ غلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل
فقہاء لکھتے ہین یا خبر یار مین کہ جو ایسے ہی درجہ کی ہو اور خواہ رویۃ الھلال رمضان المبارک
ہو یا شوال یا ذی الحجہ یا دیگر کسی ماہ کی **الجواب** اختلاف مطالع صوم اور افطار مین
تو ظاہر روایۃ مین معتبر نہین مشرق کی رویۃ مغرب والون پر ثابت ہو جاوے گی اگر حجۃ
شرعیہ سے ثابت ہووے مگر قربانی اور صلوۃ عید ذی الحجہ اور حج مین معتبر ہوگا کما حققہ
فی رد المحتار فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ **سوال** اگر رویۃ الھلال رمضان
المبارک ثبوت شہادت واحدہ ہوئی تو بعد گذرنے تیس دن کے رویۃ الھلال شوال بسبب
غبار ابر نہو تو افطار درست ہے یا نہین اور درصورت عدم غبار و مطلع صاف کے کہ تیس
دن پورے ہو چکے کہ کوئی مہینہ اکتیس کا نہین ہوتا اور شہادت بھی بطور موجب شرعیہ
ہو چکی تھی اور موافق امام محمد علیہ الرحمۃ بھی ہے تو افطار درست ہوگا یا نہین **الجواب**
ایسی حالت مین بعد تیس کے غبار ابر اگر ہو تو افطار بالاتفاق درست ہے اور مطلع صاف
اگر ہو تو شیخین رحمہما کے قول پر عمل کرے اگر کسی نے امام محمد رحمہ کے مذہب پر عمل کیا تو وہ
ملام نہین ہو سکتا کہ وہ بھی مذہب حنفیہ کا ہے فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
سوال اگر مملوکہ قبرستان مین مالک نے قیمت قدر زمین قبر ورثہ میت سے لے لی پھر
دوبارہ سہ بارہ بعد منہدم ہونے قبر دونکے یا بحالت موجودگی و یا عدم موجودگی وارثان میت
وہ مالک زمین خود منہدم کر کے قیمت لے لیوے تو یہ بیع حلال ہوگی یا نہین **الجواب**

سوالات مرسلہ عزیز الدین صاحب مراد آبادی ۔ مورخہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ

جب مالک زمین نے قدر قبر زمین کی قیمت لی تو اب وہ زمین ملک ورثہ میّت کی ہوجاوے گی پھر مالک کو بیع کرنا اوسکا حلال نہووے گا مگر باذن ورثہ میّت کے فقط واللہ تعالے اعلم سوال اگر کسی کو زکوۃ و دیگر صدقہ واجبہ نافلہ کا وکیل کردیوے کہ اس کو اپنے انتظام سے صرف کردینا پھر اگر خود وکیل بھی کہ وہ بھی اہل حاجۃ ہے اوس مین سے سب یا بعض لے لیوے تو درست ہی یا خیانت مین داخل ہی الجواب اگر زکوۃ دینے والے نے وکیل کو عموماً اجازت دی کہ جہان چاہے محل پر صرف کردے تو بشرط مصرف ہونے کے وکیل خود بھی لے سکتا ہے اور جو مراد دینا غیرون کو ہے تو خود لینا درست نہین فقط واللہ تعالے اعلم کذا فی کتب الفقہ سوال اگر امانت خواہ مسجد یا مدرسہ یا دیگر کسی کی ہو مبادلہ یعنی روپیہ کے پیسے اور پیسونکے روپیہ کرلیوے ضرورتاً درست ہے یا خیانت مین داخل ہے الجواب امین کو تصرف کرنا درست نہین خواہ مال مسجد و مدرسہ ہو خواہ کسی شخص کا اگر ایسا کرے گا تو ضامن ہوجاوے گا فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد عفی عنہ

سوال ان حدیث ترمذی شریف النفقۃ کلہا فی سبیل اللہ الا البناء فلا خیر فیہ مین مطلق بنار کو فلا خیر فیہ مین داخل فرمایا ہے مگر بعض بنار تو ضرورت پر مبنی ہوتی ہے اگر وہ بھی فلا خیر فیہ مین داخل ہوئی تو بڑی دشواری واقع ہوگی یا بنار زائد از حاجت مراد ہوگی الجواب جو بنار حاجۃ سے زائد ہو یہ حدیث اوسمین وارد ہوئی ہے جیسا بعض آدمیون کو زائد از حاجۃ بنار کا شوق ہوتا ہے فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد عفی عنہ

سوال تصور شیخ و شغل برزخ جو برائے جمعیت خاطر و دفع خطرات مشائخ زمانہ کرتے ہین اور اوسکو رکن طریقت و واجبات سے جانتے ہین کہ بدون اسکے حصول فیوض و برکات محال ہین لہذا ایسی صورت مین یہ شغل کرنا کیسا ہے اور قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر مین

کسی صحابی وتابعین وائمۂ دین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم سے ثابت ہو یا نہین کیونکہ جب
ایسا ضروری ہوا توصحابہ کس طرح اس فعل سے محروم رہے ہونگے اور جو زمانہ خیرالقرون
مین اسکا وجود نہ تھا توپھر کس طرح ایسا ضروری مذکور سوال ہوسکتا ہے گو عقیدۂ شرک
تک نہ پہونچا ہو **الجواب** اس شغل مین متاخرین صوفیہ نے غلو کیا اور شرک تک نوبت
ہوچکی لہذا متاخرین علمار نے اسکو منع فرمایا اور اب علما متاخرین کے قول پر عمل چاہئے
اس شغل کی کچھ ضرورۃ نہین اور نہ صحابہ میں اس شغل کا کچھہ اثر تھا فقط واللہ تعالےٰ اعلم
رشید احمد عفی عنہ **سوال** حضرت خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ع خلق میگوید
کہ خسرو بت پرستی مے کند ؎ آرے آرے مے کند باخلق عالم کار نیست ۔ شعر مذکور کا مطلب
کیا ہے کیونکہ اولیاء اللہ سے اور بت پرستی سے کیا علاقہ شاید کوئی اصطلاح ہوگی اگرچہ
حسب ظاہر تو خلاف معلوم ہوتا ہے **الجواب** حسب اصطلاحات شعرا مطلب صحیح ہے
بت پرستی سے مراد اونکی تابعداری محبوب کی ہوتی ہے تو محبوب اونکے سیدی شیخ
نظام الدین قدس سرہ تھے اونکی اطاعۃ اطاعۃ حق تعالےٰ کی تھی فقط واللہ تعالیٰ اعلم
سوال یہ قول بعض حضرات صوفیہ رحمہ اللہ کہ لاالہ الااللہ اگر بطریق صوفیہ کے کہا جاوے
تو عاقبت مین نافع ہوگا ورنہ نہین تو کیا محض اقرار باللسان وتصدیق بالقلب جو
ہر خاص وعام پر فرض ہے نافع نہوگی تاوقتیکہ خاص صوفیہ کے طور پر نہو ہان وہ ایک اعلےٰ
درجہ ہوگا نہ کہ نافع ہی نہو لہذا یہ قول صحیح ہے یا نہین **الجواب** یہ قول بھی بجاے خود
صحیح ہے اور معنی بھی صحیح ہین مگر اس سوال کے جواب کی نہ مجکو لیاقت ہے نہ سائل لائق
ہے نہ اسکا جواب قرطاسی ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم رشید احمد عفی عنہ
کلمہ پڑھے معنی سمجھ کر نافع ہووے گا بفضلہ تعالےٰ فقط **سوال** یہ قول کہ حضرات

اولیاء اللہ بچشم ظاہری در بیداری دیدار رب العزت تعالے شانہ کرتے ہین غلط ہے یا صحیح **الجواب** یہ قول اونکا صحیح نہین بلکہ ماوّل ہے اگر کسی کامل سے منقول ہے اور مردود ہے اگر کسی جاہل سے مروی ہے فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد عفی عنہ

سوال ذکر جہر افضل ہے یا خفی بالدلائل ارقام فرماوین **الجواب** دونون مین فضیلت ہے من جہۃ کسی وجہ سے جہر افضل ہے اور بعض وجہ سے خفی افضل ہے اور دلیل یہ ہے کہ حق تعالے نے مطلق ذکر کا حکم فرمایا ہے اذکر اللہ ذکرا کثیرا مطلق کی فرد مین ہو مامور ہے اور فضائل خارجی مختلف ہوتے ہین باعتبار ذاکر اور وقت اور کیفیت اور ثمرات کے فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

سوال یہ طریقہ جو اکثر عوام مین مروج ہے کہ اگر کلام اللہ شریف ہاتھ سے گرجاوے تو اوسکی برابر وزن کرکے گندم وجو وغیرہ مساکین کو صدقہ کرتے ہین اور اس خاص طریقہ کو ضروری لازم جانتے ہین اگرچہ قرض کی نوبت ہو لہذا یہ خاص طور بالخصوص کیسا ہے اگرچہ صدقہ دیوے **الجواب** یہ امر کہین ثابت نہین اختراع عوام کا ہے البتہ صدقہ دیدینا ایسی حالت مین اچھا ہے کہ صدقہ سے کفارہ معاصی کا ہوتا ہے مگر واجب نہین بشرط قدرت کے صدقہ کردیوے خواہ کچھ ہو خواہ کسیقدر ہو سوائے اس کے دیگر قیود سب لغو بے اصل ہین فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد عفی عنہ

سوال بعد مرنے کے جو طریق اسقاط عوام کرتے ہین کہ فرائض واجبات تجویز کرکے اوسکے فدیہ مین جو گندم وغیرہ مقرر ہوسکے اونکے عوض ایک کلام اللہ شریف دیکر سب بری الذمہ ہو جاتے ہین لہذا طریق مروجہ ثابت اور جائز ہے یا نہین **الجواب** حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملاؤن

کے واسطے مقرر ہوگیا ہی حق تعالیٰ نیتہ سے واقف ہے وہان حیلہ کارگر نہین مفلس کے واسطے
بشرط صحۃ نیۃ ورثہ کے کیا عجب ہی کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا دنیہ کا ہی فقط
واللہ تعالےٰ اعلم رشید احمد عفی عنہ **سُوال** العیال ثواب مین نیت سب اموات کی کرے
توسب کو برابر ہوپنچے گا یا تقسیم ہوکر ہوپنچے گا **الجواب** یہ ثواب سب پر تقسیم حصہ رسد ہوگا
جیسا ظاہر ہے اور سب کو ہر ہر واحد کو پورا ثواب جیسا مشہور ہے کوئی روایۃ صحیح اسکی بندہ کو
معلوم نہین واللہ تعالےٰ اعلم رشید احمد عفی عنہ **سُوال** اولیاء اللہ کو عالم کی سیر کرانا مثلاً
مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ بلا اسباب ظاہری کے یہ ممکن اور کرامات ہے یا نہین ایسی بات
کا اگر کوئی انکار کرے تو گنہگار ہوگا یا نہین **الجواب** یہ کرامات اولیاء سے ہوتی ہے
اور حق ہے کہ کرامۃ خرق عادۃ کا نام ہی اسمین کوئی تردد کی بات نہین اسکا انکار کرنے
کرانکار کرامۃ کا کرتا ہے اور کرامات کا حق ہونا مسئلہ اجماعی اہل سنۃ کا ہے فقط واللہ
تعالےٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر: رشید احمد ۱۳۰۱] **سُوال** مسجد بنانا قبرستان
مین یا دیگر کوئی مکان حجرہ وغیرہ برائے راحت رسانی درست ہی یا نہین **الجواب** جو
قبرستان وقف قبور کے واسطے ہوا ہے اوسمین مکان یا مسجد بنانا درست نہین کہ
وہ سب زمین قبور کے واسطے وقف ہوئی ہی خلاف شرط واقف کے کوئی تصرف درست
نہین کذا فی العالمگیریہ فقط واللہ تعالےٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر: رشید احمد ۱۳۰۱]
از بندہ **رشید احمد** عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ خط آپکا اوسوقت مین گنگوہ پہونچا
جب مین دیوبند تھا اس لئے جواب مین دیر ہوئی بندہ آپکے واسطے دعا کرتا ہے آپکے
سفر حج کی خبر سے مسرور ہوا حضرت کی خدمت مین نیازمندانہ حاضر ہونا اور اگر کوئی امر
خلاف طبیعت دیکھو تو سکوت اختیار کرنا اور مین بخیریت ہون آنکھونکا حال بدستور ہے

فقط والسلام اور وہان چند آدمی بد وضع جمع ہین اونسے مت اوجھنا اپنے عقائد
واعمال جیسے یہان ہین ویسے ہی رکھنا اور حافظ احمد حسین صاحب سے میرا سلام
کہنا اور اونسے ملنا فقط والسلام مورخہ ۷ جمادی الثانی روز دوشنبہ

الجواب

مسئلہ ۲۴ تصحیح ۷۲

ماں	بیوی	بھائی	بہن	بیٹی	بیٹی
۴/۱۲	۳/۹	۲	۱	۸/۲۴	۸/۲۴

مسئلہ ۲۴ تصحیح ۱۲۰

باپ	زوجہ	اخوات ۲	دختر	پسر ۲
۴/۲۰	۳/۱۵	محروم	۱۷	۶۸/۳۴ ۳۴

شرعاً صورۃ مندرجہ مسئلہ اولی مین ترکہ متوفی بعد تقدیم ما حقہ التقدیم از اداے دیون وتنفیذ وصایا بشرط حصر ورثہ وغیرہ کے بہتر سہام پر اور ترکہ متوفے مسئلہ دوم مین ایکسو بیس سہام پر منقسم ہوکر اوس مین سے بتفصیل مندرجہ حصص نوشتہ اسامی دی جاوینگی یعنی بارہ سہام ماں کو اور نو بیوی کو اور دو بھائی کو اور ایک بہن کو اور چوبیس چوبیس سہام ہر دو دختران کو مسئلہ اولے مین اور بیس سہام باپ کو اور پندرہ زوجہ کو اور سترہ دختر کو اور چوبیس چوبیس ہر دو پسران کو مسئلہ ثانیہ مین دیے جاینگے فقط واللہ تعالے اعلم بندہ رشید احمد عفے عنہ

رشید احمد

سوال دعا کرانا اہل قبور سے ممنوع ہے جیسا کہ ایضاح الحق مین مولانا شہید مرحوم شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہین ونیز بحکم فتوی رئیس العلما حضرت شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ کہ استمداد را یعنی طلب دعا از اموات از جنس بدعات شمردہ اند باوجود آنچہ صاحب استیعاب روایت کردہ کہ در زمان حضرت عمر رضہ اعرابی طلب دعاء استسقاء از مزار مبارک جناب رسالتمآب علیہ الصلوۃ والسلام نمودہ پس باوجود تحقیق این امر مذکور دران قرن بنابر آنکہ مروج در آن قرن نگردیدہ از بدعات شمردہ اند الخ اور مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم بھی اربعین مین فرماتے ہین

بنام حافظ عبد الرحیم صاحب مرادآباد ۲۷ شوال سنہ ۱۳۰۳ھ

فرمان حافظ عبد الرحمن صاحب از مرادآباد ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۰۳ھ

درحق النست کہ انکار فقہار عام ست از آنکہ استمداد از قبور انبیا رکنند یا از قبور غیر ایشان
ہمہ جائز نیست یا جائز ہے اگر جائز ہے توجواز سعہ دلائل مفصل کے ارقام فرماوین
الجواب از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ کی آنکھ مین
پانی آیا ہوا ہے اسواسطے مین لکھنے پڑھنے سے معذور ہون دوسرے کے ہاتھ سے
لکھواتا ہون اسوجہ سے مختصر لکھتا ہون۔ اگر آپکی تسلی ہوجاوے تو بہتر ورنہ بندہ معذور
ہے۔ قبور سے اس طور دعا کرنا کہ اے صاحب قبر اسطرح میرا کام کردے تو یہ تو
حرام اور شرک بالاتفاق ہی اور یہ بات کہ تم میرے واسطے دعا کرو تو اس باب مین
اختلاف ہی منکرین سماع اسکو لغو ناجائز کہتے ہین اور مجوزین سماع جائز جانتے ہین
اور یہی بندہ نے پہلے بعض سائلین کے جواب مین لکھا ہی بندہ مختلف فیہا مسائل
مین فیصلہ نہین کرتا لیکن احوط کو اختیار کرتا ہون فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** قومہ
جلسہ مین دعا مسنونہ پڑھنے سے جو شخص کہتا ہو کہ سجدہ سہو لازم ہوتا ہے یہ قول صحیح ہی
یا نہین **الجواب** یہ مسئلہ صحیح معلوم نہین ہوتا ہے فقط **سوال** صفر کے آخر چار شنبہ
کو اکثر عوام خوشی و سرور وغیرہ اطعام الطعام کرتے ہین شرعاً اسباب مین کیا ثابت ہے
الجواب شرعاً اسباب مین کچھہ بھی ثبوت نہین جہلاء کی باتین ہین فقط **سوال**
صلوۃ غوثیہ جو اکثر عوام پڑھتے ہین جائز ہے یا نہین اور صلوۃ معکوس و صلوۃ ہول بھی جائز
ہے یا نہین **الجواب** صلوۃ غوثیہ کی حقیقت ہم کو معلوم نہین اور صلوۃ معکوس فی الحقیقہ
نماز نہین بلکہ مجاہدہ ہے اور صلوۃ ہول کا ثبوت صحاح احادیث سے نہین فقط
سوال شبینہ یعنی کلام اللہ شریف ایک شب مین تراویح مین پڑھنا ثابت ہی یا نہین
بالخصوص ایسی حالت مین کہ ادائے حروف بترتیل حتاکہ تصحیح الفاظ تک نہین ہوتی اور

مقتدیون پر بار تطویل وریا وشہرت علاوہ لہذا ایسی صورت مین جائز ہے یا نہین
الجواب قرآن شریف کا ایک رات مین ختم کرنا بصورت تصحیح الفاظ وغیرہ جائز ہے
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک رات مین ختم کرنا ثابت ہی اور اگر قرآن ترتیل
کے ساتھ نہین پڑھا مگر الفاظ صحیح پڑھے گئے تو اسطرح پڑھنے مین ثواب کم ہوگا اور بار تین
ثواب زائد اور ریار تو فرائض مین بھی ممنوع ہے تراویح پر کیا موقوف ہے اور مقتدیون
کو اگر اسطرح پڑھنا دشوار ہوتا ہے تو نہ پڑہین فقط **سوال** ایسا تالاب جو گرمیون مین کسقدر
خشک ہوجاتا ہو اور ایام بارش مین طویل وعریض مگر کسی موسم مین عشر درعشر سے کم نہین ہوتا
اور اوسمین اکثر نجاسات مثل بول وبراز وشہر کا پانی وغیرہ بھی شامل ہوتا رہتا ہو لیکن
تاہم اوصاف ثلثہ مین تغیر نہین آتا بلکہ ہرطرح صاف رہتا ہی لہذا یہ طاہر ہی یا نجس۔
الجواب یہ تالاب طاہر ہی اور ہرگز نجس نہین ہر موسم مین پاک رہتا ہے فقط
واللہ تعالے اعلم **سوال** اختلاف مطالع رویۃ ہلال رمضان شریف یا شوال یا
ذی الحجہ وغیرہ مین معتبر ہے یا نہین اور تحریر خط یا تار معتبر کہ اپنے قراین سے تصدیق
ہوجاوے اور شبہ مطلق نہ رہے ایسے معاملہ مین معتبر ہی یا نہین **الجواب** اختلاف
مطالع صوم وافطار مین معتبر نہین اور سوائے اسکے معتبر ہے یہ ظاہر روایۃ ہے
اور بعض علمار حنفیہ کے نزدیک صوم وافطار مین بھی معتبر ہے اور تار مثل خط کے
ہے اگر تار وخط مین ذرائع عدول ہونگے تو اعتبار ہوگا ورنہ نہین ہوگا فقط واللہ تعالے
اعلم **سوال** میت پر جو حقوق اللہ اور مثل فرائض واجبات کے ہون اگر وارثان ادا
کرین تو ساقط ہوجاوین گے یا نہین اور طریقۂ اسقاط مروجہ عوام جو حیلہ وغیرہ کرتے
ہین اسکا وجود خیر القرون مین تھا یا نہین باوجود نہونے کے بدعت ہی یا نہین

الجواب حقوق مالیہ تو اداے حقوق سے ادا ہو سکتے ہین اور حقوق بدنیہ جیسے نماز روزہ تو اگر ہر نماز روزہ کے بدلے نصف صاع گیہون اور ایک صاع جو ادا کرتے سے امیدوار ہے انشاء اللہ تعالے باقی رہا یہ اسقاط مروجہ محض لغو اور بیہودہ حیلہ ہے اور اسکا خیر القرون مین کچھ اثر نہین ہے واللہ تعالے اعلم **سوال** اکثر عورتین جو بعض صوفیون سے بیعت ہوتی ہین بلا حجاب بے پردہ سامنے آتی ہین اور ہاتھ مین ہاتھ دیکر بیعت ہوتی ہین اور کچھ عیب نہین سمجھا جاتا ہے اور خود یہ بیعت بھی رسمی ہوتی ہے کیونکہ خود شرک و بدعت مین مبتلا ہوتی ہین نماز تک نہین پڑھتین چہ جائیکہ طریقت اور اسپر فخر ہوتا ہے اور جو عورتین بیعت نہین ہین اونکو طعن کیا جاتا ہے لہذا ایسی بیعت ہونا حرام ہے یا نہین **الجواب** ایسے پیر سے بیعت ہونا حرام ہے اور ایسی بیعت بھی حرام اور پیر کے ہاتھ مین ہاتھ دینا غیر محرم عورتون کو حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت بیعت عورتون کا ہاتھ نہین پکڑتے تھے فقط واللہ تعالے اعلم۔

سوال ایک مکان مین چند قبرین پختہ وخام ہین اگر صاحب مکان اوس جگہ قرآن شریف پڑھا کرے نہ بنیت قرآۃ علے القبر کہ جسکو فقہار منع کرتے ہین تو جائز ہے یا نہین اور احکام قبر بعد منہدم ہونے کے بدل جاتے ہین یا نہین **الجواب** وہان قرآن پڑھنا جائز ہے اور جب قبر منطمس ہو جاوے نام ونشان نرہے تو بعض احکام بدل جاتے ہین واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۲۷ ذی الحجہ روز چارشنبہ

[مہر: رشید احمد]

سوال نماز مین فوق ناف ہاتھ باندھنا سنت سے ثابت ہے یا نہین باوجود ثبوت اسکے عامل کو برا جاننا ولا مذہب کہنا کیسا ہے حالانکہ خود حنفیہ کہتے ہین محققین علماء صوفیہ اسکے عامل وترجیح وتوسیع کے قائل ہین چنانچہ حضرت میرزا

مظہر جانجانان شہید رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات مین ہی و دست را برابر سینہ می بستند
و میفرمودند کہ این روایت ارجح است از روایت زیرناف اگر کسے گوید کہ درین صورت
خلاف حنفیہ بلکہ انتقال از مذہب بمذہب لازم مے آید گویم بموجب قول ابی حنیفہ رضی اللہ
تعالےٰ عنہ اذا اثبت الحدیث فہو مذہبی از انتقال در مسایہ جزئی خلاف مذہب لازم
نمے آید بلکہ موافقت در موافقت ست انتہی اور امام ربانی عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی میزان
مین اولویت کے قائل ہین چنانچہ فرماتے ہین وضع تحت صدرہ اولے وبذلک حصل الجمع
بین اقوال الائمۃ رضی اللہ عنہم انتہی اور مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
شرح موطا مین فرماتے ہین مترجم گوید رضی اللہ عنہ وارضاہ کہ جمہور علماء بوضع یمنے
علی الیسرے قائل اند باز اختلاف کردند شافعی فوق ناف سے نہد والو حنیفہ زیرناف
وامرہمہ واسع وجائز است اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تنویر العینین مین فرماتے
ہین والوضع تحت السرۃ وفوقہا متساویان لان کلا منہما مروی عن اصحاب النبی
صلے اللہ علیہ وسلم اور شیخ عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی توسیع کے قائل ہین
مدارج النبوۃ مین **الجواب** فوق ناف وزیرناف دونون طرح ہاتھ باندھنا اگر ازروے
دیانت ہی تو جائز ہے اور اگر ہوائے نفسانی سے کرے گا تو ناجائز ہے واللہ تعالےٰ
اعلم **سوال** ملفوظات حضرت میرزا مظہر جانجانان شہید رحمۃ اللہ علیہ مین ہے۔
عجب ست کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کہ محدثین بیان آن نمودہ اند واحوال رواۃ آن معلوم
است وبچند واسطہ میرسد بہ نبی معصوم کہ خطا را بران راہ نیست بعمل نمے آرند وروایت
نقلہ کہ ناقلان آن قضاۃ ومفتیان اند واحوال ضبط وعدل آنہا معلوم نیست دہ زیادہ
از دہ واسطہ میرسد بمجتہد کہ خطا وصواب از شان اوست معمول گردیدہ است ربنا لا تواخذنا

ان نسینا او اخطانا انتہی اس عبارت کی وجہ سے وہ لوگ جو باوجود احادیث صحیحہ
غیر منسوخ کے جنکی شہادت عند المحدثین اہل فن ثابت ہوگئی ترک کرکے دیگر کتب و اقوال
کر اونکا حال بضبط ناقلان ثابت نہین عمل کرتے ہین حضرت میرزا صاحب قدس سرہٗ
کو غیر مقلد و برا کہتے ہین یہ قول اونکا گناہ اور ناحق ہی یا نہین اور عبارت مذکورہ صحیح ہی
یا نہین **الجواب** یہ عبارت صحیح ہے اور یہ حکم اوس شخص کے لیے ہے کہ جو تمام احادیث
کی صحت و سقم سے واقف ہو اور دلائل ائمہ مجتہدین و فقہا سے بھی واقف ہو پس یہ
عبارت کچھ غیر مقلدون کو مفید نہین اور اس عبارت کی وجہ سے حضرت میرزا صاحب
علیہ الرحمۃ کو غیر مقلد و برا کہنے والا فاسق ہی واللہ تعالے اعلم **سوال** احادیث مین جو
تغنی بالقرآن کو محمود و مستحسن فرمایا گیا ہے بالخصوص اس حدیث مین لیس منا من لم یتغن
بالقرآن اسمین گویا واجب اور اسکے ترک کو حرام کردیا گیا ہے لہذا مراد تغنی بالقرآن
سے حسن صوت بے تکلف بلا زیادتی کمی الفاظ ہے یا موسیقی و مطربان کیونکہ اقوال فقہا
مختلف ہین بعض مطلق ممنوع کہتی ہین بعض مطلق اجازت دیتے ہین اگرچہ بقوانین
موسیقی ہو بعض بے تکلف طبع و سماحت جواز و موسیقی و مطربان عدم جواز کے لہذا مطلب حدیث
موید لقول ثالث ہے یا نہین **الجواب** اس حدیث مین مراد حسن صوت سے اور
خوش الحانی سے پڑہنا ہے اور ایسی طرح تغنی کرنا کہ حروف مین زیادت و کمی نہو جائز
بلکہ مستحسن ہے اور ایسی طرح پر پڑہنا کہ حروف مین کمی زیادتی پیدا ہو جاوے جائز نہین
فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** صلوۃ جنازہ مسجد مین بموجب احادیث صحیحہ چنانچہ
ابو داود مین ہے عن عائشۃ قالت واللہ ما صلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علے
سہیل بن البیضاء الا فی المسجد انتہی ایضاً قالت واللہ لقد صلے رسول اللہ صلی

علیہ وسلم علے ابن البنی بیضاء فی المسجد اخیہ انتہی درست ہی یا نہین درصورت عدم جواز دلیل صحیح کیا ہی اور یہ حدیث ابوداود من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلاشئی لہ صحیح ہی یا نہین کیونکہ صاحب سفر السعادت فرماتے ہین گاہ بیرون مسجد وگاہ اندرون مسجد وہر دو جائز ست وحدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود من صلی علے جنازۃ فی المسجد فلاشئی لہ غلط ست وصواب آنست کہ خطیب بغدادی روایت کردہ وگفتہ کہ در اصل فلاشئی علیہ ست وبعض ائمہ حدیث سے گویند این حدیث خود ضعیف ہست چہ از افراد صالح مولی التوأمہ ست ونماز برابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ درمسجد گذارند بحضرت جمیع مہاجرین وانصار وازکسے انکار وارونشدہ انتہی اگر کوئی پڑھ لیوے توہو جاویگی یا قابل اعادہ ہوگی **الجواب** نماز جنازہ کی مسجد مین ادا کرنے مین علما کا اختلاف ہی امام صاحب کے نزدیک روا نہین اور حدیث ابو ہریرہ حسن ہے غلط اور ضعیف نہین اور اس حدیث صحیحین سے اسکی تائید ہوتی ہے کہ آپ نے نجاشی پر نماز مسجد سے باہر تشریف لاکر پڑھی اور اگر کوئی شخص نماز جنازہ مسجد مین پڑھ لے تو نماز ادا ہوگی اعادہ ضرور نہین فقط واللہ تعالے اعلم **سوال** سورۂ فاتحہ صلوۃ جنازہ مین کہ حسب احادیث صحیحہ مسنون ہی چنانچہ عن طلحۃ بن عبد اللہ بن عوف رضی اللہ تعالے عنہ قال صلیت خلف ابن عباس علے جنازۃ فقرأ فاتحۃ الکتاب فقال لتعلموا انہا سنۃ وحق رواہ البخاری ونسائی انتہی وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ قال السنۃ فی الصلوۃ علے الجنازۃ ان یقرأ فی التکبیر الاولے بام القرآن مخافتۃ ثم یکبر ثلثا والتسلیم عند الآخرۃ رواہ النسائی اور محققین علماء بھی اسکی سنیت وافضلیت کے قائل ہین خصوصاً مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ مین فرماتے ہین ومن السنۃ

قراۃ فاتحۃ الکتاب لانہا خیر الادعیۃ واجمعہا اللہ تعالےٰ لعبادہ فی محکم کتابہ اور ملا علی
قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی استحباب کے قائل ہین بنا بر احتیاط مذہب شافعی صاحب رحمۃ اللہ
علیہ کے چنانچہ رد المحتار مین ہے وقول ملا علی القاری ایضًا یستحب قراتہا بنیۃ الدعاء
خروجا من خلاف الشافعی اور قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی وصیت نامہ
مین فرماتے ہین لہذا برعایۃ ادلہ مذکورہ فاتحہ پڑھنا ہی اولیٰ ہے یا نہین الجواب حضرت
فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ نماز جنازہ مین احیانًا بجواز پڑھی ہے ورنہ معمول ضرور ہوتا
کیونکہ امام صاحب قرآن کی ممانعت حدیث سے ثابت فرماتے ہین البتہ بطور دعا پڑھنا
مضائقہ نہین ہے واللہ تعالےٰ اعلم سوال لباس احمر بغیر معصفر خواہ ٹول ومخمل وغیرہ
مردون کو درست ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصفٰی شرح موطا
مین فرماتے ہین ومکروہ نیست لباس مصبوغ بمشق ونحوہ آن در حق مردان و در حق زنان
واللہ اعلم یا نہین الجواب لباس احمر غیر معصفر مرد کو پہننا جائز ہے علےٰ سبیل الفتویٰ
اور ترک اولےٰ ہے بنا بر تقویٰ اور معصفر مرد کو مکروہ تحریمی ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم
سوال تحدید صاع ومد بوزن ہندوستان سو روپیہ کے سیر سے معتبر کیا ہے
اور یہ جو ترجمہ اغاثہ مین مولوی محمد احسن صاحب مرحوم لکھتے ہین کہ مد دمشقی رطل کی
تہائی کی برابر ہے یعنی سو روپیہ بھر کے سیر سے قریب ڈیڑھ پاؤ کے ہوتا ہے اور صاع
ایک رطل وتہائی رطل کے قریب یا ڈیڑھ سیر کے قریب ہوتا ہے قول مذکورہ صحیح ہے
یا نہین الجواب بانوین کے سیر سے یعنی چہرہ شاہی بانوین روپیہ کی برابر کے سیر سے
ایک صاع تین سیر کا ہوتا ہے اور مد اوسکی چوتھائی ہے اور یہ مد وصاع بمذہب
حنفی ہین اسکے موافق آپ حساب کرلین اور تولہ دو تولہ کی کمی زیادتی شرعًا معاف

نہین فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال** معجزہ قدم شریف یعنی سنگ موم ہوکر نقش قدم ہوجانا چنانچہ بکثرت دیکھا جاتا ہی کہ لوگ لئے پھرتے ہین احادیث صحیحہ مستندہ سے ثابت ہے یا نہین **الجواب** کتب احادیث سے تو اسکا پتہ نہین چلتا البتہ قصیدہ ہمزیہ مین دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ معجزہ نقش قدم شریف کا ظاہر ہوا ہی لیکن آجکل جو لئے پھرتے ہین انکا اعتبار نہین فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال** تو تام چاندی کے ایک یہ کہ کپڑے پر ٹانک دئے جاوین دوسرے یہ کہ سوراخ کرکے معہ زنجیرون کے داخل کپڑے مین کئے جاوین کہ ہر وقت نکال اور ڈال سکتے ہین یہ دونون صورتین جواز مین یکسان ہین یا نہین **الجواب** تو تام چاندی کے دونون طرح درست ہین فقط واللہ تعالےٰ اعلم **سوال** جو لوگ وضو مین ہر ہر عضو پر اذکار دعائین پڑھتے ہین آیا کوئی اصل معتبر اسکی ہے یا نہین **الجواب** جو وضو کے اندر ہر ہر عضو پر اذکار پڑھتے ہین اونکی کوئی سند صحیح نہین ہے فقط لیکن روایات قابل عمل مین فقط واللہ تعالےٰ اعلم کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۲۷ ذالحجہ روز چارشنبہ

رشید احمد ۱۳۰۱

جناب مولانا صاحب معظم مکرم دام ظلکم آپکی خدمت عالی مین بعد سلام مسنون الاسلام کے التماس ہی کہ بندہ کو آپکی خیر و عافیت مطلوب ہی لہٰذا امید وار ہون کہ سوالات کے جوابات سے بندہ کو مشرف فرمائے فقط خادم العلما رو ناج احمد **سوال** جسکے ذمہ روزہ کفارہ کے ہون طلب علم مین ہو یا حفظ کلام اللہ مین اگر روزہ رکھتا ہی تو طلب علم مین نقصان ہوتا ہے اور اگر نہین رکھتا ہے تو اسکا مواخذہ سخت ہوتا ہی کہ کفارہ کے روزہ اوسکے ذمہ ہین اگر بعد طلب علم کے رکھ لے تو درست ہی یا نہین **سوال** جس شخص کے پاس مال نصاب ہے اور وہ اوس مال کی کوئی شی مثل مکان وغیرہ خرید لے تو اوس مال پر زکوٰۃ ہوگی یا اوسکی

سوالات مرسلہ حاجی احمد صاحب مرادآبادی ۱۳۰۱ھ

آملی پر سوال وقت ظہر مثلین تک رہتا ہی یا نہین مذہب حنفیہ مین اگر نہین رہتا تو جو ظہر مثلین مین پڑھے تو قضا پڑھے یا ادا اور بعد مثل کے عصر اگر پڑھے تو ہو گی یا نہین اور سایہ اصلی کی پہچان خلاصہ طور پر ایسے قاعدہ کلیہ سے کہ ہر جگہ وہ قاعدہ دلنشین ہو ارقام فرماوین سوال اگر کسی کو کوئی عذر مثل مرض وغیرہ کے ہو تو جمع بین الصلوتین جائز ہے یا نہین کیونکہ وہ حالت مرض سخت وغیرہ مین نہ پڑھ سکے گا چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب موطا کی شرح مین فرماتے ہین مختار فقیر جواز ست وقت عذر و عدم جواز بغیر عذر اور مولانا عبد الحی صاحب مرحوم بھی جواز کو لکھتے ہین اپنے فتاوی مین تو اگر ایسے وقت مین جمع بین الصلوتین کرلے تو جائز ہے یا نہین اور نماز ہو جاویگی یا نہین سوال قبرون کو پختہ کرانا اور عمارات بنانا اور روشنی وغیرہ کرنا کہ انکے منع مین حدیثین صحیح وارد ہین اور لعنت فرمائی ہی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو پھر کیا باعث ہی جو خود حضرت ہی کا مزار مبارک پختہ رفیع الشان بنا ہوا ہے اور رنگین بھی ہوئی ہے اور بڑے بڑے سامان اور صحابہ اور امامون کی بھی پختہ بنی ہین کیا کچھ خصوصیت ہی یا کچھ مصلحت ہی دین و دنیا کی اگر کوئی منع کرے تو نہین مانتے اور غلط بتاتے ہین آپکی خدمت مین عرض ہی کہ جواب ایسے طور پر دیجئے جو او پر حجت ہو کیونکہ حدیثون کا صاف انکار لازم آتا ہے اور اگر اونسے کہین کہ حجت تو قرآن و حدیث سے ہے تو وہ کہتے ہین کہ ہم ایسی باتون کو نہین مانتے۔ سوال جو شخص مجتہدین علیہ الرحمۃ کو یا مقلدین کو برا جانے یا تقلید مجتہدین کو شرک کہے معاذ اللہ وہ تو فاسق اور گنہگار سخت ہی مگر جو شخص ایسا نہ جانے بلکہ سب ائمہ دین کو اپنا پیشوا و مقتدائے دین اپنے عقیدہ مین جانتا ہو تو وہ شخص عمل ظاہر سنت پر کہ حدیث سے ثابت ہو اور کسی مذہب کے موافق ہو مذاہب اربعہ مین سے کرلیوے اور باعث فتنہ فساد کا اور پریشانی عوام کا نہی

اوسکے عمل کرنے سے کیونکہ تقلید معین کو جو واجب اور ضروری کہتے ہیں تو اس باعث سے کہ موجب درستی اعمال اور صلاحیت اور بوجہ عدم پراگندگی و پریشانی وفتنہ وفساد عوام کے ورنہ چاہے جسکی تقلید کرے مذاہب اربعہ پر تو ایسی صورت مین کہ باعث فتنہ و فساد عوام کا نہو مختار ہے چاہے جسپر عمل کرے یا نہین فقط - احقر آپکا خادم رشید احمد بازار جوکی امید ہے کہ جواب سے مشرف فرماوین گے - **جواب اول** کفارہ کے روزون مین تاخیر نچاہیئے اگرچہ حفظ قرآن وتحصیل علم مین حرج لازم آوے فقط **جواب دوم** جب تک اُس مال سے کوئی شی نہ خریدی تھی اوسپر زکوۃ تھی اور بعد خریدنے کے اوسپر زکوۃ نہین آتی فقط **جواب سوم** ظاہر یا دونون قولون پر فتوی دیا گیا ہے جسپر عمل کریگا درست ہی اور رسالہ جملی کا ایسا قاعدہ جو ہر جگہ موافق ومطابق ہو مجھے معلوم نہین فقط **جواب چہارم** ممانعت ہو جاسے گی فقط **جواب پنجم** یہ سب امور ناجائز ہین اور جہان کہین لوگون نے کیا ہی وہ علما مقبولین نے نہین کیا بلکہ امرا وسلاطین نے کیا ہے اور خلاف قرآن شریف وسنۃ رسول اللہ کے جو کوئی کرے وہ ناجائز ہے قابل حجت نہین فقط **جواب ششم** اس صورۃ مین اگر ہواے نفسانی سے بھی خالی ہے تو اوس کو جائز ہی کہ کسی مذہب کے موافق عمل کرلے فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ مورخہ ۱۶ - ربیع الثانی روز چارشنبہ

رشید احمد

الجواب عاصم قاری کے نزدیک جنکی قرأۃ ہندوستان مین پڑھی جاتی ہے اور تمام قرآن مطبوعہ اوسی کے موافق ہین بسم اللہ ہر ہر سورۃ کا جزو ہے لہذا اوسکے نزدیک ہر سورۃ کے اوپر بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی کہ بسم اللہ ایک آیۃ قرآن شریف کی ہی اوس کو کہین ایک جگہ جہر سے

پڑھ دینا چاہیئے سوائے سورہ نمل کے پس جو لوگ کہ مذہب حنفیہ کی رعایت رکھتے ہین وہ بسم اللہ کو ایک دفعہ پکار کر پڑھ لیتے ہین سوائے سورۂ نمل کے کیونکہ بسم اللہ کسی سورہ کا جزو نہین مستقل آیۃ ہی امام صاحب کے نزدیک پس رعایت مذہب حنفیہ جس سورہ کے ساتھ چاہے اسکو پڑھ لیوے کوئی قید نہین اور اگر رعایت قاری عاصم کی منظور ہے تو ہر ہر سورہ کے اوپر بجہر پڑہنا چاہیئے درصورت مذہب حنفیہ کوئی احتیاط کی بات نہین یکسان ہی فقط اعتکاف مسنون ہین اگر فساد ہو جاوے تو اوسکی قضا نہین آتی فقط سحری کھانے کے اندر تاخیر مستحب ہی اور ایسی تاخیر کرجس سے شک مین واقع ہو جاوے اوس سے بچنا واجب ہی فقط والسلام سب احباب کو سلام مسنون۔

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۱۵۔ رمضان یوم پنجشنبہ

رشید احمد ۱۳

کیا فرماتے ہین علماے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید کا نکاح ہندہ نابالغہ بولایت اولیاء ہندہ منعقد ہوا تھا بعد فوت ہونے زید کے ہندہ نابالغہ کا نکاح ثانی برادر زید سے والدین زید نے بلا اجازت واطلاع اولیا ہندہ اپنے گھر مین کرالیا بعد اطلاع کے اولیا ہندہ بھی شکایت وغیرہ کرکے نکاح ثانی ہندہ سے راضی ہوگئے یہانتک کہ ہندہ کی آمد ورفت برابر اپنے اولیا و زوج مین رہی کسی قسم کی ناراضی اولیا ہندہ مین نہین پائی گئی بعد بلوغت کے ہندہ خود بھی بدستور راضی وخوش رہی مگر اب بوجہ کسی نزاع کے اولیا ہندہ مین و زوج ہندہ مین ہندہ اپنے نکاح سے انکار کرتی ہے اور زوج سے علیحدہ ہوکر اپنے اولیا مین چلی گئی لہذا ایسی صورت مین کہ ہندہ اپنے نکاح سے راضی تھی نکاح صحیح ہے اور ہندہ آسکتی ہے یا نکاح فسخ ہوسکتا ہے بینوا توجروا الجواب صورۃ مسئولہ مین جبکہ نکاح صحیح ہوگیا کہ ہندہ کے اولیا نے

مرسلہ حافظ عنایت اللہ صاحب رامپوری ۱۳۱۲ھ

اوس کو رد نہین کیا اور دلالۃً اور صراحۃً اوسکی رضا پائی گئی اور بعد بلوغ کے خود منکوحہ بھی زوج سے راضی رہی اور اوس کے پاس رہتی رہی تو اب یہ نکاح ہرگز انکار سے فسخ نہین ہوسکتا کذا فی کتب الفقہ فقط واللہ تعالے اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (رشید احمد ۱۳۰۱)

بخدمت شریف جناب مولانا و مخدومنا مولوی رشید احمد صاحب مد ظلہ العالی۔ السلام علیکم

زید ایک معمولی سا مولوی ہی لوگون سے مسائل متنازعہ فیہ مین گفتگو کر کے فساد کرتا ہے اور عوام اور جہلا سے بلا وجہ بحث و مباحثہ کرتا ہی مسائل مختلف فیہ مین نہایت تشدد کرتا ہے چنانچہ عمرو سے جو کہ ایک مبتدی طالب علم نفحۃ الیمن وغیرہ پڑھتا ہے مسئلہ رفع یدین فی الصلوۃ عند رکوع مین گفتگو کی زید نے کہا رفع یدین عند رکوع ممنوع فی الحدیث ہے عمرو نے جواب دیا نہین بلکہ سنت ہی چنانچہ سبیل الرشاد مین رفع و عدم رفع کو سنت تحریر فرما کر عدم رفع کو راجح لکھا ہی ممنوع نہین ہی اگر ممنوع فی الحدیث ہوتا تو سبیل الرشاد مین ضرور تحریر فرمایا جاتا تو زید نے اسکے جواب مین کہا مین کسی کا کلام نہین مانتا اور چند کلمات سخت کہے عمرو نے بھی اسکے جواب مین غصہ سے یہ کہا جو سنت کہ حدیث صحیح سے ثابت ہی اوس پر عمل کرنے کو جو ممنوع کہے وہ ملحد ہے لہذا عرض ہی جو طور سبیل الرشاد مین تحریر ہوا ہے یہی درست ہی یا رفع یدین مذکور ممنوع فی الحدیث ہی اور زید جو لوگون کو ایسے الفاظ کہتا ہے اور کہلواتا ہی اور لوگون کو ورغلاتا ہی کس جرم کا مستحق ہے اور اس حدیث کا مصداق ہی یا نہین من طلب العلم لیجاری بہ العلماء لیماری بہ السفہاء لیصرف بہ وجوہ الناس الیہ ادخل اللہ النار اور عمرو نے جو اسکے جواب مین ملحد کہا وہ کس درجہ کا گنہگار ہے بینوا و توجروا

الجواب جو طور سبیل الرشاد مین مذکور ہے وہ ہی صحیح ہے احادیث صحیحہ سے دونون امر ثابت ہین کسی ایک کو ممنوع

در مطبع علی نظامی بگیلنہ صاحب مرادآبادی ۱۳۲۰ھ

اور اوسکے فعل کو ارتکاب منہی اور فعل منکر نہ کہنا چاہیئے اور جو شخص ایسے کلمات کہے
یا مجارات ومبارات کو مقصود تحصیل علم بنادوے وہ سخت گستاخ بلکہ مستحق تعزیر ہے
اور قابل تادیب فقط واللہ تعالے اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

بنام علی نظر بیگ صاحب مرادآبادی ١٣١٦ھ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد السلام علیکم مطالعہ فرمایند۔ بندہ بخیریت ہے آپکے لئے
دعاے خیر کرتا ہے۔ مجھے کوئی وظیفہ ایسا معلوم نہین کہ جس سے ذوق و شوق پیدا ہو اور
دنیا سے بے رغبتی اور اللہ کی طرف توجہ کرنا اسکے لئے مفید ہے جس شی کی ان ایپ
کی طرف سے صراحتہً یا دلالتہً اجازت ہو اوسکا لینا مضائقہ نہین ہے اور بلا مرضی اونکے
اونکے مال مین تصرف درست نہین ہے فقط والسلام۔ ۴ محرم ١٣١٦ھ

بنام حافظ عبد الرحیم صاحب مرادآبادی ١٣١٦ھ

الجواب ایسے ظروف بنانا جنکا استعمال سب زن ومرد کو حرام ہے بنانے نہین چاہئین
کہ بالآخر سبب معصیت ہوجاتا ہے اور جو انگوٹھی زن ومرد دونون پہنتے ہین وہ بیچنا
اور بنانا درست ہے اور جو مردون کو درست ہے یا عورتون کو درست ہے اوسکا بنانا اور بیچنا
بھی درست ہے فقط والسلام مورخہ ١٢ شعبان ١٣١٦ھ

بنام علی نظر بیگ صاحب مرادآبادی ١٣١٧ھ

از بندہ رشید احمد عفا عنہ بعد سلام مسنون آنکہ جس صورت مین لوگون کے جمع ہونے سے
مسجد کی بے تعظیمی ہوتی ہے ایسی صورت مین چپکے سے ختم کردینا اور کسی کو خبر نکرنا بہت
اور مناسب ہے۔ اور جس شخص نے بیس تراویح پڑھ لی ہون پھر کسی دوسری مسجد مین تراویح
ہوتے دیکھے تو شریک ہوجاوے کچھ حرج نہین بلکہ ثواب ہے۔ جس شخص نے اسقدر
کھانا کھایا کہ بعد طلوع آفتاب کے ڈکارین آتی ہین اور اونکے ساتھ پانی آتا ہے
اوس سے روزہ مین حرج نہین آتا۔ واللہ اعلم ١٢۔ رمضان یکشنبہ ١٣١٧ھ۔ رشید
بوجہ ابر کے یہان چاند نظر نہین آیا مگر اور مقامات سے مستند خبرین آئی ہین کہ چہارشنبہ کی ہلال

بنام علی نظر بیگ صاحب مرادآبادی ۱۳۱۹ھ

الجواب بھاگلپوری کپڑے ریشمی ہی ہین اونکا حکم ریشم کا ہی ہے گر یہ موٹا ریشم کی اور معروف ریشم ریشم کی عمدہ قسم ہے پس اگر تانا بانا دونون ریشم کے یا بنا اسکے ہون خواہ صرف بانا ریشم کا ہو تو دونون صورۃ مین نادرست ہی اور اگر دونون ریشمی نہون بلکہ صرف تانا ریشمی ہو تو درست ہے جیسا ریشم کا بھی یہی حکم ہے حاصل یہ کہ بنا ریشم ہے چھال نہین ہے فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ مورخہ ۲۱۔ محرم الحرام ۱۹ھ

بنام عزیز الدین صاحب مرادآبادی ۱۳۱۹ھ

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفا اللہ عنہ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ بحمدہ تعالے معہ متعلقین بعافیت ہی آپکے لئے دعاے خیر کرتا ہے حق تعالے قبول فرماوے اگر طاق والماری جسمین کتب شرعیۃ وقرآن حدیث رکھی ہون سر کی برابر ہے تو کچھ حرج نہین ہے اور اگر سر کے نیچے پشت کی برابر ہے تو خلاف ادب کے ہے۔ مولوی نصر اللہ کو بعد سلام مسنون معلوم ہو کہ تمھارے استفتا بسبیل ڈاک یہان سے روانہ ہو چکے ہین معلوم نہین کہ آپکے پاس ابتک کیون نہین پہونچے فقط والسلام۔

بنام علی نظر بیگ صاحب مرادآبادی ۱۳۱۹ھ

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ بخیریت ہے قرآن شریف پڑھانے کی اجرت لینی درست ہے مگر رمضان شریف مین جو قرآن شریف تراویح و نوافل مین سنایا جاتا ہی اوسکی اجرت لینی دینی دونون حرام ہین اور آمدنی مسجد سے یہ حرج اور بھی زیادہ برا ہے بلکہ متولی پر اوسکا ضمان آویگا یعنی جسقدر اس کام مین مال مسجد سے صرف کردیا ہے اوسکے دیت ہی کہ پھر اپنے پاس سے وہ روپیہ مسجد مین دے ایسے ہی ختم قرآن مین شیرینی وغیرہ اپنے پاس سے دے تو درست ہی اگر اسکو ضروری نہ خیال کرین گر مال مسجد سے یہ اخراجات ہرگز روا نہین ہین فقط واللہ تعالے اعلم۔

مورخہ ۲۵ رجب ۱۹ھ روز جمعہ

الجواب طاعون و وبا وغیرہ امراض کے شیوع کے وقت کوئی خاص نماز احادیث سے ثابت نہیں ہے نہ اوس وقت اذانیں کہنا کسی حدیث میں وارد ہوا ہے اس لئے اذان کو یا نماز و جماعت کو ان موقعوں میں ثواب یا مسنون یا مستحب جاننا خلاف واقع ہے۔

فقط واللہ تعالے اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفا عنہ

(مہر: رشید احمد)

منقولہ از مجموعہ فتاوی جلد دوم درسنہ ۱۳۰۲

سوال اول

در کتاب اذرجندی کہ از ملا علی قاری ست روایت ست قال

کان الیوم الثالث من وفات ابراہیم بن محمد صلے اللہ علیہ وسلم جا ابو ذر عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم معہ تمرۃ یابسۃ ولبن الناقۃ وخبز الشعیر فوضعہا عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقرا النبی علیہ الصلوۃ والسلام الفاتحۃ مرۃ وسورۃ الاخلاص ثلاث مرات وقرا اللہم صل علے محمد انت لہا وہو لہا اہل فرفع یدیہ ومسح وجہہ فامر ابا ذر ان تقسیمہا وقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثواب

منقولہ از رسالہ شمشیر خنداں مولف مولانا دین محمد صاحب مرحوم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور **الجواب**

یہ حدیث وضعی ہے اور بنانے والا اسکا کاذب اور مفتری ہے اور اذرجندی کوئی کتاب ملا علی قاری کی تصنیف سے نہیں ہے انتہی۔

(مہر: محمد صدر الدین)

(مہر: محمد قطب الدین) شاگرد مولانا اسحاق صاحب دہلوی مولف مظاہر الحق شرح مشکوۃ

(مہر: محمد بشیر نذیر) تنزجی

(مہر: سید محبوب) دہلوی

(مہر: فقیر ضیاء الدین) دہلوی

(مہر: حسینا حنفیا) دہلوی

(مہر: سید نذیر حسین ۱۲۸۱) محدث دہلوی

(مہر: نوار حسن علی) دہلوی

(مہر: ہو الخالق الخبیر) دہلوی

(مہر: رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶۵) دہلوی

(مہر: محمد عبد الرب ۱۲۶۷) دہلوی

(مہر: محمد نقی خان) دہلوی

(مہر: سید رحمت علی خان ۔ عدالت العالیہ سلطانیہ مفتیہ ۔ سراج العلما ضیاء الفقہا)

مفتی بادشاہی اہلی

(مہر: محمد عبد اللہ) دہلوی

(مہر: شریف حسین)

(مہر: سید احمد حسین ۱۲۸۹) دہلوی

(مہر: ابو الحسن ۱۲۸۹) دہلوی

(مہر: محمد عبد الحکیم)

محمد منصور علی یوسفی ۱۲۸۳ — دہلوی

عبدہ محمد یوسف ۱۲۸۴ — دہلوی

منصور علیخان بن احمد حسن خان ۱۲۹۰ — دہلوی

محمد غلام اکبر خان محمدی ۱۲۸۹ — دہلوی

مواہیر علمائے مقیم ریاست دوجانہ

محمد عبد الرحیم ۱۲۹۳ھ

محمد امام الدین محمدی ۱۲۸۴ھ

مواہیر علماے مُراد آباد

شاگرد مولانا محمد اسحق رح

محمد عالم علی ۱۲۸۳ — محدث مراد آبادی

محمد قاسم علی ۱۲۸۵ — صاحبزادہ مولانا عالم علی صاحب

محمد رمضان احمدی نقشبندی ۱۲۹۱

رحمت علی — المشہور حافظ رحمت علی صاحب متصل سنبھلی دروازہ

محمد نور عفی عنہ

مواہیر علمای پانی پت

محمد عبد الرحمن

بخشندہ عاصیان رحیم است

تمـــــــــــام شد

الجواب صحیح اور اسکا واضع ملعون ہے کہ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمت کرتا ہے فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

ہذا الاطعمۃ لابنی ابراہیم فقط صحت نام کتاب اور روایت کی اسمین ہے یا نہین یا اور کسی کتاب مین ہے - ہو المصوب

جواب اول نہ کتاب از جندی از تصانیف ملّا علی قاری ست و نہ روایت مذکور صحیح و معتبر ست بلکہ موضوع ست و باطل بر آن اعتماد نشاید در کتب حدیث لائقے ازینچنین روایت یافتہ نمے شود حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی -

محمد عبد الحی ابو الحسنات

استفـــــــتاء

ہمنے ہدیۃ الحرمین مین دیکھا ہے کہ حضرتؐ نے اپنے بیٹے ابراہیم کے سیوم و دسوان و بیسوان و چہلم وغیرہ مین چھوہارے پر فاتحہ دیا اور اصحابون کو کھلایا پس فی زماننا لوگ پھول - پان وغیرہ کرنے سے چہلم و سیوم دسوان و بیسوان مین مانع ہوتے ہین کیسا ہے - ہو المصوب یہ قصہ جو ہدیۃ الحرمین مین لکھا ہے محض غلط ہے

کتب معتبرہ مین اسکانشان نہین واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ **سوال** (جلد سوم) فاتحہ مروجہ یعنی طعام را روبرو نہادہ دست برداشتہ چہ حکم دارد **جواب** این طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بود نہ در زمان خلفا بلکہ وجود آن در قرون ثلثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند منقول نشدہ وحالا در حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا عادت خواص نیست واگر کسے اینطور مخصوص بعمل آورد آن طعام حرام نمے شود بخوردنش مضائقہ نیست واین را ضروری دانستن مذموم است بہتر آنست کہ ہرچہ خواہند خوانندہ ثواب آن بمیت رسانند وطعام را بہ نیت تصدق بفقرا خورانند وثوابش نیز باموات رسانند۔ **سوال** روز سوم یا پنجم مردم بطلب یا بلا طلب جمع می شوند وچند ختم کلام مجید میخوانند بعضے آہستہ وبعض باواز بلند ودر پیالہ خوشبو گل مے اندازند ودیگر خصوصیات ورسوم بعمل مے آرند چہ حکم دارد **جواب** مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص وآرا ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست صاحب نصاب الاحتساب آن را مکروہ نوشتہ رسم ورواہ تخصیص بگذارند وہر روز کہ خواہند ثواب بروح میت رسانند ومیت قریب مرگ خود زیادہ تر محتاج مدد مے شود ہر قدر کہ ایصال ثواب بہر روز کہ شود موجب خیرست کذا فی فتح العزیز وشیخ عبد الحق محدث دہلوی در شرح سفر السعادت میفرمایند وعادت نبود کہ براے میت در غیر وقت نماز جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند نہ بر سر گور ونہ غیر آن واین مجموع بدعت ست ومکروہ نہ عدم تعزیت اہل میت وتسلیہ وصبر فرمودن سنت ومستحب است اما این اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامے بدعت است وحرام انتہی حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات

محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

نقل مکتوب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سلمہ الله تعالیٰ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند مجالس مولود مروجہ بدعة ہے اور بسبب خلط امور مکروہہ کے مکروہ تحریمیہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعة ہے اور امردلڑکون کا پڑہنا راگ ہین بسبب اندیشہ ہیجان فتنہ کے مکروہ ہے اور فاتحہ مروجہ بھی بدعة ہے معہذا مشابہت لفعل ہنود ہے اور تشبہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے ایصال ثواب بدون اس ہیئت کے درست ہے اور سوم و دہم و چہلم جملہ رسوم ہنود کی ہین اس تخصیص ایام مین مشابہت بھی ہوتی ہے اور تخصیص ایام کی بدعت بھی ہے اگرچہ اصل ایصال ثواب بدون کسی تخصیص و مشابہت کے درست ہے فقط

اما بعد الحمد لله والصلوة والسلام علی رسول الله فاقول بالله المجیب محق و جمیع الاجوبة حقہ وانا المفتاق الی الله الغنی محمد طیب المکی المدرس الاول فی المدرسة العالیہ الرامپوریہ عرب

محمد طیب

الاجوبة صحیحة والله سبحانہ اعلم بالصواب
محمد لطف الله عفی عنہ

ذالک حق لله
العبد
محمد گل مالک و مہتمم مدرسہ امدادیہ مراد آباد

بنیاد ۱۳۰۰
نشگفتہ محمد گل

المجیب مصیب
عبد الوہاب خان

دل و حافظ محمد خان
عبد الوہاب خان

المجیب مصیب
محمد قاسم علی عفی عنہ

مولانا عالم علی
محمد قاسم علی خلف
۱۲۹۶

امام مفتی شہر مراد آباد

خادم شریعت رسول الله
قاضی و مفتی
محمد لطف الله
۱۲۹۸

ہذہ الاجوبة صحیحة
محمد جعفر علی عفی عنہ

ولد محمد اکبر علی خان
محمد جعفر علی خان
۱۲

رامپوری

منقولہ از ہدایۃ المبتدعین مطبوعہ ہاشمی میرٹھ۔ زید دعوی کرتاہے کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم مجلس مولود شریف مین تشریف لے گئے اور آپنے اجازت دی اور
آپکے زمانہ مین یہ مجلس ہوئی اور حضرت رسول اللہ صلعم نے دُودہ اور چھوہارے
فاتحہ اپنے فرزند ابراہیم کی دی اور عمرو کہتاہے کہ یہ بات محض جھوٹ ہے کسی کتا
حدیث اور فقہ معتبرہ سے ثابت نہین اللہ کی لعنت ہے جہوٹون پر اگر یہ بات ثابت ہو
تو مین اپنے کہنے اور اعتقاد سے توبہ کرونگا اور زید بھی یہی کہتاہے کہ اگر یہ بات ثا
نہین ہوئی تو مین اپنے عقیدہ اور قول سے توبہ کرونگا اسواسطے علمای دین سے
سوال ہے کہ جو کچھ حق ہو اللہ تعالے سے ڈر کر کتب معتبرہ سے اس کا جواب لکھو

الجواب زید جہوٹا ہے اور یہ بات کسی کتاب معتبر مین نہین لکھی زید کو چاہئے
کہ ایسی بات سے توبہ کرے اور اگر کسی عالم بدین سے ایسی بات سنی ہو تو اوس
صحبت مین نہ بیٹھے اور دوسری بات جو زید نے کہی وہ بھی جھوٹ ہے اور آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام پر افترا مسلمانون کو چاہیئے کہ ایسے بددین کو سمجھادین اور اگر
پھر بھی توبہ نکرے تو اوسکی ملاقات سے پرہیز کرین اور کسی کتاب سے کہ قابل
اعتبار ہو یہ بات ثابت نہین اور عمرو دونون مسئلون مین سچاہے اور اوسکی بات
بھی ٹھیک ہے۔ فقط واللہ تعالے اعلم بالصواب

حسبنا اللہ عبدہ
محمد نذیر حسین
فقیر محمد حسن
قول الجیب حق احق بالاتباع
منصور علی احمد
خواجہ احمد ضیاء الدین
سید امیر حسین ۱۲۹۴
امیر احمد
الجواب صحیح احمد علی عفی عنہ محدث سہارنپوری
الجواب صحیح الراقم عنایت علی
الراقم محمد اسد علی
جواب صحیح ست مہر درین وقت دیگر جا بود لہذا بدستخط اکتفا نمودہ شد
شاگرد مولانا محمد اسحاق صاحب
مسعود محمد
امام مسجد

ذلک کذلک — الجواب الجواب — اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب — من اجاب اجاد

عبد الباری عفی عنہ | محمد تراب علی | من غلب ہواہ عقلہ افتضح | ملا سیف اللہ ولایتی | محمد اسحاق

الجواب صحیح | محمد عبد اللہ | سید احمد | حافظ عبد اللہ | محمد یوسف جنیدی | محمد اکبر

الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ | رشید احمد

کیا فرماتے ہین علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ سامنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھکر ہاتھ اوٹھاکر فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھنا درست ہی یا نہین کہ جس کو عرف عام مین فاتحہ کہتے ہین۔ **جواب** صورت مسئولہ کا یہ ہی کہ فاتحہ مروجہ شرعًا درست نہین ہی بلکہ بدعت سئیہ ہے کذا فی اربعین و فتاوی سمرقندی فقط محمد قاسم علی عفی عنہ | محمد قاسم علی ۱۲۸۵

ہذا الجواب صحیح محمد عالم علی عفی عنہ ٭ الجواب صحیح والمجیب نجیح عبد اللطیف عفی عنہ

محدث مراد آباد | محمد عالم علی ۱۲۰۳ | شاگرد مولانا محمد اسحق رحمۃ اللہ علیہ | محمد عبد اللطیف | سہارنپوری

کیا فرماتے ہین علمای دین و مفتیان شرع متین اس صورت مین کہ فی زمانا رواج ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اوسکے عزیز و اقارب اوس روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز یا اور کسی روز جمع ہوکر مسجد مین یا اور کسی مکان مین قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر بلا تعین شمار ثواب اس پڑھے ہوئے کا متوفی کو بخشتے ہین اور چنے وغیرہ تقسیم کرتے ہین تو اسطرح پر جمع ہونا اور قرآن مجید وغیرہ پڑہنا اور پڑہوانا درست ہے یا نہین بینوا بالکتاب توجروا فی یوم الحساب جزین مہر فرمادین **جواب** صورت مسئولہ کا یہ ہے کہ مجتمع ہونا عزیز و اقارب و غیرہم کا واسطے پڑھنے قرآن مجید کے یا کلمہ طیبہ کے جمع ہوکر

روز وفات میت کے دیا دوسرے روز ویا تیسرے روز بدعت و مکروہ ہے شرع شریف
مین اسکی کچھ اصل نہین ہے کتاب نصاب الاحتساب مین لکھا ہے ان ختم القرآن
جہرا بالجماعۃ ویسمی بالسارسیہ سیپارہ خواندن مکروہ اور فتاوی بزازیہ مین مرقوم ہے ویکرہ
اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم
واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم اولقراءۃ سورۃ الانعام اوالاخلاص
اور رد المحتار مین لکھا ہے ومن المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی لا توجد
فی الافراح وکدق الطبول والغناء بالاصوات الحسان واجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ
علی الذکر وقراءۃ القرآن وغیر ذلک مما ہو مشاہد فی ہذہ الازمان وما کان کذلک فلا شک فی
حرمتہ وبطلان الوصیۃ بہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم این است حکم صورت مسئولہ کہ

تحریر یافت فقط محمد قاسم علی عفی عنہ
مولا امامی علی محمد قاسم علی خلف ۱۲۹۱
امام مسجد شہر مراد آباد

الجواب صحیح محمد عبد اللطیف عفی عنہ
الجواب صحیح عبد الغنی سہسوانی
الجواب صحیح محمد مقیم الدین عفی عنہ
محمد عبد الغنی

فتوی مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی
از مولوی عبد الصمد صاحب امام مولوی بخجوتہ
فتاوی قلمی مولوی احمد رضا خان صاحب

منقولہ از جلد رابع کتاب الحظر والاباحت صفحہ ۱۳۱ **سوال** تین برس کے بچے کی فاتحہ
دوسرے کی ہونا چاہیئے یا سوم کی ہونا چاہیئے بینوا توجروا **الجواب** شریعت مین ثواب
پہونچانا ہے دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعین عرفی ہین جب چاہین کرین
انہین دنون کی گنتی ضروری جاننا جہالت بدعت ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

استفتا کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین کہ مجلس مولود خوانی
سرور کائنات صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم باین ہیئت کہ روشنی اسے کثیرہ زائد از

حاجت و امردان خوش الحان پر راگ خوانندہ اشعار وغیرہ وغیرہ قیودات بالخصوص
قیام اسی ذکر مولد اور اسی محفل مین ثابت اور جائز ہے یا نہین اور شریک ہونا مفتیان
کا ایسی مجالس مین جائز ہے یا نہین و نیز عیدین و پنجشنبہ وغیرہ مین آب طعام سامنے رکھکر
ہاتھ اوٹھا کر فاتحہ وغیرہ پڑھکر ایصال ثواب ہونے کرنا ثابت و جائز ہے یا نہین و نیز
خاص بروز سویم میت کے جمع ہوکر بالخصوص کلمہ طیبہ و ختم قرآن مجید معہ پنج آیت چنے
وغیرہ تقسیم کرنا ثابت و جائز ہے یا نہین و نیز دہم و بستم و چہلم وغیرہ میت کا کرنا ثابت
و جائز ہے یا نہین بینوا بالکتاب و توجروا بیوم الحساب المرسل بندہ عزیز الدین عفی عنہ از مرادآباد
محلہ ساہو مؤرخہ ۱۳۱۰ ہجری **الجواب** مجالس مروجہ مولود کہ جس کو سائل نے لکھا ہے بدعۃ
و مکروہ ہے اگرچہ نفس ذکر ولادۃ فخر عالم علیہ الصلوۃ کا مندوب ہے مگر بسبب انضمام ان
قیود کے یہ مجلس ممنوع ہو گئی کہ قاعدہ فقہ کا ہے کہ مرکب حلال و حرام سے حرام ہو جاتا ہے
پس اس ہیئۃ مجموعہ مجلس مولود مین بکثرۃ و زائد از حاجت ضرورۃ چراغ جلانا اسراف ہے اور اسراف
حرام ہے کہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین الآیۃ حکم ناطق قرآن شریف کا ہے
علی ہذا امردان خوش الحان کا نظم اشعار پڑھنا موجب ہیجان فتنہ کا ہے اور کراہۃ سے
خالی نہین اور قیام بالتخصیص اس ہی ذکر پر اور اس ہی محفل مین ہونا بدعۃ ہے پس حضور
ایسی محفل کا بسبب ان امور بدعۃ و مکروہ تحریمیہ کے مکروہ تحریمیہ اور بدعۃ ہوگا خواہ عام
لوگ جاوین خواہ مفتی جاوے بلکہ مفتی کو زیادہ تر موجب وبال کا ہے کہ وہ عالم ہے اور ایسے
فعل سے گمراہ کنندہ خلق کثیر کا ہوتا ہے۔ اور فاتحہ مین ہاتھ اوٹھا کر پڑھنا طعام شراب
روبرو رکھکر مشابہۃ فعل ہنود سے ہے اور یہ امر شرع مین ایصال ثواب کے واسطے کہین
ثابت نہین اور من تشبہ بقوم فہو منہم الحدیث حکم ناطق حرمۃ مشابہۃ کا ہے لہذا یہ

وسیع بھی حرام ہوگا- اور تیسوم و دہم و چہلم و چہارم سوم ہنود کی ہیں اس تخصیص ایام میں
مشابہت بھی ہوتی اور تخصیص ایام کی بدعت بھی ہے یہ سب بسبب ان تخصیصات
کے بدعت و مکروہ تحریمہ ہیں اگرچہ ایصال ثواب بدون کسی تخصیص و مشابہت کے درست ہے
اور تفصیل ان جملہ مسائل کی بسط کے ساتھ براہین قاطعہ میں ہے اوس میں ملاحظہ کر لیوین

فقط واللہ تعالے اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب حق و ماذا بعد الحق الا الضلال الاحقر محمد حسن غفر لہ مدرس مدرسۃ الغربا شاہی مسجد مرادآباد
ذلک حق حقیق بالاتباع احقر الزمن محمود حسن غفر لہ مدرس مدرسۃ الغربا مرادآباد
الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند
قد صح الجواب محمد حسن عفی عنہ مرادآبادی - الجواب صحیح عبد الصمد عفی عنہ
المجیب المصیب محمد عبد اللہ عفی عنہ الجواب حق عبد الحق عفی عنہ

الحمد للہ کہ حضرت مجیب لبیب دامت فیوضہم نے جو کچھ تحریر فرمایا ہی بلاشک صحیح ہی کسی کو جائے مقال نہیں کیونکہ وہ مخدوم العلما اور راسخ فی العلم ہیں البتہ بوجہ مزید اطمینان عوام چند عبارات کتب محققین سے تائیداً نقل کرتا ہوں فی الواقع نفس ذکر ولادت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی منکر نہیں ہوسکتا بلکہ وہ مندوب و مستحسن ہے مگر بوجہ الحاق امور نامشروعہ جیسا کہ مروج زمانہ حال ہی بدعت و حرام ہی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیجے مگر جیسا کہ قرون ثلثہ میں تھا کہ نہ مجلس مولود منعقد ہوتی تھی نہ ذکر ولادت پر قیام ہوتا تھا ہم سب مامور کیے گئے ہیں اتباع سلف صالحین پر نہ کہ ابتداع خلف پر امام علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے اکابرین دستہ دین سے ہیں مدخل میں فرماتے

ہیں ومن جملۃ ما احدثوہ من البدع من اعتقادہم ان ذلک من اکبر العبادات اظہار

الشعائر مایفعلونه فی شهر الربیع الاول من المولد وقد احتوی ذلک علی بدع ومحرمات الی
ان قال وهذه المفاسد مترتبة علی فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منه وعمل طعاما فقط
ونوی به المولد ودعی الیه الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکره فهو بدعة بنفس نیته فقط لان
ذلک زیادة فی الدین ولیس من عمل السلف الماضین واتباع السلف اولی ولم
ینقل عن احد منهم انه نوی المولد ونحن تبع السلف فیسعنا ما وسعهم انتهی اور مولانا عبد الرحمن
المغربی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں ان عمل المولد بدعة لم یقل به
ولم یفعله رسول اللہ صلعم والخلفاء والائمة انتهی کذا فی الشرعة الالہیة اور مولانا نصیر الدین
الاودی شافعی رحمۃ علیہ فرماتے ہیں بجواب سائل لا یفعل لانه لم ینقل عن السلف الصالح
وانما احدث بعد القرون الثلاثة فی الزمان الطالح ونحن لا نتبع الخلف فیما اهمل السلف
لانه یکفی بهم الاتباع فای حاجة الی الابتداع انتهی اور شیخ الحنابلہ شرف الدین رحمۃ
اللہ علیہ فرماتے ہیں ان ما یعمل بعض الامراء فی کل سنة احتفالا لمولده صلی اللہ علیہ
وسلم مع اشتماله علی التکلفات الشنیعة بنفسه بدعة احدثه من یتبع هواه ولا یعلم
ما امره صلی اللہ علیہ وسلم صاحب الشریعة ونهاه انتهی کذا فی القول المعتمد اور قاضی شهاب الدین
دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی تحفة القضاة میں فرماتے ہیں (سئل القاضی
عن مجلس المولد الشریف) قال لا ینعقد لانه محدث وکل محدث ضلالة وکل ضلالة فی
النار وما یفعلون من الجهال علی راس کل حول فی شهر ربیع الاول لیس بشیء ویقومون عند
ذکر مولده صلی اللہ علیہ وسلم ویزعمون ان روحه صلی اللہ علیہ وسلم یجیئ وحاضر فزعمهم باطل
بل هذا الاعتقاد شرک وقد منع الائمة عن مثل هذا انتهی اور صاحب سیرت شامی فرماتے
ہیں جرت عادة کثیر من المحبین اذا سمعوا بذکر وضعه صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوموا تعظیما له

صلے اللہ علیہ وسلم و ہذا القیام بدعۃ لا اصل لہ اور مولانا فضل اللہ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ
بہجۃ العشاق میں فرماتے ہیں مایفعل العوام فی القیام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام
لیس بشیٔ بل ہو مکروہ اور قاضی نصیر الدین گجراتی رحمۃ اللہ علیہ طریقۃ السلف میں فرماتے ہیں
وقد احدث بعض جہال المشائخ امور اکثیرۃ لانجد لہا اثرا ولا رسما فی کتاب ولا فی سنۃ منہا
القیام عند ذکر ولادۃ سید الانام علیہ التحیۃ والسلام اور حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی
سید احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں بنظر انصاف
ببینند اگر حضرت ایشان فرضاً درین زمان موجود بودند ودر دنیا زندہ مے بودند واین
مجلس و اجتماع کہ منعقد مے شد آیا باین راضی مے شدند واین اجتماع را مے پسندید
یا نہ یقین فقیر آنست کہ ہرگز این معنی را تجویز نمے فرمودند بلکہ انکار مے نمودند مقصود
فقیر اعلام بود قبول کنند یا نہ کنند ہیچ مضائقہ نیست وگنجائش مشاجرہ نہ اگر مخدوم زادہا
و یاران انجا بر ہمان وضع مستقیم باشند ما فقیران را از صحبت ایشان غیر از حرمان چارہ
نیست انتہی زیادہ چہ تصدیع دہد زیادہ والسلام اور شرکت جملہ مجالس غیر شرعیہ کی
نہ عام لوگوں کو درست ہے نہ مفتیوں کو قال اللہ تعالٰے وقد نزل علیکم فی الکتاب ان
اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا
مثلہم الخ امام محی السنۃ بغوی رحمۃ اللہ علیہ معالم التنزیل میں آیۃ مذکورہ کی تحت میں فرماتے
ہیں وقال الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ دخل فی ہذا الآیۃ کل محدث فی الدین وکل
مبتدع الی یوم القیامۃ اور اسی ہی تفسیر کو قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں
ارقام فرماتے ہیں۔ ایسا ہی ایصال ثواب بہتر مگر رسوم غیر جائزہ و بدعت کو اونکے ساتھ شریک
کرلینا ثواب کو کہو دینا اور گناہ کا مرتکب ہونا ہی قرون ثلثہ میں ایصال ثواب بھی کیا جاتا تھا

مگر نہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھی جاتی تھی نہ رسوم سوم و دہم و بستم و چہلم کی کچھ تعین تھی۔
ایصال ثواب اسکے لئے الاموات کیجئے مگر باقید جیسا کہ بزرگان سلف کا طریقہ تھا نہ بطریق
اختراع و ابتداع خلف فتاوی سمرقندیہ میں مرقوم ہے قرأۃ الفاتحۃ والاخلاص والکافرون
علی الطعام بدعۃ اور کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے واتخاذ الطعام عند قرأۃ القرآن یکرہ
اور نصاب الاحتساب میں ہے ان معرفا القوم فی صف النعال ویقرأ بعد الختم آیۃ من الاخلاص
ثلثا ومن الفاتحۃ مرۃ وہو قائم والناس قعود انہ بدعۃ ولم ینقل ہذا الصنع من السلف اور سنن ابن
ماجہ میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی سے مروی ہے کہ فرمایا کنا نری الاجتماع اسکے اہل المیت
وصنعہم الطعام من النیاحۃ انتہی چنانچہ فتح القدیر میں ہے واتخاذ الضیافۃ من اہل المیت وہی بدعۃ
مستقبحۃ لما روی ابن ماجۃ والامام احمد باسناد صحیح اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح
مشکوۃ میں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں قال الطیبی من اصر علی امر مندوب
وجعل عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ
او منکر ہذا محل ذکر الذین یصرون علی الاجتماع فی الیوم الثالث للمیت ویرونہ ارجح من
الحضور للجماعۃ ونحوہ اور فتاوی بزازیہ میں مرقوم ہے یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث
وبعد الاسبوع ونقل الطعام اسکے القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقرأۃ القرآن وجمع الصلحاء و
الفقراء للختم او لقرأۃ سورۃ الانعام او الاخلاص انتہی اور شرح منہاج امام نووی رحمۃ اللہ علیہ
میں ہے الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود واطعام الطعام فی الایام
المخصوص کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشہر السادس
والسنۃ بدعۃ اور حضرت شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعادت و مدارج میں فرماتے
ہیں این اجتماع مخصوص بروز سوم وارتکاب تکلفات دیگر و صرف اموال بے وصیت

انتہی تمامی بدعت است و حرام انتہی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
وصیت نامہ میں فرماتے ہیں دیگر از عادات شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا و سوم
و فاتحہ سالیانہ این ہمہ را در عرب اول وجود نبود و مصلحت آنست کہ غیر تعزیت وارثان میت
تا سہ روز و اطعام ایشان یکشبانہ روز رسمے نباشد انتہی اور حضرت قاضی ثناء اللہ
پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی وصیت نامہ میں فرماتے ہیں و بعد مردن من رسوم دنیوی مثل
دہم و بستم و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالیانہ ہیچ نکنند انتہی اللہم ارنا الحق حقا والباطل
باطلا فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب وعندہ علم الحق والکتاب — الجواب صحیح ابو سعید محمد حسین

ہو الصحیح بندہ حبیب عفی عنہ — لقد اصاب المجیب اللبیب جواب نہایت صحیح اور درست ہے

حررہ دین محمد عفا اللہ عنہ

(مہر: محمد حسین ابو سعید) (مہر: بشارت حبیب) (مہر: احمد عفی عنہ) (مہر: دین محمد)

اصاب من اجاب

الجواب صحیح عبدہ المسکین تاج الدین غفرلہ — ابو الخیر سعید الدین غفر اللہ لہ

صح الجواب (مہر: تاج الدین غفرلہ) — ہذا الجواب صحیح عبدہ الجمیل (مہر: نور عبدہ الجمیل)

واقعی مولود رسمی اور فاتحہ سوم و دہم چہلم مروجہ بدعت ہے اور ناجائز ہے حررہ خلیل احمد عفا اللہ عنہ

کلہا صحیح بندہ محمود عفی عنہ دیوبندی

الجواب صحیح خاکسار محمد صدیق مرادآبادی

(مہر: خلیل احمد ۱۲۹۶) (مہر: محمود حسن ۱۳۰۳) (مہر: محمد صدیق)

صح عبد الرحمن کان اللہ لہ

الجواب حق محی الدین عفی عنہ مرادآبادی (مہر: احمد محی الدین خان ۱۲۹۶)

(مہر: عبد الرحمن) صاحب مرحوم

مدرس مدرسہ دیوبند — لقد سعی المجیب اللبیب سعیا موفورا فکان سعیہ سعیا مشکورا (مہر: محمد حسن ۱۳۰۱) مرادآبادی

فی الحقیقت محفل مولود شریف جو خالی منہیات و بدعات شرع سے ہووے تو البتہ مستحب ہے ورنہ حرام و
ممنوع ہے اور طریقہ ایصال ثواب مندرجہ سوال بدعت ہے
کما حررہ المجیب المصیب فقط محمد قاسم علی عفی عنہ

(مہر: مولانا محمد عالم علی — محمد قاسم علی ۱۳۱۲)

المجیب مصیب احمد حسن دیوبندی — بندہ محمد حشمت علی عفی عنہ مرادآبادی — ماآکرم الرسول فخذوہ ومانہاکم عنہ فانتہوا

الجواب صحیح — المجیب مصیب محمد حسن عفی عنہ مرادآبادی

احمد حسن — محمد حشمت علیخان — اسعد احمد ۱۲۹۷ — محمد حسن ۱۲۸۸ — عبد الحق ۱۳۰۸ — ہذا — الجواب صحیح

اصاب من اجاب — سید محمد عبد الرشید عفی عنہ

الجواب حق الحق حق بالاتباع — عبد الحکیم عفی عنہ

الجواب صحیح — حسین شریف عفی عنہ بنگلوری مدراسی

سید محمد عبد الرشید — عبد الحکیم — حسین شریف

المجیب مثاب فی الجواب صواب — عاصی محمد عبد الحق

لقد صح الجواب — احقر بشیر احمد عفی عنہ مرادآبادی

اصاب من اجاب — محمد جانعلی

عبد الحق — بشیر احمد — جان علی ۱۲۹۸ — محدث مقیم مرادآباد و رجانج قاضی

اگر ذکر میلاد جناب سرور کائنات بطور وعظ متضمن روایات صحیحہ خالی بدعات سے ہو تو مستحسن ہے اور بالفعل رسمی مولد ہیں کہ بیشتر امور خلاف سنت و اشعار خلاف ادب بلکہ کفر و الحاد تک مذکور ہوتے ہیں قابل حذر و زجر ہیں اور فاتحہ غیر مسنون جو بطرز مسنون القرا ما و اجتماع مردم و طعام سیت جو رسمی طور پر تقسیم ہوا کرتا ہی خالی کراہت و بدعت سے نہیں واللہ تعالے اعلم بالصواب نقمہ المذنب الاواہ محمد لطف اللہ عفی عنہ (مفتی ریاست رامپور)

رسول اللہ — خادم شریعت مفتی محمد لطف اللہ — سنہ ۱۲۹۰ ہجری

جناب مجیب نے نہایت درست تحریر کیا ہے فما ذا بعد الحق الا الضلال فقط براہ محمد رضا خان خدا
الحق یوخذ بالنواجد کتبہ العبد المتمسک بالقرآن محمد سلیم اللہ عفی عنہ
الجواب صحیح

ولد محمد عمر خان محمد رضا خان — محمد سلیم اللہ ۱۲۹۲ — عبد القادر

مدرس مدرسہ اسلامیہ رامپور — مدرس مدرسہ اسلامیہ رامپور — مدرس مدرسہ اسلامیہ رامپور

الحق احق بالاتباع حررہ عبدہ الخفیف محمد ... مدرس مدرسہ اسلامیہ رامپور

رضا علی ۱۲... ابو الخیر محمد

الجواب صحیح یہی حق ہے اور یہ خدا کا اصل حق عبد الوہاب خان عفی عنہ رامپوری

عبد الوہاب خان ۱۲۸۵

بلاریب محفل میلاد کہ جو فی زماننا ہذا معمول بہ ہے وہ محض خلاف شرع اور منہی عنہ کا ہے
اور ایصال ثواب بالتقید والتعین اوقات کے موسنۃ کی نسبت ثابت ہی اور ہیئت کذائی
فاتحہ مذکورہ اور سوم و دہم و بستم و چہلم و برسی وغیرہ سارے کے سارے افعال کہ جو مسلمانوں
نے ہنود و دیگر مذہب والوں سے اخذ کئے ہیں شرعاً ناروا و ناجائز ہیں چنانچہ تقریر سے
اپنے بعض بعض رسائل مطبوعہ سابق میں بھی بطور بسط اسکو لکھا ہے فقط اور سب جواب مجیب کے
صحیح ہیں واللہ اعلم وعلمہ احکم واتم۔ مسکین محمد اسمعیل بیگ غفر لہ مدرس عربی مدرسہ امدادیہ
المرقوم ۱۸ شہر ذی القعدہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری (مہر: محمد اسمعیل الجلیل ۱۲۹۶) مرادآبادی

تصحیح الجواب واللہ اعلم بالصواب
محمد دائم علی عفی عنہ

دا نفس میلاد بطریق وعظ
کچھ مضائقہ نہیں بلکہ مندوب مگر بہیئت مروجہ خالی از حرمت و بدعت نہیں (مہر: محمد دائم علی ۱۲۹۱)
اور ایصال ثواب اس طریقہ پر بدعت فقط حررہ محمد عبد الغنی عفی عنہ سنبھلی مرادآبادی

(مہر: محمد عبد الغنی) بلاریب طریقہ ایصال ثواب مندرجہ سوال زمانہ خیر القرون میں نہیں پایا
جاتا ہے اور ایسے ہی محفل میلاد شریف بھی۔ الجواب صحیح محمد ہدایت العلی عفی عنہ

بلاشک یہ طریقہ ایصال ثواب یہ محفل میلاد بہیئت کذائی عند اہل الشریعت (مہر: محمد ہدایت العلی)
بدلائل مذکورہ بالا و نیز بادلہ کثیرہ ماسوا ہم نامشروع و بدعت ہے لکھنوی مقیم مرادآباد
کما فی الکتب الشریعۃ فقط (مہر: محمد زکریا عفی عنہ ۱۳۰۹) الجواب صحیح (مہر: محمد سعید حسن)

ہر دو اجوبہ مرقومہ بالا بلاشک صحیح ہستند محفل میلاد بہیئت کذائی بدعت ست و فاتحہ رسمی
و سوم و دہم و چہلم جملہ از رسوم ہنود ہستند واللہ اعلم کتبہ عبد ربہ القوی
محمد نعمت اللہ البردوانی اللکھنوی (مہر: ۱۳۰۱)

الجواب صحیح ابوالفضل محمد نصیر الدین عفی عنہ۔ جوابات صحیح اور حق ہیں

محمد نصیر الدین ابوالفضل

محمد عبد المنان عبد الرحمن

صحیح گنجی ثم شاہ جہانپوری

عنایت الٰہی عفا اللہ عنہ سہارنپوری

عنایت الٰہی

جوابات صحیح ہیں اس لئے کہ امورات مذکورہ سوال حق متلقی عن الرسول کے خلاف ہیں جو امور اوسکے خلاف ہیں وہ بدعت ہیں۔ سخاوت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ

صح الجواب من غیر شک والارتیاب فاعتبروا یا اولی الالباب فقیر محمد حسین الدہلوی

سخاوت علی

محمد حسین

الجواب صحیح ہر چیزے کہ از عبادات باشند و ثبوتش من خیر القرون نباشد آن بلا ریب بدعت ہست و تجاوز از حدود شرعیہ ہست کما قال اللہ تعالیٰ ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین المسکین خادم العلما خلیل اللہ ڈہوڈیالوی ثم انبالوی

امور مندرجۂ سوال محض محظور اور ممنوع ہیں حاضر ہونا ایسے مواضع میں کام مبتدعین اور ناخبرہا سے ترسون کا ہے نفس محفل کو مندوب اور مستحب سمجھنا کام ناواقف کا ہی قواعد اصول اور تصریحات علمای فحول سے ذکر جناب صلعم کا البتہ مندوبات شرعیہ سے ہے محفل اور جملہ تقییدات بلاشبہ بدعت وکراہت ہیں۔

مولوی خلیل اللہ

واللہ اعلم بالصواب کتبہ العبد المعتصم سراج احمد عفا اللہ عنہ

سراج احمد

من اجاب فقد اصاب

محدث سنبہلی اسرائیلی

الجواب صحیح العبد محمد حسین تمنا

الجواب صحیح عزیز الرحمن عفی عنہ

جمیل احمد اسرائیلی سنبہلی

محمد حسن

متوکل علی العزیز عزیز الرحمن

الجواب صحیح محمد امان اسعد الکشمیری عفی عنہ

محمد امان اسعد

جمیل احمد

المجیب مصیب انعقاد جلسہ محافل مولود مروجہ جلسہ فاسقانہ ہے فاعل عامل کل بدعۃ ضلالۃ مرتکب حدیث بدعت ہیں

خویدم العلماء حل من تراب اقدامہم

الجواب صحیح العبد فتح محمد تہانوی

الجواب حق بلا ارتیاب محمد سعد الدین الکشمیری عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح بندہ محمد امین الدین عفی عنہ

محمد اسعد یار علی عفی عنہ

فتح محمد

محمد سعد الدین

لا اشک فیہ سمعت محمد امین

الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند — الجواب صحیح غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند — الجواب صحیح بندہ اسید رضا عفی عنہ — الجواب صحیح محمد اسحٰق امرتسری

محمد منفعت علی — غلام رسول — اسید رضا ۱۳۱۱ — محمد اسحاق

التزام مالایلزم ان سب امور مین موجود ہے اور یہ التزام عبادات ہون یا عادات ہون امر امور مین یہ حصہ شیطانی ہے حسب حدیث انصراف کے نماز سے جوکہ یہ سب امر خیر القرون مین نہین تھے تو انکا عدم خیر القرون مین واسطے ممانعت کے کافی ہے مجوز کو چاہیئے کہ کوئی حدیث یا آیت دلیل جواز کی پیش کرے عدم قدیم ہمارے واسطے دلیل کافی ہے اور آنحضرت صلعم ہر صحیح موجب خیر و برکت کا ہے امور ممنوعہ اوسکے ساتھ مل کے اوس کو بھی ایسا کر لیتے ہین فقط واللہ اعلم بالصواب العبد عبد الرحمن عفی عنہ بقلم عبد السلام بن عبد ۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۳ھ از پانی پت

محمد عبد الرحیم ۱۲۸۳

یہ سب امور بدعات سئیہ سے ہین ان امورات کا التزام نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ خلفای راشدین سے ہے۔ قرآن کی مجلسون مین تو کوئی حاضر ہوتا جیسے مولود خوش الحانون کے پڑھنے پڑھانے مین عوام کالانعام جمع ہوتے ہین اور سوا وہم غیر کل بدعات ہین فقط واللہ اعلم بالصواب

رحیم است ۱۲۱۱ بخشندہ عاصیان

الجواب صحیح محمد عبد الجبار عفی عنہ

صح سید مصطفے ابن محمد مفتی مدینہ خاص قول صحیح من غیر شک وشبہہ ومن شک فیہ فقد کفر

سید مصطفی ابن محمد

الحق احق ان یتبع العبد المسکین راجی رحمت للعالمین محمد حسین رحمۃ ارحم الراحمین شیر کوٹی مدرس مدرسہ رڑکی۔

۱۲۹۶ محمد حسین عفی عنہ

الجواب صحیح وانا ابو عبید الحق لاتجاوز عما فی ہذا الجواب الجواب صحیح والمجیب نجیح
احمد اللہ عفی عنہ کتبہ عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی کتبہ عبد الواحد بن عبد اللہ الغزنوی

(مہر: احمد اللہ ابو عبید) الجواب صحیح احمد بن عبد اللہ الغزنوی رحمہم اللہ (مہر: عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی) ہذا الجواب صحیح عبد الرحمن ابن محی لوی (مہر: عبد الواحد بن عبد اللہ الغزنوی)

الجواب صحیح ابو اسحٰق محمد الدین عفی عنہ (مہر: احمد بن عبد اللہ الغزنوی) الجواب صحیح (مہر: محمد عبد الرحمن انصاری) غلام العلی مرحوم اشاعۃ القرآن (مہر: عبد الرحمن ابن محی لوی غلام العلی)

(مہر: ابو اسحاق محمد الدین) ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ جواب صحیح اور بالکل صحیح ہے ابو الوفا ثناء اللہ
کفاہ اللہ خادم مدرسہ تائید الاسلام امرتسر (مہر: ثناء اللہ محمود)

مولود خوانی مطلقاً وغیرہ رسوم وعادات جہلہ موت فوت میں جو اوپر مذکور ہوئے سب بدعت
وضلالت اور صریح گمراہی ہیں کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار وما ذا بعد الحق الا الضلال
ومن لم یقبل فلیبا ہلنی حررہ (مہر: عبد الحق الغزنوی مباہل اہل باطل) الجواب حق وما ذا بعد الحق الا الضلال
اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ابو یعلی عبد الاعلی غزنوی
وارزقنا اجتنابہ لئن اجاب

(مہر: عبد الغفور) الجواب صحیح (مہر: محمد عبد العزیز) (مہر: ابو یعلی عبد الاعلی)

احقر الدہور بندہ عبد الغفور غفر لہ سیوہاروی

ذکر ولادت اور ایصال ثواب میت کو جائز اور مستحب ہے لیکن جسطرح جہلاء زمانہ نے قیام وغیرہ
منفرق قیدین نکالی ہین یہ بدعت سیئہ ہین اور اصرار کرنا بدعت کا کبیرہ ہے
اور بعض وقت نوبت کفر تک پہونچتی ہے حکیم محمد ضیاء الدین عفی عنہ بقلم بندہ احمد (مہر: حکیم محمد ضیاء الدین خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ)

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہ در مسئلہ مجلس میلاد وفاتحہ برفع شبہات مولوی نذیر احمد خان صاحب رامپوری کا شبہ براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعۃ ضلالہ کہا اور فاتحہ اور محفل میلاد کرنیوالوں کو ہنود اور روافض لکھا ہے
از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفی عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خان صاحب بعد تحیۃ السلام آنکہ آپکا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا ہرچند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالے نفع پہونچا دے
ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ۔ **جواب** صاحب براہین قاطعہ نے نفس ذکر میلاد کو بدعت ضلالہ نہیں کہا

بقلم مشتاق احمد مراد آبادی

الحمد للہ والمنۃ کہ بتاریخ ۱۵۔ ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ کو یہ پہلا حصہ اختتام کو پہونچا بفضلہ وکرمہ

تاریخ طبع

از مورخ بے ہمتا مولوی سید فرید احمد فنا مرادآبادی

رسالہ فتاوے رشیدیہ

و۱۳ ـــــــ ۱۳

چو این نسخہ بدل طبع شد	ز زحمت بعید و برحمت قریب
چہ تاریخ احسن برآمد وفا	تانگ گفت - زیبا عجیب و غریب
	۱۳ ھ ۲ ۳

رسالہ اتباع السنت

یہ رسالہ دعا برکت باثبات فاتحہ مروجہ مولوی گل خانصاحب کابلی مدرس و مہتمم مدرسہ امدادیہ مرادآباد نے لکھا تھا یہ اوس کا جواب ہے۔ فاتحہ مروجہ کی تردید مین ایسا جواب دندان شکن اتم یہ جواب واقع ہوا کہ جس روز سے یہ جواب کابلی مولویصاحب ممدوح کو ملا ہے تالیفات ترویج بدعت کی بند کر دی ہے۔ غالباً جواب ہذا کو تسلیم کر کے اپنے قدیمی خیال پر رجوع کر لی ہو چنانچہ اسی فتاوی رشیدیہ مین صفحہ ۱۴۴ پر مولویصاحب کے قدیمی خیال ظاہر ہوتے ہین۔ ناظرین اوس کو ملاحظہ فرماوین۔ اور اس رسالہ کو خرید کر لطف اتباع سنت اوٹھاوین۔ قیمت صرف ۱ علاوہ محصول مقرر ہے۔

ذبح کرے ولو ذبح للضیف لا یحرم لانه سنة الخلیل واکرام الضیف اکرام الله تعالیٰ اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام
نہین ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوتِ مہمان کیواسطے سنت ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کیے اور تکریم مہمان کی اللہ تعالیٰ کی تکریم ہے قلم منح الغفار مین ہے
کہ جو یہہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہین اسواسطے کہ یہہ ذبح تکریم ابن آدم کیواسطے ہی تو گویا رفع صوت ہوا غیر خدا کیواسطے تو ایسا شخص
قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اسمین شک نہین کہ قصاب منفعت کیواسطے ذبح کرتا ہی اور اگر وہ ٹوٹا جانے تو ذبح نکری تو ایسا جاہل لازم
ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نکہاوی اور نہ اوسکو کہائی جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی یا عقیقہ مین ذبح ہو والفارق انه ان قدّمها لیاکل منها کان
الذبح لله والمنفعة للضیف او للولیمة او للربح وان لم یقدّمها لیاکل منها بل یدفعها لغیره کان لتعظیم غیر الله فتحرم اور وجہ فرق درمیان
حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے اور حلت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہہ ہے کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تاکہ یہہ آیا مہمان کہاوی تو ذبح اللہ تعالیٰ کیواسطے ہوا اور
گوشت کی منفعت مہمان کیواسطے یا ولیمہ کیواسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کیواسطے ہوئی اور اگر کہانیکے واسطے ذبیحہ پیش کیا بلکہ غیر کو دیا تو یہہ غیر خدا کی تعظیم
ہوئی تو ذبیحہ حرام ہوگا ھم حموی شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ مین حاصل کلام یہہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنیوالے کے آنیسے پہلے ضیافت کیواسطے ہو
یا اوسکے آنیکے بعد تہوڑی دیر مین اوسکی ضیافت کی واسطے ہو تو اسکے جائز ہونے مین کچھ شبہہ نہین اور اگر آنیکے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہی تو بہی
طرح درست ہی بلاشبہہ اور اگر مجرد تعظیم ہو تو حرام ہے اور مذبوح مردار ہے پہر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہے پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ یہہ فرق ظاہر نہین اسلیے
کہ گاہی تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اوسکو کہاتا ہے اور اوسکے عیال بہی تو بہتر یہہ ہے کہ بنا حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کی قصد پر ہو کذا
فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہی والا حلال ہے وهل یکفر قولان بزازیه وشرح وهبانیه اور کیا ذابح لغیر الله
کافر ہے اسمین دو قول ہین یعنی بعضون کے نزدیک کافر ہے اور بعضون کے نزدیک کافر نہین گنہگار ہے کذا فی البزازیة وشرح الوهبانیة قلت وفی صید المنیة انه یکره
ولا یکفر لانا لا نسیئ الظن بالمسلم انه یتقرب الی الآدمی بهذا النحر ونحوه فی شرح الوهبانیة عن الذخیرة ونظمه فقال ؎ وفاعله جمهورهم
قال کافر والفضلی واسمعیل لیس بکفر مین کہتا ہون اور منیہ کی کتاب الصید مین یہہ ہے کہ غیر خدا کیواسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہین ہے
اسواسطے کہ مسلمان کے ساتھہ یہہ گمان ہم نہین کرتے ہین کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہی اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ مین ہی اور شارح
وہبانیہ نے اس مضمون کو نظم کر کے یون کہا ہی اور اس ذبح کا کرنیوالا اکثر علما کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اسمعیل اوسکو کافر نہین کہتے ہین ھم ہرچند
تکفیر اختلافی ہی عدم تکفیر راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو شدید الکبائر جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا چاہیئے والله هو الموفق والمعین العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقة
وحکما لانه مطلق فینصرف للکامل کما حققه فی تنویر البصائر قلت لکن ظاهر المتن التعمیم بدلیل الاستثناء فتأمله کمیتة کالاذن المقطوع
والسن الساقط الا فی حق صاحبه فطاهر وان کثر اشباه من الطهارة وهو المختار کما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو جز کہ جدا ہو گیا حیوان حی یعنی زندہ
سے وہ مردار کی مانند ہے چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والیکے حق مین دانت طاہر ہے اگرچہ دانتون مین کثرت ہو چنانچہ اشباہ مین ہے کتاب الطهارة
سے اور طہارت کا قول یہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر مین ہے شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقةً اور حکماً زندہ ہو اسواسطے کہ
حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر مین مذکور ہے مین کہتا ہون لیکن ظاہر متن تعمیم
پر دلالت کرتا ہے استثنا کی دلیل سے سو اسکو تامل کر ھم اگر زندہ حقیقةً یعنی صورةً اور حکماً مراد لیجئے تو جز کہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اوسکی موت کے
تو وہ منفصل حی زندہ صورةً سے نہ زندہ حکماً سے تو اسوقت مین استثنا آیندہ کی کچھہ حاجت نہین چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہی تعمیم سے
مراد یہہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقةً اور حکماً ہو خواہ فقط حقیقةً یعنی صورةً زندہ ہو تو در صورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہوگی تو یہان گفتگو اسمین
ہے کہ حی سے یہان فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہین ہی دونو صورتون مین اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہی جو ہڈی اور گوشت
سے جدا ہو جائے اگرچہ کہال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہی وہ ٹکڑا ہی اور کلام ہی مچہلی اور ٹڈی کے غیر مین اسواسطے کہ مچہلی اور

ذی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحطاوی الا من مذبوح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من الحیوان الماکول لان ما بقی من الحیٰوۃ غیر معتبر اصلاً
مرادیہ قاتنہ لکن یکرہ کما مر لیکن مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اوسکی موت سے پہلے تو اوسکا کہانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو اسواسطے
کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح میں باقی ہے وہ اصلا معتبر نہیں کذا فی البزازیہ میں کہتا ہون لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے
مکروہ ہے چنانچہ اسی کتاب میں مذکور ہوچکا وَحَرَّنَا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ اور ہمنے قول آیندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ میں یعنی
نیم کے ہم کتاب الطہارۃ میں شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ شابہت کا کچھ اعتبار نہیں اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ وہ بہیڑ یا حلال ہے جو بکری
سے پیدا ہوا ہو ماں کے اعتبار سے ؎ وقد حلّ لحم البغال وامہا من الخیل قطعا والکراھۃ تذکر اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہو قطعاً
نچروں کا گوشت حالانکہ ماں اونکی گہوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنی جس نچر کی ماں گہوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہو مگر کراہت
بھی مذکور ہے ؎ وان ینز کلب فوق عنز فجاءھا بنا نجلہ راس ککلب فیحظر اور اگر جست کی کتے نے بکری پر یعنی جفتی کی تو اوسکی بچہ
پیدا ہوا جسکا سر کتے کی مانند ہے تو اوسکو دیکہنا چاہیے ؎ فان اکلت لحما فکلب جمیعہا ٭ وان اکلت تبنا فذا الراس یبتر سو اگر
اوسنے گوشت کہایا تو بالکل وہ کتا ہے اور اگر اوسنے گہاس کہایا تو یہہ سر کاٹا جاوے یعنی اوسکا کہانا نچاہیے ؎ ویوکل باقیہا وان اکلت
لذا ٭ وذا فاضربنہا والصیاح یخبر اور سواے سر کے باقی گوشت کہایا جاوے اور اگر گوشت اور گہاس دونون کہائے تو اوسکو مار اور اوسکا چلانا
خبردار کریگا ھم یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند بہونکے تو نکہانا چاہیے اور اگر بکری کی مانند چلاوے تو حلال کرنیکے بعد سر پہینکا جاوے اور باقی
کہایا جاوے کذا فی الطحطاوی ؎ وان اشکلت فاذبح فان کرشہا بدا ٭ فعزوا الا فہو کلب فیطمر اور مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری
دونون کیطرح آواز کرے تو اوسکو ذبح کر تو اگر اوسکی اوجہڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اوسکا دور کیا جاوے اور اگر اوجہڑی نہ نکلی تو وہ
کتا ہے دفن کیا جاوے یعنی اوسکا کہانا نچاہیے و فی معانیہا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہہ ہے ؎ وای شیاۃ دون ذبح تحلہا ٭ ومن
دا اللہ ضحی ولا دم یقطر اور کون بکری ہے جسکو بدون ذبح کے شارع حلال رکہتا ہو اور کون ہو وہ شخص جو اپنے گہر میں رہا یہان تک کہ وقت ضحی
داخل ہوا اور اوسنے خون جاری نہیں کیا ھم مصرعہ اول کا جواب کتاب الصاقہ کے آخر میں مذکور ہوچکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ میں مذکور ہوگیا
محل سوال لفظ ضحی ہے ضحی کا تو ظاہر اوسکا مطلب مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہیں بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی
میں منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ چیزین ہین مردار سے جنسے انتفاع درست ہے سینگ
اور کہر اور عصب اور صوف اور وبر یعنی روئین اور بال اور شعر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن ذراہر الجواہر
واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الاضحیۃ

یہہ کتاب ہے اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل میں ہے من ذکر الخاص بعد العام
کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیۃ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہی عام کے بعد یعنی ذبیحہ عام ہی اور قربانی خاص ہے ھی لغۃ اسم ما یذبح ایام الاضحی
من تسمیۃ الشئ باسم وقتہ اضحیہ لغت میں اوس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی میں ذبح کیا جاوے من قبیل نام رکہنے شے کے اوسکے وقت کے نام
ساتھ ھم جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر میں اوسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے اوسکو ذبح کرتے ہین کذا فی الدرر تو اوسکا نام
ماخوذ ہوا اوسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا زیلعی میں ہے تقربات مالیہ دو قسم ہین ایک قسم تملیک ہی چنانچہ صدقہ اور دوسری قسم
اتلاف ہی چنانچہ اعتاق اور اضحیہ میں دونون معنی مجتمع ہوئے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہی پہر گوشت بدینہ تصدق کرنے سے تملیک اور اباحت ہی انتہے
واقعات میں ہی کہ قربانی کا خرید کرنا دس درم سے بہتر ہی ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہی وہ صدقات سے نہیں ہوتی
وشرعا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع میں اضحیہ عبارت ہی حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے عبادت
کی نیت سے مخصوص وقت میں ھم حیوان مخصوص یعنی گاے بیل بہیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنے ایام نحر وشرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار

الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کاھو اور شرائط قربانی کی اسلام و مقیم ہونا اور اوسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقۃ فطر متعلق
چنانچہ اوسکا بیان کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوچکا ھو اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہے تونگر اول نحر مین کافر تھا اور آخر مین مسلمان ہوا یا اول
مین مسافر تھا اور آخر مین مقیم ہوگیا تو اوسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری مین ہے ظاہر الروایۃ مین تونگر اور مالدار وہ ہے جسکے پاس ۲۰۰ درہم یعنی
۵۲ روپے یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھر یا پانچ یا چار یا
جانور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کا اسباب غیرہ ہو ۵۲ روپے کا تو اوسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن
پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اوسپر قربانی نہین خواہ بالفعل اوسمین پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر نہ پڑھتا ہو تو قربانی واجب ہے اور کتابون سے آدمی غنی نہین
ٹھہرتا مگر اوسوقت جب ایک کتاب کے دو نسخے ہون اور احادیث اور تفسیر کی کتابون سے غنی نہین ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہون اور کتب طب اور نجوم وادب
سے غنی ہوتا ہے جب اونکی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف لا الذکورۃ فتجب علی الانثیٰ یعنی مرد ہونا قربانی کی شرط نہین تو قربانی واجب ہے
عورت پر کذا فی الخانیۃ وسببھا الوقت وھو ایام النحر وقیل الرأس وقدمہ فی التاتارخانیۃ اور قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے نحر کے دن
مراد ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ قربانی کا سبب آغاز ایام نحر ہے نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ مین اسی قولکو ترجیح دی ہے ورکنھا ذبح ما یجوز ذبحہ من النعم لا غیر فیکرہ ذبح دجاجۃ
ودیک لانہ تشبہ بالمجوس بزازیہ اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اوسکا جسکا ذبح کرنا جائز ہے منجملہ چوپایون کے نہ سوای اوسکے تو مکروہ ہے ذبح کرنا
مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ وہ تشبیہ ہے مجوسیون کے ساتھ کذا فی البزازیہ وحکمھا الخروج عن عھدۃ الوجوب فی الدنیا والوصول الی
الثواب بفضل اللہ تعالی فی العقبی مع صحۃ النیۃ اذ لا ثواب بدونھا اور قربانی کا حکم یعنی اثر مترتب قربانی کا دنیا مین نکلجانا واجب کے عہدہ سے
اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت مین نیت صحیح ہونیکے ساتھ اسواسطے کہ ثواب نہین ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیۃ ای
اراقۃ الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہے قربانی کرنا یعنی چوپایونکا خون بہانا یہہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ھو وجوب
خونریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ ضحیہ کو تصدق کردے تو واجب ادا نہوگا اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ قربانی واجب ہے اور ابو یوسف سے روایت یہہ ہے
کہ سنت ہے اور طرفین سے روایت یہہ ہے کہ فرض ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہے چنانچہ مضمرات مین ہے لیکن قربانی کا وجوب کفارہ نہین اور صدقہ فطر
سے کمتر ہے سنت ہونیکی دلیل یہ ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور جو تم مین سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال
اور ناخن روک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہے اور واجب ہونیکی یہہ حدیث دلیل ہے کہ من وجد سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا
کہ جو کشائش پاوے اور قربانی نکرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نجاوے اور اسطرح کی وعید نہین ہوتی مگر ترک واجب مین اور حدیث اول مین ارادہ سے
مراد سہو کی ضد ہے نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہین کرتا چنانچہ اس حدیث مین کہ من اراد الحج فلیستعجل یعنی جو حج کا ارادہ کرے وہ
شتابی کرے پھر جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اوسکا منکر کافر نہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بقدرۃ ممکنۃ قربانی کرنا واجب ہے
قدرت ممکنہ سے ھو یعنی قادر کردینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے نہ امکان سے ھی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط
بقاءھا لبقاء الوجوب لانھا شرط محض قدرت ممکنہ وہ ہے جو واجب ہو مجرد قادر ہونیکے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہین بقاء وجوب کے
واسطے اسلیے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اسمین معنی علت نہین اور شرط کا مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا ہے مشروط کی پائے جانیکے واسطے
لا میسرۃ ھی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر فیشترط بقاءھا لانھا شرط فی معنی العلۃ کما مر فی الفطرۃ
وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہین اور قدرت میسرہ وہ ہے جو واجب ہو بعد قادر ہونیکے فعل سے آسانی کی صفت کے ساتھ تو قدرت میسرہ نے حکم
کو بدل ڈالا تنگی سے آسانی کیطرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہے اسواسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہے چنانچہ مذکور ہوگیا فطرہ کے بیان مین
ھو جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہے دوام معلول کیواسطے بدلیل وجوب تصدقہ بعینھا وبقیمتھا لو مضت ایامھا

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے ہے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہے وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اوسکی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے
اگر قربانی کے ایام گذر جاوین ہم تو قربانی اور فطرہ اور حج بعد واجب ہونے کے مال تلف ہو جانے سے ساقط نہوگا کیونکہ اونکا وجوب قدرت ممکنہ سے ہے نہ میسرہ سے
برخلاف زکوٰۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہے نہ قدرت ممکنہ کا عَلٰى حُرٍّ مُسْلِمٍ مُقِيمٍ بِمِصْرٍ اَوْ قَرْيَةٍ اَوْ بَادِيَةٍ يعني فلا تجب على
مسافرٍ فاما اهل مكة فتلزمهم وان حجّوا وقيل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گانو یا جنگل مین کذا فی
العینی تو قربانی واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والون پر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کرتے ہون اور بعضون نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل
مکہ سے ہو کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کی مانند شرح طحاوی مین ہے مُوسِرٍ بِيَسَارِ الفِطْرَةِ عن نفسه لا عن طفله على الظاهر بخلاف الفطرة
اوس مقدور والے پر جسکو فطرہ کا سا مقدور ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کیطرف
سے واجب ہے ہم اور ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے اور حسن کی روایت ایسے ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اوس ولد صغیر اور اپنے اوس پوتے کیطرف سے
جسکا باپ نہین اور ممالیک کیطرف سے مستحب ہے کذا فی الطحطاوی شاةٌ بالرفع بدلٌ من ضمير تجب او فاعله اَوْ سُبُعُ بَدَنَةٍ هي الابل والبقر سُمّيت به
لضخامتها اور جو جانور قربانی کیا جاوے وہ ذبیحہ بھیڑ بکری ہے یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہے شتر اور گاو سے شتر اور گاو کو بدنہ نام رکھا
اونکی ضخامت یعنی تنداری اور بڑاپے کے سبب سے شارح نے کہا شاۃ بالرفع بدل ہے تجب کی ضمیر سے یا اوسکا فاعل ہے ہم فاعل تجب کا تو قضیہ ہے مصرح
تو شاۃ نہ اوس سے بدل ہو سکتا ہے نہ اوسکا فاعل ہو سکتا ہے بلکہ وہ خبر ہے مبتدا محذوف کی تقدیر پر اوسکی تو یہ ہے والمضحّى به شاة كذا في الطحطاوي لہذا مترجم نے شارح
کے موافق ترجمہ کیا الحاصل بھیڑ بکری ایک شخص کیطرف سے قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاو سات شخصون کیطرف سے اور قیاس یہ تہا کہ اونٹ اور گاے ایک
ہی کیطرف سے قربانی ہوتی اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہے اور وہ متجزی نہین مگر یہ قیاس متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہمنے رسول اللہ صلے اللہ
کے ساتھ گاو قربانی کیا سات کیطرف سے اور اونٹ قربانی کیا سات کیطرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہ تہی تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی
الدرر وَلَوْ لِاَحَدِهِمْ اَقَلُّ مِنْ سُبُعٍ لَمْ يُجْزِ عَنْ اَحَدٍ اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاو سے ساتوین حصہ سے کمتر ہو تو کسیکی طرف سے قربانی جائز نہوگی ہم
یعنی شتر اور گاو کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصہ سے کم نہو صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گاے یا بیل
میراث چہوڑکر مرگیا پہر بیٹے اور زوجہ نے گاے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی
اس فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھوان تھا اس گاے مین تو ساتوین سے کمتر ہوا لہذا کسیکی طرف سے قربانی ادا نہوتی اسواسطے کہ جب
بعض قربت نہ ٹہرا تو کل بھی قربت نہوا وَتُجْزِئُ عَمَّا دُوْنَ سَبْعَةٍ بِالْاَوْلٰى اور شتر اور گاو کی قربانی کمتر سات سے بطریق اولی جائز ہے یعنی جیسا پانچ
شخصون کیطرف سے بطریق اولے درست ہے بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی فجرِ نصبٌ على الظرفية يَوْمِ النَّحْرِ اِلٰى اٰخِرِ اَيَّامِهِ وَهِيَ
ثَلٰثَةٌ اَفْضَلُهَا اَوَّلُهَا واجب ہے قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام نحر کے پچہلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنی دسوین اور گیارہوین اور بارہوین تاریخ
ذی حجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے شارح نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ہم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز
ہے لیکن مکروہ ہے بسبب غلط کے تاریکی مین کذا فی الحموی وَيُضَحِّيْ عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيْرِ مِنْ مَالِهِ صحّحه في الهداية وقيل لا صحّحه في الكافي قال وليس
للاب ان يفعله من مال طفله ورجّحه ابن الشحنة قلت وهو المعتمد لما في متن مواهب الرحمن من انه اصحّ ما يفتى به وعلّله في البرهان بانه
ان كان المقصود الاتلاف فالاب لا يملكه في مال ولده كالعتق او التصدق باللحم فمال الصبي لا يحتمل صدقة التطوع وعزاه للمبسوط فليحفظ اور
باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کیطرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہے اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ قربانی نکرے صغیر کے مال سے اس قول کو
صحیح کہا ہے کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہے اس قول کو ابن شحنہ نے مین کہتا ہون
اور یہی قول معتمد ہے اسواسطے کہ مواہب الرحمن کی متن مین یہ مذکور ہے کہ فتوی دینے مین یہی قول صحیح تر ہے اور برہان مین اوسکی وجہ یون بیان کی ہے کہ

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہی تو باپ اوسکا مالک نہیں ہے فرزند کے مال مین چنانچہ اوسکے غلام کے آزاد کرنیکا مالک نہیں اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہے
تو صغیر کا مال صدقۂ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور اس قول کو مبسوط کیطرف نسبت کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم فرع علی القول الاول بقوله
وَاَكَلَ منه الطفلُ وادّخر له قدر حاجته وما بقي يبدل بما ينتفع الصغير بعينه كثوبٍ وخفٍّ لا بما يستهلك كخبزٍ ونحوه ابن كمال وكذا الجد والو
پہر مصنف نے قول اول پر تفریع کی لیکے اس قول سے اور طفل کہائے اپنی قربانی سے اور گوشت اوٹھا رکہا جائے بقدر اوسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے
وہ بدلا جائے اوس چیز سے جسکے بعینہٖ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ اور اوس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ
حاصل ہو جیسا کہ روٹی اور مانند اوسکے کذا صرح به ابن کمال اور اسیطرح یعنی باپ کی مانند دادا اور وصی ہے وصح اشتراك ستة في بدنة شريت لاضحية
اي ان نوی وقت الشراء الاشتراك صح استحسانا والا لا استحسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہے شریک ہوجانا چھ شخصونکا اوس شتر اور گاؤ مین جو
خرید کیا گیا قربانی کیواسطے یعنی اگر خرید کیوقت خرید کرنیوالے نے شریک کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روے استحسان کے اور اگر شرکت کی نیت نہیں کی
خرید کیوقت تو صحیح نہیں از روے استحسان کے ھ صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کیواسطے پہر اوسمین شریک کر لیا عالمگیریہ مین ہے اگر قربانی
کے ارادہ سے خرید کی پہر اوسمین چھ شخصونکو شریک کر لیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتون کیطرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کیوقت شریک کر لینے کا ارادہ کیا
تو مکروہ نہیں اھ اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہت اچھا ہے اور زیلعی مین ہے کہ گائے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پہر چھ آدمی اوسکے
ساتھ شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہے از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلئے کہ مہیا کیا اوسکو قربت کیواسطے تو بیع اوسکی قولا ممتنع ہے وجہ استحسان
یہ ہے کہ گاہے آدمی موٹی گائے پاتا ہی اور شریکونکو نہیں پاتا ہے خرید کیوقت سو اوسکو خرید کر لیتا ہی پہر شریکونکو طلب کرتا ہی اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ حرج مین
پڑین اور حرج شرعًا مدفوع ہوا انتہے اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گائے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے جو
نیت شرکت خرید کی پہر اوسنے شریک کر لیا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کریگا تو مخالف قیاس نہوگا کما ذکرہ ابو السعود کذا فی الطحطاوی ملخصا وذا ای
الاشتراك قبل الشراء احبّ اور یہ یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے ويقسم اللحم وزنا لا جزافا اور مشترک قربانی
کا گوشت قسمت کیا جائے تول کر نہ اٹکل کر ھ فتاوی خلاصہ اور فیض مین ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکونکے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ضمّ معه
الاكارع او الجلد صرفًا للجنس بخلاف جنسه مگر جبکہ گوشت کے ساتھ پائے یا کہال ملائی جاے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں جنس کو خلاف جنس کیطرف
پہیرنے کے سبب سے ھ یعنی ہر جانب مین کچہہ گوشت ہو اور کچہہ پائے یا ہر جانب مین کچہہ گوشت ہو اور کچہہ کہال یا ایک جانب مین گوشت اور پائے ہون اور دوسرے
جانب مین گوشت اور کہال ہو تو اب جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کیطرف کذا فی الدر واول وقتها بعد الصلوة ان ذبح في مصر اي بعد اتم
صلوة عيد ولو قبل الخطبة لكن بعدها احب اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر مین ذبح کیا ہو یعنی اوس نماز عید کے بعد اول وقت ہی جو
سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہی ھ اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بد کار ٹہیریگا کذا فی الحلبی
وبعد مضي وقتها لو لم يصلوا لعذر ويجوز في الغد وبعده قبل الصلوة لان الصلوة في الغد تقع قضاءً لا اداءً زيلعي وغيره اور قربانی کا اول
وقت نماز عید کے وقت گذر جانیکے بعد ہے اگر لوگون نے عذر کی سبب سے نماز نہ پڑہی ہو اور گیارہوین اور بارہوین تاریخ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہی اسواسطے کہ گیارہوین
بارہوین کی نماز قضا واقع ہو گی نہ ادا کذا فی الزیلعی ھ عذر سے مراد خیر فتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وبعد طلوع فجر يوم النحر ان ذبح في غيره
اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونیکے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گانون یا جنگل مین واخره قبيل غروب يوم الثالث
وجوّزه الشافعي في الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارہوین تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے تیرہوین تاریخ مین بھی قربانی جائز
رکھی ہے ھ ایام نحر کے تین ہین اور ایام تشریق کے بھی تین ہین اور دو تو ایام گذر جاتے ہین چار دنمین اول روز نحر ہے تشریق نہیں اور پچھلا دن تشریق
ہے نحر نہیں اور دو دن درمیان کے نحر اور تشریق ہین ایام نحر دسوین گیارہوین بارہوین اور ایام تشریق گیارہوین بارہوین تیرہوین والمعتبر

مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ یعنی اعتبار قربانی کا مکان ہے نہ اوس شخص کا مکان جسپر قربانی واجب ہے ھ تو اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی
کرنیوالا شہر میں ہو تو بمجرد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنیوالا دیہات میں تو قربانی جائز نہیں مگر بعد نماز عید کے برخلاف
صدقہ فطر کہ اوسمین مکان فاعل معتبر ہے فحیلۃ مصر اراد التعجیل ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر مجتبی تو اوس شہری کا حیلہ
جو شتابی قربانی کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اوس مکان میں جہان مسافر کو قصر صلوۃ جائز ہے پھر وہان فجر
کے طلوع ہوتے قربانی کرے کذا فی المجتبی والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وضدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی آخرہا
لا تجب علیہ وان ولد فی الیوم الاخیر تجب علیہ وان مات فیہ لا تجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہو فقیر اور غنی اور ولادت اور موت
کیواسطے تو اگر غنی ہو اول ایام نحر میں اور فقیر ہو اونکے پچھلے دنوں تو اوسپر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دنون تو اوسپر قربانی واجب ہے
اور اگر غنی مر گیا پچھلے دنون تو اوسپر قربانی واجب نہیں ھ مشیر کے مال میں قربانی واجب ہی برجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا تبین ان الامام
صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوۃ دون التضحیۃ لان من العلماء من قال لا یعید الصلوۃ الا الامام وحدہ فکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی
بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑہائی بدون طہارت کے تو فقط نماز پھیری جائیگی نہ قربانی اسواسطے کہ علما میں سے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا
ہے کہ نماز کا اعادہ نکرے مگر امام تنہا تو اسمیں اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ٹھہری کذا فی الزیلعی یعنی جب مقتدیون پر اعادہ واجب نہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر
ہوگا تو بسبب جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا اکہ قربانیاں فساد سے محفوظ رہیں وفی المجتبی انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبی میں ہے کہ نماز اعادہ
کیجائیگی کہ متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہوجانے مقتدیوں کے ھ یہہ تقیید ہے اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے وفی البزازیۃ
بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شہر ہے جسمین فتنہ ہے یعنی وہانکا کوئی حاکم نہیں ہے تو
شہر والوں نے نماز نہ پڑہی حاکم کے نہونے کے سبب اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول مختار میں ھ اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا
اس حکم میں زیلعی حلبی نے کہا اور یہہ رخص ہے اوس قول کو جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا تو عدم مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور
ہو چکا اور یہہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نرہا لکن فی الینابیع ولو تعمد الترک فمن اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس انتہی لیکن
ینابیع میں ہے اور اگر حاکم نے عمدا نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز نہیں جب تک
زوال شمس نہو انتہی مافی الینابیع ھ قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا اس
کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ قبل اسکے نماز ترک ہوئی تہی عذر کے سبب اور یہان بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول ویجوز فی
بقیۃ الایام قلت ومن منا انہ مختار الزیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب فتنبہ اور بعضوں نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول
دن میں اور جائز ہے باقی دنوں میں کہتا ہوں اور ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ یہہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن
میں تو خبردار رہنا ولو شہدوا انہ یوم العید عند الامام فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزأتہم الصلوۃ والتضحیۃ لانہ
لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطاء فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی گواہون نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگون
نے نماز عید کی پڑہی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تہا تو اونکو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہیں تو جواز صلوۃ
اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کیواسطے یعنی تا اونکی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے وکرہ تنزیہا الذبح لیلا لاحتمال الغلط اور
مکروہ تنزیہی ہے رات کو ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانیکے احتمال سے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر فاعل
تصدق لمعینۃ ولو فقیرا اور اگر نذر کرنیوالے سے قربانی کرنا چھوٹ گیا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنیوالا اوسکو زندہ خیرات کردے
اگرچہ نذر کرنیوالا فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدق کا ھ یعنی جسکے ملک میں بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یوں نذر کرے کہ خدا کیواسطے مجھپر واجب

ہیہ کہ مین اسکو قربانی کرونگا کذا فی الدرر ولو ذبحہا تصدق بلحمہا اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اسکا گوشت خیرات کردے ولو نقصہا
تصدق بقیمۃ النقصان ایضًا اور اگر اوسکو ناقص کردیا بسبب عیبدار کردینے کے تو اوسکے نقصان کی قیمت بھی خیرات کردے ولا یاکل الناذر منہا
فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل اور نذر کرنیوالا نذر کی قربانی سے نہ کہاوے اور اگر کہاوے تو جس قدر گوشت کہایا اوسکی خیرات کرے وفقیر عطف
علیہ شراہا لہا لوجوبہا علیہ بذلک حتی یمتنع علیہ بیعہا اور محتاج نے جانور خرید کیا قربانی کرنیکے واسطے اور قربانی کے دن گذر گئے تو اسکو
زندہ تصدق کردے بسبب واجب ہوجانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنیکے تو اوسپر ممنوع ہوگا اوسکا بیچنا شارح نے کہا فقیر کا لفظ علف ہے نادر پر ھم یعنے
ہرچند محتاج پر قربانی واجب نہین لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کریگا تو اوسپر واجب ہوجاویگی ہمارے نزدیک کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری مین ہے
کہ اگر قربانی خرید کی پہر اوسکی بیع کی تو اوسکی تین صورتین ہین ایک یہہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی دوسری صورت یہہ کہ بدون نیت کے خرید کی تیسری یہہ کہ بلا
نیت خرید کی پہر اوسکا قربانی کرنا زبان سے واجب کرلیا یا اسطرح کہ خدا کیواسطے مجہپر لازم ہے اسکا قربانی کرنا اسی سال مین تو پہلی صورت مین قربانی نہوجاویگی
جبتک زبان سے اوسکو واجب نکرلیگا ظاہر الہدایۃ یہی اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹھہر جاویگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین اور حسن
کی روایت امام سے یہہ ہے کہ وہ قربانی نہوگی تو اگر اوسکو بیع کرڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت مین بالاتفاق قربانی ہوجاویگی
کذا فی الطحطاوی سے وتصدق بقیمتہا غنی شراہا اولا لتعلقہا بذمتہ شراہا اولا فالمراد بالقیمۃ قیمۃ شاۃ تجزی فیہا اور بعد گذر جانے ایام
نحر کے اوسکی قیمت کو مالدار تصدق کردے خواہ اوسنے قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نکرے اور قیمت
سے مراد دس بہیڑ بکری کی قیمت ہے جو قربانی کرنے مین کافی ہو ھم درصورت عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جبکہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے
اوسکی قیمت تصدق کردے چاہے اوسکو زندہ خیرات کردے تاکہ عہدہ سے خارج ہو جیسے جمعہ کی قضا فوت ہوجانیکے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے
کے بعد فدیہ ہے وصح الجذع ذو ستۃ اشہر من الضان ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن التمییز من بعید اور قربانی کیواسطے صحیح ہے
جذع یعنی چھہ مہینے کا پٹھا دنبہ کا بشرطیکہ ایسا فربہ اور موٹا ہو کہ اگر سال بہر کی بہیڑ بکریون مین ملا دیا جاوے تو اوسکی تمیز دور سے ممکن نہو ھم ضان سے مراد وہ ہے
جسکی الیہ ہو یعنی چکتی کذا فی صدر الشریعۃ والدرر والمنح طحطاوی نے کہا دلیل جواز یہہ حدیث ہے جسکو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضان
اضحیۃ یعنی جائز ہے چھہ مہینے کا پٹھا دنبے سے قربانی کیواسطے انتہیٰ کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہین جبتک ایک سال پورا نہوا اور دوسرا سال شروع
نہوا ہو وصح الثنی فصاعدًا من الثلثۃ اور ثنی اور اوس سے زیادہ صحیح ہے تینون قسمون سے یعنی غنم اور بقر اور ابل سے والثنی ھو ابن خمس من الابل
وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاۃ والمعز اور ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے اور گائے بیل اور بہینس سے دو سال کا ہوتا ہے اور بہیڑ
بکری سے سال بہر کا ہوتا ہے ھم تقدیر اسنان مذکورہ مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت تو اگر اس سے کمعمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہوگا اور اوس سے زیادہ عمر کا
ذبح ہوگا تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریۃ والمتولد بین الاھلی والوحشی یتبع الام قالہ المصنف اور جو جانور پیدا ہوا ہو اہلی اور وحشی
سے وہ اپنی ماں کا تابع ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ھم یعنی اگر اوسکی ماں کی قربانی جائز ہے تو اوسکی بھی جائز ہے اور اگر اوسکی ماں کی قربانی
جائز نہین تو اوسکی بھی جائز نہین **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے الشاۃ افضل من سبع البقرۃ اذا استویا فی القیمۃ واللحم بہیڑ بکری بہتر ہے گائے
بیل کے ساتوین حصہ سے اگر قیمت اور گوشت مین دونون برابر ہون والکبش افضل من النعجۃ اذا استویا فیہما اور مینڈہا بہتر ہے بہیڑ سے جبکہ دونکی
قیمت برابر ہو ھم اور اگر بہیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اوسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈہے سے افضل ہے کذا فی الذخیرہ والانثی من المعز افضل من التیس
اذا استویا قیمۃ اور مادہ بکری بہتر ہے نر بکری سے جبکہ دونون قیمت مین برابر ہون والانثی من الابل والبقر افضل حاوی اور اونٹنی اور گائے
افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی وفی الوھبانیۃ ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا قیمۃ واللہ اعلم اور وہبانیہ مین ہے کہ مادہ
بہتر ہے نر سے جبکہ دونون کی قیمت برابر ہو واللہ اعلم ھم طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر مین مادہ افضل ہے نر سے اسواسطے کہ ان دونو قسمون مین

اوسکا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے وَلَدَتِ الاضحیۃُ ولدًا قبلَ الذبح یُذبح الولدُ معہا وعند بعضہم یتصدق بہ بلا ذبح قربانی کو بھی
ذبح ہونے سے پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جاوے اوسکے ساتھ اور بعضون کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاوے بدون ذبح کرنیکے ضَلَّتْ اَوْ سُرِقَتْ فاشترٰی
آخرٰی ثم وجدہا فالافضل ذبحہما وان ذبح الاولٰی جاز وکذا الثانیۃ لو قیمتہا کالاولی او اکثر وان اقل ضمن الزائد ویتصدق بہ بلا
فرق بین غنی وفقیر وقال بعضہم ان وجبت عن یسار فکذا الجواب وان عن اعسار ذبحہما ینابیع قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی
مول لی پھر پہلی ملی تو دونوکا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو ذبح کریگا تو درست ہے اور اسیطرح اگر دوسرے کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسرے
کی قیمت پہلے کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسرے کی قیمت پہلے کی قیمت سے کمتر ہو تو زائد کا ضمان دیوے اور اوسکو خیرات کردے اسمین کچھ فرق نہین مالدار اور محتاج
کا اور بعضون نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہے تو اسیطرح حکم ہے جو مذکور ہو چکا اور اگر محتاجی مین خرید کرنیکے سبب سے واجب ہوئی تو
دونو قربانیونکو ذبح کرے کذا فی الینابیع یعنی دونو قربانیونکا ذبح کرنا واجب ہے کذا فی اللطائف من الکتابۃ ویضحی بالجماء والخصی والثولاء ای
المجنونۃ اذا لم یمنعہا من السوم والرعی اور قربانی کرے منڈی کو یعنی جسکے سر پر سینگ نہون اور خصی یعنی بدھیا کو اور قربانی کرے اوس دیوانے کو جسکو
دیوانگی چرنے چگنے سے روکے وان منعہا لا یجزی التضحیۃ بہا اور اگر چرنے چگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانے جانور کو قربانی کرنا جائز نہین والجرباء
السمینۃ فلو مہزولۃ لم یجز لان الجرب فی اللحم نقص اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو تو اگر خارشی جانور دبلا ہو تو درست نہین اسواسطے کہ
گوشت مین خارش ہونا نقصان ہے ھم یعنی کھال کی خارش سے گوشت مین نقصان نہین لہذا اوسکی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ
خارش گوشت تک پہونچ گئی اسواسطے درست نہین لا بالعمیاء والعوراء والعجفاء المہزولۃ التی لا مخ فی عظامہا جائز نہین قربانی اندھے اور کانے
اور ایسے نہایت دبلے جانور کی جسکی ہڈیونمین گودا نہین والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای المذبح اور اوس لنگڑے کی قربانی جائز نہین جو ذبح
کرنیکے مقام تک چل سکے ھم بزازیہ مین ہے کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پانون سے چلے اور چوتھا پانون زمین پر نرکھے تو اوسکی قربانی جائز نہین اور
اگرچہ چوتھے پانون کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور جھکا چلتا ہو تو اوسکی قربانی درست ہے والمریضۃ البین مرضہا اور اوس بیمار کی قربانی جائز نہین جسکی بیماری صاف
ظاہر ہے ومقطوع اکثر الاذن او الذنب او العین ای التی ذہب اکثر نور عینہا فاطلق القطع علی الذہاب مجازا وانما یعرف بتقریب
العلف اور اوس جانور کی قربانی جائز نہین جسکا اکثر کان یا دم یا آنکھ قطع ہوگئی ہو یعنی جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا
اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارا نزدیک کرنے سے معلوم ہوتا ہے ھم صورت اوسکی یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو
بند کرے اور اوسکے سامنے چارا رکھے اور نظر کرے کہ کتنی دور سے اوسنے چارے کو دیکھا اور اوسکی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارہ سامنے
رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اوسنے چارا دیکھا پھر دونون مکانون کے تفاوت کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح اقل یا اکثر
معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبی مین اسی قول پر فتوی مذکور ہے اور شرنبلالیہ مین قاضی خان سے منقول ہے کہ
صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اوس سے کم قلیل مین داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسپر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ یہان فتوی مختلف ہے افادہ
الا لیۃ لان للاکثر حکم الکل بقاء وذہابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیہ الفتوی مجتبی اور جس دنبہ کی اکثر چکتی کٹ گئی ہے تو اوسکی قربانی جائز نہین اسواسطے
کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے مین تو اکثر کان اور دم اور آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کیواسطے اور اسی قول پر فتوی ہے
کذا فی المجتبی ولا بالہتماء التی لا اسنان لہا ویکفی بقاء الاکثر وقیل ما تعتلف بہ اور قربانی جائز نہین پوپلے جانور کی جسکو دانت نہین اور اکثر دانتون
کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اوسقدر دانتون کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کہا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہون والسکاء التی
لا اذن لہا خلقۃ فلو لہا اذن صغیرۃ خلقۃ اجزأت زیلعی اور جائز نہین قربانی بوچی کی جسکے پیدایشی کان نہین اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہون تو اوسکی قربانی
جائز ہے کذا فی الزیلعی ھم اگر پیدایشی ایک کان ہو تو قربانی اوسکی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ والجذاء مقطوعۃ رؤس ضرعہا او یابستہا اس

اوس جانور کی قربانی جائز نہیں جسکے تہنونکی نوکین کٹی ہون یا وہ خشک ہون ولا الجذاء مقطوعة الانف اور قربانی درست نہیں نکٹے جانور کی جسکی ناک کٹی ہو ولا المصرمة اطباؤها وهي التي عولجت حتى انقطع لبنها اور نہ وہ جانور جسکے تہنونکی نوکین مقطوع ہون یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودہ منقطع ہوگیا ہو ولا التي لا الية لها خلقة كذا في المجتبى اور درست نہیں قربانی اوس دنبہ کی جسکی پیدایشی چکتی نہ ہو کذا فی المجتبى ولا بالخنثى لان لحمها لا ينضج شرح وهبانيه وتمامه فيه اور جائز نہیں قربانی خنثے کی اسواسطے کہ اوسکا گوشت پختہ نہیں ہوتا کذا فی شرح الوہبانیہ اور اسکا پورا بیان اوسی کتاب مین ہے ولا الجلالة التي تاكل العذرة ولا تاكل غيرها اور جائز نہیں قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کہاتا ہے اور اوسکے سوا کچہ نہین کہاتا ہم اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بھی کہاتا ہو اور چارا بھی کہاتا ہو تو اوسکی قربانی درست ہے کذا فی الطحطاوی تمت قربانی جائز ہے اوس جانور کی جسکو کہانسی آتی ہے اور اوسکی جو بڑہاپے سے جن نہیں سکتی اور اوسکی جو داغا گیا ہے اور اوسکے دودہ نہیں اوترتا بلا مرض اور جسکے چہوٹی چکتی ہے دُم کی برابر اور جسکی زبان کٹی ہے بشرطیکہ چارا کہا سکتا ہو کذا فی الطحطاوی ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع كما مر فعليه اقامة غيرها مقامها ان كان غنيا وان كان فقيرا اجزاه ذلك اور اگر قربانی تندرست خریدی پہر اوسمین وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ عیوب انکے مذکور ہو چکے تو اوسپر واجب ہے کہ اور قربانی اوسکے قائم مقام کرے اگر خریدکرنیوالا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیبدار قربانی اوسکی واسطے کفایت کرتی ہے وكذا لو كانت معيبة وقت الشراء لعدم الوجوب عليه بخلاف الغني اور اسیطرح معیوب قربانی محتاج کیواسطے کافی ہے اگر قربانی مین عیب موجود ہو خریداری کیوقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہیں برخلاف مالدار کے کہ اوسپر واجب ہے تو اوسکے حق مین کافی نہوگی ولا يضر تعيبها من اضطرابها عند الذبح اور ضرر نہیں کرتا عیبدار ہوجانا قربانی کا اوسکے تڑپنے کے سبب ذبح کیوقت وكذا لو ماتت فعلى الغني غيرها لا الفقير اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی اوسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرقت فشرى اخرى فظهرت فعلى الغني احداهما وعلى الفقير كلاهما شمنى اور اگر قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو اوسنے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج پر دونکا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی ہم یہہ مسئلہ مکرر ہوگیا وان مات احد السبعة المشتركين في البدنة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح عن الكل استحسانا لقصد القربة من الكل ولو ذبحوها بلا اذن الورثة لم يجزهم لان بعضها لم يقع قربة اور گائے یا اونٹ کے سات شریکون مین سے ایک شریک مرگیا اور میت کے وارثون نے کہا کہ ذبح کرو میت کیطرف سے اور اپنی طرف سے تو سبکی طرف سے قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے اسواسطے کہ عبادت کا قصد سبکی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکون نے میت کے وارثون کے بلا اذن اوسکو ذبح کیا تو شریکون کیطرف سے بھی قربانی ادا نہوگی اسواسطے کہ ساتوان حصہ عبادت واقع نہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کل ہی عبادت نہوا عدم تجزی کے سبب سے کذا فی الکافی وان كان شريك الستة نصرانيا او مريدا اللحم لم يجز عن واحد منهم لان الاراقة لا تتجزى هداية لما مر اور اگر چہہ شریکون کے ساتھ ساتوان شریک نصرانی ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکہتا ہو تو اون مین سے کسیکی طرف سے قربانی ادا نہوگی اسواسطے کہ خونریزی متجزی نہیں ہوتی کذا فی الہدایہ بدلیل گذشتہ ہم اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر مین یعنی جب متقرب کے ساتھ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہیں رکہتا ہو تو عبادت ادا نہوگی اور درصورت قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو اسطرح کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاے صید اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ احرام اور بعض ہدی تطوع اور بعض دم تمتع یا قران کا ارادہ کرے اور اسیطرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے نوادر ضحایا مین اور اس باب سے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق اسکی مقتضی ہے کہ نسخ تو فقط وجوب کی راہ سے ہے والا عقیقہ بھی قربت ہے اور یہہ مخالف ہے اوس بحث کی جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے لہذا یہہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کر دیا تو مطلب یہہ ہے کہ عقیقہ واجب نہیں رہا ہے تو اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہیں اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بے دلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث متعددہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام مین جاری ہے

فروع مسائل لم یذکرھا الشارح ولو ان ثلثۃ نفر اشتری کل واحد منھم شاۃ للاضحیۃ احدھم بعشرۃ والآخر بعشرین والآخر بثلثین وقیمۃ کل
واحد مثل ثمنھا فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاتہ بعینھا واصطلحوا علی ان یاخذ کل واحد شاۃ یضحی بھا اجزاتھم ویتصدق صاحب
الثلثین بعشرین وصاحب العشرین بعشرۃ ولا یتصدق صاحب العشرۃ بشیء وان اذن کل واحد منھم ان یذبحھا عنہ اجزاتہ ولا شیء علیھما
لو ضحی اضحیۃ غیرہ بغیر امرہ ینابیع اور اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خریدی کہ ایک شخص نے دس درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس درم کو خریدی
اور تیسرے نے تیس درم کو خریدی اور ہر بکری کی قیمت اوسکے ثمن کی برابر ہے پھر تینوں بکریاں اسطرح مختلط ہو گئیں کہ تینوں شخصوں میں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص
بکری کو نہیں پہچانتا ہے اور تینوں نے اسپر اتفاق کر لیا کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لیکر قربانی کرے تو اسطرح قربانی کر لینا کفایت کریگا اور تیس درم والا بیس
درم خیرات کرے اور بیس درم والا دس درم تصدق کرے اور دس درم والا کچھ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو یہ اذن دیوے کہ تو میری طرف سے قربانی
کر دے تو اوسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اوسپر کچھ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کر دے بدون اوسکے حکم کے تو اوسپر
تصدق لازم نہیں کذا فی الینابیع م تیس درم والے پر بیس درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اوسکے حصہ میں دس درم والی قربانی کی ہو جو دس درم
خریدی ہوئی اور اسی احتمال سے بیس درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور دس درم والے پر قلت کا احتمال نہیں لہذا اوسپر کچھ تصدق بھی نہیں
ویاکل من لحم الاضحیۃ ویوکل غنیا ویدخر ویندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث ویندب ترکہ لذی عیال توسعۃ علیھم اور قربانی کرنے
والا کھاوے اپنی قربانی سے اور مقدور والے کو کھلا دیوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نکیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیالدار
کے واسطے اونپر کشایش کرنے کے لیے م مستحب ہے کہ اپنی قربانی سے کہاوے اور غیر کو کھلاوے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب
اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اوٹھا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے
اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کھانا اوس قربانی میں سے جو منذور نہو اور اگر
قربانی نذر مان کر اپنے اوپر واجب کر لی ہو تو قربانی کرنیوالے کو اوسکا کھانا اور مالداروں کو کھلانا حلال نہیں خواہ نذر کرنیوالا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر میں
تو تصدق لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھلانا ہرگز جائز نہیں کذا فی البدائع والعالمگیریہ وان یذبح بیدہ ان علم ذلک والا
یعلم یشھدھا بنفسہ ویامر غیرہ بالذبح کیلا یجعلھا میتۃ اور مستحب ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح
کرنا نجانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اوسکے ذبح کرنیکا امر کرے تا ناواقف قربانی کو مردار نکر ڈالے م رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یوں کہہ ان
صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ جان رکھ کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکھا جائیگا ستر گنا ہوکر کذا فی الطحطاوی
وکرہ ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانہ لیس من اھلہ درر اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا تو ذبح کرنا حرام ہے اسلئے
کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا ہے کذا فی الدر ویتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اور قربانی
کی کھال خیرات کر دے یا اوس سے مثل چھلنی اور جھولی اور مشک اور دستر خوان اور ڈول بنا دے او یبدلہ بما ینتفع بہ باقیا کما مر یا کھال کو بدلے
اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اوسکو باقی رکھکے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدلے لا بمستھلک کخل ولحم ونحوہ
کدراھم تو بدلے کھال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہو سکے بدون استہلاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اوسکی چنانچہ
روپیہ پیسے یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستھلک او بدراھم تصدق بثمنہ ومفادہ صحۃ البیع مع الکراھۃ وعن الثانی
باطل لانہ کالوقف مجتبی پھر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیوں سے تو اوسکے ثمن کو تصدق کر دے اور تصدق ثمن سے صحت
بیع کا کراہت کے ساتھ فائدہ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اسواسطے کہ وہ وقف کی مانند ہے کذا فی المجتبی ق

يُعطِي اجر الجزار منها لانه كبيع واستفيدت من قوله عليه الصلوة والسلام من باع جلد اضحيته فلا اضحية له اور قصاب کی
مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے نہ دیوے اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اوسکی بیع کی مانند ہے اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اوسکی قربانی نہو ئی کذا فی الہدایۃ ویکرہ جز صوفها قبل الذبح لينتفع به فان جزه تصدق
به ولا يركبها ولا يحمل عليها شيئا ولا يوجرها فان فعل تصدق بالاجرة حاوی القدسی لانه التزم اقامة القربة بجميع اجزائها
اور قربانی کے روئیں اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اوس سے فائدہ حاصل کرے پہر اگر کترے تو اوسکو خیرات کردے اور قربانی پر سوار نہوا ورنہ
اوسپر کوئی چیز لادے اور نہ اوسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کرے کذا فی حاوی القدسی اور مذکورہ امور اسواسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائم
کرنا اوسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہے بخلاف ما بعده لحصول المقصود مجتبى برخلاف بعد ذبح کرنیکے کہ صوف کا کترنا درست ہے بسبب حاصل
ہوجانے مقصود کے کذا فی المجتبی یعنی قربانی سے مقصود قربت تہی سو ذبح کرنے سے حاصل ہوچکی اب انتفاع کیواسطے صوف کترنا اور دودہ کا دوہنا
درست ہے ويكره الانتفاع بلبنها قبله كما فى الصوف ومنهم من اجازهما للغنى لوجوبها فى الذمة فلا تتعين تبلغ اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا
قربانی کے دودہ سے ذبح کرنے سے پہلے چنانچہ صوف مین انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور فقہو نمین سے بعضا فقیہ وہ ہے جسنے صوف کترنا اور دودہ دوہنا
قبل ذبح کے جائز رکہا ہے مالدار کیواسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اوسپر مخصوص قربانی متعین نہین ہے کذا فی الزیلعی ولو غلط اثنان
وذبح كل شاة صاحبه يعنى عن نفسه على ما دل عليه قوله غلطا اولم يغلطا فيكون كل واحد وكيلا عن الآخر دلالة هدايه قاله ابن الكمال
وظاهر كلام صدر الشريعة وغيره وقوعه عن صاحبه صح استحسانا بلا غرم اور اگر دو شخص غلط کار ہوئے اور ہر شخص نے اپنے ساتہی کی بکری ذبح کی تو یہ
قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہے کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری ازراہ خطا اپنی ذات کی
طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب ایضاح کہ دونون نے خطا کی ہو یا نکی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا وکیل ٹہہر جائیگا دلالت حال کے سبب سے یعنی دونونکو
قربانی کرنا منظور تہا سو اسطرح سے بہی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہہ کہا ہے ابن کمال شارح ایضاح نے اور صدر الشریعت وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ
ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اوسکے مالک کیطرف سے ہم طحطاوی نے کہا کہ صدر شریعت کا ذکر کرنا بلا وجہ ہے اسواسطے کہ سوائے زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ
ذبح مالک کیطرف سے ہے بقرینہ اذن حالی ويتحالان ولو اكلا ولم يعرفا ثم عرفا ہدایہ اور دونو شخص باہم حلت کی درخواست کریں یعنی معاف کرالیں اگر
قربانی کا گوشت کہا لیا ہو اور نہ پہچانا ہو پہر بعد اسکے پہچانا ہو کذا فی الہدایۃ وان تشاحا ضمن كل لصاحبه قيمة لحمه وتصدق بها اور اگر دونون نے
باہم بحل کیا اور معاف نکر دیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کردے قلت وفى اوائل القاعدة الاولى من الاشباه
لو شراها بنية الاضحية فذبحها غيره بلا اذنه فان اخذها مذبوحة ولم يضمنه اجزأته وان ضمنه لا تجزيه وهذا اذا ذبحها عن
نفسه اما اذا ذبحها عن مالكها فلا ضمان عليه انتهى فى جمع مین کہتا ہون اور اشباہ کے پہلے قاعدہ کے اوائل مین یہہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص نے
جانور خرید کیا قربانی کرنے کی نیت سے پہر دوسرے شخص نے اوسکو ذبح کر ڈالا بدون اوسکے اذن کے سو اگر مالک نے اوس مذبوح کو لیا اور اوس سے تاوان
نلیا تو اوسکے حق مین قربانی کفایت کرگئی اور اگر اوسکا تاوان لیا ذبح کرنیوالے سے تو قربانی ادا نہوگی اور یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف
سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کیطرف سے ذبح کیا ہوگا تو اوسپر تاوان نہین ہے انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کیطرف مراجعت کر كما يصح لو ضحى بشاة الغصب
ان ضمنه قيمتها حية جیسے قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کرکے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو
ہم زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اوسکا مالک ٹہہر گیا غصب کیوقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار ہوا غصب سے
تو اوسپر توبہ اور استغفار لازم ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہے اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہین آتا ہے بلکہ کفر لازم نہین آتا ہے جبکہ [illegible]
حلال سمجہا جائیگا کذا فی الطحطاوی وكذا اذا باعها جیسے بیع صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا اور مالک کو اوسکی قیمت کا تاوان دیگا وكذا لو

لانها ضمن لصاحبها قيمتها هداية المظهر ملكها بالضمان من وقت الغصب اور اسیطرح اگر غصب کی بکری کو غاصب قربانی کرے تو تاوان دے اوسکی قیمت اوس
مالک کو کذا فی الہدایہ شاة مغصوبہ کی قربانی صحیح ہوگئی بسبب ہو جانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے غصب کے وقت سے لا الودیعة لان تضمنها لان
سبب ضمانه هنا بالذبح والملك يثبت بعد تمام السبب وهو الذبح فيقع في غير ملكه قربانی صحیح نہیں امانت کی بکری کی اگرچہ اوسکے مالک کو تاوان
بھی دے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہان ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونے کے بعد اور وہ سبب ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اوسکی غیر ملک میں
قلت ويظهر ان العارية كالوديعة والمرهونة كالمغصوبة لكونها مضمونة بالدين وكذا المشتركة فليراجع مین کہتا ہوں اور مسئلہ امانت سے ظاہر ہے
کہ عاریت امانت کی مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہیں اور مرہون بکری مغصوب بکری کی برابر ہے اسواسطے کہ وہ مضمون بالدین
ہے اور اسیطرح مشترک بکری مغصوب بکری کی مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیئے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جائے ھم واضح ہیں عاریت کو ودیعت
کی مانند صراحةً بیان کیا ہے عدم صحت قربانی میں اور خانیہ اور خلاصہ مین مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور کی قربانی صحیح نہیں باوجود
دینے کے تاوان تصریح کے مقابل میں شارح کی تجویز اعتبار کے لائق نہیں خزانہ میں مذکور ہے کہ دو بکریاں مشترک ہیں دو شخصوں مین سو دونوں نے اونکو قربانی
کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اسمین تجویز علما مختلف ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قول
اضحية عليه الصلوة والسلام سوداء رسول خدا علیہ الصلوة والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی ھم طحطاوی نے کہا شاید کسی سال آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو ورنہ صحت مین تو تصریح یہ ہے کہ حضرت نے قربانی کی دو خصی مینڈھے شاخدار سفید رنگ جنمین کچھ سیاہ بال
بھی ہو۔ نذر عشر اضحيات لزمه ثنتان لمجيء الاثر بهما خانية والاصح وجوب الكل لايجابه ما هو من جنسه ايجاب شرع وهبانية
ایک شخص نے دس قربانی کی نذر مانی تو اوسپر دو قربانی لازم آوینگی اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں
کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی اوسکا ذکر ہو چکا کذا فی الخانیہ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے اسواسطے کہ نذر کے
اوسنے ایسی چیز کو جسکی ہم جنس ایجاب ربانی موجود ہے کذا فی شرح الوہبانیہ قلت مفاده لزوم النذر بما من جنسه واجب اعتقادي لا اصطلاحي
قاله المصنف فليحفظ مین کہتا ہون اوس شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اوس نذر کا جسکی ہم جنس شرع مین واجب ہو خواہ
واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تو اس کلیہ کو یاد رکھنا چاہیئے غنم بين رجلين ضحيا بها جاز بخلاف العتق لعدم
قسمة العبد لا الرقيق بہیڑ بکریان دو شخصوں میں مشترک ہین سو دونون نے اونکو قربانی کیا تو جائز ہے برخلاف آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح
ہونے قسمت غنم کے نہ رقیق کے ضحى بشاتين فالاضحية كلاهما وقيل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کئے تو دونوں قربانی ٹھہرینگی اور بعضوں
نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا والافضل الاكثر قيمة فان استويا فالاكثر لحما فان استويا فاطيبهما ولو ضحى بالكل فالكل
فرض كاركان الصلوة فان الفرض منها ما ينطلق الاسم فاذا طولها يقع الكل فرضا مجتبى اور افضل قربانی زیادہ ترقیمت والی ہے اور اگر قیمت
میں دونوں برابر ہوں تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت مین برابر ہون تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سبکی قربانی کی تو سب
فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے ارکان کہ اونمین سے فرض تو اسیقدر ہے جسپر رکن کا نام بولا جاوے پھر جب نمازی نے اوسکو طویل کر دیا مثلاً تین آیت
سے زیادہ قرأت کی یا پانچ یا سات بار رکوع اور سجود مین تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی ھم فرض سے مراد فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی
شرى اضحية وامر رجلا بذبحها فقال تركت التسمية عمدا لزمه قيمتها ليشتري الآمر بها اخرى ويضحي ويتصدق ولا ياكل لو ايام النحر
باقية والا تصدق بقيمتها على الفقراء خانية قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایک مرد کو اوسکے ذبح کرنیکا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ میں نے بسم اللہ
کہنا قصداً ترک کیا تو مامور پر اوسکی قیمت دینا لازم ہوگا تا امر کرنیوالا اوس قیمت سے اور قربانی خرید کرے اور اوسکو قربانی کرے اور خیرات کر دے
اور آپ نہ کہاوے یہ اوسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہون اور اگر باقی نرہے ہون تو اوسکی قیمت فقیروں پر تصدق کرے کذا فی الخانیہ فرع آداد

التضحية فوضع يده مع القصاب في الذبح واعانه على الذبح سمّى كل وجوبًا فلو تركها احدهما اوظن ان تسمية احدهما تكفي
حرمت وهي تصلح لغزٍ فيقال اي شاة لا تحل بالتسمية مرة بل لابدّ ان يسمّى عليها مرتين اور خانيہ مین ہو کہ ایک شخص نے قربانی کرنیکا
ارادہ کیا سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکہا ذبح کرنے مین اور اوسکی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنا بر وجوب کے پہر اگر بسم اللہ کو ایک
شخص بھی ترک کریگا یا گمان کریگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہو تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اور یہہ مسئلہ چیستان ہونیکی لیاقت رکہتا ہو کہ یون سوال
کیا جاوے کہ کون بہیڑ بکری ہے جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہین ہوتی بلکہ یہہ ضرور ہو کہ اوسپر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمه شيخنا العلامة
فقال ای ذبح لابد للحل فيه + ان تثنى بذكر ذي التنزيه + فلجبنه بالقريض فانا + لانراه نثرًا ولا نرتضيه اور البتہ اسکو نظم
کیا ہو ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے اور وہ نظم یہہ ہے کون ذبح ہے جسکی ملت مین ضروری ہو کہ دو بار ذکر کیجاوے صاحب تنزیہ کی یعنی اللہ تعالی کا نام
لیا جاوے سو اوسکا جواب دو نظم سے اسواسطے کہ ہم نثر کو نہین دیکھتے اور پسند نہین کرتے فقلت في الجواب ؎ خذ جوابًا نظمًا كما تبتغيه من
فقيه مروية عن فقيه خیر الدین نے کہا تو مین نے جواب سوال مذکور مین یون کہا کہ لے جواب نظم مین جیسا کہ تو چاہتا ہو اوس فقیہ سے جسکی روایت ثابت
ہے فقیہ سے ؎ هي شاة في ذبحها اشترك اثنا + ن فكرر الذكر شرطًا كما تروية + ذاك ذبح قصاب وضع اليد مع الصاحب
الذي يرتجيه وہ بہیڑ بکری ہے جسکے ذبح کرنے مین دو شخص شریک ہوئے تو دو بار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیساکہ ہم روایت کرتے ہین کہ وہ ذبح کرنا
اوس قصاب کا ہے جسنے ہاتھ رکہا اپنا اوس صاحب کے ساتھ جو اوسکی امید رکہتا ہو یا خوف کرتا ہو کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح نہو سکے ؎ فعلى كل
واحد منهما ان + يذكر الله جل عن تشبيه تو ان دو شخصون مین سے ہر شخص پر واجب ہے یہہ کہ ذکر کرے اللہ کو در انحالیکہ وہ پاک ہو تشبیہ اور تمثیل سے
وفي الوهبانية وشرحها قال ؎ ولو ذبحا شاة معًا ثم واحد اخل بتسمية فالشاة تحظر + اور وہبانیہ اور اوسکی شرح مین کہا اور اگر دو
شخصون نے بکری کو ساتھی ذبح کیا پہر ایک شخص بسم اللہ نبولا تو بکری متروک ہوگی یعنی حرام واجب الترک ہو ؎ وان يشتري منها ثلاثًا ثلاثة
واشكل فالتوكيل بالذبح يحصر اور اگر تین شخص تین بکریان خرید کرین اور اشکال واقع ہو یعنی تینون شخص اپنی اپنی بکریونکی شناخت مین حیران ہون تو
ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہو ؎ شرح وہبانیہ مین صورت مذکورہ مین یون چاہیے کہ تینون شخص ہر ایک کو ذبح کرنے مین وکیل کرین سو اگر اپنی
بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی اوسکے اذن سے تو بھی جائز ہے ؎ وكيل شراء الشاة للعنز ان شرى + يصح خلاف العكس
والنقود تحصر خرید شاة کا وکیل اگر عنز یعنی بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاة خرید کرے تو صحیح نہین اور انکی
کی اجرت مین وکیل نقصان اوٹہا دیگا ؎ وجہ صحت یہہ ہے کہ شاة اسم جنس ہے ضان اور معز یعنی بہیڑ اور بکری دونوکو شامل ہے برخلاف عکس یعنی اگر
بکری کی خرید کا وکیل کیا سو اوسنے شاة من الضان یعنی بہیڑ خرید کی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہین چنانچہ خانیہ مین ہے فتاوی عالمگیریہ مین ہو کہ اگر دلال
خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے خرید کی اور اوسکی ہانکنے کیواسطے ایکدرم پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہہ اجرت لازم نہین یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ؎
ولو قال سوداء فغير صحيح لا + اذا كان في قربانه عينا يعبر اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ گائے یا بکری خرید کر سو وکیل نے غیر اسکے سرخ یا سفید
خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاندار سیاہ چشم قربانی کی خرید مین تغیر کی تو صحیح نہین ؎ اسواسطے کہ شاندار سیاہ چشم کی خرید مین لوگ رغبت کرتے ہین
تو مخالفت وکیل مضر ہو گی برخلاف اول صورت کے ؎ بشتين ممن بذل العشر الزموا + وتصحيح ايجاب الجميع محرر علما نے دو قربانیونکو لازم کیا ہو
اوس شخص کے حق مین جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی کی ایجاب کی تصحیح منقح اور محقق قول ہے یعنی صحیح قول یہہ ہے کہ تمام نذر واجب اور لازم
ہوگی چنانچہ یہہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ؎ وعن ميت بالامر الزم تصدقًا + ولا اكل منها وهذا المخير اور اگر قربانی ہوئی میت کیطرف سو اوسکے امر سے
تو لازم جان اوسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت کیطرف سے تو کہا اوسکے گوشت کو اور یہہ قول مختار اور پسندیدہ ہے ؎
ومن مال طفل فالصحيح سقوطها + وعن ابيه في حقه وهو الاظهر اور صغیر کے مال سے تو سقوط قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے بابت

کے حق میں قربانی ہو جائیگی اور یہی قول ظاہر الروایۃ میں ہے چنانچہ یہہ مسئلہ اول کتاب الاضحیہ میں مذکور ہو چکا ہے ولو ذبح شاۃ رجل بعد
ذبحہا یتخیر بمن ضحے علیہا او یذبحہ اور بکر کا ہبہ کرنیوالا اوسکے ذبح ہو جانیکے بعد رجوع کر سکتا ہے تو کفایت ہوگی اوسکی طرف سے
جیسے اوسنے قربانی کی اور اوسکو ثواب ملیگا ھ یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اوسکو ایک بکری ہبہ کی سو اوسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے
بعد ہبہ میں رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیر لی تو یہہ رجوع درست ہے امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف کذا فی الظہیریہ اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور
اوسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الحظر والاباحۃ

یہہ کتاب ہے حظر اور اباحت کی بیچ
اسمیں فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہے ھ مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اوسکو مکروہ گمان نکرے اور اسمین فرض بھی مذکور ہوتا ہے تا معلوم ہو کہ
اوسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعضی کتابوں میں کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہیۃ کہا ہے اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہہ اور غیر مکروہہ مذکور
ہوتے ہیں اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتابوں میں کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطے کہ اسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہیں اور اون سے احتراز کرنا
بہتر ہے اور بعضی کتابوں میں اسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اسواسطے کہ اسمین وہ افعال مذکور ہیں جنکو شرع نے نیک یا بد کہا ہے ومناسبتہ ظاہرۃ
کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہے اسواسطے کہ اضحیہ میں اکثر محظورات اور مباحات داخل ہیں بلکہ یہہ کتاب ہر کتاب کے ساتھہ مناسبت
رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والحظر لغۃ المنع والحبس ھ حظر بفتح حاء مہملہ و ظاء معجمہ لغت میں عبارت ہے منع اور حبس سے وشرعا ما منع من استعمالہ
شرعا اور اصطلاح شرع میں حظر وہ ہے جسکا استعمال شرعا ممنوع ہے ھ یہہ تعریف ہے محظور کی نہ حظر کی والمحظور ضد المباح اور محظور ضد ہے
مباح کی ھ یہہ تعریف بالاعم ہے اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی ضد مباح ہیں تو محظور کی تعریف خاص یہہ ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی
ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اوس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ ہوں کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ
وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب نعم یحاسب علیہ حسابا یسیرا ھ اور مباح وہ فعل ہے جسکے کرنے اور نکرنے کی مکلف لوگوں کو
اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتیب عقاب ہاں البتہ یہہ ہے کہ مباح پر کچھہ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاختیار ھ عدم ثواب اور عذاب درصورت
عدم نیت کے ہے اور اگر مباح میں عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات
کل مکروہ ای کراھۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکروہ کراھۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقا ھ جو مکروہ تحریمی ہے
وہ حرام کی مانند ہے دوزخ کے عذاب میں محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کیطرف نزدیکتر ہے باتفاق امام اور شیخین کے ھ حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی
یقینی ممنوع ہو اور اوسکا ترک کرنا فرض ہے چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اوسکا ترک کرنا واجب ہے جیسے سوسمار کا
کھانا اور شطرنج کھیلنا تو امام محمد جب اپنی کتابوں میں کراہت بولتے ہیں تو اوس سے حرام مراد رکھتے ہیں اور مکروہ تحریمی کو حرام نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ
اوسکی دلیل قطعی نہیں ہے جو حرمت پر دلالت کرے تو جسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہے اوسکو مکروہ کہتے ہیں اور یہہ جو کہا کہ مکروہ
تنزیہی حلال سے نزدیکتر ہے یعنی اوسکے کرنیوالے پر اصلا عذاب نہیں لیکن اوسکا تارک کچھہ تھوڑا ثواب پاویگا کذا فی الطحطاوی وعندہما وھو الصحیح
المختار ومثلہ البدعۃ والشبہۃ الی الحرام اقرب ھ اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کیطرف نزدیکتر ہے اور یہی مذہب صحیح
اور مختار ہے اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کی مانند ہے ھ شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی میں حلت اور حرمت کی دلائل متعارض ہیں لیکن جانب
حرمت کی غالب ہے فالمکروہ تحریما نسبتہ الی الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب یعنی بظنی الثبوت
ویاثم بارتکابہ کما یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ ھ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کیطرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کیطرف تو مکروہ
تحریمی ثابت ہوتا ہے اوس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہے یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہے اوس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت
ہوتے ہیں اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنیسے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کی مانند سنت مؤکدہ ہے ھ دلائل

شرعی چار قسم ہین اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونون قطعی اور یقینی ہین چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنمین کسیطرح تاویل کا
احتمال نہین مفید یقین ہے اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہی ثانی وہ دلیل ہے جسکا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی چنانچہ وہ
آیات اور احادیث جنمین تاویل کا احتمال ہے اور مفید ظن ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہی ثالث وہ دلیل ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی
قطعی چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی رابع وہ دلیل ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین جیسے اخبار احاد
محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنیت اور استحباب ہی اور گاہے فرض بولتے ہین اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہین اور کبھی واجب کہتے ہین اور اوس سے فرض عملی کا
ارادہ کرتے ہین کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث حرمۃ الخیل القریب من الحرام ماتعلق بہ محذور دون استحقاق العقوبۃ بالنار بل
العتاب کترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث
من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس بحرام انتھی اور زیلعی مین گہوڑے کی حرمت کی بحث مین یہ مطلب ہے
کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہی جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہی جیسے کہ سنت موکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہین
ولیکن اوسکے ترک سے نبی مختار صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری
شفاعت کو نپاویگا تو ترک سنت موکدہ قریب ہی حرام سے اور وہ خود حرام نہین ہے انتہی ما فی الزیلعی فہم حرمان شفاعت سے یہان شفاعت مخصوصہ
مراد ہی چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہین کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بہی شفاعت سے محروم نرہیگا بدلیل اس
حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت موکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدس کا یہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام
کا اطلاق کیا ہے اور اوسکو حلال نہین کہا ہے کیونکہ اوسکی حلت پر دلیل قاطع نہین اور شیخین نے اوسکو حلال مین داخل کیا ہی اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت
ہے اور اوسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہین انتہے خلاصۃ مرحمتہ کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ اونکے نزدیک قطعی بھی حرام اور ظنی بہی
اور دونونکا مرتکب معاقب بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی مین داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور
مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاتب ہے نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد اور شیخین کے لفظی نہین ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا الاکل للغذاء
والشرب للعطش ولو من حرام او میتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث کہانا غذا کیواسطے اور پینا دفع عطش کیواسطے
فرض ہے اوسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کی اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اوسپر لازم ہو ھم حدیث
مذکور یہ ہے قال صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیؤجر فی کل شیء حتی اللقمۃ یرفعہا العبد الی فیہ کذا فی شرنبلالیہ یعنی حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہی
یہانتک کہ اوس لقمہ مین ثواب دیتا ہی جسکو بندہ اپنے منہ تک اوٹہاتا ہے حرام اور مردار اور غیر کا مال کہانا حالت اضطرار مین ہے در منتقی مین ہی کہ جو شخص
مردار نکہاوی مخمصہ مین یا روزہ رکہتا جاوی اور نکہاوی یہانتک کہ مرجاوی تو وہ گنہگار رہی اور اضطرار کی تعریف مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ فرض نہ ادا کرسکے
اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہی کہ غیر موقت ہی اسواسطے کہ طبائع آدمیونکی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یدفع
الانسان الہلاک عن نفسہ کہانا فرض ہے لیکن اوتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے وماجور علیہ وھو مقدار ما یتمکن بہ
من الصلوۃ قائما ومن صومہ مفادہ جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یجز کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کہانا وہ ہے
جسپر ثواب ہوتا ہی اور وہ اوسقدر کہانا ہی جس سے آدمی کہڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکہہ سکے شارح نے کہا اسکلام سے تقلیل طعام کا جواز
مستفاد ہوتا ہی جس سے آدمی ادای فرض سے ضعیف ہوجاوی لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہین ہی چنانچہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہے قلت وفی المستصفی
بالفتین الفرض بقدر ما یندفع بہ الہلاک ویمکن معہ الصلوۃ قائما انتھی فتدبر مین کہتا ہون اور مستصفی میں مجمع مین یون مذکور
ہے کہ اوسقدر کہانا فرض ہی جسقدر سے ہلاکی دور ہو اور اوسکے ساتہہ کہڑی ہوکر نماز ممکن ہو انتہی کلام المستصفی تو خبردار ہو جاو ھم اسقدر کہانا اسواسطے

فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہیں ہوسکتی بدون اوسکے وَمُبَاحٌ اِلَی الشِّبَعِ لِتَزِیْدَ قُوَّتُہٗ اور کہانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو وَحَرَامٌ عَمَّا فَوْقَہٗ ای الشِّبَعِ وَھُوَ اَکْلُ طَعَامٍ غَلَبَ عَلٰی ظَنِّہٖ اَنَّہٗ اَفْسَدَ مَعِدَتَہٗ وَکَذَا فِی الشُّرْبِ قہستانی اور وہ کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے آسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کہانا کہ کہانیوالے کو گمان غالب ہو کہ اوسکے پیٹ مین فساد کریگا یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ مین اسکو مکروہ کہا ہے یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی مین کہا کہ اسیطرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو م زیادہ کہانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث مین آیا ہے کہ آدمی کے حق مین کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہین جیسا پیٹ کا بھرنا الیسا بدتر نہین جیسا پیٹ کا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرے ایک تہائی کہانیکی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کیواسطے اور بہت عذاب اونپر ہے جو بہت پیٹ کو بہرتے ہین ابو داؤد نے روایت کی ہے حمد اور شکر کرے کہانے اور پینے کے بعد اوسکی صحت ہوگی کذا فی اللطف او عن الدر المنتقی اِلَّا اَنْ یَّقْصِدَ قُوَّۃَ صَوْمِ الْغَدِ اَوْ لِئَلَّا یَسْتَحْیِیَ ضَیْفُہٗ اَوْ نَحْوُ ذٰلِکَ آسودگی سے زیادہ کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہین ہے کہ کل کے روزہ رکہنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اوسکا مہمان نہ شرماوے یا مانند اسکی کسی اور عذر سے کہانا درست ہے حرام نہین ہے م عذر مذکور چنانچہ زیادہ کہانا قے کرنیکے واسطے حرام نہین انس بن مالک صحابیؓ طرح طرح کے کہانے کہاتے تہے اور قے کر ڈالتے سوا اسکے بہت ایذا دہ کرتا تہا کذا فی البزازیہ والخانیہ وَلَا تَجُوْزُ الرِّیَاضَۃُ بِتَقْلِیْلِ الْاَکْلِ حَتّٰی یَضْعُفَ عَنْ اَدَاءِ الْعِبَادَۃِ اور جائز نہین ہے کم کہانے کی اسقدر ریاضت کہ ادای عبادت سے سست ہوجاوے وَلَا بَأْسَ بِاَنْوَاعِ الْفَوَاکِہِ وَتَرْکُہٗ اَفْضَلُ اور طرح طرح کے میوون کے کہانے مین کچہ مضائقہ نہین اور اوسکا ترک افضل اور بہتر ہے وَاتِّخَاذُ الْاَطْعِمَۃِ سَرَفٌ اور طرح طرح کے کہانے پکوانا اسراف ہے یعنی فضول خرچی ہے م مگر حاجت کے وقت کثرت اطعمہ اسراف نہین ہے چنانچہ اگر ایک کہانے کو نہین کہا سکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہے تا ہر قسم سے تہوڑا تہوڑا اتنا کہاوے جسقدر سے ادای عبادت پر قادر ہو یا مہمانون کی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمہ مین کچہ مضائقہ نہین کذا فی الخلاصۃ وَکَذَا وَضْعُ الْخُبْزِ فَوْقَ الْحَاجَۃِ اور اسیطرح روٹیان رکہنا حاجت سے زیادہ بہی اسراف ہے م مگر نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریہ وَسُنَّۃُ الْاَکْلِ الْبَسْمَلَۃُ اَوَّلَہٗ وَالْحَمْدَلَۃُ اٰخِرَہٗ وَغَسْلُ الْیَدَیْنِ قَبْلَہٗ وَبَعْدَہٗ یُبْدَأُ بِالشَّبَابِ قَبْلَہٗ وَبِالشُّیُوْخِ بَعْدَہٗ ملتقی اور کہانیکے وقت سنت ہے کہانے کی پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اوسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونوں ہاتہ دہونا اور کہانے سے پہلے جوانون کے ہاتہ دہلانے سے ابتدا کیجائے اور کہانیکے بعد بڈہون کے ہاتہ دہلانے سے ابتدا کیجائے کذا فی الملتقی م اور اگر اول مین بسم اللہ کہنا بہولے تو یون کہے بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے کہے تا اوسکے ساتہی بہی بسم اللہ کہین اگر کہانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو ہر حال مین آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نکہے مگر جبکہ لوگ کہانے سے فراغت کرین اور اوسکی سنت میں ایک ہاتہ دہونا یا دو نو ہاتہون کی اونگلیان دہونا کفایت نہین کرتا بلکہ دونون ہاتہ پہنچون تک دہونا چاہیے قبل از طعام ہاتہ دہوکر رومال سے پونچہنا نچاہیے اور بعد از طعام پونچہنا چاہیے تا اثر طعام کا زائل ہوجاوے سو کسی سے ہاتہ دہونا اگر آٹا اوسمین باقی نرہا ہو تو فتاوی قاضی خان مین لَا بَأْسَ بہ مذکور ہے اور نوادر ہشام مین آئے اور ستو سے ہاتہ دہونا امام اور صاحبین سے منقول ہے اور تفسیر فرم جمیع مواضع مین مستحب ہے اور لائق یون ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتہ پر پانی ڈالے اور غیر سے اسمین استعانت نکرے مانند وضو کے اور سنت یہہ ہے کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کہانا نکہاوے اور نہ اوسکو سونگہے اور نہ اوسکو اور پانی کو پہونکے ہان اگر پہونکنے مین مانند اُف کی آواز نہ نکلے تو پہونکنا درست ہے اور ہاتہ پونچہنے سے پہلے اونگلیون کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دسترخوان پر گر پڑا ہو اوسکو کہانا یہہ سب امور مذکورہ سنت ہین راہ مین کہانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کہانے مین کچہ مضائقہ نہین اور کہانا پینا تکیہ لگاکر ہو یا بایان ہاتہ زمین پر رکہکر یا کسی چیز پر ٹیک دیکر مکروہ ہے الکل من العالمگیریہ **تتمہ** اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ اوسکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع مشتہیات کو روکتا رہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نکہاوے اسواسطے کہ برکت درمیان مین نازل ہوتی ہے بلکہ ایکطرف سے کہاوے

اسواسطے کہ طعام یکسان ہے ہان اگر طبق مین رنگ برنگ میوے ہون تو جدہر سے چاہے کہاے اسیطرح اگر طبق مین الوان اطعمہ ہوین تو ہر طرف سے کہانا درست ہے حدیث مین وارد ہے کہ جو رکابی کو چاٹے کہانیکے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اللہ تجکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تونے مجکو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت یون ہے کہ رکابی اوسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث مین وارد ہے کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہے اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف اور حقارت کی تو حق تعالی اونکو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہے اور اوسکی اکرام سے یہہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نکرے بلکہ روکہی کہانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کہانا، دینا اوس وقت مین ہے جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اوسکا حال جانتا ہو اوسکو اتنا کہانا دینا فرض ہے جسقدر سے وہ خروج اور ادائے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر نتہا سو وہ مر گیا اور کسینے اوسکو کہانا نہ دیا تو جو لوگ اوسکا حال جانتے ہون گے سب گناہ مین شریک ہونگے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اوسپر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اوسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی

وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ خلافا لمالک ولبنہا اور مکروہ ہے گدہے کا گوشت اور اوسکا دودہ یعنی پالو گدہے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے برخلاف مالک کے ھم کراہت بیمار وغیرہ سبکے حق مین ہے اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابو یوسف للتداوی اور مکروہ ہے جلالہ کا دودہ جلالہ وہ گاے یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کہاتی ہو اور مکروہ ہے گہوڑی کا دودہ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کیواسطے جائز کہا ہے ھم ہدایہ مین ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گہوڑی کا دودہ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمہما ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گہوڑی کا گوشت مکروہ ہے وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام لدجاجۃ واربعۃ لشاۃ وعشرۃ لابل وبقر علی الاظہر اور گوہ کہانے والا جانور بند کرکے رکہا جاے یہانتک کہ اوسکے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جاے اور حبس کی مدت ٹہرائی گئی ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کیواسطے تین دن اور بہیڑ بکری کیواسطے چار دن اور اونٹ اور گاے کیواسطے دس دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکا لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کہاتا ہو اسطرح کہ اوسکا گوشت گندہ نہو تو حلال ہے جیسے وہ حلوان حلال ہے جو پالا گیا سور کی دودہ سے اسواسطے کہ اوسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودہ اوسکا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہے اوسکا کچہہ اثر باقی نہین رہتا ہے ھم اور اسیطرح جو کہیت نجاسات سے سینچے جاوین تو اونکا کہانا مکروہ نہین ولو سقی ما یوکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وصبا شرح وہبانیۃ اور اگر ماکول اللحم جانور کو شراب پلائی گئی پہر وہ اوسیوقت ذبح کیا گیا تو اوسکا کہانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزیلعی وکتاب الصید من شرح الوہبانیۃ

وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمرأۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہے کہانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونونکے حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے ھم حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہؓ سے منقول ہے کہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنون اور نہ کہاؤ اونکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہہ برتن کافرونکے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت مین انتہے پہر جب کہانا پینا اونمین منع ہوا تو اسیطرح اُن برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بہی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال بمیلہما وما اشبہ ذلک من الاستعمال کمکحلۃ ومرآۃ وقلم ودواۃ ونحوہا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے کہانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا اونکی سلائیون سے اور جو استعمال اسکے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اسکی مکروہ ہے ھم ظروف مذکورہ کی مانند ہے چاندی سونے کی صینی اور سلپچی اور آفتابہ اور انگیٹہی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع آخر او صب الماء او الدہن فی کفہ لا علی راسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ مجتبی وغیرہ وہو ما حررہ فی الدر فلیحفظ یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت

اوسوقت ہی جبکہ اونکو ابتداءً استعمال کیجیئے اُن کا موضع جنکے واسطے وہ بنائی گئی ہین لوگونکے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہو تو کراہت نہین
تو اگر کہانا نقل کیا جا سونیکے برتن سے دوسری جگہہ یا پانی یا تیل کفدست مین ڈالے اپنے سر پر ابتداءً پہر اوسکو استعمال کرے تو اوسکا کچہہ مضائقہ نہین کذا
فی المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے درمین ترا اس قید کو یاد رکہنا چاہیئے ھم درمین یون مذکور ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کیواسطے
مصنوع ہین اونکا استعمال اوسوقت حرام ہو جبکہ انہین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاے اسواسطے کہ وہ ظروف اسیواسطے مصنوع ہوے ہین کہ اسیطرح مستعمل ہون
اور اگر اونہین ہاتہہ مین ڈالے اور تیل ہاتہہ مین لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہین اسواسطے کہ اوسمین ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درریعنی علامہ والی ارزوم
نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اسطرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہے اسواسطے کہ اصل اسباب مین حدیث ہے کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل
لہا انتہی اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد حدیث سے یہ ہو کہ عورتونکو فقط زیور حلال ہے تو ورای زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال لذاتہ ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث
نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی ھم ہر چند درر کے موافق فتاوی عالمگیریہ مین محیط سے بہی منقول ہے لیکن احتیاط یہی ہے کہ کسیطرح استعمال نکرے واللہ اعلم
واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال البیضة والجوشن والساعدان منہما فی الحرب للضرورة اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور
زرہ اور دستانونکو جنگ مین ضرورت کے سبب سے مستثنے کیا ہے کراہت سے وھذا فیما یرجع للبدن واما لغیرہ تجملا بأوان متخذة من ذھب وفضة
وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا بأس بہ بل فعلہ السلف خلاصة حتی ان ابا حنیفة توسد الدیباج والنوم علیہ کذا فی
اور یہ یعنی مصروف نفسیہ اور ذہبیہ کی تحریم اوس صورت میں ہے جبکہ استعمال اوسکا بدن کیطرف راجع ہو اور اوسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے
اور اسیطرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اوسپر دیبا اور مانند اوسکی فرش کرنا تو اوسکا کچہہ مضائقہ نہین بلکہ اسکو سلف نے کیا ہے کذا فی الخلاصہ یہانتک کہ
امام ابو حنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اوسپر سونا مباح کہا ہے چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر والافضل الخزف قال صلی اللہ
علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملئکة اختیار اور مکروہ ہے کہانا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہے
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گہر مین مٹی کے برتن رکہے اوسکی زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار ھم ظاہر کراہت اوسو
سے جب تانبے اور پیتل کا برتن بنے قلعی ہوا اور ظروف جینی مین تو نفاست اور تجمل اور ادای سنت دونو موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہین
لایکرہ ما ذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہین کہانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے
برخلاف امام شافعی کہ اونکے نزدیک کراہت ہو وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضة اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی
جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی مین اوسکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدہ اور جڑاو ھم منح الغفار مین مفضض کی تفسیر مزوق
سے اور شمنی مین مرصع ہے اور قہستانی مین مزین بفضہ ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بہی جائز نہین زیلعی نے کہا یہہ اختلاف اوس صورت مین ہے
جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر لگا ہو جو جدا نہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہے اسواسطے کہ وہ مستہلک ہے
اوسکے باقی رہنے کا کچہہ اعتبار نہین چنانچہ شارح اوسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض
ولکن یشترط ان یتقی ای یجتنب موضع الفضة بفم قیل وید وجلوس سرج ونحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہے بیٹہنا
کرسی مفضض پر ولیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہہ سے منہ علیحدہ رکہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہاتہہ بہی جدا رکہے چاندی
کی جگہہ سے اور زین کے جلوس اور اسکی مانند مین بہی بدن جدا رکہے ھم اجتناب منہ کا اعتبار ہے اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ
مین مذکور ہے یہی حکم ہے ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہے اوسکا استعمال کسیطرح جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب
بذھب او فضة والکرسی المضبب بہما وحلیة مرآة ومصحف بہما اور اسیطرح حلال ہے ظرف مضبب یعنی جس برتن مین چاندی سونے کے تار جڑے
ہین اوسکے استحکام کیواسطے اور اسیطرح چاندی سونے کے تار جڑی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے ھم فتاوی عالمگیری مین ہے

بچون کو سونا اور ... استعمال ... لباس

کچھہ مضایقہ نہین کہانے پینے کا ظرف مذہّب اور مفضض ہے جبکہ منہہ سونے چاندی پر نرکھے اور اسیطرح ظرف مضبّب اور کرسی اور سہرجبکہ چاندی سونے پر نہ بیٹھے اور اسیطرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے ہو اور اسیطرح مجمر اور لگام اور زین اور دمچی اور رکاب مفضض یا مضبّب درست ہی بشرطیکہ اوسپر قعود نہ واقع ہو اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات مین ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہے کالو جعلہ ای التفضیض فی نصل سیف

وسکین او فی قبضتہما او لجام او رکاب لم یضع یدہ فی موضع الذہب والفضۃ چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہی اگر تلوار اور چہری کی کوتھی مین یا اُن دونونکے قبضے مین یا لگام یا رکاب مین کرے اور اپنا ہاتھہ نرکھے سونے چاندی کی جگہہ مین ھم کافی مین ہے جبکہ چہوری کی کوتہی لین تلوار کے قبضہ مین چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہہ پکڑیگا تو مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین ہے کذا فی الطحطاوی

وکذا کتابۃ الثوب بذہب او فضۃ و فی المجتبی لا بأس بالسکین المفضض والمحابر والرکاب وعن الثانی یکرہ الکل اور اسیطرح درست ہی کپڑے پر چاندی سونے سے لکہنا اور مجتبے مین ہی کہ چہوری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچہہ مضائقہ نہین اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ سب مکروہ ہین ھم امام اعظم کی دلیل یہہ حدیث ہی جو بخاری مین انس سے منقول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے جکڑا گیا اور احمد کی روایت مین ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تہا او سمین چاندی کا تیر جڑا تہا والخلاف فی المفضض اما المطلی فلا بأس بہ بالاجماع بلا فرق بین لجام ورکاب وغیرہما لان الطلاء مستہلک لا یخلص فلا عبرۃ للونہ عینی وغیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض مین ہے یعنی جس چیز سے چاندی سونا علٰحدہ ہو سکتا ہو اور مطلا یعنی جسپر سونے چاندی کا پانی پہرا ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہی بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہما کے اسواسطیکہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستہلک ہی جدا نہین ہو سکتا تو اوسکی فقط رنگت کا کچہہ اعتبار نہین کذا فی العینی وغیرہ ۔ ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم ولا یردہ بخبر الواحد اور مقبول ہے کافر کا یہہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ مین نے یہہ گوشت مول لیا ہی یہودی یا نصرانی سے تو اُس گوشت کا کہانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا کہ مین نے مجوسی سے گوشت خرید کیا تو گوشت حرام ہوگا اور اوسکے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نکرے واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات وعلیہ یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی اور اوسکا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات مین نہ دیانات مین اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت اور حرمت مین یعنی وہ حلت اور حرمت کہ در ضمن معاملات کے حاصل ہی نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہی ھم ایک شخص کا قول مقبول ہے معاملات مین خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت اور مضاربت اور رسالت فی الہدیہ اور اذن تجارت ہی لیکن باینہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہی تو اگر اوسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اوسپر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہو اوسکی صدق کا یا ہو تو اوسپر عمل نکرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہین جو فیما بین الناس جاری رہتے ہین چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہین جو فیما بین خدا اور بندہ کے ہوتے ہین چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک ولو انثی والصبی فی الہدیۃ سواء اخبر باہداء المولی غیرہ او نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہی تحفہ پونہچانے مین خواہ غلام نے یہہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہہ تحفہ دیا ہی اور شخص کو یا یون کہا ہو کہ اور شخص نے یہہ تحفہ دیا ہی مالک کو والاذن سواء کان بالتجارۃ او بدخول الدار مثلا اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن مین خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ھم سراج مین ہی کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے شخص کے گہر مین داخل ہونیکا اذن دیا تو قیاس یہہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یون ہے کہ اسی سے لوگ باز نہین رہتے لہذا یہہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رأیہ صدقہم فلو شرحہ غیرہ

ثم ہذا نوع من تشابہ لا بأس ببیعہ ولو نحو زبیب وحلوی لا ینبغی بیعہ لان الظاہر کذبہ وتمامہ فیما مر اذن تجارت مین سراج مین اسکی قید
لی ہے جبکہ اوسکی رای مین اونکا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اوسکے ہاتھ
بیچنا کچھ مضائقہ نہین اور اگر مسقی اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اوسکے ہاتھ بیچنا لائق نہین اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال سے اوسکا
پورا بیان اذن مین ہے ھ مٹھائی وغیرہ کیواسطے اطفال مشتاق رہتے ہین تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنی ماں باپ کے پیسے مٹھائی کہانی کیواسطے
چرالایا ہوگا تو اوسکا یہہ قول کہ مجہے ماں باپ نے منگوایا ہے مقبول کرنا چاہیے لیکن اغنیا کے اطفال پر یہہ اشتباہ نہین ہوسکتا ہے ویقبل قول الکافر
والکافر والصبی فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات مین وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے
ھ اصل یہہ ہے کہ معاملات مین ہر ممیز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات مین عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرائط کا مستجمع کہا
سے کہان اوسکو آدمی پاوے کہ اوس سے معاملہ کرے یا اوسکو نوکر رکہے اور لوگون کے پاس معاملات کیواسطے بہیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہین سوا خبر کے
تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہین تو اوسمین عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اوسمین
ممیز کی قید کرتی کذا فی الزیلعی کان اخبرانہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ ان غلب علی الرأی صدقہ کما مر وسیجیء آخر الحظر
جیسے یہہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے مین تو اوس سے اوسکا خرید کرنا جائز ہے اگر خریدار کو ایسے گمان بہا
اوسکی سچائی غالب ہو جیسا کہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے اخیر مین بہی اسکا ذکر آویگا وشرط العدالۃ فی الدیانات ہی التی بین العبد والرب اور شرط
ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات مین دیانات وہ امور مین جو بندہ اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہین ھ چونکہ دیانات معاملات کی مانند کثیر الوقوع
نہین تو اوسمین عدالت کی شرط کرنی حرج نہین اور قول فاسق اور کافر اور صغیر کے قبول کرنے کی اوسمین کچہہ ضرورت اور حاجت نہین کالخبر عن نجاسۃ
الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بہا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ولو عبدا وامۃ جیسی نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اوس پانی
سے وضو نکرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اوس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکہتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی
ھ عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہین کہ پانی گرا کر تیمم کرے ویتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء وخبر المستور ثم یعمل
بغالب ظنہ اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر مین پہر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہین وہ
کہین کہ یہہ پانی ناپاک ہے تو وہان اٹکل کرکے ظن غالب پر عمل کرے نہ اونکے قول پر ولو اراق الماء فتیمم فیما اذا غلب علی رأیہ صدقہ وتوضأ
وتیمم فیما اذا غلب علی رأیہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرادے پہر تیمم کرے اوس صورت مین جبکہ اوسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی
خبر مین اور وضو اور تیمم کرے اوس صورت مین جبکہ اوسکو گمان غالب ہو اوسکے کذب کا تو یہہ احوط ہوگا یعنی اسمین زیادہ تر احتیاط ہے وفی الجوہرۃ و
تیممہ بعد الوضوء احوط اور جوہرہ مین ہے اور اوسکا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے ھ اسمین اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر
تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحطاوی واما الکافر فاذا غلب صدقہ علی کذبہ فاراقتہ احب قہستانی وخلاصہ وخانیہ اور کافر کا تو یہہ حکم ہے کہ
جب اوسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی القہستانی والخلاصۃ والخانیۃ ھ یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہہ پانی نجس
ہے اور اوسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اوس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑہے تو نماز جائز ہے اسواسطے کہ کافر متہم ہے اوسکی خبر لازم نہین لیکن
پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑہنا مستحب ہے قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لم یجز تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر مین
کہتا ہوں در صورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کی صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اوسکا تیمم جائز نہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہان
تیمم مذکور جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکہتی ہے اور کافر کی خبر لازم ہونیکے لائق نہین ھ فاسق کی خبر کی فی الجملہ لازم
ہونے کی یہہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اوسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اوسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر

حکم دیگا یعنی مسلم کی خصومت مین تو حکم اوسکا نافذ نہوگا ولو اخبر عدل بطہارته و عدل بنجاسته حکم بطہارته بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلم
متقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے متقی نے اوسکی نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہان درصورت
تناقض حرمت کا حکم ہوگا ھ پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونو خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئین تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا
وتعتبر الغلبۃ فی اوانٍ طاهرۃٍ ونجسۃٍ وذکیۃٍ ومیتۃٍ فان الاغلب طاهرًا تحرّی وبالعکس والسواء لا الا للعطش اور غلبہ معتبر ہے ظروف
پاک اور ناپاک مین جو باہم ملگئی اور مذبوح جانور اور مردار مین جو باہم مخلوط ہوگئی تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہون تو طہارت اور شرب اور اکل کے
واسطے غور کرے اور اٹکل دوڑاوے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہون یا دونون پاک اور ناپاک برابر ہون تو ظن غالب کا کچھہ اعتبار نہین مگر دفع
عطش کیواسطے البتہ ضرورت مین گمان غالب معتبر ہوگا و فی الثیاب یتحرّی مطلقًا اور کپڑون مین ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے ھ خواہ اکثر کپڑے
طاہر ہون یا نجس اسواسطے کہ ستر عورت مین کپڑے کا کچھہ بدلا نہین اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کیواسطے دُعی الی ولیمۃٍ وثمہ لعب او غناء قعد واکل
لو المنکر فی المنزل ولو علی المائدۃ لا ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضًا لقوله تعالٰی فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین کوئی شخص شادی
کی دعوت مین بلایا گیا اور وہان لہو لعب یا راگ ہی تو بیٹھے اور کہائے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان مین ہو اور دستار خوان پر نہو اور اگر خلاف شرع دستار خوان
پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہین وجہ یہ بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر اسواسطے کہ قران مجید مین حق تعالی فرماتا ہی کہ مت بیٹھہ نصیحت کے یاد ہونیکے بعد ظالم قوم کے
ساتھہ ھ ولیمہ شادی کے کہانیکا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہوا اور بعضون نے کہا دونون طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے
حدیث مین آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت دعوت مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک اجابت واجب ہی اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہی اور
افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہین تو وہ مختار ہی لیکن اجابت افضل ہی اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہی مگر فاسق معلن کی
دعوت قبول نکرے تا معلوم ہو کہ تو اسکی فسق سے راضی نہین اور اسیطرح اوسکی دعوت قبول نکرے جسکا اکثر مال حرام ہی ہان اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہی میراث سے یا
قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کہائے اور اگر اوسکا غالب مال حلال ہی تو اوسکا تحفہ قبول کرنا درست ہی جبکہ دعوت قبول کی اور اوسکے مکان پر گیا تو جو اوسکے ذمہ
پر تہا ساقط ہوگیا اختیار ہی کہائے یا نہ کہائے نہ کہانے سے کچھہ حرج نہین اور کہانا افضل ہی اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنی
اپنی شیخی اور نام آوری اور شکر گذاری چاہے تو خصوصًا اہل علم کو اوسکی دعوت قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت مین آپکو ذلیل کرنا ہی اور ذمی کی دعوت
قبول کرنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی مختصرًا فان قدر علی المنع فعل پہر اگر دعوت مین گیا اور وہان ناچ رنگ ہی تو اگر یہہ شخص منع کرنے پر قادر ہی تو منع
کرے ھ یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہی اگر نکریگا تو گنہگار رہیگا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اوسکو اپنی ہاتھہ سے شادی ہو سو اگر
قادر نہو تو زبان سے اوسکی برائی ظاہر کرے اور یہہ بھی اگر نہو سکے تو دل سے اوسکو برا جانے اور یہہ ضعف الایمان سے والا یقدر صبر ان لم یکن ممن
یقتدی بہٖ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر ان لوگون مین نہو جنکے قول اور فعل کی لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہون یعنی اگر مقتدای خلق نہو تو صبر
کرے دل سے ناخوش ہوکر فان کان مقتدًی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین سو اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو
تو وہان سے نکل جاوے اور نہ بیٹھے اسواسطے کہ اوسکے ٹھہرنے مین عیب لگتا ہی دین مین ھ اور اسمین معصیت کا دروازہ کہولنا ہی مسلمین کہ وہ اوس بزرگ کی پیروی
کرینگے والمحکی عن الامام قبل ان یصیر مقتدًی بہٖ اور جو قول امام سے منقول ہی کہ مین ایکبار لہو کی دعوت مین مبتلا ہوا تہا سو مین نے صبر کیا تو یہہ اونکے
مقتدا ہونیسے پہلے ہوا تہا کذا فی الایضاح وان علم اولا باللعب لا یحضر اصلا سواء کان ممن یقتدی بہٖ او لا لان حق الدعوۃ انما یلزمہ
بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لہو لعب کو پہلے معلوم کر جاوے تو اصلا وہان نجاوے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہی حاضر
ہونیکے بعد نہ قبل اوسکے کذا ذکرہ ابن کمال ھ نجانے کی بہتر وجہ یہہ ہے کہ اجابت دعوت اوسوقت ہی جبکہ وہان امر غیر مشروع نہو کذا فی الزیلعی وفی
السراج ودلت المسئلۃ ان الملاہی کلہا حرام اور سراج مین ہی اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کہیل اور ناچ رنگ حرام ہین ھ ملاہی سے مین مستثنی

اس سبب حدیث کے مرفوع ہونے پر ابی داؤد اور ابن ماجہ آئے ہیں اور اس ایک گھر میں ہو کی آلات ہوں اور اس بیدخل علیہم بلا اذنہم لامتناع المنکر اور ارباب ملاہی کے گھر میں
گھسنے کا ہیں یا اور ہوں اونکا اذن خلاف شرع کے مٹانے کے واسطے ہم یعنی ہر ایک کیلئے گھر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب ان لوگوں نے خلاف شرع کو اختیار
کرنا اپنی حرمت ساقط کردی تو اونکے بیٹک حرمت جائز ہوگئی کذا فی المنح قال ابن مسعود صوت اللھو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت
الماء النبات عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اوگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اوگاتا ہے ہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے
نفاق اعتقادی مراد کفر ہے قلت وفی البزازیۃ استماع صوت الملاھی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاھی
معصیۃ والجلوس علیھا فسق والتلذذ بھا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب
ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ واشعار العرب لو فیھا ذکر الفسق تکرہ
مین کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ باجونکی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکی حرام ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ
استماع ملاہی گناہ ہے اور اوسپر بیٹھنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکلنا ہے اور اوس سے لذت لینا کفر ہے کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا
غیر کیطرف جسکے واسطے وہ بنائی نہیں گئی نعمت کا کفران ہے شکر اوس نعمت کا تو واجب کمال واجب ہے کہ کنارہ کریں تا آواز کو نہ سنے اسواسطے کہ آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان مقدس میں داخل کرلیا تھا اوس کی سماعت کیوقت اور عرب کے اشعار اگر اونمیں فسق کا ذکر ہو
تو وہ مکروہ ہیں انتہے مافی البزازیہ او لتغلیظ الذنب کما فی الاختیار او للاستحلال کما فی النہایۃ لذ سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی برائی جتانے
کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اس کو حلال سمجھنے کے سبب کما فی النہایۃ **فائدۃ** ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ
کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکیر ثلث نفخات الصور لمناسبۃ بینھما فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء الی نفخۃ الموت وبعد
نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی و منجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے نقارہ اور نام آوری کیواسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کیواسطے ہو تو
اسکا مضایقہ نہیں چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پہونکے جانے کی یاد دلانے کیواسطے اسلئے کہ نوبت کی آواز اور صور کی آواز میں ایک
مناسبت ہے تو عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت کا اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعث کا یعنی قبروں سے
اوٹھنے کا اور پورا اسکا بیان اوس شرح میں ہے جو ہمنے ملتقی الابحر پر معلق کی ہے ہم شرح ملتقی میں شارح نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف
بجانا جائز ہے شہرت نکاح کیواسطے اور سراجیہ میں ہے دف اوسوقت درست ہے جبکہ اوسمین جلاجل یعنی جہانجہیں نہوں اور اوسکا بجانا بر ہیئت تطرب نہو
تتمہ پہلا گناہ یہ ابلیس سے کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست
اوسکے ساتھ ناچے اور وجد کرنے لگے تو نہیہ کفار گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالیٰ ولا تمش
فی الارض مرحا یعنے نہ چل زمین میں اترانے اور تبختر کی راہ سے اور رقص میں نہایت تبختر اور سماجت اور ساتر ہوتا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ
ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعضی فقیہوں نے کہا کہ غلبہ وجد میں رقص منع نہیں جیسی صوفیہ سے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع میں تا تارخانیہ میں وہ مضمون ہے جو
جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اوس مغلوب الحال کیواسطے جسکی حرکات مرتعش کی مانند ہیں اور یہ اوس صورت میں ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص
مغلوب ہو اور ایک چیز گاہے حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہوجاتی ہے اختلاف مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ
سماع کیوقت آواز بلند کرکے نعرے مارتے ہیں حرام ہے وہاں بیٹھنا جائز نہیں اور صوفیہ سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا
شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور حدیث تواجد نبوی صحیح نہیں ہے سری سقطی نے فرمایا وجد کرنیوالے کی شرط یہ ہے کہ
ایسی حد کو وہ پہونچ جاوے کہ اگر اوسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اوسکو کچھ خبر نہو درد اور الم کی انتہے مافی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت الات
پر دوکی اور اختلاف غناء محمود کا کتاب الشہادۃ میں بتفصیل مذکور ہوچکا فلینظر ثم **فصل فی اللبس** یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں ہم درمیان

لباس وہ ہی جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے کہ پوشاک روئی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنی اوسکا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین اونگلیون تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ نتف مین مصرح ہے متوسط لباس چاہیئے نہ نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ خیر الامور اوساطہا اور اسواسطے کہ نہی وارد ہے لباس شہرت سے یعنی جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرایش اور نعمت الٰہی کے اظہار کیواسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کیواسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق مین نہ جمیع اوقات مین اور مکروہ لباس وہ ہے جو تبختر اور تکبر کیواسطے ہو اور سپید لباس مستحب ہی کذا فی الطحطاوی انما یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہہ ہی کہ ریشمی تو اوسوقت حرام ہی جبکہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ مین کہا اور یہہ رخصت عظیمہ ہی وہان جہان ریشمی کا عموم بلوی ہو ھم جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح مین ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہین طحطاوی نے شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا کہ صحیح یہہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کیطرف نسبت کیا ہی نہ امام کیطرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونون ریشم ہو چنانچہ گلبدن اور دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخاب ابوداود اور نسائی مین علی مرتضی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھہ مین ریشمی کپڑا لیا اور بائین ہاتھہ مین سونا اور فرمایا کہ یہہ دونون حرام ہین میری امت کے مردون پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت یون ہی کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردون پر حرام ہے اور اونکی عورتون پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی مین عمر فاروق سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین حریر وہی پہنتا ہی جسکا آخرت مین کچھ حصہ نہین ہے کذا فی التیسیر او فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ مین پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی مین ریشمی لباس حلال ہے ھم صاحبین کے نزدیک جنگ مین گاڑہا کپڑا ریشمی درست ہی جو سلاح کی مضرت سے بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہین جیسے ریشمی بوٹیان کپڑے کی حرام نہین چار اونگلیان ملی ہوئین مراد ہین اور بعضون نے کہا کہ کہلی ہوئین اور بعضون نے کہا نہ ملین نہ کہلین مراد ہین ھم نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر مین معتبر چار اونگلیان ہین نہ نہایت ملین نہ نہایت کہلین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسط فی القنیۃ اور ریشمی بوٹیون مین ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہی اگرچہ متفرقات بوٹیان عمامہ مین ہون چنانچہ قنیہ مین بشرح بیان ہے ھم اسکی توضیح قنیہ مین یون مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیون کے جمع کرنے مین اختلاف ہی نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہی مگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اسطرح کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہین ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہی کذا فی العالمگیریۃ یعنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیان متفرق کثرت سے ہون اگر اونکو جمع کیجئے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائین تو ظاہر مذہب مین یہ جمع کرنا معتبر نہین وہ کپڑا حلال ہے وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس بشبرنا یرخص فیہ اور قنیہ مین ہے کہ ایک عمامہ ہے جسکا نقش ونگار ریشم کا ہی چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اونگلیون سے اور فاروق کی چار اونگلیان ہماری بالشت کے ساتھہ قیاس کی گئی ہین تو اسقدر نقش ونگار مین رخصت ہی ھم عالمگیری مین قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور آنچل پگڑی کا مذکور ہی نہ طراز ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ معتبر چار اونگلیان ہین اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی اونگلیان معتبر نہین ہین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ طحطاوی نے کہا اصابع منشورہ غیر معتبر ہین تو بہتر یہہ تہا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نکرتا وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل زیلعی اور اسیطرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہی جبکہ اس مقدار پر ہو یعنی چار اونگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو

حلال نہین ہے کذا فی السراج الوہاج فی المجتبی العلم فی العمامة فی موضعین او اکثر یجمع وقیل لا اور مجتبی مین ہے کہ نقش ونگار اور بوٹی عمامہ مین دو جگہہ ہو
یا زیادہ تو جمع کرنا چاہیئے یعنی اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہین اور بعضون نے کہا کہ متفرق کا جمع کرنا ضرور نہین هم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب
سے متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تہا وفیہ عن ابی حنیفة رحمه الله تعالی عمامة علیها علم من فضة قدر ثلث اصابع لا باس
ومن ذهب یکره وقیل لا یکره اور مجتبی مین امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش ونگار چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھہ مضائقہ نہین اور
سونے کا نقش ونگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہہ ہے کہ مکروہ نہین وفیه تکره الجبة المکفوفة بحریر قلت ولهذا ثبت کراهة ما اعتاده اهل زماننا
من القمص البصریة اور مجتبی مین ہے کہ کرتہ جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جس پر ابن کی الفت مین ریشمی کپڑا سیا ہو مین کہتا ہون اس روایت سے ثابت ہو گئی
کراہت اوسکی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہی بصری پیراہنون کے پہننے کی هم طحطاوی نے کہا یہہ روایت مخالف ہی جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری مین ذخیرہ
سے منقول ہے کہ مکفوف بالحریر عامہ فقہا کے نزدیک درست ہی انتہی اور ہدایہ مین ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بالحریر پہنتے تہے عینی محشی ہدایہ نے
کہا یہہ حدیث صحیح مسلم مین اسطرح ہی کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہی سو اوسمین دیبا کا گریبان سیا تہا اور اوسکی دونو
چاک دیبا سے سیئے تہے سو کہا کہ یہہ عائشہ صدیقہ کے پاس تہا جب وہ مر گئین تو مین نے اوسکو لیا سو آنحضرت صلعم اوسکو پہنتے تہے سو ہم اوسکو دہو لیتے ہین بیمارون
کے واسطے سو اوسکی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابوداؤد کی روایت مین یون ہی کہ اوس جبہ کی جیب اور دونو آستین اور دونو چاک دیبا سے سیئے تہے اور
بیہقی کی ادب مفرد مین یون روایت ہے کہ اوس جبہ کا گریبان دیبا تہا بالشت بہر اور دونون چاک دیبا سے سیئے تہے حضرت اوسکو مہمانون کے آنیکے وقت
اور جمعہ کے دن پہنتے تہے انتہی ما فی العینی مختصرا وفیه المرخص العلم فی عرض الثوب قلت ومفاده ان القلیل فی طوله یکره انتهی قال المصنف
وبه جزم منلا خسرو وصدر الشریعة لکن اطلاق الهدایة وغیرها یخالفه اور مجتبی مین ہے کہ کپڑے کے عرض مین علم مرخص ہے مین کہتا ہون اور اس
سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول مین مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہی ملا خسرو صاحب
درر وغرر نے اور صدر الشریعہ نے لیکن ہدایہ وغیرہا کا اطلاق یعنی عدم تقیید طول عرض مجتبے کے مخالف ہے وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال
مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمه الله تعالی وهو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیه رخصة عظیمة لمن ابتلی به فی زماننا
قلت قال شیخنا والظن ان الروایة وما یعتقد علی الارجح فانه حلال لو کبیرا لا انه لیس ملبوسا وبه یحصل التوفیق اور سراج مین ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرحکا
حلال ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف نے کہا اور یہہ قول مخالف ہے اوس قول کے جسمین چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت مین
رخصت عظیم ہے اوس شخص کیواسطے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھہ مبتلا ہی ہمارے زمانے مین انتہی ما فی شرح المصنف مین کہتا ہون ہمارے اوستاد نے کہا اور میرا
گمان غالب یہہ ہے کہ جہنڈا اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندہا جاتا ہی سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہین اور اس تقریر
سے دونو قولونکا اختلاف رفع ہو گیا یعنی اربع اصابع کی قید لباس مین ہی اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہی هم روایت کی بشر نے عن ابی
یوسف عن ابی حنیفہ کہ مضائقہ نہین علم کا حریر سے کپڑے مین جبکہ علم چار انگل ہو یا اوس سے کم اور اسمین کچھہ خلاف مذکور نہین کیا اور شمس الائمہ سرخسی
نے سیر مین کہا کہ علم کا کچھہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ وہ تابع ہی اور اوسکی مقدار بیان نہین کی چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہے تو تابع کا لفظ دلالت
کرتا ہی کہ علم ثوب مراد ہی نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جہنڈا حریر کا ہو تو جائز ہی جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہی تو ظاہرا یہہ اختلاف علم
ثوب مین ہے نہ علم رایت مین کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے استاد کی قول سے توفیق بین القولین حاصل نہوئی ولا باس بکلة الدیباج هو
ما تسدله العروس وفی الذخیرة ابریسم شرح وهیلته للرجال مردون کیواسطے کچھہ مضائقہ نہین دیبا کے چہپرکہٹ اور سہری مین دیبا وہ کپڑا ہی جسکا تانا
اور بانا دونون ریشم کا ہو کذا فی شرح الوہبانیة الکلة بالکسر البشخانة والناموسیة لانه لیس بلبس کلہ بکسر کاف وتشدید لام بشخانہ
اور ناموسیہ ہی اسواسطے وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہین بدن سے علحدہ رہتا ہی هم قاموس مین ہی کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گہٹاٹوپ ہی مچہردانی

سے بچنے کیواسطے یعنی چھپرکھٹ اور مسہری اور پشخانہ سترہ جو ریشم خانہ کا دنظمہ شارح الوهبانیة فقال سه وفی کلة الدیباج فالنوم جائز
وفی القنیة والمنتقی ذا مسطر ۱ اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یون کہا ہی اور ریشمی چھپرکھٹ مین سورہنا جائز ہے اور قنیہ اور منتقی
مین بیچ جواز مرقوم ہے ویکرہ التکة منه ای من الدیباج وهو الصحیح وقیل لا بأس بها اور مکروہ ہو ریشمی ازاربند یہی قول صحیح ہو اور اسکے
جواز کا قول ضعیف ہو ھم ریشمی ازاربند اگرچہ چار انگل ہو درست نہین اسواسطے کہ وہ مستقل اور جداگانہ چیز ہے برخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع
ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ القلنسوة وان کانت تحت العمامة اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے
نیچے چھپی ہو ھم مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر
سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریة تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر تو درست ہے
والکیس الذی یعلق قنیہ اور اسیطرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لٹکائی جائے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہو ولا تکلف
فی عصابة الجراحة بہ ای بالحریر کذا فی المجتبی اور اختلاف نہین زخم کی ریشمی پٹی مین کذا فی المجتبی ھم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے
کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازاربند کی مانند وفیہ ان له ان یزین بیته بالدیباج ویتجمل باوانی ذهب وفضة بلا تفاخر اور مجتبی مین ہے کہ مسلمان کو اپنا
گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے درست ہی بشرط عدم تفاخر وتکبر یعنی مکانین اطلس وغیرہ کا چھت گیرہ
لگانا درست ہی بشرط عدم تجبر و فی القنیة یحسن للفقهاء لف عمامة طویلة ولبس ثیاب واسعة اور قنیہ مین ہی کہ فقیہون کیواسطے عمامہ طویلہ باندھنا
اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیها لا بأس بشد خمار اسود علی عینیه من ابرسیم لعذر قلت ومنه الرمد اور قنیہ مین ہی کچھ مضائقہ نہین
ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونو آنکھون پر عذر کے سبب سے مین کہتا ہون اور منجملہ عذر مذکور جوش کرنا ہی آنکھ کا و فی شرح الوهبانیة عن المنتقی
لا بأس بعروة القمیص وزره من الحریر لانه تبع اور شرح وہبانیہ مین ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہین پیراہن مین ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا
اسواسطے کہ وہ تابع ہی پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہین و فی التتارخانیة عن السیر الکبیر لا بأس بازرار الدیباج والذهب اور تاتارخانیہ
مین سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ مضائقہ نہین ریشمی اور سونے کی گھنڈی مین وفیها عن مختصر الطحاوی لا یکره علم الثوب من الفضة ویکره من الذهب
قالوا وهذا مشکل فقد رخص الشرع فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذهب انتهى اور تاتارخانیہ مین مختصر طحاوی سے منقول ہی کہ مکروہ نہین
نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے علمانے کہا اور یہ یعنی عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہی اور
کفاف کبھی سونیکا ہوتا ہی انتہی ما فی التتارخانیة ھم قنیہ مین جو علم یعنی نقش نگار سونے سے ذہب منسوج کی مانند چار انگل مرد کیواسطے جائز ہی اور اسیطرح
ٹوپی مین ظاہر مذہب مین جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین جیسے حریر کی جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت مین
بمعنی خیاطت مراد ہی اور حالانکہ قاموس مین کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کف ہی نہ کفاف اور شارع علیه الصلوة
والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا ثابت ہی اوسمین چاندی سونا مذکور نہین تو اسکی تحریر کرنا چاہیئے تامل سے مجکو غلبہ تشویشات سے فرصت نہین انتہی مختصرا
ھم وباللہ التوفیق قاموس مین مذکور ہے کہ کفة قمیص وہ ہی جو دامن کے گرد ہوا اور جو لنبا ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہی اور اسکا
اور جو اوسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہو گیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر
مذہب مین جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہو گئی واللہ اعلم ویحل توسده وافتراشه والنوم علیه وقالا والشافعی ومالک حرام وهو الصحیح
کما فی المواهب قلت فلیحفظ هذا لکنه خلاف المشهور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اوسکا فرش بچھانا اور اوسپر سورہنا حلال ہی اور صاحبین
اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہی کما فی المواہب مین کہتا ہون تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیئے لیکن یہہ تصحیح مذہب مشہور کے
مخالف ہی ھم شرنبلالیہ مین ہے کہ یہہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہین حلت کے قول مین

کتان یا صوف ہے و اما جعلہ فی تکۃ او زرٍ فانہ یکرہ بالاجماع سراج اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی ازار بند بنانا سو وہ تو بالاتفاق سب کے
نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراج الوہاج اور اگر کپڑا ایسا ہو کہ اسکے تار و پود ریشم سے متصل ہو و اما الجلوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح
مجمع اور چاندی کی چیز پر بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع ویحل لبس ما سداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ ککتان وقطن وخز لان
الثوب انما یصیر ثوبا بالنسج والنسج باللحمۃ فکانت ہی المعتبرۃ دون السدی اور حلال ہے وہ کپڑا جسکا تانا ریشم ہو اور اوسکا بانا ریشم کے سوا
اور چیز کا ہو جیسے کتان یا السی کی چھال کا یا روئی کا یا خز یعنی دریائی جانور کے روئیں کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ سے اور بناوٹ ہوتی ہے
بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر ٹھہرا نہ تانا قلت وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب یکرہ ما سداہ ظاہر کالعتابی وقیل لا یکرہ ذکرہ
فی الاختیار قلت ولا یخفی ان المرجح اعتبار اللحمۃ کما یعلم من العزمیۃ بل فی المجتبی ان اکثر المشائخ افتوا بخلافہ میں کہتا ہوں اور شرنبلالیہ
میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو جیسے عتابی کپڑے میں یا اس سے زیادہ تانا ریشم کا نمایاں رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں ہے
اور یہی اختیار میں ہے میں کہتا ہوں بانے کے اعتبار کرنیکا قول مرجح ہے چنانچہ عزمیہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبی میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ
نے برخلاف اسکے فتوی دیا ہے یعنی برخلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتوی دیا ہے ہم ملتقی اور اوسکی شرح میں ہے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا روئی وغیرہ کا ہو
تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قہستانی میں ہے کذا
فی الطحطاوی وفی شرح المجمع الخز صوف غنم البحر انتہی قلت وہذا کان فی زمانہم واما الآن فمن الحریر وحینئذ فیحرم برجندی وتتارخانیہ
فالخز در شرح مجمع میگوید خز بفتح خاء معجمہ و زاء معجمہ مشددہ دریائی بھیڑ کا صوف ہوا انتہی میں کہتا ہوں اور یہہ یعنی اطلاق خز کا صوف پر فقہاء سابقین
کے زمانے میں تھا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اسوقت میں تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی والتتارخانیہ تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد
رکھنا چاہیئے تو حرام کو بسبب استدلال قول سابقین کے نہ حلال سمجھے وحل عکسہ فی الحرب فقط لو صفیقا یحصل بہ اتقاء العدو ولو رقیقا حرم
بالاجماع لعدم الفائدۃ سراج اور عکس سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے بشرطیکہ
وہ موٹا ہو جسکے سبب سے صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی میں بالاتفاق حرام ہے بیفائدہ ہونیکے سبب سے کذا فی السراج ہم
تعداد اجماع کا نقل عنقریب معلوم ہوگا واما الخالص فیکرہ فیہا عندہ خلافا لہما ملتقی اور خالص حریر یعنی جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام
کے نزدیک لڑائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی ہم جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اوسکا پہننا جنگ میں بالاتفاق امام اور
صاحبین کے حلال نہیں اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اسمیں حاصل نہیں انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اسکے مخالف ہے اسواسطے کہ اوسمیں یون ہے کہ حریر اور دیباج جنگ
میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ اسمیں ضرورت ہے اور حریر خالص دفع سلاح کا دافع ہے اور دشمن کی آنکھ میں رعب ڈالتا ہے اپنی چمک دمک سے
انتہی تو جب حریر خالص مطلقا صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ میں تو جسکا فقط بانا ریشم ہو کیونکر جائز نہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی
الطحطاوی قلت ولم ارما لو خلطت اللحمۃ بابریسم وغیرہ والظاہر اعتبار الغالب میں کہتا ہوں اور میں نے اوس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جسکا
بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہوا اور ظاہر اغلب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہے تو حلال ہے وفی حاوی الزاہدی
یکرہ ما کان ظاہرہ قزا وخط منہ خز وخط منہ قز وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق الا اذا کان خط منہ قز وخط منہ غیرہ بحیث
یری کلہ قزا فاما اذا کان کل واحد مستبینا کالطراز فی العمامۃ فظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی واقرہ شیخنا قلت وقد علمت ان العبرۃ
للحمۃ لا للظاہر علی الظاہر فافہم اور حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اوسکی ایک دھاری اون کی ہو اور
ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرق ہو کر اس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کئے جاوینگے جبکہ اوسمیں ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم
کی بیچ اسطرح پر کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب یہہ ہے کہ متفرقات کو جمع نہ کرینگے انتہی

فی الحاوی اور ہماری استاد نے اس قول کو مان لیا ہے میں کہتا ہوں اور مقرر تو عنقریب معلوم کر چکا ہے کہ حلت اور حرمت میں بانے کا اعتبار ہے
نہ ظاہر کی نموداری کا بنا بر قول ظاہر المذہب کے تو اسکو سمجھ لے یعنی اگر اوس کپڑے کا بانا ریشم کا نہیں تو وہ مکروہ نہیں گو ریشم ہی نمودار ہو وکرہ
لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال اور مردوں کو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد هم یعنی دونوں
قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور اسپال یا ورسنگار
وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں مرد کو ہاں مگر ورس کا رنگ بھی مکروہ ہے چنانچہ فتاوی قاضیخان میں ہے ورس ایک گھاس ہے اوسکا رنگ زرد ہوتا ہے مفادہ
انہ لایکرہ للنساء مرد کی قید اسکو مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا رنگ عورتوں کیواسطے مکروہ نہیں ہے ولا باس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ
نہیں کسم اور زعفران کے سوا باقی رنگوں میں مرد کیواسطے وفی المجتبی والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لاباس بلبس الثوب
الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبی اور قہستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں سرخ کپڑے کے پہننے میں انتہی
اور یعنی کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے هم اسواسطے کہ لاباس کا کلمہ اکثر ترک اولی میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی المنح لیکن گفتگو ہے اس سرخی میں جو کسم اور زعفران
کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھ اور مجیٹھ اور آل اور کرمدانہ کی سرخی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق
قالہ المصنف قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ میں ثوب احمر کی حرمت کی تصریح کی ہے
تو حرمت کے لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل ہے اطلاق کیوقت یعنی جب مطلق کراہت بولتے ہیں بلا قید تنزیہا وتحریما
تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام میں ایک رسالہ ہے
اوسمیں آٹھ قول مذکور ہیں ازانجملہ ایک قول یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے هم امام اعظم سے روایت ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں سرخ اور سیاہ رنگ میں کذا فی العالمگیریہ
عن الملتقط ولا یتحلی الرجل بذہب وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال میں نہ جنگ میں نہ اوسکے سوا میں
الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منہا اذا لم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمربند اور تلوار کا زیور چاندی کا
ہی حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرائش کا قصد نہ ہو یعنی وہ آرائش جو منجر بہ تجبر اور تکبر ہو هم قنیہ میں ہے کچھ مضائقہ نہیں اس کمربند کا جسکے دونوں کنارے نیز چاندی کے دو حلقے ہوں اور
ظہیریہ میں ہے کہ اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے اسی طرح تلوار کا زیور اوس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگا دے اور حمائل سیف منجملہ حلیہ سیف ہے مگر چند کمربند
اور حلیہ سیف سونے کا درست نہیں لیکن چاندی پر سونے کا ملمع درست ہے اسواسطے کہ طلا استہلاک ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لایحل استعمال منطقۃ وسطہا من دیباج وقیل
یحل اذا لم یبلغ عرضہا اربع اصابع وفیہ بعد رسم ورق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم وسیجیئ حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبی میں ہے کہ استعمال ایسی پیٹی کا
حلال نہیں جسکا بیچ دیبا ہو اور بعضوں نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اسکا چار انگل کا نہ ہو اور اسمیں بیان ہے ورق کے بعد یوں کہ پیٹی میں حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہیں اور موتیوں کے پہننے
کا حکم آگے آویگا ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پروائی کے چاندی سے یعنی چاندی سے حاجت رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے
وغیرہما کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرہا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعمم منلا خسرو ذہب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرہا لما مر
تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہے جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ اور شیشے وغیرہ کی بدلیل گزشتہ یعنی چاندی نے کسیکی حاجت باقی نہ رکھی اور سرخسی نے جواز یشب اور
عقیق کی تصحیح کی ہے اور ملا خسرو نے درر غرر میں منع پتھر والی انگوٹھی کو جائز کہا ہے هم یہ گفتگو حلقہ انگشتری میں ہے اور نگین تو بالاتفاق درست ہے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا
ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتوں کی بو آتی ہے اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ دوزخیوں کا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ
زیور ہے بہشتیوں کا کذا فی العینی شرح الہدایۃ عن ابی داود والترمذی والنسائی لبعض اشخاص یشب میں کشیف اور لشیم بھی درست کہتے ہیں فاذا ثبت کراہۃ لبسہا
للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصیغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ پھر جب سونے وغیرہ کی
انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہوئی تو اسکے بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہو گئی اسلئے کہ اسمیں اعانت ناجائز پر ہے اور جو فعل کہ ناجائز کیطرف مودی ہو وہ بھی ناجائز ہوا اور اسکا تمام بیان شرح وہبانیہ

ہین ہے والعبرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفص فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرہا اور چاندی کی انگوٹھی مین حلقہ کا اعتبار ہے نگین کا سو اگر
چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز کا پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہ کا جائز ہے ھ یہہ جو مذکور ہوا کہ پتھر کی انگوٹھی جائز نہین تو مراد یہہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتری
کا درست نہین پتھر کا نگینہ درست ہو وحل مسمار الذہب فی حجر الفص اور حلال ہے سونے کی کیل پتھر کے نگین مین ھ کیل ٹھونکی جاتی ہے استحکام کیواسطے
نگینہ تھیر تھی سے جدا نہو وجہ جواز یہہ ہے کہ سونا یہان چاندی کا تابع ہی حریر کے نقش ونگار کی مانند ویجعلہ البطن کفہ فی یدہ الیسری وقیل
الیمنی الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہا قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر اور انگوٹھے کو کفدست کے اندر رکہے بائین
ہاتھ مین اور بعضون نے کہا داہنے ہاتھ مین مگر یہہ طریقہ ہی رافضیونکا تو اوس سے پرہیز کرنا واجب ہی کذا فی القہستانی وغیرہ مین کہتا ہون اور شاید کہ یہہ کبہی
رافضیونکا طریقہ ہوگا سو منفصل اور منقرض ہوگیا سو دیکہہ ھ عورتین انگوٹھی ظاہر کفدست کیطرف رکہین برخلاف مردون کے اسواسطے کہ عورت زینت
کیواسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کیواسطے کذا فی محیط السرخسی وینقش اسمہ او اسم اللہ تعالیٰ لا تمثال طیر او انسان ولا محمد رسول اللہ ولا یزید
علی مثقال اور نگین پر اپنا نام یا اللہ تعالیٰ کا نام نقش کرے چڑیا یا آدمی کی صورت نقش نکرے اور نہ محمد رسول اللہ کندہ کرے اور نہ وزن انگوٹھی کا مثقال سے
زیادہ کرے ھ اگر اللہ تعالے کا نام ہو تو انگوٹھی استنجے میں یا داہنے ہاتھ مین کرے اگر بائین ہاتھ مین ہو محمد رسول اللہ کا کندہ اسواسطے درست نہوا کہ خاتم
الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام کا نقش خاتم تہا اسطرح کہ ایک سطر مین محمد منقوش تہا اور دوسری سطر مین رسول اور تیسری مین اللہ اور صدیق اکبر کے نگین پر نعم القادر
اللہ تہا اور عمر فاروق کا نقش نگین کفی بالموت واعظا و ذی النورین کا نقش لتصبرن او لتندمن اور علی مرتضی کا نقش الملک للہ اور امام ابوحنیفہ کا نقش قل الخیر والا فاسکت
اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برأیہ فقد ندم اور محمد بن حسن کا نقش من صبر ظفر کذا فی الطحطاوی عن البدائع اور لسان میں مثقال کا وزن ساڑہے چار ماشہ ہی وترک التختم
لغیر سلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کمتولی افضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسا متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہی ھ
یعنے بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف محتاج الیہ خلائق ہین تو انکو مہر رکہنا ضرور ہوا انکے سوا اور شخصونکو حاجت نہین تو بہتر یہہ ہے کہ ترک تختم کرین
یہہ قول ہی تمرتاشی کا اور فقیہ ابو اللیث نے کہا بعضونے غیر سلطان کیواسطے انگوٹھی پہننا مکروہ کہا ہو لیکن جمہور علمانے اوسکی اجازت دی ہی جیسا کہ جواہر
اخلاطی مین ہی کذا فی العالمگیریۃ ولا یشد سنہ المتحرک بذہب بل بفضۃ وجوزہما محمد اور اپنے ہلتے دانت کو سونے کے تار سے نہ باندہی بلکہ چاندی سے
باندہی اور محمد نے چاندی سونے دونون سے جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ لان الفضۃ تنتنہ اور سونے سے ناک بناوے یعنی درصورت قطع اسواسطے کہ چاندی
گندہ کر دیتی ہے اوسکو وکرہ الباس الصبی ذہبا او حریرا فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ وشربہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا
مکروہ ہے اسلیے کہ جسکا پہننا اور پینا حرام ہے اوسکا پہنانا اور پلانا بہی حرام ہے ھ حدیث مین سونا اور ریشمی کپڑا امت پر حرام ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ لا یکرہ خرقۃ لوضوء ومخاط ومسح عرق الفم ونقیۃ
بلکہ او مخاط او عرق لو لحاجۃ ولو للتکبر یکرہ مکروہ نہین رومال کہ جسسے وضو کا پانی پونچہنے کیواسطے یا رینٹ یا پسینا پونچہنے کے لئے بشرطیکہ رفع حاجت
کیواسطے ہو اور اگر رومال تکبر اور تجبر کیواسطے ہو تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضو لینے وا وعبارت ہی اور مستحب یہہ ہی کہ جو وضو کرنیکے بعد اعضا پر باقی ہو ولا الرتیمۃ
ہی خیط یربط باصبع او خاتم لتذکر الشی والحاصل ان کل ما فعل تجبرا کرہ وما فعل لحاجۃ لا عنایۃ اور تیمہ کرو مکروہ نہین رتیمہ وہ تاگا ہی
جو انگلی یا انگوٹھی پر باندہا جاتا ہی بات یاد رکہنے کیواسطے اور خلاصہ یہہ ہے کہ جو چیز تکبر کیواسطے کیجائے وہ مکروہ ہے اور جو ضرورت اور حاجت کیواسطے کیجاوے وہ مکروہ نہین
کذا فی العنایۃ فرع مسئلہ شارح نے مجتبیٰ سے التمیمۃ المکروہ ما کان بغیر العربیۃ مجتبیٰ مین ہی کہ مکروہ تعویذ وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبان مین ہو ھ تعلیق
تعویذ مین مضائقہ نہین لیکن بیت الخلا جانے مین اور قربت کیوقت اوتار ڈالے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی النظر والمس

اس فصل مین دیکہنے اور چہونیکے احکام مذکور ہین وینظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشہوۃ مجتبیٰ ولو امرد وصبیح الوجہ وقدر الشافعی
اور دیکہے ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اوس لڑکے کے بدن کو جو حد شہوت کو پہنچ گیا ہو یعنی مراہق قریب البلوغ ہو کذا فی المجتبیٰ اگرچہ وہ لڑکا خوبصورت ہو
اور اسکا ذکر کتاب الصلوۃ مین گذر گیا ھ امرد صبیح کا دیکہنا اوسوقت حلال ہی جبکہ شہوت کی راہ سے اوسکو نہ دیکہے ولا وہ بمنزلہ عورت کی ہی از سر تا قدم اوسکو

دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہیں کذا فی العالمگیریۃ والاولی تنکیر الرجل لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعد قہستانی والاصح وقرینۃ المقام تکفی فتدبر اور بہتر تہا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرف بالف ولام تا اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے اسواسطے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب باللام مکرر آتا ہے تو ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور اسیطرح کا کلام ہے اسکے مابعد میں یعنی تنظر المرأۃ من المرأۃ تو کذا فی القہستانی میں کہتا ہوں اور قرینہ مقام مغایرت کیواسطے کفایت کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ باذنہ لم یأثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی نظر لعورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یأثم انتہی فلیحفظ پھر قہستانی نے زاہدی سے یہ نقل کیا کہ ایکمرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکہے اوسکی اذن سے تو گنہگار نہوگا میں کہتا ہوں اسمین تو صریح اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یون ہے کہ ایکمرد نے غیر شخص کی شرمگاہ دکیطرف نظر کی اور حالانکہ اوسکی شرمگاہ غیر ظاہر ہے یعنی کپڑے سے ڈہکی ہے تو دیکہنے والا گنہگار نہوگا انتہے کلام البحر اس سے تو قہستانی کی غلط فہمی کو یاد رکہنا چاہیئے ✽ زیلعی میں ہے عورت کے بدن میں تامل کرنیکا مضائقہ نہیں اگر اوسپر کپڑے ہوں بشرطیکہ کپڑے سے اوسکا حجم معلوم نہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نکرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ جو خلق عورت کو تامل کرے اور اوسکے کپڑے دیکہے یہانتک کہ اوسکی ہڈیونکا حجم ظاہر ہوجاے تو وہ شخص بہشت کی خوشبو نہ سونگہیگا کذا فی الطحطاوی ✽ وسوے مابین سرتہ الی تحت رکبتہ فالرکبۃ عورۃ لا السرۃ ایکمرد دوسرے مرد کے بدنکو دیکہے سواے اوس حصے کے جو بیچ میں اوسکی ناف کے ہے اور اوسکے گہٹنوں کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہیں تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت ہے اور ناف عورت نہیں ✽ عورت غلیظہ مباح اور سترز ہے اوسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کہلا دیکہے تو اوسپر نرمی سے انکار کرے نزاع نکرے اور اگر ران کہلی دیکہے تو اوسپر درشتی سے انکار کرے اور اگر عورت غلیظہ کہلی دیکہے تو ڈہکنے کا امر کرے اور ادب دے یعنی اگر نمانے تو مارے کذا فی العالمگیریۃ ومن عرسہ وامتہ الحلال لہ وطیہا فرجہا لا المجوسیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ مجتبی ویشکل بالمفضاۃ فانہ لا یحل لہ وطیہا وینظر الیہا قہستانی قلت وقد یجاب بانہ اغلبی ای فی جانب الشہوۃ وغیرہا والاولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اوس لونڈی کی جسکی قربت اوسکو حلال ہے فرج کیطرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکہنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی کی قید سے مجوسی لونڈی اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیر خوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہے نکلگئی اسواسطے کہ ان لونڈیوں کا حکم بیگانی لونڈی کی برابر ہے کذا فی المجتبے اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہے اوسکی شرمگاہ کا دیکہنا درست ہے اعتراض وارد ہوتا ہے اوس عورت کا جسکا پیش اور پس ایک ہوگیا ہے پردہ پہٹکر کہ اوسکی وطی تو حلال نہیں اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی القہستانی میں کہتا ہوں اور کا یون جواب دیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثری ہے نہ کلی ✽ لونڈی کی حرمت بالمصاہرۃ کیصورت یہ ہے کہ مدخولہ کی وہ ماں ہو یا بیٹی زیلعی میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہوسکے اور دونوں برہنہ نہو جاویں گدہوں کی مانند کذا فی الطحطاوی ومن محرمہ ہی من لا یحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنا الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایۃ فمن قصر علی الاول فقد قصر ابن کمال اور دیکہے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے بیخوف ہو اور اوسکی شہوت سے بہی ایسا ذکر کیا ہے ہدایہ میں سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار کیا سو اوسنے قصور کیا بیان میں کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جسکے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبہی حلال نہیں نسب کی یا سبب کی اگرچہ حرمت سببی حرامکاری سے ہو ✽ محرمات نسبی چنانچہ ماں بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی چنانچہ دایہ اور اوسکی اصول اور فروع اور خوشدامن ولا لا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکورہ کیطرف نظر کرنا حلال نہیں لا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ نہ دیکہے مرد اپنی محرم عورت کی پیٹہ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹہ اور پیٹ میں امام شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالی ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الایۃ وتلک المذکورات مواضع الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور نظر محارم میں اصل اللہ تعالی کا یہہ قول ہے کہ عورتیں اپنی زینت کو

ظاہر کریں گر اپنی ازواج کو یا اپنے آبا و اجداد کو یا اپنی ازواج کے آبا و اجداد کو یا اپنے فرزندونکو یا اپنی ازواج کے فرزندونکو یا اپنے
بھائیونکو یا بھتیجونکو یا بھانجونکو یا اپنی عورتون کو یا مملوک کو اور یہ اعضاء مذکورہ مواضع ہیں زینت کے برخلاف پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان
نہین ہم آیت میں نفس زینت اور زیور مراد نہین اسواسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہو ولیکن مواضع زینت کے مراد ہین تو سر تاج کا مکان ہے
اور چہرہ سرمہ کا مکان ہے اور گردن اور سینہ ہار اور جگنو وغیرہ کا موضع ہے اور کان بالیونکی جگہ ہے اور بازو موضع ہے بازوبند کا اور کلائی کنگن اور
چوڑیونکی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتری اور حنابندی ہے اور پنڈلی موضع خلخال ہے اور قدم محل حنابندی ہے کذا فی الزیلعی اور بال موضع ہین موباف
کے کذا فی التبیین وحكم امة غيره ولو مدبرة او ام ولد كذلك فينظر اليها كمحرمه اور غیر شخص کی لونڈی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو
اسیطرح ہے تو مرد اوسکو دیکھے اپنی محرم عورت کی مانند ہم لونڈیان گھر باہر کے کام کیواسطے ہوتی ہین تو اگر اونکے اعضاء مذکورہ کا کھلنا جائز نہوتا
غیروں سے تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور مس کی موجب ہوتی وما حل نظره مما مر من ذكر وانثى حل لمسه اذا امن الشهوة على
نفسه وعليها لانه صلى الله عليه وسلم كان يقبل رأس فاطمة وقال عليه الصلوة والسلام من قبل رجل امه فكانما قبل عتبة الجنة و
ان لم يامن ذلك او شك فلا يحل له النظر والمس كذا في كشف الحقائق لابن سلطان والمجتبى اور جسکا دیکھنا حلال ہے منجملہ مرد یا عورت کے جو بیان ہو چکا
تو اوسکا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہو اسواسطے چھونا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا کہ جو مرد اپنی ماں کا قدم چومے تو اوسنے گویا آستانہ بہشت کو چوما
اور اگر شہوت کا خوف ہو یقیناً یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت مین تو اوسکو حلال نہین نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی
الا من اجنبية فلا يحل مس وجهها وكفها وان امن الشهوة لانه اغلظ ولذا يثبت به حرمة المصاهرة جسکا دیکھنا حلال اوسکا چھونا حلال ہے
اجنبی عورت کے سوا کہ اوسکا چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال گر اونکا چھونا حلال نہین اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر سے اور
اسیواسطے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجاتی ہے وهذا في الشابة واما العجوز التي لا تشتهى فلا بأس بمصافحتها ومس يدها اذا امن
اور یہ یعنی منہ اور کف دست کا نچھونا اجنبی جوان عورت کے حق مین ہے اور ایسی بڑھیا جو شہوت اور رغبت کے لائق نہین رہی تو اوسکی مصافحہ کرنے اور ہاتھ کے
چھونے کا مضائقہ نہین جبکہ شہوت سے نڈر ہو ومتى جاز المس جاز سفره بها ويخلو اذا امن عليه وعليها والا لا اور جبکہ بڑھی کا ہاتھ چھونا
درست ہوا تو مرد کو اوسکے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان مین اوسکے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونون طرف سے شہوت کا خوف نہو
اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اوسکے ساتھ بھی درست نہین کذا فی العالمگیریة عن المحيط وفي الاشباه الخلوة بالاجنبية حرام الا لملازمة
مديونة هربت ودخلت خربة او كانت عجوزا شوهاء او بحائل اور اشباہ مین ہے کہ خلوت یعنی خالی مکان مین مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے
ساتھ حرام ہے مگر اوس عورت مدیونہ کی ملازمت کیواسطے خلوت درست ہے جو صاحب دین سے بھاگے اور ویرانے گھر مین گھس گئی یا خلوت درست ہے اوس بہت
بوڑھی سے جو نہایت بدصورت ہو یا خلوت درست ہے کسی چیز کے حائل ہونیکے سبب سے یعنی کوئی چیز مرد و عورت اجنبی کے درمیان آڑ ہو اور وہ دونون ایک مکان
مین ہون کذا فی الطحطاوی عن الاشباه. والخلوة بالمحرم مباحة الا الاخت رضاعا والصهرة الشابة اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر
رضاعی بہن اور خوشدامن جوان کے ساتھ خلوت مباح نہین وفي الشرنبلالية معزيا للجوهرة ولا يكلم الاجنبية الا عجوزا عطست او سلمت فيشمتها
ويرد السلام عليها والا لا اور شرنبلالیہ مین جوہرہ سے منقول ہے اور مرد نبولے اجنبی عورت سے مگر جبکہ بڑھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اوسکو
یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب ندے یعنی بلند آواز سے ہم خانیہ مین ہے کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڑھی ہے
تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل مین کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو اسمین بالعکس حکم ہے خانیہ مین
ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڑھی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہے تو اپنے دل مین جواب دے غرائب مین ہے کہ اگر جوان خوبصورت

عورت چھینکے تو غیر محرم مرد جواب مین یرحمک اللہ نکہے کذا فی الطحطاوی وبه بان ان لفظة لا فی نقل قهستانی ویکلمها بما لا یحتاج الیه زائدة فتنبه
اور جوہرہ کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہوگیا کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل مین زیادہ ہے یعنے ویکلمها بما لا یحتاج الیه تو آگاہ رہنا ہم یعنی اگر لا کا لفظ زائد نہو
تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت ہوا اور حالانکہ جوہرہ سے مذکور ہوچکا کہ اجنبی عورت سے کلام کرے ولہ مس ذلک ای حل نظرہ اذا اراد الشراء وان
خاف شهوته للضرورة وقیل لا فی زماننا وبه جزم فی الاختیار اور اوسکا چھونا یعنی جسکا دیکھنا حلال ہے اوسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ
لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے مین شہوت کا خوف ہے چھونا درست ہوا ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہمارے زمانہ مین چھونا درست
نہین اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار مین ہم یعنی اگر لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤن چھو لینا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے
یا سخت وامة بلغت حد الشهوة لا تعرض علی البیع فی ازار واحد یستر ما بین السرة والرکبة لان ظهرها وبطنها عورة اور جو لونڈی حد
شہوت کو پہونچ گئی ہو اوسکو بیع کیواسطے پیش کرنا نچاہیئے ایک تہبند مین جو ناف سے زانوتک چھپاوے اسواسطے کہ اوسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض
ہے وینظر من الاجنبیة ولو کافرة مجتبی الی وجهها وکفیها فقط للضرورة قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسها للخبز تتارخانیه
اور اجنبی غیر محرم عورت کی بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اوسکے چہرہ اور دونون کفدست کو ضرورت کے سبب سے بعضون نے کہا اور قدم
اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکر ہو روٹی پکانے کی کذا فی التاتارخانیه ہم قدم اجنبیہ کی عورت ہونے مین امام اور مشائخ سے اختلاف ہے
ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہین اور محیط مین اسکو اختیار کیا ہے اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاوی مین
اوسکو عورت ہونیکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسکو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ نماز مین تو قدم عورت نہین
اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ مین مطلقا عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعبدها کالاجنبی معها فینظر الی وجهها
وکفیها فقط نعم یدخل علیها بلا اذنها اجماعا ولا یسافر بها اجماعا خلاصه وعند الشافعی ومالک ینظر کمحرمه اور عورت کا غلام اوسکے
ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو فقط اوسکا چہرہ اور کفدست پر نظر کرے ہان اوسکی پاس جایا کرے بدون اوسکی اذن کے بالاتفاق اور تنہا اوسکو ساتھ
سفر کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصة اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بیبی کو دیکھے اوسکی محرم کی مانند فان خاف الشهوة او شک
امتنع نظره الی وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوة والا فحرام وهذا فی زمانهم واما فی زماننا فمنع من الشابة قهستانی وغیره پھر اگر شہوت
کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت مین تو مرد کا نظر کرنا عورت کے چہرہ کیطرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہونیکے ساتھہ مقید ہے اور
نہین تو حرام ہے اور یہہ حلت نظر در صورت عدم شہوت اگلی لوگون کے زمانہ مین تہا اور ہمارے زمانہ مین تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے
یعنے فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القهستانی وغیره الا النظر والمس لحاجة کقاض وشاهد یحکم ویشهد علیها لف ونشر مرتب لا لتحمل الشهادة
فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورت کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اوس قاضی کا عورت کو دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اوس شاہد کا
دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہین شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کیواسطے صحیح تر قول مین شارح نے کہا یحکم اور یشهد مین لف نشر مرتب ہے
ہم یعنی اگر عورت اپنے دعوی کرنے کیواسطے کسیکو شاہد کرتی ہو تو اوسکو نظر کرنا درست نہین اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوی کیا ہو تو اس صورت مین شاہد
کو نظر کرنا شناخت کیواسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادای شہادت کی نیت سے دیکھین نہ قضاء شہوت کیواسطے تا بقدر
امکان امر قبیح سے بچین وکذا مرید نکاحها ولو عن شهوة بنیة السنة لا قضاء الشهوة اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنیوالیکو عورت کا
چہرہ دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضاء شہوت کی قصد سے ہم ترمذی اور نسائی مین ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے
نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوسکو دیکھہ تاکہ تم دونون مین موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا چہرہ
اور کفدست چھونا درست نہین کذا فی الطحطاوی وشراء امة او مداواتها اور اسیطرح عورت کے خرید کرنیوالیکو اور اوسکی علاج کرنیوالیکو نظر کرنا درست ہے

ینظر الطبیب الی موضع مرضها بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدرها علاج کرنیوالا طبیب عورت کی بیماری کی جگہہ کو بقدر ضرورت کے
نظر کریگا اسواسطے کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہیں ھ شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح مین کہا کہ حقنہ فقط ضرورت ہی کی
سے اور اگر ضرورت نہو ولیکن اوسمین ظاہر منفعت ہو بایں طور کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب مین حقنہ حلال نہین اور اگر خشکی بدن
کی اور نحافت (ولاغری) ایسی غالب ہو جس سے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو حلال ہے اور نہین تو حلال نہین کذا فی الطحاوی وکذا نظر قابلة وختان اور اسیطرح دائی
جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنیوالیکا بقدر ضرورت حلال ہے ھ سراجیہ مین ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند دکھے یعنی اگر ہاتھہ سے کام نکلے تو نظر کرے اور اگر
بدون نظر کے مطلب نہو سکے تو فقط ایکدفعہ بار موضع مرض پر کفایت کرے اجازت عام سمجھے وینبغی ان یُعلِّم امرأة تداویها لان نظر الجنس الی
الجنس اخف اور لائق یون ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکہادے کہ وہ عورت اوسکا علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہم جنس کی نظر سبکتر ہے منیہ
سے ھ عورت کو علاج کرنا سکہانا مستحب نہین بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے فرج مین دانہ
جہان مرد کو دیکہنا حلال نہین تو اوسکا علاج عورتکو سکہادے اور اگر عورت نملے یا عورت بے سلیقہ ہو تعلیم سے علاج نکر سکے اور خوف ہو شدت درد کا اور ہلاکی
کا تو سارا بدن چہپاکر فقط فرج کی جگہہ مرد دیکہے پہر اوسکی دوا کرے اور اپنی آنکھہ بچائے رہے سوا اوس جگہہ کے اور اسمین محرم اور غیر محرم عورت کا کچھہ فرق
نہین ہے اسواسطے کہ اعضاء واجب الستر کا دیکہنا حلال نہین محرمیت کے سبب سے بہی وتنظر المرأة المسلمة من المرأة کالرجل من الرجل اور عورت
مسلمان دیکہے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو ھ یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکہنا عورت کو حلال نہین اسکے سوا اور بدن کا نظر
کرنا درست ہے اسواسطے کہ ضرورت داعی انکشاف ہے آپسمین مجالست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالباً سراجیہ مین ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ و پیٹھ دیکہنا
شہوت سے درست نہین وقیل کالرجل لمحرمه والاول اصح سراج اور بعضون نے کہا ایکعورت دوسری عورت کو دیکہے جسقدر مرد دیکہتا ہے اپنی محرم کو یعنی
پیٹہ اور پیٹ کو نہ دیکہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی السراج وکذا نظر المرأة من الرجل کنظر الرجل من الرجل ان امنت شہوتها اور اسیطرح
عورت مرد کو دیکہے جتنا مرد دیکہتا ہے مرد کو بشرطیکہ اوسکو شہوت ہونیکا خوف نہو فلو لم تأمن اوخافت اوشکت حرم استحسانا کالرجل ہو الصحیح
فی الفصلین تاتارخانیه معزیا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت مین تو عورت کو مرد کیطرف نظر
کرنا حرام ہے بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کیطرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونون صورتون یعنی عورت کی نظر
مین مرد کیطرف یا مرد کی نظر مین عورت کیطرف کذا فی تاتارخانیه معزیا الی المضمرات والذمیة کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمة
مجتبی اور ذمیہ یعنی کافر مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول مین تو ذمیہ عورت مسلمان عورت کیطرف نظر نکرے سوای چہرہ اور کفدست کے
کذا فی المجتبی ھ اور لائق نہین کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکہے اسواسطے کہ وہ اوسکی صورت کو مردون سے بیان کریگی تو اپنی چادر اور اوڑہنی
اوسکے سامنے نہ اوتارے اور حلال نہین عورت مومنہ کو کہ اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کہولے کذا فی السراج وکل عضو لایجوز النظر الیه قبل
الانفصال لایجوز بعده ولو بعد الموت کشعر عانة وشعر رأسها وعظم ذراع حرة میتة وساقها وقلامة ظفر رجلها دون یدها مجتبی
اور جس عضو کا دیکہنا جائز نہین قبل از انفصال بدن کے تو اوسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بہی جائز نہین اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موی زہار
عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پاؤن کا ناخن تراشا ہوا نہ اوسکے ہاتھہ کا کذا فی
المجتبی وفیه النظر الی ملاءة الاجنبیة بشهوة حرام اور مجتبی مین ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کیطرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفی الاختیار و
وصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرها او شعر غیرها لقوله صلی الله علیه وسلم لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة
والمستوشمة والواشرة والمستوشرة والنامصة والمتنمصة النامصة التی تنتف الشعر من الوجه والمتنمصة التی یفعل بها ذلك اور اختیار شرح مختار
مین ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اوسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول الله صلے الله علیه وسلم کے کہ خدا لعنت

کرے اوس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جوڑا دے اور جو عورت دوسری عورت کا بدن گود دے اور جو گود وائے اور جو عورت دوسری عورت کے دانت گھس کر باریک بنا دے اور جو دانت باریک کرا دے اور جو عورت دوسری عورت کے منہ کے بال نوچنے سے چُنے اور جو چُنا دے **والخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل** اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کیطرف نظر کرنے مین مرد مجامع کی برابر ہین ھم خصی وہ جسکے فوطے نکل گئے اور مجبوب جسکا آلہ تناسل اور فوطے کاٹے گئے اور مخنث وہ ہے جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینون شخصون سے عورتکو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کر سکتا ہے بلکہ بعضون نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے اسواسطے کہ اوسکا نایزہ سست نہین ہوتا اور اسی طرح مقطوع الذکر والخصیتین کو بھی شہوت ہوتی ہے اور سحاق کرتا ہے اور اوسکو انزال بھی ہوتا ہے اور لوطی تو مرد صریح ہے اور مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہین جسکے اعضا اور زبان مین عورتون کی مانند نرمی ہو اور عورتون کی اوسکو مطلق خواہش نہو تو بعضے فقہا نے کہا کہ ایسے نامرد کا اختلاط عورتون کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا **قیل لا باس بمجبوب جف ماءہ** لکن فی الکبری ان من یجوزہ فمن قلۃ التجربۃ واللہ یا نتم اور بعضون نے کہا کہ اوس مقطوع الذکر والخصیتین کے نظر کرنیکا مضائقہ نہین جسکی منی خشک ہو گئی لیکن فتاوی کبرے مین ہے کہ جسنے اسکو تجویز کیا ہے تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے ہے ھم اصح یہہ ہے کہ حلال نہین بدلیل عموم نص کذا فی الزیلعی نص یہہ ہے **قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم** یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ اے رسول کہدے ایماندار مردون سے کہ اپنی نظرون کو روکین اور اپنی شرمگاہونکو نگاہ رکہین خلاصہ یہ ہے کہ خصی اور مجبوب اور مخنث مؤمنین مین داخل ہے تو اونکا نظر کرنا اجنبی عورتونکی طرف حلال نہین **وجاز عزلہ عن امتہ بغیر اذنہا وعن عرسہ باذن حرۃ او مولی امۃ وقیل یجی ز بدونہ لفساد الزمان** ذکرہ ابن سلطان اور عزل یعنی انزال کیوقت عورت سے جدا ہو کر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدون اوسکی اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ آزاد ہو تو اوسکی اذن سے اور غیر کی لونڈی ہے تو اوسکے مالک کی اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانے کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام مین ھم استبراء لغت مین عبارت ہے طلب برات سے مطلقا اور شرع مین رحم جاریہ کی طلب برات حمل سے عبارت ہے یعنی مالک جاریہ کے بعد ایک حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہین اگر حاملہ نہین ہے تو اوسیوقت تصرف کرنا اور نہین تو وضع حمل بعد **من ملک استمتاع امۃ بنوع من انواع الملک کشراء وارث وسبی ورفع جنایۃ وفسخ بیع بعد القبض ونحوہا** جو شخص مالک ہو لونڈی کے استمتاع کا یعنی اوس سے انتفاع کا بوجہ من وجوہ الملک جیسے ملک حاصل خرید سے یا میراث مین پانے سے یا جہاد مین پکڑ لانے سے یا رفع جنایت سے یا فسخ ہو جانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند انکے جیسے ہبہ یا رجوع عن ہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام اسطرحپر کہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا بعوض اجارہ کذا فی الطحطاوی **وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراء المزوجۃ** کاسیجئی اور ملک جاریہ مین استمتاع کی قید لگائی گئی تا خرید زوجہ کا مسئلہ نکلجاے چنانچہ آگے آویگا **ولو بکرا او مشتراۃ من عبد او امراۃ ولو عبدۃ مکاتبۃ او ماذونہ ولو مستغرقا بالدین والا لا استبراء** استبرا واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو چنانچہ اپنی مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہین تو استبرا کی کچھ حاجت نہین ھم باکرہ مین سبب معتبر ٹھہرا یعنی حدوث ملک تعذر نہ حکمت یعنی تعرف برات رحم اور چونکہ مکاتب اور ماذون مستغرق بالدین کے مولے کی ملک نہین امام کے نزدیک لہذا بیع صحیح ہوگی تو استبرا بھی واجب ہوگا بخلاف ماذون غیر مستغرق **او من محرمہا غیر رحم کید لاتحل علیہ** یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ جاریہ آزاد نہو جاے محرم پر ھم محرم غیر نسبی چنانچہ خرید کرنا جاریہ کا اوسکی رضاعی بہن سے یا ابن واطی سے کذا فی الطحطاوی وحسن الحلبی علی شرح الوقایہ **او من مال صبی ولو طفلہ** یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو **حرم علیہ وطیہا وکذا دواعیہ فی الاصح لاحتمال وقوعہا فی غیر ملکہ بظہور الحبل** جو مالک ہوا جاریہ مذکورہ کا تو اوسپر جماع اوسکا اور اسیطرح دواعی اور موجبات جماع کے حرام ہین صحیح تر قول مین بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اوسکی

غیر ملک میں اوسکے حاملہ ہونیکے ظاہر ہونے کے سبب سے ھ وداعی جماع چنانچہ مساس اور بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوتی اور اوسکا حمل ظاہر ہو گیا اور بائع نے
اوسکے ولد کا دعویٰ کیا تو جاریہ اوسکی ام ولد ہو گئی اور بیع اوسکی باطل ہو گئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک میں واقع ہوا حتی یستبرئہا بحیضۃ فیمن
تحیض و بشہر فی ذوات الاشہر وھی صغیرۃ و آیسۃ و منقطعۃ الحیض جو لونڈی کا مالک ہوا تو اوسپر اوسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہیں یہانتک
کہ اوسکے رحم کی صفائی معلوم ہو جاوے ایکبار حیض ہونے سے حیض ہونیوالی عورت میں اور مہینہ گذرنے سے مہینوں والی عورتیں اور وہ صغیرہ ہو اور کبیرہ جسکا
حیض بند ہو گیا پیری سے اور جسکا حیض منقطع ہے یعنی اوسکو کبھی حیض نہیں آیا کذا فی الطحطاوی یعنی اگر جوان لونڈی ہو تو ایکبار حیض آنے سے برات رحم کی معلوم
ہوگی اور اگر نابالغہ یا بڈھی ہے یا وہ جوان جسکو کبھی حیض نہیں آتا تو ایک مہینا گذر جانے سے ھ وجوب استبرا میں وہ حدیث اصل ہے جو ابو داؤد میں ابو سعید
خدری سے مروی ہے کہ جنگ اوطاس کی گرفتار ہوئی لونڈیوں کے حق میں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نکیا جاوے وضع حمل تک اور
نہ غیر حاملہ کا یہانتک کہ ایکبار حیض اوسکو آجاوے کذا فی العینی ولو حاضت فیہ بطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینے کے اندر
حیض آگیا تو ایام کا استبرا باطل ہو گیا یعنی استبرا میں اصل حیض ہے اور مہینا اوسکا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نرہی ولو ارتفع حیضہا
بان صارت ممتدۃ الطہر وھی ممن تحیض استبراؤہا بشہرین وخمسۃ ایام عند محمد وبہ یفتی اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہو گیا اسطرحپر کہ اوسکا طہر دراز
ہو گیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونیوالی عورتوں میں سے ہے تو اوسکا استبرا دو مہینے اور پانچ دن کا ہے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے و المستحاضۃ تدع
من اول الشہر عشرۃ ایام یجامعہا وغیرہ فی التحفۃ اور مستحاضہ کا استبرا یہ ہے کہ اول مہینے سے دس دن تک اوسکی قربت کو چھوڑ دے کذا فی البرجندی وغیرہ
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وبوضع الحمل فی الحامل اور استبرا کرے حاملہ میں بچہ پیدا ہونے سے ولا یعتد بحیضۃ ملکہا فیہا ولا التی بعد الملک
قبل قبضہا ولا بولادۃ حصلت کذلک ای بعد ملکہا قبل قبضہا اور استبرا میں شمار نکرے اوس حیض کو جسمیں مشتری اوسکا مالک ہوا اور نہ اوس حیض کو
جو حاصل ہو ملک کے بعد اوسپر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اوس ولادت کو جو اسطرح حاصل ہوئی یعنے بعد ملک قبل قبض کے کما لا یعتد بالحاصل
من ذلک ای من حیضۃ و غیرہا بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت فی ید المشتری جیسے شمار نہیں کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع
قبل اجازت بیع فضولی کے اگرچہ جاریہ مشتری کے قبضہ میں ہو یعنی اسواسطے کہ بیع فضولی میں ملک پوری نہیں ہوتی بدون اجازت کے ولا یعتد الحیض
بالحاصل بعد القبض فی الشراء الفاسد قبل ان یشتریہا شراء صحیحا لانعدام الملک اور شمار میں نہیں آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبض
کے بعد شرا فاسد میں قبل اسبات کے کہ اوسکو شرا صحیح خرید کرے بسبب نہونے ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد میں نہیں جو حیض استبرا میں شمار کیا جاوے
ویجب بشراء نصیب شریکہ من امۃ مشترکۃ بینہما لتمام الملک اور واجب ہے استبرا بسبب خرید کرنے حصے اپنے شریک کا اوس لونڈی سے جو
مشترک ہو دونوں میں بسبب پوری ہو جانے اوسکی ملکیت کے یعنی ایک لونڈی دو شخصوں میں مشترک ہے سو ایکنے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اوسپر استبرا واجب ہے
اسواسطے کہ شریک مشتری اب اوسکا پورا مالک ہوا وتجتزئ بحیضۃ حاضتہا وھی مجوسیۃ او مکاتبۃ بان اشتری امۃ مجوسیۃ او مسلمۃ و
کاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء فحاضت ثم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجودہا بعد الملک اور استبرا کیواسطے کفایت کرتا ہے
وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہے صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خرید کی اور اوسکو مکاتب کیا
بعد خرید قبل استبرا کے پھر اونکو حیض آیا پھر مجوسی لونڈی مسلمان ہو گئی یا مکاتب لونڈی ادای بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پائے جانے حیض کے مالک
ہونیکے بعد یعنی حیض مذکور اسواسطے استبرا میں کفایت کر گیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونیکے بعد ولا یجب عند عود الآبقۃ ای و دار الاسلام
خانیہ اور استبرا واجب نہیں جاریہ گریختہ کی پھر آنے کیوقت دار الاسلام میں کذا فی الخانیہ ھ القانی نے کہا اس مسئلہ میں تفصیل ہے شرح
طحاوی میں ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب میں پھر پلٹ آئی اپنے مالک کے پاس پس اگر ... تو اوسپر استبرا نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اوسکے
مالک نہیں ہوگئے اور صاحبین کے نزدیک اوسپر استبرا ہے کیونکہ کفار اوسکے مالک ہو گئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام میں گرفتار کیا اور حالانکہ وہ

کر بخیۃ تھی اور اوسکو پکڑ کے دار الحرب مین لیگئے تو امام اور صاحبین سبکے نزدیک ملک ہوگئی سواگر اب وہ اپنی مالک کے پاس پلٹ آوے گی تو سبکے نزدیک اوسپر
استبرا واجب ہوگا انتہے تو موجب اس تفصیل کے کہ بخیۃ سے وہ جاریہ مراد ہے جو دار الحرب مین بھاگ گئی اور کفار اوسکو نہین لیگئے پہر وہ اپنی مالک کے پاس
آگئی انتہی اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ متن اور شارح کے کلام مین کتنا خلل ہے کذا فی الطحطاوی و ردّ المغصوبۃ ای اذا ردھا الغاصب طلنیہ اور جاریہ
مغصوبہ کے پہیر دینے سے استبرا واجب نہین لیشرطیکہ اوسکو غاصب نے بیچ ڈالا ہو کہ اسمین الخانیہ هم اور اگر غاصب نے بیع مع التسلیم کی پہر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری
کی رضامندی سے لوٹا دی پہیر لی تو اگر مشتری نے صحبت کرنا انجانا ہوگا تو مالک پر استبرا واجب نہین اور اگر جانا ہوگا تو در صورت عدم جماع کی اعتبار نہین اور بعد
جماع مشتری استبرا واجب ہے کذا فی الطحطاوی و المستاجرۃ و فک المرھونۃ لعدم استحداث الملک ورد مستاجرہ اور فک مرہونہ سے استبرا واجب
نہین ملکیت کی حادث نہونے کے سبب سے یعنی اجارہ والے اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل نہوگئی تھی جو استبرا واجب ہوتا و لواقال البیع قبل القبض کانت
علی البائع کما لو باعھا بخیار وفسخت لہ الطحطاوی بخیارہ لعدم خروجہا عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبرا
واجب نہین جیسے اگر جاریہ کو بحالت شرط خیار یعنی بائع اور مشتری نے اوسپر قبضہ کیا پہر بائع نے اپنی شرط کے سبب سے بیع کو باطل کر دیا تو استبرا واجب نہین اسواسطے
کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہین ہوئی دونون صورتون مین و کذا لو باع مدبرۃ او ام ولدہ وقبضت ان الطحطاوی المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے
اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اوسپر قبضہ ہوا پہر رد بیع ہوا تو استبرا واجب نہین اگر مشتری نے اوسکی قربت کی ہو هم اسمین اعتراض یہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی
بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مملوک نہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہری اسمین استبرا کیونکر واجب ہوگا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی و کذا لو طلقھا
المزوج قبل الدخول ان کان تزوجھا بعد الاستبراء فان قبلہ فلھا وجوبہ زیلعی اور اسیطرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے
تو مالک پر استبرا نہین بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبرا کے اور اگر قبل استبرا کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبرا مختار اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی
قلت و فی الجلالیۃ شری معتدۃ الغیر و قبضہا ثم مضت عدتہا لم یستبرئہا لعدم حل وطئہا للبائع وقت وجود السبب مین کہتا ہون اور جلالیہ مین ہے
غیر کی عدت والی جاریہ خریدی اور اوسپر قبضہ کیا پہر اوسکی عدت منقضی ہوگئی تو اوسکا استبرا نکرے اسواسطے کہ اوسکی وطی حلال نہین بائع کو وجود سبب کے وقت
یعنی مالک ہونے اور قبض مشتری کے وقت هم صواب یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اوسکی وطی حلال نہین اتقانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا کہ
جاریہ خریدی اور وہ عدت مین تھی خواہ عدت وفات ہو یا طلاق اور اوسکی عدت سے ایک جزو یا کم باقی رہا اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہوگئی تو
اوسپر استبرا واجب نہین پہر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہوگئی تو مشتری کو حلال نہین بدون استبرا کے کذا فی الطحطاوی و لا باس بحیلۃ اسقاط الاستبراء
اذا علم ان البائع لم یقربہا فی طہرہا ذلک والا لا یفعلہا یفتی اور کچھ مضائقہ نہین سقوط استبرا کے حیلہ مین جبکہ یہہ معلوم ہوجاوے کہ بائع نے جاریہ
کی قربت نہین کی اوس طہر مین اور اگر یہ معلوم نہو تو استبرا کے ساقط کرنیکا حیلہ نکرے اسی قول پر فتوی ہے هم ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقا جائز ہے
اور محمد کے نزدیک مطلقا مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور در صورت قربت محمد کے قول پر
فتوی ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہین اونکو حلال نہین کہ ایک عورت پر اجتماع کرین ایک طہر مین تو جب بائع نے اس طہر مین
قربت نکی تو یہہ نہی متحقق نہوئی اور اگر قربت اور عدم قربت دونون معلوم نہون تو عدم جواز ظاہر ہے تو ہم شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی و ھی اذا لم
تکن تحتہ حرۃ او ادیم اعتاقہا ان ینکحہا و یقبضہا ثم یشتریہا فیحل لہ للحال لانہ بالنکاح لا یجب ثم اذا اشتری زوجتہ لا یجب ایضا
اور وہ یعنی اسقاط استبرا کا حیلہ جسوقت کہ اوسکے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیان نہون یہہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کرلے اور اوسپر قبضہ کر لے پہر اوسکو
خرید کرلے تو وہ جاریہ اوسیوقت اوسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ نکاح سے استبرا واجب نہین ہوتا پہر جبکہ اوسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبرا واجب نہوگا
هم قبل خرید کے قبض اسواسطے شرط ہوا کہ یقینی بعد خرید کے استبرا ساقط نہوگا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہوجاویگا تو استبرا واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور
ذخیرہ اور محیط مین اطلاق مختار ہے بالجملہ یہان تین قول مین ایک قول یہہ ہے کہ تقدم قبض اور دخول دونون شرط ہین جیسا کہ ظہیریہ مین ہے اور دوسرا قول

سوائی کو یہ ہے کہ قبض شرط نہیں دخول یا تزویج اول کسی کا ہو کر نکاح تنہا کافی ہے نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور یہ قول صحیح تر ہے اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی
تحریر۔ ونقل فی الدر عن شرح الوہبانیۃ اشتراط الوطء قبل الشراء وذکر فی التحفۃ اور درمختار میں ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اسکی
وجہ بھی ذکر کی ہے ہم توجیہ ذکر کرتے ہیں کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اوسکا مالک ہوگا اور حالانکہ خاوند اوسکی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو مجرد خرید کے نکاح باطل
ہو جاویگا نہ بسبب ملک کیونکہ نکاح نہ رہا تو استبرا واجب ہوگیا اوسکے سبب حلت یعنی استمتاع یعنی حلت وطی ملک یمین کما فی الدر وان کانت تحتہ حرۃ
فالحیلۃ ان یزوجہا البائع ای یزوجہا ممن یثق بہ کا لعبد قبل الشراء ان ینکحہا المشتری قبل قبضہا وبعد العلم [illegible] یوثق بہ تیسر حرۃ تو اگر اوسکی
نکاح میں آزاد عورت ہو تو [illegible] میں کتاب الطحطاوی میں حیلہ اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے مشتری کی خرید سے پہلے اوس شخص سے جسپر اوسکو اعتماد ہو طلاق
دینے کا چنانچہ اسکا ذکر قریب آویگا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کردے اوس شخص سے جسکے نیچہ آزاد عورت نہیں شارح نے کہا قبل قبض کے نکاح شرط ہے
اوسکی صحت کرنے کے نکاح کرد یگا تو استبرا ساقط ہوگا او یزوجہا بشرط ان یکون امرہا بیدہا او بیدہ یطلقہا متی شاء ان خاف ان لایطلقہا یا جاریہ
کا نکاح کردے کسی شخص سے اس شرط کہ جاریہ آپ طلاق کی مختار ہے یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہے جب چاہے اوسکو طلاق دیدے اوس وقت ہے کہ بائع یا مشتری
کو خوف ہو کہ خاوند اوسکو طلاق نہ دیگا ثم یشتری الامۃ ویقبضہا او یقبض فیطلق الزوج قبل الدخول بعد قبض المشتری فیسقط الاستبراء
پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اوسپر قبضہ کرے یا قبضہ بائع کے یا مشتری جاریہ پر قبضہ کرے درصورت تزویج مشتری کے پھر زوج اوسکو طلاق
دیوے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبرا ساقط ہوگا ہم الحاصل اگر اوسکے تحت میں حرہ ہو تو حیلہ اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے قبل خرید کرنے مشتری
کے اوس شخص سے جس کو طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اوسکو خرید کر لے پھر زوج اوسکو طلاق دے تو استبرا واجب نہوگا اسواسطے کہ اوسنے خرید کی ملک منکوحہ غیر کی اور اوسکی
وطی مشتری کو حلال نہیں تو اوسپر استبرا نہیں پھر جب اوسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دیدی تو جاریہ مشتری پر حلال ہوگئی اور اوس وقت میں حدوث ملک پایا نہیں گیا
جو موجب استبرا کا سبب ہے تو استبرا واجب نہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کردیا مرد معتمد سے پھر نکاح کے بعد اوسپر قبضہ کیا پھر زوج نے
قبل دخول اوسکو طلاق دیدی تو استبرا واجب نہوا بعد قبض کے اور اوس وقت میں وطی مشتری کو بسبب نکاح غیر کے حلال نہیں اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد
اوس وقت استبرا کا سبب یعنی حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایہ۔ وقیل المسألۃ التی اخذ ابو یوسف علیہا مائۃ الف درہم ان زبیدۃ
حلفت الرشید ان لایشتری علیہا جاریۃ ولا یستوہبہا فقال یشتری نصفہا ویوہب لہ نصفہا فقط بعض نے کہا جس مسئلہ پر امام
ابو یوسف نے لاکھ درہم لئے وہ یہ ہے کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اوسپر خرید نکرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ
خرید کرے اور نصف اوسکو ہبہ کیا جاوے کذا فی الفتاوی یعنی تو اس طریق سے یہ بات صادق آئی کہ تمام اوسکا نہ خرید کیا نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا
تسری بھی حلال ہوگیا اوکتابتہا المشتری بعد الشراء والقبض کما یفیدہ الاطلاق وعلیہ فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض ونقل
المصنف عن مشایخہ کما سنذکرہ لکن فی الشرنبلالیۃ عن المواہب التصریح بتقیید الکتابۃ بکونہا قبل القبض فلیحرر ثم رأیت فی البرہان
شرح مواہب الرحمن فلو ان القید المذکور ذکرہ المشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنے کے چنانچہ اشتراط قبض کرنے کا اطلاق مفید ہے
اور یہ جب ہے تو طلب فرق کرنا چاہئے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کردے بعد خرید اور قبض کے تو استبرا ساقط ہوگا اور اگر
بعد قبض اوسکا نکاح کردے تو استبرا ساقط نہوگا تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں اور اسواسطے مصنف نے اپنی شرح میں فرق مذکور کو نقل کیا ہے اپنے استادوں سے
بحث کی اور سنہ روایت کی ہے اسی چنانچہ اوس فرق کو مذکور کرینگے یعنی اگلے قول میں لیکن شرنبلالیہ میں مواہب الرحمن سے تصریح ہے تقیید کتابت کی قبل
قبض کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہئے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہئے میں کہتا ہوں پھر میں واقف ہوا برہان شرح مواہب الرحمن
سے جسنے قید مذکور کو نہیں دیکھا سوا اوسکے کہ بعض نسخے بدون حوالہ کے ہیں شارح کہ شرنبلالی نے فقط مواہب سے نقل نہیں کی تو عبارت اوسکی مجموعہ ہے چند
کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اوسکی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی قوتفیسخ برضاہا لیحل لہ الوطی

بلا استبراء لزوال ملكه بالكتابة ثم عجزه بالتعجيز لكن لم تحدث ملك حقيقة فلم يوجد سبب الاستبراء وهذا اسهل الحيل تاتارخانية
پھر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کر دے جاریہ مکاتبہ کی رضامندی سے تاکہ مشتری کو وطی اوسکی بدون استبرا کے جائز ہو جاوے بسبب زائل ہو جانے
ملک مشتری کے کتابت سے پھر ملک جدید حاصل ہونے سے بسبب عاجز کرنے کے ادائے بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو استبرا کا سبب
پایا نگیا اور یہ حیلہ سب حیلوں سے آسان تر ہے کذا فی التاتارخانیہ هم یہہ وجہہ فرق ہے درمیان کتابت اور نکاح کے جسکے ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف
نے اپنی شرح میں کہا کہ شاید وجہ فرق یہہ ہے کہ کتابت سے جاریہ مولے کے قبضے سے نکل گئی کیونکہ وہ حرہ ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنی مکاسب کی مالک ٹھہری تو گویا مولے
کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اسکی ملک جدید حاصل ہوئی تعجیز بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک رقبہ حادث نہیں ہوئی تو جو سبب کہ موجب استبرا تھا یعنی حدوث
ملک وہ پایا نہیں گیا چنانچہ نہایہ میں ہے کہ جب جاریہ ملک مولے سے نہ نکلی ولیکن اوسکی تصرف سے نکلی پھر اوسکی تصرف میں آئی تو استبرا واجب نہوگا اور اوسکی خارج ہونیکی
تصرف مولے سے یہہ دلیل ہے کہ اگر مولے مکاتبہ کی وطی کرے تو اوسپر عقر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا صورت اس حیلہ کی یہہ ہے کہ جاریہ کو بعد خرید اور قبض
تاوان جماع
کے مکاتب کر دے مثلا یوں کہے کہ میں نے تجکو ہزار درم پر مکاتب کیا کہ سو درم کی قسط ہر مہینے میں ادا کر پھر جب وہ عاجز ہو ادائے بدل کتابت سے تو اوسکی رضامندی سے
کتابت کو فسخ کر دے تو اب جاریہ فی الفور مولے پر حلال ہو جاویگی استبرا واجب نہوگا بدلیل گذشتہ تو یہہ حیلہ سب حیلوں سے سہلتر ہے خصوصا کہ کتابت مال کثیر پر ہو اور جلد
جلد اوسکی قسط مقرر کرے تو وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ راضی ہو جاویگی له امتان لا يجتمعان نكاحا اختان او لا فقبلهما
بشهوة او وطئ احداهما يحل له وطيها وتقبيلها دون الاخرى بشهوة في القبلة لا تعتبر في المس والنظر ابن كمال تحرمتا عليه ایک
شخص کی ایسی دو لونڈیاں ہیں جو ساتھ نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ وہ دونوں بہنیں ہوں یا نہوں یعنی خالہ بھانجی ہوں یا عمہ بھتیجی ہوں سو مالک نے دونوں کا
بوسہ لیا شہوت سے تو وہ دونوں اوسپر حرام ہو گئیں سو اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اوس سے قربت کی تو اوسی لونڈی کا بوسہ لینا اور قربت کرنا مالک کو حلال ہوگا نہ
دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ میں شہوت معتبر نہیں بلکہ مساس اور نظر میں شہوت شرط ہے یعنی بوسے سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے شہوت ہو یا نہو
اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے هم جمع بین الاختین نکاح میں تو بالاجماع جائز نہیں لیکن جمع بین الاختین ملک میں جمہور صحابہ کرام کے
نزدیک جائز نہیں زیلعی نے کہا اور اسیطرح جمع بین الاختین دواعی وطی میں حلال نہیں اسواسطے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہیں وكذلك يحرم عليه الدواعي
كالنظر والتقبيل حتى يحرم فرج احداهما عليه ولو بغير فعله كاستيلاء الكفار عليها ابن كمال اور اسیطرح مولی پر حرام ہیں دواعی وطی کی جیسے
نظر کرنا اور بوسہ لینا تک کہ ایک لونڈی کی شرمگاہ اوسپر حرام ہو جاوے اگرچہ حرمت بدون فعل مولی کے ہو جیسے کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال
هم شارح ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ یحرم حرمت سے ہے نہ تحریم سے بملك ولو لبعضها باي سبب كان او نكاح صحيح لا فاسد الا بالدخول
او عتق ولو لبعضها او كتابة لانها تحرم فرجها [illegible] حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہے ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو کسی سبب سے
یعنی بیع یا ہبہ سے یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اسواسطے کہ نکاح فاسد سے جاریہ مولے پر حرام نہیں ہوتی بدون دخول کے یا حرمت ثابت ہو ایک جاریہ کو آزاد کر دینے سے اگرچہ
بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اسواسطے کہ کتابت اوسکی شرمگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف تدبیر اور رہن اور اجارہ کے کہ انسے حرمت ثابت نہیں
ہوتی قلت والمستحب ان لا يمسها حتى تمضي حيضة كما بسطه في شرح الملتقى میں کہتا ہوں اور مستحب یہہ ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتھ نہ لگاوے جبتک
جاریہ محرمہ پر ایک حیض نہ گذر جاوے چنانچہ مصنف نے اسکو شرح ملتقی میں شرح بیان کیا ہے وكره تحريما قهستاني تقبيل الرجل فم الرجل او يده او شيئا منه و
كذا تقبيل المراة المراة عند لقاء او وداع قنية وهذا لو عن شهوة واما على وجه البر فجائز عند الكل خانية وفي الاختيار عن بعضهم لا بأس به اذا قصد البر و
امن الشهوة كتقبيل وجه فقيه ونحوه اور قہستانی میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اوسکے ہاتھ کا یا کسی اوسکے عضو کا اور اسیطرح مکروہ ہے بوسہ
لینا عورت کا عورت کو ملاقات کیوقت یا رخصت کیوقت کذا فی القنیہ اور یہہ یعنی کراہت بوسہ اوسوقت ہے جبکہ شہوت کی راہ سے ہو ولیکن بروجہ نیکوکاری اور مزید احسان
کے تو بوسہ لینا جائز ہے سب علما کے نزدیک کذا فی الخانیہ اور اختیار میں ہے بعض فقہا سے منقول کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جب کہ نیکوکاری کا قصد کرے اور

خصوصیت سے بغرض تبرک ہو جیسے معانقہ اور ہاتھ کا چومنا اور بزرگ کے چہرہ کا چومنا ابو حنیفہ نے کہا کہ مکروہ ہے معانقہ نہیں جائز ہے اگر دو مرد میں ایک دوسرے کے چہرہ کو
جبکہ وہ متقی یا عالم یا بادشاہ عادل ہو یا مسافر ہو اور اکرام دین کی جہت سے کرے کذا فی العالمگیریہ ولکن المعانقة فی ازار واحد او رسیم مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ
یعنی ننگے تن سے گلے لگ کر ملنا ایک تہہ میں جیسے کرتہ یا ازار کہ بدن نہ ڈھکا ہو یا جامہ سے زیر ناف سے زانو تک چھپا ہو لیکن معانقہ کرے
موجب شہوت ہو اور مراد یہ ہے کہ ہر شخص پر تہہ ہو اور یہ مراد نہیں کہ دونوں شخص ایک تہہ میں ہوں اس واسطے کہ یہ تو معانقہ حرام ہے اور کراہت پر دلیل
دلیل یہ ہے کہ انس سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص دوسرے کو ملتا ہے کیا اس کے لیے جھکے فرمایا کہ نہیں
پھر عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے تو فرمایا نہیں پھر عرض کیا کہ ایک دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہاں اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی
کذا فی الطحطاوی یہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار میں [illegible] کذا فی العینی شرح الہدایہ دریافت کرنا چاہیے کہ نہی معانقہ اس صورت پر محمول
ہے کہ [illegible] اس واسطے کہ جواز معانقہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کما سیجی قال ابو یوسف لا باس بالتقبیل والمعانقة فی ازار واحد
اور امام ابو یوسف نے کہا کہ معانقہ میں کچھ ڈر نہیں ایک تہہ میں ولو کان علیہ قمیص او جبة جاز بلا کراہة بالاجماع وصحح فی الہدایة
وجعل المتون اور اگر مرد کے بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کیا بدون کراہت کے اجماعاً جائز ہے اور ابو یوسف کا قول صحیح کہا ہے ہدایہ میں اور
اول پر متون [illegible] حدیث میں ثابت ہے کہ جب جعفر طیار فتح خیبر کے دن حبشہ سے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معانقہ کیا اور ان کی دونوں
آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور ترمذی وغیرہ میں معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے اور کافی ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے [illegible] مبارک کو چومتے تھے اور جا بسو معانقہ کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ شروع کیا وہ مکہ معظمہ میں تھے ذوالقرنین
[illegible] جب ابطح میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر میں ابراہیم علیہ السلام ہیں تو ذوالقرنین نے کہا مجھکو سوار ہونا لائق نہیں اس شہر میں جس میں خدا کا
دوست ہو پھر ذوالقرنین سواری سے اتر کر ادھر چلے ابراہیم علیہ السلام کی طرف تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کو سلام کیا اور ان سے معانقہ کیا کذا
[illegible] معانقہ [illegible] کی حدیث [illegible] مروی ہے سند سے تو کہا بخاری نے ادب میں اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے
[illegible] معانقہ کرنا [illegible] ثابت ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وذو المکاشفة لو اصکہ علی حید المتحرد دون الشہوة
جائز بالاجماع اور حقائق میں ہے کہ [illegible] نیکو کاری اور [illegible] بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے کذا المصافحة ای کما تجوز المصافحة
لانہا سنة قدیمة متواترة لقولہ علیہ الصلوة والسلام من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنی معانقہ جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اس واسطے
کہ مصافحہ سنت قدیم متواترہ ہے بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوة والتسلیم کے جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلا دے تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں
[illegible] طبرانی میں [illegible] بیان [illegible] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اس کا ہاتھ
پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کی پتیاں جھڑ جاتی ہیں اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں [illegible] مرفوع ہے کہ جو دو
مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود کی حدیث مرفوع ہے کہ تحیہ
کا پورا ہونا مصافحہ سے ہے یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحہ کے واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایة والنقایة والمجمع والملتقی وغیرہا
یفید جوازہا مطلقا ولو بعد العصر وقولہم انہ بدعة ای مباحة حسنة کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ وعلیہ یحمل ما نقلہ عنہ شارح المجمع
من انہا بعد الفجر والعصر لیس بشیء توفیقا فتامل اور مصنف کا اطلاق ملا قید مصافحہ کا جواز کہنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ اور مجمع اور
ملتقی وغیرہا متون فقہ کا اتباع جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی مباح اور
بدعت حسنہ ہے جیسا کہ نووی شافعی نے اپنی کتاب اذکار میں بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علماء نے بھی اور کتابوں میں ذکر کیا ہے اور اسی پر
محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہیں یہ حمل کرنا توفیق کے لیے ہے سو تامل کر اس کو یعنی یہ تحسین نہیں تو اباحت اور

بدعت حسنہ ہے اسواسطی کہ اذکار نووی کے مخالف نہین ہے ھم اذکار نووی مین یون ہی کہ مصافحہ مستحب ہی ہر ملاقات کیوقت اور یہہ جو فجر اور عصر کو لوگونکی عادت ہے تو اسکی شرع مین اسوجہہ خاص سی کچھہ اصل نہین لیکن اسکا بھی کچھہ مضائقہ نہین اسواسطی کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات مین نکرنا بعضے وقت کی کرنے کو مصافحہ مشروعہ سی خارج نہین کر دیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہی کہ اصل مصافحہ سنت ہی اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے وفی القنیہ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ فیما علقنہ علی الملتقی اور قنیہ مین ہی کہ سنت مصافحہ مین یہہ ہے کہ دونون ہاتھہ سے مصافحہ کرے اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہی ھم سنت یہہ ہے کہ مصافحہ کرنے مین کپڑا وغیرہ حائل نہو اور ملاقات کیوقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ابہام یعنی انگوٹھے کو پکڑے حدیث مین آیا ہی کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام کو پکڑو اسواسطیکہ اوسمین ایک رگ ہی جس سے محبت پیدا ہوتی ہی یہہ مذکور ہے شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین شرح ملتقی مین شارح نے رسالہ مذکورہ سے جو ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحۃ الصادق سنحکت بکف اور اقبال وجہ بوجہ کی عبارت تو انگلیون کا پکڑنا سنت نہین برخلاف روافض کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل وان کان کل واحد منہما فی جانب من الفراش قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہین مرد کو دوسرے مرد کے پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ بستر پر لیٹے ایک مرد دوسرے مرد کو ایک کپڑے مین اور نہ لیٹے ایک عورت دوسری عورت کو ایک کپڑے مین ھم یعنی ایک کپڑے مین دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے اوپر کے جائز نہین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی او الصبیۃ عشر سنین یجب التفریق بینہما وبین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی النتف اذا بلغوا ستا کذا فی المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہنچے تو دونون کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اوسکی بھائی اور بہن اور اوسکی مان اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہی بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کر دو اونکے بستر مین جبکہ وہ دس برس کے ہون اور نتف مین ہی کہ جب چھہ برس کو پہنچین یعنی جدا کرنا چاہیئے کذا فی المجتبی ھم شاید کہ مراد اس سے ہم بستری مع التجرد ہی ایک لحاف مین والا جماعت کا پاس لیٹنا کہ ہر انسان کا اوڑھنا جدا جدا ہو ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ کالفحل اور مجتبی مین ہی کہ چھوکرا جب حد شہوت کو پہونچا تو بالغ مرد کی مانند ہی نظر وغیرہ کے احکام مین والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کی مانند ہی یعنی جیسی مسلمہ کا بدن سوای چہرہ اور کفدست دیکھنا درست نہین ایسی ہی کافرہ کا درست نہین عن ابی حنیفۃ لصاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ وصحۃ الختان امام اعظم سے روایت ہی کہ حمامی کو شرمگاہ کا دیکھنا درست ہی اور صحت اسکی ختان ہی یعنی جیسی ختنہ کرنیوالیکو دیکھنا درست ہی ویسا حمامی کو ھم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ یہہ ضرورت کی حالتمین ہے نہ غیر ضرورت مین کذا فی العالمگیریۃ وقیل فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ اور بعضونے بالغ کے ختنہ مین کہا کہ جب اوسکو بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ ختنہ نکر سکے تو نکرے مگر درصورت امکان نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیئے ھم یعنی ختنہ کرنیوالی عورت نکاح کر لے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اوسکو خرید کرکے اوس سے اپنا ختنہ کروا لے اور اگر بڈھا مسلمان ہو اور اذیت ختنہ کا متحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اوسکو طاقت نہین تو ترک کرے اسواسطی کہ واجب کا ترک عذر سی جائز ہے تو ترک سنت عذر سی بطریق اولی جائز ہے کذا فی الخلاصۃ طحطاوی نے کہا حذف کرنا لفظ لا کا لا یمکنہ سی صواب ہی اسواسطی کہ فتاوی عالمگیری مین یون ہی والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ تختنہ والظاہر فی الکبیر انہ یختن ویکفی قطع الاکثر اور مذہب ظاہر کبیر السن کے حق مین یہہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قلفہ کفایت کرتا ہی حصول سنت مین ولا باس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک ھم اور کچھہ مضائقہ نہین مرد عالم اور متقی کے ہاتھہ چومنے مین بطریق تبرک کے کذا فی الدرر ھم بلکہ قبلہ تحیۃ کا سنت ہونا یا مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہی شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ مین بعد گفتگوی تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئی قبلہ تحیہ مین اول کراہت تقبیل مطلقا اور یہہ امام کا قول ہی ثانی قول صاحبین کہ لا باس بہ مطلقا اور قول ثالث تفصیل یعنی اگر بوسہ تبرک کیواسطی ہی جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا ہاتھہ چومنا تو اوسمین بعض متاخرین نے رخصت دی ہی اور احادیث سی اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہی بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل غیر تبرک

سے غرض دنیا کیواسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اوسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہین کذا فی الطحطاوی عینی نے
شرح ہدایہ مین کہا عالم اور متقی کی مانند والدین اور اوستاد کا ہاتھ چومنا درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اوسکی تقبیل ید جائز ہے ونقل
المصنف عن الجامع انہ لا بأس بتقبیل ید الحاکم المتدین اور مصنف نے شرح مین جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہین حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا
طحطاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کہ یہہ تو قول آیندہ مین داخل ہے اسواسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہین والسلطان العادل وقیل
سنۃ مجتبی اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے مین مضائقہ نہین اور بعضون نے اسکو سنت کہا ہے کذا فی المجتبی ھم تقبیل مین احادیث کثیرہ مروی ہین انمین
عبد اللہ بن عمر سے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین روایت ہے کہ ہم لڑائی سے پلٹکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہمنے آپ کا دست
مبارک چوما اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال مین کسیکو مینے فاطمہ بنت رسول
سے زیادہ مشابہ نہین دیکھا جب فاطمہ آتی تھیں تو حضرت اونکے واسطے اوٹھہ کھڑے ہوتے تھے اور اونکو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی
اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پانو چومے اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مرگئے تو حضرت علیہ الصلوٰۃ
والسلام اونپر جھکے اور اونکا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید اور رجل
ثابت ہوتی اور سر اور کھ کی اور احادیث سے ثابت ہے اور تقبیل مابین العینین وفوق الشفتین عبد اللہ بن جعفر کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہے ثابت ہے
لیکن یہہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم کے ہے اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہین گذرد وجعین کے حقین کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصرا وتقبیل راسہ ای
العالم اجود کما فی البزازیہ اور چومنا اوسکے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البزازیہ ھم طحطاوی نے کہا شاید کہ اجود بمعنی اکثر ثواب کے ہے ولا
رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرھما ای لغیر عالم وعادل ھو المختار مجتبی وفی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا
کرہ اور رخصت نہین ہے سوا عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے مین یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبی اور محیط مین ہے کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا فقط اوسکے
اسلام کی تعظیم اور اکرام کیواسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کیواسطے یہہ خوشامد ہے تو مکروہ ہے طلب من عالم او زاھد ان یدفع الیہ قدمہ و
یمکنہ من قدمہ لیقبلہ اجابہ وقیل لا یرخص فیہ کما یکرہ تقبیل المرأۃ فم اخری او خدھا عند اللقاء او الوداع کما فی القنیۃ مقدما القیل
ایک شخص نے عالم یا زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اوسکی طرف بڑھادے اور اپنا قدم اوسکو چومنے دے تو اوسکو عالم یا زاہد مان لے یعنی چومنے دے اور بعضون
نے کہا کہ نمانے چومنے کی رخصت نہ دے جیسے عورتکو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہے ملتے اور رخصت ہونے کیوقت چنانچہ قنیہ مین بتقدیم قول بعض
صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو مقدم ذکر کیا ہے اجابت پر قال وما یفعلہ الجھال من تقبیل ید نفسہ اذا لقی غیرہ فھو مکروہ فلا رخصۃ فیہ صاحب قنیہ نے
کہا اور یہہ جو بعض جہال کی عادت ہے اپنے ہاتھ چومنے کی جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اسمین رخصت نہین یعنی مکروہ تحریمی ہے واما تقبیل ید
صاحبہ عند اللقاء فمکروہ اجماعا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کیوقت تو بالاجماع مکروہ ہے ھم طحطاوی نے کہا یہہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہین
تو حکایت اجماع کی اسمین کیا وجہ ہے وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ
عبادۃ الوثن اور یہہ جو جاہل لوگ زمین کو چومتے ہین عالمون اور سلاطین اور امیرون کے سامنے سو حرام ہے اور کرنیوالا اور جو اس فعل سے راضی ہے عالم
ہو یا سلطان دونون گنہگار ہین اسواسطے کہ اسطرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اسواسطے کہ اسمین سجدۂ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے کذا فی
الطحطاوی وھل یکفر ان علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار آثما مرتکبا للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہوجاتا ہے جواب
اوسکا یہ ہے کہ اگر بروجہ عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہوگیا اور اگر بروجہ تحیہ اور سلام کے کرتا ہے تو کافر نہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہوجاویگا وفی
الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام اور ملتقط مین ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کیواسطے تواضع کرنا یعنی گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے ھم طحطاوی نے کہا مراد
یہہ ہے کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کیواسطے اور شہوت پرستی کے لئے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کبیر السن کیواسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع

درحقیقت خدا کیطرف راجع ہی یعنی اس سے غرض دین ہے نہ غرض دنیا و فی الوھبانیۃ یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری
بین یدی العالم و سیجیٔ نظما اور وہبانیہ مین ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہی کھڑا ہو جانا آنیوالے مسافر کے لئے جیسے جائز ہے کھڑا ہو جانا قران پڑہنے والیکو
عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر مین یہہ مسئلہ نظم مین آویگا ہم شرنبلالی نے کہا فقیہون کا کلام قیام مین مختلف ہی سو بعضون نے قیام کو منع کیا بدلیل
حدیث ابوداؤد کے کہا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم اصحاب کھڑے ہوگئے تو فرمایا کہ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ
ایکدوسرے کیواسطے کھڑے ہوجاتے ہین اور بعضون نے قیام کو مباح کہا ہی باستدلال قیام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فاطمہؓ کیواسطے چنانچہ ابوداؤد اور
ترمذی اور نسائی مین مروی ہی اور بعضون نے اسمین تفصیل کی ہے چنانچہ قاضی خان نے کہا ہی چند لوگ قران پڑہتے ہین یا ایک شخص قران پڑہتا ہی پہر
اوسکے پاس کوئی اشراف مین سے آیا تو فقہا نے کہا کہ اگر مرد آنیوالا عالم ہو یا قاری کا باپ یا اوستاد ہو تو اوسکے واسطے اوٹہنا جائز ہے اور اسکے سوا قیام
جائز نہین انتہے اور مجمع فتاوی الظاکی مین ہے قیام قاری کا جائز ہے جب کوئی اوس سے زیادہ تر عالم یا اوسکا اوستاد جسنے اوسکو قران یا علم سکہایا
آوے یا اوسکے والدین آوین اور انکے سوا اور کسیکے واسطے قیام جائز نہین اگرچہ آنیوالا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا
کہ ہمارے زمانے مین قیام مستحب ہی اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا مورث ہوتا ہی خصوصاً جس ملک مین قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر
وعید واقع ہے وہ اونکے حق مین محمول ہے جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہین چنانچہ ترک اور اہل عجم کی عادت ہی اور اصحاب کبار کا نہ اوٹہنا
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے کراہت قیام پر دلالت نہین کرتا اسواسطے کہ تعظیم کیواسطے کھڑا ہوجانا عرب کی عادت نہتی اور جب سعدؓ آئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا
قوموا لسیدکم یعنی اپنے سردار کیواسطے اوٹھو کذا فی الطحطاوی **فائدة** قیل التقبیل علی خمسة اوجه قبلة المودة للولد علی الخد وقبلة الرحمة
لوالدیه علی الرأس وقبلة الشفقة لاخیه علی الجبهة وقبلة الشهوة لامرأته او امته علی الفم وقبلة التحیة للمؤمنین علی الید وزاد بعضهم قبلة الدیانة
للحجر الاسود جوهرة قلت وتقدم فی الحج تقبیل عتبة الكعبة **فائده** اقسام تقبیل مین بعضون نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہے اول چومنا مودت اور
پیار کا فرزند کے لئے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کیواسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بہائی کیواسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورتکو یا اپنی حلال
لونڈی کو منہ پر اور چومنا تحیہ اور سلام کا مومنین کیواسطے ہاتھ پر اور بعضون نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہی حجر اسود کیواسطے کذا فی الجوہرۃ مین کہتا ہون
اور کتاب الحج مین آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہو چکا یعنی یہہ بھی بوسہ ثابت ہی و فی القنیة فی باب ما یتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعة لکن روی
عن عمر رضی اللہ عنه انه کان یاخذ المصحف کل غداة ویقبله ویقول عهد ربی ومنشور ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنه یقبل المصحف ویمسحه
علی وجهه اور قنیہ مین جو متعلقات مقابر کے باب مین ہی مصحف شریف کا چومنا بعضون نے کہا بدعت ہی لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ مصحف کو ہر صبح
لیتے تہے اور چومتے تہے اور فرماتے تہے کہ یہہ میرے رب کا عہد ہی اور وصیت ہی اور کتاب اور فرمان ہی میرے رب عز و جل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تہے
اور اپنے چہرہ پر اوسکو ملتے تہے واما تقبیل الخبز فحرر الشافعیة انه بدعة مباحة وقیل حسنة وقالوا یکره دوسه لا بوسه ذکره ابن قاسم فی حاشیته
علی شرح المنهاج لابن حجر فی بحث الولیمة وقواعدنا لا تأباه اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیون نے کہا کہ بدعت مباح ہی اور بعضون نے بدعت حسنہ کہا
ہے اور شافعیون نے کہا کہ روٹی کا پانون سے روندنا مکروہ ہے نہ اوسکا چومنا یہہ بیان کیا ہی ابن قاسم نے اپنے حاشیہ مین جو ابن حجر کی شرح منہاج پر ہی ولیمہ کی
بحث مین اور ہماری قواعد بھی اوسکو رد نہین کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ تکریم اوسکی حدیث مین مروی ہی اور تقبیل
منجملہ تکریم ہے واللہ علم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموه فان اللہ اکرمه اور حدیث مین آیا ہی کہ روٹی کو چہری سے نہ کاٹو اور اوسکی تعظیم اور
تکریم کرو کہ حق تعالی نے اوسکو بزرگی دی ہی یعنی انسان اشرف المخلوقات کا قوت اوسکو مقرر کیا ہی **فصل فی البیع** یہہ فصل ہی بیع وغیرہ کے بعض احکام مین ہم مسلمان
کو تجارت اور سوداگری اور بیپار کرنا چاہیے جبتک کہ خریداور فروخت کے مسئلے دریافت نکرلے کہ کس چیز کی خرید فروخت شرع مین جائز ہی اور کسکی نہین زمان سابق
مین سوال ہوا کہ قوم ترک بازار و نمین خرید فروخت کرتے ہین اور اونکا اکثر مال حرام ہی اور اونمین بیاج اور عقود فاسدہ رائج ہین تو جواب ہوا کہ اسکی تین صورتین ہین

اول یہ کہ اگر بظن غالب معلوم ہو کہ یہ چیز اوس شخص نے بظلم لی ہے اور وہ چیز بعینہ بلاتغیر موجود ہے اور بازار میں بکتی ہو تو اوسکا خریدنا نہ چاہئے اگرچہ مدت
کئی بار وہ بک گئی ہو ثانی یہ کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہو لیکن اور چیز سے اس طرح مخلوط ہو گئی ہے کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم کے قاعدہ پر خلط سے اوسکے ملک
میں داخل ہو گئی مگر اوس سے خریدنا نہ چاہئے جبتک کہ وہ مالک کو راضی کرلے بدلا دیکر تو اگر بلا ادائے ضمان خرید کریگا تو مشتری مالک ہوگا مع الکراہیۃ ثالث یہ ہے
کہ جب معلوم ہو کہ غصب و ربا وغیرہ کی چیز اوسکے پاس باقی نہیں اوسنے بیچ ڈالی غیر کے ہاتھ تو واقف کو اوس سے خریدنا درست ہے اور یہ فتویٰ ہے اور بہتر یہ ہے
کہ اوس سے خرید نکرے بالجملہ طلب حلال ان بلاد میں دشوار ہے جواہر الفتاوی میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام محض کا ترک اختیار کرنا لازم ہے اور
اسواسطے کہ ایسی چیز نا پیدا ہو گئی جس میں شبہ نہو قنیہ میں ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہیں تو اگر حرام غالب ہو تو خرید کرنے سے کنارہ کرے
ولیکن باوجود اسکے اگر خرید کریگا تو اوسکے حق میں حلال ہو گی بشرطیکہ اخیر مشتری کی بیع صحیح ہو گی کذا فی العالمگیریۃ کرہ بیع العذرۃ ای رجیع الآدمی خالصۃ
سے یعنی آدمی کی خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے ھ برجندی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اوس پر مٹی غالب ہو تو جائز ہے
لا یکرہ بل یصح بیع السرقین ای الزبل خلافا للشافعی مکروہ نہیں بلکہ صحیح ہے گوبر اور لید اور مینگنی کی بیع برخلاف شافعی کے شارح نے کہا سرقین عبارت
ہے زبل کا اور یہ یعنی فضلہ حیوانات ھ سرقین معرب ہے سرگین کا وہ عبارت ہے روث اور بعر اور خثی سے کذا فی الحموی وصح بیعہا مخلوطۃ بتراب او
رماد غلب علیہا فی الصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جبکہ وہ مخلوط ہو گیا اوس قدر مٹی اور راکھ سے جو گوہ پر غالب ہے قول صحیح میں ہے ھ قہستانی نے کہا
کہ خلط کی صورت یہ ہے کہ مٹی اور راکھ آمیختہ گوہ پر ڈالی ہو نہ بالعکس اسواسطے کہ نجس کا اوٹھانا ممنوع ہے محیط اور اختیار میں صحت بیع مخلوط بلا قید غلبہ تراب ذکر کی
تو یا مطلق کو مقید پر حمل کیجیے یا رخصت اور استحباب پر کذا فی الطحطاوی کما صح الانتفاع بمخلوطہا ای العذرۃ لا بہا خالصۃ علی ما صححہ الزیلعی وغیرہ خلافا
لتصحیح الہدایۃ فنقل اختلاف التصحیح بیع کی مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باغ اور کھیت میں ڈالنا صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے انتفاع درست ہے
زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا وفی الملتقی ان الانتفاع کالبیع ای فی الحکم فافہم اور ملتقی میں ہے کہ انتفاع
مثل بیع کی مانند ہے یعنی حکم میں برابر ہے تو اسکو سمجھ لے یعنی جیسی بیع میں خلط شرط ہے ویسی ہی انتفاع میں وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ
اور مسلمان کو جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے بیچنے والے کافر کے حق میں مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہوگا تو اوس سے
دین لینا درست ہوگا برخلاف مسلم کے کہ شراب اوسکے حق میں مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری ٹھہریگا نہ بائع بخلاف دین علی مسلم لبطلانہ الا اذا وکل
ذمیا ببیعہ فیجوز عندہ خلافا لہما وعلی ہذا لو مات مسلم وترک ثمن خمر باعہ مسلم لا یحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی برخلاف اوس دین کے جو مسلمان پر
ہے تو ثمن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے بیع مذکور کے مگر جبکہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے میں تو امام کے نزدیک یہ بیع جائز ہے
برخلاف صاحبین کے اور بنا بر اسکے یعنی بطلان بیع کے اگر مسلمان مر گیا اور اوسنے ثمن اوس شراب کا متروکہ چھوڑا جسکی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو وہ ثمن
اوسکے وارثونکو حلال نہیں چنانچہ اسکو زیلعی نے شرح بیان کیا ہے ھ زیلعی نے کہا کہ اگر مرد مر گیا اور اوسکی کمائی شراب بیچنی یا ظلم یا رشوت کی
تھی تو اوسکے وارث اوسکو نہ لیں اور اوس مال کے مالکونکو پھیر دیں اگر اونکو جانتے ہوں اور اگر نجانتے ہوں تو مال کو خیرات کر دیں یعنی مالکوں کے ثواب کی نیت
سے اسواسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پر رد نہو سکے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الا للوارث الا اذا علم ربہ
اور اشباہ میں ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق میں بھی حرمت انتقال
کرتی ہے قلت ومر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز وقال لا نأخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ
قنیہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کا قول بیع فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبی میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اوسکا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر صاحب
مجتبی نے رمز لکھی اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں اور وہ مال حرام ہے مطلقا وارثونپر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہوں یا نجانتے ہوں تو خبردار
رہیو کہ اشباہ کا قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہے ھ منتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ نوحہ گر عورت یا طبل یا مزمار بجانیوالے نے مال کمایا اگر نوحہ

اور بجانے کی شرط پر مال حاصل ہوا تو اُنکو وہ مال پھیر دے اگر جانتا ہو اسواسطے کہ یہہ مال بمقابلہ گناہ کے ہے تو اوسکا لینا گناہ ہے اور اوسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر
صاحبِ مال معلوم نہو تو خیرات کر دے مالکون کیطرف سے تاکہ عین مال اونکو نہین ملا تو ثواب اونکو ملے اور اگر بلا شرط نوحہ گری اور سرود کیے مال ملا تو یہہ مال حلال ہے کذا فی
الملتقط اور ہندوستان مین رائج ہے کہ اکثر قوال اور گانیوالون سے اجرت نہین ٹھہراتے اور شرط نہین کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے
ہین تو اگرچہ ظاہر مین ہمیشہ شرط نہین لیکن درحقیقت یہہ بھی شرط ہے اسواسطے کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ المعروف کالمشروط یعنی معمولی اور مروج مشروط کی برابر ہے تو اسکو یاد
رکہنا چاہیے وجاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد اور جائز ہے آرائش مصحف مجید کی چاندی سونے سے اسواسطے کہ اسمین اسکی
تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقشکاری اور آرائش مین تعظیم اور جلالتِ قدر ہے ۞ خانیہ مین ہے کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست اور ابو یوسف کے
نزدیک مکروہ ہے انتہی اور مسئلہ مسجد مین اختلاف ہے سراجیہ مین ہے مسجد مین نقشکاری چونہ اور ساگون اور سونے کے پانی سے لاباس ہے اور فقیرون کو دینا افضل ہے نقش کاری
سے مضمرات مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اسواسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہو جاتا ہے تماشہ
مین نماز سے غافل ہو جاتا ہے اور چہت کی نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوئی اوسکا لگانا مسجد مین مکروہ ہے برخلاف لید اور گوبر
کے جب مٹی مین ملائی گئی تو اوسکا مسجد مین لگانا درست ہے استحکام کی ضرورت کے سبب سے مسجد مین کہانا اور سونا مکروہ ہے مگر معتکف کو درست ہے اور جب کہانے
اور سونیکا مسجد مین قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کرلے پہر مسجد مین جائے اور ذکر خدا کرے جسقدر مدت کے اعتکاف کی نیت کی ہے یعنی گہڑی یا دو گہڑی کی یا نماز پڑہے پہر
اسکے بعد کہانا یا لیٹنا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ مین ہے مسجد مین درخت لگانا سایہ کی نیت سے درست ہے بشرطیکہ مسجد مین تنگی نہوتی ہو اور صف مین خلل نہ
پڑتا ہو تعظیم مسجد بندرہ طرح پر ہے اول یہہ کہ دخول مسجد کیوقت سلام کرے اگر لوگ بیٹہے ہون اور ذکر وغیرہ مین مشغول نہون اور اگر نماز پڑہتے ہون تو یون کہے
السلام علینا من ربنا وعلی عباد اللہ الصالحین ۲ نماز پڑہے دو رکعت تحیۃ المسجد بیٹہنے سے پہلے ۳ خرید فروخت نکرے ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گم ہوئی
چیز وہان تلاش نکرے ۶ سوای ذکر خدا کے وہان آواز نہ بلند کرے ۷ دنیا کی باتین نکرے ۸ اندر جانے کیواسطے لوگون کی گردنون پر نہ پہاندے ۹ مکان
کیواسطے نزاع نکرے کہ مین یہان بیٹہونگا تو وہان بیٹہیہ ۱۰ کسی پر تنگی نکرے صف مین ۱۱ نمازی کے آگے نچلے ۱۲ مسجد مین تہوکے ۱۳ وہان انگلیان نہ
چٹکاوے ۱۴ نجاسات اور لڑکون اور دیوانون اور اقامتِ حدود سے مسجد کو پاک رکہے ۱۵ اللہ تعالی کی یاد اوسمین بہت کرے کذا فی العالمگیریہ حدیث
صحیح مین وارد ہے کہ جب مسجد مین جائے تو اول داہنا پانون رکہے اور درود پڑہے اور یہہ دعا کرے اللّٰہمّ افتح علیّ ابواب رحمتک اور جب باہر نکلے تو اول بایان
پانون باہر نکالے اور درود پڑہے اور یون دعا کرے اللّٰہم افتح علیّ ابواب فضلک وتعشیرہ اور قران مجید کی دس دس آیتون پر علامت بنانا جائز ہے
ونقطہ ای اظہار اعرابہ وبہ یحصل الرفق جدًّا خصوصًا للعجم فیستحسن اور قران مجید کا نقط یعنی اوسکی اعراب کو ظاہر کرنا لکہکر جائز ہے اور اعراب
کی تحریر سے یقینا آسانی حاصل ہوتی ہے خصوصا عجمیون کو یعنی عرب کے سوا اور ملک والونکو تو اعراب دینا مستحب ٹہہرا ۞ برہان مین ہے کہ اصل مروت یہہ ہے
کہ تعشیر اور نقط مصحف مین مکروہ ہے اسواسطے کہ اسمین ترک تجرید ہے اور عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ قران کو مجرد رکہو اور اوسمین اوس چیز کو نملاؤ جو اوسمین
داخل نہین اور تجرید دو معنی کی محتمل ہے ایک تجرید فی التلاوۃ یعنی قران کی ساتہہ غیر قران کو نہ پڑہنا دوسری تجرید فی الخط یعنی قران کے لکہنے مین نقط اور تعشیر نکرنا
کذا فی الملتقط لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کیواسطے درست ہے وعلی ہذا لا باس بکتابۃ اسامی السور وعدد الآی وعلامات الوقف ونحوہا فہی
بدعۃ حسنۃ درر وقنیہ اور بنا بر اسکی نظر بہ تسہیل کچہہ مضائقہ نہین سورتون کے نام اور آیتون کی شمار اور وقف کی نشانیون کے اور اونکی مانند چنانچہ
نظر سجدہ علامت آیات سجود کی لکہنے مین تو وہ بدعت حسنہ ہے کذا فی الدرر والقنیۃ وفیہا لا باس بلف الاخبار ونحوہا فی مصحف وتفسیر وفقہ
ولا تکرہ فی کتب نحو وادب اور قنیہ مین ہے کہ مضائقہ نہین اخبار وغیرہا کا غذات کا مصحف اور تفسیر اور فقہ کی دفتیون مین لگانا اور نحو اور ادب
یعنی صرف و نحو بلاغت وغیرہا کی دفتیون مین لگانا مکروہ ہے ۞ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ابو حامد سے سوال ہوا کہ اخبار اور متعلقات کا
بکو ورق غلاف مین استعمال کرتے ہین یعنی صحاف دفتیون مین لگاتے ہین تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ مین درست ہے نہ کتب ادب

اور نجوم میں اچھے لیکن یہہ بیان نہیں کیا کہ اخبار سے احادیث مراد ہیں یا تواریخ کذا فی الطحطاوی ویکرہ تصغیر مصحف وکتابتہ بقلم دقیق یعنی
تذہیبا ولا یجوز لف شیء فی کاغذ فیہ فقہ ونحوہ وفی کتب الطب یجوز مصحف کی چھوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ ہے کراہت تنزیہی ہے
اور فقہ وغیرہ دینی کتاب کے کاغذ میں کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہیں اور طب کی کتابوں میں لپیٹنا جائز ہے ہم کتابت قرآن کا جو قصد کرے اوسکو لائق ہے کہ
واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور بین السطور کشادہ رکھے اور مصحف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذا
فی القنیہ وجاز دخول الذمی مسجدا مطلقا وکرہہ مالک مطلقا وکرہہ محمد والشافعی واحمد فی المسجد الحرام اور جائز ہے داخل ہونا ذمی کا
ہر مسجد میں اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اسکو مکروہ کہا ہے ہر مسجد میں اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانیکو مکروہ کہا ہے ذمی کے حق میں
ہم امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کافرونکو مسجد میں اوتارا اور مسند احمد اور طبرانی میں بھی اس
مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی العینی شافعی کی دلیل یہہ آیت ہے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا یعنی مشرک ناپاک ہیں تو مسجد الحرام
کے قریب نجاویں اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہہ ہے کہ وہ غسل جنابت اسطرح نہیں کرتے کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے مالک نے کہا کہ کسی
مسجد میں اونکا جانا روا نہیں شارح نے اسکا جواب آگے لکھا ہے قلنا النہی تکوینی لا تکلیفی ہم جواب کہتے ہیں کہ قرآن کی نہی تکوینی ہے نہ نہی تکلیفی ہم
تکوینی نسبت ہے تکوین کیطرف اور تکوین ماتریدیون کے نزدیک وہ صفت قدیم ہے جسکی طرف افعال کی صفات راجع ہوتی ہیں تو آیت شریفہ کے معنی یہہ ہیں کہ حق
تعالے مشرکین میں مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نکریگا امر تکوینی کی مثال ائتیا طوعا او کرہا اور امر تکلیفی کی مثال اقیموا الصلوۃ اور تکوینی اور تکلیفی کا فرق یہہ
ہے کہ امتثال متخلف نہیں ہوتا امر تکوینی سے عقلا اور تکلیفی سے متخلف ہوتا ہے کذا فی الحلبی وقد جوزوا عبور عابر سبیل جنبا اور البتہ شافعیون نے
جائز کہا ہے جنابت میں مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کی مانند ہم یعنی یہہ جو شافعیون نے جنابت کفار کو عدم دخول مسجد پر دلیل ٹھیرایا ہے سو دلیل تمام نہیں
اسواسطے کہ اونکے نزدیک مسجد میں بلا توقف گذرنا درست ہے فمعنی لا یقربوا لا یحجوا ولا یعتمروا عراۃ بعد حج عامہم ہذا عام تسع حین امر الصدیق
ونادی علی نبویہ بسورۃ براءۃ وقال الا لا یحج بعد عامنا ہذا مشرک ولا یطوفن عریان رواہ الشیخان وغیرہما فلیحفظ پھر جب نہی تکوینی ٹھہری
تو آیت شریفہ کا مطلب یہہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برہنہ نکرینگے اس سال کے بعد یعنی ہجری نوین سال کے بعد جبکہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہوئے تھے اور حضرت علی نے
نے اپنے اونٹ پر سے سورہ براۃ آواز بلند سنادی اور کہا خبردار رہو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نکرے اور کوئی برہنہ طواف نکرے اسکو شیخین
یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتقانی نے کہا کہ آیت ہمارے اصحاب کے نزدیک اسپر محمول ہے کہ مشرک منع کئے
جاوین مسجد الحرام کی تولیت اور کارپردازی سے یا برہنہ طواف پر محمول ہے چنانچہ جاہلیت میں کرتے تھے تو حق تعالی نے تطہیر مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہہ کہ
نفس دخول ممنوع ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہو چکی تو یہہ حکم یا فقط مومنین کو ہے کہ انکو روکیں یا مومنین اور کفار دونکو موجب اس قول
کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہیں اور یہہ نہی تکوینی نہیں ہے اسواسطے کہ نہی تکوینی کا مدلول نہی سے عقلا تخلف نہیں ہوتا ہے اور یہان ایسا نہیں ہے
انتہی طحطاوی نے کہا یعنی یہہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہیں کیا تو بہتر یہہ تہا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اور
اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصرا تتمۃ ولا تنس ما مر فی فصل الجزیۃ اور نہ بہولیو وہ مضمون جو جزیہ کی فصل میں گذر گیا ہم فصل جزیہ میں یہہ ہے کہ
محمد نے سیر کبیر میں دخول کا ذکر مسجد الحرام میں منع کیا ہے اور سیر کبیر میں عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہے محمد کی تو ظاہر الروایہ میں وہ مسئلہ وارد
کیا ہے جو آخرکار خوب ثابت ہو گیا ہے وجاز عیادتہ بالاجماع اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق ہم بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ یہودی لڑکا
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرت نے
فرمایا شکر ہے خدا کو جسنے اوسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن مجید میں حربی کفار کے
احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر میں یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے وفی عیادۃ المجوسی قولان اور مجوسی

کی عیادت مین دو قول ہین جواز اور عدم جواز وجاز عیادة فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادة من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی یہ قول اصح اسواسطے کہ فاسق مسلمان ہی گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانون کے حقوق مین ہے محیط وجاز خصاء البہائم حتی الہرة اور جائز ہے خصی کرنا چارپائے جانور ونکا یہانتک کہ بلی کا بھی ھم خصی وہ جسکا خصیہ نکالا جاوے ہندی مین اوسکو بدھیا کہتے ہین واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے ھم خوجون سے خدمت لینا اور اونکو عورتون ہے نہ جانے دینا کروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ اونسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنیوالے اونکو کیون خصی کرتے بعضون نے کہا کہ خوجے مخصوص بچند امور ہین اول یہہ کہ مسلم کے صلب سے پیدا نہین ہوتے اور نہ اونسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگونکی تادیب مین بر بدست اور خود نے ادب اور عورتونکی مجالس مین آرزو کرتے ہین کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے مین نہایت حریص ہوتے ہین اور شدت سے بخیل ہوتے ہین باوجودیکہ اولاد نہین رکھتے کذا فی الینابیع قیل والفرس بعضون نے کہا اور گھوڑے کا اختہ کرنا حرام ہے ھم شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اختہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین وقیدوہ بالمنفعة والا فحرام اور خصی کرنے مین فقہانے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے ھم یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانورون کے خصی کرنے مین فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست ہی اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری مین ہے ذخیرہ سے وانزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ قہستانی اور گدہا چڑہانا گھوڑی پر اور گھوڑا چڑہانا گدہی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کیواسطے کذا فی القہستانی والحقنة للتداوی ولو للرجل بطاہر لا بنجس اور حقنہ اور عمل طاہر بیماری کے علاج کیواسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہی اگرچہ حقنہ مرد کیواسطے ہو ھم دفع مرض کیواسطے حقنہ درست ہی نہ تسمین بدن کیواسطے سنن ابوداؤد مین ابو درداء سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اوتاری ہی اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نکیجیو کذا فی العینی وکذا کل تداو لا یجوز الا بطاہر لا بنجس اور اسیطرح ہر علاج کرنا جائز نہین مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النہایة بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ مین حرام چیز سے علاج کرنیکو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اوسکو خبر دی ہو کہ اوسی حرام چیز مین شفا ہی اور کوئی مباح چیز اوسکے قائم مقام نہین پائی ھم ذخیرہ مین ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے کہا نظر کرنا چاہیے اگر یقینیا جانتا ہو کہ چنگا ہو جائیگا تو حلال ہو اور فقیہ عبد الملک نے اپنی استاد سے نقل کیا کہ حلال نہین تمرتاشی مین ہی خون اور پیشاب پینا اور مردار کہانا بیمار کو علاج کیواسطے جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اوس سے کہا ہو کہ تیری اسمین شفا ہی اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہین اور اگر طبیب نے کہا کہ اسمین جلد شفا ہوگی تو اوسمین اختلاف ہی کذا فی العالمگیریة قلت وفی البزازیة ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم نفی الحرمة عند العلم بالشفاء دل علیہ جواز اساغة اللقمة بالخمر وجواز شربہ لازالة العطش انتہی وقد فصلناہ مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہی کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہین کی اوس چیز مین جسکو تم پر حرام کی مطلب نفی حرمت ہی شفا معلوم ہونے کیوقت یعنی جب یقینیا بلا تردد معلوم ہو جاوی کہ اسی حرام چیز مین شفا ہی تو اب اوسکی حرمت باقی نرہی دلالت کرتا ہی اس مطلب پر لقمہ اوتارنیکا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کیواسطے انتہے اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین یعنی اگر لقمہ حلق مین اٹک گیا کسیطرح نہین اوترتا اور پانی نہین ملتا تو اوسوقت شراب پینا بقدر لقمہ اوتارنے کے درست ہی اور اسیطرح عطش شدید مین شراب پی لیینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہی اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اوسوقت اوسکی حرمت باقی نرہی والا جواز کی کون صورت ہے تمت دوا کرنا درست ہی اگرچہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالی ہے اور دوا کو اوسنے سبب ٹھہرایا ہی اور اگر یہہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہین معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہین ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہی چنانچہ پانی ضرر عطش کا مزیل ہی اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہی دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسیطرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب مین ظاہر ہین تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہین بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اوسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطے کہ حدیث مین متوکلین کا وصف یون ہی فرمایا ہی کہ وہ داغتے نہین اور افسون

سیر کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اوسکا کرنا توکل کے مخالف نہین بخلاف سبب موہوم اور اوسکا ترک بھی ممنوع اور محظور نہین برخلاف ترک سبب قطعی بلکہ گاہے ترک علاج افضل ہوتا ہے اوسکے فعل سے بعض احوال مین بعض اشخاص کیواسطے چنانچہ عمادیہ مین ہے ظہیریہ مین ہے ایک شخص کا پیٹ جاری ہوگیا یا آنکھین جوش مین آئین سو اوسنے دوا نکی یہانتک کہ ناتوان ہوکر مرگیا تو اوسپر گناہ نہین اور اگر بہوکا رہا اور اوسنے نہ کھایا باوجود قدرت کے یہانتک کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونو صورتون مین فرق یہہ ہے کہ کہانا بقدر قوت کے آسودہ کردیتا ہے یقینا تو اوسکا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہین یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہین ہے حجامت یعنی خون کا نکلوانا سینگی سے ہر شخص کو مستحب ہے اور حجامت بعد نصف ماہ روز شنبہ بہتر اور نافع ہے اور سترہوین تاریخ سے پہلے مکروہ ہے ذخیرہ مین ہے کہ آدمی اور سوئر کے سوا اور حیوانات کی ہڈیون سے علاج کرنا درست ہے لیکن اگر مردار جانور ہو تو اوسکی خشک ہڈی سے علاج درست ہے تر سے نہین قنیہ مین ہے کہ عورت کے دودہ کا ناس لینا مرد کو اور علاج واسطے پینا درست ہے لیکن جواہر اخلاطی مین ہے کہ اجزاء آدمی سے نفع حاصل کرنا جائز نہین خلاصہ مین ہے کہ تریاق کا کہانا مکروہ ہے جبکہ اوسمین سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیع اوسکی درست ہے اور اگر یقینا معلوم ہو کہ اوسمین سانپ نہین پڑا ہے تو اوسکا پینا درست ہے محیط مین ہے کہ لڑکون کا داغنا مرض سے اور اسی طرح حیوانات کا داغنا نشانی کیواسطے درست ہے خزانۃ الفتاوی مین ہے کہ قرآن کے افسون کرنے مین اختلاف ہے یعنی مریض پر قرآن پڑہنا یا کاغذ مین لکہنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن مین لکہ کے دہونا اور بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہے اور نخعی کے نزدیک مکروہ ہے خزانۃ المفتین مین ہے کہ نوروز کے ایام مین کاغذ پر دعا وغیرہ لکہنا اور دروازہ پر چپکانا حرام ہے اسواسطے کہ اوسمین اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہے اور مجوسیون سے مشابہت ہے اکل من العالم کریۃ وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا جمع بحق والا لم یحل اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال یعنے خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال واجبی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اوسمین سے لینا حلال نہین یعنی اسواسطے کہ وہ غیر کا مال ہے اوسکو مالک کو پہیر دینا چاہیے کذا فی الزیلعی وعبر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر الکفایۃ له فی کل زمان ولو غنیا والاصح اور مصنف نے وظیفہ قاضی کو تعبیر برزق کیا تا معلوم ہو کہ مقدار اوسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اوسکے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگرچہ قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اوسکی بیت المال سے متعلق ہے قول اصح مین ہم اسواسطے کہ اوسنے اپنی ذات کو روک رکہا مصلحت مسلمین کیواسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہے وھذا لو بلا اشتراط ولو به کالاجرۃ فحرام لان القضاء طاعۃ فلم یجز کسائر الطاعات قلت وھل یجری فیه کلام المتأخرین حرر اور یہہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی کی حلت اوسوقت ہے جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو اور اگر شرط سے ہوا جرت کی مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہے اسواسطے کہ فیصل کرنا مقدمات کا طاعت اور عبادت ہے تو اوسکا اجارہ جائز نہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہین مین کہتا ہون اور کیا قضا مین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم متاخرین کا کلام یہہ ہے کہ طاعت پر استیجار درست ہے طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہہ ہے کہ جسکے نزدیک قرارت قرآن اور فقہ مخصوص بجواز اجارہ ہے تو قضا وغیرہ طاعات مین اجارہ جائز نہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکہتا ہے تو اوسکے نزدیک درست ہوگا وجاز سفر الامۃ وام الولد والمکاتبۃ والمعتقۃ بعضھا بلا محرم ھذا فی زمانھم اما فی زماننا فلا لغلبۃ اھل الفساد وبه یفتی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہے تو اوسکا سفر کرنا بدون محرم کے درست ہے یہہ حکم انکے زمانہ مین تھا اور ہمارے زمانہ مین تو سفر بغیر محرم کے ساتھہ لونڈی کا جائز نہین اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا ذکرہ ابن کمال وجاز شراء ما لا بد للصغیر منه وبیعه ای بیع ما لا بد للصغیر منه لاخ وعم وام وملتقط ھو فی حجرھم ای کفالتھم والا لا اور صغیر کیواسطے خرید کرنا اوس چیز کا جو اوسکے واسطے ضروری ہے چنانچہ نفقہ اور کسوت اور دایہ نوکر رکہنا اور بیچنا اوسکا جو صغیر کیواسطے ضروری ہے جائز ہے اوسکے بہائی اور چچا اور مان کو اور اوسکو جسنے لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ صغیر تمام مذکورین کی حفظ اور پرورش مین ہو اور اگر اونکی پرورش مین نہو تو خرید فروخت صغیر کے مال کی درست نہین وجاز اجارته لامه فقط لو فی حجرھا وکذا الملتقط علی الاصح کذا عزاه المصنف لشرح المجمع ولم اره فیه ورأیت متنا ملتقطا فتنبه اور فقط اوسکی مان کو صغیر کا اجارہ دینا

دینا جائز ہے اگر اوسکی پرورش مین ہوا ور اسیطرح لڑکا وارث لڑکا کا باپ نے بالکو صغیر کا اجارہ درست ہے بنا بر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو
قول کو شرح مجمع کیطرف نسبت کیا ہی اور مین نے اوسمین نہین دیکھا اور آگے متن مین وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہی تو آگاہ رہیو ہم طحطاوی نے کہا
کہ مؤید قول مصنف زیلعی مین ہی قدوری کی روایت سے یعنی صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہے اسواسطے کہ اسمین ضرر درست ہے اور صغیر کیواسطے محض نفع ہی وکذا
لعمہ عند الثانی خلافا للثالث اور اسیطرح صغیر کے چچا کو اوسکا اجارہ دینا درست ہی ابو یوسف کی نزدیک محمد کے نزدیک ہم یہہ شارح
کی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ اونہون نے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہی حالانکہ شرنبلالیہ مین یون ہے کہ اگر صغیر چچا کی پرورش مین ہوا ور
اوسکی ماں اوسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کی نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو آجر الصغیر نفسہ لم یجز الا اذا فرغ
العمل لتمحضہ نفعا فیجب المسمی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہین مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت ہوگئی ہو تو جائز ہی کیونکہ
اب اجارہ نفع محض ہوگیا تو اجرت مسمی واجب ہوگا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اجرت حاصل ہونے سے سراسر
نفع ہوگیا وصح اجارۃ اب وجد وقاض ولو بدون اجر المثل فی الصحیح کما یعلم من الاشباہ فتنبہ اور صحیح ہی اجارہ دینا صغیر کا باپ اور دادا اور
قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول مین چنانچہ درر سے یہہ معلوم ہوتا ہی تو اسکو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ
خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور بیچنا شیرہ انگور کا ایسے شخص سے جسکو بائع جانتا ہی کہ اوسکی شراب
بناویگا درست ہی اسواسطے کہ گناہ قائم نہین ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شیرہ کے متغیر ہونیکے بعد یعنی شیرہ مین نشہ نہین جو اوسکی
بیع ناجائز ہو بلکہ جب اوسکی حقیقت بدلکر شراب بنیگی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانیوالے کے ہاتھ مکروہ ہے گناہ
کی اعانت کے سبب سے ہم شیرہ انگور کی بیع درست ہی جیسی جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنیوالے مینڈھے اور اوڑنیوالے کبوتر اور لڑنیوالے مرغ کی بیع درست
ہے اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہین بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہے یعنی گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اوڑانا اور مرغ لڑانا خلاف
شرع ہی بیان مین ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہین بدلیل قولہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی حق تعالی نے فرمایا
کہ باہم مددگاری نکرو گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہہ آیت ہی واحل اللہ البیع یعنی حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہی کذا فی الطحطاوی ونقل
المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوھرۃ والباقانی وغیرھما زاد القہستانی معزیا للخانیۃ
انہ یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج اور مشکلات سے نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب ساز سے مکروہ نہین اور مسلمان شراب ساز سے تو اوسکی
بیع مکروہ ہے اور اسیکی مانند جوہرہ اور باقانی وغیرہما مین ہے اور قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اوسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع
امرد ممن یلوط وبیع سلاح من اھل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ بر خلاف بیع امرد کے اوس شخص سے جو اغلام کرتا ہی اور ہتیار کا بیچنا اہل
فتنہ سے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ یہان گناہ بعینہ اوسی چیز سے قائم ہوتا ہی بلا تغیر ثم الکراھۃ فی مسئلۃ الامرد مصرح بھا فی بیوع الخانیۃ
وغیرھا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ قلت وقدمنا ثمۃ معزیا للنہر ان ما قامت المعصیۃ بعینہ
یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا فلیحفظ توفیقا پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع مین مذکور ہی اور مصنف نے اوسی پر
اعتماد کیا ہی یہان برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکہا ہی اپنی شرح مین باب البغاۃ کے اندر مین کہتا ہون اور ہم ان
باب البغاۃ مین ذکر کر چکے ہین نہر الفائق سے کہ جس چیز مین بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہی تو اوسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہی تو اوسکی
بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے تناقض دفع ہونیکے واسطے ہم یعنی تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع ہوگیا یعنی نفی کراہت زیلعی
تحریمی پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ اور تعمیر کنیسہ جائز ہی ہم کنیسہ عبادت خانہ یہود یا نصاری کو
اوسکو کنشت کہتے ہین تعمیر سے مرمت مراد ہی نہ اعادہ بعد الہدم منح الغفار مین ہی کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت مین مزدوری کرے تو لا باس بہ اسواسطے کہ

دوبارہ بنانا اوسکا ڈہانیکے بعد

عین عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی المحیط ٭ و حمل خمر ذمی بنفسه او دابته باجر اور کافر ذمی کی شراب
اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک م اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اسکے کہ شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہے منجملہ انکے
حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل کا ہے شراب گرا دینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو
معصیت کا قصد کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصر العنب والقیام للمعصية یعنی انگور نچوڑنا اور شراب ٹپکانے کی
مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے وجاز اجارة بيت بسواد الكوفة اى قراها لا بغيرها على الاصح واما الامصار وقرى غير
الكوفة فلا يمكنون لظهور شعار الاسلام فيها وخص سواد الكوفة لان غالب اهلها اهل الذمة ليتخذ بيت نار او كنيسة او بيعة او يباع فيه الخمر وقالا
لا ينبغي ذلك لانه اعانة على المعصية وبه قالت الثلاثة زيلعي۔ قریات کوفہ میں گھر کرایہ دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کیواسطے یا وہ گھر جس میں شراب
بیچے کیواسطے جائز ہے نہ سوای قریات مذکورہ کے بنابر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت نہ دیجائیگی کافر ذمی کو علامات اسلام
کی ظاہر ہو جانیکے سبب سے اور قریات کوفہ میں یہ بات اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہانکے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کیواسطے
لائق نہیں اسواسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی م امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر
ولہذا اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اسمیں معصیت نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور وہ اسمیں مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں قائم
ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہو گئی واللہ اعلم وجاز بيع بناء بيوت مكة وارضها بلا كراهة وبه قال الشافعي وبه يفتي عيني وقدمنا في الشفعة
اور مکہ معظمہ کے گھر کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی قول ہے شافعی کا اور اسیکا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں م
وہاں کی عمارت کی بیع تو بالاجماع جائز ہے لہذا زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت
امام سے یہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں وفي البرهان في باب العشر ولا يكره بيع ارضها كبنائها وبه يعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے
کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی مانند مکروہ نہیں اور اسی پر عمل ہے وفي مختارات النوازل لصاحب الهداية لا بأس ببيع بنائها واجارتها لكن في
الزيلعي وغيره يكره اجارتها اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اسکے کرایہ میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی
وغیرہ نے کہا کہ اسکا کرایہ مکروہ ہے وفي المحيط الفصل الخامس من التاترخانية واجارة الوهبانية قال ابو حنيفة اكره اجارة بيوت مكة في ايام الموسم
وكان يفتي لهم ان ينزلوا عليهم في دورهم لقوله تعالى سواء العاكف فيه والباد ورخص فيها في غير ايام الموسم انتهى فليحفظ قلت وبهذا يظهر الفرق
والتوفيق وهكذا كان ينادي عمر بن الخطاب رضي الله عنه ايام الموسم ويقول يا اهل مكة لا تتخذوا لبيوتكم ابوابا لينزل البادي حيث شاء ثم يتلو الآية
اور تاتارخانیہ کی فصل خامس میں اور وہبانیہ کی کتاب الاجارہ میں دونوں کتابوں سے نقل کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں کہ مکہ معظمہ کے گھر کا کرایہ موسم
حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوی دیتے تھے کہ حاجیوں کو اتاریں اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں رہنے والا اور مسافر برابر ہے
اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی ما فی التاتارخانیہ والوہبانیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اس
تقریر سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ ایام موسم حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نہ کرو تا مسافر جہاں اوترے جہاں اسکا جی چاہے پھر
آیت مذکورہ پڑھتے تھے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وجاز قيد العبد تحرزا عن التمرد والاباق وهو سنة المسلمين في الفساق اور جائز ہے قید کرنا
غلام کا بیڑی ڈالکر تمرد اور بھاگ جانیکے سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اسمیں فاسق کو قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہ ہو تو
جاندار محترم کو تکلیف دینا ناحق مکروہ ہے اور یہی حکم ہے لونڈی کا کذا فی المحیط ٭ و قبول هديته تاجرا واجابة دعوته واستعارة دابته استحسانا
اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولی سوداگری کرتا ہو اور اسکی دعوت قبول کرنا اور اسکا جانور عاریت لینا درست ہے اور یہی استحسان ہے

ھ قیاس یہ ہے کہ اوسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہین ہو لیکن بطریق استحسان کے درست ہے تا اہل معاملہ اوسکی طرف رجوع کرین اور
سوداگری اوسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح مین ثابت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا تحفہ قبول کیا اوسکے آزاد ہونے سے پہلے اور
بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اوسکے حق مین صدقہ ہو اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای قبول ہدیۃ العبد ثوبا واھداؤہ
النقدین لعدم الضرورۃ فیہا اور مکروہ ہے اوسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپے اشرفی کا ہدیہ دینا اوسکا مکروہ ہے عدم ضرورت کی سبب سے
یعنے یہہ امور منجملہ سوداگری کے نہین واستخدام الخصی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ علی الحرم لو بلغ خمس عشرۃ اور خصی یعنی خوجہ سے خدمت
لینا مکروہ ہے ظاہر اسلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہی خواہ باہر خواہ گھر مین اور قول ضعیف یہہ ہی کہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہین بلکہ اوسکا جانا گھر کے اندر
عورتون مین مکروہ ہو اگر اوسکی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراہم او بر لخوف ھلکہ لو بقی بیدہ یشترط
لیاخذ متفرقا منہ بذلک ما شاء ولو لم یشترط حال العقد لکن یعلم انہ یدفع لذلک شرنبلالیۃ لانہ قرض جر نفعا اور مکروہ ہے اقراض یعنے
روپیہ یا گیہون بقال چنانچہ نانوائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانیکے خوف سے اگر اوسکی پاس رہے یہہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعوض اوسکی لیا کریگا متفرق جو چاہیگا
اور اگر یہہ شرط حال عقد لینے دینے کیوقت نکی لیکن بقال جانتا ہی کہ وہ اسیواسطے دیتا ہی تو بھی مکروہ ہے کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہہ ہے کہ اسطرح دینا وہ قرض
ہے جس سے مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا ھ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھدیتا ہی اس خیال سے کہ میرے
پاس باقی نرہیگا خرچ ہو جائیگا تو بقدر ضرورت اندک اندک اوس سے لیا کرتا ہی تو یہہ مکروہ ہے اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ
دینے کیوقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نکرے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی مین حدیث مرفوع ہے کہ جب قرض دے
تو مستقرض کا ہدیہ قبول نکرے اور اوسکی سواری پر سوار نہو مگر اوسوقت جبکہ ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونون قرض سے پہلے بھی جاری ہوا اور بیہقی کی
دوسری روایت یہہ ہی کل قرض جر منفعۃ فھو وجہ من وجوہ الربو یعنی جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہو ربا کی وجہون سے کذا فی العینی شرح الہدایہ
فلو اودعہ لا یکرہ لانہ لو ھلک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھدی اور اوس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ نہین اسلئے
کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جاے بقال کے پاس تو اوسپر تاوان نہین ھ جب ودیعت مین ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا لہذا جر منفعت مکروہ نٹھہرا وکذا لو
شرط ذلک قبل الاقراض ثم اقرضہ لم یکرہ اتفاقا قہستانی وشرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا
تو بالاتفاق مکروہ نہین کذا فی القہستانی والشرنبلالیہ ھ تجنیس اور مزید مین اسکی تین صورتین مذکور ہین ایک یہہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض مین شرط
کرلے دوسرے یہہ کہ شرط نکرے لیکن معلوم ہو کہ اسیکے واسطے دیتا ہے یہہ دونون صورتین مکروہ ہین تیسری یہہ ہو کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد
اوسکے قرض دے تو یہہ جائز ہے کیونکہ اسمین نفس عقد مین منفعت شرط نہین کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وکرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا
مکروہ تحریمی ہے ھ یہہ کھیل اردشیر بن بابک نے نکالا ہے لہذا اوسکو نردشیر کہتے ہین کذا فی القاموس قہستانی نے کہا کہ یہہ کھیل شاپور بن اردشیر
کی موضوعات سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہی ملوک ساسانیہ سے اور یہہ حرام ہی اور مسقط عدالت ہی بالاجماع اھ اور حرمت نردشیر کی حدیث مرفوع مین ثابت
ہے چنانچہ جامع صغیر مین ہے اور عینی نے اسمین صحیح مسلم سے روایت کی ہے وکذا الشطرنج بکسر اولہ ویہمل ولا یفتح الا نادرا اور اسیطرح شطرنج
مکروہ ہے شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اوسمین مہملہ بھی جائز ہے اور اوسکو فتحہ نہین دیا جاتا مگر قلت ھ ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ مین مذکور
ہے لیکن عمدہ دلیل اوسکی تحریم پر یہہ ہے کہ وہ لہو لعب ہی اور ان ملاعب ثلثہ سے ہی جنکا استثنا حدیث معتمد مین ثابت ہی خارج ہی کذا فی العینی شرح
ہدایہ مین ہی کہ شطرنج کھیلنے مین فوت نماز کا مظنہ ہے اور عمر ضائع کرتا ہی اور نظر باطل کا ایسا استیلا ہی کہ کھیلنے والیکو بھوک پیاس کی خبر نہین رہتی
اور خبر کا کیا ذکر ہے واباحہ الشافعی وابو یوسف فی روایۃ ونظمہ شارح الوھبانیۃ فقال ولا باس بالشطرنج وھی روایۃ عن الحبر قاضی
المشرق والمغرب تؤثر اور شطرنج کو مباح کہا ہی شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت مین اور اوسکو نظم کیا ہی شارح وہبانیہ نے سو یون کہا کہ یہہ مضائقہ

نہیں ہر نجومین اور یہہ ایک روایت ہے منقول علامہ شرنبلالی سے جیسے قاضی سے جیسے ابو یوسف سے وهذا اذا لم يقامر ولم يداوم ولم يخل بواجب والا فحرام
بالاجماع اور محمد اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اوسوقت ہی جبکہ قمار بازی نہ کرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور ادائی واجب مین مثلاً جمعہ اور جماعت
میں خلل نہ ڈالے اور نہیں تو سبکے نزدیک حرام ہے وکرہ کل لھو لقوله صلی الله علیه وسلم کل لهو المسلم حرام الا ثلثة ملاعبته اهله وتادیبه
لفرسه ومناضلته بقوسه اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے
ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا یعنی سبقت کیواسطے ھ لهو ولعب اور عبث سب ایک معنی ہیں کذا فی شرح
التاویلات اور حرمت ملاہی قرآن مجید میں بھی صریح ہے افحسبتم انما خلقناکم عبثا یعنی کیا تم نے گمان کیا ہے کہ ہمنے تمکو عبث پیدا کیا ہے نسائی کی حدیث
مرفوع میں فقط تین قسم مستثنیٰ ہیں یعنی باقی میں طیرا بھی حرمت ملاہی سے مستثنیٰ ہے وکرہ جعل الغل طوق له راية فی عنق العبد لیعلم انه آبق ولا بأس به
لتکبیله بالاباق خصوصاً فی السودان وهو المختار کما فی شرح المجمع للعینی اور کیل دار طوق غلام کے گلے میں اسواسطے ڈالنا جس سے اسکا بھاگ جانا معلوم ہو مکروہ
اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ نہیں بسبب کثرت بھاگنے کے خصوصاً حبشی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہے ھ راية
وہ علامت ہے جو غلام کے گلے میں ڈالتے تا معلوم ہو کہ یہہ گریختہ ہے اور وہ طوق ہے جسمیں مسمار عظیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہے کذا فی الطحطاوی
وکرہ قوله فی دعائه بمعقد العز من عرشك ولو بتقدیم العین اور اپنی دعا میں یوں کہنا مکروہ ہے کہ بمعقد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر
ھ یہاں دو صورتیں ہیں مقعد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور معقد یعنی تقدیم عین کی قاف پر سو دونوں طرح مکروہ ہے اسواسطے کہ مقعد مشتق ہے قعود سے
تو تمکن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہہ قول مجسمہ کا باطل ہے اور معقد بتقدیم عین بھی جائز نہیں اسلیے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موہم ہے حدوث سے
اسواسطے کہ عرش قدیم نہیں محدث ہے تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی ملخصاً وعن ابی یوسف
لا بأس به وبه اخذ ابو اللیث للاثر اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دعا میں بمعقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث
نے پسند کیا ہے بدلیل اثر کے ھ اثر مذکور بیہقی کی کتاب الدعوات میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت
نماز ادا کرے رات یا دن میں اور دو رکعت میں تشہد پڑھے اور آخر نماز میں ثنا خدائے عز وجل کرے اور درود پڑھے اور سجدہ میں سات بار سورہ فاتحہ پڑھے اور آیت
الکرسی سات بار پڑھے اور لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر دس بار کہے پھر یہہ دعا کرے اللهم انی اسئلك بمعاقد العز من عرشك
ومنتهی الرحمة من كتابك واسمك الاعظم وكلماتك التامة پھر اپنی حاجت مانگے پھر اپنا سر اوٹھائے پھر داہنے بائیں سلام کرے اور احمقوں کو یہہ دعا نہ سکھائے اسواسطے
کہ وہ دعا کرینگے تو قبول ہوگی انتہے ابن جوزی نے کہا کہ یہہ حدیث موضوع ہے اور ابن معین اور ابن حبان نے اسکی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الکنز انتہے
طحطاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیجئے نہ صاحب عرش کی تو یہہ دعا جائز ہوگی اسواسطے کہ توصیف عرش کی لفظ عز
اور مجد کے ثابت ہے اور فقیہ ابو اللیث نے جو اسکو اختیار کیا ہے تو اسکی یہی وجہ ہے واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لکونه خبر واحد
فیما یخالف القطعی اذ المتشابه انما یثبت بالقطعی ھ اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع میں ہے اسواسطے کہ خبر واحد ہے اور اس امر میں خبر
قطعی کے مخالف ہے اسواسطے کہ متشابہ تو قطعی سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الہدایہ ھ یعنی تنزیہ رب العالمین شوائب حدوث اور جسمانیت سے بدلیل قطعی ثابت
ہے اور یہہ خبر موہم حدوث ہے تو اسکی ترک میں احتیاط ہے بلکہ جب اسکا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہے وفی التاتارخانیة معزیا الی المنتقی عن
ابی یوسف عن ابی حنیفة لا ینبغی لاحد ان یدعو الله الا به والدعاء المأذون فیه المامور به ما استفید من قوله تعالی ولله الاسماء الحسنی
فادعوه بها قال وکذا لا یصلی احد علی احد الا علی النبی صلی الله علیه وسلم اور تاتارخانیہ میں منسوب بمنتقی ابو یوسف سے ابی حنیفہ سے منقول ہے کہ کسیکو دعا مانگنا
لائق نہیں مگر بوسیلہ ذات اور صفات اور اسماء الہی کے اور دعا ماذون فیہ اور مامور بہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول سے مستفاد ہے کہ حق تعالیٰ کے
اسماء حسنی ہیں سو اونہیں اسماء سے دعا کیا کرو کہا اور اسیطرح صلوٰۃ اور درود کوئی کسیکو نہ کہے مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال انتہی

درست نہیں لیکن بالتبع درست ہی ھم فایہ میں ہی کہ غیر نبی پر صلے اللہ علیہ وسلم تنہا صلوۃ کہنا اسطرح کہ اللہم صل علی فلان مکروہ ہے اور نبی صلے اللہ
علیہ والہ وسلم کے ساتھہ ملاکر یون کہنا اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ تو جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوۃ درست ہی اور سلام
بجای صلوۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک وبحق البیت لانہ لا حق للخلق علی الخالق تعالی اور مکروہ
ہے یون کہنا دعا میں بحق رسلک وبحق انبیائک وبحق اولیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچھہ حق ثابت نہیں خالق تبارک وتعالی پر ھم انبیا
اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالی پر وجوبا ثابت نہیں لیکن تفضلا وکرما ثابت ہی یہانتک کہ ازراہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہی چنانچہ حصن حصین میں
حدیث ثابت ہی اللہم انی اسالک بحق السائلین علیک اور اگر حق سے حرمت وعظمت اور وجاہت مراد لیجئے تو بطریق وسیلہ درست ہی قال تعالی وابتغوا
الیہ الوسیلۃ کذا فی الطحطاوی بتغییر ولو قال لآخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی ان یفعلہ اور اگر ایک نے دوسرے
سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کر تو اوسپر یہہ کرنا لازم نہیں اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنی واجب نہیں مستحب ہی وفی المختارات قال ابن المبارک
سائل بوجہ اللہ او بحق اللہ یعجبنی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختارات میں ہی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے
دوسرے سے صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھکو یہہ پسند آتا ہی کہ اوسکو کچھہ نہ دے اسواسطے کہ اوسنے تعظیم کی اوس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا
یعنی دنیا مانگی پروردگار جل شانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہہ اوس صورت پر محمول ہی جبکہ سوال سائل کا بیضرورت معلوم ہو وفیہا قراءۃ القرآن ولا یعمل
بموجبہ یثاب علی قراءتہ لکن یصلی ویعصی اور مختارات میں ہے کہ قرآن مجید پڑہا اور اوسکے بموجب عمل نکیا تو پڑہنے کا ثواب پاویگا مانند اوس شخص کی
کہ نماز پڑہتا ہے اور گناہ کرتا ہی یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا
ھل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعاء قیل نعم وتمامہ قبیل جنایات البزازیۃ کیا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا میں بعضون نے کہا ہان مکروہ ہے اور
اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کی پہلی مذکور ہے ھم جہر ذکر اور دعا میں اختلاف ہے اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال واذکار مختلف ہی استحضار
قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی وکرہ احتکار قوت البشر کتبن وعنب ولوز والبهائم کتبن وقت فی بلد
یضر باھلہ اور احتکار یعنی بند کر رکہنا آدمی کا قوت چنانچہ انجیر اور انگور اور بادام اور جانور وںکا قوت چنانچہ بہسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اوس شہر میں
جہان کے لوگونکو بند کر رکہنا ضرر پہنچاتا ہو ھم احتکار یعنی حبس طعام اور علف گرانی یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور
ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار ثابت ہوتا ہے تیس دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہہ ہے کہ طعام کی تجارت
بقصد احتکار وانتظار گرانی کے بہتر نہیں لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس
حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے ھم یہہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب بسنن ابن ماجہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور
ابو یعلی کی مسانید میں اور بیہقی کی شعب الایمان میں ثابت ہی جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کرکے شہر میں بیچنے کو لاوے تو وہ مرزوق یعنی اوسکی روزی میں برکت ہی اسلئے کہ
لوگونکو فائدہ ہوتا ہے دعاء مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکہنے والا بدخواہ خلائق ہے لہذا اوسپر لعنت ہی اصطلاح شرع میں احتکار یہہ ہے کہ آدمی
اور جانور کا قوت بند کر رکھی اوسکو نہ بیچی گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اوسی شہر میں خرید کیا ہو اور لوگونکو ضرر ہوتا ہو بس یعنی اگر
اور مقام سے لاکر غلہ بند کر رکہا ہو شہر میں یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہیں کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نکرتا ہو تو وہ
مکروہ نہیں ھم ضرر کی صورت یہہ ہی کہ شہر چہوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اسطرح کہ شہر بڑا ہو یعنی جہان ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہان احتکار مکروہ نہیں اسلئے
کہ اوسنے اپنا مال رکہہ چہوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور مانند احتکار کی تلقی جلب ہی ھم تلقی جلب یعنی شہر سے نکلکر نیپ اور
بہر تی لانیوالون سے غلہ مول لینا اگر مضر ہو شہر والونکو تو درست نہیں اور نہیں تو درست ہی بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو لانیوالون سے نہ چہپاوے ہی والا
تلقی جلب مطلقا مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الہدایہ وشرح وجاز ویجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ

۴ الی حمد اللہ … فلان حسن …
۵ الی آخرہ … صلے اللہ علیہ وسلم … ودرود کی آل اور اصحاب پر
۶ … جن نبیوں پر … اور جن نبیوں پر … اور عبد اللہ
۷ … شیرہ … تک … کرنے … سے

فان لم يبع بل خالف امر القاضي عزّره بما يراه تاديباً له وباع القاضي عليه طعامه وفاقا هو الصحيح اور یہ واجب ہے کہ مستغنی
کا زائد ہو بیچ ڈالے اور اوسکی اہل کی گہروالونکی قوت سے اوسکو بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پہر اگر وہ نہ بیچے بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اوسکو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے
اوسکی دہمکانے تو بیچ کیواسطے اور قاضی اوسکا غلہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق امام اور صاحبین کے بقول اصح ہے ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن
درصورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الکافی وفی السراج لو خاف الامام علی اھل بلد الھلاک اخذ الطعام من المحتکرین وفرق علیھم
فاذا وجدوا سعة ردوا مثله وهذا ليس بحجر بل للضرورة ومن اضطر الى مال غيره وخاف الهلاك تناوله بلا رضاه ونقل الزيلعي عن الاختيار
واقره اور سراج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہوجانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنیوالوں سے اناج لے اور اہل شہر کو بانٹ دے پہر جب اہل شہر کو کشایش
ہو تو اوسکی برابر اناج مالکوں کو پہیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کیطرف مضطر ہوا اور اپنے
ہلاک ہوجانے سے ڈرے تو وہ اوسکو بلا رضامندی مالک کے لے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اوسکو ثابت رکہا ولا يكون محتكرا بحبس غلة ارضه
بلا خلاف وجلبه من بلد اخر عندهما اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکہنے سے بالاتفاق اور اوس غلہ کے حبس سے جسکو لایا ہو دوسرے
شہر سے برخلاف ابو یوسف کے ہے اپنی زمین کے حبس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اوسکا خالص حق ہے حق عوام اوس سے متعلق نہیں تو مثل حق خلق نہوا
اور مجلوب کے حبس سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اہل شہر کا حق اوس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتیں ہیں ایک صورت
درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے مکروہ صورت یہہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگونکو اوسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ
یہہ ہے کہ اوسکی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اوسکو لے آیا ہو یا شہر ہی میں غلہ خریدا ہو لیکن لوگونکو مضر نہوا اور مختلف صورت یہہ ہے کہ شہر کے متعلق
سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکہے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ اور یہی قول ماخوذ ہے انتہے توجیہ جو صاحب ہدایہ نے مجلوب کو
مکروہ کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک سو مسلم نہیں اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اوسکو قسم متفق علیہ میں داخل کیا ہے قدوری نے کتاب التقریب میں روایت کی کہ
ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لادے تو وہ احتکار نہیں اور اسیطرح مختصر کرخی میں ہے تو مجلوب بلد اخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکر احتکار ہوگا کذا فی
العینی شرح الہدایہ مختصرا وعند محمد ان كان مجلبه عادة كره وهو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اوس شہر سے عادت ہو تو وہاں
غلہ لاکر بند کر رکہنا احتکار مکروہ ہے اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اوس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا يسعّر الحاكم لقوله عليه الصلوة والسلام لا تسعّروا فان
الله هو المسعر القابض الباسط الرزاق اور حاکم نرخ مقرر نکرے بدلیل قول نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ نرخ مقرر نکرو اسواسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ ٹہرانے
والا قابض اور باسط رازق ہے یعنی تنگی اور کشایش اناج کی اوسیکی طرف سے ہے ف ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں
نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہوگیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ هو المسعر القابض الباسط
الرازق میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجہسے مطالبہ نکرے ظلم کا نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی
اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدى الارباب عن القيمة تعديا فاحشا فيسعر بمشورة اهل
الرأي مگر جبکہ غلہ والے قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل رای کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے ف تعدی فاحش کیصورت عینی اور زیلعی وغیرہما
نے یہہ بیان کی ہے کہ دونی قیمت پر بیع کرتے ہوں وقال مالك على الوالي التسعير عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کی سال میں نرخ
کرنا واجب ہے ف تو امام اعظم اور مالک کے مذہب میں لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں درصورت تعدی جائز ہے اور
مالک کے نزدیک واجب ہے وفي الاختيار ثم اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا يحل للمشتري وحيلته ان يقول له بعني بما تحب در اختیار
میں ہے پہر جبکہ حاکم نرخ مقرر کر دے اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اوسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی بائع کی نارضامندی کے
سبب سے تو حیلہ جواز کا یہہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتہ تو بیچ جسقدر پر تو چاہے وكذا في العيني عن المحيط ولو اصطلحوا على سعر الخبز واللحم ثم

وزن ناقصا ادخل المشتری بالنقصان فی الخبز لا اللحم لشهرة سعره عادة بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کر لیں
اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری کو نقصان پہیرنے کا روٹی میں نہ گوشت میں اسواسطے کہ عادت یہہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہو برخلاف گوشت کے کہ اسمین
شہرت نہیں ہوتی مگر قلت ھم یہہ تفصیل مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اوس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونو کا نقصان پہیر لیے
اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قلت وافادات التسعیر فی القوتین لا غیر وبه صرح العتابی وغیرہ لکنه اذا تعدی ارباب
غیر القوتین وظلموا علی العامة فیسعر علیهم الحاکم بناء علی ما قال ابو یوسف ینبغی ان یجوز ذکره القهستانی فان ابا یوسف یعتبر حقیقة الضرر کما تقرر فتدبر
میں کہتا ہون اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کر دینا انسان اور حیوان کی قوت میں ہے نہ قوت کے سوا اور چیز میں اور اسکو صریح بیان کر دیا
ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کی بائع زیادتی کریں گرانی میں اور لوگون پر ظلم کریں سو حاکم اون پر زبردستی نرخ مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یون
ہے کہ یہہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت ضرر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہہ ثابت ہو تو
اسکو غور کرے ویکره امساك الحمامات ولو فی برجها ان کان یضر بالناس بنظر او جلب اور مکروہ ہے کبوتروں کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے دربون میں رہتے ہون
بشرطیکہ لوگوں کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے ھم نظر کا ضرر یہہ کہ لوگوں کے مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہہ کہ اوسکے کبوتر کے
ساتھ غیر شخص کا کبوتر اوڑا تا ہو اور یہہ شخص اوسکو پکڑ لیتا ہو والاحتیاط ان یتصدق بها ثم یشتریها او توهب له مجتبی اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور
اوسکے مالک کو نجانتا ہو تو احتیاط یہہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پہر اوسکو محتاج سے خرید کر لے یا اوسکو ہبہ کر دیا جاے تصدق کے بعد کذا فی المجتبی
ھم تصدق کی وجہ یہہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہو تو اوسکا رکھنا حلال نہیں اوسکو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب رسانی کی نیت سے فان کان
یطیرها فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیه تلك الحمامات عزر ومنع اشد المنع فان لم یمتنع بذلك ذبحها
ای الحمامات المحتسب پہر اگر کبوتر باز اونکو اوڑاتا ہو چہت کے اوپر جہانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگوں کے شیشے کبوتروں کے مارنے اور ہانکنے
سے تو تعزیر دیا جاے اور نہایت سختی سے منع کیا جاے پہر اگر باوجود اسکے باز نرہے تو کبوترونکو محتسب ذبح کر ڈالے وصرح فی الوهبانیة بوجوب التعزیر
وذبح الحمامات ولم یقیده بما مر ولعله اعتمد عادتهم اور وہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوترونکی تصریح کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع
عورات اور برتن توڑنے کی اور شاید کہ اوسنے اونکی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہبانیہ کے زمانے میں تاکنے جہانکنے اور پتہریان پہینکنے کی عادت
ہو گی لہذا اوسنے اس قید لگانے کی حاجت نہ دیکہی واما الاستیناس فمباح کشراء عصافیر لیعتقها ان قال من اخذها فهی له ولا تخرج عن ملکه باعتاقه
وقیل یکره لانه تضییع المال جامع الفتاوی اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہو تو مباح ہے جیسے کنجشک خرید کرنا چہوڑ دینے کیواسطے
مباح ہے بشرطیکہ چہوڑنے کیوقت یون کہا کہ جو انکو پکڑ لے تو وہ اوسیکے ہین اور چہوڑ دینے سے اوسکی ملک سے باہر نہیں ہو جاتے یعنے تاوقتیکہ دوسرا شخص
اونکو پکڑ نلے اور بعضون نے کہا کہ کنجشک خرید کر کے چہوڑنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات سیب دابته
قال هی لمن اخذها لم یأخذها ممن اخذها وصرفا المجم اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے چہوڑ دیا مطلق العنان کر دیا اور کہا یہہ اسکا
مملوک ہے جو اوسکو پکڑ لے تو اوسکو پکڑ رکہنے والے سے چہوڑ دینے والا نلے اور کتاب الحج میں یہہ مسئلہ گذر گیا وجاز رکوب الثور وتحمیله والکراب
علی الحمیر بلا جهد وضرب اذ ظلم الدابة اشد من ظلم الذمی وظلم الذمی اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اوسکا لادنا اور گدہون سے
کہیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے
ظلم سے ھم یعنی بافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اوسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوا خدای
تعالی کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالی کا اوس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا اوسپر جسکا کوئی مددگار نہیں سواے اللہ تعالی کے اور ظلم ذمی
ظلم مسلم سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تاکہ اوسکے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحطاوی ولا بأس بالمسابقة

فی الرمی والفرس والبغل والحمار کذا فی الملتقی والمجمع واقرہ المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی قنیۃ ولا الابل وعلی الاقدام
لانہ من اسباب الجہاد فکان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہیں باہم سبقت لیجانیکا تیراندازی اور گھوڑا اور اونٹ دوڑانے میں اور قدموں کے دوڑنے
مین اسواسطے کہ امور مذکورہ جہاد کے اسباب سے ہیں تو سابقت مستحب ہے کذا فی الملتقی اور مجمع میں کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں
یہان پر اسکو ثابت رکھا اور مسائل شتی میں اسکے مخالف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا ہم مسائل شتی میں حلت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور
تیراندازی میں مخصوص کی ہے وعند الثلثۃ لا یجوز فی الاقدام ای بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت
جائز نہیں یعنے مال شرط کر کے درست نہیں واما بدونہ فیباح فی کل الملاعب کما یاتی اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور
ملاہی میں چنانچہ آگے آویگا ہم ظاہر یہ کلام ائمہ ثلثہ کے کلام سے مرتبط ہے اور مضمون آیندہ اسکا مفید ہے کہ یہ کلام اہل مذہب کا کذا فی الطحطاوی
حل الجعل وطاب لانہ یصیر مستحقا ذکرہ البرجندی وغیرہ وعللہ البزازی بانہ لا یستحق بالشرط شیئ لعدم العقد والقبض انتہی ومفادہ
لزومہ بالعقد کما یقول الشافعیۃ فیتعین سابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہے اور یہ نہیں کہ وہ مستحق
ہے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی بسبب نہو
کا مفید ہے عقد ہونیکے سبب سے چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہیں تو اسکو دیکھیو سمجھ لے یعنی عقد یا قبض سے استحقاق مال ثابت ہوگا حاکم زبردستی دلا دیگا ان
شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے اگر مسابقت میں ایکجانب سے مال کی شرط کی ہو ہم مثلا حامد نے محمود سے کہا کہ اگر
میرا تیر سبقت کرے تیرے تیر سے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھجاوے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو میں دس یا سو درم تجھسے لونگا اور اگر تیرا تیر سبقت کریگا
تو میں کچھ نہ دونگا وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لانہ یصیر قمارا اور مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقت میں دونوں جانبوں سے مال مشروط
ہوا ہو اسواسطے کہ یہ قمار اور جوا ہوگیا اسلیے کہ قمار وہ ہے جسمین جانبین برابر ہوں احتمال غرامت میں کذا فی الزیلعی الا اذا ادخلا ثالثا محللا بینہما
بفرس کفو لفرسیہما یتوہم ان یسبقہما والا لم یجز ثم اذا سبقہما اخذ منہما وان سبقاہ لم یعطہما وفیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحبہ
جانبین کا مال مشروط حرام ہے مگر اسصورت میں حرام نہیں جبکہ دونوں نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کر لیا بشرطیکہ اوسکا گھوڑا دونوں شخصوں کے
گھوڑے سے اسطرح برابر ہو کہ اوسکا آگے بڑھجانا دونوں گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اوسکا گھوڑا ایسا نہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں پھر اگر تیسرا محلل گھوڑا بڑھ گیا
تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا اونکو کچھ نہ دیگا اور دونوں شخص آپسمین جو بڑھ جاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا
ہم محمد نے کتاب میں کہا کہ ثالث کو اسوقت جواز کا حیلہ ہوگا جبکہ اوسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اوسکی سبقت دونوں سے متیقن ہو یا اوسکا
مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہیں عالمگیری میں ہے کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھپر تو تیرے
واسطے اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت کروں تو میں اتنا لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نہ پاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے
سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں پر سبقت کرے تو دو تو نگا مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھپر سبقت کریں تو ہم کچھ نہ لیں تو از راہ استحسان یہ جائز ہے انتہی اس سے
معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتیں ہیں زیلعی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ ثالث پر کچھ غرامت نہیں قطعا ولیقینا ہر تقدیر پر اوسمین تو فقط یہی احتمال ہے
کہ یا دیگا یا نیاویگا تو اس سبب سے قمار ہونا ثابت نہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوئی اسواسطے کہ قمار وہ ہے جسمین جانبین احتمال غرامت میں مساوی ہوں کذا
فی الطحطاوی وکذا الحکم فی المتفقہۃ فاذا شرطا لمن معہ الصواب صح وان شرطاہ لکل علی صاحبہ لا درر ومجتبی اور اسیطرح کا حکم ہے فرق فقہا
کی مسابقت میں سو جبکہ مال شرط ہوا اوسکے واسطے جسکے ساتھ صواب اور حق ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا ہر شخص کیواسطے دوسرے ساتھی پر تو
صحیح نہیں کذا فی الدرر والمجتبی ہم جب صاحب حق کیواسطے مال مشروط ہوا تو یہ قمار کیصورت نہیں اسواسطے کہ احتمال زیادت ونقصان ہر شخص میں موجود ہے
بلکہ حلت مال کی یہ صورت ہے کہ مال مسلما ناید کو دیا جاوے اگر حق کو تنہا اوسکی جانب ظاہر ہوا اور اگر دوسرے کیطرف حق کر ثابت ہو تو وہ کچھ نہ دیوے یا تیسرے

نفسیر کو داخل کرین اگر مسئلہ مین صورت کا محتمل ہوا اور مال سیکے کیواسطے مقرر کرین اگر اسکی حق گوئی ظاہر ہوا اور اگر دو نو نہین سے ایک شخص کی حق گوئی ثابت ہو
تو تیسرے پر کچہہ نہین کذا فے الطحطاوی والمصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتلہی فتکرہ برجندی اور کشتی کرنا بدعت نہین مگر بقصد بازی اور لہو ولعب کے تو
مکروہ ہے کذا فے البرجندی ھم جواہر الفتاوی مین ہی کہ کشتی بدعت نہین مگر بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تاکہ کفار سے
جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاویگا واما السباق بلا جعل فیحل فی کل شیء کما یاتی اور باہم سبقت کرنا بدون اشتراط مال کے
تو ہر چیز مین حلال ہے چنانچہ مسائل شتی مین آویگا وعند الشافعیۃ المسابقۃ بالاقدام والطیور والبغال والسباحۃ والصولجان والبندق والتقف
ورمی الحجر واشالتہ بالید والشباک والوقوف علی رجل ومعرفۃ ما بیدہ من زوج او فرد واللعب بالخاتم وکذا یحل کل لعب خطر لحاذق تغلب سلامتہ
کرمی لرام وصید الحیۃ ویحل التفرج علیہم حینئذ وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یفید حل سماع الاعاجیب والغرائب من کل ما لا یتیقن کذبہ
بقصد الفرجۃ لا الحجۃ بل وما یتیقن کذبہ لکن بقصد ضرب الامثال والمواعظ وتعلیم نحو الشجاعۃ علی السنۃ الادمیین او حیوانات ذکرہ ابن حجر
اور شافعی مذہبون کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدمون سے اور پرندہ اور بیل اور پانی مین تیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور کشتی اور پتہر اسکے
اور زمین سے ہاتھ اوٹھا دینے اور اونگلیان قینچی کرکے پنجہ کرنے اور ایک پانو پر کھڑے ہونے اور بوجہنے مین کہ دوسرے شخص کے ہاتھ مین کیا ہی جفت یا
طاق اور انگوٹھی سے بازی کرنے مین اور اسیطرح حلال ہے ہر بازی خطرناک ماہر تجربہ کار کو جسکا سلامت رہنا خطرہ سے اکثری امر ہے چنانچہ تیر اندازی تیر انداز کو اور
سانپ کا پکڑنا اور اوسپر اوسوقت مین تماشا دیکھنا بھی حلال ہے اور یہہ حدیث کہ بات نقل کرو بنی اسرائیل سے اسکی مفید ہی کہ عجائب غرائب کی سماعت کرنا تمام
ان حکایات سے جسکا کذب بالیقین ثابت نہین درست ہی بانبساط خاطر کیواسطے بلکہ جسکا کذب یقینی ہے اوسکی بھی سماعت حلال ہے لیکن بغرض ضرب المثل اور نصائح
کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کیواسطے آدمیون یا جانورونکی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ ودمنہ اور طوطی نامہ ہے ایسا ذکر کیا ہی ابن حجر شافعی نے ھم
طحطاوی نے کہا مین نہین جانتا کہ وجہ شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہ یہان اسکا ذکر کرنا ایسا وہم مین البتہ ڈالتا ہی کہ قواعد حنفیہ بھی اسکو مقتضی ہین حالانکہ ایسا
نہین ہے بلکہ قواعد مذہب اسکی مقتضی ہین کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام لہو ہین واللہ اعلم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح پر ہی ایک
یہہ کہ اوسمین مذاکرہ علم کا ہو تو وہ بہتر ہے سور منبر سے دوسری یہہ کہ حکایات کاذبہ اور مضحکہ ہو تو وہ مکروہ ہے تیسرے یہہ کہ دفع وحشت کیواسطے بات چیت
ہو اور دروغگوئی اور قول باطل سے اجتناب ہو تو اوسکا مضائقہ نہین لیکن ترک اسکا افضل ہے اور جب ایسا کرین تو لائق ہے کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح
اور استغفار کیطرف رجوع کرین تا امر خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ وغیرہ ذلک کو پوچہنا قول مختار یہہ ہے کہ اسکی پوچہنے مین اور خبر دینے مین مضائقہ نہین
چنانچہ خلاصہ مین ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہین اور آگے مذکور ہوگا کہ جن قصون کی کچہہ اصل نہین وہ مزور ہین کذا فی الطحطاوی
ویستحب قلم الاظافیر الا للمجاہد فی دار الحرب فیستحب توفیر شاربہ واظفارہ یوم الجمعۃ وکونہ بعد الصلوۃ افضل الا اذا اخرہ الیہ تاخیرا
فیہ ... لان من کان ظفرہ طویلا کان رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن ترشنا مستحب ہی مگر غازی کو دار الحرب مین ہو اوسکو موچہین اور ناخن بڑہانا
مستحب ہی اور ناخن ترشنا بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر جبکہ جمعہ کے دن تک تاخیر کی ہو بہت سی تاخیر کرکے تو اسطرح جمعہ پر ملتوی رکہنا مکروہ ہی اسواسطے کہ
جسکا ناخن دراز ہوگا اوسکا رزق تنگ ہوگا ھم لائق یون ہی کہ ناخن تراشے اور بال منڈہوے زمین کے اندر دفن کردے اور اگر اونکو پہینک دے تو مضائقہ
نہین اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ مین پہینک دے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الخانیہ غیاثیہ مین ہی کہ چار چیزین دفن کرنا چاہیے
ناخن اور بال اور خون اور لتہ حیض کا وفی الحدیث من قلم اظافیرہ یوم الجمعۃ اعاذہ اللہ من البلایا الی الجمعۃ الاخری وزیادۃ ثلثۃ ایام دیرہ
حدیث مین ہی کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالی اوسکو بلاؤن سے محفوظ رکہے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فے الدرر
وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم من قلم اظفارہ مخالفا لم یر فی عینیہ رمدا ابدا یعنی کقول علی رضی اللہ عنہ سے قلموا اظفارکم بالسنۃ والادب یمینہا خوابس
یسارہا اوخسب دیبانہ وتمابہ فی مفتاح السعادۃ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو اپنے ناخن مخالف تراشے اوسکی آنکہہ کبھی جوش

اکرم بینے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی مانند کہ اپنے ناخن کا ٹو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خوابس الدبابان ازخسب ہے اور اسکا بیان اور پورا ذکر
مقاصد الحسنۃ میں ہے ھم اس بیت میں ہر حرف سے انگلی کے نام کیطرف اشارہ ہو تو خا بجہ سے مراد خنصر اور میم سے وسطی اور الف ابہام اور ب بنصر اور سین سے سبابہ
اور بائیں ہاتھ میں ہے علی ہذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ یہ نسبت علی مرتضی کیطرف باطل اور موضوع ہے وفی شرح الغزنویۃ ویروی انہ صلی اللہ علیہ
وسلم بدأ بمسبحۃ الیمنی الی الخنصر ثم بخنصر الیسری الی الابہام وختمہ بابہام الیمنی وذکر لہ الغزالی فی الاحیاء وجہا وجیہا اور شرح غزنویہ میں ہے
اور مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ناخن ترشوانا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی انگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائیں ہاتھ سے شروع کیا داہنے
ہاتھ کے انگوٹھے تک اور ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں اسکی وجہ معقول بیان کی ہے ھم وجہ مذکور یہ ہے کہ داہنا ہاتھ
بائیں سے بلاشک افضل ہے اور داہنے ہاتھ میں کلمہ شہادت کی انگلی تمام انگلیوں سے افضل ہے تو اسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اسکی جانب یمین جو انگلی ہو اوس
کے بعد بنصر اور اوسکے بعد خنصر پھر داہنے ہاتھ اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ملاؤ تو بائیں ہاتھ کی خنصر جانب یمین ہے علی ہذا القیاس تا ابہام یمنی
اور یمین افضل ہے شمال سے لہذا اختتام ہوا ابہام یمنی پر واللہ اعلم ولم یثبت فی اصابع الرجل نقل والاولی تقلیمہا کتخلیلہا اور پاؤں کی انگلیوں
میں روایت ثابت نہیں اور بہتر ہے پاؤں کے ناخن ترشوانا اوسکے خلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا خنصر یمنی سے اور اختتام خنصر یسری پر قلت وفی
المواہب اللدنیۃ قال الحافظ ابن حجر انہ یستحب کیف ما احتاج الیہ ولم یثبت فی کیفیتہ شیء ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں
کہتا ہوں اور مواہب لدنیہ میں ہے کہا حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی نے کہ ناخن ترشوانا مستحب ہے جسطرح کہ اوسکی حاجت ہو اور اسکی کیفیت میں کچھ روایت
ثابت نہیں اور نہ اوسکے واسطے روز مقرر کرنے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت ہے ھم تقلیم اظفار وغیرہ میں جو احادیث مذکور ہوئی ہیں
محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہیں وما یعزی من النظم فی ذلک للامام علی ثم لابن حجر قال شیخنا انہ باطل در کیفیت تقلیم اظفار
میں جو نظم کہ امیر المومنین علی مرتضی کیطرف پھر ابن حجر کیطرف منسوب ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہے ویستحب حلق
عانتہ وتنظیف بدنہ باغتسال فی کل اسبوع مرۃ والافضل یوم الجمعۃ وجاز فی کل خمسۃ عشر وکرہ ترکہ وراء الاربعین مجتبی اور موی زہار کا
مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرنے سے مستحب ہے ہر ہفتے میں ایکبار اور جمعہ کا دن اسکے واسطے افضل ہے اور جائز ہے ہر پندرہ دن میں اور ترک کرنا
حلق اور اغتسال کا چالیس دن سے زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتبی ھم یعنی مکروہ تحریمی چنانچہ مجتبی کی اس عبارت سے نکلتا ہے کہ بعد اربعین کچھ عذر نہیں اور وہ
وعید کا مستحق ہے غرائب میں ہے کہ حلق عانہ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موی زہار رفع کرنا بھی جائز ہے اور بغل کے بال دور کرنا اوکھاڑنے
اور مونڈنے سے درست ہے لیکن اوکھاڑنا افضل ہے قنیہ میں ہے کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے میں ترک ادب ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ حلق الشارب
بدعۃ وقیل سنۃ ولا باس بنتف الشیب واخذ اطراف اللحیۃ والسنۃ فیہا القبضۃ اور مجتبی میں ہے کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے اور قول ضعیف
یہ ہے کہ سنت ہے اور مضائقہ نہیں ہے سپید بال کے اوکھاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے کتر ڈالنے میں اور داڑھی میں قبضہ بھر رکھنا سنت ہے ھم
محیط سرخسی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ مرد اپنی داڑھی قبضہ میں پکڑے جسقدر قبضہ سے باہر ہو اوسکو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہے محمد نے کتاب الآثار
میں امام اعظم سے محمد نے کہا اسی کو ہم لیتے ہیں انتہی مجتبی میں ہے کہ اتنا موچھ کا کترنا کہ لب بالا کے کنارے کے ساتھ برابر ہو جاوے یہ سنت
ہے بالاتفاق انتہی غرائب میں ہے کہ نتف بنیکین یعنی زیر لب کے دونو طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہے قنیہ میں ہے کہ ناک کے بال اکھاڑنا مورث آکلہ ہے کذا فی
الطحطاوی وفیہ قطعت شعر راسہا اثمت ولعنت زاد فی البزازیۃ وان باذن الزوج لانہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل
قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال انتہی اور مجتبی میں ہے کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہے اور اوس پر لعنت ہے بزازیہ میں
اتنا زیادہ کہا اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہوں اس واسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ میں جائز نہیں اور اسی واسطے حرام ہے مرد پر
دوسرے مرد کی داڑھی کا قطع کرنا اور معنی موثر یعنی علت فقہی قطع موی زن کی حرمت میں مشابہت پیدا کرنا ہے مردوں سے اور عورت کی تشبیہ ہر حال جائز نہیں ہے اہ

نا في البزازية قلت فاما حلق رأسه ففي الوهبانية قال وقد قيل حلق الرأس في كل جمعة يحب وبعض بالجواز يعبر مین کہتا ہون اور سر مونڈنے کو تو وہبانیہ مین کہا ہو کہ بعضون نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ مین مستحب ہو اور بعضی اسکو جائز کہتے ہین مستحب رجل تعلم علم الصلوة او نحوه ليعلم الناس وآخر ليعمل به فالاول افضل لانه متعد یعنی ایک مرد ہے کہ نماز یا اوسکی مانند علم دین سیکھتا ہے تا لوگونکو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہو تا اوسپر عمل کرے تو پہلا شخص افضل ہے اسواسطےکہ اوسکے علم کا فائدہ غیرونکو بھی پہونچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اوسکی ذات کو مخصوص ہے اول غیرکو نفع پہونچاتا ہو اور ثانی اپنی خیر بناتا ہے وروی مذاکرة العلم ساعة خير من احياء ليلة اور روایت مین آیا ہو کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایکساعت بہتر ہو ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرط حسن نیت ھم عالمگیریہ مین ہے کہ علم اور فقہ کی طلب فرض ہو اور جبکہ نیت صحیح ہو تو تمام نیک اعمال سے افضل ہے اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہے اسواسطےکہ اوسکا فائدہ عام تر ہو لیکن اس شرط سے کہ ادای فرائض مین نقصان واقع نہو اور صحت نیت یہہ کہ رضای حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب دنیا اور جاہ اور حشمت کا اور اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضون کے نزدیک یہہ بھی صحت نیت مین داخل ہو کذا فی ذخیرة الکردری اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہو تو بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھ چکے تو سزاوار یہہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین اور شمائل صالحین مین نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوای اسکے فرض نہین پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہین علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہو وہ معرفت معبود کا علم ہو بعد اسکے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جسکے واسطے انبیا علیہم السلام مبعوث ہوئے تیسرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز پنجگانہ اور طلوع فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہو اور ایک علم اور ہے جسکا نفع آخرت مین نہین وہ علم جدل اور مناظرات کا ہو تو اوسکے اشتغال مین عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اوس سے الزام خصم ہے نہ اظہار حق کذا فی الطحاوی مختصر اوله الخروج لطلب العلم الشرعي بلا اذن والديه لو ملتحيا و تمامه في الدرر اور نوجوان کو علم شرعی کی طلب کیواسطے سفر کرنا اپنے والدین کے بلا اذن درست ہو اگر وہ داڑہی والا ہو اور پورا بیان درر مین ہو ھم اور اگر امرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہو اور مراد علم شرعی سے علم کلام اور مانند اسکی جو ہذیان فلاسفہ اور انکے اباطیل سے مملو ہو نہین تمام کما فی الدرر

واذا كان الرجل يصوم ويصلي ويضر الناس بيده ولسانه فذكره بما فيه ليس بغيبة حتى لو اخبر السلطان بذلك ليزجره لا اثم عليه اور جبکہ ایک شخص نماز پڑہتا اور روزہ رکہتا ہو اور لوگونکو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھہ اور زبان سے تو اوسکی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہین یہانتک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دے تاکہ وہ اوسکو ڈانٹے تو مخبر پر کچہہ گناہ نہین ھم اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت مین نہین کہ وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہو اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اوسکا ذکر کرنا غیبت مین داخل ہے وقالوا ان علم ان اباه يقدر على منعه اعلمه لو بكتابة والا لا كيلا تقع العداوة وتمامه في الدرر اور فقہا نے کہا کہ اگر جانتے کہ اوسکا باپ اوسکے منع کرنے پر قادر ہے تو اوسکو آگاہ کر دے اگرچہ اعلام لکہہ بہیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نکرے تاکہ باپ اور بیٹے مین عداوت نہ پڑجاوے اور پورا اسکا بیان درر مین ہے وكذا لا اثم عليه لو ذكر مساوي اخيه على وجه الاهتمام لا يكون غيبة انما الغيبة ان يذكر على وجه الغضب يريد السب اور اسیطرح اوسپر گناہ نہین اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیان ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنیکے اور اسطرحکا بیان عیوب غیبت نہین ہو غیبت تو یہی ہے کہ عیب ذکر کرے بوجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور عیب جوئی کا قصد کرکے ولو اغتاب اهل قرية فليس بغيبة لانه لا يريد به كلهم بل بعضهم وهو مجهول خانية فتباح غيبة مجهول ومتظاهر بقبيح ولمصاهرة ولسوء اعتقاد تحذيرا منه ولشكوى ظلامة للحاكم شرح وهبانية اور اگر ایک گانون والونکی غیبت کرے تو وہ غیبت محرمہ نہین ہے اسواسطےکہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والون کا ارادہ نہین کرتا ہو بلکہ بعض لوگونکا قصد رکہتا ہو اور وہ بعض مجہول ہین معین نہین کذا فی الخانیہ تو غیبت مباح ہی پانچ شخصونکی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہو تیسری مصاہرت یعنی ناتا رشتہ کرنیکی وجہ سے چوتھی بداعتقادی کے سبب سے تاکہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچوین حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ھم مصاہرت کی صورت یہہ ہو کہ ایک شخص نے کہین نکاح کا ارادہ کیا اور دوسرے سے مشورہ لیا تو اوسکی عیب کا بیان کر دینا درست ہو اور اسیطرح اگر معاملہ یا اوسکے ساتھہ سفر کا

[illegible]

اما وہ کیا یا کوئی چیز ہے یا کوئی قسم کیا اور وہ اسکا عیب نہیں جانتا ہے تو صاحب متشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہے اور اسیطرح روات اور شہود میں مجروح
کی جرح جائز ہے اسیطرح مصنفین اور مبتدعین کا جرح سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہے اور ایسے ہی مفتی سے اسطرح فتوی پوچھنا درست ہے کہ مجہپر فلانے شخص
نے یہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہے اسکا شرع میں کیا حکم ہے اور تعیین کیواسطے القاب مشہورہ کا ذکر کرنا چنانچہ فلانا بہرا یا لنگڑا درست ہے یہہ غیبت میں
داخل نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا وکما تکون الغیبۃ باللسان صریحا تکون ایضا بالفعل وبالتعریض وبالکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وبغمز
العین والاشارۃ بالید وکل ما یفہم منہ المقصود فہو داخل فی الغیبۃ وھو حرام اور جیسے صریحا زبان سے غیبت ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے اور تعریض
یعنی قول غیر صریح سے اور لکہنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت میں داخل
ہے اور وہ حرام ہے ہم غیبت فعلی جیسے کسیکی رفتار اور افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یون کہنا کہ مین طفیلی نہین ہون ومن ذلک ما قالت عائشۃ
رضی اللہ عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومأت بیدی ای قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتبتہا اور منجملہ غیبت فعلی کے وہ روایت
ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پہر جب وہ پلٹ چلی تو مین نے ہاتہ سے اشارہ کیا یعنی وہ ٹہگنی ہے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فہو غیبۃ بل اشد لانہ اعظم فی
التصویر والتفہیم اور اوسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرنا ہے چنانچہ لنگڑا کر چلنا یا جسطرح کہ وہ چلتا ہے تو نقل کرنا بھی غیبت ہے بلکہ غیبت فعلی بدتر
ہے غیبت قولی سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم میں زیادہ تر اور عظیم تر ہے قولی سے ومن الغیبۃ ان یقول بعض من مر بنا الیوم او بعض من رأیناہ
اذا کان المخاطب یفہم شخصا معینا لان المحذور تفہیمہ دون ما بہ التفہیم واما اذا لم یفہم عینہ جاز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور منجملہ غیبت یہہ ہے
کہ کہے کہ جو شخص آج کے دن ہمارے پاس ہوکر نکلا یا جسکو ہمنے دیکہا وہ ایسا ہے یہہ قول اوسوقت غیبت ہے جب کہ مخاطب معین شخص کو سمجہے اسواسطے
کہ محذور اور ممنوع تفہیم شخص ہے نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہو اور جبکہ مخاطب اوسکی ذات کو نہ سمجہے تو جائز ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ
مین ہے ہم اور بعض نسخہ مین بجای شرح وہبانیہ کے شرح شرعہ ہے وفیہا الغیبۃ ان تصف اخاک حال کونہ غائبا بوصف یکرہہ اذا سمعہ
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل ارأیت
ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور مین ہے کہ غیبت یہہ ہے کہ اپنے بہائی کے
غائب ہونے کیوقت اوسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے جو اوسکو برا لگے جبکہ وہ اوسکو سنے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے اصحاب نے کہا اللہ اور اوسکا رسول زیادہ تر دانا ہے فرمایا کہ اپنے بہائی مسلمان کا وہ حال بیان
کرنا جو اوسکو مکروہ معلوم ہوتا ہے کسی نے کہا کہ یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بہائی مین وہ عیب واقعی ہو جو مین کہتا ہون تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا
کہ اگر اوسمین وہ عیب ہے جسکو تو کہتا ہے تو تو نے اوسکی غیبت کی اور اگر وہ عیب اوسمین نہین ہے تو البتہ تو نے اوسپر بہتان باندہا یعنی عیب واقعی کا
ذکر کرنا بھی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہین بلکہ بہتان اور افترا ہے غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی
نہین تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہے اور جو حکم مرد و مین ثابت ہے وہ عورتون مین بھی ثابت ہے الا بدلیل مخصص اور جسطرح غیبت حرام ہے ویسا ہی اوسکا
استماع بھی حرام ہے حق تعالی اس بلای عام سے ہمکو نجات بخشے آمین حدیث مذکور ابو داؤد اور ترمذی مین ہے ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہے
واذا لم تبلغہ یکفیہ الندم والا شرط بیان کل ما اغتابہ بہ اور جس شخص کی غیبت کی اور اوسکو اوسکی خبر نہین پہنچی تو غیبت کرنے سے ندامت اور
شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہے اور اگر اوسکو غیبت کی خبر پہنچ گئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اوسکا بیان کرنا مغتاب کے سامنے اور معاف کروانا شرط
ہے نزع گناہ مین ہم یعنی در صورت عدم علم مغتاب توبہ کفایت کرتی ہے اور در صورت علم اوسکے سامنے یون بیان کرنا چاہیے کہ مین نے تیری یون
غیبت کی ہے سو تو اوسکو معاف کردے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا ظاہرا ابرائے عامہ کفایت کریگی واللہ اعلم وصلاتہ اتم

واجبة ولو كانت بسلام وتحية وهدية ومعاونة ومجالسة ومكالمة وتلطف واحسان اور صلہ رحم یعنے عطا اور حسن سلوک
قرابت والون سے واجب ہے اگرچہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ بھیجنے اور مددگاری اور ہمنشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی کرنے اور
احسان سے ہو ويزورهم غبا ليزيد حبا بل يزوروا قرابته كل جمعة او شهر ولا يرد حاجتهم لانه من القطيعة في الحديث ان الله يصل من
وصل رحمه ويقطع من قطعها وفي الحديث صلة الرحم تزيد في العمر وتمامه في الدرر اور ملاقات کیا کرے اپنی قرابت والون سے ایک روز درمیان
دیکر تاکہ محبت زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنے ہر سات دنمین یا ہر مہینے مین اور اونکی حاجت کو نہ رد کرے اسواسطے کہ حاجت روائی نکرنا قطع
رحم مین داخل ہے حدیث مین ہے کہ مقرر حق تعالے احسان کرتا ہے اوس سے جو اپنی برادری سے احسان کرتا ہے اور قطع کرتا ہے اوس سے جو اپنی برادری سے
قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ قرابت والون کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہے اور اسکا پورا بیان درر مین ہے ؏ درر مین ہے کہ ہر قبیلہ
اور عشیرہ کمک اور مددگاری مین غیرون پر بمنزلہ ذات واحد کے ہے اظہار حق مین اسلئے ہے اور مددگاری قرابت والیکی اوس شرط پر ہے جبکہ وہ مخالف شرع
کے ہو اور نہین تو اوسکا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہے تبیین المحارم مین ہے اختلاف ہے اوس قرابت مین جسکی معاونت واجب ہے بعضون نے کہا کہ قریب محرم
مراد ہے اور بعضون نے کہا ہر قرابت دار مراد ہے محرم ہو یا نہو تو اگر قرابت والون کے پاس ہو تو اونکو ہدیہ دینا اور اونکی ملاقات کرنا واجب ہے اور اگر احسان کی
کی قدرت نہین تو ملاقات کرنا اور اونکے کام مین اعانت کرنا لازم ہے اگر اونکو اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اوسکی
دشمنی سے قطع احسان نکرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اگر اہل قرابت سے دور ہو تو خط لکھا کرے اور اونکی ملاقات کیواسطے چلنا افضل ہے اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ
کی مانند ہے اور اسیطرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور خالہ مان کی مانند ہے مان کے بعد اور چچا باپ کی مانند ہے حسن سلوک مین بنا بر ایک قول کے اور صلہ رحمی
مین دس فضیلتین ہین ۱ خشنودی حق تعالی کی ۲ ادخال سرور ۳ فرشتونکا خوش کرنا ۴ نیک نامی ۵ شیطانکو غمگین کرنا ۶ عمر کا زیادہ ہو جانا ۷ رزق مین
برکت ہونا ۸ سرور اموات ۹ محبت زیادہ ہونا ۱۰ ثواب زیادہ ہونا موت کے بعد اسواسطے کہ جب اوسکا احسان یاد کرینگے دعاء خیر کرینگے زیادت
عمر کی تاویل مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ بعد موت کے اوسکا ثواب لکھا جاتا ہے تو گویا وہ زندہ ہے اور
بعضون نے کہا کہ لوح محفوظ مین طول عمر صلہ رحمی پر معلق ہے كذا في الطحطاوي بخاری اور مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے کہ رحم یعنی قرابت عرش سے معلق ہو کہتی ہے جو مجھسے جوڑے اللہ اوس سے جوڑیگا اور جو مجھسے توڑے اللہ اوس سے توڑیگا اور بخاری مین ابوہریرہ
سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے
اور ترمذی مین روایت ہے کہ اپنے انساب کو سیکھو تاکہ اونسے صلہ رحمی کرو اسواسطے کہ صلہ رحمی سے قرابت والون مین محبت ہوتی ہے اور مال مین برکت اور موت
مین تاخیر ہوتی ہے اور نسائی مین سلمان بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محتاج کی خیرات مین فقط ایک ثواب ہے خیرات کا اور قرابت
والیکے دینے مین دو ثواب ہین ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا كذا في تيسير الوصول ويسلم المسلم على اهل الذمة لو له حاجة اليه والا كره
وهو الصحيح كما كره للمسلم مصافحة الذمي كذا في نسخ الشرح واكثر المتون بلفظه ويسلم فاولته بما هذا ولكن بعض نسخ المتن لا يسلم وهو
الحسن لا يسلم فافهم اور سلام کرے مسلمان ذمیونکو اگر مسلمان کو ذمی کیطرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان
کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے ایسیطرح شرح مصنف اور متن کے اکثر نسخونمین بلفظ ویسلم کے وارد ہے تو مین نے اوسکی یون تاویل اور توجیہ کی یعنی سلام مسلم
ذمی کو بشرط حاجت جائز ہے اور بلا حاجت مکروہ ہے لیکن متن کے بعض نسخونمین ولا یسلم ثابت ہے اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر اور سالم
ہے تاویل سے تو اسکو سمجھ لے ؏ فتاوی عالمگیری مین ہے مجاہد نے کہا کہ جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت مین تو یون سلام لکھے السلام على
من اتبع الهدى اسلئے کراہت مصافحہ ذمی غیر ہمسایہ پر محمول ہے اور اگر ہمسایہ ہو تو قنیہ مین ہے کہ ہمسایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہے جبکہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ
سے اوسکو رنج ہوتا ہو محیط مین عبد الرحمن کاتب سے منقول ہے کہ اگر مسلمان ایکدو بار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کہانا کہانے مین مبتلا ہو تو مضائقہ نہین

ہمسر سمجھی کرنا مکروہ ہے ذخیرہ میں ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست ہے اور وعلیکم سے زیادہ نکہے اور اوس سے ابتداء سلام کی نکرے سوا علیک کے جس سے اوسکی
تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اوسکی طرف حاجت ہو تو ابتداء سلام میں مضائقہ نہیں اور اوسکے واسطے دعاء مغفرت نکرے لیکن دعاء ہدایت درست ہے اور طول عمر
کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت
ومن لم تعرف قال ھذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یسلم ابتداء علی کافر لقوله علیه الصلوۃ والسلام لا تبدؤا الیھود والنصاری بالسلام
فاذا لقیتم احدھم فی طریق فاضطروہ الی اضیقه رواہ البخاری اور عینی کی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث میں کہ کونسا اسلام یعنی کونسی خصلت اسلام کی
بہتر ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلاوے اور سلام کرے اوسکو جسکو تو پہچانتا ہے اور جسکو نہیں پہچانتا عینی نے کہا اور یہ تعمیم سلام مخصوص مسلمین سے تو کافر کو ابتداء السلام نکرے بدلیل اس
حدیث کے جسکو بخاری نے روایت کیا کہ یہود و نصاریٰ کو ابتداء السلام نکیا کرو پھر جب تم اونمیں سے کسیکو راہ میں ملو تو اوسکو تنگ راہ کیطرف
مضطر کرو ھم تنگ راہ میں دھکیل دینا اوس صورت میں ہے جبکہ اسکا امکان ہو اور ضرر کا خوف نہو یعنی اسلام کی شوکت کے سبب وکذا یخص منه الفاسق
بدلیل آخر اور اسیطرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب ھم فاسق سے فاسق معلن مراد ہے بدستور فتاوی عالمگیری میں ہے
کہ کافر اور مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتبی میں ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اوسکا فسق اعلان کے
ساتھ نہو تو مکروہ نہیں اور یہ اوس صورت میں ہے جبکہ خوف نہو اور ضرورت داعی ہو کذا فی الطحطاوی واما من شك فیه فالاصل فیه ابقاء
علی العموم حتی یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور کفر میں شک ہو تو اوسمیں باقی رکھنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہانتک کہ خصوص ثابت
ھم اور اگر فاسق اور صالح ہونے میں شک واقع ہو تو اوسکا اعتبار نہیں بلکہ مسلمین کے ساتھ حسن ظن لازم ہے ویمکن ان یقال ان الحدیث الذی
کان فی ابتداء الاسلام لمصلحة التالیف ثم ورد النھی انتھی فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یوں کہا جاوے کہ حدیث مذکور یعنی عموم سلام کی حدیث ابتداء
اسلام میں تھی تالیف قلوب کی مصلحت سے پھر کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہوگئی انتھی کلام العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ولو سلم یھودی
او نصرانی او مجوسی علی مسلم فلا باس بالرد ولکن لا یزید علی قوله وعلیك کما فی الخانیة اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام
کرے تو اوسکو جواب دینے کا مضائقہ نہیں ولیکن وعلیک سے زیادہ نکہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے ھم یعنی جواب میں فقط وعلیک کہے وعلیک السلام
نکہے اسواسطے کہ کافر کبھی مسلمان کو السام علیک کہتا ہے یعنی تجھپر موت ہو اور گاہے کہتا ہے السلام علیک بکسر سین یعنی تجھپر پتھر ہے تو جب وعلیک کہا تو
اوسکا قول اوسی پر ڈالا گیا ہو ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت
سے تو کافر ہو جاویگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے ولو قال للمجوسی یا استاد تبجیلا کفر کما فی الاشباہ اور اگر مجوسی کو کہے یا استاد تعظیم کی راہ
سے تو کافر ہو جاوے چنانچہ اشباہ میں ہے وفیھا لو قال للذمی اطال الله بقاءك ان نوی بقلبه لعله یسلم او یؤدی الجزیة ذلیلا فلا باس به
اور اشباہ میں ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا کہ حق تعالی تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دلمیں یہ نیت کرے کہ شاید وہ اسلام لے آوے یا
سمجھ کر مسلمان ہو جاوے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ھم یہ جو ہندوستانی نصاری کے نوکر عمر اقبال [illegible] اونکو دوام اقبال
لکھتے ہیں سو حرام ہے اسلئے کہ کفار کی خیرخواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دلمیں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہو مگر یہ نیت کون کرتا
ہے ولا یجب رد سلام السائل لانه لیس للتحیة ولا من یسلم وقت الخطبة کما فی الخانیة بھیک مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں
فی الخانیة ھم قاضی پر محکمہ میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہو انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرأت قرآن میں مشغول ہے اور مذاکرہ علم کے وقت اور اذان
اور اقامت کے حالمیں جواب سلام کا دینا واجب نہیں عنایہ میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ ان مواضع میں جو بدلالت تشبیہ [illegible]
اور کبڑا بیٹھے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچھے آتا ہو وہ آگے والے کو سلام کرے اسلئے کہ سلام موضوع ہے اسلئے کہ [illegible] خوف زائل
ہو جاوے یا ایک کا خوف [illegible] ہو یا تواضع کیواسطے جو مومن کو مناسب ہے یا تعظیم کیواسطے تو سلام سے مقصود [illegible] یا محبت حاصل کرنا یا استدعاء مکروہ

تو سوار کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کیواسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کیواسطے ہے اور چھوٹے کا سلام کبیر کو توقیر کیواسطے ہے ہر چند یہ
قول ہے نووی شافعی کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہے محیط مین ہے کہ ثواب کسکا زیادہ ہے بعض نے کہا جواب دینے والیکا اور بعضون نے
کہا سلام کرنیوالے کا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفیہا واذا اتی دار انسان یجب ان یستأذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم ولو
فی فضاء یسلم اولا ثم یتکلم اور خانیہ مین ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گہر جائے تو سلام سے پہلے یہہ واجب ہے کہ گہر مین داخل ہونے کی اجازت طلب کرے
پہر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے بعد بات کرے اور اگر وہ شخص گہر مین نہو میدان مین ہو تو اول سلام کرے یعنی اسصورت مین دخول کی
اجازت مانگنے کی حاجت نہین ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برد غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے
جواب دینے سے جواب دینا زید پر سے ساقط نہوگا ولو قال یا فلان او اشار لمعین سقط اور اگر یون کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین
شخص کو سلام کیا بدون نام لئے تو غیر کے جوابدینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے ھ اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جوابدیا
تو جواب ساقط نہوگا کذا فی تبیین المحارم وشرط فی الرد وجواب العاطس اسماعه فلو اصم یریه تحریک شفتیه انتہی اور جواب سلام مین
اور چھینک کے جواب مین اوسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنیوالا یا چھینکنے والا بہرا ہو تو اوسکو اپنی لبونکی حرکت دکہا دے یعنی تا وہ جانے کہ جوابدیا انتہی
ما فی الخانیة قلت وفی المبتغی ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانه من اهل اقامة الفرض فی الجملة بدلیل حل ذبیحته وقیل لا مین کہتا ہون اور
مبتغی مین ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگون سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اسواسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض مین فی الجملہ اہلیت رکہتا ہے
اسی دلیل سے کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب دینے سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہین ہوتا وفی المجتبی ویسقط برد العجوز
دون رد الشابة والصبی والمجنون قولان وظاهر التاترخانیة ترجیح عدم السقوط اور مجتبی مین ہے کہ جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڈہی عورت کے جواب
دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب مین دو قول مین سقوط اور عدم سقوط مین اور تاترخانیہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم
علی الواحد بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسیطرح جواب سلام مین صیغہ جمع بولنا چاہیے ھ یعنی ایک شخص کو بہی السلام علیک
نکہے بلکہ السلام علیکم اور جواب مین وعلیکم السلام کہے اسواسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اسکے ہر مسلمان کے ساتھ فرشتے بہی ہوتے ہین تو جمع
کے لفظ سے وہ بہی داخل ہو جاوین طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہہ ہے کہ السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ کہے اور جواب دینے والا بہی ایسا ہی
کہے واو عطف زیادہ کرکے یعنی وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بہی درست ہے اور اگر یون سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو
مجیب دونون صورتون مین سلام علیکم والسلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی ولا یزید علی وبرکاته اور زیادہ نکرے
وبرکاتہ پر ھ ابن عباس نے کہا کہ ہر شے کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکات ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور
اور سلام کا جواب اور چھینکنے والیکا جواب فی الفور واجب ہے ھ ظاہرا تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جوابدینے سے مرتفع نہوگا بلکہ توبہ سے
کذا فی الطحطاوی ویجب رد جواب کتاب التحیة کرد السلام اور خط کے اندر لکہے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے کہ
غائب کیطرف سے خط بمنزلہ خطاب کے ہے حاضر کیطرف سے کذا فی المجتبی اور لوگ اس سے غافل ہین خط پڑہکے جواب سلام کا نہین دیتے تاتارخانیہ مین ہے
کہ اگر مجلس مین دوسری بار سلام کرے تو جوابدینا واجب نہین ولو قال لآخر اقرأ فلانا السلام یجب علیه ذلك اور اگر ایک شخص نے دوسرے
سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہدینا تو اوسپر ابلاغ سلام واجب ہے یعنی اگر اوسکا سلام نہ پونہچا دیگا تو گنہگار ہوگا امام محمد نے کتاب السیر مین
وہ حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کیطرف سے سلام پونہچاوے تو اوسپر لازم ہے کہ پونہچانے والیکو اول سلام کا جواب
دے پہر غائب کو کذا فی العالمگیریة یعنی یون کہے وعلیک وعلیہ السلام ویکره السلام علی الفاسق لو معلنا والا لا کما یکره علی عاجز عن الرد حقیقة
کآکل او شرعا کمصل وقارئ ولو سلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ

نہیں جیسے کروہ ہے سلام کرنا اوسپر جو حقیقۃ جواب نہیں دیسکتا چنانچہ کہا نہر الفائق میں کیونکہ منہ میں لقمہ ہے اور وہ جبار است یا عاجز ہو جواب سے شرعا
چنانچہ نماز کا پڑہنے والا اور قرآن خوان اور اگر ان تینوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہوگا انتہی انتہی کذا فی المبتغی و فی منافی بالجب
ما یفسد الصلوۃ کما ھو فی سیف وعشرین موضعا وانہ لا یجب سلام علیکم یخبر السلام اور مصدات صلوۃ کے اپسی بہ تقدم ذکر کر چکے ہین
کراہت سلام کرنے کے چنن اور چند مقام ہیں اور دیکہہ کہ جب نہیں جواب دیا تو کہ نہ سکنے کا مجرم ہم ہے اگر سلام کے میم کو جزم کے ساتھ کہی تو بیا اور
تمہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں ہوا سلئے کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہرا عوام جو ہوا
سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنے ہین ولو دخل ولم یر احدا یقول السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان میں داخل ہوا اور کسیکو
نہ دیکہو تو یون کہی السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی ہمپر سلام ہو اور حق تعالے کے نیک بندو پر ہم عباد صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہین جو کہ
ہر فرد الیک ساتھہ میں اور حاضر ہیں ش تاتارخانیہ میں ہے کہ سلام کرنا ہر بار گہ داخل ہونے مین چاہیئے فرع مسئلہ لحقہ شارح لا یکرہ اعطاء سائل المسجد
الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کذا فی الاختیار ومتن مواھب الرحمن لان علیا تصدق بخاتمہ فی الصلوۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون
الزکوۃ وھم راکعون مسجد میں سوال کرنے والیکو دینا مکروہ ہے مگر جبکہ سائل لوگونکی گردنوں پر قدم رکھکر پہاند تا ہو تو اوسکو دینا قول مختار پر
نہیں کذا فی الاختیار ومتن مواہب الرحمن اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالی نے قرآن مجید میں یون انکی
مدح کی کہ زکوۃ دیتے ہین اور حالانکہ رکوع میں ہوتے ہین ھم یعنی وہ نماز مسجد میں تھے تو دلیل پوری ہوگئی یا جبکہ نماز میں جو افضل اعمال ہے تصدق
درست ہوا تو مسجد میں بطریق اولے درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہے کذا فی الطحطاوی واحب الاسماء الی اللہ تعالی
عبد اللہ وعبد الرحمن دوسرے اسماء حق تعالی کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن سے ھم مسلم اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ
مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن مناوی نے کہا اور عبد اللہ افضل ہے مطلقا حتے کہ
عبد الرحمن سے بھی اور ان دونامون کے بعد محمد افضل ہے پہر احمد پہر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی مین عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احب
الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب نامون مین پسند یدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عبدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ اور عبد الغفار کذا فی الطحطاوی وجاز
التسمیۃ بعلی ورشید وغیرھما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالی لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا اولی
لان العوام یصغرونھا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمیکا نام علی اور رشید رکہنا اور انکے سوا اور ان اسماء جو مشترک ہین خالق اور
مخلوق مین اونکا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق مین اسماء مذکورہ سے اونکے غیر معانی مراد ہین جو حقتعالی کے حق مین مراد ہوتے ہین لیکن انکے سوا اور نام رکہنا ہمارے زمانہ مین
بہتر ہے اسلئے کہ عوام لوگ پکارنے کیوقت اسماء مذکورہ کو حقیر کرکے پکارتے ہین کذا فی السراجیۃ ھم مثلا علی حق تعالی کے حق مین بمعنی عالی رتبہ ہر شی کی
اور آدمیکے حق مین عالی رتبہ ہے اپنے ہمسرون سے اور رشید حق تعالی کے حق مین بمعنی موصل الی الہدایۃ ودال علی الخیر اور آدمی کے حق مین تقرب الی اللہ
حاصل کرنیوالا اور جو ارشد اور مرشد ہو غیر کا تعلم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمدا لا باس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جسکا نام محمد ہو اوسکی کنیت ابو القاسم سے
رکہنے مین کچہہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ یہہ حدیث کہ میرا نام تو رکہو اور میری کنیت نہ رکہو البتہ منسوخ ہے اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند
محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکہی ھم سبب کراہت کا یہہ تہا کہ ابو القاسم کہکر یہود پکارتے تہے پہر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم انکی طرف
التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہمنے اور شخص کو پکارا نہ تمکو ویکرہ ان یدعو الرجل اباہ وان تدعو المرأۃ زوجھا باسمہ الا بما یعرفہ ایہ
مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی کذا فی السراجیۃ بلفظہ ھم چونکہ والد کا حق ولد پر اور مرد کا حق زوجہ
پر نہایت ہے لہذا وجہ تعظیم اور تکریم کے ساتہہ خطاب کرنا چاہیئے نام لینے میں ظاہرا نے ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسیکے واسطے امر ہوتا

ابن الحنفیۃ عن ابیہ ... الامر من ... (حاشیہ)

تو زوجہ کو زوج کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا وفیہا یکرہ الکلام فی المسجد وخلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث فی
البستان وعند قراءۃ القرآن وزاد فی الملتقی تبعا للمختار وعند التذکر فما ظنک بہ عند الغناء الذی یسمونہ وجدا اور سراجیہ مین
ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد مین اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلا مین اور جماع کیحالت مین اور فقیہ ابو اللیث نے بستان مین اتنا زیادہ بیان کیا
ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قران پڑھنے کیوقت اور ملتقی مین باتباع مختار اتنا اور زیادہ کہا ہے اور وعظ اور تذکیر کیوقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان
ہے قران پڑھنے کیوقت اوس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہین ھم یعنی جب کلام مباح وعظ کیوقت مکروہ ہوا تو غنا اور محرم وعظ کیوقت ظلم
عظیم ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تھا فما ظنک بالغناء عند التذکیر تاتارخانیہ مین ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نکرے مگر کلام خیر مین
اور بعضون نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نکرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر الالسن وھو لسان اھل الجنۃ من تعلمہا او علم
غیرہ فہو ماجور وفی الحدیث احبوا العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اھل الجنۃ فی الجنۃ عربی عربی زبان افضل ہے باقی زبانون
سے اور بہشتیونکی زبان عربی ہے جو اوسکو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب پاویگا اور حدیث مین وارد ہے کہ عرب کو دوست رکھو تین وجہ سے اسواسطے کہ
مین عربی ہون اور قران شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت مین عربی ہے ھم جامع صغیر مین احبوا العرب بصیغہ جمع امر حاضر ہے حاکم نے اس حدیث
کی تخریج کے بعد کہا کہ یہہ حدیث صحیح ہے اور پھر بھی روایت ہے کہ احفظونی فی العرب لثلث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور محبت عرب مین احادیث
کثیرہ وارد ہین چنانچہ عراقی نے علیحدہ کتاب اسمین تالیف کی ہے ازانجملہ افراد دارقطنی مین ابن عمر سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان وبغضہم
نفاق یعنی محبت عرب کی ایمان ہے اور عداوت اونکی نفاق ہے اور ابو الشیخ نے ابوہریرہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور اونکے
باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور ہے اسلام مین اور اونکا فنا ہوجانا ظلمت ہے اسلام مین کذا فی الطحطاوی وفیہا تطیین القبور لا یکرہ فی
المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لو احتیج للکتابۃ کیلا یذھب الاثر ولا یمتھن لا باس بہ ذکرہ المصنف فی اخر باب الوصیۃ للاقارب وقدمنا
فی الجنائز اور سراجیہ مین ہے کہ قبر پر مٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار مین مکروہ نہین اور بعضون نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی
حاجت ہوتا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہو تو مضائقہ نہین اوسکا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب مین اور ہم اسکو باب الجنائز
مین پہلے ذکر کر چکے ہین **فائدہ** زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہہ ہے کہ جسطرح میت کی حیات مین قرب یا بعد سے
زیارت کرتا تھا اوسیطرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہہ ہے کہ اپنے گھر مین دو رکعت نماز پڑہے ہر رکعت مین فاتحہ
اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورہ اخلاص تین بار پڑہے اور اوسکا ثواب میت کیواسطے مقرر کرے حق تعالی قبر کو نورانی کریگا اور پڑہنے والے کو بہت ثواب ہوگا پھر
قبرستان کیطرف چلے اور راہ مین بیہودہ اشتغال نکرے جب قبرستان مین پہنچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کہڑا ہو اور یون کہے السلام علیکم یا اہل القبور
یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر اور اگر شہید ہو تو یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور جب میت کیواسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا
کرے پھر سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت والہکم التکاثر پڑہے قران پڑہنا قبرستان مین بلند آواز سے مکروہ ہے اور آہستہ پڑہنا مکروہ نہین اور زیارت
کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ مین لیکن جمعہ مین نماز کے بعد اور ہفتہ مین طلوع آفتاب تک اور پنجشنبہ مین اول روز یا آخر روز اور اسیطرح
متبرک راتون مین چنانچہ شب برات اور اسیطرح از منہ متبرکہ مین چنانچہ عشرہ ذیحجہ اور عیدین اور عاشورا ابو بکر بن ابی سعید سے منقول ہے کہ زیارت کیوقت
سورہ اخلاص سات بار پڑہنا مستحب ہے مجکو یہہ بات پہنچی ہے کہ جو سات بار پڑہے اگر میت غیر مغفور ہے تو اوسکی مغفرت ہوتی ہے اور اگر مغفور ہے تو پڑہنے والے
کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑہے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے چالیس برس تک دور ہوجاتی
ہے قبر پر ہاتھ رکہنا بعضون کے نزدیک درست ہے اور بعضون کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہین کہ نصاری کی عادت ہے لیکن قبر والدین کے
چومنے مین مضائقہ نہین پہولون کا ڈالنا قبرون پر درست ہے اور اگر پہولونکی قیمت کو خیرات کردے تو بہتر ہے اور اخراج شمع قبرونکی طرف بدعت ہے الخ
کذا فی خزانۃ الروایۃ

فے العالمگیریۃ یکرہ تمنی الموت لغضب او ضیق عیش الا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض
خیر لکم من ظهرها ملتقطا آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ مین پڑ جانیکے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہین یعنی خوف دنیا
سے آرزو کرے تو دین کے خوف سے دلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اوسکی پیٹھ سے کذا فی الملتقط یعنی ایام فتنہ مین زمین پر رہنے
سے بہتر ہے ولا باس بلبس الصبی اللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا للمنیۃ وقاس علیہ الطرسوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت
زمرد وبا زعفران رحمان بانہ یحتاج النقل صریحا وحرم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی المنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما
قال وقد صححوا قولہما فی الکافی قولہما اقرب الی عرفنا دیانۃ فینبغی التعویل علیہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال
لانہ من حلی النساء یعنی مضائقہ نہین موتی کے پہنے مین صغیر کو اور اسیطرح بالغ کو ایسا ذکر کرے شرح وہبانیہ مین منیۃ المفتی کیطرف منسوب کرکے اور موتی پر
طرسوسی نے باقی پتھرونکو مثل یاقوت اور زمرد کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے طرسوسی سے بہ نزاع کیا ہے کہ اسکی حلت پر نقل صریح چاہیئے یعنی غیر مجتہد کا
قیاس حجت نہین اور جوہرہ مین موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہے مین کہتا ہوں اور مصنف نے اپنی شرح مین موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی مین مذکور ہے امام
کے قول پر محمول کیا ہے اور جوہرہ مین حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے مصنف نے کہا اور البتہ علما نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے کافی
مین یون مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہے ہمارے عرف کے اور اسی قول پر فتوی دیا چاہیئے پھر مصنف نے کہا اور موجب اوسکے تو مذہب مین
قول معتمد یہی ہے اور پتھرون کے پہننے کی حرمت معتمد ہے مردو پر اسواسطے کہ وہ عورتوں کا زیور ہے ویکرہ للولی الباس الخلخال والسوار للصبی
اور ولی کو پہنانا گوجری اور کنگن کا صغیر کو مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ عورت کا زیور ہی کذا فی الملتقط اور اسیطرح ہاتھ پاؤن کی مہندی اور چوٹی کا اور ولڑکون کو
پہنانا درست نہین ولا باس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقطا بیٹی اور طفل کے کان چھیدنے مین مضائقہ نہین باعتبار استحسان کے کذا
فے الملتقط ہم طاہر طفل سے مذکر مراد ہی عطف کے قرینہ سے لیکن فتاوی عالمگیری مین کبری سے منقول ہو لا باس ان یثقب اذان الطفل من البنات
اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو اسمین چھیدنے کا اثبات کیواسطے خصوص ہے کذا فی الملتقط وھل
یجوز الخزام فی الانف لم اره اور کیا جائز ہے تھنی ناک چھیدکر مین نے اسکا حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا ہم طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون اگر
تھنی کو زینت کیواسطے عورتین پہنتی ہون چنانچہ بعضی بلاد مین رائج ہے تو ان لوگون مین ناک چھیدنا تھنی کیواسطے ایسا ہے جیسے کان کا چھیدنا واسطے
بالیون کیواسطے ہو یکرہ للذکر والانثی الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب او الفضۃ او من دواۃ کذلک سراجیۃ اور مرد اور عورت
کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائی ہوئی سے یا سونے چاندی کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال لا باس بتمویہ السلاح بذہب او فضۃ ولا باس
بسرج ولجام وثفر من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف پھر سراجیہ مین یون کہا کچھ مضائقہ نہین سونے چاندی کے ملمع دیئے ہتھیار پر اور مضائقہ نہین
زین اور لگام اور دمچی کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے ہم ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول مین مذکور ہو چکی جاریۃ
لزید قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطیہا بقبول قول بکر ان اکبر رایہ صدقہ کما مر وان اکبر رایہ کذبہ لا یقبل قولہ ونشتری
منہ ولو لم یخبرہ ان ذلک الشیء لغیرہ فلا باس بشراء منہ زید کی لونڈی ہے سو بکر نے کہا کہ مجھکو زید نے اوسکے بیچنے کا وکیل کیا ہے تو عمرو کو اوسکی
خرید اور قربت کرنا درست ہی بسبب قبول کر لینے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمرو کو اوسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب مین مذکور ہو چکا اور اگر اوسکی کذب
کا گمان غالب ہو تو اوسکے قول کو قبول نکرے اور نہ اوس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اوسکی خبر نکرے کہ یہہ چیز غیر شخص کی ہے تو اوسکی خرید کرنے مین
اوس سے کچھ مضائقہ نہین یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من دفعت الیہ وقال النساء ہی امراتک جیسے حلال قربت اوس عورت کی جو
مرد کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتون نے کہا کہ یہہ تیری زوجہ ہے یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے درصورت عدم معارض وحل نکاح
من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ فلان فاعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الحاشیۃ قلت وحاصلہ ان من اخبر

بِاَمرٍ مُحتَمِلٍ فَاِن ثِقَةً اَو وَقَعَ فِی قَلبِہٖ صِدقُھَا لَابَأسَ یَتَزَوَّجُھَا وَاِن بِاَمرٍ مُستَنکَرٍ لَامَالَم یَستَفسِرھَا اور حلال ہے نکاح کرلینا اوس عورت کے
ساتھہ جسنے کہا کہ میری زوج نے مجکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اوسنے مجکو آزاد کردیا بشرطیکہ مرد کے دل مین اوسکی
راستی واقع ہوجاے اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہے مین کہتا ہون خلاصہ مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہویا مرد کے
دل مین اوسکی راستی جمجاے تو اوسکے ساتھہ نکاح کرلینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اوسکے نکاح پر جرأت نکرے جبتک کہ
اوسکا حال دریافت نکرے لوگون سے ہم امر مستنکر جیسا کہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان
نہ تھا تو دوسرے مرد کو اوسکا قول مان لینا درست نہین اور نہ اوسکے ساتھہ نکاح کرنا درست ہے اسواسطے کہ اوسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریہ
اور جیسا کہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین تجکو حلال ہوگئی تو اوسکو اوسکے ساتھہ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے اسواسطے کہ بعضے علما کے
نزدیک مجرد نکاح کے بلا وطی زوج ثانی کی حلت ہوجاتی ہے تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا کذا فی الطحطاوی
فروع مسائل لمحقہ شارح کی کُتِبَ مَاقَولُ الشَّافِعِی یَکتُبُ جَوَابَ اَبِی حَنِیفَۃَ مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ مین مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابوحنیفہ
کا جواب لکھے ہم یہہ مبنی ہے علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالعکس اسکی اور اسکی بنا اسپر ہے
کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہین اور حق یہہ ہے کہ تقلید مفضول کی بھی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق مین ہے نہ تابع مقلد کے حق مین
اسواسطے کہ مقلد تو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے فروع مین اور اوسپر ترجیح واجب نہین کذا فی الطحطاوی وَاِذَا کَتَبَ المُفتِی بَلِی
یکْتُبُ لَا یُصَدَّقُ قَضَاءً لِیَقضِیَ القَاضِی بِحُجَّتِہٖ اور جب مفتی لکھے کہ یہہ امر دیانۃً درست ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو
یہہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اوسکی تصدیق قضاءً نکرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اوسکی جانب ہو سمجھی مثلاً ہم شاید کہ یہہ بسبیل اولویت کے ہے وَالَّا فَتَا
قاضی اس قول کی کتابت پر موقوف نہین مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء مفتی پر اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی اَلتَّرجِیعُ بِالقُراٰنِ
وَالاَذَانِ بِالصَّوتِ الطَّیِّبِ طَیِّبٌ اِن لَم یَزِدْ فِیہِ الحُرُوفُ قران پڑہنے اور اذان کہنے مین ترجیع یعنی تردید صوت حلق مین خوش آوازی سے جائز
ہے اگر ترجیع مین حروف زیادہ نہوجائین ہم منح الغفار مین اس قولکو اصح نقل کیا ہے اور عالمگیری مین ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہین اسلیے
کہ فاسقون کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی مغنیون کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہہ گمان کوئی نکرے کہ ترجیع مذکور سے لحن مراد ہے اسواسطے کہ لحن بلاخلاف
حرام ہے وَاِن زَادَ کُرِہَ لَہٗ وَلِمُستَمِعِہٖ اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہوجاے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے واو پیدا ہو تو قاری اور موذن کو اور اسکی
سماعت کرنیوالے کو ترجیع مکروہ ہے وَقَولُہٗ اَحسَنتَ اِن لِسُکُوتِہٖ حَسَنٌ فِی زَمَانِ القِرَاۃِ یُخشٰی عَلَیہِ الکُفرُ اور مستمع کا یون کہنا قاری مرجع مذکور سے
کہ کیا خوب کیا تونے تو اگر اوسکے چپ رہنے کیواسطے یہہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرات محرمہ کیواسطے کہا تو اوسپر کفر کا خوف ہے ہم وجہ خوف کفر یہہ ہے
کہ حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی اَلمُنَاظَرَۃُ فِی العِلمِ لِنُصرَۃِ الحَقِّ عِبَادَۃٌ وَلِاَحَدِ ثَلٰثَۃٍ حَرَامٌ لِقَهرِ مُسلِمٍ وَاِظھَارِ عِلمٍ وَنَیلِ دُنیَا اَو مَالٍ
اَو قَبُولٍ مناظرہ اور مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کیواسطے عبادت ہے اور تین امور مین سے کسی امر کیواسطے مناظرہ حرام ہے مسلمان کے
مغلوب کرنے کیواسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنیکے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کیواسطے حرام ہے اَلتَّذکِیرُ عَلَی المَنَابِرِ لِلوَعظِ
وَالاِتِّعَاظِ سُنَّۃُ الاَنبِیَاءِ وَالمُرسَلِینَ وَلِرِیَاسَۃٍ وَمَالٍ وَقَبُولِ عَامَّۃٍ مِن ضَلَالَۃِ الیَہُودِ وَالنَّصَارٰی وعظ اور درس کہنا منبر وغیرہ پر
اور اپنی پند پذیری کیواسطے انبیا اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کیواسطے وعظ کہنا یہود و نصاریٰ
کی گمراہی سے ہے ہم اسیکی طرف اشارہ ہے قران مجید مین فَخَلَفَ مِن بَعدِھِم خَلفٌ وَّرِثُوا الکِتٰبَ یَاْخُذُونَ عَرَضَ ھٰذَا الاَدنٰی الآیہ قِرَاۃُ القُراٰنِ
بِقِرَاۃٍ مَعرُوفَۃٍ وَشَاذَّۃٍ دَفعَۃً وَاحِدَۃً مَکرُوہٌ کَمَا فِی الحَاوِی القُدسِی قران پڑہنا مشہور اور غیر مشہور قرات سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حاوی
قدسی مین ہے ہم قرات عشرہ سے زیادہ قرات شاذہ غیر مشہور ہے اور جب مشہورہ اور غیر مشہورہ کا ساتھہ پڑھا کرو ہوا تو فقط شاذ قرات پڑھنا

بطریق ادب کے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیته ولو فی غیر حرب فی الاصح والاصح انه علیه الصلوۃ و
السلام لم یفعله ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوی والکل من منح المصنف مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالوں اور داڑھی میں اگرچہ خضاب کرے
سوا جہاد کے قول اصح میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا
مکروہ نہیں کذا فی مجمع الفتاوی اور یہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں ھم اتمہ بالوں میں مہندی کا خضاب کرنا ہے عورتوں کی مشابہت کے
سبب ہاتھوں کا خضاب درست ہے اگرچہ غازی اور جوان آدمی کے پسند آنے کے واسطے کرے امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ جیسے مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میری
عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسے ہی عورت کو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے
کذا فی الطحطاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث میں وارد ہے لیکن کتم میں اختلاف ہے کہ وسمہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو
حنا کے ساتھ بوئی جاتی ہے مترجم نے اساتذہ دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے وسمہ کا خضاب مستثنی ہے اسواسطے کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ
جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہو کر شام کو گیا تھا تو ریش مبارک میں وسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اور دوسری سیاہی مکروہ ہے
وسمہ کی الکتب التی لا ینتفع بها یمحی عنها اسم الله وملائکته ورسله ویحرق الباقی ولا باس بان تلقی فی ماء جار کما هی او تدفن وهو
احسن کما فی الانبیاء وہ کتابیں جنسے فائدہ حاصل نہیں ہوتا بوسیدگی کے سبب سے اونسے حق تعالی اور اوسکے فرشتوں اور اوسکے رسولوں کا نام
مٹایا جاوے اور باقی جلا دی جاویں اور بہتے پانی میں اوسیطرح بلا محو اسماء مقدسہ اونکا ڈالنا درست ہے یا زمین میں دفن کر دی جاویں اور دفن کرنا
جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیا علیہم السلام کو دفن کرتے ہیں بعد موت کے القصص المکروہ لان یحدثهم بما لیس له اصل معروف
او یعظهم بما لا یتعظ به او یزید وینقص یعنی فی اصله اما الذی بالعبارات اللطیفة المرققة والشرح لفوائدہ فذلک حسن
وعظ میں مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچھ اصل مشہور اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا اونکو اوس چیز کی
نصیحت کرے جسپر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ کردے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتوں لطیف ودل نرم کرنیوالیوں
سے اور شرح کر دینا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سو وہ تو بہتر ہے ھم اکثر جہال واعظین یا دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والونکی عادت ہے کہ حکایات
کاذبہ اور روایات موضوعہ جنکی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہیں بزیادت رقت اور گرمی محفل کیواسطے بیان کرتے ہیں یا کمی بیشی کر دیتے ہیں سو معلوم
ہوا کہ درست نہیں مکروہ ہے جاہل کے وعظ گوئی میں یا مرثیہ عالم کے بیان میں اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں والافضل مشارکة اهل محلة
فی اعطاء النائبة لکن فی زماننا اکثرها ظلم فمن تمکن من دفعه عن نفسه فحسن وان اعطی فلیعط عن عجز اور شرکت اہل محلہ کی اوس مال کے دینے
میں جسکو حاکم مقرر کرلیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے میں اکثر نوائب ظلم ہیں سو جو شخص کہ اوسکو دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور
اگر دیوے تو عاجز ہونے کے سبب دیا چاہیے یعنی اگر اہل محلہ پر سے نہ ٹال سکے عاجز ہو تب دے ھم دفع کرنا اپنی ذات سے اوسوقت درست ہے جبکہ اوسکا
حصہ غیر پر نہ ڈالا جاوے فتاوی عالمگیری میں قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق قصور باندھا گیا تو اوسکو ٹالنا اپنی ذات پر سے درست ہے بشرطیکہ
باقی لوگوں پر اوسکا حصہ نہ ڈالا جاوے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نکرے یعنی دینے میں اہل محلہ کے شریک رہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق
ان یاخذ غیر جنس حقه وجوزہ الشافعی وهو الاوسع صاحب حق کو جائز نہیں کہ اپنے حق کی غیر جنس لے اور غیر جنس کے لینے کو شافعی نے
جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے استیفاء حق میں ھم یعنی اگر مثلا ایک شخص کے دوسرے پر گیہوں قرض ہیں اور اوس سے وصول نہیں ہوتے اور وہ
اوسکے جو یا چاول پاوے تو اوسکو لینا درست نہیں اسواسطے کہ اوسکی ہم جنس نہیں ہیں غیر جنس میں تحقیق یہ ہے کہ دراہم اور دینار ایک جنس میں تو
اگر درم کے بدلے دینار لیوے تو درست ہے معلم طلب من الصبیان اثمان الحصیر فجمعها فشری ببعضها واخذ بعضها له ذلک لانه تملیک
من الاباء معلم نے لڑکوں سے فرش مکتب کی چٹائیوں کیواسطے مثلا پیسے طلب کئے سو جمع کئے تحصیل کرکے پھر کچھ پیسوں سے چٹائیاں خرید کیں اور

کچھہ پیسے آپ لئے تو اوسکو یہہ درست ہے اسواسطے کہ عطر کا دینا اوسکو تنگی بابون کیسا تھہ تملیک ہے مسلم کو ھم طحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہے اسلئے
کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہے خرید مین یعنی وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہین کہ خیانت ہے لا بأس بوطئ المنکوحۃ بمعاینۃ الامۃ دون عکسہ
کچھہ مضائقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے سامنے نہ بالعکس اسکے یعنی لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ھم مجتبے مین یہہ
مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہے کہ دو لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت
دوسرے کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ظاہر اکراہت کا قول معتمد ہے اسواسطے کہ اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی
کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجد مالا قیمۃ لہ لا بأس بالانتفاع بہ ایک شخص نے عیر کی وہ چیز پائی جسکی کچھہ قیمت نہین تو اوس
سے فائدہ لینا درست ہے یعنی بلا اجازت مالک کے ولو لہ قیمۃ وھو غنی تصدق بہا اور اگر اوس چیز کی کچھہ قیمت ہے اور پانیوالا غنی ہے اور
مالک معلوم نہین تو اوسکو خیرات کردے لا بأس بالجماع فی بیت فیہ مصحف للبلوی کچھہ مضائقہ نہین جماع کرنے مین اوس کوٹھری یا دالان کے
جسمین مصحف رکہا ہے یہہ جائز ہوا بسبب تکلیف اور مشقت کے ھم مجتبی مین اسیطرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ مین بقید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو اور
اگر اوس قید پر عمل کیجیے تو منافات زائل ہوجاوے لا ترکب مسلمۃ علی السرج للحدیث ھذا لو للتلھی ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی او
دنیوی لا بد لھا منہ فلا بأس سواری نکرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہہ عدم جواز اوسوقت ہے جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے
اور اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لئے جو اوسکے واسطے ضروری ہے سوار ہو تو مضائقہ نہین ھم
حدیث مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہے کہ لعن اللہ الفروج علی السروج تغنی بالقراءۃ ولم یخرج بالالحان عن قدر ما ھو صحیح فی العربیۃ مستحسن قرآن
پڑہا خوش آواز سے اور بسبب الحان نہ خارج ہوگیا اوس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہے تو وہ خوب ہے ھم قرآن مین خوش آوازی وہان تک
درست ہے جسمین قواعد موسیقی کی رعایت نہو یعنی راگ اور راگنی کو دخل نہو یعنی حسن صوت طبیعی مستحسن ہے نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات اور سکنات
مین تغیر ہوجاتا ہے ذکر اللہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولی من قراءۃ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن
کے پڑہنے سے ویستحب القراءۃ عند الطلوع او الغروب اور مستحب ہے قراءت قرآن کی طلوع یا غروب کیوقت ھم فتاوی عالمگیری مین غرائب
سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات مین جنمین نماز درست نہین درود پڑہنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑہنا بہتر ہے قرآن کے پڑہنے سے
اور سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑہتے تھے انتہی تو شاید یون کہنا حق تہا کہ طلوع یا غروب کیوقت قراءت مستحب نہین
نا ذکر مستحب ہے ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی لا بأس للامام عقیب الصلوۃ بقراءۃ آیۃ الکرسی وخواتیم سورۃ البقرۃ والاخفاء افضل
مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا امن الرسول کے پڑہنے مین بلند آواز سے اور چپکے پڑہنا انکا افضل ہے قراءۃ الفاتحۃ بعد الصلوۃ
جہرا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والآثار سورہ فاتحہ کا پڑہنا نماز کے بعد بکار کے رفع حاجات کیواسطے بدعت ہے ہمارے
استاد یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے ھم فتاوی عالمگیری مین اس مسئلہ مین تفصیل
واقع ہے یعنی اگر اوس نماز کے بعد سنت ہو جیسا کہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورہ فاتحہ پڑہنا مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین انتہی یعنی اسواسطے کہ فرض
اور سنت مین سوا ہے اللھم انت السلام یا اوراذکار ماثورہ کے فصل کرنا نچاہیے الرشوۃ لا تملک بالقبض رشوت مملوک نہین ہوجاتی قبضہ
کرنے سے مرتشی کے یعنی راشی کو اوسکا پہیر لینا درست ہے ھم اگر عالم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کرد ہے تو یہ
رشوت ہے ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اوسکا کام نکال دیا تو بعد کاربرآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کاربراری سے پہلے
اوسکے طلب کرنے سے ہدیہ حرام ہے اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہے اور شاگردون کے تحفہ قبول
کرنے مین اختلاف ہے مشائخ کا کذا فی الطحطاوی عن المستصفی باب الرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچھہ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ اپنے دین

رشوت لینے والا
رشوت دینے والا

ایسے ... پر ... ہم ... لیا ساحق حاصل کرے ... تو ... سب ... ہیں ... ہیں میٹھا ... سے ... تو ال
... رہتا ہے ... علم ... اور ... ہیں ... ملفوظات ... علم ... وصیت ... والشعی ... معلوم
کان یقطع اسعراء ولمن تحاک بلسانه وکمن یسهو المؤمنین من اصحاب ولیا ... رسول ... علیہ وسلم ... اور
... ہوکر ... تھے ... الی ... رہا ... تھے او ... اللہ ... مسائل
ہوئے کیا ... کراہت کرتے ہم ... السوت ... گیا ... کو ... ملوک ... دیا جاتا تھا ... ترجمہ
اهل الحماقة للامام ... محمد ... ہم ... مسلم
ومن الموت ما توجد علی کل مذاہب ... وکلاء ... معادن ... حرام ال ہے ... اور ... لیا جا ... اور
... ہم ... سے ... کیا ... لیکن ... اوسکی کہاں سے ... اوسکا مالک
... ویما یا حذ عا ... قال تعالی ومن الناس من یشتری لهو الحدیث
... لیکن ... دیا ... اور ... آدمی
... لہو الحدیث ... حرام ...
... تعریف ... کے حق میں ... سوداگری ...
... عاد و ثمود کا قصہ بیان کرتی ہیں ...
... قرآن کی ... ترک کرتے ... آیت اتری واتخاذہم معازف وقرادکاهم
ومعا ... ودابته ... وہ مال جسکو ... اور ... اور جیسی خبر ... والا اور ...
عورت ... مال حرام ... ہم ... عورت کی اجرت ...
دوسری عورت ... عقد نکاح ... مال ... اور ... مسکرات کا ...
... جانور ... مردار ... کہال کی قیمت ... اور ... کے ... بجے ...
... مال حرام ... قیل له یا حیث ... الحد ... کسکو کہا
... اور ... کوئی کلمہ ... سے اور ... اسکا ...
... قول الصائم المتطوع اذا سئل اصائم حتی انظر فاها یاق ا دحسوق ... وارث ...
... سوال کیا ... دیکھا جاہیے ... اسواسطے ... حق اور جہالت ... ہم ... منافقین کا
طریقہ نا معلوم ہو کہ ... عمل کو چھپاتا ہے ... ہے کہ ... اسواسطے کہ صوم میں ریا کو دخل نہیں ...
المحعادی من له اطفال ومال قلیل لا یوصی یعنی جس شخص کے چھوٹے لڑکے ہوں اور تھوڑا مال ہو وہ ... وصیت نکرے ہم ... مریض
پر صلوات ... کفارات ہوں تو حاضرین کو چاہیئے کہ مریض سے ... وصیت ... مریض ... ہوا ... مدت
... وصیت کا امر کرے تو مطلب ... کہ ... عیال ... دوستو ... حمد الہی ... لا اله الا
الله محمد رسول اللہ کی گواہی ... کہ بہشت ... اور قیامت کا ... حق ہے ... گواہی ...
... کی وصیت ... حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام ... وصیت کی ... اسکے بعد
... وصیت کرے ... حقوق اللہ اور حقوق العباد ... وصیت کرنا چاہیئے ... اسواسطے ...

وصیت کا بیان

صحیح مین وارد ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت مین تاخیر نکرے م صلی اور تصدق یرائیہ للناس لا باس اتباعك الصلوٰۃ
ولا بنات لما قیل ہذا فی الفرائض وعممه الزاهدی للنوافل لفوقهم الریاء لا یدخل الفرائض جو شخص نماز پڑھتا ہو یا روزہ اور خیرات دیتا ہو
لوگون کے دکھانے کیواسطے تو اس نماز ریا ہی کے سبب سے اوسپر عذاب نہوگا اور نہ اوسکو اسکا ثواب ملیگا بعضون نے کہا کہ یہہ عدم عقاب اور ثواب فقط
مین ہے نوافل مین اور زاہدی نے اسکو نوافل کیواسطے بھی عام کہا ہے فقہا نے کہے ہین تو لکی دلیل یہ ہے کہ ریا فرائض مین واقع نہین ہوتا م شارح کو لینا
کہنا بہتر تھا وخصصه الزاہدی بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبی مین یون ہے والیہ لتق فی الواقعات ان الریا لا یدخل الفرائض فتعین النوافل
انتھے تو اسصورت مین تعلیل ظاہر ہے اور تعمیم مین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی غزل الرجل علی ہیئة غزل المرأة یکرہ مرد کا سوت کاتنا مرد کا عورت کی
ہیئت اور وضع پر مکروہ ہے یعنے اسواسطے کہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورتکو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہین اور حدیث مین اوسپر لعنت وارد ہے
یکرہ للمرأة سؤر الرجل وسؤرها له عورتکو مرد کا جھوٹھا اور مرد کو عورت کا جھوٹھا مکروہ ہے م مراد جھوٹھا پانی ہے عورت غیر حلال کا اور یہہ کراہت
درصورت لذت کے ہے والا ظاہر اگر وہ نہین اسکا تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وله ضرب زوجة علی ترك الصلوٰة علی الاظهر اور شوہر کو جائز ہے
مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر بنا بر ظاہر مذہب کے م اور اسیطرح اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوٰۃ پر جائز ہے کذا فی المجتبی لا یجب علی الزوج
تطلیق الفاجرة زوج پر واجب نہین طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہے لا یجوز الوضوء من الحیاض المعدة للشرب
فی الصحیح جائز نہین وضو کرنا ان حوضون سے جو پینے کیواسطے بنائی گئے ہین قول صحیح مین م لیکن وضو کے حوضون سے پینا درست ہے ویمنع من
الوضوء منه وفیه اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض مین وضو کرنا منع کیا جائیگا وحمله لاهله ان ماذونا به جاز والا لا اور
حوض سے پانی لانا اپنے اہل و عیال کے پینے کیواسطے اگر مالک کی اجازت ہو لیجانے کی تو درست ہے اور نہین تو جائز نہین الکذب مباح لاحیاء حقه
ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وهو الحق قال تعالی قتل الخراصون الکل من المجتبی جھوٹ بولنا اپنے حق کے
ظاہر کرنے کیواسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کیواسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریض ہے یعنی مخالف تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہے
صاحب مجتبی نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریض مراد ہے نہ عین کذب حق تعالی نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت کیے گئے یہہ سب مسائل لینے
مسئلہ محرکتب غیر مستندہ سے یہانتک مجتبی سے منقول ہین وفی الوهبانیة قال ـه وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم + واهل لترضی والقتال
لیلطف اور وہبانیہ مین کہا جھوٹ بولنا درست ہے صلح بین المومنین کیواسطے یا دفع ظالم کیواسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہے تا وہ راضی رہے
وحشت مین نہ آوے اور لڑائی مین کذب درست ہے تا فتح حاصل ہو م شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے تعاریض مراد ہے نہ کذب خالص ـه ویکره فی الحمام
تعهد خادم + ومن شاء تنویرا فقالوا ابتغی بکرہ اور حمام مین خدمتگار کا داپنا اور چپی کرنا مکروہ ہے اور جو چاہے نورہ لگانا تو علما نے کہا ہے کہ
اپنے ہاتھ سے نورہ لگا دے م کپڑے پر چپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیلولت ثوب ران پر چپی کروانا حمام مین جیسا کہ
جاہلون کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ـه ویفسق معتاد المرور بجامع + ومن علم الاطفال فیه ویوزر اور عادت گرفتہ
گذرنے جامع مسجد فاسق ہے اور اسیطرح جو معلم کہ اوسمین لڑکے پڑھاوے اور وہ گنہگار ہے م شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق
نہین کہا ہان اوسکو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یون توجیہہ ہوسکتی ہے کہ جب اوسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہوگیا ـه ومن قام اجلالا
لشخص فجائز + وفی غیر اهل العلم بعض یقرر اور جو کھڑا ہوگیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کیواسطے تو جائز ہے اور بعضے علما غیر اہل علم مین
اسکو ثابت رکھتے ہین م شخص سے مراد مسلمان ہے نہ کافر اسواسطے کہ اسباب مین مذکور ہوچکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہین اور بعضون کے نزدیک
مالکھا ہی علم کیواسطے مخصوص ہے چنانچہ قنیہ مین ہے ـه ویجوز نقل المیت البعض مطلقا + وعن بعضهم ما فوق میلین یحظر اور بعضون نے
میت کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہین م طرسوسی نے ذکر

ع لیکن واقعات مین تصریح کی ہے کہ ریا فرائض مین نہین دخل کرتا تو نوافل کے ساتھ تخصیص ہوئی

کیا کہ میت کو اوٹھا لیجانا دو میل سے زیادہ وقبل از دفن مکروہ ہے بلا اختلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز
نقل میت میں دو میل سے زیادہ میں اختلاف ہے بعضون کے نزدیک مطلقاً جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ و میت سے اسکی صورت کی
ہو یا کچھ ہو عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اوسپر مطلع نہین علما کے کلام سے اور ظاہر طرسوسی کا کلام حق ہے ۵
ولِلزَّوجۃِ التَّسْمِینُ لا فَوقَ شِبَعِہا + ومِن ذِکرِھا المَعوانُ لِلحُبِّ یُخَصَّصُ اور زوجہ کو اپنا بدن موٹا کرنا مقوی طعام کہا کر درست ہے بشرطیکہ آسودگی
سے زیادہ نہ کہاوے اور زوجہ کا تعویذ لکہوانا زوج کی محبت کیواسطے ممنوع ہے ھم تسمین زوجہ بشرط عدم تجاوز زوج جائز ہے خانیہ میں ہے کہ ایکعورت
آیات تعویذ لکہواتی ہے تاکہ اوسکا زوج اوسکو چاہے اور اوسکی طرف سے نفرت چہوڑے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے کہ یہہ حرام ہے حلال نہین انتہی ابن وہبان
نے توجیہ اوسکی یون بیان کی ہے کہ ایک طرح کا یہہ بہی سحر ہے اور سحر حرام ہے ۵ ویُکرَہُ اَن تَسعیٰ لِاِسقاطِ حَملِہا + وجازَ لِعُذرٍ حیثُ لا یتصوَّرُ
اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کیواسطے مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے جبکہ حمل کی صورت نہ بنگئی ہو ھم حمل کا گرانا بلا عذر مباح
نہیں اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ بنگئی ہو عذر اسقاط یہہ ہے کہ مثلا عورت لڑکے کو دودہ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودہ جاتا رہا اور اوسکے
زوج کو دایہ رکہنے کی قدرت نہیں ہے اور لڑکے کی طفل کا خوف ہے تو اسصورت مین حمل کا گرا دینا علاج وغیرہ سے درست ہے جبتک حمل کو مہینہ ہو اعضا بنگئے
ہون ۵ واِن اَسقَطَت مَیتاً فَفِی السِّقطِ غُرَّۃٌ + لِوالِدِہِ مِن عاقِلِ الاُمِّ تُخَصَّصُ اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مردہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت
کی باپ کو واسطے اوسکی برادری سے غرہ حاضر کیا جاوے ھم غرہ بضم غین معجمہ عبارت پانچ سو درہم سے ہے جو ایکسال کے اندر لیا جاوے اور اگر عورت کی برادری نہو
تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوے اور اگر عورت نے زندہ گرا دیا پہر وہ مرگیا تو عورت کی برادری سے خون بہا تین سال کے اندر اور اگر برادری نہین تو
عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوے کذا فی الطحطاوی ۵ وفی یومِ عاشوراءَ یُکرَہُ کُحلُہُم + ولا بأسَ بالمُعتادِ خَلطاً ویُؤجَرُ اور یوم عاشورا یعنی محرم
کی دسوین تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہے اور کچہہ مضائقہ نہیں خلط اطعمہ کی عادت مین اور ثواب ہے ۵ وبعضُہُمُ المُختارُ فِی الکُحلِ جائزٌ + لِفعلِ رسولِ اللہ
فہو المُقرَّرُ اور بعضون کے نزدیک یوم عاشورا کو سرمہ لگانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب سے تو وہی مقرر ہے ھم
وجہ کراہت سرمہ یہہ ہے کہ علامت ہے دشمنان اہلبیت نبوت کی اسواسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ کے خون سے سرمہ لگایا تہا اور دوسری
روایت یہہ ہے کہ اثمد کا سرمہ لگایا تہا قتل امام کی فرحت سے تنبیہ میں ہے کہ خلط اطعمہ میں یوم عاشورا کو کوئی اثر قوی وارد نہین لیکن اوسمین مضائقہ نہین بدلیل
حدیث من وسّع علیٰ عیالہ وسّع اللہ علیہ سائر سنتہ تو لوگون نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی الطحطاوی شرح الوہبانیہ سفر السعادۃ
فیروزآبادی مین ہے کہ استحباب صیام عاشورا ثابت ہے اور سائر احادیث فضل عاشورا از فضل صلوۃ و انفاق و خضاب و [illegible] و اکتحال و طبخ حبوب [illegible] غیر ذلک
سرمہ لگانا / خون کا ہو
مجموع موضوع و مفتری ہے ائمہ حدیث نے کہا کہ اسمین سرمہ لگانا بدعت ہے کہ قاتلین حسین کی ایجاد ہے شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادت کی شرح
صراط المستقیم مین کہا کہ احادیث فضل عاشورا بوجہ وقوع وقائع عظیمہ جیسا کہ قبول توبہ آدم و رفع ادریس بآسمان چوتہا اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور استوا
نوح کا کشتی سے اور ابتدا توریت کا موسیٰ پر اور فدیہ اسمعیل کا اور نکلنا یوسف کا قید خانہ سے اسیطرح اور وقائع انبیا علیہم السلام کے محدثین کے نزدیک
موضوع اور باطل ہیں تکثیر طعام مین عیال پر احادیث ضعیفہ وارد مین کہ تعدد طرق سے جبر نقصان ہو سکتا ہے حافظ زین الدین عراقی نے اپنی امالی مین
بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسّع علیٰ عیالہ واہلہ یوم عاشوراء وسّع اللہ علیہ سائر سنتہ اور کہا ہے کہ یہہ حدیث ضعیف ہے لیکن بعضون کے
نزدیک حسن ہے اور دوسری طرق سے بعضون کے نزدیک صحیح ہے الحاصل مناسب حق مین یہی ہے کہ اہل سنت کا طریقہ یہہ ہے کہ اوس روز مین بدعات روافض سے
چنانچہ نوحہ گری و تعزیہ وغیرہ سے اجتناب کرین اسیطرح بدعات نواصب اور دشمنان اہلبیت سے پرہیز کرین چنانچہ اس دن مین عید کرنا اور اظہار فرحت کی اور
کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدید پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے اور نہ ائمہ اربعہ سے اور اسکے بعد
اور کسی کتاب معتبر مین وارد ہے انتہے ما فی صراط المستقیم مختصرا ۵ وضربُ عبیدِ الغیرِ جازَ بأمرِہِ + وما جازَ لِلاَحرارِ ولا أبٍ یا میت [illegible]

غلام کو مارنا مالک کے حکم سے جائز ہے اور جائز نہیں احرار کا مارنا اگرچہ باپ امر کرے اپنے طفل کے مارنے کا ﻫ لیکن معلم کا مارنا بتملیک پدر جائز ہی مصلحت کے سبب شرنبلالی نے کہا مغیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا او سے زیادہ تین ہے جبکہ قاضی عادل ہو اور مجت لزمہ کا شاہدہ ہوگیا ہو اور اس زمانے میں تعدد قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا نچاہیے کذا فی الطحطاوی ۵ وَاَثْوَبُ مِنْ ذِکْرِ الْقُرآنِ اِسْتِمَاعُہٗ + وَقَالُوا ثَوَابُ الطِّفْلِ لِلطِّفْلِ اَجْمَعُ اور قرآن کے پڑھنے سے قرآن کی سماعت میں زیادہ تر ثواب ہی اور علمانے کہا ہے کہ طفل کا ثواب طفل ہی کیواسطے مخصوص ہے ﻫ استماع قرآن کا ثواب پڑھنے سے اسواسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہی اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہے اور اوسکے باپکو تعلیم کا ثواب ہو ۵ وَدَرْسُ بَاقِی الذِّکْرِ اَوْلیٰ مِنَ الصَّلٰوۃِ نَفْلًا وَدَرْسُ الْعِلْمِ اَوْلیٰ وَاَنْظَرُ + اور سیکھنا باقی قرآن کا افضل اور مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم مفترض کا مقدم تر ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے ﻫ اسواسطیکہ تعلم جمیع قرآن فرض کفایہ ہے اور تعلیم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور اشتغال بالفرض عین اولی ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قرآن کا افضل ہے اوس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے ۵ وَقَدْ کَرِهُوْا وَاللهُ اَعْلَمُ وَنَحْوَہٗ + لِاِعْلَامِ خَتْمِ الدَّرْسِ حِیْنَ یُقَرَّرُ اور البتہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اوسکے جیسا کہ درود پڑھنے کو اختتام درس کے اعلام کیواسطے وقت مقرر کرنے کو ﻫ وجہ کراہت یہہ ہے کہ اوسنے اس لفظ کو نے محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسیطرح اگر ایک شخص محفل میں آیا اور اوسنے کہا یا اللہ مثلا تاکہ اہل مجلس اوسکے آنے سے خبردار ہوں اور اوسکے لائق بیٹھنے کی جگہہ دیں اور تعظیم کریں یا چوکیدار یوں کہے کہ لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تا لوگ اوسکے جاگنے اور چوکیداری سے آگاہ ہوں تو یہہ سب مکروہ ہے اسواسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر دو قصد مجتمع ہوں یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی **فائدہ** طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور بطلیوسی مجتمع ہوئے اور حلال روزی میں گفتگو کرنے لگے کہ اب اوسمیں سے کچھ باقی ہے تو بطلیوسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس ہیں حق تعالی اونہیں سے وسعت کرتا ہی اپنے بندوں میں اول تجارت بشرط صدق در راستگوئی ۲ اجارہ بشرط خیر خواہی مالک ۳ ہدیہ اور تحفہ برادر متقی کا ۴ میراث اصل طیب سی یعنی جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ میں پیدا ہوا یعنی غلہ خودرو ۶ خمس غنیمت کا جبکہ عدل اور انصاف سے اوسکی قسمت ہوئی ہو ۷ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کیوقت ۱۰ احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تفتیش ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہی اور سب امور سے مقدم ہی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب اِحْیَاءِ الْمَوَاتِ

یہہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل میں ﻫ موات بفتح و ضم میم بروزن حیات و قرات وہ زمین ہے جسکا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہہ ہے کہ زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنی ویران زمین آباد ہو جاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اوس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے لَعَلَّ مُنَاسَبَتَہٗ اَنَّ فِیْہِ مَا یُکْرَہُ وَمَا لَا یُکْرَہُ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہۃ سے یہہ ہی کہ اس کتاب میں وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہیں اَلْحَیَاۃُ نَوْعَانِ حَاسَّۃٌ وَنَامِیَۃٌ وَالْمُرَادُ ھٰھُنَا النَّامِیَۃُ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنی جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہاں مراد حیات نامیہ ہے وَسُمِّیَ مَوَاتًا لِبُطْلَانِ الْاِنْتِفَاعِ بِھَا اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اوسکی انتفاع کی تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ﻫ عدم انتفاع کی وجہ یہہ ہی کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی وہاں نہیں یا جنگل ہوگیا وغیر ذلک من موانع الانتفاع وَاِحْیَاؤُہٗ بِبِنَاءٍ اَوْ غَرْسٍ اَوْ کَرْبٍ اَوْ سَقْیٍ اور احیاء موات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے اِذَا اَحْیٰی مُسْلِمٌ اَوْ ذِمِّیٌّ اَرْضًا غَیْرَ مُنْتَفَعٍ بِھَا وَلَیْسَتْ مَمْلُوْکَۃً لِمُسْلِمٍ وَلَا ذِمِّیٍّ فَلَوْ مَمْلُوْکَۃً لَمْ تَکُنْ مَوَاتًا فَلَوْ لَمْ یُعْرَفْ مَالِکُھَا فَھِیَ لُقَطَۃٌ یَتَصَرَّفُ فِیْھَا الْاِمَامُ وَلَوْ ظَھَرَ مَالِکُھَا تُرَدُّ اِلَیْہِ وَیَضْمَنُ نُقْصَانَھَا اِنْ نَقَصَتْ بِالزَّرْعِ وَھِیَ بَعِیْدَۃٌ مِنَ الْقَرْیَۃِ اِذَا صَاحَ مَنْ بِاَقْصَی الْعَامِرِ وَھُوَ جَہْوَرِیُّ الصَّوْتِ لَا یُسْمَعُ بِھَا صَوْتُہٗ مَلَکَھَا عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ وَھُوَ الْمُخْتَارُ کَمَا فِی الْمُخْتَارِ وَغَیْرِہٖ جبکہ مسلمان یا ذمی آباد کرے اوس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور

وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دور واقع ہے کہ نون سے اسطرح کہ اگر ویسے وہ شخص جو منتہائی آبادی پر کھڑا ہو ملکہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا فی الیزاد یہ تو اوس زمین تک اوسکی آواز نہ سنائی دیوے تو وہ آباد کرنیوالا مسلمان یا ذمی اوس زمین کا مالک ہو جاتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اوسکا مالک معلوم نہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے اوس میں بادشاہ اسلام تصرف کریگا اور اگر بعد اسکے اوسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اوسیکو پھیر دیجاوے اور اوسکے نقصان کا تاوان دیگا اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو ھم زمین مذکورہ کا آباد کرنیوالا مالک ہو گا اگر مسلمان ہے تو اوسپر عشر واجب ہو گا اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہوگا اور اگر خراج کے پانی سے اوسکو سینچے گا تو اوسکا اعتبار ہوگا کذا فی الاختیار واعتبر محمد عدم ارتفاق اهل القرية به وبه قالت الثلثة قلت وهذا ظاهر الرواية وبه يفتى كما فى زكوة الكبرى وذكره القهستانى وكذا فى البرجندى عن المنصورية عن قاضى خان ان الفتوى على قول محمد فالعجب من الشرنبلالى كيف لم يذكر ذلك فليحفظ اور محمد نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اوس زمین کیواسطے معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین غیر مملوک ہے جس سے اہل قریہ منتفع نہوتے ہوں خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسیکا فتوی ہے چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب الزکوۃ میں ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور اسیطرح برجندی میں ہے عن منصوریہ عن قاضی خان کہ محمد کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالی سے تعجب ہے کہ انہوں نے اسکو کیوں بیان نکیا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم فتاوی قاضیخان میں ہے کہ صحیح تر قول موات میں وجہ یہ ہے کہ اگر منتہائی آبادی میں آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے چلاوے تو جہان آواز نہ پہنچے وہ موات ہے اور جہانتک آواز پہنچے وہ آبادی کی لواحق سے ہے کہ وہانتک مواشی چرانے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضیخان نے کسی اور کتاب میں محمد کے قول پر فتوی بیان کیا ہوگا واللہ اعلم ان احياه باذن الامام فى ذلك ملكها بلا اذنه احیاء موات سے مسلم مالک اوسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اوسکو آباد کرنے میں حکم دیا ہو اور صاحبین نے کہا کہ بیگا مالک ہو جاتا ہے بدون اوسکے حکم کے بھی وهذا لو مسلما فلو ذميا شرط الاذن اتفاقا اور یہ یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اوس وقت ہے جبکہ وہ مسلم ہو اور اگر آباد کرنیوالا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن بالاتفاق امام اور صاحبین کے شرط ہے ولو مستأمنا لم يملكها اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر مستأمن ہو تو زمین کا اصلا مالک نہوگا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو تركها بعد الاحياء وزرعها غيره فالاول احق بها فى الاصح اور اگر آباد کرنیوالے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنیکے بعد اور غیر شخص نے اوسکو بویا تو پہلا شخص اوسکا زیادہ حقدار ہے صحیح تر قول میں ولو احيى ارضا ميتة ثم احاط الاحياء بجوانبها الاربعة من اربعة نفر على التعاقب تعين طريق الاول فى الارض الرابعة اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اوسکے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصوں کے آباد کرنے سے علی التعاقب یعنی یکبارگی نہ ہو تو پہلے آباد کرنیوالے کی راہ چوتھی زمین میں متعین ہوگی ھم اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اوسکی راہ مقرر کرنے میں ہر طرف سے اوسکو اختیار ہے اور اگر جوانب اربعہ میں چاروں شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جسطرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریۃ ومن حجر ارضا اى منع غيره منها بوضع علامة من حجر او غيره ثم اهملها ثلث سنين دفعت الى غيره وقبلها هو احق بها وان لم يملكها لانه انما يملكها بالاحياء لا بمجرد التحجير اور جسنے روکا الا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہاں سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھنے سے پھر اوسکو چھوڑ دیا تین سال تک تو وہ زمین غیر شخص کو دیجاویگی آبادی کیواسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اوسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اوسکا مالک نہیں ہو گیا اسواسطے کہ آدمی اوسکا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روکنا سے سو لوکربھا اوغرب عليها المسناة او شق لها نهرا او بذرها فهو احياء مشتق طا اور اگر ویران زمین کو جوتا یا اوسپر بان باندھا سیلاب کے سد کو یا اوسکو واسطے نہر کھودی یا اوسمین بیج ڈالا تو وہ اوسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی البسوط ھم مسناۃ بضم میم و تشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کیواسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب میں اور مصباح اللغات میں ہے کہ مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو سد کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے

ستہ وغیرہ میں ولا یجوز احیاء ما قرب من العامر بل یترک مرعی لهم ومطرحا لحصائدهم لتعلق حقهم به فلم یکن مواتا وکذا لو کان محیط
اور جائز نہیں آباد کرنا اوس زمین کا جو آبادی سے قریب ہو بلکہ اوسکو چھوڑنا چاہیے لوگونکی چراگاہ کیواسطے اور اونکے کھلیان ڈالنے کیواسطے اسلئے کہ
لوگون کے حق اوس زمین سے متعلق ہین تو وہ زمین موات نہ ٹھہری اور اسیطرح وہ زمین موات نہیں جہان لوگ لکڑیان اور ایندھن کٹتے ہون ت
اعلم انه لیس للامام ان یقطع ما لا غنی للمسلمین عنه من المعادن الظاهرة وهی ما کان جوهرها الذی اودعه الله فی جواهر الارض بارزا کمعادن
الملح والکحل والقار والنفط اور یہ معلوم کر کہ بادشاہ کو جائز نہیں ہے کہ کسیکو عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمان بے پرواہ نہین ظاہر کھانون سے اور ظاہر
کھان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالی نے زمین کے مواضع اور بقاع مین ودیعت رکھا ہے ظاہر اور آشکارا ہو چنانچہ نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی
کھانین ہیں ھ قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہے جو زمین کے چشمون سے جوش کرکے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ مین ملا جاتا ہے اور نفط کان وغیرہ
مین استحکام کیواسطے ملی جاتی ہے ولا الابار التی لم تملک بالاستنباط والسعی اور چنانچہ وہ کنوئیں جو کسیکی مملوک نہیں کھود کر پانی نکالنے اور کوشش
کرنے سے وفی المستنبط بالسعی کالقنی والماء المحرز فی الظروف فالملک للمحرز والمستنبط وتمامه فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا چنانچہ کاریزون کا پانی اور وہ پانی جو بھر رکھا
گیا برتن مین سو وہ پانی بھرنیوالے اور زمین کھودنیوالیکی ملک ہے اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح مین ہے اس حدیث کی شرح مین کہ سب مسلمان شریک ہین
تین چیز مین پانی اور گھاس اور آگ مین ھ قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناۃ بمعنی کاریز ہے کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر اندر کھود دیجائے
التی یستقی منها الناس زیلعی یعنی التی لم تملک بالاستنباط والسعی چنانچہ وہ کنوئیں جنسے لوگ پانی لیتے ہیں اور سینچتے ہین کذا فی الزیلعی یعنے
وہ کنوئین کہ کسیکی مملوک نہیں بواسطہ استنباط اور سعی کے ھ عدم ملک کا مضمون مکرر ہوگیا اوسکی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع هذه
المعادن الظاهرة لم یکن لاقطاعها حکم المقطع وغیره سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کھانون کو عطا کرے کسی شخص کو تو اوسکی عطا کا حکم
جاری نہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہین انتفاع مین فلو منعهم المقطع کان بمنعه متعدیا وکان لما اخذه مالکا لانه متعدیا بالمنع لا
بالاخذ وکف عن المنع وصرف عن مداومة العمل لئلا یشتبه اقطاعه بالصحة او یصیر معه فی حکم الاملاک المستقرة ذکره العلامة قاسم فی رسالته احکام
اجارة اقطاع الجند ہے پھر اگر لوگون کو نمک اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اوس نے جسکو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنیکے سبب سے متعدی ظالم
ٹھہریگا اور جو چیز کھان سے لیگا اوسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور باز رکھا جائے روکنے سے اور پھیرا جائے دوام
عمل سے یعنی ہمیشہ کھان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہو یا وہ چیز اوسکے ساتھ درحکم املاک مستقرہ کے نہو جائے
ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ مین جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام مین لکھا ہے ھ املاک مستقرہ وہ جو اوسکی ملک مین سابق سے داخل ہون کذا
فی الطحطاوی وحریم بئر الناضح وهی التی ینزح الماء منها بالبعیر کبئر العطن وهی التی ینزح الماء منها بالید والعطن مناخ الابل حول البئر
اربعون ذراعا من کل جانب وقالا ان للناضح فستون اور گرداگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند چالیس گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح
کا اگر حریم ہے تو ساٹھ گز ہے بیر ناضح وہ کنوان ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹون سے یعنی کھیت سینچنے کیواسطے کذا فی العینی شرح الهدایة
اور بیر عطن وہ کنوان ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنی اونٹون کے پلانیکے لئے اور عطن عبارت ہے اونٹون کی نشست گاہ سے کنوئین کے گرد وفی
الشرنبلالیة عن شرح المجمع لو عمق البئر فوق اربعین یزاد علیها انتهی لکن نسبه القهستانی لمحمد ثم قال ویفتی بقول الامام وعزاه للتتمة ثم
قال وقیل التقدیر فی بئر وعین بما ذکر فی اراضیهم لصلابتها وفی اراضینا رخاوة فیزاد لئلا ینتقل الماء الی الثانی وعزاه للهدایة وعزاه البرجندی
للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین شرح مجمع سے یون ہے کہ اگر کنوئین کا عمق چالیس گز سے زیادہ ہو تو حریم چالیس گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن
قہستانی نے اس قول کو محمد کیطرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم چالیس گز سے زیادہ نہین اور اسکو قہستانی نے تتمہ کیطرف

نسبت کیا ہی یہ یون کہا ہے کہ بعضون نے کہا کہ کنوئین اور چشمہ کی حریم کی مقدار گز باعتبار سابقین کی اراضی مین تھی بسبب سخت ہونے انکی اراضی کے اور
ہماری اراضی مین نرمی ہے تو حریم ۴۰ گز سے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ کنوئین کا پانی دوسری کنوئین مین منتقل نہو جاوے اور اسکو ہدایہ کیطرف منسوب کیا ہے
اور برجندی نے اس قولکو کافی کیطرف نسبت کیا ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ھم تاتارخانیہ اور کبرے مین ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ
امام اور صاحبین دونون کا قول یہی ہے عموی نے کہا جب حاجت کا اعتبار ہوا تقدیر کا تو مسئلہ مین خلاف معنوی باقی نرہا کذا فی الطحطاوی سے
اذا حفرها فی موات باذن الامام کنوئین کا حریم ۴۰ گز اوس وقت ہی جبکہ کنوان زمین موات مین سلطان کے حکم سے کہودا ہو فلو حفرها فی
غیر موات او فیه بلا اذن الامام لم یکن له الحکم کذلک کذا ذکره المصنف تو اگر کنوان موات مین نہو یعنی غیر شخص کی زمین مین ہو یا موات مین
ہو بدون اذن سلطان کے تو اوسکا حکم ایسا نہوگا یعنی ۴۰ گز اوسکا حریم نہوگا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین وعبارة القهستانی و
فیه رمز الی انه لو حفر فی ملک الغیر لا یستحق الحریم فلو حفر فی ملکه فله من الحریم ما شاء والی ان الماء لو غلب علی الارض ترکها الملاک او ماتوا
او انقرضوا لم یجز احیاؤها فلو ترکها الماء بحیث لا یعود الیها و لم یکن حریما لعامر جاز احیاؤها و هو المراد بالعمرات اور عبارت قہستانی کی یون ہی اور اسمین
یعنی اوسکے ماتن کے قول مین اشارہ ہی اسطرف کہ اگر کنوان کہودے غیر کی ملک مین یعنی اوسکے اذن سے تو وہ مستحق حریم کا نہین ہے الا باشتراط حریم کذا فی الطحطاوی
تو اگر اپنے ملک مین کنوان کہودا تو اوسکو حریم رکہنے کا اختیار ہے جتنا چاہے اور اسکی طرف اشارہ ہی کہ اگر پانی غالب ہوگیا زمین پر اور مالکون نے اوسکو چہوڑ
دیا یا وہ مرگئے یا منقرض ہوگئے تو اوس زمین کا آباد کرنا جائز نہین ہی اگر پانی وہ زمین اسطرح چہوڑ دے کہ پہر اوسکا عود زمین کیطرف نہوگا اور وہ زمین
آبادانی کی حریم نہین ہے تو اوسکا آباد کرنا درست ہی اور اس قول کو قہستانی نے معمرات کیطرف نسبت کیا ہی ولعین الماء خمسمائة ذراع من کل
جانب کما فی الحدیث اور چشمہ آب کا حریم ۵۰۰ گز ہے ہر جانب سے چنانچہ حدیث مین ہے ھم ابو یوسف نے کتاب الخراج مین زہری سے روایت کی کہ
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم عین ۵۰۰ گز ہے اور بیر عطن کا حریم ۴۰ گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ۶۰ گز ہے کذا فی العینی شرح الہدایة
والذراع هو المکسرة وهی ست قبضات وکان ذراع الملک سبع قبضات فکسر منه قبضة اور گز سے گز مکسر چہوٹا گز مراد ہے
جو شش مشتی کا اور سلطان اکاسرہ کا سات مشتی گز تہا سو اوسمین سے ایک قبضہ بہر کم کر ڈالا گیا ویمنع غیره من الحفر وغیره فیه لانه ملکه فلو حفر فللاول
ردمه او تضمینه وتمامه فی الدرر اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جاوے کنوان وغیرہ کہودنے سے حریم مین اسواسطے کہ حریم تو چشمہ اور کنوئین والیکی ملک ہی تو اگر
غیر شخص حریم کے اندر کنوان کہودیگا تو پہلے شخص کو اوسکا پاٹ دینا یا بقدر نقصان تاوان لینا درست ہی اور اسکا پورا بیان درر مین ہے ولو حفر الثانی
بئرا فی منتهی حریم البئر الاول باذن الامام فذهب ماء البئر الاول وتحول الی الثانیة فلا شیء علیه لانه غیر متعد والماء تحت الارض لا یملک
فلا مخاصمة کمن بنی حانوتا بجنب حانوت غیره فکسدت الحانوت الاول بسببه فانه لا شیء علیه درر وزیلعی اور اگر دوسرے شخص نے کنوان کہودا
منتہای حریم مین یعنی ۴۰ گز کے بعد پہلے کنوئین سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئین کا پانی جاتا رہا اور دوسرے کنوئین کیطرف منتقل ہوگیا تو مالک ثانی
پر کچہ تاوان اور مواخذہ نہین اسواسطے کہ وہ متعدی نہین ہے اور جو پانی زمین کے نیچے ہی وہ مملوک نہین تو اوسکے ساتھ کچہ مخاصمت نہین اوس شخص کی
مانند جسنے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو مین سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب سے کاسد ہوگئی جاری نرہی تو اوسپر کچہ مواخذہ
نہین کذا فی الدرر والزیلعی وفیه لو هدم جدار غیره فلصاحبه ان یؤاخذه بقیمته لا ببناء الجدار هو الصحیح اور زیلعی مین ہی کہ اگر ایک شخص نے
غیر کی دیوار گرادی تو دیوار کے مالک کو اوسکی قیمت کا مواخذہ پہنچتا ہی نہ دیوار بنا دینے کا یہی قول صحیح ہے وللحافر الثانی الحریم من الجوانب
الثلثة دون الجانب الاول لسبق ملک الاول فیه اور منتہای حریم کے دوسرے کہودنے والیکا تین طرف سے حریم ہی نہ پہلے کنوئین کیجانب سے اسواسطے
کہ مالک اول کی ملک اوسمین سبقت کر گئی والقناة هی مجری الماء تحت الارض حریمها بقدر ما یصلح لالقاء الطین ونحوه وعن محمد انه کالبئر ولو
ظهر الماء فکالعین وفی الاختیار فوضه لرأی الامام ای لعدم نص فیه الا شیء ذکره البرجندی اور کاریز یعنی پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اوسکا حریم بقدر اوس

اصلاح کے ہو اندر کی مٹی ڈالنی کیواسطے اور مانند اوسکی اور محمد سے روایت ہو کہ کاریز کا حریم کنوئین کی مانند ہو مگر ہی طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول ان کا شیخین کا بھی اور کاریز کا پانی اوپر کی زمین پہٹ کر ظاہر ہوگیا تو اوسکا حکم چشمہ کی مانند ہی یعنی ۵۰۰ گز اوسکا حریم ہوگا اور اختیار مین کاریز کا حریم سلطان کی رای پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کہودی گئی ہو اور نہین تو اوسکا کچہہ حریم نہین الیسا ذکر کیا ہی برجندی نے وحریم شجرۃ تغرس فی الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب فلیس لغیرہ ان یغرس فیہ اور جو درخت زمین موات مین لگایا گیا اوسکا حریم پانچ گز ہی ہر طرف سے تو اور شخص کو جائز نہین کہ اوسمین درخت لگاوے وملحق ما امتنع عود دجلۃ والفرات الیہ بالموات اذا لم یکن فی ملک حریما لعامر اور جہان دجلہ اور فرات کا پانی پہرآنا ممتنع ہوگیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہو ہم دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہین یعنی اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہوگیا اور پہر اسطرح ہٹ گیا کہ پہر آنے کی توقع نہ رہی تو وہ زمین موات مین داخل ہے اوسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فان کان حریما او جاز عودہ لم یجز احیاؤہ لانہ لیس بموات پہر اگر زمین دریا یا حریم ہوا بادانی کی یا پانی کا پہرآنا جائز اور متوقع ہو تو اوسکا آباد کرنا جائز نہین کیونکہ وہ زمین موات نہین ہے والنہر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک مین ہے اوسکا حریم نہین امام کے نزدیک مگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النہر لمشیہ والقاء طینہ اور صاحبین نے کہا کہ صاحب نہر کیواسطے مینڈ کی ملکیت ہی اوسکی آنے جانے کیواسطے اور نہر کی مٹی ڈالنی کیواسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پٹجاوے تو اوسکے اندر سے مٹی نکالکر مینڈ پر ڈالیجاوے وقدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب وہو اوفق ملتقی وقدرہ ابو یوسف بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیا للکرمانی اور محمد نے مینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہے ہر طرف سے اور یہ قول سہل اور موافق تر ہے کذا فی الملتقی اور ابو یوسف نے اوسکی تقدیر بیان کی ہی بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض علی ہذا الاختلاف اور قہستانی مین ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بہی اسی اختلاف پر ہے یعنی امام کے نزدیک حریم نہین مگر باقامت شہود اور صاحبین کے نزدیک حریم ہی محمد کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولو کان النہر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریمہ بالاتفاق اور قہستانی مین کافی سے منقول ہی اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اوسکا حریم بالاتفاق امام اور صاحبین کے ثابت ہی وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نہر محاذی لہ مسناۃ فارغۃ یلزقہا ارض لغیر صاحب النہر فالمسناۃ لہ عندہما ولصاحب الارض عندہ اور قہستانی مین کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور صاحبین کا اوس نہر مملوک مین ہے جسکی مینڈ خالی ہو درخت وغیرہ سے اوسکی متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اسصورتمین صاحبین کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی مملوک ہی اور امام کے نزدیک صاحب ارض کی مملوک ہی ہم اگر مینڈ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختون وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختون کا مالک مینڈ کا بہی مالک ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر سینے مین قاضی خان سے منقول ہی کہ اگر مینڈ زمین کی برابر نہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہی اسواسطے کہ ظاہر اارتفاع اوسکا نہر کی مٹی سے ہی وفیہ معزیا للتتمۃ الصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت وبہ یعلم نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی مین ہے تتمہ سے منقول کہ قول صحیح یہہ ہے کہ صاحب نہر کیواسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اوسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی ما فی القہستانی مین کہتا ہون اور جن لوگون نے اتفاق نقل کیا ہی اونمین سے شرنبلالی ہے ناقل من الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب یہہ فصل ہے شرب کے مسائل مین ہو لغۃ نصیب الماء وشرعا نوبۃ الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت مین عبارت ہو پانی کے حصہ سے اور شرع مین عبارت ہی پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کیواسطے اور جانورون کے پلانے کے لئے والشفۃ شرب بنی ادم والبہائم بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہی اور لبون سے جانورون کا پینا ہے ہم یہان شرب بضم شین مصدر ہی بمعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہی دفع تشنگی کیواسطے یا کہانا پکانے یا وضو یا غسل یا کپڑا دہونے کیلئے اور مانند اسکی اور بہائم کے حق مین شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولکل حقہا فی کل ماء

لم یشرب بالماء اور حب اور ہر یہ ما کیواسطے لب پر ہے کہ حق ثابت ہو ہر پانی میں جو برتن یا مشک کے اندر بہر کر نہیں گیا ہو پانی میں حق تمام وقت
تک ہے جب تک وہ اپنے مقام میں رہے یعنی دریا میں یا کنوئیں میں یا جب کسی نے پانی گہڑے یا مشکے یا حوض میں بہر کر لیا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو
تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا اور مشتعت اور کہا یہ ... جو گہڑا بہر کر لے ... نہیں ہوا ... کے
نزدیک بہر ہو لاو سکا مالک ہو گا ... کذا فی الملتقط ولکل شفۃ ارضیہ من جداول
نہر عظیم کدجلۃ والفرات وغیرہما لان الملک بالاحراز ولا احراز لان قہر الماء یمنع قہر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت
ہے ... یا نہر عظیم سے جیسے دجلہ اور فرات کو ... چنانچہ نیل مصر کا اور گنگ اور جمنا ہے اسواسطے کہ آدمی کی ملک پانی میں
سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر میں احراز نہیں ہوا اسلئے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے ولکل شق نہر لسقی ارضیہ منہا ولنصب
الرحی ان لم یضر بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس والقمر والہواء اور ہر شخص کو ... اور نہر عظیم سے نہر کہود لینا
اپنی زمین سینچنے کیواسطے یا پنچکی قائم کرنے کیواسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کہودنے سے عام خلق کو ضرر نہ پہنچتا ہو اسلئے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اوسی
صورت میں مخصوص ہے جبکہ کسیکو ضرر نہوتا ہو جیسے آفتاب اور ماہتاب سے اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہے بشرط عدم ضرر خلق ہم نہر سے ضرر خلق کی
یہ صورت ہے کہ پانی ریلا کرے اور کنارہ توڑ کر دیہات اور اراضی غرق ہو جائیں تو اسصورت میں نہر کہودنا درست نہوگا اسواسطے کہ دفع ضرر لوگوں سے
واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ المفتین لا یسقی دوابہ ان خیف تخریب النہر لکثرتھا ولا یسقی ارضہ وشجرہ وزرعہ ولا ینصب دولابا ولا یشق
من نہر غیرہ وقناتہ وبئرہ الا باذنہ لان الحق لہ فیتوقف علی اذنہ جائز نہیں اپنے جانوروں کو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونیکا خوف ہو
جانوروں کی کثرت کے سبب اور نہ ... اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئیں سے جائز
ہے مگر مالک کی اذن سے اسواسطے کہ حق اوسیکا ہے تو انتفاع اوسکی اذن پر موقوف ہوگا ہم زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئیں سے بلا اذن
جائز نہیں خواہ اضطرار ہو یا نہو لیکن اگر بلا اذن سینچیگا تو اوسپر تاوان نہیں اور اگر چند بار بلا اذن سینچیگا تو حاکم اوسکو تعزیر دیگا ... اگر
مصلحت جانے کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ ولہ سقی شجر او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ فی الاصح وقیل لا الا باذنہ اور اپنے گہر کے
اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سبز کرنا غیر کی نہر یا کنوئیں کا پانی اوٹھالا کر گہڑوں اور برتنوں سے بلا اذن درست ہے اصح قول میں اور بعضوں نے
کہا کہ درست نہیں مگر مالک کے اذن سے ہم خانیہ اور جنبی میں قول ثانی کو اصح کہا ہے تو دونوں قول صحیح ٹہہرے کذا فی الطحطاوی والمحرز فی کوز او
حب بمھملۃ مضموم الخابیۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لملکہ باحرازہ اور جو پانی کسی نے بہر کر لیا کوزہ اور مٹکوں میں تو اوس سے فائدہ لینا بجز
اذن اوسکے مالک کی اذن کسیکو ... اسلئے کہ وہ مالک ہو گیا ہے بہر لینے سے ولو کانت البئر والحوض او النہر فی ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ
من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور اگر کنوان یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک میں ہو اور کوئی شخص اوسمیں سے پانی پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو
جائز ہے کہ اوسکو اپنی مملوک مکان میں داخل نہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب دوسرا پانی پاسکتا ہو ہم بشرطیکہ متصل پانی کسیکا مملوک نہو یا سرکاری نہر ...
کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اوسکو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پاویگا کذا فی الطحطاوی فان لم یجد یقال لہ ای لصاحب البئر ونحوہ اما ان
تخرج الماء الیہ او تترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النہر ونحوہ لان لہ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار سو اگر پانی کا طالب اوسکو متصل پانی نپاوے تو کنوئیں کے مالک اور مانند اوسکی نہر وغیرہ کے مالک سے کہا
جائیگا کہ یا تو اوسکو پانی نکال دے یا اوسکو چہوڑ مت روک تاکہ وہ پانی لے لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اوسکی حوض کا کنارہ اور گلہ نہ توڑ ڈالے
اسواسطے کہ اوسوقت ... یعنی جب پانی کا طالب متصل اوسکے مباح پانی نپاوے تو اوسکو پانی پینے کا حق ثابت ہے مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب
مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گہاس میں اور آگ میں ہم مراد حدیث میں شرکت اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گہاس یا آگ پر پہنچ جائے ...

کرلے اور اوسپر اپنا قبضہ کرے بطریق احراز کے تو وہ احق ہے اور وہ اوسکا مالک ہی دوسرا اوسکا مالک نہین اوسکو اوسکی تملیک بجمیع وجوہ تملیک کے
درست ہی گہاس سے مراد وہ گہاس ہے جو خود رو ہو تو صاحب زمین اوسکا مالک نہین تو جو اوسکو چہیل یا کاٹ لے وہ اوسکا مالک ہوگا بخلاف درخت
کے کہ اگر وہ خود رو ہو کسی آدمی کی زمین مین تو صاحب زمین اوسکا مالک ہی اوسکو کوئی نہین لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے
جو جنگل مین کسی آدمی نے جلائی ہو تو اوسمین سب شریک ہین اگر دوسرا آدمی آوے اور اوسکی گرد بیٹہکر تاپا چاہے یا اوسکی روشنی مین کچہہ سیا چاہے یا چراغ
روشن کیا چاہے تو آگ جلانیوالا اوسکا رد نہین سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک مین آگ جلاوے تو اوسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے
جلانے کے لکڑیان لینا غیر کے گہاس سے جائز نہین بدون اوسکے اذن کے اور غیر مملوکہ سے لینا درست ہی اور حطب کی نسبت کسی کا نون یا جماعت کیطرف منسوب نہو
جبتک یہہ معلوم نہو کہ یہہ اونکی مملوک ہی اور لکڑیان جمع کرنیوالا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ اوسکو رستی سے نہ باندہی ہون کذا فی الطحطاوی سے
وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک اما ان تقطع وتدفع الیہ واما ان تترکہ لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گہاس کا حکم پانی کے حکم کی مانند ہے
تو مالک زمین سے کہا جاوے اگر وہ اپنی زمین مین نہ آنے دیوے کہ یا تو گہاس کاٹ کر طالب کو دیدے اور نہین تو اوسکا روکنا چہوڑ دے کہ جتنا اوسکا جی چاہے
کذا فی الزیلعی م گہاس کاٹ کر دینا اوسوقت ہی جبکہ قریب اوسکے دوسری زمین مین مباح گہاس موجود نہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وھو
یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا
ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اوسکو اوس سے لڑنا درست ہی ہتہیار سے بدلیل اوس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے مروی ہی وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کطعام عند المخمصۃ درر اذا کان فضل عن حاجتہ لملکہ بالاحراز فصار نظیر
الطعام وقیل فی البئر ونحوہا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی بہر رکہا ہو برتنون مین اور خوف ہلاکی کا
ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اوس سے بدون ہتہیار کے لڑے یعنی لاٹہی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کیوقت
کذا فی الدرر لڑنا اوس شرط سے ہی جبکہ پانی اوسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہو جانے اوس شخص کے بہر رکہنے سے تو پانی طعام کی مانند ہوگیا اور بعضون نے کہا
کنوئین وغیرہ کے پانی روکنے مین بہتر یہہ ہے کہ بدون ہتہیار کے اوس سے لڑے اسواسطے کہ مانع مرتکب ہوا گناہ کا تو لاٹہی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی
مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہی تادیب اور زجر کیواسطے وکری نہر لم تملک من بیت المال فان لم یکن ثمہ ای فی بیت المال شئ یجبر الناس علی کریہ
ان امتنعوا عنہ دفعا للضرر اور غیر مملوک کا کہودنا بیت المال سلطان سے ہی سو اگر وہان یعنی بیت المال مین کچہہ مال نہو تو لوگون سے زبردستی کرنا چاہیے اوسکے کہودنے
پر اگر وہ انکار کرتے ہون اوس سے یہہ زبردستی ہی دفع ضرر کیواسطے م یہہ حکمت ہے کہ عوام مال صرف کرین مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطان کو اونپر
جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کیواسطے جبر درست ہی کذا فی الحموی وکری النہر المملوک علی اہلہ ویجبر من ابی منہم علی ذلک
اور مملوک نہر کا کہودنا اور صاف کرنا مٹی سے اوسکے مالکون پر ہے اور جو اونمین سے انکار کرے اوس پر اوسپر زبردستی کیجاوے وقیل فی الخاص لا یجبر اور
بعضون نے کہا کہ نہر خاص مین جبر نکیا جاوے م نہر خاص وہ ہے جسمین شفعہ واجب ہوا اور نہر عام وہ ہے جسمین شفعہ واجب نہوا اور اوسکی تحدید مین اختلاف ہے
بہتر قول یہہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہین تو شرکت خاص ہے اسمین استحقاق شفعہ ثابت ہی اور اگر شریک سو ہین یا زیادہ تو شرکت عام ہوا اسمین ہر شریک
کیواسطے شفعہ واجب نہین بلکہ شفعہ ہمسایہ کیواسطے خاص ہے کذا فی العینی وھل یرجعون ان یامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنیوالے نہ خرچ کرنیوالے سے پہیر لینگے
یا نہین تو اگر یہہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہی تو رجوع درست ہی اور نہین تو درست نہین ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک
کے کہودنیکا خرچ شریکون پر ہے نہر کی اوپر کیجانب سے م بیان اوسکا یون ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہون تو کہودنیکا خرچ ہر شخص پر دسوان حصہ
ہے وہانتک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اوسوقت مین خرچ نہر کا باقی لوگون پر ہیگا ہر شخص پر نوان حصہ فان جاوز ارض رجل منہم برئ
من مؤنۃ الکری وقالا علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کما یستحق فی استحقاق الشفعۃ پہر اگر نہر بڑہجاوے ایک شریک کی زمین سے تو وہ بری ہے

ہو گیا کہو دنیکے خرچ سے اور صاحبین نے کہا کہ سب شریکون پر کہودنے کا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصون کے جیسے وہ سب برابر ہین شرب مین هم
بہتر یون تہا کہ شارح کہتا نے استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہین شفعہ کے استحقاق مین چنانچہ زیلعی مین ہے اسواسطے کہ حق شرب شریکو نکو مخصوص
نہیں کذا فی الملتقط ولکن یجب علی اہل الشفعۃ اور کہودنا واجب نہین پانی پینے والے پر یعنی اسواسطے کہ وہ نہر کے مالک نہین انکا حق تو فقط شرب
مین ہے جبکہ پانی موجود ہو و تصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہو اور وہی استحسان کے
هم وجہ استحسان یہہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہو اور یہہ ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت سے مالک ہو باری کا اسلئے
کہ کاہے زمین بکجاتی ہے بدون پانی کی باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون ارض کے واذا کان لرجل ارض ولاخر فیہا نہر
او اراد رب الارض ان لا یجری النہر فی ارضہ لم یکن لہ ذلک ویترکہ علی حالہ اور جبکہ ایکمرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اوس زمین مین
نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اوسکی زمین مین نہر جاری نرہے تو اوسکو اوس روکنے کا اختیار نہین اور چھوڑے نہر کو اوسکے قدیمی حال پر وان
لم یکن فی یدہ ولم یکن جاریا فیہا ای فی الارض فعلیہ البیان ان ہذا النہر لہ وانہ قد کان لہ مجراہ فی ہذا النہر یسوقہ الی ارضہ لیسقیہا
اور اگر نہر اوسکے تصرف مین ہو یعنی اوسکو درخت نہون نہر کے کنارے پر کذا فی العینی اور اوس زمین مین جاری نہو یعنی اوسکا جاری ہونا زمان ماضی میں
معلوم نہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا گواہون سے لازم ہے کہ یہہ نہر اوسکی مملوک ہے یا اوسکا پانی اس نہر میں جاری تہا اوسکی روانگی تھی مدعی کی زمین سینچنے
کیواسطے هم قولہ وانہ قد کان کا واو بمعنی او ہے اسواسطے کہ دعوی ملک نہر مین ہے یا حق اجرا مین چنانچہ زیلعی مین مصرح ہے کذا فی الملتقط وسے
وعلی ہذا المصب فی نہر او علی سطح او المیزاب او الممشی کل ذلک فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب فیلحق اور اسی
قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر مین یا چہت پر وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ یہہ سب ذکر دوسرے شخص کے گہر مین واقع ہین تو اسمین اختلاف کا حکم
حکم پانی کی باری کے حکم کی مانند ہے هم مصب یعنی آب ریز سے مراد پانی کے وہ فضلات ہین جو وضو یا غسل یا مینہ کا پانی نہر مین یا چہت پر گرتا ہو یعنی
اگر قدیم سے دوسرے کی نہر مین فضلات مذکورہ گراکرتے ہون یا کسیکے گہر مین دوسرے کا پرنالہ یا راہ واقع ہو تو وہ اوسکو منع نہین کرسکتا اور اگر موجود ہو کے
وقت اشیاء مذکورہ موجود نہون تو اوسپر گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا نہر بین قوم اختصموا فی الشرب فہو بینہم علی قدر اراضیہم
لان المقصود نہر مشترک ہو ایک قوم مین اونہون نے جھگڑا کیا پانی اور کی باری مین تو باری اونکے درمیان مین بقدر اونکی اراضی کے ہوگی اسواسطے
کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہے یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اوسکی زمین اور حاجت کے ہوگا بخلاف
اختلافہم فی الطریق فانہم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار وضیقہا لان المقصود الاستطراق برخلاف راہ کے اختلاف کے
کہ رقبہ طریق کی ملکیت مین سب شریک برابر ہین بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گہر کے اسواسطے کہ مقصود راہ و آمد رفت ہے اور وہ مختلف نہین گہر کی کشادگی اور تنگی سے
ولیس لاحد من الشرکاء فی النہر ان یشق منہ نہرا او ینصب علیہ رحی الا رحی وضع فی ملکہ ولا یضر بنہر ولا بماء وقایہ اور نہر کے شریکون
مین کسیکو درست نہین یہہ کہ اوس سے دوسری نہر جاری کرے یا اوسپر پنچکی قائم کرے مگر وہ پنچکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اوسکی زمین مین واقع ہو
اور نہر اور پانی کو ضرر نکرے کذا فی الوقایہ هم پنچکی قائم کرنا اسواسطے درست نہوا کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار بہہ جاتا ہے
کسی کے کام مین نہین آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہہ ہے کہ اوسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہہ کہ اوسکی جاری ہونے میں
خلل واقع نہو او کذا لیتہ کاعوۃ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر رہٹ یا چرخ یعنی دولاب یا قائم کرے چوبی پل یا خشتی اور سنگی پل
تو شریک کو جائز نہین او لو یسم فم النہر او یقسم بالایام والحال انہ کانت القسمۃ بالکوی بکسر الکاف جمع کوۃ وبفتحہا المعقب لان
القدیم یترک علی قدمہ لظہور الحق فیہ یا ایک شریک نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دنون کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت تھی بطور نقب کے
تو یہہ سب امور درست نہین اسواسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت پر چہوڑی جاتی بسبب ظاہر ہونے حقیت کے قدامت مین کوی جمع کوۃ بالضم کاف کی

یعنے نصب هم اصل اوسکی نصب بیت ہے لیکن یہان مستعار ہی کشت زار کے مفاتح آب کیواسطے کذا فے المغرب او یسوق نصیبہ الی ارض له اخری لیس له منه ای من النهر شرب یا شریک لیجاوے اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کیطرف حالانکہ اوس نہر مشترک سے اوسکے واسطے باری مقرر نہین ہے بلا رضاهم یتعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہین بدون رضامندی باقی شریکون کے شارح نے کہا عدم رضا سب امور مذکورہ سے متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پن چکی اور ڈھینکلی وغیرہ اوسپر قائم کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر کرنا اور دوسری زمین مین پانی بدون رضامندی شریکون کے لیجانا درست نہین وطهو نقضه بعد الاجازة ولوارثهم من بعدهم اور شریکا کو اجازت کے بعد اوسکا توڑ دینا یعنی اجازت دیکر پھر روک دینا درست ہے اور شریکون کے بعد اونکے وارثون کو بھی یہی اختیار حاصل ہو ولیس للاعلی سکر النهر بلا رضاهم وان لم تشرب ارضه بدونه ملتقی اور نہر کی اوپر جانب والے کو جائز نہین نہر کا باندھنا بدون رضامندی شریکون کے اگرچہ اوسکی زمین سیراب نہوتی ہو بدون بند باندھنے کے هم اور اگر شریک راضی ہو جاوین اعلے کے باندھنے پر بقدر اوسکے حصہ کے یا ہر شریک اپنی باری مین نہر باندھنے پر راضی ہو جاوے تو جائز ہے ولیکن اگر تختون وغیرہ سے روکنے سے پانی رکجاوے تو مٹی اور پتھر سے باندھنا درست نہین بدون رضامندی شریکون کے اور اگر سب شریکون کی اراضی کو پانی نہ پہونچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہئے درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تا اعلے بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ اسفل نہر کے لوگ امیر ہین اہل نہر کے لوگون پر تاکہ وہ سیراب ہو جاوین کذا فی العینی والطحطاوی

کطریق مشترک اراد احدهم ان یفتح فیه بابا الی دار اخری ساکنها غیر ساکن هذه الدار التی مفتحها فی هذا الطریق بخلاف ما اذا کان ساکن الدارین واحدا حیث لا یمنع لان المارة لا تزداد چنانچہ ایک راہ مشترک ہو چند شخصون مین سوا ایک شریک نے چاہا کہ اوسمین اوس دوسرے گھر کا دروازہ پھوڑے جسکا رہنے والا غیر ہے اس گھر کے رہنے والیکا جسکا دروازہ اس راہ مین ہے برخلاف اوس صورت کے کہ دونو گھرون کا رہنے والا ایک شخص ہو وہان دروازہ لگانا اس راہ مین ممنوع نہین ہو اسلیے کہ اسصورت مین آمد و رفت کرنیوالے زیادہ نہین ہو جاتے ہین اور پہلی صورت مین زیادہ ہو جاتے ہین اسلیے پہلی ناجائز ہوئی اور پچھلی جائز ویورث الشرب ویوصی بالانتفاع به اما الایصاء ببیعه فباطل اور میراث جاری ہوتی ہے پانی کی باری مین اور وصیت کیجاتی ہے اوس سے نفع لینے کی لیکن اوسکی بیع کی وصیت باطل ہے ولا یباع الشرب ولا یوهب ولا یوجر ولا یتصدق به لانه لیس بمال متقوم فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوی کما سیجئ اور پانی کی باری بیچی نہین جاتی اور اوسکا ہبہ نہین ہوتا اور نہ وہ اجارہ دیجاتی ہے اور نہ خیرات دیجاتی ہے اسواسطے کہ باری مال متقوم نہین ہی ظاہر الروایۃ مین اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ آگے آویگا ولا یوصی بذلک ای ببیعه والتوبة اور وصیت نہین کیجاتی اوسکی بیع اور ہبہ اور اجارہ کی

ولا یصلح الماء بدل خلع وصلح عن دم عمد ومهر نکاح وان صحت هذه العقود لانها لا تبطل بالشروط الفاسدة لان الشرب لا یملک بسبب ما حتی لو مات وعلیه دین لم یبع الشرب بلا ارض اور باری کا پانی لیاقت نہین رکھتا بدل خلع اور بدل صلح خون کی عمدا خون سے اور لیاقت نہین رکھتا نکاح کے مہر ہونیکی اگرچہ یہہ عقود مذکورہ صحیح ہو جاوینگی باری کے عوض ڈالنے سے اسواسطے کہ عقود مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہین ہو جاتی پانی بدل خلع اور مہر اسواسطے نہین کہ پانی کی باری قابل تملیک کے نہین کسی سبب تملیک سے یہان تک کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اوسپر دین ہے تو اوسکے دین مین باری بدون زمین کے بیچی نجاویگی فلو لم یکن له ارض قیل یجمع الماء فی کل نوبة فی حوض فیباع الماء الی ان یقضوا دینه وقیل ینظر الامام الی ارض لا شرب لها فیضمه الیها فیبیعها برضاء ربها فینظر لقیمة الارض بلا شرب ولقیمتها معه فیصرف تفاوت ما بینهما الدین المیت وتمامه فی الزیلعی تو اگر میت مدیون کی زمین نہو فقط باری ہو تو بعضون نے کہا کہ ہر باری کا پانی جمع کیا جاوے ایک حوض مین پھر وہ پانی ہر باری مین بکا کرے یہان تک کہ دین آخر ہو جاوے اور بعضون نے کہا کہ حاکم اوس زمین کو دیکھے اور تلاش کرے جسکی باری نہین ہے تو میت کی باری کو اوس زمین کے ساتھ ملادے پھر زمین کو باری کے ساتھ جمع کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے

کہ زمین کی قیمت بدون باری کے کتنی ہے اور باری کے ساتھ اوسکی قیمت کتنی ہے تو اس کے تفاوت کو میت کے دین میں صرف کرے اور پورا
بیان اسکا زیلعی میں ہے یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت بدون باری کے تنو درم ہو اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین میں صرف
ہون ولا یضمن من ملأ ارضہ ماء فنزت ارض جارہ او غرقت لانہ متسبب غیر متعد وھذا اذا سقاھا سقیا معتادا فلو ذکر
سادۃ والا فیضمن وعلیہ الفتوی ہے اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین میں پانی بہرا سواوسکے پڑوسی کی زمین نے اوسکا پانی سوک لیا یا اوسکی
زمین غرق ہوگئی اسلئے کہ وہ مسبب غیر متعدی ہوا اور تسبیب میں تاوان اوسوقت ہوتا ہے جبکہ تعدی ثابت ہوا اور یہہ یعنی عدم تاوان اوسوقت ہے
جبکہ اوسنے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اوسکی زمین اوسقدر پانی کی متحمل ہو اور اگر عادت سے زیادہ اوسنے پانی بہر لیا ہو وہ اوسکے
پڑوسی کی زمین نا قبیں ہوگئی ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وفی الذخیرۃ ھذا اذا سقی ارضہ سقیا معتادا فقد
واما اذا سقی فی غیر نوبتہ او زاد علی حقہ یضمن علی ما قال اسماعیل الزاھد انتھی اور ذخیرہ میں ہے اور یہہ یعنی عدم تاوان اوسوقت ہے جبکہ اوسنے
اپنی باری میں اپنے حصہ کے موافق زمین سینچی ہو اور اگر باری کے سوائے میں سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا بموجب
قول اسمعیل زاہد کے کذا فی القہستانی ولا یضمن من سقی ارضہ او زرعہ من شرب غیرہ بغیر اذنہ فی روایۃ الاصل وعلیہ الفتوی شرح
وھبانیۃ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما انہ غیر متقوم اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت سینچی غیر شخص کی باری سے بدون اوسکے
اذن کے اصل کی روایت میں اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال میں ہے خلاصہ سے اسواسطے تاوان نہیں کہ مذکور ہوچکا کہ باری کا
پانی مال متقوم نہیں ہے ولو تصدق بغلتہ فحسن لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف العلف المغصوب فان الدابۃ اذا سمنت بہ لعدم
بقاءہ شیأ آخر قہستانی اور اگر اوسکے پیدا ہوئے غلہ یا پھل کو خیرات کردے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اوسمین بخلاف منصوب چارہ کے
کے اسلئے کہ جب جانور موٹا ہوگیا چارا کہانے سے تو چارا معدوم ہوگیا اور دوسری چیز بنگیا یعنی خون اور گوشت ہوگیا کذا فی القہستانی فان تکرر
ذلک منہ لا ضمان وادبہ الامام بالضرب والحبس ان رأی الامام ذلک خانیہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ پہر اگر یہہ یعنی غیر کا پانی لینا
چند بار واقع ہوا اوس شخص سے تو تاوان نہیں اور تعزیر دیوے اوسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اوسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اسکا پورا بیان
شرح وہبانیہ میں ہے قال وجوز بعض مشائخ بلخ بیع الشرب لتعامل اہل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ونوقض بانہ تعامل اہل بلد
واحد ہے اور مصنف وہبانیہ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہوجاتا ہے رواج کے
سبب سے اور یہہ تجویز توڑی گئی ہے اسطرح کہ یہہ ایک شہر والونکا رواج ہے یعنی اور ایک شہر والونکے رواج سے قیاس متروک نہیں ہوتا وافتی الناصحی
بضمانہ ذکرہ فی جواھر الفتاوی قال وینعقد الحکم بصحۃ سیعہ فلیحفظ اور ناصحی نے فتوی دیا ہے اوسکے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن لے
یہہ مذکور ہے جواہر الفتاوی میں اور یہہ کہا ہے کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہوجاتا ہے تو اسکو یاد کرنا چاہیے ھم اس فتوی میں ناصحی منفرد ہے تو عدم
ضمان کا معارض نہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہے چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ قاضی اپنے مذہب کے
غیر معتمد قول پر حکم نکرے کذا فی الطحطاوی قلت وفی الھدایۃ وشروحھا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارضہ بمائہ
غیرہ ضمنہ وبہ جزم فی النقایۃ ھنا فافھم میں کہتا ہون اور ہدایہ اور اوسکی شروح میں بیع فاسد کے بیان میں مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے بلا خلاف کہ جسے
تو اگر اپنی زمین سینچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دیوے اور اسی قول پر یقین کیا ہے نقایہ میں یہان سو اسکو سمجھ لے ھم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب
نقایہ نے اس مقام کے سواء دوسرے مقام میں جمہور کے موافق لکھا ہے قلت وقد مر ان علیہ الفتوی فتنبہ میں کہتا ہون اور البتہ مذکور ہوچکا وہ
قول جمہور فتوی ہے تو خبردار ھم اور جمہور کا فتوی ہے عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے مذکور ہوچکا نہ ناصحی کا فتوی کذا فی الطحطاوی و
فی الوہبانیۃ یہ و ساق بشرب الغیر لیس بضامن وقیمتہ بعض ما مر الطہارۃ اور وہبانیہ میں ہے اور سینچنے والا غیر کی باری سے ضامن

نہین اور بعضون نے اوسپر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے ف وما جوزنا اخذ القوم الذی علی جوانب
نھرہم من اذن بقرب اور ہمنے اوس مٹی کا لینا جو نہر کی جوانب پر ہے تجویز نہین کیا ہے بدون اذن مالک کے جو ثابت کرے لینے کو
ف ولو حفروا نہرا والقوا ترابہ + فلو فی حریم لیس لنا نقل ہو مر اور اگر لوگون نے نہر کہودی اور اوسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم
کے اندر ڈالی تو مٹی کے ذان سے اوٹہانیکا حکم نہوگا م صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک قوم کی نہر ہے دوسرے شخص کی زمین مین اور اون لوگون نے
نہر کی مٹی اوسکی زمین مین ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب زمین مٹی اوٹہانیکا اون سے مواخذہ نہین کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی
ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ اون سے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہہ دونون مسئلے وہبانیہ کی دو مبتونین مذکور تھے شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک
بیت مین بیان کر دیا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم و استغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الاشربۃ

یہہ کتاب ہی اشربہ یعنی شرابون کی احکام مین ہم اشربہ محرمہ کے حرام ہونے کی خوبیان ظاہر ہین اسلئے کہ مزیل عقل ہین اور عقل اشرف الاشیاء
ہے جس سے آدمی ممتاز ہے حیوانات سے اور اوسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن خمر اگلی اُمتون پر مباح تہی اونکی طول اعمار اور جسامت ابدان
کے سبب سے تو بسبب اپنی قوت کے آفت شراب کی متحمل تھے اور اونپر مستی غالب نہوتی تہی تو اوسکی اباحت مین اونکے واسطے صلاح تہی کثرت منافع کے
سبب سے اور یہہ امت تو کم عمر ضعیف البدن ہے تو اونپر مستی غالب ہو جاتی ہے شربہ قلیل سے بہی اسلئے انکے حق مین یہی صلاح تہی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر
انپر حرام ہو اور ابتدا ہی اسلام مین اسواسطے مباح ہوتی تہی تا فساد خمر کو معائنہ کر لین پہر جب حرام ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہی دین حق ہے یہہ چیز حرام
ہی ہونیکے لائق تہی کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ مستی اور نشا سب دینون مین حرام تہا اور خمر کا تہوڑا بہی پینا امت محمدی پر حرام ہوا اونکی تعظیم اور تکریم
کیواسطے تا امر قبیح مین واقع نہون کیونکہ یہہ امت مشہود بالخیر ہے ہی جمع شراب والشراب لغۃ کل مائع یشرب و اصطلاحا ما یسکر
اشربہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب مین عبارت ہے ہر چیز رقیق سائل سے جو پیجائے جیسا کہ پانی اور رس اور شربت اور عرق خواہ حلال ہو
یا حرام نشہ کرے یا نکرے اور اصطلاح شرع مین شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کردے م عرف ہندوستان مین شراب اوسکو کہتے ہین جو دیگ
مین ڈالکر بطور عرق کے کشید ہوا ور نشہ کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پہل کا خواہ گڑ کا والمحرم منہا اربعۃ انواع اور شرابون مین سے چار
قسم کی شرابین حرام ہین یعنی خمر اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی م اصول اشربہ چار چیزین ہین ایک تو ثمار یعنی
پہل مثل انگور اور کہجور اور مویز یعنی انگور خشک جسکو اہل ہند منقے کہتے ہین دوسرے حبوب جیسے گیہون اور جوا اور جوار تیسری شیرین چیزین جیسا کہ
شکر اور گڑ اور شہد چوتہی البان یعنی اونٹ کا دودہ اور گہوڑیکا دودہ سو انگور سے پانچ یا چہہ شرابین بنتی ہین یعنی خمر اور باذق اور منصف
اور مثلث اور نجتج یعنی پختہ اور منقے سے دو شرابین بنتی ہین یعنی نقیع اور نبیذ اور کہجور سے تین شرابین بنتی ہین یعنی سکر اور فضیخ اور نبیذ اور
حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہا سے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اوسکی چند قسم کے ہین تو یہہ گیارہ یا زیادہ نام ہوئے سو اشربہ انگوری کی تفصیل یہہ
ہے کہ جب انگور کا عرق نچوڑا گیا تو اوسکو عصیر کہتے ہین جبتک وہ شیرین ہی پہر جب وہ جوش کہا کر جہاگ لایا اور کڑوا ہو گیا اوسکا نام خمر ہے اور جب
کہٹا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو تہوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پہر وہ جوش کہا کر جہاگ لایا تو اوسکا نام باذق ہے اور اگر یہانتک
تک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جلگیا تو اوسکا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈالکر پتلا کیا پہر اوسکو پکایا تو اوسکا
نام نجتج ہے اور اسکو یعقوبی اور ابو یوسفی بہی کہتے ہین اسلئے کہ ابو یوسف نے ہارون رشید کیواسطے اسکو مرتب کیا تہا اور جمہوری اور حمیدی بہی اسکو بولتے ہین
اور منقے سے نقیع اور نبیذ بناتے ہین نقیع یہہ کہ منقے کو پانی مین چند روز تر رکہا یہانتک کہ پانی شیرین ہو گیا اور نبیذ یہہ کہ منقے کا پانی تہوڑا پکایا گیا اور
کہجور سے سکر اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہین سکر کچا پانی ہی تمر پختہ کا اور فضیخ کچا پانی ہے گدر کہجور کا اور نبیذ پختہ پانی گدر کہجور کا پانی ہی جو تہوڑا سا پکایا گیا کذا
فی العینی و قاضی خان الاول الخمر وھی النی من ماء العنب اذا غلی واشتد و قذف ای رمی بالزبد اول شراب

چار حرام شرابوں سے پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جبکہ وہ جوش کھاوے اور ابلے اور اشتد اور گاڑھا ہووے اور جھاگ ڈالے شارح نے کہا بانی
بکسر نون اور تشدید یاء تحتانیہ ہے اور اشتد بفتح زاء معجمہ وبا موحدہ عبارت ہے رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی میں جھاگ اور پھینا کہتے ہیں جوش سے
مراد جوش کامل ہے اسطرح کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتد سے مراد قوت اور کثرت ہے جوش کھانے کی جس سے
مست کردینے کی قوت حاصل ہو جاوے اور بعضوں نے کہا اشتد سے وہ حالت مراد ہے جو شارب کے حواس کو فہم اور درک سے روکے اور بعضوں نے کہا علامت
اسکار یعنی مست کردینے کی لیاقت مراد ہے کذا فی بنایۃ العینی ولم یشترط القذف وبہ قالت الثلثۃ وبہ اخذ ابو حفص الکبیر وھو الاظہر کما فی الشامی
عن المواھب ویاتی مابعدہ اور صاحبین نے خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا شرط نہیں کیا یعنی فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہے بدون جھاگ
ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی قول کو ابو حفص کبیر نے لیا ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں مواہب سے منقول ہے اور
آگے آویگا جو اس مطلب کا منبہ ہے یعنی قولہ والکل حرام اذا غلا واشتد ھم صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لذت مطربہ اور قوت مسکرہ اشتداد سے
حاصل ہو جاتی ہے اور یہی مؤثر ہے ایقاع عداوت اور نماز کے روکنے میں اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے اوسکو مستی پیدا کرنے میں تاثیر نہیں اور
امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ غلیان اشتداد کی ابتدا ہے اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہے اسواسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہو جاتا ہے گدلے سے اور
احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہیں وہ قطعی ہیں چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اسکی لہذا مناط احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد یطلق
الخمر علی غیر ما ذکرنا مجازا اور کاہی خمر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے ھم ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ
رکھی گئی یہانتک کہ متغیر ہو گئی اور اختمار عبارت ہے تغیر ریح سے اور بعضوں نے کہا کہ خمر نام ہوا اوسکی مخامرت کے سبب سے عقل کو وہ چھپا ڈالتی ہے قول اول
حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی ائمہ ثلثہ کے موافق ہے اسواسطے کہ اونکے نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل اونکی وہ احادیث ہیں جو اطلاق کی مفید ہیں
چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر وکل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو تعریف خمر کی ہمنے کی ہے اوسپر اہل لغت کا اتفاق ہے اوسکے سوا اور مسکرات
کو باذہ اور مثلث وغیر ذلک کہتے ہیں تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہے نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہے یا بیان
حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اسکی کتب مطولہ میں ہے ثم شرع فی احکامھا العشرۃ فقال وحرم قلیلھا وکثیرھا بالاجماع
لعینھا ای لذاتھا مصنف نے خمر کے دس حکموں کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہے بحرمت ذاتی یعنی خمر
کی ذات حرام ہے نشہ کرے یا نکرے ھم بعضوں نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہیں اسواسطے کہ قلیل مسکر نہیں جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہے اس میں
قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہے اسلئے کہ قرآن میں خمر کو رجس فرمایا اور رجس کو نجس العین کہتے ہیں چنانچہ لحم خنزیر کو رجس فرمایا ہے تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی میں برابر ہیں اور
حرام ہونے میں یکسان وفی قولہ تعالی انما الخمر والمیسر الایۃ عشرۃ دلائل علی حرمتھا مبسوطۃ فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر
والمیسر کی آیت میں دس دلیلیں خمر کے حرام ہونے پر مجتبی وغیرہ میں شرح وار مذکور ہیں ھم دلائل مذکورہ یہہ ہیں ۱ خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر
فرمایا ۲ اوسکو رجس یعنی نجس العین کہا ۳ اعمال شیطانی سے اوسکو شمار کیا ۴ اجتناب کا حکم کیا ۵ اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ۶ شیطان
القاء عداوت کا ارادہ کرتا ہے خمر سے ۷ ایقاع بغض کا قصد رکھتا ہے اسکے سبب ۸ روکتا ہے یاد خدا سے ۹ روکتا ہے نماز سے ۱۰
نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدید کی کذا فی العینی وھی نجسۃ نجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس نجاست غلیظہ ہے پیشاب کی مانند اسواسطے کہ
اسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہے ویکفر مستحلھا اور کافر ہو جاتا ہے خمر کا حلال کہنے والا اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا منکر ہوا وسقط
تقومھا فی حق المسلم لا مالیتھا فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے نہ مالیت اوسکی صحیح تر قول میں ھم مال
متقوم مسلمان کے حق میں اسواسطے نہیں کہ حق تعالی نے اوسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے
میں اختلاف ہوا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اوسکی طرف وحرم الانتفاع بھا ولو لسقی دواب او لطین او

قطرۃ منہ فی دواء او دھن او طعام او غیر ذلک اور حرام ہی فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانوروں کا پلانا ہو یا اوس سے مٹی کا تر کرنا
دیوار بنانے کو یا اوسکا دیکھنا تماشے کیواسطے یا دواؤں میں اوسکا ڈالنا یا تیل میں یا کہانے میں یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں جس طرح سے
الا لتخلیل او لخوف عطش بقدر الضرورۃ ولو زاد فسکر حُدّ مجتبی مگر خمر کا سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر
ضرورت سے زیادہ پیکر مست ہوگا تو اوسپر حد ماری جاویگی کذا فی المجتبی ولا یجوز بیعہا لحدیث مسلم ان الذی حرم شربہا حرم بیعہا
اور جائز نہیں خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے کہ مقرر جسنے اوسکا پینا حرام کیا اوسنے اوسکا بیچنا بھی حرام کیا ہے ھ مسلم میں ابن
عباس سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک بھر خمر تحفہ لایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپنے فرمایا کہ تجکو کیا معلوم نہیں کہ اللہ تعالی نے اسکا پینا
حرام کیا ہی پہر اوسنے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات کی حضرت نے فرمایا کہ تونے کیا سرگوشی کی اوسنے کہا کہ میں نے اوسکے بیچڈالنے کا امر کیا ہی تب حضرت نے
فرمائی کہ جسنے پینا حرام کیا اوسنے اوسکا بیچنا حرام کیا پہر اوس مرد نے مشک کا دہانہ کہولدیا تو جو اوسمیں خمر تھی سب جاتی رہی کذا فی العینی ویحد شاربہا
وان لم یسکر منہا اور حد ماری جاویگی خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جاوے اوس سے ھ باوجود عدم سکر حد لازم ہے اسواسطے کہ اوسکی
حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ ام الخبائث ہی مبسوط میں حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ
اپنے ہاتھوں پر رکہتا ہے تو اوسپر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں پہر اگر اوسنے پی تو اوسکی نماز چالیس رات مقبول نہیں ہوتی اور اگر اوسکو
ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کی مانند ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ویحد شارب غیرہا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے
کو حد ماری جاتی ہے جبکہ اوسکو بیہوشی اور نشہ ہو ھ فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہی تو حد ماری جاویگی اوسپر جو
مست ہو جاوے اون شرابوں کو پیکر جو حبوب اور شہد اور دودہ اور انجیر سے بنائی جاتی ہیں اسواسطے کہ فاسق لوگ ان شرابوں پر اجتماع کرتے ہیں ہمارے زمانے میں
اور لہو لعب کا قصد کرتے ہیں اور اوسکے پینے سے مست ہونیکا ارادہ رکہتے ہیں انتہی ولا یؤثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اوسکی ازالہ حرمت
میں اثر نہیں کرتا ھ یعنی پکانے سے اوسکی حرمت زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ پکانا شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنیکے واسطے ہی نہ اسواسطے کہ اوسکی حرمت کو باطل
کردے حرمت کے ثابت ہو جانیکے بعد یعنی خمر ہو جانے سے پہلے طبخ البتہ موثر ہے اور جبکہ خمر بنگئی تو اوسکے بعد طبخ کچہہ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی
الا انہ لا یحد فیہ ما لم یسکر منہ لاختصاص الحد بالنیّ ذکرہ الزیلعی واستظہرہ المصنف وضعف ما فی القنیۃ والمجتبی ثم نقل
عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد ما لم یعضدہ نقل من غیرہ انتہی وفیہ کلام لابن الشحنۃ
مگر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے میں حد ماری نجاویگی جبتک اوس سے مست نہو گا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچی خمر کے ساتھہ ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے اور قوی
کیا ہی اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں اور ضعیف کہا ہی اوس قول کو جو قنیہ اور مجتبی میں ہے یعنی خمر جب پکائی گئی اور اوسکی تلخی دور ہوگئی تو حلال ہو جاتی ہے
پہر مصنف نے ابن وہبان سے یہہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جاوے اوسکے قول کیطرف جو صاحب قنیہ نے قواعد مذہب کے مخالف کہا ہی جبتک کہ اوسکی تائید کسی اور
فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس تصنیف میں ابن الشحنۃ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے ھ خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہی اور دوسرا
قول شمس الائمہ سرخسی کا یہہ ہی کہ اوسکے شارب پر حد واقع ہوگی تہوڑی پئے یا بہت چنانچہ فتاوی عالمگیریہ میں کافی سے منقول ہے انتہی اور اسیطرح قاضی خان اور
بدائع میں ہے ابن الشحنۃ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہہ ہی کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جبکہ اوس سے اوصاف خمریت کی یعنی تلخی اور مست کر دینا زائل ہو جاوے کیونکہ
اوسکی حقیقت بدلگئی جیسے سرکہ ہو جانے سے اوسکی حقیقت بدلجاتی ہے اور یہہ جو صاحب مبسوط نے کہا ہی کہ طبخ سے خمر حلال نہیں ہو جاتی تو مراد اوسکی یہہ ہے
کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب اور استحالہ نہیں پایا گیا جو مقتضی ہو اباحت کا اور یہہ جو کہا کہ طبخ کو اوسکی حلت کی اثبات میں اثر نہیں مخالف اوسکے نہیں اسلئے کہ مقصود انقلاب
ہی طبخ کی اسمیں کچہہ خصوصیت نہیں کذا فی الطحطاوی ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قالہ المصنف قلت ولو احتقان واقطار فی احلیل نہایہ
اور جائز نہیں خمر سے دوا کرنا بنابر قول معتمد کے ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں میں کہتا ہوں اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جاوے اور پیشاب کے سوراخ میں ٹپکائی

بیان کو کذا فی النہایۃ م پھر چند حنفیہ وغیرہ میں احتمال مسکر کا ہو میں لیکن نجس العین ہونے سے سرکہ بھی درست نہیں اسیطرح اوسکا سرکہ میں اور ناس میں مثلاً جائز نہیں
ویجوز تخلیلھا ولو بطرح شیئ فیھا خلافاً للشافعی اور جائز ہے خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈالکر سرکہ ہے برخلاف شافعی م
امام شافعی کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہو جاوے تو حلال ہے اور نمک وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہیں پھر جب خمر سرکہ ہو گئی تو جیسا نمک سرکہ ہے ویسا کہ برتن
پاک ہو گیا اور اوسکی اوپر کی جانب اوسکی تبعیت سے پاک ہو گئی ابو سعود نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی والثانی الطلاء بالکسر
وھو العصیر یطبخ حتی یذھب اقل من ثلثیہ ویصیر مسکرا وصوب المصنف ان ھذا یسمی الباذق اور دوسری قسم شربہ محرمہ سے
طلاء بالکسر ہے اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا یہانتک کہ دو تہائی سے کمتر جلگیا اور وہ مسکر ہو گیا اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ حق یہ ہے
کہ اسکا نام بادہ ہے م طلا م ہدایہ میں بھی اسیطرح ہے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جلگیا وہ بادہ ہے اور قاضیخان کے فتاوی میں دو تہائی کی قید
نہیں بلکہ یون کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے طحطاوی نے شرح مسکین سے نقل کیا کہ اقل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہائی جلجاویگا تو جبتک
شیرین رہے سب کے نزدیک حلال ہے اور بعد غلیان اور اشتداد کے جبتک نشہ نکرے تو شیخین کے نزدیک حلال ہے خلاف محمد واما الطلاء فما
ذکرہ بقولہ وقیل ما طبخ من ماء العنب حتی ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ وصار مسکرا وھو الصواب کما جری علیہ صاحب المحیط
وغیرہ یعنی فی التسمیۃ لا فی الحکم لان حل ھذا المثلث المسمی بالطلاء حلال فی المحیط ثابت بشرب کبار الصحابۃ رضی اللہ عنہم
کما فی الشرنبلالیۃ اور دوسرا قول یہ ہے کہ طلاء وہ شراب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہانتک کہ اوسکی دو تہائیاں جلجاویں اور ایک تہائی باقی رہے اور
وہ مسکر ہو جاوے اور اسی مشروب کو طلا کہنا حق ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہیں یعنی فقط تسمیہ میں نہ حکم میں یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس
مثلث کو طلا کہا ہے اسکو حرام نہیں کہا ہے اسواسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جسے طلاء ہو جب روایت محیط کے ثابت ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے پینے سے
چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے م خلاصہ یہ کہ طلا تفسیر اول یعنے بادہ حرام ہے اور طلا تفسیر ثانی یعنی مثلث عنبی بشرط عدم اسکار حلال ہے تو مثلث حرام نہیں
الا بعد سکر کذا فی الطحطاوی وسمی بالطلاء لقول عمر رضی اللہ عنہ ما اشبہ ھذا بطلاء البعیر وھو القطران الذی یطلی بہ البعیر
الجرباء اور مثلث کا نام طلاء کہا گیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کے سبب سے کہ یہ مثلث کیا خوب مشابہ ہے اونٹ کے طلا کے ساتھ اور وہ یعنی طلاء
قطران ہے جو خارشتی اونٹ کو ملا جاتا ہے م طلاء بالکسر قطران ہے اور قطران بفتح وکسرہ وہ چیز ہے جو خارشتی اونٹ پر ملی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ
مثلث یعنی غلظت قوام میں ایک مشابہ تہا طلاء سے لہذا اوسکو فاروق اعظم نے طلا فرمایا ونجاستہ ای الطلاء علی التفسیر الاول کذا قالہ
المصنف کالخمر بہ یفتی اور اوسکی نجاست یعنی طلا کی بنابر تفسیر اول چنانچہ مصنف نے کہا ہے خمر کی مانند نجس ہے اسی قول پر فتوی ہے م طلا تفسیر
اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے جو جسے بادہ ہے اوسکی نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث عنبی چونکہ وہ حلال ہے تو طاہر ہے والثالث
السکر بفتحتین وھو النیئ من ماء الرطب اذا اشتد وقذف بالزبد اور اشربہ محرمہ سے تیسری شراب سکر ہے بفتح سین وکاف اور وہ کچا رس ہے
پختہ تر کہجور کا جبکہ وہ خوب جوش اٹہے اور جہاگ ڈالے یعنی اوسمیں قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر شیرین ہو گا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی اللباب ومن
الفصل والرابع نقیع الزبیب وھو النیئ من ماء الزبیب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور اشربہ محرمہ سے چوتھی شراب
نقیع زبیب ہے یعنی خیساندہ مویز ہے اور وہ کچا پانی ہے مویز کا یعنی جس پانی میں انگور خشک کو چند مدت تر کر رکھا شرط اوسکی جہاگ ڈالنے کے جوش کہانے
کے بعد والکل ای الثلثۃ المذکورۃ حرام اذا غلی واشتد اور تمام یعنی تینوں مذکور شرابیں یعنی بادہ اور سکر اور نقیع زبیب حرام
ہیں جبکہ جوش کہاویں اور شدید ہو جاویں ولم یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہو تو بالاتفاق حرام نہیں م امام کے نزدیک اسواسطے
حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جہاگ ڈالنا ہے اور صاحبین کے نزدیک اسوجہ سے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد ہے سو حاصل
نہیں وان قذف حرم اتفاقا اور اگر جہاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہے م امام کے مذہب پر تو ظاہر ہے اور صاحبین کے نزدیک اسلئے حرام ہے کہ

جب فقط غلیان اور اشتداد پر حرمت ہوتی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولےٰ حرمت ہوگی وظاہر کلامہ کبقیۃ المتون انہ اعتمادہما قوبعا
قال البرجندی نعم قال القہستانی وترک القید ہنا لانہ اعتمد علی السابق قنیہ اور ماتن کا ظاہر کلام باقی اور متنون کی مانند ہے کہ انہی
استاد مین صاحبین کا قول پسند کیا کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو مذکور نہین کیا ایسا کہا ہے برجندی نے ہان قہستانی
نے کہا کہ ماتن نے یہان جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت مین جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہان
اوسکے ذکر کو ضرور نسمجھا تو اس سے خبردار رہنا ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہے اسواسطے کہ اوسنے سکر
کی حرمت مین جھاگ ڈالنے کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہے تو یہی قید نقیع زبیب مین بھی جاری ہوگی اسواسطے کہ دونون یکسان خلاف ہی ولم یبین
حکم نجاسۃ السکر والنقیع ومفاد کلامہ انہا خفیفۃ وہو مختار السرخسی واختار فی الہدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف نے سکر
اور نقیع کی نجاست کا حکم بیان نہین کیا اور اوسکے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دونونکی نجاست خفیفہ ہی اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی کا
مختار ہے اور ہدایہ مین غلیظہ اختیار کیا ہے کہ نجاست غلیظہ ہے وحرمتہا دون حرمۃ الخمر فلا یکفر مستحلہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور ان
اشربہ ثلثہ یعنی باذق اور سکر اور نقیع کی حرمت خمر کی حرمت سے کمتر ہے تو اونکا حلال جاننے والا کافر نکہا جاویگا اسواسطے کہ حرمت اونکی اجتہاد کے سبب سے ہے
اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہے ہم کشف مین ہے کہ تکفیر کو اکفار سے کہنا بہتر ہے تکفیر سے اسواسطے کہ اول نسبت الی الکفر مین خاص اور ثانی شتم
ہے اور خاص دلالت مراد مین اولے ہے مشترک سے کذا فی الطحطاوی والحلال منہا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر والزبیب ان طبخ
ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ سے چار شربت حلال ہین اول نبیذ تمر اور زبیب ہے یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی بشرطیکہ
تھوڑا سا پکایا جاوے یعنے یہانتک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اوسکا پینا حلال ہے اگرچہ جوش کہا کر قوی ہو جاوے ہم اشتداد کے ساتھ قذف کو
ذکر نہین کیا بیان سابق پر اکتفا کرکے چنانچہ رمز مین ہے عینی نے کہا نبیذ التمر کی حرمت مین احادیث وارد ہین اور اوسکی حلت مین بھی احادیث
وارد ہین تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجئے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض رفع ہو جاوے وہذا اذا شرب منہ بلا لہو وطرب فلو
شرب للہو فقلیلہ وکثیرہ حرام اور یہہ یعنی حلت نبیذ تمر اور زبیب کی اوسوقت ہے جبکہ وہ پیا جاوے بدون لہو اور طرب کے تو اگر لہو ولعب کیواسطے
شربہ ہوگا تو اوسکا قلیل اور کثیر سب حرام ہے ہم مختار مین ہے کہ طرب سبکی ہے جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہے درر مین
کہا کہ یہہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقونکی وضع پر تو حرام ہے
وما لم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم اور یہ علت اوسوقت تک ہی جبتک وہ نشا کرے تو اگر اوسقدر پیئے گا جسقدر کے پینے
سے اوسکے نشا کرنیکا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا ہم یعنی قدح اخیر جسنے نشا کر دیا وہ حرام ہی نہ مشروب تمامہ بحر الرائق مین ہے کہ جسنے
نو پیالے پیئے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اوسکو نشہ نہوا پہر اوسنے دسوان پیالہ پیا سو اوسنے نشا کیا تو حرام دسوان پیالہ ہے نہ اگلے پیالے
ابو یوسف نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہے اور وہانکا بیٹھنا حرام اور اوسکی طرف چلنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی
والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد بلا لہو اور اشربہ حلال سے شربت ثانی خلیطین ہے یعنی خشک
انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کہا کر اشتداد اوسمین حاصل ہو حلال ہے بدون لہو ولعب کے ہم حلت کی دلیل
وہ حدیث ہی جو ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے برتن مین ڈالتے تھے
اور پانی اوسپر ڈالتے تھے سو جو علی الصباح تر کر رکہتے تھے حضرت اوسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو بھگو رکھتے اوسکو علی الصباح پیتے تھی اور وہ جو احادیث
مین خلیطین سے نہی وارد ہے وہ قحط کی حالت پر محمول ہے تاکہ دو نعمتون کا اجتماع نہووے اور حالانکہ پڑوسی محتاج ہے بلکہ ایک چیز پڑوسی کو دیوے
اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ سالی مین تھی یہہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی والثالث نبیذ العسل

والتین والبُر والشعیر والذرۃ علی سواء طُبخ او لا بلا لہو وطرب اور اشربہ حلال ہے شہد اور انجیر اور گیہون اور جو اور جوار کا نبیذ
ہے یعنی خیساندہ ان چیزونکا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہین بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبی وان اشتد وھو ما طبخ من
ماء العنب حتی یذھب ثلثاہ ویبقی ثلثہ اذا قصد بہ استمراء الطعام والتداوی والتقوی علی طاعۃ اللہ ولو للہو لا یحل
اجماعا اور اشربہ حلال ہے چوتھا مشروب مثلث انگوری ہے اگرچہ اوسمین اشتداد حاصل ہوا اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہانتک
کہ اوسکی دو تہائیان جاتی رہین اور ایک تہائی باقی رہے پھر اوسوقت حلال ہے جبکہ اوسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر
قوت حاصل کرنا مقصود ہوا اور اگر لہو لعب کیواسطے پیتا ہے تو شیخین اور محمد سبکے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق ھم شیخین کے نزدیک مثلث
عنبی بشرط مذکور حلال ہے اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک حرام ہے منجملہ دلائل حلت شیخین کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی مین سوید بن غفلہ سے مروی
ہے کہ بھیجنے وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق اعظم نے ابو موسی اشعری کو لکھا تھا پڑھا اوسمین یہہ تھا کہ شام کا قافلہ شروب غلیظ اسود لایا طلاء ابل کی مانند
یعنی گاڑھا سیاہ رنگ مین سو مین نے اونسے سوال کیا کہ تم اسکو کتنا پکاتے ہو سو انہون نے مجھکو خبر دی کہ دو تہائیان جلا ڈالتے ہین اوسکے دو ثلث اخبث
جاتے رہے ایک ثلث بد بو کا اور ایک ثلث اشتداد اور سکر کا سو اپنے لوگون سے حکم کر کہ اوسکو پیا کرین اور دوسری روایت نسائی کی یون ہے کہ اپنے مشروب
کو تم پکاؤ یہانتک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے سو شیطان کے دو حصے ہین اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہے عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا
سوال ہوا تو جواب دیا کہ اوسکا پینا حلال نہین سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابو یوسف کا خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کیواسطے حلال کہتے تھے
اور ہمارے زمانے مین لوگ لہو لعب اور فسق و فجور کیواسطے پیتے ہین ابو یوسف سے امالی مین روایت ہے کہ اگر مستی کیواسطے مثلث پیے تو قلیل اور کثیر سب حرام
ہے اور وہانکا بیٹھنا اور اوسطرفکا چلنا حرام ہے امام اعظم سے روایت ہے کہ مین نبیذ تمر کو حرام نہین کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اوسکو
استعمال کرتے تھے اور مین اوسکو نہین پیتا ہون باعتبار مروت کے انتہے ما فی العینی وصح بیع غیر الخمر مما مر اور خمر کے سوا جو اشربہ مذکور ہوچکی
اونکی بیع صحیح ہے ھم یعنی اشربہ محرمہ یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے اسواسطے کہ معصیت بعینہا قائم ہی
کذا فی الطحطاوی ومفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ھل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل
علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل قالہ المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ
دونون غیر خمر ہین مین کہتا ہون اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہین تو یہہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے
ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہی ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین وتضمن ھذہ الاشربۃ بالقیمۃ لا بالمثل لمنعنا عن تملیک عینہ وان جاز فعلہ
اور تاوان دیا جائیگا ان شرابونکا بسبب تلف کر ڈالنے کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہین اوسکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے ھم
جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت مراد ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الصلیب حیث تضمن قیمتہ صلیبا لانہ مال متقوم فی حقہ وقد امرنا
بترکھم وما یدینون زیلعی برخلاف اتلاف صلیب کے یعنی اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا صلیب تلف کر ڈالے تو اوسکی مانند صلیب کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلیے
کہ صلیب مال متقوم ہے ذمی کے حق مین اور ہم مامور ہین اونکے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحرّمھا محمد ای الاشربۃ المتخذۃ من العسل
والتین ونحوھما قالہ المصنف مطلقا قلیلھا وکثیرھا وبہ یفتی ذکرہ الزیلعی وغیرہ اور حرام کہا ہے اونکو محمد نے مصنف نے شرح مین کہا
یعنی جو شرابین کہ بنائی جاوین شہد اور انجیر اور اونکی مانند سے وہ محمد کے نزدیک مطلقا حرام ہین خواہ قلیل ہون خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا
ہے زیلعی وغیرہ نے ھم قہستانی نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ حبوب اور ثمرات کا نبیذ یعنی انکا بوزہ و لیکن شراب مذکور شیخین کے نزدیک حلال ہے تو جو اوسکو
پیکر مست ہوا اوسپر حد نہین اور اوسکی طلاق واقع نہین اور محمد کے نزدیک وہ حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی مین ہے اور محمد کے قول پر فتوی ہے چنانچہ
کفایہ وغیرہ مین ہے محبوبی نے کہا قول محمد اور مختار ہمارے زمانہ مین یہہ ہے کہ شربہ مسکرہ سے جو نشا کرے یعنی الصحو اوسکا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی قسم سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم

کہ کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ وَکُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ یعنی جو نشہ کرنیوالی چیز ہے وہ خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمد و ابن ماجہ و دارقطنی کہ مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور فتوی محمد کے قول پر ہے اور بزازیہ مین ہے کہ محمد کے نزدیک قلیل اوسکا اور کثیر سب حرام ہے فقہا نے کہا اور ہم محمد کے قول کو لیتے ہین اور محمد کا مذہب یہی ہے کہ وہ نجس ہے جیسا مذہب شافعی اور مالک اور احمد اور داؤد ظاہری کا ہوا انتہے اور یہہ اختلاف شیخین اور محمد کا چار اشربہ حلال مین ہے اور اشربہ محرمہ مین سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین اور محمد کے حرام ہے گو کہ اوسقدر سے نشہ نہو اگرچہ حد لازم نہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصرا واختارہ شارح الوہبانیۃ وذکر انہ مروی عن الکل اور پسند کیا ہے محمد کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخین اور محمد سب سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہوگئی شرح وہبانیہ مین عمادیہ سے یون مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہے کہ اونسے ہمارے سب اصحاب سے یہہ روایت پائی کہ حد واجب ہے اسواسطے کہ جس سے نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشا فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوئی تاکہ اس پینے سے لوگ باز رہین تا روی زمین سے فساد دفع ہو اور یہہ امر تو موجود ہے خمر کے سوا باقی اشربہ مین بھی کذا فی الطحطاوی ملخصا ونظمہ فقال ۔ وفی عصرنا فاختیر حد واوقعوا طلاقا لمن من سکر الحب یسکر ۔ وعن کلہم یروی وافتی محمد بتحریم ما قد قل وھو المحرر ۔ اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یون کہا ہے کہ ہمارے زمانے مین وجوب حد مختار ہے اور علما نے طلاق واقع کردی ہے اوس شخص کی جو اناج کی شراب یعنی بوزے سے مست ہوا اور شیخین اور محمد سب علما سے وجوب حد مروی ہے اور محمد نے قلیل کے بھی تحریم کا فتوی دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے ۔ وفی طلاق البزازیۃ و قال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وھو نجس ایضا ولو سکر منہا المختار فی زماننا انہ یحد اھ وفی الملتقی ووقوع طلاق من سکر منہا تابع للحرمۃ والکل حرام عند محمد وبہ یفتی والخلاف انما ھو عند قصد التقوی اما عند قصد التلہی فحرام اجماعا انتہی وتمامہ فیما علقناہ علیہ اور بزازیہ کی کتاب الطلاق مین ہے اور محمد نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر اوس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ مین قول مختار یہہ ہے کہ اوسپر حد ماریجائے ملتقی مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ جو شخص مست ہوا اوسکی بیوی سے تو اوسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونیکا تابع ہے اور سب مسکرات حرام ہین محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہہ خلاف شیخین اور محمد کا تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لہو ولعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین اور محمد کے حرام ہے انتہے ما فی الملتقی اور پورا اسکا بیان اوس شرح مین ہے جو ہمنے ملتقی پر لکھی ہے زاد القہستانی ان لبن الابل اذا اشتد لم یحل عند محمد خلافا لہما والسکر منہ حرام بالاتفاق والحد والطلاق علی الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودہ جب جوش کہا کر مستی لاوے تو محمد کے نزدیک حلال نہین برخلاف شیخین کے اور نشہ ہونا اوس سے تو بلاخلاف حرام ہے اور اوسکے مست پر حد واقع ہونا اور اوسکی طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر مبنی ہے یعنی شیخین کے نزدیک واقع نہوگی اور محمد کے نزدیک واقع ہوگی وکذا لبن الرماک ای الفرس اذا اشتد لم یحل وصحح فی الہدایۃ حلہ وفی الخزانۃ انہ یکرہ تحریما عند عامۃ المشایخ علی قولہ اور اسیطرح گہوڑیکا دودہ جبکہ جوش کہاوے حلال نہین اور ہدایہ مین اسکے حلال ہونے کو صحیح کہا ہے یعنی امام کے نزدیک اور خزانہ مین یون ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے مشایخ کے نزدیک امام کے قول پر ہم حلت اوسوقت تک ہے جبتک نشا نکرے زیلعی مین ہے قول اصح یہہ ہے کہ گہوڑیکا دودہ امام کے نزدیک حلال ہے بموجب کرنے صاحبین کے اسلئے کہ اسکے گوشت کی کراہت احترام کے سبب سے ہے اور اسلئے کہ آلہ جہاد منقطع نہوجاوے تو یہہ کراہت اوسکے دودہ کیطرف متعدی نہوگی انتہی کذا فی الطحطاوی وحل الانتباذ ای اتخاذ النبیذ فی الدباء جمع دباۃ وھی القرع حلال ہے نبیذ بنانا تونبون مین دبا بتشدید وہ جمع ہے دباۃ کی جو بمعنی کدو ہے والحنتم جرۃ خضراء والمزفت المطلی بالزفت ای القیر والنقیر الخشبۃ المنقورۃ وما ورد من النہی نسخ اور حلال ہے نبیذ بنانا حنتم یعنی سبز گہڑے اور مرتبان مین اور اوس برتن مین جسپر زفت یعنی روغن قیر کا ملا ہو اور لکڑی کے کہدے ہوئے برتن مین اور جو حدیث مین ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہے سو منسوخ ہے م محمد نے

کتاب الآثار مین عن ابی حنیفة عن علقمة بن مرثد عن ابن بریدة عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی کہ مین نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تہا سو اب زیارت کیا کرو اور بیہودہ گوئی مت کرو اور محمدؐ کو بہی ان کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تہا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ رکہا جاوے سو اب رکہو جتنا تم چاہو منع اسواسطے کیا تہا کہ مالدار فقیر پر کشایش کرے اور دُبّا اور حنتم اور مزفت مین نبیذ بنانے سے منع کیا تہا سو اب پیو ہر برتن مین اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہین کرتا اور نہ پیو نشا کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایہ آن برتنون مین شراب بنائی جاتی تہی سو اگر ان مین شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے انکا استعمال درست ہے پاک کرنیکا طریقہ یہہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دہو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمدؒ کے نزدیک وہ کبہی پاک نہین ہوتا اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار دہونے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ بار بار اسمین پانی بہرے اور گراتا رہے یہانتک کہ صاف پانی نکلے جسمین نہ شراب کا مزا رہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضی خان مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے دُرّ

شرب دردی الخمر ای عکرہ والامتشاط بالدردی لان فیہ اجزاء الخمر وقلیلہ ککثیرہ کالخمر ولکن لا یحد شاربہ بعدم الاسکار

دیکہا چاہئے اور خمر کی تلچہٹ پینا اور اسکو کنگہی مین ملکر بالون مین لگانا مکروہ ہے اسواسطے کہ دُرد اور تلچہٹ مین خمر کے اجزا موجود ہین اور خمر کا قلیل اسکے کثیر کی مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولیکن اسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد نہ لگائی جاویگی بدون نشہ کے اور نشہ کے ساتہہ بالاجماع حد ماری جاویگی

ویحرم اکل البنج والحشیشة هی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ وعن الصلوة

اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کہانا حرام ہے اسواسطے کہ ہر چہار اشیاء ثلثہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا اور نماز سے باز رکہتا ہے اور درّ مختار کے محشی طحطاوی نے بنج اور حشیش مین عطف تفسیری سمجہا ہے حالانکہ یہہ خطا ہے اسلئے کہ بنج بفتح با موحدہ و سکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش ورق القنب یعنی بہنگ ہے جسکو جاہل بہت پیتے ہین چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ مین یون مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن نباتیست شبیہ بہ برگ بادنجویہ و بسیار غلیظ و در طول و عرض از آن بزرگتر و بسیار سبز مائل بسیاہی و برگ و ساق غلیظ آن مزغب و ثمر آن در غلافی شبیہ بگل انار و شاخہای آن کیجے بر دیگری و مملو از تخمی شبیہ بحلبہ و بسیار ریزہ تر از ان و غیر مدور و سہ نوع است سیاہ و سرخ و سفید برو و نوع اول بدترین و غیر مستعمل و نوع سوم کہ سفید است مستعمل است و کمیاب بعضے از سرخ آنرا استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے قنب مین کہا کہ بفارسی کنب و بنگ و بہندی بہانگ و باصطلاح ورق الخیال و حشیش و حشیشة الفقراء گویند درخت آن بلند و ساق آن مجوف و گل آن سفید و تخم آن مدور کہ آنرا شہدانج و بفارسی شاہدانہ گویند انتہی شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ مین بنج کی ماہیت صاحب مخزن کی مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ بنج وہ گہاس ہے جسکو قلندریہ استعمال کرتے ہین جو لغت عرب مین حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغایر ہے حشیش کی اسواسطے کہ حشیش قاتل نہین لیکن مخدر اور مفتر اور مکسل ہے اور اوسمین اور مفاسد بہت ہین لہذا متاخرین کا اوسکی تحریم پر اجماع واقع ہو گیا ہے شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح مین کہا کہ قلیل سقمونیا اور بنج مباح ہے دوا کیواسطے اور جو اسپر زیادہ ہو اور قتل کرے یا عقل کو زائل کر دیوے وہ حرام ہے انتہی ما فی العینی طحطاوی نے قہستانی سے شرح اللباب سے نقل کیا کہ بنج دو قسم ہے ایک مزیل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتوی ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کی مانند اسواسطے کہ اگرچہ اوس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہین ہوتا اور ہدایہ وغیرہ مین جو اباحت بنج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے انتہی

لکن دون حرمة الخمر فان اکل شیئا من ذلک لا حد علیہ وان سکر منہ بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوهرة

خراسانی اجوائن اور بہنگ اور افیون حرام ہے لیکن حرمت خمر سے انکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص انمین سے کہاوے تو اوسپر حد نہین اگرچہ اوس سے مست ہو جاوے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے حد سے کمتر کذا فی الجوہرة

وکذا تحریم جوز الطیب لکن دون حرمة الحشیشة قالہ المصنف

اور اسیطرح جوز الطیب یعنی جاپہل حرام ہے لیکن اسکی حرمت بہنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ہم مصنف نے شرح مین حرمت جاپہل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکہا ہے اپنے قواعد کے موافق جانکر کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ مین مذکور ہے کہ جوز الطیب مسکر ہے

ونقل عن الجامع وغیرہ ان من قال بحل البنج والحشیشة فہو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین الزاہدی انہ یکفر ویباح قتلہ

اور مصنف نے شرح مین جامع وغیرہ سی نقل کیا کہ جو بنج اور بنگ کے حلال ہونیکا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہد نے کہا کہ وہ منسوب بکفر ہے اور اوسکا قتل مباح ہے ھ مصنف نے جامع الفتاوی سی یہہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح تمرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سی حلت اور حرمت حشیش یعنے بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابوحنیفہ سی کچھہ منقول نہین اسواسطی کہ اونکے وقت مین اسکا استعمال مشہور نہ تہا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سی بھی کچہہ منقول نہین مُزنی کے زمانے تک جو شاگرد ہین امام شافعی کے اور اسد بن عمر شاگرد امام اعظم کے عراق عجم مین تھے وہ اسکی اباحت کے قائل تھے پھر جب اسکی بلا عام ہوگئی اور فتنہ عالم مین پہیلا اور سفاہت عقلاء پر غالب ہوگئی اسکی استعمال سے تو تمام علماء ماوراء النہر مزنی کے مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور اسکے جلانے کا اور اسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعی اور حنفی دونو مذہبون کا اوسکی حرام ہونے پر فتوی ہے یہانتک کہ اوسکی حلت کے قائل کو زندیق اور مبتدع کہا ہی اور حکم کیا ہے کہ جو بہنگ سی مست ہوا اور طلاق دی تو اوسکی طلاق واقع ہوگی زجراً اور توبیخ کی وجہہ سی کذا فی الطحطاوی. قلت وَنَقَل شيخنا النجم الغزي الشافعي في شرحه على منظومة ابيه البدر المتعلقة بالكبائر والصغائر عن ابن حجر المكي انه صرح بتحريم جوزة الطيب باجماع الائمة الاربعة وانها مسكرة مین کہتا ہون اور ہماری اوستاد نجم غزی شافعی مذہب نے اپنی شرح مین جو اونکے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان مین ہے ابن حجر مکی سے یون نقل کیا ہی کہ اونسی تصریح کی ہی جائفل کے حرام ہونے پر باتفاق چارون اماموں کے اور یہہ کہ وہ نشا کرتا ہے ثم قال شيخنا النجم والتتن الذي حدث وكان حدوثه بدمشق في سنة خمسة عشر بعد الالف يدعي شاربه انه لا يسكر وان سلم له فانه مفتر فهو حرام لحديث احمد عن ام سلمة قالت نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر قال وليس من الكبائر تناوله المرة والمرتين ومع نهي ولي الامر عنه حرم قطعاً على ان استعماله ربما اضر بالبدن نعم الاصرار عليه كبيرة كسائر الصغائر انتهى بحروفه پہر کہا ہمارے اوستاد نجم شافعی نے کہ تنباکو جو نو پیدائش ہے اور اوسکی پیدائش دمشق شام مین ایکہزار پندرہ سال ہجری مین ہوئی اوسکا پینے والا یہہ دعوی کرتا ہی کہ وہ نشا نہین کرتا اگر اوسکی عدم سُکر کو مان لیجے تو البتہ وہ مُفتّر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہین کرتا مگر حواس کو منکسر اور ضعیف کرتا ہی اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہی بدلیل اوس حدیث کے جو مسند احمد مین حضرت ام سلمہ سی مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنیوالی اور سست کرنیوالی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنباکو کا ایکدو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہین اور باوجود منع کردینی سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے علاوہ یہہ کہ اوسکا استعمال اکثر بدنکو ضرر کرتا ہی ہان اوسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسی باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے انتہی کلام النجم الشافعي بلفظه ھ ابو مسعود مفتی روم نے کہا کہ تنباکو کی حرمت علماء شافعیہ کے مخالف ہی اسواسطی کہ شافعیہ نے تصریح کی ہی کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اوسکا سامان کر دینا واجب ہے انتہی اور ہمنے ثقات شافعیہ سی دریافت کیا سو اونہون نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہی سو قول ضعیف ہی اور مذہب صحیح یہہ ہے کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہی مگر لعارض اور حقہ اوسوقت زوج پر واجب ہی جب زوجہ کو اوسکی عادت ہو اور ترک اوسکا ضرر کری تو از قبیل نفقات ہوگا اور اگر اوسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم نہوگا انتہی کلام الشافعیہ اور یہہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہہ ہے کہ یہہ امر مختلف ہی باختلاف مستعملین کے یعنی کسیکو مضر ہے اور کسیکو نافع کذا في الطحطاوي وفي الاشباه في قاعدة الاصل الاباحة او التوقف ويظهر اثره فيما اشكل حاله كالحيوان المشكل امره والنبات المجهول سميته انتهى قلت فيفهم منه حكم النبات الذي شاع في زماننا المسمى بالتتن فتنبه اور اشباہ مین اوس قاعدے کے اندر کہ اصل اشیا مین اباحت ہی یا توقف اور ظاہر ہوتا ہی اثر اس قاعدے کا اوس چیز مین جسکا حال معلوم نہین چنانچہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہین اور وہ گہاس جسکا زہر ہونا ثابت نہین انتہی کلام الاشباہ مین کہتا ہون تو اس قاعدے سی پوچھا جاتا ہی حکم اوس گہاس اور بوٹی کا جو ہمارے زمانہ مین شائع اور پہیل گئی ہے جسکا نام تتن یعنی تنباکو ہی تو خبردار ہو ھ یعنی بموجب اس قاعدے کے کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تنباکو مباح ہی اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین توقف ہی یعنی نہ اباحت ہی نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہی نہ حرام ھ قد كرهه شيخنا العمادي في هديته الحاقا له بالثوم والبصل

یا لاؤنی فتاتی ثم اور البتہ تنباکو کو ہمارے استاد طحاوی نے اپنے رسالہ ہدیۃ الطحاوی میں مکروہ کہا ہے اوسکو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق اوسکے
ملحق کرکے سو اسکو غور کرنا چاہیے ہم مفتی روم ابو السعود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی سے لہسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہے
انتہی اس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں حقہ پینا مکروہ تحریمی ہے جیسے لہسن پیاز وہاں مکروہ تحریمی ہے اور قرآن خوانی کیوقت اوسکا
استعمال صریح بے ادبی ہے کذا فی اللقطات شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہے کہ جو لوگ کہ تمباکو خان حرام سے قلیان کشی کو حرام کہتے
ہیں سو یہہ حدیث نہیں لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک تو بدبو ہونا حقہ کش کے منہ سے دوسرے مشابہت آتش کی تیسرے دہواں نکلنا منہ سے کہ
مشابہ اہل دوزخ سے ہرچند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے انتہی ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم
ومن حرم بحرمۃ الحشیشۃ بنادح الوہابیۃ والحظر وبطہ فقال ؎ وافتوا بتحریم الحشیشۃ وحرقہ وتطلیق محششہا لزجر وقررواہ لبائع
التادیب والفسق اثبتوا وزندقۃ للمستحل وحررواہ اور ان علما میں سے جو بنگ کی حرمت پر یقین کرچکے ہیں شارح وہبانیہ ہی بیان کیا ہے اوسکو
کتاب الحظر میں اور اوسکو نظم کیا ہے اور یوں کہا ہے اور علما نے فتوی دیا ہے بنگ کے حرام ہونے اور اوسکے جلا دینے اور بنگ نوش کی طلاق واقع ہونے
پر زجر اور توبیخ کیواسطے اور ثابت کی ہے علما نے بنگ فروش کی تعزیر اور فسق اور اوسکے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہے اور اوسکو منقح اور محقق
بیان کیا ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الصید

یہہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام میں ہم
قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہے جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ تو ممتنع کی قید سے مرغی اور بط نکلگئی اسلیئے کہ ممتنع سے
مراد جو کہ اوسکے پانو یا پر ہوں جنسے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد یہہ ہے کہ آدمیوں سے الوف نہو نہ رات نہ دن
اور وحشت طبیعی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہوگیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہیں بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اوسی قید سے متوحش
مالوف داخل ہوا صید میں چنانچہ پالو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ لعل مناسبتہ ان کلا منہما یورث السرور عنایہ کہ مناسبت صید
کی کتاب الاشربہ سے یہہ ہے کہ دونوں چیز مورث سرور ہوتی ہیں ھو مباح بخمسۃ عشر شرطا مبسوطۃ فی العنایۃ وستقرر فی اثناء المسائل
شکار کرنا مباح ہے پندرہ شرطوں سے جو مفصل مذکور ہیں عنایہ میں اور ہم اونکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثنا مسائل میں ہم منجملہ شروط مذکورہ پانچ
شرطیں ہیں شکار کرنیوالے میں ۱ ہونا اوسکا مسلم یا کتابی ۲ چھوڑنا اوسکا کلب یا باز کو ۳ شریک نہونا اوسکے چھوڑنے میں غیر مسلم یا کتابی کا ۴
ترک بسم اللہ عمدا کرنا ۵ چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام میں مشغول نہونا اور یہہ پانچ شرطیں کلب وغیرہ میں ہیں ۱ معلم ہونا
اوسکا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اوسکا بطریق چھوڑنیکے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ۴ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کہانا اور پانچ
شرطیں شکار میں ہیں ۱ یہہ کہ اوسکی خورش نیشدار دانت اور چنگل سے نہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہونا ۳ سوا مچھلی کے آبی جانور نہو ۴
قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پانوں سے یا پروں سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اوسکے ذبح کرنیکے کذا فی العالمگیریۃ عن النہایۃ
پہلی تینوں شرطیں حلت اکل کیواسطے ہیں نہ مطلق شکار کیواسطے منح الغفار میں ہے کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہے شکاری کے اختلاف حال سے اسلیئے کہ شکار
کرنا کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اظہار بہادری کیواسطے اور کبھی دل بہلانیکے واسطے اور غایۃ البیان میں ہے کہ شکار کرنا مباح ہے حلال جانور
میں اور حرام میں حلال تو کہانے کیواسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کیواسطے یا اوسکی کہال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کیواسطے منح الغفار میں
ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قرآن سے قال اللہ تعالی واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما یعنی جب تم حلال ہو
یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کر دیا گیا تم پر شکار کرنا خشکی میں جبتک تم محرم ہو اور سترہویں حدیث سے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عدی
بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو اوسپر بسم اللہ کہہ پھر اگر اوسنے شکار پکڑ رکھا اور تونے اوسکو زندہ پایا تو اوسکو ذبح کر اور اگر تونے اوسکو مقتول
پایا اور حالانکہ کتے نے اوسکو نہیں کہایا تو اوسکو کہا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہے یہہ حدیث بخاری اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت

اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ یہہ قسم ہے اکتساب کی اور کسب مباح ہے هو مباح الا للمحرم فی غیر الحرم
شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم مین مباح نہین ہم حلبی نے تمام یون کونا جتہا اور تحرمہ اونکے التحریمہ یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم مین مباح
نہین اسواسطے کہ یہہ عبارت تینون شکارون کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم مین اور شکار حلال کو حرم مین او للتلہی کما هو ظاهر یا شکار کرنا مباح
ہے مگر لہو لعب کیواسطے چنانچہ بیان ہم ہے او حرفة علی ما فی الاشباه قال المصنف وانما زدته تبعا له ولا فالتحقیق عندی اباحة
اتخاذه حرفة لانه نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحة سواء علی المذهب الصحیح کما فی البزازیة وغیرها یا شکار کرنا
مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہین یہہ عدم اباحت بموجب اشباہ کے ہی مصنف نے شرح مین کہا کہ مین نے عدم اباحت حرفہ متن مین زیادہ کی
اشباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت تحقیق ہے اسواسطے کہ یہہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کی
برابر مین بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ مین ہے ہم مصنف شاگرد ہی صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اوسکے قول ضعیف کو بھی علانیہ رد نکیا نصب
شبكة لصيد ملك ما تعلق بها بخلاف ما اذا نصبها للجفاف فانه لا يملك ما تعلق بها ایک شخص نے شکار کیواسطے جال لگایا تو وہ مالک
ہوگا اوس جانور کا جو اوسمین پہنس گیا بر خلاف اوس صورت کے جبکہ جال لگایا اوسکے خشک کرنیکے لئے تو وہ مالک نہوگا اوسکا جو پہنس گیا اوسمین ہم تو اول
صورتمین دوسرا شخص شکار کو نہین لے سکتا اور دوسری صورتمین جو شخص اوسکو پکڑ لیگا مالک ہوگا جال والا اوس سے نہین لے سکتا وان وجد المفلش
او غیره خاتما او دینارا مضروبا بضرب الاسلام لا یملکه ویجب تعریفه اور اگر نیاریا یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہو پاوے
تو وہ اوسکا مالک نہوگا اور اوسکی تعریف یعنی پہچنوانا واجب ہے کہ جسکا ہو سو اوسکو لے ہم مفلش بضم میم وسکون فاء و کسر لام و شین معجمہ عرف مین اوسکو
کہتے ہین جو زمین مین مال البیت کی چیز تلاش کرتا پہرے کذا فی الطحطاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز مین داخل ہے اعلم ان اسباب الملک ثلثة
ناقل کبیع وهبة وخلافة کارث واصالة وهو الاستیلاء حقیقة بوضع الید او حکما بالتهیئة کنصب شبکة لصید لا لجفاف علی
المباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفازة علی حطب غیره لم یملکه ولم یحل للمفلش ما لم یجده بلا تعریف معلوم کرکہ ملک کے سبب تین مین ایک سبب
ناقل ہے یعنی ایک مالک سے دوسرے مالک کیطرف ملکیت منتقل ہو جاتی جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے
یعنی ایک کے مرنیکے بعد دوسریکا مالک ہونا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہی یعنی استیلا اور قادر ہونا اوس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے
خواہ حقیقة استیلا اور قدرت ہو تصرف مین کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اوسکی ہیئہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کیواسطے نہ جال خشک کرنیکے لئے
تو اگر ایک شخص مستولی ہوا جنگل مین غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنی اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہین اور زمین کی تلاش کرنیوالیکو حلال نہین وہ چیز
جو پاوے بدون تعریف کے وتمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تمام تعریف بڑی بڑی کتابونمین ہے ہم تمام تعریف صید کی قہستانی سے ترجمہ
مین مذکور ہو چکی ویحل الصید بکل ذی ناب وذی مخلب تقدم ما فی الذبائح من کلب وباز ونحوهما بشرط قابلیة التعلیم وبشرط کونه لیس بنجس
العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند اونکی چنانچہ چیتا اور بشرط قابل ہونے تعلیم کے اور بشرط اوسکے
نجس العین نہونیکے کتاب الذبائح مین نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیش دار اور ہر چنگل والا مراد نہین اسلئے کہ اونٹ بھی نیشدار ہوتا ہو اور کبوتر
چنگل والا لیکن یہہ شکار نہین کرتے نیش اور چنگل سے ثم فرع علی ما مهد من الاصل بقوله فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتهما
التعلیم فانهما لا یعملان للغیر الاسد لعلو همته والدب لخساسته والحق بعضهم بهما الحدأة لخساستها پہر مصنف نے تفریع کی اوس قاعدے پر
جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہین شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ ان مین تعلیم کی قابلیت نہین کیونکہ وہ دونو غیر کے لئے عمل نہین کرتے شیر
اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہین کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہین کرتا اور بعضون نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے
اوسکی خساست کیوجہ سے ہم اور بعضون نے بھیڑئے کو بھی اوسکے ساتھ ملحق کیا ولا بخنزیر لنجاسة عینه وعلیه فلا یجوز بالکلب علی القول

بنجاسة عينه لكنا ان نقال ان النص ورد فيه فيتبع اور تئور سے شکار کرنا درست ہے اوسکے نجس العین ہونیکے سبب سے اور موجب اس قاعدہ
کے کہ کتے سے بھی شکار جائز نہو ان لوگون کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہین مگر یوں جواب دیا کہ جواز شکار مین نص وارد ہے تو کتا مستثنی
ہے اس واسطے سور کا حکم ہے اور ہمارا وبه يندفع قول القهستاني ان الكلب نجس العين عند بعضهم والخنزير نجس العين عند ابي حنيفة على
ما في التجريد وغيره فتأمل اور اسی جواب سے قہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین بعضون کے نزدیک ہے اور سور نجس العین ابو حنیفہ کے نزدیک
جیسا کہ تجرید وغیرہ مین ہے سو تامل کرے بشرط علمهما اي علم ذي ناب ومخلب شکاری جانور اور چنگل گیر کا شکار حلال ہے اونکی تعلیم یافتگی کی شرط سے
وذلك بترك الاكل اما الشرب من الصيد فلا يضر قهستاني ويأتي ثلثا في الكلب ونحوه وبالرجوع اذا دعوته في البازي ونحوه اور یہ جو
اونکی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ مین تین بار نہ کہانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ مین لوٹ آنے سے جبکہ تو اوسکو بلاوے اور شکار کا خون پلینا تو کسی
تعلیم کا نہین جیسا کہ قہستانی مین ہے اور آگے مذکور ہوگا ہم یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اوسکی کہال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچھ نہ کہاے تو اوسکا
معلم ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لیکے بہاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دو تین بار آئی ہے اور وقت چہوڑی تو تعلیم یافتگی
ثابت ہوگی نہ ہوا۔ باز گوشت دیکہکر لوٹ آیا ہو یا یہ دو گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچہہ کہاوے تو پہر اوسکی تعلیم یافتگی کو ضرر نہیں کرتا ہے کذا فی الہندیہ

وبجرحهما في اي موضع منه على الظاهر وبه يفتى اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کسی جگہ شکار کے تمام بدن مین بموجب ظاہر الروایہ کے اور یہی
پر فتوی ہے یعنی معلم کو لازمی کرنا شرط نہین بلکہ ذکوۃ اضطراری ہر زخم سے ثابت ہو جاتی ہے کہ نجس خون نکلتا ہے وعن الثاني يحل بلا جرح وبه قال الشافعي
اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بہی اور یہی قول ہے امام شافعی کا وبشرط ارسال مسلم او كتابي اور شکار حلال
ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چہوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچہا کرے بدون ارسال کے اور اوسکو پکڑکے قتل کرے تو حلال
نہوگا وبشرط التسمية عند الارسال ولو حكما فالشرط عدم تركها عمدا على حيوان ممتنع اي قادر على الامتناع بقوائمه او بجناحيه متوحش
فالذي وقع في الشبكة او سقط في البئر او استأنس لا يتحقق فيه الحكم المذكور ولذا قال يؤكل لان الكلام في صيد الاكل فان
حل صيد غيره كالسبع او اعم لحل الانتفاع بالجلد مثلا كما يأتي فتأمل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہہ کتے یا باز کے چہوڑنے کے وقت
جانور ممتنع متوحش ماکول پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہو بلکہ حکما ہو تو حلت کی شرط عدم ترک تسمیہ عمدا ہے یعنی ترک تسمیہ نسیانا مضر نہین ممتنع سے مراد یہ ہے
کہ جانور اپنی بچانے پر قادر ہو اپنی پاؤن سے یا دونون پرون سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال مین پہنسا یا کنوئین مین گر پڑا یا وحشی پالتو
ہوگیا تو اوسمین حکم مذکور یعنے ارسال اور زخم سے اوسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسیواسطے مصنف نے شکار مین ماکول ہونیکی قید
لگائی اسواسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار مین ہے اگرچہ غیر ماکول کا بہی شکار کرنا حلال ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا یا تمام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ منتفع
کہال سے ہونا وغیرہ حاصل کرنا حلال ہے جیسا کہ آگے آویگا سو تامل کرے وبشرط ان لا يشرك الكلب المعلم كلب لا يحل صيده ككلب غير معلم وكلب
مجوسي او لم يرسل او لم يسم عليه عمدا اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کتے معلم یعنے تعلیم یافتہ کے ساتھ دوسرا کتا شریک نہو گیا ہو جسکا شکار کرنا حلال
نہین جیسا کہ بدون سکہلاے کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چہوڑا نگیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کیوقت عمدا بسم اللہ کہنا اوسپر ترک ہوا تو ان
صورتون مین شکار حلال نہوگا وبشرط ان لا يطول وقفته بعد ارساله ليكون الاصطياد مضافا الى الارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے
یا باز کے چہوڑنیکے بعد شکار کرنے مین زیادہ وقفہ اور توقف نکیا ہو یعنے اسواسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب و مضاف ہو بخلاف
ما اذا اكمن واستخفى كالفهد كما يكمن الفهد على وجه الحيلة لا للاستراحة برخلاف اوس صورت کے جبکہ کتا یا باز دبک رہا اور چہپ گیا
چیتے کی مانند یعنی جیسی چیتا دبکتا ہے بطریق حیلہ اور گہات کے نہ بطریق استراحت اور آرام کے ہم یہہ بمنزلہ استتار کے ہے یعنی اگر وقفہ کرنا شکار
کی گہات مین مضر نہین کرے تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گہات مین دبکے نہ بطریق استراحت کی پہر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچہہ نقصان نہین

نہین شکار حلال ہے اور اگر ارسال کے بعد کچھ کہانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی عن المحیط مختصرا **ولفہد خصال حسنۃ ینبغی**
لکل عاقل العمل بہا کما بسط المصنف اور چیتے کی چند عادات بہتر ہین ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چنانچہ مصنف نے شرح مین اونکو متصل بیان کیا ہے
ازانجملہ یہ ہے کہ چیتا چھپ رہتا ہے یہانتک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسیطرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نکرے فرصت تک چھپ رہے تا بلا مشقت
مطلب حاصل ہو ازانجملہ یہ ہے کہ اوسکا سیکھنا مارنے سے نہین ہوتا بلکہ کتا اوسکے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اوسکو دیکھکر سیکھہ جاتا ہے اسیطرح عاقل کو
لائق ہے کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ ازانجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہین کہاتا بلکہ اپنے مالک سے طیب طلب کرتا ہے اسیطرح
عاقل کو لازم ہے کہ نکہاوے مگر حلال طیب ازانجملہ یہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کیواسطے حملہ کرتا ہے اگر نپایا تو چپ رہتا ہے کہتا ہے مین اپنی جان کیون ہلاک
کرون غیر کیواسطے ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی المنح عن السرخسی عن الحلوانی **فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک اکلہ** پس اگر
شکاری باز نے کچھ کہایا تو باقی حلال ہے کہایا جاویگا اسواسطے کہ اوسکی تعلیم کہانا ترک کرنے سے نہین بلکہ اوسکی تعلیم آنا ہے بلانے کے بعد **وان اکل الکلب**
ونحوہ لا یوکل مطلقا عندنا اور اگر کتے اور مانند اوسکی نے شکار سے کچھ کہایا تو باقی نہ کہایا جاویگا ہمارے مذہب مین ہرطرح خواہ اوسکو کہانے کی عادت
ہو یا نہو **کاکلہ منہ** ای **کما لا یوکل الصید الذی اکل الکلب منہ بعد ترکہ للاکل ثلث مرات لانہ علامۃ الجہل** جیسے اوسکا کہانا اوس
شکار سے وہ شکار کہایا نہین جاتا جسمین سے کتے نے کہایا تین بار کہانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اوسنے شکار پکڑا اور نکہایا پہر چوتھی بار کہایا تو شکار اوسکا
حلال نہین اسواسطے کہ وہ علامت ہے اوسکی جہالت اور ترک تعلیم کی **وکذا لا یوکل ما صاد بعدہ حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل ثلثا** اور اسیطرح وہ
شکار بہی نکہایا جاویگا جو اوسنے شکار کیا بعد کہا جانے کے یہانتک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جاوے تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کہانے کے بعد جب تین بار شکار
کرے اور نکہاوے تب چوتھی بار کا شکار حلال ہوگا **او ما صاد قبلہ لو بقی فی ملکہ فان ما اتلفہ من الصید لا تظہر فیہ الحرمۃ اتفاقا لفوات المحل و**
فیما اشکال ذکرہ القہستانی یا وہ بہی شکار حلال نہین جو کتے نے کہانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک مین باقی رہا ہو اسلئے کہ جس شکار کو وہ تلف
کرچکا یعنے مثلا کہاچکا تو اوسمین باتفاق امام اور صاحبین کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہوجانے محل حرمت کے اور اسمین اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے **حلاصۃ**
مقام یہ ہے کہ شکار غیر موجود ہے یا موجود اگر غیر موجود ہے تو اوسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اوسمین حرمت ظاہر نہین بسبب عدم بقای محل کے اور اگر موجود ہے
تو جنگل مین موجود ہے یا صیاد کے ملک مین موجود ہے اگر جنگل مین ہے تو اوسمین بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اوسکی ملک مین ہے تو اوسمین اختلاف ہے سو امام
کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام نہین خواہ مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہین کیا تو نہین دیکہتا
کہ ہم قیدہ تو بہی سکے آزادی کا حکم کرتے ہین دعوی وار کے نزدیک انہی متصل اشکال یہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہین ہے اور لائق یہ ہے
کہ حکم بالحرمۃ کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار بک گیا ہو تو مشتری بائع سے ثمن پہیر لیگا کیونکہ مبیع مردار تہا اور اثر ظاہر ہوتا ہے توبہ مین اوسکے کہانے کے بعد اور اگر یہ
کہئے کہ حکم وجود کا مقتضی ہو تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کہا جاوے تو چاہئے حرمت ساقط ہو جاوے محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی **کصقر فر من**
صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یوکل لترکہ ما صاربہ معلما فیکون کالکلب اذا اکل چنانچہ وہ چرغ جو بہاگ گیا یعنی اوڑ گیا
اپنے مالک کے پاس سے سو چند مدت چہوٹا رہا پہر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اوسنے شکار پر چہوڑا اسواوسنے شکار پکڑا تو وہ کہایا نجاویگا اسلئے کہ چرغ نے وہ فعل چہوڑ
دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تہا یعنی اوسنے ترک اجابت کی تو وہ اوس کتے کی مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کہا لیتا ہے **ولو اخذ الصید من الکلب**
وقطع منہ بضعۃ والقاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب واکلہا اکل ما بقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ اور اگر
صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور اوسمین سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کیطرف ڈالدیا سو اوسنے اوسکو کہا لیا یا کتے نے شکار سے ٹکڑا جہپٹا مارکر لیگیا اور کہا گیا تو باقی شکار
حلال کہایا جاویگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کتا پی گیا اسواسطے کہ یہ حرکت اوسکی نہایت علم اور دانشمندی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اوسنے وہ چیز لی کہ جو
مالک کے لائق نتہی یعنی خون اور باقی رکہی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنح **ولو نہش الصید فقطع منہ بضعۃ فاکلہا ثم ادرکہ فقتلہ**

ولم یأکل منه لا یؤکل لانه حالة الاصطیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتوں سے نوچا سوا اوس میں سے بعض کھانا اور کہا یا پھر شکار کو پکڑا اور
قتل کیا اور کہا یا تو وہ حلال ہے کہ اسکا ونکا شکار کرنے کیساتھ کہانا جانیکے سبب سے م تو یہ شکار ہوا کلب جاہل کا ولو القی ما نهشه واتبع
الصید فقتله ولم یأکل منه حتی اخذه صاحبه ثم اکل ما القی حل لانه جنایة لو اکل من نفس الصید لم یضر کما مر اور اگر کتے نے دو
ٹکڑا ڈالا یا جو نوچا اوسے پھینک دیا اور پیچھا کیا شکار کا سو اوسکو قتل کیا اور اوس میں سے نکھایا یہانتک کہ اوسے مالک نے شکار لیا پھر کتے نے کہا یا جو ڈالا تھا
تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ اسوقت میں یعنے شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کھاتا تو حلت میں ضرر نکرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا و
اذا ادرکه المرسل او الرامی الصید حیا بحیوة فوق ما فی المذبوح ذکاه وجوبا اور جسکو کتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار
کو زندہ پاوے ایسی زندگی کے ساتھ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہو تو اوسکو ذبح کرے بنا بر وجوب کے م یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پایا
تو وہ حلال ہے ذکوٰۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہیں بدوں ذبح کرنیکے اسواسطے کہ اوسنے ذکوٰۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود
قدرت کے اور طحاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق ما فی المذبوح حیات باقی نہیں اسطرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیاں نکل پڑیں پھر وہ
مر گیا تو وہ حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین کا لیکن امام کے نزدیک حلال نہیں اسواسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کے حلال
نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی میں ہے وشرط لحله بالرمی التسمیة ولو حکما کما مر اور شکار کے حلال ہونے میں تیر مارنے سے بسم اللہ
کہنا تیر لگانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ مضر حلت نہیں وشرط الجرح لتحقیق معنی الذکوة
اور یہ شرط ہے کہ زخم لگنا تیر سے تا کہ ذکوۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکلجانے سے ثابت ہو وشرط ان لا یقعد عن طلبه لو غاب الصید متحاملا سهمه
فما دام فی طلبه یحل وان قعد عن طلبه ثم اصابه میتا لا یؤکل لاحتمال موته بسبب آخر اور یہ شرط ہے کہ تیر انداز بیٹھ نہ رہے شکار کی تلاش سے اگر
شکار غائب ہو گیا ہو اور اسکو تیر لگا ہو تو جبتک تیر انداز اوسکی طلب میں ہے وہ حلال ہے اور اگر اوسکی تلاش اور طلب سے بیٹھ رہا پھر اوسی شکار
کو مردہ پایا تو اوسکا کھانا حلال نہیں اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سوا اسواسطے کہ محرمات میں موہوم متحقق
کی مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وشرط فی الخانیة لحله ان لا یتواری عن بصره وفیه کلام مبسوط فی الزیلعی وغیره اور فتاوی قاضی خان میں حلت
شکار کی یہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چھپ نہ گیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط میں اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے م وجہ شرط یہ ہے
کہ جب شکار نظر سے غائب ہوا تو شاید اور کسی سبب سے مرگیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام میں اس شرط کیطرف اشارہ کیا ہو
اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اسی پر اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہیں مسلم اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی میں روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تونے اپنا تیر مارا اور شکار غائب ہو گیا تجھسے تین دن تک تونے اوسکو پایا سو کہا جبتک وہ گندہ نہیں ہو گیا یہ حدیث
اباحت غائب ہو جانے پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اوس شخص پر جو اسکا مانع ہو انتہی ملخص کلام یہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی
فان ادرکه الرامی او المرسل حیا ذکاه وجوبا فلو ترکه حرم وسیجئ پھر اگر تیر انداز یا چھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے تو واجب ہے
کہ اوسکو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کر گیا تو شکار حرام ہوگا اور آگے آویگا م یہ مسئلہ مکرر ہو گیا والحیوة المعتبرة هنا ما یکون فوق حیاة
المذبوح بان یعیش یوما او اکثر مجمع اور جو حیات کہ یہاں یعنی ذبح شکار میں معتبر ہے وہ حیات مذبوح سے زیادہ ہو اسطرح کہ شکار ایک دن تک
جیے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی المجمع اما مقدارها وهو لا یتوهم بقاءه کما فی الملتقی فلا یعتبر هنا حتی لو
وقع فی ماء لم یحرم اور حیات مذبوح کی مقدار یعنی جس قدر زندگی سے اوسکا باقی رہنا متوہم نہو چنانچہ ملتقی میں ہے سو وہ زندگی یہاں معتبر نہیں
کہ اگر اوس قدر حیات شکار میں ہو اور صیاد اوسکو ذبح نکرے اور وہ پانی میں گر پڑے تو وہ حرام نہ ہو گا م محشی نے ذکر کیا کہ یہ قول امام
اور صاحبین کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام کے نزدیک حیات خفیہ میں بھی ذبح کرنا ضروری ہے مشرقیہ وغیرہ کی انتہی

في الصحيح والمعتبر في المتردية واخواتها كالنطيحة والموقوذة وما اكل السبع والمريضة مطلق الحيوة وان قلت كما اشرنا اليه وعليه الفتوى
بر تفقه في الذبائح اور متردیہ اور اوسکی مانند جیسا نطیحہ اور موقوذہ مین اور جسکو درندے نے کہایا اور بیمار مین مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو
چنانچہ جیسے اوسکی طرف اشارہ کردیا اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ تمام مذکور ہو چکا کتاب الذبائح مین ھ متردیہ وہ جانور جو اوپر سے گر پڑا اور نطیحہ
وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ سے مارا اور موقوذہ وہ ہے جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکور بدون ذبح کے
حلال نہین اور اسیطرح شکار مین بھی حیات قلیلہ حنفیہ کے معتبر ہونیکا فتوی ہے سید حموی نے کہا تو کہنا شکار مذکور کا حلال نہین ہے بدون ذبح کے خواہ
اوسکی زندگی ظاہر اور بار ہو یا نہو کتے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہے بدلیل من آیہ کے (وما اکل السبع الا ما ذکیتم)
بدلیل حدیث مذکور یعنے اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اوسکو زندہ پاوے تو ذبح کر اوسکو کذا فی الطحطاوی فان ترکها ای الذکوة عمدا مع
القدرة علیها فماتت حرم پھر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنیکو ترک کیا عمدا باوجود قادر ہونیکے اوس پر پھر وہ مر گیا تو حرام ہو گیا وکذا حرم
لو عجز عن التذکیة فی ظاهر الروایة وعن ابی حنیفة وابی یوسف یحل وهو قول الشافعی قال المصنف فی متنی ومتن الوقایة اشارة
الی حله والظاهر ما سمعته انتهی قلت ووجه الظاهر ان العجز عن التذکیة فی مثل هذا لا یحل المحرم اور اسیطرح شکار حرام ہوگا ظاہر الروایۃ
مین اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اسطرح کہ اوسکے پاس ذبح کا ہتھیار نہین یا وقت تنگ ہو اور امام اور ابو یوسف سے غیر ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ در صورت عجز حلال ہے
اور یہی قول ہے شافعی کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور میرے متن مین اور وقایہ کے متن مین اشارہ اسکی حلت کا ہو جاتا ہے کیطرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور
ظاہر الروایۃ کو تو سن چکا انتہی ما فی شرح المصنف مین کہتا ہون اور ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورتون مین حرام کو حلال نہین کردیتا
ھ برخلاف اوس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے سے عاجز ہوگا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہوگا ولو ارسل مجوسی کلبه فزجره مسلم
فانزجر حرم اگر مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر مسلمان نے کتے کو تیز کیا اور پھر کا بشور کرکے سو وہ تیز ہو گیا اور اوسنے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے ھ
ہر چند زجر لغت مین بمعنی منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہان مراد ترغیب اور جوش دلانا ہے شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہے
چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحطاوی مین ہے معلوم کرنا چاہیے کہ جسوقت ارسال اور زجر مجتمع ہون تو ارسال معتبر ہوگا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک
تسمیہ سے ہوا اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس ہے تو حلال ہے یعنی ایک مسلمان نے کتے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اوسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنیکا کیا جائیگا اور شکار حلال ہوگا اور اگر
ارسال موجود نہوا اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہوگا پھر اگر زجر مسلم سے ہے تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہو تو حرام ہے او قتله معراض بعرضه حرم ھ
سهم لا ریش له سمی به لاصابته بعرضه یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جسمین پر نہین
معراض اوسکو اسلئے کہتے ہین کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کیطرف سے نہ طول کیطرف سے ھ معراض بوزن محراب تیر ہے بدون پر کا دونون کنارے اوس کے
باریک اور درمیان مین موٹا وہ نشانہ پر عرض کیجانب سے لگتا ہے نہ تیزی کیطرف سے کذا فی القاموس ولو خزقه حل فاصابه بحده حل اور اگر معراض کی کنارے
پر حدت اور تیزی ہو پھر وہ شکار کو تیزی کیطرف سے لگی تو وہ حلال ہے او بندقة ثقیلة ذات حدة حرم لقتلها بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو
بھاری غلیلہ یا دھار والے نے تو شکار حرام ہے بسبب اوسکے قتل کرنیکے بوجھہ سے اور گرانی سے نہ باڑھ اور تیزی سے ھ بندقہ بضم با موحدہ و سکون نون و دال
مٹی ہے اوس سے مارتے ہین اور اوسکو جلاہق بھی کہتے ہین کذا فی المغرب ہندی مین اوسکو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہین جسکو غلیل سے چلاتے ہین ولو کانت
خفیفة لها حدة حل لقتلها بالجرح حینئذ ولو لم یجرح لا یوکل مطلقا وشرط الجرح الادماء وقیل لا ملتقی وتمامه فیما علقته علیه
اور اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہوگا اسلئے کہ اسوقت مین نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اوسکا کھانا مطلقا درست
نہین خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم مین خون بہنا شرط ہے اور بعضون کے نزدیک شرط نہین کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان ملتقی کی ہماری
شرح مین ہے ھ فتاوی قاضی خان مین ہے کہ غلیلہ اور پتھر اور معراض اور لاٹھی اور اسکی مانند کا شکار حلال نہین اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلئے کہ اشیاء مذکورہ

میری تیچارتی نہیں ہے ہاں اگر اوسکو دھار کی طرف سے مارا تو کہ دھار تیر کی مانند کرے اور اوسکا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ چیز تو چھاڑ نہ اپنی حدت اور تیزی سے ٹکڑا کرے اور اسکا حلال
ہوگا اور اگر مانند زخم ہوگیا بسبب کوفت کے اندر ہی اندر نہ پھٹا تو حلال نہیں اسلئے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہے کہ اگر قتل ثقل اور گرانی
سے حاصل ہے تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ مصنف نے اسکی طرف اشارہ کیا اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب اون سے یہ استفتا ہوا کہ
جو شخص ہرنوں کا شکار کرتا ہے بندوق کی گولی سے اوسکا کہانا درست ہے یا نہیں تو جواب لکھا کہ اوسکا کہانا حلال نہیں ترکیبی میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں
قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہو
اسمیں کہ زخم سے موت ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہیں انتہی میں کہتا ہوں کہ جیسے کہ گولی کی شکار میں احتیاط یہ ہے کہ اوسکا کہانا حلال نہیں اسواسطے کہ
گولی تو اندفاع عنیف کے سبب سے قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اور باڑہ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی او رمی صیداً فوقع فی ماء لاحتمال
قتله بالماء یعنی اگر شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا پانی میں اور مر گیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اوسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیاً فوقع فیه
فان انغمس جرحه فیه حرم والا حل مطلقاً اور اگر شکار آبی چڑیا ہو لیکن تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑی سو اگر اوسکا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ
حرام ہوگئی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ پہلی صورت میں احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری میں احتمال نہیں یہ سب
اوس وقت ہے جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمیں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہے کہ وہاں احتمال مذکور منعدم ہے کذا فی العالمگیریہ
او وقع علی سطح او جبل فتردی منه الی الارض حرم فی المسائل کلها لان الاحتراز عن مثل هذا ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت یا
پہاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان مسائل میں اسواسطے کہ ایسی صورتوں سے بچنا ممکن ہے هم یعنی یہ مراد نہیں کہ جب زخمی چڑیا گرے
تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور اسیطرح کا حکم ہے درخت یا دیوار یا کہڑی برچھی یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر
رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کی مانند پر گری تو حلال ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے کذا فی الحموی وان وقع علی الارض ابتداءً اذ لا احتراز
عنه حیث حل کما فی الحل هم اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مرگئی تو حلال ہے اسواسطے کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں هم یعنی زمین پر
گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مرگئی ہو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہوگا او فیما
مسلم کلبه فزجره ای اغراه بالصیاح مجوسی فانزجر ای اشتد اذ لم یزد دون الارسال والفعل یرفع بما هو فوقه او مثله کنسخ الحدیث
یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اسکو مجوسی نے زجر کیا یعنی شور کرکے اوسکو بھڑکایا اور تیز کردیا سو وہ تیز ہوگیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے
اسواسطے کہ زجر کمتر ہے ارسال سے اور فعل رفع ہو جاتا ہے اوس فعل سے جو اوس سے فوق ہو یا برابر اوسکے ہو نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے صحیح حدیث
منسوخ ہوتی ہے اصح یا صحیح سے نہ ضعیف سے هم زجر اسواسطے کمتر ہے ارسال سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اوسکی تاکید ہے تو حلت اور حرمت میں
ارسال معتبر ہے نہ زجر او لم یرسله احد فزجره مسلم فانزجر اذ الزجر ارسال حکماً یا کتے کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اوسکو شکار پر
بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہوگیا اور شکار مارا تو حلال ہے اسواسطے کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے درصورت عدم ارسال
او اخذ غیر ما ارسل الیه لان غرضه اخذ کل صید یتمکن حتی لو ارسله علی صیود کثیرة بتسمیة واحدة فقتل الکل اکل الکل
یا کتے نے اور شکار مارا سوا اوسکے جس پر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اوس شکار کا پکڑنا ہے جس پر کتا قادر ہو سکے
یہانتک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سی شکار پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اوس نے سب شکار کو قتل کیا تو سبکا کہانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہ ہے کہ تعیین
شکار کا اعتبار نہیں اکل فی الوجوه المذکورة لما ذکرنا جو وجوہ مذکور ہوئیں ہر شکار حلال اور ماکول ہے ان دلائل سے جنکو ہمنے ذکر کیا هم قوله اکل
جزاء ہے فان رمی او ارسل علی صید کالصید رمی فقطع عضواً منه فانه یؤکل لا العضو خلافاً للشافعی ولنا قوله علیه الصلوة والسلام
ما ابین من الحی فهو میتة چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہو اور اسکا کوئی عضو کاٹ دیا گیا تو شکار کا کہانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعی لیعنے

اونکے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کہانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے
م ابوداؤد اور ترمذی میں ابو واقد لیثی سے یون روایت ہے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما قطع من البھیمۃ وھی حیۃ فھو میتۃ یعنی جو چیز چوپائے
جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید مین بھی یہہ
مضمون مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہہ ہے کہ حدیث مین زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اوسکا عضو قطع ہوا
تو وہ حقیقۃً زندہ تہی کیونکہ حیات اوسمین قائم ہے اور اسیطرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اوسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے حموی نے کہا قطع سے
عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے چنانچہ پانون یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل التیامہ اکل العضو
ایضاً والا لا ملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہین کر دیا اور اوسکا بدن سے التیام یعنی ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اوس عضو کا کہانا بھی حلال ہے
اور اگر التیام اور اندمال اوسکا نہین ہو سکتا تو عضو مقطوع کا کہانا حلال نہین کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی اثلاثا والاکثر مع عجزہ او قطع
نصف رأسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح فلم یتناولہ الحدیث المذکور
اگر تیرانداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اوسکا اکثر بدن اوسکی ڈُہڈی اور دُم کے ساتھ رہا یعنی ایک تہائی سر کیطرف رہی اور دو تہائیان دُم کیطرف
باقی رہین یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سر سے دُم تک تو تمام شکار کا کہانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتون مین اوسکی زندگی مذبوح
کی زندگی سے زیادہ ممکن نہین تو حدیث مذکور اوسکو شامل نہوگی هم اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتون مین حیات حکمی ہی
حادث نہین اسواسطے کہ اوسکی سلامتی اور بقا ایسے زخمون کے بعد متوہم نہین تو فی الحال اوسکی ذکوٰۃ واقع ہوگئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا العینی نے کہا مراد
قدہ سے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان الاکثر مع رأسہ للامکان المذکور برخلاف اوس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اوسکے سر کے ساتھ رہا تو اوسکا
اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنی اگر ایک تہائی دُم کیطرف کٹ رہی اور دو تہائیان سر کے ساتھ باقی رہین تو سر کی جانب حلال ہے نہ دُم کی
طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنح وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من
اہل الذکوۃ بخلاف کتابی لان ذکوۃ الاضطرار کذکوۃ الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندہنے والے کا اسلیے کہ
اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہین رکہتے برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کی مانند ہے وان رمی صیدا فلم یثخنہ
فرماہ آخر فقتلہ فھو للثانی وحل اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا سو اوسکو زخم کاری نہین لگا پہر دوسرے شخص نے اوسکو تیر مارا تو اوسکو قتل
کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہوا اور حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دوسرے نے اوسکو حیز امتناع سے خارج کر دیا وان اثخنہ الاول فان اخرجہ
عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکوۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فیحرم اور اگر اول شخص نے
شکار کے زخم کاری لگایا اسطرح کہ حیز امتناع سے اوسکو خارج کر دیا یعنی اب بہاگ نہین سکتا اور اوسمین اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے بعد اوس کے
دوسرے نے اوسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اوسکا کہانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکوٰۃ اختیاری پر تو دوسرا
شخص اوسکا قاتل ہوگیا تو وہ حرام ٹھہرا هم زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے اوسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہوگیا اور وہ اوسکو ذبح پر قادر
ہوگیا تو اوسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اوسنے اوسکو ذبح نکیا اور دوسرا شخص اوسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہوگیا اور جبکہ ترک ذبح عند القدرۃ
سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اولی حرمت ثابت ہوگی وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص
پہلے شخص کو تاوان دے اوسکی پوری قیمت کا جو اوسکی قیمت ہو اوسکے تلف کر ڈالنے کے وقت سوای اوس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا هم
وجہہ تاوان یہہ ہے کہ ثانی نے غیر کی مملوک شکار کو تلف کر دیا اسواسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگانے سے اوسکا مالک ہو گیا تہا تو وقت اتلاف کی اوسکی قیمت
لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کرکے توضیح اوسکی یون ہے کہ وہ شکار دس درہم کا تہا مثلاً سو شخص اول کے زخم سے دو درہم کا نقصان ہوگیا پہر

دوسرے نے تیر مارا تو دونوں کا اوسکو نقصان ہوا پھر شکار مر گیا تو دوسرے پر تاوان قیمت زخمی کا ہے اور اوسکا کھانا حرام ہے کذا فی الفتح وحل اصطیاد ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل
لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لدفع شرہ وکلہ مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے شکار کرنا اوس جانور کا
جسکا گوشت حلال ہے اور جسکا گوشت حلال نہیں ہے اوسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت کے لیے یا اوسکی شرارت و اذیت کے دفع کرنے کیواسطے اور شکار کرنا
ماکول و غیر ماکول شرع میں درست ہے جیسا قرآن کی مطلق دلیل سے ہے یعنے حق تعالیٰ نے فرمایا واذا حللتم فاصطادوا یعنے جسوقت تم کو احرام باندھے ہو
تو شکار کرو اور اس آیت میں ماکول اور غیر ماکول کی قید نہیں اور لغت عرب میں ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شکار کہتے ہیں کذا فی القنیۃ یجوز ذبح الہرۃ
والکلب لنفعہما والاولی ذبح الکلب اذا احدثہ حرارۃ الموت اور قنیہ میں ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کیواسطے جائز ہے اور بہتر
یہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اوسکو ذبح کر ڈالے ہم جسکی تیز ہو وہی ہو تو اوسکو مار ہو یا اوسکی کان پکڑ کر اوسکو ذبح کر ڈالے چاہیے وجل
میں ہے اور اگر کوئی موذی ہو تو اوسکا قتل جائز ہے اور اوسکا مالک تاوان نہیں دے سکتا کذا فی الملتقط ومنہ یطہر لحمہ عند مجس الغیر لطہر
ولا یطہر جلدہ وقیل یطہر جلدہ لا لحمہ وہذا اصح ما یفتی بہ کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب فیما سمر الطہارۃ اور دوسرے پاک ہو جاتا ہے
گوشت اوسکا اس ... کا چاہیے [illegible]
موہستے کتاب الصید میں منقول ہوا [illegible]
کذا فی الخانیہ یکرہ تعلیم الباز بالطیر الحی لما فیہ من تعذیب ... اور شکار ... اوسکو ... ہو تو سہم الصائد حس انسان او غیرہ من
الاہلیات کعرس وشاۃ فرمی الیہ فاصاب صیدا لم یحل شکار نے آدمی یا اوسکو سوا کسی پالو جانور جیسے گھوڑا یا بکری کی آہٹ سنی اور اوسکی طرف تیر
پھینکا پھر شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہیں ہم یہ مسئلہ کتب فقہ میں بحوالہ مذکور ہے ہدایہ میں شکار مذکور کو حلال کہا ہے اور مصرات میں اسکو قول
محمد قرار دیا ہے نیتی ہے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اوسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہیں کیا تھا یعنی شخص نے اسکو پسند کیا ہو جیسے کہ آدمی وغیرہ کیطرح
تیر مارا لیکن شکار نہیں ہوا اگرچہ تیر شکار کو لگا ہے کذا فی الظہیریہ بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا ہو صید
حلال الاکل حل بر خلاف اوس صورت کے کہ جب شیر یا سور کی آہٹ سنی اور اوسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر وہ کھانے کا جانور نکلا تو وہ
حلال ہے ولو لم یعلم ان الحس حس صید او غیرہ لم یحل حوہرۃ لانہ اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم ہو کہ آہٹ شکار کی
یا غیر شکار کی ہے تو حلال نہیں کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہوتے ہیں تو محرم غالب ہو جاتا ہے احتیاطا کیا اوسنے ذبحی ظبیا
فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماہ اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو لگا اوسکے سینگ یا کھر کو سو وہ مر گیا اگر اوسکو خون آلود کر دیا
تو وہ ماکول ہے جرح کے موجود ہو جانے سے اور اگر خون نہیں نکلا تو نہیں اکواتہین والعبرۃ بحالۃ الرمی فی حل الصید فلو رمی مسلم فارتد ثم اصاب لا
یا مسلم عند ابہا المیت حلبا دین تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہو جانے سے جبکہ اوسنے تیر لگایا مسلمان کی حالت میں اور
شکار حلال نہیں تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اوسنے تیر لگایا بت پرستی کی حالت میں ہم حاشیہ میں ہے کہ تیر لگانے اور کتا معلم کے چھوڑنے کیوقت
مسلمان ہو تو اگر اوسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام میں پھر وہ مرتد ہو گیا تو شکار حلال ہے اور اسکا عکس حلال نہیں کذا فی العالمگیریہ وفی حق
الجزاء یعتبر حالۃ الاصابۃ اذا رمی محرما لا بالرمی کذا فی قبیل کتاب الایمان اور بدلہ دینا شکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہو جانے سے جبکہ اوسنے تیر مارا
حالت احرام میں سو اوسکو محرم ہونا ہے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اوسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہیں اور وہ شکار حلال ہے اور یہ مسئلہ آویگا
کتاب الدیات سو پہلے **فرع** مسئلہ لمحفہ شارح کا لو اتی بازیا معلما احل صیدا فقتلہ ولا یدری ارسلہ انسان او لا لا یؤکل لوقوع
الشک فی الارسال ولا اباحۃ بدونہ وان کان مرسلا فہو مال الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ یعنی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار کیا
پھر اوسکو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اوسکو کسی انسان نے چھوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اوسکا کھانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حالانکہ

شکار کی اباحت نہین ہے بدون ارسال کے اور اگر بار آدمی نے چھوڑا بھی تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی اوسکا کھانا درست نہین بدون مالک کے اذن سے
کذا فی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثة الفتوی وھی ان رجلا وجد شاة مذبوحة ببستان ھل یحل اکلہ ام لا ومقتضی ما ذکرنا
انه لا یحل لوقوع الشك فی ان الذابح ممن یحل ذکوته ام لا وھل سمی الله تعالی علیھا ام لا یعنی کہتا ہون البتہ ہمارے زمانہ مین ایک
حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ مین مذبوح پایا تو اوسکا کھانا حلال ہے یا نہین اور جو ہمنے
ابھی ذکر کیا اوسکا مقتضا یہہ ہے کہ اوس بکری کا کھانا حلال نہین شک واقع ہونے سے اسمین کہ اوسکا ذبح کرنیوالا ان لوگون سے ہے جنکا ذبیحہ حلال ہے
یا اون مین سے نہین ہے اور اگر ہے تو اوسنے ذبح کیوقت اللہ تعالے کا نام لیا یا نہین یا لکن فی الخلاصة من اللقطة قوم اصابوا بعیرا مذبوحا
فی طریق البادیة ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی قلبه ان صاحبه فعل ذلك اباحة للناس لا بأس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالة
کالثابت بالتصریح انتهی فقد اباح اکلها بالشرط المذکور فعلم ان العلم بکون الذابح اھلا للذکوة لیس بشرط قال المصنف لیکن خلاصہ
مین ہے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ مین اگر وہ پانی کے قریب نہو اور اوسکے دلمین یہہ بات جم جاوے کہ اوسکے مالک نے یہہ کیا ہے
لوگون پر مباح کرنیکے واسطے تو اوسکو لینے اور کھانے مین مضائقہ نہین اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اوسکی مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہو انتہی
یا فی الخلاصہ تو صاحب خلاصہ نے اوسکا کھانا بالشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہین ہے
ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین ھ یعنی قول استدراک ہے عدم حلت کے قول پر پانی کی قربت کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہہ محتمل ہے کہ پانی
مین گرکے مرگیا ہو یا دریائی جانور نے اوسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اوسکو باہر ڈالدیا اور بعضون نے کہا ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہوئے یا ہو
قلت قد یفرق بین حادثة الفتوی والمسئلة اللقطة بان الذابح فی الاول غیر المالك قطعا وفی الثانی محتمل مین کہتا ہون استفتاء مذکورہ اور مسئلہ
لقطہ مین یون فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنیوالا اولین غیر مالک ہے یقینا اور ثانی مین احتمال ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ھ اس فرق سے
کچھہ حاصل نہین کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو بھی تو معلوم نہین کہ اوسکا ذبیحہ حلال تھا یا نہین کذا فی الحلبی والطحطاوی وذا ان محیط فقیه سرق
شاة فذبحها بتسمیة فوجد صاحبها ھل توکل قال لا الاصح لا لکفره بتسمیته علی الحرام القطعی بلا تملك ولا اذن شرعی انتهی فلیحرر وفی منح
دیکھا فقیہ معتمد کے خط سے یہہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرائی پھر اوسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پھر بکری کے مالک نے اوسکو پایا تو اوسکا کھانا
حلال ہے یا نہین جواب اسکا یہہ ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ اوسکا کھانا درست نہین بسبب کافر ہوجانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت
اور بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیئے ھ یہہ صورت حادثہ فتوی طلب کی مغائر ہے کیونکہ یہان ذابح اور تسمیہ معلوم ہے
اور حرمت اور وجہہ سے لازم آئی اور وہان ذابح اور تسمیہ معلوم نہین اور یہہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہوگیا سو معتمد قول یہہ ہے کہ اسقدر سے
کافر نہین ہوتا بلکہ جب اسکو حلال جانیگا تب کافر ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہین اور اسکا موید فقہا کا یہہ قول کہ شاۃ غصب کی
قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبی مین ہے کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اوسکی قیمت کا تاوان اوسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہوگئی کیونکہ غصب سے وہ بکری
وہ مالک ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیة قال سه وتاباك لا تطعمه کلبا فانه خبیث حرام نفعه متعذر اور وہبانیہ مین کہا اور جو جانور
مرگیا وہ کتے کو نہ کھلاوے کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع ہے ھ یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہین لیکن کتے کو اوسکی طرف لیجانا جائز ہے چنانچہ شرح جلالی
مین ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقا حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کی مانند قنیہ مین یون ہے کہ ہمارے علما نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسیوجہ پر جائز نہین اور
کتونکو بھی نہ کھلاوے اور شاید کہ یہان دو قول ہون کذا فی الطحطاوی وتملیك العصفور لواحد ام اجرا اور اجازت دیگئی تملیک کنجشک کی اوسکے پالنے
والیکو ھ یعنی ارسال کیوقت اوسکی تملیک بر وجہ اباحت مراد ہے تجنیس اور مزید مین ہے کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے نے اوسکو لیا اور اسکی
درستی اور خبرگیری کی پھر اوسکا مالک آیا سو اسکی دو صورتین ہین اگر اوسنے چھوڑنے کیوقت یہہ کہا کہ جو اسکو پکڑے ہمنے اسکو اوسکا کردیا یا یہہ کہا تو پہلی

متورتین مالک اسکو نہیں ہے سکتا اسواسطے کہ اوسنے تملیک کو مباح کردیا اور دوسری صورتین اوسکو لینا جائز ہے عدم اباحت کے سبب سے یہی قول ہمارے
مشائخ کے چھوڑ دینے مین کذافی الطحطاوی مختصراً اقول فیہ تعریض للائمۃ بانہ اور اوسکے اعتاق کو یعنی کبوتر کے چھوڑنے کو بعضے علما انکار کرتے
ہین یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہیں کہتے ہین شارح وہبانیہ نے کہا کہ لفظ بعض اسپر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اسکے مجوز ہین حالانکہ ایسا منقول نہین بلکہ
ظاہر یہ ہے کہ مذہب یہی ہے کہ حرام ہے کذا فی الطحطاوی وان تلقفہ متلقف غیرہ جاز اخذہ اور اگر مالک نے عصفور یعنی ممولہ کو غیر واجد کے ساتھ پایا تو مالک کو اسکا
لینا جائز ہے ہم یہ اوس صورت پر محمول ہے جبکہ مالک نے ارسال کے وقت لینے والے پر مباح نکر دیا ہو چنانچہ تفصیل اوسکی تقریر سے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی
کقشر الرمان والبطیخ المقشر ہے جیسے لینا جائز ہے چھلکا اوس انار کا جسکو چھیلنے والے نے پھینکدیا ہم بزازیہ مین ہے شیخ حقیر نے قیمت کا ذکر نہیں کیا اسواسطے
کہ شیخین کے نزدیک وہ مشہور ہے لیکن بعد التقاط مالک اوسکا اوسکو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر وفی معایا القلعہ وای حلال لا یحل اصطیاده
حقیق اوہا الصیدات وکاء ہی تنفر اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں یہ ہے کہ وہ کونسا غیر محرم غیر ارض حرم مین ہے جسکا شکار کرنا حلال نہین اون شکارونکا جنکو غیر اوسکے
شکار نہین کیا اور نہ وہ اوس سے متنفر ہوتے بھاگے ہم اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا هو صید دخل دار رجل فغلق علیہ بابہ ملکہ فلا
تملکہ غیرہ ولو بعد خروجہ یعنی مراد وہ شکار ہے جو ایکمرد کے گھر مین گھس گیا سو اوسنے اوسپر اپنا دروازہ بند کرلیا یعنی قصداً اسطرح سے بند کرلیا کہ
اوسکے پکڑنے پر قادر ہوگیا تو اب اوسکا کوئی مالک نہوگا سواے صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اوسکے خروج کے ہم یعنی شکار گھر مین گھسا پھر جب صاحب خانہ
نے دیکھا تو دروازہ بند کرلیا اسطرح کہ وہ نکل نہیں سکتا اور صاحب خانہ اوسکے پکڑلینے پر قادر ہے بدون شکار کرنے کے تو صاحب خانہ اوسکا آخذ اور مالک ہوگیا
اور اگر اوسنے دروازہ بند کرلیا اور حالانکہ شکار اوسکو معلوم نہین تو اوسکا آخذ اور مالک نہوگا تو اگر پہلی صورتین شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اوسکو
پکڑلیا تو وہ اوسکا مالک نہوگا اور دوسری صورتین مالک ہوگا چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے قولہ ما صید یعنی نفی ہے مراد صید حقیقی ہے نہ صید حکمی اور غیر محرم
سے غیر صاحب خانہ مراد ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الرهن

یہ کتاب ہے مسائل رہن یعنی گرو کرنیکے احکام مین مناسبتہ ان کلا من الرہن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کتاب الصید سے یہہ ہے کہ
رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہین وهو لغۃ حبس الشئ ہو یعنی رہن لغت مین عبارت ہے حبس شے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے
خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال وشرعا حبس شئ مالی ای جعل الشئ محبوسا لان الحابس هو المرتهن اور اصطلاح شرع مین رہن عبارت ہے
مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی چیز کو محبوس کردینا اسواسطے کہ حبس کرنیوالا مرتہن ہے نہ راہن ہم شارح نے حبس شے کی تفسیر جعل الشئ محبوسا اسواسطے کی تا راہن
حابس نہ ٹھہرے اسواسطے کہ حابس تو مرتہن ہے نہ راہن بلکہ راہن تو شئ کا محبوس کردینے والا ہے اور تعریف مین حبس مرتہن اسواسطے معتبر ہوا کہ کلام اوسی مین
ہین جو راہن کا فعل ہے نہ اوس مین جو مرتہن کا فعل ہے مثلاً زید نے خالد سے سو درم لئے اور اپنا باغ اوسکے پاس گرو رکھدیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتہن اور
باغ مرہون بحق یمکن استیفاؤہ ای اخذہ منہ کلا او بعضا کان کانت قیمۃ المرہون اقل من الدین یہ عبارت ہے حبس شئ سے بعوض اوس
حق کے جسکا حاصل کرنا اور لینا شئ مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اوس سے لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق
کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا ہم امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہین ٹھہرتی چنانچہ برف کذا فی الطحطاوی کالدین کاف الاستقصاء لان
العین لا یمکن استیفاءہ من الرہن الا اذا صار دینا حکما کما یجئ چنانچہ دین کا حاصل کرلینا مرہون سے ممکن ہے نہ کہ عین سے دین اسواسطے مراد ہوا کہ
عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہین مگر جس وقت کہ عین دین حکمی ہو جاوے چنانچہ دین حکمی کا بیان بعد ایک سطر کے آتا ہے شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصا
کا کاف ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین میں تو دین کل حق ہے نہ بعض ہم استیفاء عین مرہون سے اسواسطے ممکن نہین کہ عین مین تو صورت مطلوب ہے سو
اوسکا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شے سے ممکن نہین برخلاف دین کے کہ اوسکا استیفا مرہون سے ممکن ہے اور اسکو سمجھ کذا فی شرح الوقایہ حقیقۃ وهو
کون دین ثابت ظاہرا وباطنا او ظاہرا فقط کثمن عبد او خل وجد حرا او خمرا خواہ دین حقیقۃ ہو اور دین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن

یعنی واجب ہوا یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا دوسرے کہ جو خمر ثابت ہوا ھم تو بنظر ظاہر رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آویگا بائع
پر اوسکے ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درہم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درہم دینا لازم ہوگا محمد نے مبسوط اور جامع
میں تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی المحیط و عن الاختیار وصح بما کان الاعیان المضمونة بالمثل او
القیمة کما سیجئ ذراہ دین حکما ہو چنانچہ وہ اعیان جنکا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ھم مضمون بالمثل او القیمة
کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعة نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے کہ تلف ہو جانے کے وقت مثل واجب ہو اگر اوسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہو اگر اوسکا
مثل نہو چنانچہ مغصوب اسواسطے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدے تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب دین نہیں ہے اور چنانچہ مقبوض
علی سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اوسکا
تاوان یعنی در صورت تلف ہو جانیکے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ عین مضمون بنفسہ کی عوض رہن
رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسواسطے کہ اوسکا مآل کار دین ہے انتہی خانیہ میں ہے رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن بعوض
اعیان کے اسطرح ہے کہ رہن بعوض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت ہیں سو جائز نہیں ہے اور اسیطرح رہن
بعین مستاجرہ باطل ہے اور اسیطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے عین کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کے پاس
قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے ہاں مگر اعیان مضمونہ بالقیمة سے رہن رکھنا مانند مغصوب کی بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے
خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی ما فی الخانیة مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ در حکم دین ہے تو رہن کی تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں
خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی وینعقد بایجاب وقبول حال کونه غیر لازم وحینئذ فللراهن تسلیمه والرجوع عنه کما فی الهبة اور رہن
منعقد ہوتا ہے ایجاب اور قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسوقت میں تو راہن کو تسلیم مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ
ہبہ میں جائز ہے ھم رہن غیر لازم ہی کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہیں رہن رکھنے میں فاذا سلمه وقبضه المرتهن
حال کونه محوزا لا متفرقا کثمر علی شجر مفرغا لا مشغولا بحق الراهن کشجر بدون الثمر ممیزا لا مشاعا ولو حکما بان اتصل المرهون
بغیر المرهون خلقة کالشجر [illegible] لزم پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اوس پر قبضہ کر لیا اس حال میں کہ مرہون مجتمع اور
مقسوم ہو نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی ہے نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ
شیوع حکمی ہو اسطرح کہ مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد
تسلیم اور قبض کے بشروط مذکورہ ھم جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز
نہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا
افاد ان القبض شرط اللزوم کما فی الهبة وصحح فی المجتبی انه شرط الجواز مصنف کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم
ہو جانیکی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور مجتبی میں اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ھم جبکہ قبض لزوم کی شرط ہوگی تو مطلب یہ ہے
کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدون قبض کے والتخلیة بین
الرهن والمرتهن قبض حکما علی الظاهر اور تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے در حکم قبض کے ہے ظاہر الروایة میں یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ میں
تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اوسکو نہ لے اور وہ ضائع ہو تو تاوان اوسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ھم تخلیہ یہ ہے کہ راہن
مرہون کو ایسے موضع میں رکھدے کہ مرتہن اوسکو لینے پر قادر ہو یہ ظاہر الروایة ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا بدون نقل
کے کذا فی شرح الوقایہ کالبیع فانها فیه ایضا قبض تخلیہ رہن میں قبض ہے مانند بیع کی اسواسطے کہ تخلیہ بیع میں بھی قبض ہے وهو مضمون

اذا ھلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین ۔ اور جب مرہون تلف ہوجاوے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر اوسکا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آویگا
ھم یعنی مراد نہین کہ قیمت اور دین دونون سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونون مین سے جو کمتر ہے اوسکا ضمان ہے تو اگر دین اقل ہے قیمت مرہون
سے تو اوسقدر دین سے مرتہن بری ہو اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایہ تلف ہوجانے کی قید اوسواسطے لگائی کہ اگر مرتہن مرہون کو قصدا
تلف کریگا تو تمام مرہون کا تاوان اوسپر لازم ہوگا چنانچہ تحفہ مین ہے اور اگر راہن اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو مفت بلا ضمان
ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تاوان لازم ہوگا کیونکہ یہ رہن بشرط فاسد ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جاویگا مالک اور سو جو
مثلا اگر گھر ہزار پر رہن رکھا اور اوسکی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہوگیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سو عمارت کا حصہ ساقط
ہوگا اور زمین کا حصہ باقی رہیگا کذا فی المحیط ۔ وعند الشافعی امانۃ ۔ اور شافعی کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قیمتہ
یوم القبض لا یوم الھلاک کما توھمہ فی الاشباہ بحث القنیۃ للمولی کا حل المصنف اور مرہون کی قیمت تو معتبر ہے جو اوسکی قیمت یوم القبض
ہو نہ یوم الھلاک کی قیمت جیسا وہم ہوگا کہا یا ہو صاحب اشباہ کے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف نے شرح مین اسکی تحقیق بیان کی ہے المعتبر فی
یوم الرھن اذا لم یبین المقدار ای مقدار ما یرید من الدین لیس بمضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ والاشباہ ۔ رہن جس روز مرہون پر قبضہ ہوا ہو تو گرو
کیا ہے جبکہ مقدار اوس دین کی مذکور نہو جیسکو راہن طلب کرتا ہے تو اوسکا تاوان لازم نہین صحیح تر قول مین چنانچہ قنیہ اور اشباہ مین ہے ھم یعنی
راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہ چیز رہن تیرے پاس گرو رکھی کچھ قرض مین تجھسے لونگا اور مقدار قرض بیان نکی اور مرہون ہلاک ہوگیا تو اوسپر تاوان نہین
اگر مقدار مذکور ہوچکی تو تاوان لازم ہوگا فان ھلک فی مساوات قیمتہ الدین صار مستوفیا دینہ حکما ۔ ہیں اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا اور
اوسکی قیمت دین کی برابر ہے تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پاچکا یعنی جتنا لینا تھا اوتنا تاوان دینا لازم آیا تو برابر سرابر ہوگیا گویا دین بھر پایا او زاد
ان الفضل امانۃ فیضمن بالتعدی ۔ یا قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہے تو جسقدر زیادہ ہے وہ امانت ہے تو اوسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنی جب
تعدی نکرے اوسکو ہلاک ہونے سے ضمان نہین مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اوسکو ہلاک کریگا او نقصت سقط بقدرہ ورجع المرتہن بالفضل لانہ الاستیفاء
بالمالیۃ ۔ یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے پھیر لیگا کیونکہ حاصل ہوتا تو بقدر مالیت کے
ہے ھم خلاصہ یہ ہے کہ اگر دس درم دین ہو اور دس درم مرہون کی قیمت ہو اور ہلاک ہوجاوے تو گویا مرتہن نے اپنا دین بھر پایا اور
پندرہ درم قیمت ہو تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہین اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن راہن سے پھیر لیگا وصدق المرتہن بیمینہ
ھلاکہ بلا برھان مطلقا سواء کان من اموال الظاھرۃ او باطنۃ وخصہ مالک بالباطنۃ ۔ اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک کو
بن شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور اور امام مالک
تاوان مخصوص باموال باطنہ کیا ہے ۔ ولہ طلب دینہ من راھنہ ولہ حبسہ وان کان الرھن فی یدہ لان الحبس جزاء مطلہ ۔ اور مرتہن
کو ہے اپنا دین طلب کرنا اوس راہن سے اور اوسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنیکا دین کے سبب اگرچہ رہن اوسکے قبضہ مین ہو اوسواسطے کہ حبس ادائے دین کی تاخیر کا بدلا ہے یعنی
بوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور راہن کو سرعت ادائے دین کیواسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہے ولہ حبس رھنہ بعد الفسخ للعقد
حتی یقبض دینہ او یبرئہ لان الرھن لا یبطل بمجرد الفسخ بل یبقی رھنا ما بقی القبض والدین معا فاذا فات احدھما لم یبق رھنا
یعنی ودیعۃ وغیرہما اور مرتہن کو جائز ہے محبوس رکھنا مرہون کا عقد رہن کے [illegible]
ہے اسواسطے کہ رہن باطل نہین ہوجاتا بمجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہے جبتک کہ
قبضہ نرہا یا دین کو معاف کردیا تو رہن باقی نرہیگا کذا فی الزیلعی والنقد وغیرہما ۔ لا الانتفاع بہ مطلقا لا باستخدام ولا سکنی ولا لبس
اجارۃ ولا اعارۃ سواء کان من مرتہن او راھن الا باذن کل للآخر ۔ جائز نہین منفعت حاصل کرنا مرہون سے کسی طرح نہ غلام لونڈی کی خدمت

لئے ہے یہ مکان کی سکونت سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرتہن لے یا راہن کسیکو درست نہیں مگر اذن ہر ایک
کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے م غرض یہ ہے کہ عدم انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ میں مذکور
ہے لیکن یہ امر انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں اقطع سے منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو استیفار منافع رہن جائز نہیں مگر مرتہن
کے اذن سے اور اسیطرح اوسمین تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوا اور بعضوں نے کہا کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز
نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہ سود ہے م جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یہی تو بیاج ہے اسی لئے
بعض علما اسبات کے قائل ہوئے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور تقوی پر محمول کیا ہے اور جو کتب معتبرہ
میں حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اوسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرطہ کان ربوا والا لا اور بعضوں نے کہا کہ
اگر عقد رہن میں استیفار منافع شرط کیا ہو تو بیاج ہے اور اگر شرط نہیں تو بیاج نہیں وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او
سکنی الدار او لبن الشاۃ المرہونۃ فاکلہا لم یضمن ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجئ آخر الرہن اور اشباہ
اور جواہر میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختون کا پہل کہانا اور گہر کا رہنا اور رہن کی بکری کا دودہ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کہایا تو اوسپر ان منافع کا تاوان
نہیں اور راہن کو اباحت کی بعد منع کر دینا بہی جائز ہے پہر اشباہ میں یہہ فائدہ بیان کیا کہ مرتہن کو یہہ نفع لینا مکروہ ہی اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر
میں آویگا م غالب حال لوگوں کا یہی ہے کہ رہن نہین رکہتے ہیں مگر انتفاع کا قصد رکہتے ہیں اور اگر فائدہ مقصود نہو تو قرض نہ دین تو یہہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف
کا مثل مشروط کے ہے یہہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ماتت الشاۃ فی ید المرتہن قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شربہ فحظ الشاۃ
یسقط وحظ اللبن یاخذہ المرتہن م بکری مرگئی مرتہن کے پاس یعنی وہ بکری جسکے دودہ پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائیگا
بکری اور اوسکے دودہ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودہ کا حصہ مرتہن لیگا م یا کیونکہ بکری گرو رکہی اور مرتہن کو اوسکا
دودہ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اوسپر ضمان نہیں پہر اگر بکری اسکی چند مر گئی تو دین کی قسمت ہوگی بکری اور دودہ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ
ساقط ہوگا دین سے اور دودہ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پہر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا لینا راہن کے اذن سے بمنزلہ راہن کے پینے کے ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی نے
یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہی اور اوسکی عبارت میں کچہہ ساقط ہو گیا ہے فلو فعل الانتفاع بہ قبل اذنہ صار متعدیا ولم یبطل الرہن بہ
پہر اگر مرتہن نے مرہون سے بلا اجازت نفع لیا قبل اذن راہن کے تو وہ متعدی ہو گیا اور رہن باطل نہوگا اوسکی اس تعدی سے واذا طلب المرتہن دینہ
امر باحضار رہنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین م اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اوسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دو بار مستوفی
نہ ٹہہر جاوے م اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا اور خود لینا مکرر استیفا جائز نہیں اسواسطے کہ اسمین تکرار استیفا لازم آتا ہی اوس
صورت میں جبکہ مرہون ہلاک ہو جاوے مرتہن کے پاس اور یہہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل او مؤنۃ العدل لانہ لم یتعین بشرطہ جمع
مگر اوس صورت میں احضار رہن ضرور نہیں جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کیواسطے بار برداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کے پاس رکہا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن
کو معتمد نہ سمجہا تب دوسرے کے پاس رکہا کذا فی شرح المجمع فان احضرہ سلم لہ کل دینہ اولا ثم سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویۃ پہر اگر مرتہن نے
مرہون کو حاضر کر دیا تو اوسکا پورا دین اوسکو دیا جاویگا پہلے پہر مرتہن اوسکی مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعین حق میں برابری ثابت ہو جاوے م یعنی حق
مرتہن دین میں متعین ہو جاوے جیسے راہن کا حق مرہون میں متعین ہے یہہ علت ہے احضار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے واسطے استیفار
دین کیواسطے تو جب تک دین حاصل نہوگا مرتہن دفع مرہون کا مامور نہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد الرہن فکذالک الحکم ان لم یکن للرہن حمل و
ان کان لحملہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضرہ لان الواجب علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا
بلد رہن کے غیر شہر میں تو اسیطرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے میں بار برداری کی مشقت نہو اور اگر اوسکی لانے میں مشقت ہو تو دین اوسکو دیا جائیگا

اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون بمعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہون کا ایک مکان سے دوسرے مکان کیطرف
ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلا امر بتأدیۃ لم یؤمر بہ انتہی فلیحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہہ نقل کیا
کہ اگر مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اوسپر حاضر کرنیکا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگرچہ
مرتہن مقدر رہن کے شہر مین ہو ولکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک لیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہے
تلف نہین ہوا ہے یعنے درصورت عدم احضار وھذا کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ اما اذا لم یدع فلا فائدۃ فی احضارہ وکذا الحکم عند کل
نجم حل اذا یہہ سب مذکور اوسوقت ہے جبکہ راہن مرہون کے تلف ہو جانیکا دعوی کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے مین
کچھہ فائدہ نہین ہے اور یہی حکم ہر ایک اوس قسط کے نزدیک ہے جسکی مدت پہنچ گئی ھم یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت
آ جاوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کما حررہ ابن الشحنۃ وقال بہ ولا دفع ما لم یحضر الراہن
ان یکون بغیر مکان العقد والحمل لہ مؤنۃ چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور یون کہا ہو اور تمام دین کا دینا
راہن کو لازم نہین جبتک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے یا کہ مرتہن ہو مقدر رہن کے غیر شہر مین اور حالانکہ اوسکی بار برداری مین دشواری ہو یعنی
درصورت عدم دشواری غیر شہر مین بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن نے ہلاکی ہلاک ہو یا نہو کذا الحموی ولا دون دعوی مدیونیہ فلا کذا
وھذا فی النہایۃ یدل کہ اسیطرح قسط کا حکم ہے کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہین یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہین بدون
دعوی ہلاک راہن کے اور یہہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ مین مذکور ہے ھم یہہ توفیق قول ہے اور ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ مین یون ہے
کہ جیسی استیفا کل دین کیواسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسی ہی استیفاء ہر قسط کیواسطے بھی احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہو جانے کے اور نہایہ اور زیادات
مین ہے کہ اگر راہن نے ہی ہلاک ہو تو احضار ضروری ہے تا اوسکی خاطر جمع ہو جاوے ورنہ احضار مین کچھہ فائدہ نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یکلف مرتہن
قد طلب دینہ احضار رہن قد وضعہ عند العدل بامر الراہن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اوس مرہون کے حاضر کرنیکا
جو اوسنے رکہا ہو معتمد شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہین کیا اب اوسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن
رہن باعہ المرتہن بامرہ ای بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ لا تبدل لہ اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اوس مرہون کے ثمن حاضر کرنیکا جسکو مرتہن نے بیچ ڈالا
ہے راہن کے امر سے یہانتک کہ ثمن پر قبضہ کرے یعنی عدم احضار ثمن کی وجہہ اذن ہے راہن کا بیع کیواسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف
احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت مین جبکہ مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنیکا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام
مبدل کے ھم بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسی مرہون کا حاضر کرنا درصورت طلب دین لازم ہے اسیطرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم
ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ بثمنہ لان حکم الرہن الحبس الدائم
حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھہ مرہون ہے وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین اوسکی ثمن سے ادا کرے
اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے تا قبض دین ولا یکلف من قبض بعض دینہ او ابرأ بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ من
الدین او یبرئہا اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھہ دین ادا کیا گیا یا اوسنے کچھہ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا
جبتک وہ قبضہ نکریگا باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا حبس مبیع کے قیاس پر ھم یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جیسے بعض تسلیم
مبیع کا اسیطرح بعض ثمن کے قبض یا ابراء سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہین ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کالودیعۃ
اور مرتہن پر یہہ واجب ہے کہ مرہون کی حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے جسطرح ودیعت کی حفاظت واجب ہے ھم حفظ عیال مین ساکنت
معتبر ہے نہ نفقہ اور اگر زوجہ مرتہن اپنی زوجہ کو حفظ کیلئے دے تو اوسپر ضمان نہین اگرچہ زوجہ پر زوج کا نفقہ نہین کذا فی الحموی وشرح ابن کمال

بغیرہ کما مر فیہا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اوسکی حفاظت کرا دیگا چنانچہ کتاب الودیعۃ مین گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان
مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بایداعہ واعارتہ واجارتہ واستخدامہ وتعدیہ کل قیمتہ فیسقط الدین بقدرہ اور
مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اوسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور تعدی سے مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط
ہوجاویگا بقدر اوسکے دینے اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن پر وکذا یضمن کل قیمتہ بجعل خاتم الرہن فی خنصرہ سواء جعل فصہ لباطن کفہ او لا
برجندی الیسری او الیمنی علی ما اختارہ الرضی اور اسیطرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے خواہ بائین یا داہنی چھنگلی مین
بنا بر اوس قول کے جسکو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگین کو اپنی باطن کف مین رکھے یا نہ رکھے اسیکا فتوی ہے کذا فی البرجندی ہم ضمان اسواسطے
لازم آیا کہ یہہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن قدمنا فی الحظر عن البرجندی فیہا انہ شعار الروافض وانہ یجب التحرز عنہ فتنبہ قلت ولکن جرت
العادۃ فی زماننا بلبسہ کذلک فینبغی لزوم الضمان قیاسا علی مسئلۃ السیف الآتیۃ فلیحرر لیکن ہمنے کتاب الحظر مین مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے
کہ داہنی چھنگلی مین انگوٹھی پہننا رافضیونکی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا مین کہتا ہون ولیکن ہمارے زمانے مین تو داہنی چھنگلی مین انگوٹھی
پہننے کی عادت جاری ہوگئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا بجعلہ فی
اصبع اخری الا اذا کان المرتہن امراۃ فتضمن لان النساء یلبسن کذلک فیکون استعمالا لا حفظا ابن کمال معزیا للزیلعی
ضمان لازم نہوگا سوا چھنگلی کے دوسری اونگلی مین پہننے سے مگر جس صورت مین مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ
عورتین اسیطرح چھنگلی کے سوا اور اونگلیون مین بھی پہنتی ہین تو اونکے حق مین یہہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہہ ذکر کیا ہے زیلعی کیطرف نسبت کر کے
ہم یہہ جو کہا کہ اور اونگلی کے پہننے سے ضمان لازم نہوگا تو مراد یہہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہہ نہین کہ اصلا ضمان لازم نہوگا بلکہ اس صورت مین تلف ہوجانے
سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اوسقدر ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی ومثلہ تقلد سیفی الرہن لا الثلاثۃ فان الشجعان یتقلدون فی
العادۃ بسیفین لا الثلاثۃ اور انگوٹھی کی مانند دو تلوارونکا باندھنا ہے نہ تین تلوارونکا اسواسطے کہ بہادر عادت مین دو تلوارین باندھتے ہین نہ تین تلوارین
یعنے اگر رہن کی دو تلوارین باندہین تو ضمان لازم ہوگا کیونکہ یہہ استعمال ہے اور اگر تین تلوارین باندہین تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہہ حفاظت ہے نہ استعمال
وفی لبس خاتمہ ای خاتم الرہن فوق آخر مرجعہ العادۃ فان کان ممن یتجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظا فلا یضمن
اور رہن کی انگوٹھی کے پہننے مین دوسری انگوٹھی پر عادت کیطرف رجوع کیا جاویگا تو اگر مرتہن اون لوگونمین سے ہے جو تجمل اور آرایش کرتے ہین دو انگوٹھیان
پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر اون لوگونمین نہین ہے تو محافظ ٹھہریگا تو ضمان نہ دیگا وان قضاہا ای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین
تلتقیان قصاصا بمجردہ ای بمجرد القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا وطالب المرتہن الراہن بالفضل ان کان ثمہ فضل پہر اگر مرتہن نے
قیمت مذکورہ ادا کی دین کی جنس سے تو ادا ہی ضمان اور دین دونون ملکر برابر ہوجاوینگے بمجرد ادا کرنے قیمت کے جسوقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن اوس
سے زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہان دین زیادہ ہوگا قیمت سے ہم دراہم اور دنانیر دو جنس مختلف ہین چنانچہ معادن مین مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے
کذا فی الطحطاوی وان کان الدین مؤجلا تضمن المرتہن قیمتہ وتکون رہنا عندہ فاذا حل الاجل اخذہ بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اوسکی
قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور مرتہن کے پاس رہن رہیگی پہر جب تک دین کی ادیگی تو مرتہن اوسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وان قضاہا بالقیمۃ من خلاف
جنسہ کان الضمان رہنا عندہ الی قضاء دینہ لانہ بدل الرہن فاخذ حکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی غیر جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن
رہیگا مرتہن کے پاس اوسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہے مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا محبوس رہنے مین واجرۃ بیت حفظہ وحافظہ
ومأوی الغنم علی المرتہن اور مرہون کی حفاظت کی گہر کا کرایہ اور اوسکی نگہبانی کی اجرت اور بہیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے واجرۃ
راعیہ لو حیوانا ونفقۃ الرہن والخراج والعشر علی الراہن اور مرہون کو چرانے والیکی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون

زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل فیہ ان کل ما یحتاج الیہ لمصلحۃ الرہن بنفسہ وتبقیتہ فعلی الراہن لانہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی
المرتہن لان حبسہ لہ اصل یہ ہے کہ جو چیزیں ذات مرہون اور اوسکی باقی رہنے کی مصلحت کیواسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب
ہے اسلیے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی محافظت کیواسطے ہو سو وہ مرتہن پر لازم ہے اسواسطے کہ اوسکا محبوس رہنا اوسکے حق کیواسطے ہو ھ
اس مرہون کے محتاج الیہ جیسے طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والیکی اور چارا اور باغ کی سینچائی وغیر ذلک من المصالح واعلم
انہ لا یلزم شی منہ لو اشترط علی الراہن قہستانی عن الذخیرۃ اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرتہن پر لازم ہے اوس میں سے کچھ لازم نہوگا اگر
مرتہن راہن پر شرط کرے کذا فی القہستانی عن الذخیرہ ھ چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر لازم ہے بشرطیکہ مرتہن کے پاس زخم
لگا ہو تو شرط کرنے سے یہ اسوقت راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واما مؤنۃ رد الجعل آبق او رد جزء منہ کمداواۃ جرح لما
یدل ای الی المرتہن فتنقسم علی المضمون والامانۃ فالمضمون علی المرتہن والامانۃ مضمونۃ علی الراہن لو قیمتہ اکثر من الدین اور مرتہن کو اپنے
مرہون کے پھیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لانیوالیکا اجر یا اوسکے کسی جزو کے پھیر لانے کی اجرت چنانچہ عضو زخمی کا معالجہ سو منقسم ہے مضمون اور امانت
پر سو جسقدر مضمون ہے اوسقدر کا خرچ مرتہن پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر ہے بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو ھ مثلا دین سو درم ہے اور
غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہے تو سو درم کا ضمان مرتہن پر ہے اور باقی دو سو سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے پھیر لانے میں دس درم خرچ ہوئے
تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور نصف راہن پر والا فعلی المرتہن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہیں یعنی قیمت دین کی برابر ہے یا کم ہے تو اوسکا
خرچ پھیر لانیکا مرتہن پر ہے نہ راہن پر وکذا معالجۃ امراض وقروح وفداء جنایۃ اور اسیطرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فدیہ جنایت کا
وکل ما وجب علی احدہما فاداہ الآخر کان متبرعا الا ان یامرہ القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الآخر فحینئذ یرجع وبمجرد امر القاضی
بلا تصریح بجعلہ دینا علیہ لا یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پھر دوسرا اوسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اور اوسکا دعوی
نہیں کر سکتا مگر یہ کہ قاضی اوسکو اسکا حکم کرے اور اوسکو دین ٹھہرا دے دوسرے پر تو اسوقت میں وہ دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لیگا اور مجرد امر قاضی کے بدون اس
تصریح کے کہ اوسکو دوسرے پر دین ٹھہرادے رجوع نہیں کر سکتا چنانچہ یہ ملتقط میں مصرح ہے وعن الامام لا یرجع لو صاحبہ حاضرا مطلقا خلافا للثانی
وہی مسئلۃ الحجر زیلعی اور امام سے ایک روایت یون ہے کہ خرچ کرنیوالا رجوع نکریگا اگر اوسکا ساتھی موجود ہے مطلقا رجوع نہیں خواہ قاضی امر کرے یا نکرے
برخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہے اور یہ حجر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ھ یعنی امام کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی حجر
نہیں کر سکتا اور ابو یوسف کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہے فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی بامر قاضی ایک
دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی قال الراہن الرہن غیر ہذا وقال المرتہن بل ہذا ہو الذی رہنتہ عندی فالقول للمرتہن لانہ
القابض راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی مرہون ہے جسکو تونے میرے پاس رہن رکہا تہا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے
کہ وہ قابض ہے اور قول معتبر نہیں مگر قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرتہن ردہ علی الراہن بعد قبضہ فان القول للراہن لانہ المنکر برخلاف
اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اوسکی پھیر دینے کا دعوی کیا اپنے قبضہ کرنیکے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد کا رہن
مرہون کا وہ منکر ہے فان برہنا فللراہن ایضا ویسقط الدین لاثباتہ الزیادۃ پھر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانیں تو بھی راہن ہی
کے مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا ولو قبل قبضہ فالقول للمرتہن لانکارہ دخولہ فی ضمانہ اور اگر اختلاف
ہوا اوسکے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہو گیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن کہتا ہو بلکہ تیرے قبضہ کرنیکے بعد تلف
ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکے دخول فی الضمان کا منکر ہے کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ وان برہنا فللراہن لاثباتہ الضمان بزازیہ
اور اگر دونوں اپنے دعوی پر گواہ لاویں تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اوسکے ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ یجوز لہ السفر بہ بالرہن

إِذَا كَانَ الطَّرِيقُ آمِنًا كَمَا فِي الوجيز وإن كان له حمل ومؤنة اور مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر مین لیجانا جبکہ راہ بیخوف ہو جیسے ولیت ہو سفر مین لیجانا بشرط امن طریق جائز ہے اگرچہ مرہون کے لیجانیکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو وكذا الانتقال عن البلد وكذا العدل الذي الرهن في يده كما في العمادية معزيًا للعدة على خلاف ما في فتاوى القاضيين ولعل ما في العدة قول الامام وما في الفتاوى قولهما كما يفيد كلام القنية اور اسیطرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر مین لیجانا درست ہے اگرچہ مدت سفر نہو اور اسیطرح اوس معتمد شخص کو سفر جائز ہی جسکے قبضہ مین مرہون ہے چنانچہ عمادیہ مین ہے عدہ سے منقول برخلاف دو قاضیون کے فتاوی یعنی قاضیخان اور قاضی ظہیرالدین کے فتاوی کی اور شاید کہ جو روایت عدہ مین ہی وہ امام کا قول ہے اور جو دونون فتاوی مین وہ صاحبین کا قول ہی چنانچہ یہہ مفہوم ہوتا ہی قنیہ کے کلام سے ھم شاید کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ فتاوی قاضی خان مین قول صاحبین کا صریحًا مذکور ہے کذا فی الطحطاوی **فائدة** في الحديث إذا عمي الرهن فهو بما فيه قالوا معناه إذا اشتبهت قيمته بعد هلاكه بأن قال كل لا أدري كم كانت قيمته ضمن ما فيه من الدين كما ذكره المصنف أول الباب **فائدہ** حدیث مین ہی کہ جب رہن دکہائی نہ پڑے تو وہ بعوض اوس دین کے ہی جسمین وہ مرہون ہی شراح حدیث نے کہا مطلب حدیث کا یہہ ہی کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اوسکے ہلاک ہوجانیکے بعد اسطرح کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ اوسکی قیمت کتنی تھی تو مرتہن تاوان دیگا اوسقدر دین کا جسقدر مین وہ رہن تہا یعنی دین راہن سے ساقط ہوجاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہوچکا ایسا ذکر کیا ہی مصنف نے شرح مین کتاب الرہن کے شروع مین ھم یہہ حدیث مسند اور مرسل دونون طرح مروی ہی مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہی اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل مین روایت کی ہے مین کہتا ہون مرسل ابوداؤد صحیح ہے بقول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ

باب ما يجوز ارتهانه وما لا يجوز

یہہ باب اون مسائل مین ہے کہ کون چیز کا رہن رکہنا جائز ہے اور کسکا جائز نہین لا يصح رهن مشاع لعدم كونه مميزًا كما مر صحیح نہین رہن رکہنا مشاع یعنی غیر مقسوم کا اوسکے ممتاز اور جدا نہونیکے سبب سے چنانچہ شروع مین گذر گیا مطلقًا مقارنًا أو طارئًا من شريك أو غيره يقسم أو لا مشاع کا رہن مطلقًا صحیح نہین خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہوگیا خواہ اپنے شریک سے اوسکو رہن رکہے یا اور اجنبی سے مشاع قسمت پذیر ہو یا نہو **ثم الصحيح أنه فاسد** يضمن بالقبض وجوزه الشافعي پہر یہہ دریافت کرنا چاہیئے کہ مذہب صحیح یہہ ہی کہ رہن مشاع کا باطل نہین فاسد ہی مرتہن پر اوسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی نے جائز کہا ہی ھم انعقاد رہن کی شرط یہہ ہے کہ مال ہو اور اوسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہان رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اوسکے مال مضمون نہو تو رہن اصلا منعقد نہوگا اوسیکا رہن باطل نام ہے وفي الأشباه ما قبل البيع قبل الرهن إلا في أربعة المشاع والمشغول والمتصل بغيره والمعلق عتقه بشرط قبل وجوده غير المدبر فيجوز بيعها لا رهنها اور اشباہ مین ہے کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہی وہ رہن بھی قبول کرتی ہی یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہی اوسکا رہن رکہنا بھی صحیح ہے سوای چار چیزون کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیر اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہوا کسی شرط سے قبل اوسکے وجود کے سوای غلام مدبر کے تو ان چار دن کی بیع تو جائز ہے رہن رکہنا انکا جائز نہین ھم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہین ہی کیونکہ مشغول بملک راہن مانع نہین ہے اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہے اور عتق معلق کی صورت یہہ ہی کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گہر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے تو اسکی بیع تو درست ہی مگر رہن درست نہین ان مگر مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہین لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفيها الحيلة في جواز رهن المشاع أن يبيعه النصف بالخيار ثم يرهنه النصف ثم يفسخ البيع قال المصنف وفيه نظر ولعله مفرع على الضعيف في الشيوع الطارئ اور اشباہ مین جواز رہن مشاع کا یہہ حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع بشرط خیار کے کرے پہر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکہی پہر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کرڈالے مصنف نے شرح مین کہا کہ اسمین اعتراض ہی اور شاید کہ یہہ حیلہ متفرع ہی شیوع طاری مین ضعیف قول پر ھم برہان مین ابو یوسف کا ضعیف قول یون مذکور ہے کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا مانع نہین کذا فی الطحطاوی

قلت بل ولا على الصحيح لانه بالخيار لايخلوا اما ان يبقى فى ملكه او يعود لملكه وعلى كل يكون رهن المشاع ابتداء كما بسطه
فى تنوير البصائر قنیه مین کہتا ہون بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ ترد خیار دو حال سے خالی نہین
کہ باقی رہیگا اوسکی ملک پر یا اوسکی ملک کیطرف عود کریگا اور ہر حال مین مشاع کا رہن ابتدا سے ہوگا چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر مین تو خبردار
رہنا ہم شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر مین مذکور ہے کہ یہ حیلہ اسپر متفرع ہے کہ شیوع طاری مفسد نہین بلکہ ظاہر ایسا
بھی متفرع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی اس شرط پر کہ مجکو اختیار ہے تو مبیع بائع کی ملک سے باہر نگیا پھر جب وسکی ملک سے باہر نگیا تو
اوسنے اپنے بعض ملک کو رہن رکہا تو رہن مشاع ابتدا سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین کے قول پر ظاہر ہے اسواسطے کہ انکے
نزدیک ملک مشتری مین داخل ہوگیا تو رہن رکہنا مشاع کا اسی شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہین اور امام کے قول پر اگرچہ مدت خیار مین ملک
مشتری مین داخل نہین ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک مین داخل ہوگا یا بائع کے ملک مین عود کریگا اور ہر حال مین رہن مشاع کا ابتدا سے
ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی محررا قلت والحيلة الصحيحة ما فى حيل منية المفتى اراد رهن نصف داره مشاعا يبيع نصفها من طالب الرهن
ويقبض منه الثمن على ان المشترى بالخيار ويقبض الدار ثم ينقض البيع بحكم الخيار فيبقى فى يده بمنزلة الرهن بالثمن واعتمده
ابن المصنف فى زواهر الجواهر مین کہتا ہون اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع مین وہی ہے جو منیة المفتی کے حیلون مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے گہر مین
نصف غیر مقسوم کے رہن رکہنے کا ارادہ کیا تو اوسکے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اوس سے ثمن اوسکا لے اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے
اور مشتری گہر پر قبضہ کرے پہر بیع کو توڑ دے بحکم خیار کے تو نصف گہر مشتری کے قبضہ مین باقی رہیگا بمنزلہ رہن بعوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح
ابن مصنف نے زواہر الجواہر مین اعتماد کیا ہے ھ اور اسیطرح حموی نے حاشیہ اشباہ مین اس حیلہ کو ثابت رکہا منح الغفار مین ہے کہ اگر مشتری کے
پاس تلف ہوگا تو مالک پر سے ثمن ساقط ہوگا اور اگر عیبدار ہوجاویگا تو اوسکے حساب کے موافق ثمن گہٹ جاویگا وفيها الشائع الثابت ضرورة
لا يضر لما فى الولوالجية ولو جاء بثوبين وقال خذ احدهما رهنا والاخر بضاعة عندك فان نصف كل منهما يصير رهنا بالدين لان
احدهما ليس باولى من الاخر فيشيع الرهن فيهما بالضرورة فلا يضر اھ زواہر الجواہر مین ہے کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہو وہ
رہن کیواسطے مضر نہین اسواسطے کہ ولوالجیہ مین ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمین سے ایک کپڑا رہن رکہہ اور دوسرا کپڑا بضاعت رکہہ
اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کیواسطے اولے اور مقدم نہین تو رہن شایع
ہوگا دونون کپڑون مین عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہین کرتا ولا رهن ثمرة على نخل دونه ولا زرع
ارض او نخل او بناء بدونها اور جائز نہین رہن رکہنا اوس پہل کا جو درخت پر ہے بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت
کا بدون زمین کے وكذا عكسه كرهن الشجر لا الثمر والارض لا النخل اور اسیطرح کا حکم ہے اوسکے عکس مین چنانچہ رہن رکہنا درخت
کا بدون پہل اور زمین کا رہن رکہنا بدون درخت کے ھ اور اگر اخراج شجر کی تصریح نکی تو درخت بہی رہن مین بالتبع داخل ہوگا والاصل
ان المرهون متى اتصل بغير المرهون خلقة لا يجوز لامتناع قبض المرهون وحده درر اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہہ ہے کہ جب
مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے تو رہن جائز نہین بسبب ممتنع ہونے قبض مرہون کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جواز
رهن الارض بلا الشجر اور امام سے ایک روایت یہہ ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہے ولو رهن الشجر بمواضعها او الدار بما
فيها جاز ملتقى لانه متصل اتصال مجاورة اور اگر رہن کیا درختونکو اونکے مواضع کے ساتھ یا گہر رہن کیا اوسکے ساتھ جو اوسکے اندر ہے تو
جائز ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ یہہ متصل ہے اتصال مجاورت اور مقارنت کے وفى القنية رهن دارا والحيطان مشتركة بينه وبين الجيران
صح فى العرصة ولا يضر اتصال السقف بالحيطان المشتركة لكونه تبعا اور قنیہ مین ہے کہ ایک گہر رہن رکہا اور حالانکہ اسکی دیوارین

مشترک ہین فیما بین راہن اور پڑوسیون کے تو رہن صحیح ہے صحن اور انگنائی ہین اور چہت کا متصل ہونا مشترک دیوار ون سے مضر رہن کا نہین اسلیے
کہ وہ تابع ہے نہ اصل ھ تتمہ مین یون ہی روایت یون ہی کہ رہن صحیح ہی صحن اور چہت اور راہن کی خاص دیوار و نین کذا فی المحیط و لا رھن
الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہین رہن رکہنا آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف
کا لما ذکرنا لا یجوز رہنه ذکر ما لا یجوز الرھن به فقال و لا بالامانات کودیعة وامانة پہر جبکہ مصنف نے وہ چیزین ذکر کین جنکا رہن رکہنا
درست نہین اب اوسکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکہنا درست نہین تو مصنف نے یون کہا اور رہن جائز نہین بدلے امانتون کے چنانچہ ودیعت
اور امانت ھ اور اسیطرح عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکہنا جائز نہین اسواسطے کہ رہن کا موجب یہہ ہے کہ استیفا ہو مرتہن کیواسطے تو
رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہی تاکہ قبض مضمون واقع ہو اور استیفاء دین اوس سے ہوسکے اور امانت کے قبض مین ضمان
نہین کہ رہن اوسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر و لا بالدرک خوف استحقاق المبیع فالرھن به باطل بخلاف الکفالة کما مر اور رہن
بالدرک جائز نہین استحقاق مبیع کے خوف ہو تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہی چنانچہ گذر گیا ھ رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہین کہ
رہن تو استیفا ہی اور استیفا نہین ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہی ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے تا ثمن پہیر دینے کا حکم ہو اور
رہن بالدرک کی تفسیر یہہ ہی کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اوسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن
کے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکہہ لے قبل از استحقاق کے تو یہہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اوسکا
لازم نہ آویگا خواہ درک حاصل ہو یا نہو برخلاف کفالت کی اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہہ ہی کہ رہن ہوتا ہی استیفا کیواسطے اور استیفا
نہین وجوب سے پہلے اور اضافت وجوب کی زمان مستقبل کیطرف جائز نہین اور کفالت تو عبارت ہی التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح
ہے و لا بالعین مضمونة بغیرها ای بغیر مثل او قیمة مثل المبیع فی ید البائع فانه مضمون بالثمن فاذا ھلک ذھب بالثمن اور رہن جائز نہین
عین مضمون لغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان مثل یا قیمت سے نہین چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اوسکا ضمان ثمن سے ہے پہر اگر مبیع بائع کے
پاس تلف ہوگیا تو ثمن جاتا رہا ھ بائع نے مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے
رہن رکہی تو یہہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ رہن واجب ہوتا ہی دین کے مقابلہ مین اور مبیع بائع کے پاس دین نہین بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے
ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہے اور اوسمین ضمان نہین کذا فی الدرر و لا بالکفالة بالنفس اور رہن جائز نہین حاضر ضامنی کے
بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہین جسکے بدلے رہن جائز ہو اور اگر مال الضامن ہوا اور اصیل اوسکے پاس مال کے بدلے کچہہ رہن رکہے تو یہہ رہن
درست ہی کذا فی النہر و لا بالقصاص مطلقا فی نفس وما دونها اور رہن جائز نہین بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا
کا اسواسطے کہ استیفاء قصاص رہن سے متعذر ہی اور یہہ رہن باطل ہے اسواسطے مرہون بہ یعنی قصاص مال نہین تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک کا مال
ضائع ہوگا بخلاف الجنایة خطأ لامکان استیفاء الارش من الرھن برخلاف جنایت خطا کے کہ اوسکے بدلے رہن جائز ہی بسبب
ممکن ہونے دیت کی مرہون سے یعنی یہان تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا و لا بالشفعة اور رہن جائز نہین بدلے شفعہ کے یعنی رہن
لینا جائز نہین اوس مشتری سے جسپر تسلیم مبیع شفعہ کے سبب سے واجب ہے اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان نہین و باجرة النائحة والمغنیة
اور رہن جائز نہین نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اوسکے مقابلہ مین کوئی چیز لازم الضمان نہین کذا فی الدرر و بالعبد
الجانی او المدیون اور رہن جائز نہین غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اوسکا ضمان نہین و اذا لم یصح
الرھن فی ھذه الصور فللراھن اخذه فلو ھلک عند المرتھن قبل الطلب ھلک مجانا اذ لا حکم للباطل فبقی القبض
باذن المالک صدر الشریعة وابن کمال اور جبکہ رہن صحیح نہوا ان سب صورتونمین تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہے پہر اگر

مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس راہن کے حالت نیستی میں تو منفعت تلف ہوگئی اسواسطے کہ رہن باطل کیا اسواسطے کہ یہ حکم ضمان کا نہیں تو باقی رہا قبض مرتہن کا مالک اون سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ولا رہن خمر وارتہانھا من مسلم او ذمی للمسلم اے لا یجوز للمسلم ان یرہن خمرا او یرتہنھا من مسلم او ذمی اور جائز نہیں مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے لینے مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے ھ اسواسطے کہ ایفا اور استیفا حرام میں متعذر ہے اسواسطے کہ مسلم منع ہے تملک اور تملیک خمر سے ولا یضمن لہ اے للمسلم مرتہنھا حال کونہ ذمیا اور مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہو کر تاوان نہ دیگا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو رہن رکھے اور وہ تلف ہو جائے تو ذمی پر تاوان اوسکا لازم نہوگا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق میں مال ہی نہیں جو اوسکا تاوان واجب ہو وفی عکسہ الضمان لتقومہا عندہم لا عندنا اور اسکے بالعکس میں ضمان ہے یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاوے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ خمر ذمیون کے نزدیک مال متقوم ہے نہ ہمارے نزدیک

وصح الرہن بعین مضمونۃ بنفسہا اے بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع والمہر وبدل الصلح عن دم عمد اور صحیح ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے مقابلے یعنی جس چیز کا ضمان اوسکی مثل سے یا اوسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو جیسا کہ غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور بدل صلح کا عمدا خون سے ھ اسکی تفصیل کتاب الرہن کے شروع میں مذکور ہو چکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلا کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر دریافت کر کہ اعیان یعنی اشیا غیر دین تین قسم میں ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنی اصلا اوسکا ضمان نہیں جیسا کہ امانتیں دوسری عین غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہے جیسا کہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہے جیسا کہ مغصوب اور مانند اوسکی اور اسکا پورا بیان درر میں ہے ھ تفصیل اسکی درر میں یون ہے کہ اعیان تین قسم میں ایک عین تو اصلا مضمون نہیں یعنی اوسکا تاوان نہیں جیسا کہ امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل ہالک سے یعنی جو چیز تلف ہوگئی اوسکی مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہے یا اوسکی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہے تو امانت اگر تلف ہو جائے بدون تعدی کے تو اوسکی مثل یا قیمت میں کچھ ضمان نہیں یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت نہ رہی بلکہ غصب ہوگئی دوسری عین مضمون بنفسہا جیسا کہ مغصوب اور مانند اوسکی اور فقہا اوسکو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہیں اور مراد یہ رکھتے ہیں کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہے اور وجہ اوسکی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل ہالک سے یا اوسکی رد قیمت سے جیسا کہ معلوم ہو چکا اور شے مثلی وقیمی کی ہلاکت میں اوسکا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تیسری وہ عین ہے جسکا ضمان نہیں لیکن وہ مشابہ بمضمون ہے جیسے مبیع بائع کے قبض میں اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اوسکی مثل یا قیمت کا تاوان نہیں لیکن ثمن ساقط ہو جاویگا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہے تو بمجرد اس اعتبار کے اوسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی ما فی الدرر

وصح بالدین الموعود بان رہن لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا یجبر اشباہ اور رہن صحیح ہے بمقابلہ دین موعود کے اسطرح کہ راہن نے کوئی چیز گرو کی تا مرتہن اوسکو قرض دے اسقدر جیسا کہ مثلا ہزار درم پھر اگر مرتہن اوسکو بعض دے یعنی مثلا نصف دے اور باقی نہ دے تو اوسپر جبر نہیں کذا فی الاشباہ ھ دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اوسقدر پر مرہون محبوس رہیگا اور دین موعود کا ایفا لازم نہیں اسلئے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے قوی تر نہیں حالانکہ عقد رہن کے بعد تسلیم مرہون پر جبر نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا فاذا ہلک ہذا الرہن فی ید المرتہن کان مضمونا علیہ بما وعد من الدین فیسلم الالف للراہن جبرا اذا کان الدین مساویا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فہو مضمون بالقیمۃ پھر جبکہ یہ رہن مذکور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو اوسپر تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ میں مرتہن ہزار درم راہن کو دیگا زبردستی اوسوقت میں جبکہ دین قیمت مرہون کی برابر

ہوگا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ شخص بقیمت ہے یعنی مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان لازم ہوگا نہ دین کا فھذا اذا سمّی قدرًا من الدین
فان لم یسمّه لم یکن مضمونا فی الاصح کما مرّ فی المقبوض علی سوم الرھن بان رھنه علی ان یعطیه شیئا فھلك فی یدہ ھل
یضمن خلاف بین الامامین مذکور فی البزازیة وغیرھا والاصح انه غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرھن اذا لم یبیّن
المقدار غیر مضمون فی الاصح ع یعنی دین موعود مین ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اوسوقت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو
پھر اگر اوسنے معین نکیا ہو تو اوسکا ضمان لازم نہوگا قول اصح مین چنانچہ یہہ گذر گیا اوس مرہون کے بیان مین جسپر قبضہ ہوا طلب رہن پر اسطرح کہ
رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن کچھ دیوے سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ضمان اسمین لازم ہوگا یا نہین اسمین خلاف ہے دو اماموں مین
جو بزازیہ وغیرہا مین مذکور ہے اور قول صحیح تر یہہ ہے کہ اوسمین تاوان نہین ہے اور متن مین مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی
مقدار بیان نہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول مین وصحّ برأس مال السلم وثمن الصرف والمسلم فیه اور صحیح ہے رہن سلم کے رأس المال
کے بدلے اور صرف کے ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے ھ ہر چند صحت اس رہن کی مطلق دین کی صحت مین داخل تہی لیکن اسکو علیحدہ اسواسطے مصنف
نے ذکر کیا تا مسائل آیندہ اسپر مرتب ہون فان ھلك الرھن فی المجلس تمّ الصرف والسلم وصار المرتھن مستوفیا حکما خلافا
للثلثة پھر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس عقد مین تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہوگیا اور مرتہن پا جانیوالا ٹھہر گیا حکما برخلاف ائمہ
ثلثہ کے ھ یعنی مرتہن نے گویا رأس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون رأس المال کی برابر تہا اور زیادہ تہا تو فاضل اوسکے پاس امانت ہے
اور اگر اقل تہا تو بقدر اوسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وان افترقا قبل نقد وھلاك بطلا ای السلم والصرف اور اگر
عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے رأس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہوجانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہوگئے ھ
وجہہ بطلان یہہ ہے کہ رأس المال اور بدل صرف مین قبض شرط ہے سو یہان قبضہ حقیقی اور حکمی دونو فوت ہوگئے واما المسلم فیه فصحّ مطلقا
اور مسلم فیہ تو مطلقاً صحیح ہے خواہ مرہون مجلس مین تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس مین واجب نہین فان ھلك الرھن
تمّ العقد وصار عوضا للمسلم فیه پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہوگیا اور عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو لم یھلك ولکن تفاسخا السلم وبالمسلم
فیه رھن فھو رھن برأس المال استحسانا لانه بدله فقام مقامه اور اگر مرہون ہلاک نہوا لیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور مسلم
فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ ازروی استحسان کے رأس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ رأس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو رأس المال بجای مسلم فیہ کے قائم
ہوگیا وان ھلك الرھن بعد الفسخ المذکور ھلك به ای بالمسلم فیه فیلزم رب السلم دفع المسلم فیه لبقاء الرھن حکما الی
ان یھلك اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما
اوسکے ہلاک ہونے تک ھ یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور رأس المال کا لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اوسکے بدلے اور البتہ
رہن کا حکم اوسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح وللاب ان یرھن بدین کائن علیه عبدا
لطفله لان له ایداعه فھذا اولی لانه مضمونا والودیعة امانة ھ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا بدلے اوس دین کے
جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اوسکی غلام کا ودیعت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتہن پر تاوان
واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان والوصیّ کذلك اور وصی کو بھی اسیطرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے رہن رکھنا جائز
ہے وقال ابو یوسف لا یملکان ذلك اور ابو یوسف نے کہا کہ باپ اور وصی اسکا مالک نہین یعنی اوسکی غلام کے رہن رکھنے کو ثم اذا ھلك
ضمنا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانه امانة پھر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہوجاوے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دینگے زیادہ کا تاوان
اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت مین تاوان نہین وقال التمرتاشی یضمن الوصی القیمة لان للاب ان ینتفع بمال الصبی بخلاف

الوصی لکن جزم فی الذخیرۃ وغیرہا بالتسویۃ بینہما اور تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ باپکو صغیر کے مال
سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف وصی کے کہ اوسکو درست نہین لیکن ذخیرہ وغیرہ مین باپ اور وصی کے برابر ہونیکا یقین کیا ہے ولہٰذا اسے للاب
رہن مالہ عند ولدہ الصغیر بدین لہ للصغیر علیہ ای علی الاب اور باپکو جائز ہے اپنا مال رہن رکہنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بعوض اوس
دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے ہم فرزند صغیر کا دین جیسے اوسکی ماں کا مہر جو باپ کے ذمہ ہے ویحبسہ لاجلہ ای لاجل الصغیر بخلاف الوصی
فانہ لا یملک ذلک سراجیہ اور باپ اوس مرہون کو فرزند صغیر کیواسطے محبوس رکہے برخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہین ہے کذا فی السراجیۃ
وکذا عکسہ فللاب رہن متاع طفلہ من نفسہ لانہ لوفور شفقتہ جعل کشخصین وعبارتین کشرائہ مال طفلہ اور اسیطرح اسکا حکم ہے اسکے
بالعکس مین تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکہنا اپنی ذات سے درست ہے اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کی مانند قرار دیا گیا اور
اوسکی ایک عبارت مرلہ دو عبارت کے قرار دیگئی چنانچہ باپکو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ باہم دو شخص
کے ہوگا بخلاف الوصی لانہ وکیل محض فلا یتولی طرفی العقد فی رہن ولا بیع وتمامہ فی الزیلعی برخلاف وصی کے اسواسطے کہ
وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن مین نہ بیع مین اور اسکا پورا بیان زیلعی مین ہے ہم اصل یہہ ہے کہ ایک شخص رہن
اور بیع کے عقد مین ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا لیکن یہہ قاعدہ باپ مین اوسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کی مانند نہین کیونکہ
اوسکی شفقت قاصر ہے تو حقیقت سے عدول نہوگا کذا فی الزیلعی ملخصا وصح بثمن عبد او خل او ذکیۃ ان ظہر العبد حرا والخل خمرا والذکیۃ
میتۃ اور غلام اور سرکہ اور ذبوحہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہے اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع مین آزاد ہے اور سرکہ شراب اور ذبوحہ مردار ہے
ہم فائدہ صحت رہن کا یہہ ہے کہ در صورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضائع ہوتا امانت ہو کر کذا فی الطحطاوی
وصح ببدل صلح عن انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیہ ولا صل ما مر ان وجوب الدین ظاہرا یکفی لصحۃ الرہن والکفیل
اور رہن صحیح ہے اوس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اوسپر دین نہ تہا واقع مین اور قاعدہ کلیہ ہے جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا ظاہر
مین صحت رہن اور کفیل ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز
رہن رکہدی پہر دونون نے باہم ایکدوسرے کی تصدیق کی کہ واقع مین دین نہ تہا تو رہن کا ضمان لازم ہے اور اصل ان مسائل مین یہہ ہے کہ ظاہر مین وجوب دین صحت رہن
کیواسطے کافی ہے حقیقۃ واجب ہونا شرط نہین کذا فی الدرر وصح رہن الحجرین والمکیل والموزون اور صحیح ہے رہن رکہنا چاندی اور سونے اور کیلی اور
وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین ہین کذا فی الدرر فان رہن المذکور بخلاف جنسہ فہلک بقیمتہ وہو ظاہر پہر اگر چاندی یا
سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکہا اوسکی جنس کے مخالف سے جیسے بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہو گیا تو بمقابلہ کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہہ تو
ظاہر ہے مانند سائر اموال کے وان بجنسہ وہلک ہلک بمثلہ وزنا او کیلا لا قیمۃ خلافا لہما من الدرر اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوئی اپنی ہی
جنس کے ساتہ اور ہلاک ہوگئی تو ہلاک ہوئی بمقابلہ مثل دین کے وزن مین یا کیل مین نہ قیمت مین برخلاف صاحبین کے ہم در صورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام کے
نزدیک اعتبار بالمثل ہے وزن یا کیل مین اور صاحبین کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہے نہ وزن یا کیل مثلا بقدر دس درم کے وزن
چاندی رہن رکہی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہوگئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تہی تو دین ساقط ہوگیا باتفاق امام اور صاحبین کے
اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہے تو امام کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین کے نزدیک مرتہن پر اوسکی قیمت کا ضمان واجب ہے خلاف جنس سے کذا
فی شرح مسکین ولا عبرۃ بالجودۃ عند المقابلۃ بالجنس فان تساویا فظاہر وان الدین ازید فالزائد فی ذمۃ الراہن وان الرہن
ازید فالزائد امانۃ درر وصدر الشریعۃ اور اعتبار نہین مرہون کے جید اور کہرے ہونیکا مقابلہ جنس کے نزدیک پہر اگر دین اور مرہون برابر ہین تو ظاہر ہے یعنی
دین ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ ہے اور اگر مرہون زائد ہے تو وہ امانت ہے یعنی وہ راہن کا ہے اور اگر تلف ہوگیا تو مرتہن پر اسکا

نقصان نہیں کذا فی الدرر و صدر الشریعۃ باع عبدًا علی ان یرہن المشتری بالثمن شیئًا بعینہ او یعطی کفیلًا کذلک بعینہ صح غلام بیچا
اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسیطرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے م اگر متعین رہن نہیں تو اگر مجلس بیع میں تعیین بائع
اور مشتری متفق ہوگئی تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نکیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی و لا یجبر المشتری
علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا
نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فوق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا و للبائع فسخہ لفوات الوصف
المرغوب فیہ اور در صورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا شرط مذکور سے تو بدون اوسکے راضی نہوگا
پھر جب اوسکی رضا تمام نہوئی تو اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہو جائے الا ان یدفع المشتری الثمن حالًا او یدفع قیمۃ الرہن المشروط
رہنًا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نرہیگا
بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے م یہہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہہ ہے کہ شرط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اوسکے خلاف ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ
استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اوسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت و ان قال المشتری للبائع وقد اعطاہ
شیئًا غیر مبیع امسک ہذا حتی اعطیک الثمن فہو رہن لتلفظہ بما یفید الرہن والعبرۃ للمعانی خلافًا للثانی والثلثۃ اور اگر مشتری نے
سوائے مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اوس سے کہا کہ اسکو رکھ یہانتک کہ میں تجکو ثمن دوں تو وہ رہن ہوگا بسبب لفظ کہنے مشتری کے وہ لفظ جو رہن کا فائدہ
دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کے م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظًا ذکر اوسکا مادہ شرط نہیں ولو
کان ذلک الشیء الذی قال لہ المشتری امسکہ ہو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رہنًا بثمنہ
اگرچہ وہ چیز جسکو مشتری نے کہا کہ رکھ وہی مبیع ہو جسکو اوسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہہ کہا ہو اسواسطے کہ
اسوقت میں یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے م یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اوسکی ملکیت اوسمین
متعین ہوگئی یہانتک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا ولو قبلہ لا یکون رہنًا لانہ محبوس
بالثمن کما مر اور اگر مبیع کے قبضہ کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھ تا ادائے ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا
م تو اگر مبیع قبل قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما یفسد بمکثہ کلحم وخبز وابطأ المشتری
وخاف البائع تلفہ جاز بیعہ و شراؤہ ولو باعہ بازید تصدق بہ لان فیہ شبہۃ باقی رہی یہہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے
بائع کے پاس رہن رکھا اوس قسم کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اوس کے
تلف ہو جانے سے تو اوسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اوسکا خرید کرنا جائز ہے اور اگر اوسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمین شبہہ
ہے غیر کے مال ہونیکا یعنی مشتری کا م طحطاوی نے کہا یہہ بھی احتمال ہے کہ یہہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو رہن رجل عینًا عند رجلین
بدین لکل منہما صح وکلہ رہن من کل منہما ولو غیر شریکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اوس قرض کے جو
دونوں کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز بالکل دونوں شخصوں کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہوں م یہہ نہیں ہے کہ اوسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن
ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع عین کیطرف بصفقہ واحدہ اور اسمین شیوع نہیں اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ
متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا ہر شخص کا اور اسمین کچھ منافات نہیں برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصوں کو تو امام کے نزدیک درست نہیں اسواسطے کہ ہبہ
سے مقصود ایجاب ملک ہے اور عین واحد میں ہر شخص کی ملک کامل متصور نہیں ہو سکتی کذا فی الدرر فان تہایا فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق
الآخر ہذا لو مما لا یتجزأ او ان مما یتجزأ فعلی کل حبس النصف فلو دفع لہ کلہ ضمن عندہ خلافًا لہما واصلہ مسئلۃ الودیعۃ ملع

پہر اگر وہ تو مرتہنون نے مرہون مذکور مین باری باری مدولی تو ہر مرتہن اپنی باری مین شخص عادل کی مانند ہی دوسرے مرتہن کے حق مین پس اوسصورت مین ہی جبکہ
مرہون اوس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہین کرتا چنانچہ گہوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو چنانچہ نمک یا گیہون تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم
ہے اگر ایک نے دوسرے کو بالکل مرہون دیدیگا تو امام کے نزدیک دوسرے کا تاوان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے
کذا فی الرمزی هم دافع پر ضمان نصف کا لازم آویگا زیلعی مین ہے کہ جیسے قابل قسمت ودیعت دو شخصون کے پاس ودیعت رکہی سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دیدی
تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا للصاحبین ولو هلك ضمن كل حصته لتجزى الاستيفاء اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے
حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہوگیا اسواسطے کہ استیفا تجزی سے
کذا فی الدرر فان قضى دين احدهما فكله رهن للآخر لما مر ان كل العين رهن في يد كل منهما بلا تفرق پہر اگر راہن نے ایک
مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتہ مین رہن ہے بلا تفرق یعنی بلا
تجزی وان رهنا رجلا رهنا واحدا بدين عليهما صح بكل الدين وتمسكه الى استيفاء كل الدين اذ لا شيوع اور اگر
دو شخصون نے ایک مرد کے پاس ایک چیز رہن رکہی عوض اوس دین کے جو دونون پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس
رکہیگا تمام دین کے حاصل ہونے تک اسواسطے کہ اسصورت مین شیوع نہین ہے هم اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون مین بلا شیوع حاصل ہے کذا فی الدرر
ولو رهن عبدين بالف لا ياخذ احدهما بقضاء حصته لحبس الكل بكل الدين كالمبيع في يد البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض
ہزار کے رہن رکہے تو راہن ایک غلام کو اوسکا حصہ ادا کر کے نہ لیگا بسبب محبوس ہونے دونون غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالا جیسے مبیع محبوس ہوتا
ہے بائع کے پاس تا ادائے کل ثمن فان سمى لكل واحد منهما شيئا من الدين له ان يقبض احدهما اذا ادى ما سمى له بخلاف البيع
لتعدد العقد بتفصيل الثمن في الرهن لا البيع هو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کیواسطے کچہہ دین مقرر کر دیا یعنی ستلا یون کہا کہ یہہ غلام
بعوض ... درم کے رہن رکہتا ہون اور وہ غلام بعوض ... کے رکہتا ہون تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جبکہ ادا کرے اوسقدر دین جو
اوسکے واسطے معین کر دیا تہا برخلاف بیع کے بسبب متعدد ہوجانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن مین نہ بیع مین یہی قول صحیح تر ہی هم وجہہ اسکی یہہ ہی کہ عقد
رہن کا قبول کرنا ایک غلام مین دوسرے عقد کے صحیح ہونے کیواسطے شرط نہین برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع مین امام کے نزدیک تفصیل ثمن سے
تعدد عقد کا نہین ہوتا ولہذا اگر ایک مین بیع قبول کرے نہ دوسرے مین تو بیع باطل ہوجاویگی کل مین اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہی تفریق صفقہ
سے کیونکہ عادت یہہ جاری ہی کہ ناقص کو عمدہ کے ساتہہ ملاکر بیچتے ہین اور رہن مین ایسا نہین ہی اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہین ہوتا اور یہی
روایت اصح ہے اور اصل کی روایت مین اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کچہہ فرق نہین کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح کہتا
تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع مین ہوتا ہی نہ رہن مین وبطل بينة كل منهما اى من رجلين على رجل انه اى ان
كل واحد رهنه هذا الشئ كعبد مثلا عنده وقبضه لاستحالة كون كله رهنا لهذا وكله رهنا لذاك في آن واحد ولا يمكن تنصيفه
للزوم الشيوع فتعذر العمل بهما وتعين التهاتر فيهلك امانة اذ الباطل لا حكم له اور دو مردون کے گواہ اگرچہ باطل ہین اسقدر مین کہ ہر
مرد نے اوسکے پاس یہہ چیز چنانچہ مثلا غلام کو رہن رکہا اور اوسنے اوسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام
کا اوسکے پاس رہن ہونا ایک آن مین محال ہی اور اوسکا نصف نصف رہن ہونا ممکن نہین بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونون گواہیان ساقط
ہوگئین اور اسوقت مین اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لئے کچہہ حکم نہین ہوتا هم حق یون
ہے کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہی نہ کل واحد اور رہنہ کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہی اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہی اسلئے کہ مرتہن دو
مرد ہین اور راہن ایک مرد ہی کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے اسیکے موافق ترجمہ کیا نہ شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع هذا اذا لم

يؤرخا فان ارّخا كان صاحب التاريخ الاقدم اولى وكذا اذا كان الرهن في يد احدهما كان ذو اليد احق لقرينة
سبقه بيده يعني بطلان شہادتين کا اوسوقت ہی جبکہ دونون نے تاریخ بیان نکی ہو سو دونون نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ والا اونچ ترجیح
اور اسیطرح جبکہ مرہون ایک مدعیکے پاس ہو تو قابض زیادہ تر حقدار ہے اوسکی سبقت کی قرینہ سی یعنی اوسکا قادر ہونا قبض پر دلیل ہے اوسکے
سبقت کی ولو مات راهنه ای راهن العبد مثلاً والحال ان الرهن معهما ای في ايديهما اوكلا اولیس العبد معهما فان
الحكم واحد زيلعي فبرهن كل كذلك كما وصفناه كان في يد كل واحد منهما نصفه اى العبد رهنا بحقه استحسانا
لانقلابه بالموت استيفاء والشائع يقبله اور اگر مثلاً غلام کا راہن مرگیا اور حالانکہ مرہون اوسکے ساتھہ ہی یعنی اونکے قبضے مین ہے یا
قبضے مین دونونکے نہین دونو صورتونمین ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی پہر ہر مرتہن اوسیطرح گواہ لایا چنانچہ ہمنے اوسکو بیان کیا ہی یعنی ہر مرتہن
کے گواہ نے یہہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعیکے پاس رہن رکہا اور اوسکا قبضہ اسپر رہا تو ہر مرتہن کے قبض مین نصف نصف غلام رہن ہیگا
اوسکے حق یعنی اوسکے دین کے بدلے از روی استحسان کے اسلئے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا ہوگیا اور شائع استیفا کو قبول کرتا ہے
قیاس یہہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہو اسواسطے کہ رہن سی مقصود حبس ہے استیفاء دین کیواسطے اور حبس یہان نہین ہو سکتا شیوع کے سبب سے وجہ استحسان یہہ
ہے کہ حقد تو بالذات مراد نہین ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہی اور حکم رہن کا زندگی راہن مین حبس تہا اور شائع اوسکو قبول نہین کرتا اور راہن کی
موت کے بعد دین حاصل کرنا ہی مرہون کو بیچکر اوسکی ثمن سی اور شائع اسکو قبول کرتا ہی کذا فی المنح اخذ عمامة المديون لتكون رهنا عنده
لم تكن رهنا واذا هلكت تهلك هلاك المرهون قال وهذا ظاهر اذا رضي المطلوب بتركه رهنا عمادية ومفاده انه ان رضي
بتركه كان رهنا والالا وعليه يحمل اطلاق السراجية وغيرها كما افاده المصنف دائن نے مدیون کی پگڑی لی تا اوسکے پاس رہن رہے
تو وہ پگڑی رہن نہ ٹہریگی اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنی ضمان رہن لازم ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہہ حکم یعنی
اوسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہے جبکہ مدیون اوسکی رہن رہنی پر راضی ہوگیا ہو کذا فی العمادیہ اور اس کلام سی مستفاد ہوتا ہی کہ اگر مالک
اوسکی رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہین غصب ہی اور شق ثانی کے مستفاد پر سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہی
چنانچہ مصنف نے اسکو شرح مین بیان کیا ہی ف سراجیہ مین یون ہے کہ جب دیون کی پگڑی لی بدون اوسکی رضامندی کے اپنے پاس رہن رکہنے کیواسطے تو وہ رہن نہین ہی بلکہ
غصب ہے انتہی خلاصہ مطلب شارح کا یہہ ہے کہ اگر بدون رضا کے مدیون پگڑی لی پہر وہ راضی ہوگیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور
غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکی عالمگیری مین جواہر الفتاوی سی منقول ہی کذا فی الطحطاوی وفي المجتبى لرب المال مسك مال المديون رهنا بلا اذنه
وقيل اذا ايس فله اخذه مكان حقه قضاء عن دينه واقره المصنف اور مجتبی مین ہے کہ مالک مال کو جائز ہی کہ مدیون کے مال کو بدون اوسکی اجازت کے
رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہی کہ جب مالک کے پاس ہو تو اوسکو اپنے دین کی جگہہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنیکو درست ہے اور اسکو مصنف نے
ثابت رکہا ہی دفع ثوبين فقال خذ ايهما شئت رهنا بكذا فاخذهما لكن واحد منهما رهنا قبل ان يختار احدهما سراجية مدیون
نے دائن کو دو کپڑے دئیے پہر کہا کہ ان دو مین سے ایک کپڑا جسکو تو چاہی رہن رکھہ لے عوض اسقدر دین کے سو اوسنے دونو کپڑے لے لئے تو انمین سی ایک کپڑا بہی رہن نہوگا ایک کے اختیار
کرنیسے پہلے کذا فی السراجیہ یعنی جب ایک کپڑے کو پسند نکریگا تو رہن ثابت نہوگا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے غصب الرهن كهلاكه الا اذا غصب في
حال انتفاعه بمن نفعه باذن راهن رہن کا غصب کیا جانا اوسکی تلف ہو جانیکی مانند ہی تاوان لازم ہونے مین مگر جبکہ غاصب نے غصب کیا اس حالتمین جبکہ مرتہن ہو نکو نفع اوٹہا استعمال الخ
ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا ہم اگر مصحف رہن کہا اور راہن نے مرتہن کو اوسمین پڑہنی کی اجازت دی تو اگر پڑہنی کیحالتمین تلف ہوگیا تو دین ساقط نہوگا یعنی اسلئے کہ نقصان مرتہن
پر لازم نہوگا اسلئے کہ رہن کا حکم منحبس ہے پہر جب اسکو استعمال مین لایا مالک کے اذن سے حکم بدلگیا اور رہن باطل ہوگیا اور اگر تلف ہوا پڑہنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الوجيز امرہ بدفعه
للدلال فدفعه فهلك لم يضمن راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اوسنے اسکو دیا پہر وہ تلف ہوگیا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا حامدیہ وضع المصحف

الرھن فی صندوق فیہ دق ضم علیہ قصعۃ ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فھلک ضمن ضمان الرھن لا
الی یادیۃ ایک حمامی نے مرہون مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اوسپر پانی پینے کا کٹورا رکھدیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بسبب کے تلف
ہوگیا تو حمامی رہن کا تاوان دیگا نہ زیادہ کا یعنی دین اوسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اوسکا تاوان لازم ہوگا کیونکہ
دین سے زیادہ امانت ہے اور امانت پر تاوان نہیں والمودع لا یضمن شیئا قنیہ اور امانت دار کچھ تاوان نہیں دیتا بدون تعدی
کے کذا فی القنیۃ لا اجل فی الرھن یفسدہ مدت مقرر رہن کی مفسد ہے اسواسطے کہ رہن کا حکم حبس دائمی ہے تا حصول دین تو در صورت
ہلاکی کے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کی مانند ہے لزوم ضمان میں برخلاف رہن باطل کے کذا فی الطحطاوی مسئلہ
بیعہ وما ت للمرتھن بیعہ بلا تحصیص وارثہ راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کردیا اور راہن مرگیا تو مرتہن کو اوسکی بیع کا
اختیار ہے بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے ہم تو وارث نقض بیع نہیں کرسکتا اسلئے کہ حق مرتہن کا اوس سے متعلق ہوگیا ہے اور وہ باطل
نہیں ہوسکتا راہن کے مرجانیسے کذا فی الطحطاوی غاب الراھن غیبۃ منقطعۃ فرفع المرتھن امرہ للقاضی لیبیعہ بدینہ ینبغی
ان یجوز ولو مات ولا یعلم لہ وارث فباع القاضی دارہ جاز کذا فی متفرقات بیوع النھر راہن غائب ہوگیا بطور غیبت منقطعہ
کے سو مرتہن نے اوسکی نالش کی قاضی سے تا مرہون کو بیچدے اوسکے دین کے سبب سے تو لائق بقواعد فقہ یہہ ہے کہ یہہ جائز ہو اور اگر راہن مرگیا اور اوسکا کوئی
وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اوسکا گھر بیچ ڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہے نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں وفی الذخیرۃ لیس للمرتھن
بیع ثمرۃ الرھن وان خاف تلفھا لان لہ ولایۃ الحبس لا البیع ویمکن رفعہ الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنہ الرفع
للقاضی او کان بحال یفسد قبل ان یرفع جاز لہ ان یبیعہ اور ذخیرہ میں ہے کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا پھل بیچنا اگرچہ اوسکے
تلف ہوجانیکا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہے نہ بیع کا اور ممکن ہے اسکا مرافعہ کرنا قاضی کیطرف تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اسکو
قاضی کیطرف مرافعہ کرنا ممکن نہو یا وہ پھل ایسا نازک ہو کہ سڑ جاتا ہو مرافعہ کرنیسے پہلے تو مرتہن کو اوسکا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم۔

باب الرھن یوضع علی ید عدل

یہہ باب ہے اوس رہن کے احکام میں جو رکھا جاے عدل یعنی معتمد کے ہاتھ
میں ہم جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہوچکے تو اب اونکے نائب کے احکام شروع ہوتے یعنی عدل کے اور عدل سے یہان وہ شخص مراد ہے جسکے پاس
مرہون رکھنے پر راہن اور مرتہن دونوں راضی ہوگئے اور اوسکی بیع پر راضی ہوئے مدت کے آنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن
وہ توکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکور ہوئے عنقریب مذکور ہونگے مسمی بہ لعدالتہ فی زعم الراھن والمرتھن نائب کا
نام عدل اسواسطے رکھا گیا کہ اوسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان میں ثابت ہے اذا وضعا الرھن علی ید عدل صح وتم بقبضہ جسبکہ
راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھدیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تمام اور لازم ہوگا اوس شخص کے قبضہ کرنے سے ولا یاخذہ
احدھما منہ اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق ہے حفظ اور
امانت میں اور مرتہن کا حق ہے استیفاء دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا وضمن لو دفع الی احدھما لتعلق حقھما بہ
اور معتمد تاوان دیگا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دیگا اسلئے کہ دونوں کا حق اوس سے متعلق ہے یعنی اسواسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانت دار ہے عین کے
حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اجنبی کے دینے سے کذا فی الدرر
فلو دفعہ فتلف ضمن لتعدیہ واخذ امنہ قیمتہ وجعلاھا عندہ او عند غیرہ ولیس للعدل ان یجعلھا رھنا فی یدہ لئلا
یصیر قاضیا ومقتضیا پھر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اوسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دیگا اپنی تعدی کے
سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون کی قیمت لیں اور اوس قیمت کو رہن رکھدیں اوس معتمد کے پاس یا اوسکے سوا اور شخص کے پاس اور

مستعد کو اوس قیمت کا رہن رکھہ لینا اپنے پاس جائز نہین تاکہ مستعد ادا کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنیوالا نہو جاوے ھ اسواسطے کہ قیمت مرہون
کی مستعد پر واجب ہی تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنیوالا اور تقاضا کرنیوالا ٹھہر گیا اور حالانکہ دونون مخالف ہین کذا فی المنح وھل
للعدل الرجوع مبسوط فی المطولات اور مستعد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اسکا مفصل مذکور ہی بڑی کتابون مین ھ زیلعی مین ہی کہ جب مرہون
کی قیمت رہن ہوگئی مستعد اول کے پاس یا غیر کے پاس پہر راہن نے دین ادا کیا سو اگر مستعد نے قیمت کا تاوان دیا ہوا سوجہ سے کہ اوسنے مرہون راہن کو دیا تہا
تو قیمت مستعد کیواسطے سالم رہی اوسکو سونپے جسکے پاس ہو اور اگر مستعد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو اسوجہ سے کہ اوسنے مرہون مرتہن کو دیا تہا تو راہن
قیمت کو لیگا جسکے پاس ہو پہر مستعد کو مرتہن سے قیمت پہر لینا جائز ہی یا نہین جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر مستعد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت کے دیا
اور وہ تلف ہوگیا ہوا وسکے پاس تو مرتہن سے اوسکا رجوع درست نہین اور اگر مرتہن نے اوسکو خود تلف کرڈالا ہو تو مستعد مرتہن سے پہر لیگا اور اسیطرح
رجوع درست ہی اگر مستعد نے مرہون دیتے وقت مرتہن سے یون کہا ہو کہ لے اسکو بدلے اپنے حق کے یا حبس کر اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحطاوی مختصراً

واذا ھلک یھلک من ضمان المرتھن اور جبکہ مرہون تلف ہو گا مستعد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنی مرتہن پر تاوان اوسکا لازم ہوگا

فان وکل الراھن المرتھن او وکل العدل او غیرھما ببیعہ عند حلول الاجل صح توکیلہ لو الوکیل اھلا لذلک ای للبیع عند التوکیل
پہر اگر راہن مرتہن کو یا مستعد کو یا اونکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل
بیع کرنے کی لیاقت رکہتا ہو وکیل کرنیکے وقت یعنی عاقل بالغ ہو والا یکن اھلا لذلک عند التوکیل لا تصح الوکالۃ وحینئذ فلو وکل
ببیعہ صغیرا لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافا لھما اور اگر وکیل اوسکی لیاقت نرکہتا ہو تو وکیل کیوقت تو وکالت صحیح نہوگی اور اسوقت
مین تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اوسنے اپنے بالغ ہونیکے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے
کہ اونکے نزدیک بیع صحیح ہے فان شرطت الوکالۃ فی عقد الرھن لم ینعزل بعزلہ ولا بموت الراھن ولا المرتھن للزومھا
بلزوم العقد فھی تخالف الوکالۃ المفردۃ من وجوہ احدھا ھذا پہر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رہن مین تو وکیل معزول نہوگا راہن
کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہوجانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے تو رہن کی وکالت مخالف ہے
وکالت مفردہ سے چند وجہ اونمین سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہین ہوتا اور وکالت مفردہ مین معزول ہو جاتا ہی ھ شرط
وکالت کی یہہ صورت ہی کہ راہن کہے کہ مین نے اسکو رہن رکہا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اسکی بیع کرنیکا کذا فی الحموی والثانی
ان الوکیل ھنا یجبر علی البیع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل پر یہان یعنی بیع رہن کی وکالت مین جبر کیا جائیگا بیع پر انکار
کے نزدیک ھ وجہ جبر یہ ہے تا مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکہے اگر اسپر بہی وہ اصرار کرے تو حاکم اسکو بیچڈالے
کذا فی الدرر وکذا لو شرطت بعد الرھن فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاہر الروایۃ وان صححھا قاضی خان وغیرہ علی مانقلہ
القھستانی وغیرہ فتنبہ بخلاف المفردۃ اور اسیطرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اگر وکالت مشروط ہوگئی ہو کہ بعد رہن کے صحیح تر قول مین
کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہی چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہی تو خبردار رہو
برخلاف وکالت مفردہ کے ھ عالمگیریہ مین ہے کہ اگر مستعد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف سے روایت ہی اور اسی قول کو
بعض مشائخ نے لیا ہی کہ اوسپر جبر کیا جائیگا چنانچہ وجیز مین ہی اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی مین ہی والثالث انہ یملک بیع الولد
والارش اور تیسری وجہ ہی کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہی ھ بیع دیت کی یہہ صورت ہی کہ غلام مرہون کو کسی نے
قتل کیا خطا کی راہ سے پہر اوسکی دیت مین اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس کا اختیار ہی والرابع اذا باع بخلاف جنس الدین کان لہ
ان یصرفہ الی جنسہ ای الدین بخلاف الوکالۃ المفردۃ اور چوتھی وجہ یہ ہی کہ جب وکیل نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اوسکو

جس دین کیعوض بیچا درست ہی برخلاف وکالت مفردہ کے کہ اوسکا مالک نہین والخامس اذا کان عبدا وقتله عبد خطاً فدفع بالجنایة
کان له بیعه بخلاف المفرد لتعلقه بالجمیع اور پانچوین وجہ یہہ ہی کہ جب مرہون غلام ہوا اور اوسکو دوسرا غلام انداہ خطا قتل کر ڈالے سو
غلام قاتل قتل کے بدلے دیاگیا تو وکیل کو اوسکی بیع کا اختیار ہی برخلاف وکالت مفردہ کے یہہ مخالفت کا قول پانچون صورتون سی متعلق ہی وله بیعه
فی غیبة ورثته ای ورثة الراهن کما کان له حال حیاته البیع بغیر حضرته ای حضرة الراهن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا
راہن کے وارثون کے پیچھے درست ہی جیسے اوسکو اوسکی بیع کا اختیار تہا راہن کی زندگی مین بغیر موجود ہونے راہن کے وتبطل الوکالة بموت الوکیل
مطلقا اور وکالت باطل ہو جاتی ہے وکیل کی موت سی ہرطرح خواہ وکیل مرتہن ہو یا معتمد یا غیر اونکا اسواسطے کہ وکالت مین میراث جاری نہین اور ہر موکل
وکیل کی رای پر راضی ہوا تہا نہ اوسکی غیر کی رای پر وعن الثانی ان وصیه یخلفه لکنه خلاف ظاهر الاصل اور ابو یوسف سی ایک روایت یہہ ہی
کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہر امور مذکورہ مین لیکن یہہ روایت اصل یعنے امام محمد کے مبسوط کے جواب کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی ولو اوصی الی اخر ببیعه
لم تصح الا اذا کان مشروطا له ذلك فی الوکالة اور وکیل مذکور نے اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہین مگر جبکہ وکیل کا
وصیت کرنا وکالت مین مشروط ہوگیا ہو تو درست ہی ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ راہن نے اصل وکالت مین یون کہا ہو کہ مین نے تجکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور
جو تو اوسمین کرے مین نے تجکو اوسکی اجازت دی کذا فی الطحطاوی ولا تملك راهن ولا مرتهن بیعه بغیر رضی الاخر اور مالک نہین راہن اور مرتہن
مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضا مرتہن یا مرتہن بدون رضامی راہن بیع نہین کرسکتا اسواسطے کہ مرہون سی دونونکا
حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اوسکے اذن کے باطل نہین کرسکتا فان حل الاجل وغاب الراهن اجبر الوکیل علی بیعه کما هو الحکم
فی الوکیل بالخصومة اذا غاب موکله او ابا فانه یجبر علیها بالحبس ایاما فان لج بعد ذلك باع القاضی دفعا للضرر پہر اگر دین
کی مدت آپہنچی اور راہن غائب ہے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا اوسکی بیع کا چنانچہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل مین جبکہ اوسکا موکل غائب ہووے یا وکیل خصومت
سے انکار کرتا ہو تو اوسپر خصومت یا بیع مرہون کیواسطے جبر کیا جاویگا اسطرح کہ قاضی اوسکو قید رکہیگا چند روز پہر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اوسکو
بیچ لے دفع ضرر کیواسطے ہم طحطاوی نے کہا کہ کیفیت اجبار کی درالمختار کے اکثر نسخون مین مذکور نہین وان باعه العدل فالثمن رهن کالمثمن
فیهلك کهلاکه اور اگر معتمد نے مرہون بیچڈالا تو اوسکا ثمن رہن رہیگا مبیع کی مانند تو ثمن تلف ہوگا مبیع کے تلف ہونیکی مانند ہم یعنی مرتہن
کا مال تلف ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے اسواسطے کہ ثمن قائم مقام ہے مبیع مرہون کے فان اوفی ثمنه بعد بیعه المرتهن فاستحق الرهن
وضمن فان کان المبیع هالکا فی ید المشتری فضمن المستحق الراهن قیمته لانه غاصب پہر اگر معتمد نے مرہون بیچا اور اوسکا ثمن بیع کے بعد مرتہن
کو دیا پہر مرہون غیر راہن کی ملک ٹہرا اور اوسکا تاوان دیاگیا سو اگر مبیع تلف ہوگیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہے راہن سے تاوان لے اسواسطے کہ
وہ غاصب ہے جسنے پرایا مال رہن رکہا بلا اذن مالک کے وحینئذ صح البیع والقبض لتملکه بضمانه اور اسوقت مین بیع معتمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر
معتمد کے ہاتہ سی صحیح ہوگیا بسبب مالک ہوجانے راہن کے اوسکا تاوان دینی سی او ضمن المستحق العدل لتعدیه بالبیع ثم هو ای العدل المضمن ان
وصحا ایضا یا چاہے مالک مستحق معتمد سے تاوان لے بسبب اوسکی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پہر معتمد تاوان لیگا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور
اسوقت مین بیع مرہون صحیح ہوگی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بہی صحیح ٹہریگا او ضمن المرتهن ثمنه الذی اداه الیه یا معتمد چاہے مرتہن سی تاوان
لے اوس ثمن کا جو معتمد نے اوسکو ادا کیا یعنی اسواسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہوگیا کہ مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وهو ای الثمن له ای
للعدل لانه بدل ملکه اور وہ یعنی ثمن مذکور معتمد کا مملوک ہی اسواسطے کہ اوسکی ملک کا بدلا ہی ہم جب معتمد نے مرہون مبیع کا تاوان دیا تو مرہون اوسکی
ملک ہوگیا اور ثمن اوسکا بدلا ہی تو ثمن بہی معتمد کا مملوک ہوگیا کذا فی الدرر ویرجع المرتهن علی راهنه بدینه ضرورة بطلان قبضه اور مرتہن راہن
سے اپنا دین پہیرلے بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتمد نے مرتہن سے ثمن کا تاوان لیا تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہوگیا تو بالضرور مرتہن راہن سے اپنا

دین بھرلیگا وان کان الرھن قائما فی ید مشتریہ اخذہ المستحق من مشتریہ اور اگر مرہون بیع موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اوسکو مشتری سے لیگا اسواسطے کہ اوسنے بعینہ مال پایا ورجع ھو ای المشتری علی العدل بثمنہ لانہ العاقد اور مشتری معتمد سے اوسکا ثمن بھرلیگا اسواسطے کہ عاقد بیع کا تو وہی ہے تو عہدہ کے حقوق اوسی سے متعلق ہونگے ثم یرجع ھو ای العدل علی الراھن بہ ای بثمنہ پھر معتمد راھن سے اوسکا ثمن بھر لیگا یعنی اسواسطے کہ راھن نے معتمد کو عہدہ تاوان مین ڈالا اوسکو وکیل کرکے تو راہن پر اوسکی تخلیص واجب ہوگئی کذا فی السعد وکذا یرجع علیہ صح القبض وسلم الثمن للمرتھن اور جب معتمد نے راہن سے تاوان ثمن کا بھر لیا تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوگیا اور ثمن اوسکو مسلم ٹھہرا او یرجع العدل علی المرتھن بثمنہ یا چاہے معتمد مرتہن سے اوسکا ثمن پھیر لے یعنی اسواسطے کہ جب بیع ٹوٹ گئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور حالانکہ اوسنے اوسکو ثمن جانکر قبضہ کیا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اوسکا نقض قبض بالضرور واجب ہوگیا کذا فی الدرر ثم یرجع ھو ای المرتھن علی الراھن بدینہ پھر مرتہن ثمن پھیر کر راھن سے اپنا دین بھرلے اسواسطے کہ جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اوسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا ذا ذکرھنا فی الدرر والوقایۃ وان شرطت الوکالۃ بعد الرھن رجع العدل علی الراھن فقط سواء قبض ثمنہ او لا درر اور وقایہ مین یہان سقدر زیادہ بیان کیا ہے اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتمد فقط راہن پر رجوع کریگا نہ مرتہن پر خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ھم اسواسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اوس سے متعلق نہوا تو اوسپر رجوع بھی نہوگا اور عدم قبض ثمن کی صورت یہ ہے کہ معتمد نے مرہون بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہوگیا معتمد کے پاس بلاتعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو جو تاوان معتمد کو لاحق ہوگا اوسکو راہن سے پھر لیگا کذا فی الدرر فان ھلک الرھن عند المرتھن فاستحق الرھن وضمن الراھن قیمتہ ھلک الرھن بدینہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس سو مرہون غیر راہن کا ملک نکلا اور مالک نے راہن سے اوسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے دین کے بدلے یعنی راہن ادا ضمان سے اوسکا مالک ہوگیا اور ایفاء دین صحیح ہوگیا کذا فی الدرر وان ضمن المرتھن لقیمتہ یرجع علی الراھن بقیمتہ التی ضمنھا للضرر کا و بدینہ لانتقاض قبضہ اور اگر مالک نے مرتہن سے اوسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین پھیر لے یعنی وہ قیمت جو مرتہن نے تاوان دیکر بھری اپنی ضرر کے سبب ہے اور دین پھیر انتقاض قبض کے سبب ہے ھم رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے بسبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہوگیا تو اوسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا فی الدرر و صدر الشریعۃ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی الولوالجیۃ ذھب عین دابۃ الرھن یسقط ربع الدین وسیجیٔ ولوالجیہ مین ہے کہ جانور مرہون کی آنکھ جاتی رہی مرتہن کے پاس تو چوتھائی دین ساقط ہوگیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات مین آگے آویگا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرھن والجنایۃ علیہ وجنایتہ ای الرھن علی غیرہ

یہ باب ہے مرہون مین تصرف کرنیکا اور مرہون پر جنایت کرنیکا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف بیع الراھن رھنہ علی اجازۃ مرتھنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنی مرہون کو اوسکی مرتہن کی اجازت پر یا اوسکا دین ادا کرنے پر موقوف ہے ھم یعنی جب راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہین موقوف ہے تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اوسکا دین ادا کردیا تو بیع نافذ ہو جاویگی فان وجد احدھما نفذ وصار ثمنہ رھنا فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادای دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور کامل ہوگئی اور اوسکا ثمن رہن ہوگیا اجازت کی صورت مین یعنی درصورت ادا دین کے رہن کی حاجت نرہی وان لم یجز المرتھن البیع وفسخ بیعہ لا ینفسخ بفسخہ فی الاصح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت ندی اور راہن کی بیع کو فسخ کردیا تو بیع فسخ نہوگی اوسکے فسخ کرنے سے صحیح تر قول مین وان بقی موقوفا فالمشتری بالخیار ان شاء صبر الی فکاک الرھن او رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وھذا اذا اشتری الاولم یعلم رھنہ ابن کمال اور جبکہ بیع راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی کیطرف تاوہ بیع کو فسخ کردے اور یہہ اختیار مشتری کا اوسوقت ہے جبکہ اوسنے خرید کیا اور اوسکو اوسکا رہن ہونا معلوم نہ تھا ذکرہ ابن کمال

ولو باعه الراهن من رجل ثم باعه الراهن ايضا من رجل آخر قبل ان يجيز المرتهن البيع فالثاني موقوف ايضا على اجازته
لان الموقوف لا يمنع توقف الثاني اور اگر مرہون راہن نے ایک شخص کے ہاتھ بیچا پھر اوسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیچ کیا اجازت دیے مرتہن کے
پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کی مانند اسلئے کہ بیع موقوف دوسری بیع توقف کی مانع نہیں ہوتی فلو اجاز المرتهن ذلك ثبت
وبطل الاخر پھر دونوں میں سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم ہوجاویگی اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باعه الراهن ثم آجره او رهنه
او وهبه من غيره فاجاز المرتهن الاجارة او الرهن او الهبة جاز البيع الاول لحصول النفع بحول حقه الثمن على ما تقرر وفي هذه العقود
غيرها من هذه لتعلق حقه بالمذكورة اذ لا منفعة للمرتهن فيها فكانت اجازته اسقاطا لحقه فزال المانع فنفذ البيع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا
پھر اوسکو اجارہ میں دیا یا کسی کے پاس رہن رکھا یا ہبہ کردیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو بیع اول جائز ہوگی۔ اجارہ وغیرہ کے سبب حاصل
ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھر جانے حق مرتہن کے ثمن کیطرف بنابر اوس وجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام میں مرقوم ہے کہ بیع اول میں اور اسکے سوا عقود
مذکورہ اسواسطے کہ مرتہن کیواسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اوسکی اجازت اسقاط ہے مرتہن کے حق کا پھر جب مانع تھا وہ دور ہوگیا تو بیع نافذ ہوئی۔ پس پہلے مسئلہ
اولی میں بیع ثانی اجازت کی سبب سے جائز ہوتی ہے اور اس مسئلہ میں بھی بیع کے اجارہ وغیرہ عقد جائز نہیں سوا بیع اول کے باوجود اجازت کے تو وہ مرتہن غیر وقت
جوہر کہ مرتہن کو بیع میں تو فائدہ ہے اسواسطے کہ اوسکا حق بدل بیع یعنی ثمن سے متعلق ہوگیا برخلاف عقود مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور
اجارہ میں منفعت بدل ہے نہ عین لہذا حق مرتہن کا عین کی مالیت میں ہے نہ منفعت میں تو اوسکی اجازت میں حق مرتہن کا اسقاط ہے سو حکم مانع بقا بیع
زائل ہوگیا تو بیع نافذ ہوگئی کذا في السعد وفي الايضاح لو باعه الراهن من زيد ثم باعه من المرتهن انفسخ الاول اور اسکا
مطلب ہے کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اوسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہوگئی ہم یہ کہا استدراک کے مشکل ہے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی
موقوف ہوتی ہے بیع اول کی مانند یعنی بحل توقف ثانی اول کی مانند وہی ہے جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہو اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہوگی بلکہ
نافذ ہو جاویگی اور بیع اول باطل ہوگی کذا في المحيط وصح اعتاقه وتدبيره واستيلاده اي نفذ اعتاق الراهن وتدبيره واستيلاده یعنی صحیح ہے
نافذ ہے راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد یعنی اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کردے یا اوسکو
مدبر کرے تو یہ تصرف نافذ ہوگا فان كان غنيا وكان دينه المرتهن حالا اخذ المرتهن دينه من الراهن سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا
دین بلا مدت ہو تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے وان مؤجلا اخذ قيمته لتكون رهنا مكانه الى حلول اجله فاذا حل استوفى حقه لو من جنسه
ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے کہ رہن ہو اسلئے کہ عوض غلام کے دین کے مدت پہنچنے تک پھر جب
مدت آجاوے تو مرتہن اپنا حق یعنی اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہو اور زیادہ کو پھیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیر دے اور اگر
کم ہو تو راہن سے طلب کرے وان كان الراهن معسرا فعلى العبد سعى العبد في الاقل من قيمته ومن الدين اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد
کردہ مین غلام سعی کرے کسب مال سے ادا کرنے میں یعنی اگر اوسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کرکے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین
کو ادا کرے ورجع على سيده غنيا اور جسقدر غلام ادا کرے وہ اوس مالک سے پھر لے جبکہ اوسکو مقدور ہو وفي التدبير والاستيلاد
سعى في كل الدين بلا رجوع لان كسب المدبر وام الولد ملك المولى اور تدبیر اور استیلاد میں سعی کرے مدبر اور ام ولد
سے تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع على المولى اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولی کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلف الراهن
الرهن فحكمه حكم ما اذا اعتقه غنيا کما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو تلف کردیا تو اوسکا حکم مانند ہے اوس حکم کے جبکہ مالدار مالک غلام مرہون
کو آزاد کردے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے یعنی اتلاف راہن اعتاق کی مانند ہے تو اگر دین حال ہو تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین موجل ہو تو اوسکی
قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا في السعد والراهن ان اتلفه اجنبي اي غير الراهن فالمرتهن يضمنه

المتلف قیمته یوم هلك فتكون القیمة رهنا عنده كما مرّ اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن تلف کرنیوالے سے اوسکی قیمت کا تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونیکے دن اوسکی تھی سو قیمت اوسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس چنانچہ گذر گیا وان اتلفه المرتهن فتعتبر قیمته یوم القبض لانه مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اوسکا تاوان یوم القبض کی قیمت معتبر ہوگی اسلیے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آیا ہے کذا فی الزیلعی ولو اعارته ای المرتهن الرهن من راهنه یخرج من ضمانه تسمیتها عاریة مجاز اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرتہن کو اوسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہوگیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے هم یعنی لفظ اعارہ یہاں مجاز استعارہ ہے اسواسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک منافع ہے اور تملیک نہیں ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اوس سے کیونکر ممکن ہوگی فلو هلك الرهن فی ید الراهن هلك مجانا ای بلا شیء لو كان اعطاه به كفیلا لا یلزم الكفیل شیء لخروجه من الرهن نعم لو كان الراهن اخذه بغیر رضی المرتهن جاز ضمان الكفیل تاتارخانیه سو اگر مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتہن کا قائم رہیگا کچھ ساقط نہوگا کیونکہ قبض موجب ضمان مرتفع ہوگیا یہانتک کہ اگر راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب سے ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہوگا بسبب خارج ہوجانے مرہون کے رہن سے ہان اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتہن کو دلا دے کذا فی الطحطاوی فان عاد قبضه عاد ضمانه سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اوسکا ضمان بھی مرتہن پر پھر ثابت ہوگا ف للمرتهن استرداده الی یده اور مرتہن کو جائز ہے پھیر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضے کیطرف فلو مات الراهن قبل ذلك ای قبل الاسترداد فالمرتهن احق به من سائر الغرماء لبقاء حكم الرهن پھر اگر راہن مرگیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن زیادہ مقدار ہے مرہون کا راہن کے باقی قرضخواہوں سے بسبب باقی رہنے حکم رہن کے هم رہن کا حکم اسواسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ولو اعاره او اودعه احدهما اجنبیا باذن الآخر سقط ضمانه اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون عاریت دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اوسکا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ ضمان تنہا قبض کے سبب سے سو باقی نرہا ولكل منهما ان یعیده رهنا كما كان اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایکو یہ اختیار ہے کہ پھر رہن کو قائم کردے جیسا کہ سابق رہن تھا اسواسطے کہ بقائے عقد کے سبب دونوں کا حق اوسمیں ثابت ہے بخلاف الاجارة والبیع والهبة والرهن من المرتهن او من اجنبی اذا باشرها احدهما باذن الآخر حیث یخرج عن الرهن ثم لا یعود الا بعقد مبتدأ لانها عقود لازمة بر خلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ صادر ہوئے راہن سے مرتہن کیواسطے یا اجنبی کیواسطے بشرطیکہ راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکلجاتا ہے رہن سے بسبب عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کیطرف مگر بعقد جدید اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں هم یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل ہوگیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا مگر بعد انتقاض رہن کے اور اسیطرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہن نے اوسکو جائز رکھا تو رہن باطل ہوجاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن میں نظر ہے زیلعی نے اوسکو ذکر نہیں کیا بخلاف العاریة وبخلاف بیع المرتهن من الراهن لعدم لزومها بر خلاف عاریت مرہون کے اور بر خلاف بیع مرتہن کے راہن سے اوسکے عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتہن سے حق لازم متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہوجاوے لكن لو مات الراهن قبل رهنه ثانیا فالمرتهن اسوة للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مرگیا دوسری بار رہن رکھنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہے باقی قرضخواہوں کے یعنی مرہون اجارہ دیا راہن نے مرتہن کو یا اجنبی کو اور نقض اجارہ کرکے دوسری بار اوسکو مرتہن کے پاس رہن نہیں رکھا اور راہن مرگیا تو مرتہن احق بالمرہون نہیں بلکہ اور قرضخواہوں کی برابر ہے اسواسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی نرہا باطل ہوگیا ولو اذن الراهن للمرتهن فی استعماله او اعارته للعمل فهلك الرهن قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منه هلك بالدین

لبقاء عقد الرهن انتهى اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو مرہون کے استعمال کا یا اوسکو عاریت دینے کا کسی کام کیواسطے پھر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے پیشتر یا بعد فارغ ہونے کے عمل سے تو تلف ہوگا دین کے عوض یعنی دین مرتہن کو ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے ھ مراد یہ ہے کہ راہن مرتہن کو استعمال کا اذن دیوے بدون طلب کرنے مرتہن کے یا کام کیواسطے مرتہن راہن سے عاریت مانگے اور وہ اوسکو عاریت دیوے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان رہن لازم ہوگا کذا فی الدرر ولو هلك في حالة العمل والاستعمال هلك امانة لثبوت يد العارية حينئذ اور اگر مرہون تلف ہوا عمل اور استعمال کی حالت مین تو امانت ہوکر تلف ہوا یعنی اب ضمان لازم نہوگا بسبب ثابت ہونے قبض عاریت کے اسوقت مین یعنی اور قبض عاریت مخالف ہے قبض رہن کے تو ضمان ثابت نہوگا ولو اختلفا في وقته اي وقت هلاكه فقال المرتهن هلك في وقت العمل وقال الراهن في غيره فالقول للمرتهن لانه منكر والبينة للراهن لانهما اتفقا على زوال يد الرهن فلا يصدق الراهن في عوده الا بحجة بزازيه اور اگر راہن اور مرتہن نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کے وقت مین سو مرتہن نے کہا کہ تلف ہوا عمل کے وقت مین اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور شہادت راہن کی مقبول ہوگی اسواسطے کہ راہن اور مرتہن قبض رہن کے زوال پر متفق ہین تو راہن کی تصدیق قبض رہن کے عود کرنے مین نہوگی بدون گواہی کے کذا فی البزازیہ وفيها اذن للمرتهن في لبس ثوب الرهن يوما فجاء به المرتهن متخرقا وقال تخرق في لبس ذلك اليوم وقال الراهن ما لبسته فيه ولا تخرق فيه فالقول للراهن وان اقر الراهن باللبس فيه لكن قال تخرق قبل لبسه او بعده فالقول للمرتهن في قدر ما عاد من الضمان اور بزازیہ مین ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا ایکدن سو مرتہن وہ کپڑا لایا پھٹا اور کہا کہ وہ پھٹ گیا تھا اوسیدن کے پہننے مین اور راہن نے کہا کہ تو نے اوسدن نہین پہنا اور نہ اوس مین پھٹا تو راہن کا قول معتبر ہے اور اگر راہن نے اوس دن کے پہننے کا اقرار کیا ولیکن یہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اوسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول مقبول ہے سو ضمان کی مقدار مین ھ جب راہن نے پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو در صورتیکہ تلف ہونے تو بسبب تخرق کے نیست کر دے ضمان مین معتبر ہوگی کذا فی الطحطاوی

فرع ساله الشارح بقوله رهن الاب من مال طفله شيئا بدين على نفسه جاز فلو الرهن قيمته اكثر من الدين فهلك ضمن الاب قدر الدين دون الزيادة بخلاف الوصي فانه يضمن قيمته والفرق ان للاب ان ينتفع بمال الصغير عند الحاجة ولا كذلك الوصي یعنی اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز بدلے اوس دین کے جو باپ کی ذات پر ہے رہن رکھی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ دین سے تھی اور وہ تلف ہوا تو باپ تاوان دیگا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دیگا برخلاف وصی کے کہ وہ اوسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونو مین فرق یہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے حاجت کیوقت اور وصی ایسا نہین کہ اوسکو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو ولو ادرك الابن ومات الاب ليس للابن اخذه قبل قضاء الدين ويرجع الابن في مال الاب ان كان رهنه لنفسه لانه مضطر كمعير الرهن اور اگر صغیر بالغ ہوگیا اور باپ مرگیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدون ادا کرنے دین کے جائز نہین اور فرزند باپ کے مال سے اوسکا بدلہ لے اگر اوسکے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کیواسطے رہن رکھا ہو رجوع اسواسطے درست ہے کہ فرزند مضطر ہے مرہون کی عاریت دینے والے کی مانند ھ یعنی فرزند اپنی مال کے خلاص کرنے مین مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹھہریگا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے معیر رہن کو راہن سے رجوع کرنا درست ہے جبکہ وہ اپنے مال کی تخلیص کیواسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحطاوی ولو رهن شيئا ثم اقر بالرهن لغيره لا يصدق في حق المرتهن ويؤمر بقضاء الدين ورده الى المقر له اور اگر راہن نے کوئی چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہ چیز تو غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے حق مین اوسکی تصدیق نہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جاویگا اور اوس چیز کے سپرد دینے کا مقر لہ کیطرف امر ہوگا ولو رهن دار غيره فاجاز صاحبها جاز اور اگر ایک نے دوسرے کا گھر رہن رکھ دیا پھر اوسکے مالک نے رہن رکھنا جائز کہا تو یہ درست ہے وبينة الراهن على قيمة الرهن اولى اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہین مرتہن کے گواہوں سے یعنی مرہون کے تلف ہونیکے بعد اختلاف پڑا اوسکی قیمت مین راہن کہتا ہے کہ اوسکی قیمت خمسہ درہم تھی مثلا اور مرتہن کہتا ہے کہ تین درہم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گذرانے تو راہن کی گواہ مقدم ٹھہرینگے اسواسطے کہ وہ زیادت ضمان کی مثبت ہین

وَزَوَائِدُ الرَّهْنِ كَوَلَدٍ وَثَمَرٍ رَهْنٌ لَاغَلَّةُ دَارٍ وَ أَرْضٍ وَعَبِيدٍ فَلَا يَصِيرُ رَهْنًا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑھوتیاں چنانچہ مرہون کا بچہ اور پھل رہن میں داخل ہے نہ کرایہ گہر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن میں داخل نہوگا ھ عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہیں ایک قسم تو رہن میں داخل نہیں یعنی جو زیادت کہ متولد نہوا ورنہ بدلا ہو کسی جز کا اجزا عین سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکا اور ایک قسم رہن میں داخل ہے یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پھل اور اون اور دودھ یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن میں داخل ہونیکے یہ معنی ہیں کہ اصل کے ساتھ زوائد بھی محبوس رہیں گے مرتہن کے پاس لیکن اونکے تلف ہو جانے میں تاوان نہیں تو اونکے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچھ دین ساقط نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا وَالرَّهْنُ الْفَاسِدُ كَالصَّحِيحِ فِي ضَمَانِهِ رہن فاسد رہن صحیح کی مانند ہے اوسکی ضمان میں ھ صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا لہ نصف شائع رہن رکھا یا نصف غلام رہن رکھا ہزار درم قرض لیکر اور درمونکو خرچ کر ڈالا پہر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کیوجہ سے تو مرتہن کو حبس مرہون کا تا استیفاء دین درست ہے اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کی مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح ملخصا وَصَحَّ اسْتِعَارَةُ شَيْءٍ لِيَرْهَنَهُ فَيَرْهَنُ بِمَا شَاءَ إِذَا أَطْلَقَ وَلَوْ قَيَّدَهُ بِشَيْءٍ اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا تا مستعیر اوسکو رہن رکھ لے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جسقدر کو چاہے اور جس طرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وَإِنْ قَيَّدَهُ بِقَدْرٍ أَوْ جِنْسٍ أَوْ مُرْتَهِنٍ أَوْ بَلَدٍ تَقَيَّدَ بِهِ وَحِينَئِذٍ فَإِنْ خَالَفَ مَا قَيَّدَهُ بِهِ الْمُعِيرُ ضَمَّنَ الْمُعِيرُ الْمُسْتَعِيرَ أَوِ الْمُرْتَهِنَ لِتَعَدِّي كُلٍّ مِنْهُمَا اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی یعنی یوں کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکھنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر میں رہن رکھنا تو رہن اوسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور اسوقت میں تو اگر مستعیر نے معیر کی قید لگائی سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اوسکے مرتہن سے دونوں کی تعدی اور زیادتی کے سبب ھ مستعیر کی تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہ ہے کہ اوسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اوسکی اذن کے مستعیر تو غاصب ہوا اور مرتہن غاصب سے غاصب ٹھہرا إِلَّا إِذَا خَالَفَ إِلَى خَيْرٍ بِأَنْ عَيَّنَ أَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهِ فَرَهَنَهُ بِأَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ فَلَا يَضْمَنُ لِمُخَالَفَتِهِ إِلَى الْخَيْرِ مگر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر میں اطرح پر کہ معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا سو مستعیر نے اوسکو اوس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پر تاوان لازم نہوگا کیونکہ اوسنے بہتری میں مخالفت کی یعنی اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہے نہ نقصان جو تاوان لازم آوے فَإِنْ ضَمَّنَ الْمُعِيرُ الْمُسْتَعِيرَ تَمَّ عَقْدُ الرَّهْنِ لِتَمَلُّكِهِ بِالضَّمَانِ پہر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد کامل ہو گیا بالکلیہ کیونکہ مالک ہو جائے مستعیر کے مستعار کا تاوان دیکر وَإِنْ ضَمَّنَ الْمُرْتَهِنَ يَرْجِعُ بِمَا ضَمِنَ وَبِالدَّيْنِ عَلَى الرَّاهِنِ كَمَا فِي الِاسْتِحْقَاقِ اور اگر معیر نے تاوان لیا مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان پھیر لے جسقدر کہ اوسنے تاوان دیا چنانچہ استحقاق میں یعنے جب مستحق کو مرتہن نے مرہون کے تلف ہونیکے بعد تاوان دیا تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان پھیر لیگا چنانچہ مذکور ہو چکا فَإِنْ وَافَقَ وَهَلَكَ عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ صَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِدَيْنِهِ پہر اگر مستعیر معیر کے موافق چلا یعنی مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانیوالا ٹھہر گیا بشرطیکہ قیمت اوسکی دین کی برابر ہو یا زیادہ اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحطاوی وَوَجَبَ مِثْلُهُ أَيْ مِثْلُ الدَّيْنِ لِلْمُعِيرِ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ وَهُوَ الرَّاهِنُ لِقَضَاءِ دَيْنِهِ بِهِ اور دین کی برابر معیر کیواسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے مرہون کے سبب إِنْ كَانَ كُلُّهُ مَضْمُونًا وَإِلَّا يَكُنْ كُلُّهُ مَضْمُونًا ضَمِنَ قَدْرَ الْمَضْمُونِ وَالْبَاقِي أَمَانَةٌ وجوب بقدر دین اوس صورت میں ہے کہ اگر تمام دین مضمون ہو اور اگر تمام دین کا ضمان نہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دیگا اور باقی امانت ہے وَكَذَا لَوْ تَعَيَّبَ ذَهَبَ قِيمَتُهُ مِنَ الدَّيْنِ بِحِسَابِهِ وَيَجِبُ مِثْلُهُ لِلْمُعِيرِ اور اسیطرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیبدار ہوگیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا رہیگا اور اوسیکی مانند معیر کیواسطے مستعیر پر واجب ہوگا وَلَوِ افْتَكَّهُ أَيِ الرَّهْنَ الْمُعِيرُ أُجْبِرَ الْمُرْتَهِنُ عَلَى الْقَبُولِ ثُمَّ يَرْجِعُ الْمُعِيرُ عَلَى الرَّاهِنِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَبَرِّعٍ لِتَخْلِيصِ مِلْكِهِ بِخِلَافِ الْأَجْنَبِيِّ بِمَا أَدَّى إِنْ سَاوَى الدَّيْنُ الْقِيمَةَ وَإِنِ الدَّيْنُ أَقَلَّ فَالزَّائِدُ مُتَبَرِّعٌ

وإن أقلّ فلا جبر دُرر لكن استشكله الزيلعي وغيره وأقرّه المصنف فلذا لم يصرّح عليه في متنه مع كمال متابعته للدرر
منه اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اوسکے قبول کرنے پر جبر کیا جاویگا پھر مستعیر جو دین ادا کیا وہ راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ معیر
متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے مال کی تخلیص کے سبب سے برخلاف اجنبی کے کہ وہ ادائے دین میں متبرع ہے رجوع معیر اوس شرط پر ہوگا کہ دین
برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اوسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی تو اسقدر کا رجوع ہوگا اور اگر دین کم ہے قیمت سے تو
مرتہن پر جبر نہیں تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادائے زائد کے تبرع ہونے میں زیلعی وغیرہ نے اشکال کیا ہے اور مصنف نے اوس اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح
مین تو اسیواسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہین کی یعنی اپنی متن مین اوسکو ذکر نہین کیا باوجود کمال متابعت کے درر سے اسکو نہ لکھا یعنی باوجودیکہ مصنف اپنے متن مین
درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب سے اوسکو متن کے اندر داخل نہین کیا ام تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یون بیان کیا ہے کہ یہ مشکل
ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہین ہوسکتی بعض دین کے ادا کرنے سے تو معیر مضطر ہوا ادا میں اسواسطے کہ غرض معیر تخلیص ہے یہ ہے کہ اوس سے منتفع
ہو اور یہ حاصل نہین ہوسکتا بدون ادا کرنے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو اختیار ہے حبس مرہون کا تا ادائے کل دین کذا فی الحلبی الطحطاوی نے حموی
کے قول سے تو قدوری سے جواب اشکال مذکور کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف پر اوسکی تصریح واجب تھی من شاء فلیرجع الیہ ولو هلك الرهن استعاره

مع الراهن قبل رهنه او بعد فكه لم يضمن وان استخدمه او ركبه وهي ذلك من قبل لانه امين خالف ثم
عاد الى الوفاق فلا يضمن خلافا للشافعي اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہوگیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو
اوس پر ادوسکا تاوان نہیں اگرچہ قبل اسکے مستعار سے اوسنے خدمت لی ہو یا اوس پر سواری کی ہو اور مانند اوسکی اور استعمال کیا ہو اسلیے کہ راہن امین ہے جسنے
مالک کی مخالفت کے بعد اوسکی پھر موافقت کی تو اس موافقت بعد المخالفۃ سے اوس پر ضمان لازم نہوگا برخلاف امام شافعی کے لکن فی الشرنبلالية
عن العمادية المستأجر او المستعير اذا خالف ثم عاد الى الوفاق لا يبرأ عن الضمان على ما عليه الفتوى انتهى لیکن
شرنبلالیہ مین عمادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جبکہ دونوں مالک کی مخالفت کرین بعد اسکے پھر موافقت کرین تو پھر وہ تاوان سے بری الذمہ ہوگا
بموجب اوس قول کے جسپر فتوی ہے انتہی ما فی الشرنبلالیۃ فتدبر ولو اختلفا فالقول للراهن لانه ينكر الايفاء بماله اي راہنی مسئلہ کہ اگر معیر اور
مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہوجانے کیوقت مین تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے ایفاء مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان
کا منکر ہے م صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فک رہن تلف
ہوا انتہی فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہے کہ مجھپر ضمان واجب نہو ولو اختلفا في قدر ما امر
بالرهن به فالقول للمعير هدايه اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اوس مقدار مین جسقدر پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تھا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا
في الهداية م یعنی مقدار دین مین اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہو تا مستعیر پر تلف ہوجانے کیوقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر اقل دین کا دعوی
کرتا ہو واختلفا في الدين والقيمة بعد الهلاك فالقول للمرتهن في قدر الدين وقيمة الرهن شرح تكمله اور اگر راہن اور مرتہن نے
مقدار دین اور قیمت مرہون مین اختلاف کیا بعد ہلاک ہوجانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون مین معتبر ہے کذا في شرح التكملة

ولو مات مستعيره مفلسا مديونا فالرهن باق على حاله فلا يباع الا برضى المعير لانه ملكه اور اگر رہن کا مستعیر مفلس ہوکر مرگیا
تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو مرہون بیچا نجاویگا مگر معیر کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون معیر کا مملوک ہے ولو اراد المعير
بيعه وأبى المرتهن البيع بيع بغير رضاه ان كان به اي بالرهن وفاء والا لا يباع الا برضاه اور اگر معیر نے بیع مرہون کا ارادہ کیا اور
مرتہن بیع نمانے تو وہ بیچا جاویگا بدون اوسکی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرتہن کا ادا ہوجاے اور اگر دین ادا نہو تو اوسکی بیع نہوگی
بلا رضامندی مرتہن کے ولو مات المعير مفلسا وعليه دين امر الراهن بقضاء دينه ورد الرهن لتصل كل ذي حق حقه

اور اگر معیر مر جاے مفلس ہوکر اور اوسپر دین ہو تو راہن پر امر کیا جاے اپنے ذاتی دین کے ادا کرنیکا اور مرہون مستعار پہیر دیا جاے تاکہ ہر حقدار اپنی حق کو پہونچے
وان عجز لفقرہ فالرھن علی حالہ کما لو کانت المعیر حیًا اور اگر راہن مستعیر عاجز ہو اپنی دین کے ادا کرنیسے محتاجی کے سبب سے تو رہن باقی ہے اپنی حالت
پر چنانچہ اگر معیر زندہ ہو اور مستعیر عاجز ہو تو رہن قایم رہیگا ولورثتہ ای ورثۃ المعیر اخذہ ای الرھن بعد قضاء دینہ کمورثہ اور معیر کے
وارثونکو مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرتہن کے مورث کی مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہن کا دین ادا کرین تو مرہون پر قبضہ کرین فان
طلب غرماء المعیر من ورثتہ بیعہ فان بہ وفاء بیع والا فلا یباع الا برضی المرتھن کما مر لما مر پہر اگر معیر کے قرضخواہ معیر کے وارثون سے
مرہون مستعار کی بیع طلب کرین تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہو جاے تو وہ بیچا جاویگا اور اگر دین ادا نہو تو نہ بیچا جاے مگر مرتہن کی رضامندی سے
چنانچہ عنقریب گذر گیا بدلیل گذشتہ ھم منح الغفار مین ہے اور اگر دین مرتہن سے فاضل معیر کے قرضخواہونکو کفایت نکرے تو بدون اونکی رضامندی کے
بیع درست نہین اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدون اونکی رضامندی کے بسبب پونہچ جانے اونکے حق کے اور اسیطرحکا حکم ہے اگر معیر یا مستعیر مر جاے
کذا فی الطحطاوی واعلم ان جنایۃ الراھن علی الرھن کلا او بعضًا مضمونۃ اور یہہ معلوم کر کہ جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر
مضمون ہے یعنی تاوان اوسکا راہن پر واجب ہے ھم یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کر ڈالے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا
اسلئے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اوسکی ملک متعلق ہے لہذا مالک اجنبی ٹھہرایا گیا ضمان کے حق مین کجنایۃ المرتھن علیہ جیسی جنایت
مرتہن کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کریگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا ویسقط من دینہ ای دین المرتھن بقدرھا
ای الجنایۃ لانہ اتلف ملک غیرہ فلزمہ ضمانہ واذا لزمہ وقد حل الدین سقط بقدرہ ولزمہ الباقی بالاتلاف لا بالرھن
اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہوگیا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور
دین سرحل نہین ہے تو دین ساقط ہوگا بقدر اوسکی اور باقی مرتہن پر لازم ہوگا مرہون کے تلف کر ڈالنے کے سبب سے نہ رہن کے سبب سے ھم مرتہن
کو باقی لازم ہوا اسواسطیکہ جو قیمت مرہون کی قدر دین سے زائد ہے وہ امانت ہے اور مرتہن پر اوسکا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد رہن کے سبب سے
تو وہ بمنزلہ ودیعت کے ہے جبکہ مودع اوسکو تلف کرے اور اوسپر ضمان لازم آوے کذا فی الدرر وھذا لو الدین من جنس الضمان والا لم یسقط
منہ شیٔ والجنایۃ علی المرتھن اور یہہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اوسوقت ہے جبکہ دین ضمان کی جنس سے ہے یعنے دراہم اور دنانیر ہوا ور اگر اوسکی جنس
سے نہو چنانچہ مکیل ہو تو دین سے کچھہ ساقط نہوگا اور جنایت مرتہن پر قایم رہیگی وللمرتھن ان یستوفی دینہ اور مرتہن کو درست ہے کہ اپنا دین پورا لیوے
لکن لو اعور عینہ یسقط نصف دینہ قہستانی وبرجندی لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکھہ پہوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین
ساقط ہوگا کذا فی القہستانی والبرجندی ھم یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ غلام کی قیمت دین کی برابر ہو اسواسطے کہ آنکھہ بقدر نصف دیت ہے اور غلام کی
دیت اوسکی قیمت ہے اور اگر مرہون جانور ہو تو اوسکی آنکھہ پہوڑنے سے ربع دین ساقط ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط
نصف دین کی وجہ ظاہر نہین ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وجنایۃ الرھن علیہما ای الراھن والمرتھن وعلی مالھما
ھدر ای باطل اور جنایت مرہون راہن اور مرتہن پر اور اُن دونون کے مال پر ہدر یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہین اذا
کانت الجنایۃ غیر موجبۃ للقصاص فی النفس دون الاطراف اذ لا قود بین طرفی عبد وحر جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ
جنایت قصاص نفس کی موجب نہو سوای اطراف کے اسواسطیکہ غلام اور آزاد کے ہاتہہ پانون وغیرہ اطراف مین قصاص نہین ھم یعنی غلام کا قتل
باطل ہے اور اطراف مین تو قصاص ہی نہین ہے وان کانت موجبۃ للقصاص فمعتبرۃ فیقتص منہ ویبطل الدین خانیہ وعبارۃ القہستانی
وشرح المجمع یبطل الرھن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد مین غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیہ
اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہہ ہو کہ رہن باطل ہو جاویگا ھم بطلان دین کی وجہ یہہ ہے کہ جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نرہا اور ظاہرا

بطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی العنایۃ بجملتہ ای الرھن علی ابن الراھن او علی ابن المرتھن فانھا معتبرۃ فی
الصحیح حتی یدفع بھا او یفدیٰ وان کانت علی المال یباع کما لو جنٰی علی الاجنبی اذ ھو اجنبی لتباین الاملاک زیلعی یعنی
جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اسواسطے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح میں تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اوسکا فدیہ دیا جاوی
اور اگر جنایت مرہون کی مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور حساب مال کو دیا جاویگا جیسا کہ شخص اجنبی پر اوسکی جنایت معتبر ہے فرزند راہن اور مرتہن پر جنایت
اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے تباین املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رھن عبدا یساوی الفا بالف مؤجل فرجعت قیمتہ
الی مائۃ فقتلہ رجل وغرم قیمتہ مائۃ وحل الاجل فالمرتھن یقبض المائۃ قضاء لحقہ ولا یرجع علی الراھن بشیء کموتہ بلا قتل
والاصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیا وید المرتھن ید الاستیفاء یصیر
مستوفیا للکل من الابتداء اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کی برابر ہے ہزار درم مؤجل پر رہن رکہا پہر اوسکی قیمت پلٹکر سو درم کی ہو گئی پہر اوسکو
ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم کا تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آ پہنچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنے ادا حق کے سبب سے یعنی ادای بعض حق
سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب
نہیں برخلاف نقصان عین کے پہر جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہے تو وہ تمام دین کا پانیوالا ٹہہر گیا ابتداء رہن سے ولو باع
العبد المذکور بمائۃ بامر الراھن قبض المائۃ قضاء لحقہ ویرجع بتسعمائۃ لانہ لما کان الدین باقیا وقد اذن ببیعہ
بمائۃ کان الباقی فی ذمتہ کانہ استردہ وباعہ بنفسہ اور اگر مرتہن نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن
قبضہ کریگا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے پہر لیگا اسواسطے کہ جب دین باقی رہا اور البتہ راہن نے اوسکو سو درم کے ساتہہ
بیچنے کا اذن دیا تہا تو باقی دین یعنی نو سو درم راہن کے ذمہ پر لازم رہے گویا اذن مذکور سے راہن نے مرہون پہیر لیا مرتہن سے اور اوسکو بذات خود
بیچا ولو قتلہ عبد قیمتہ مائۃ فدفع بہ افتکہ الراھن وجوبا بکل الدین وھو الالف لقیام الثانی مقام الاول لحما ودما وقال
محمد ان شاء افتکہ بکل دینہ او ترکہ علی المرتھن بدینہ وھو المختار کما فی الشرنبلالیۃ عن المواھب لکن عامۃ المتون
والشروح علی الاول اور اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اوس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پہر قاتل غلام قتیل کے بدلے
دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو تمام دین یعنی ہزار درم دیکر چھڑا دے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں
یعنے آدمی ہونے میں دونوں برابر ہیں اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اوسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اوسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے اوسکے دین کے
بدلے اور یہی قول محمد کا مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کی متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان جنی
قولہ التفریع اولی ھو خطأ فداہ المرتھن لانہ ملکہ ولم یرجع علی الراھن لتبرعہ پہر اگر غلام مرہون نے ازراہ خطا کسیکو قتل کیا تو مرتہن اسکا
فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اوسکی ملک ہے اور مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا مصنف کو فا تفریع کا ترک کرنا بہتر تہا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ سابقہ
سے متفرع نہیں ہے تعلیل ملک مرتہن ناظر ہے تو اگر شارح یوں کہتا لان الجنایۃ حصلت فی ضمانہ تو بہتر تہا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے
ضمان میں اسواسطے کہ ضمان جنایت کا مرتہن پر ہے اور غلام مرہون بالکل اوسکی ضمان میں ہے اور اوسکا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدر
ولا یملک ان یدفعہ الی ولی الجنایۃ لانہ لا یملک التملیک اور مرتہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک
وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرتھن من الفداء دفعہ الراھن ان شاء او فداہ وسقط الدین بکل
منہما لو اقل من قیمۃ الدین او مساویا ولو اکثر یسقط قدر قیمۃ العبد فقط ولا یسقط الباقی پہر اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار
کیا تو راہن دیدے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اوسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونوں صورتوں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہو گا اگر دین کمتر ہو مرہون کی

قیمت سے برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا ولو استہلک ما لا یستغرق قیمتہ
فداہ المرتھن فان ابی باعہ الراھن او فداہ اور اگر مملوک مرہون تلف کرے ایسی مقدار کو جو اسکی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر
وہ نہ دے تو راہن اوسکو بیچڈالے یا اوسکا فدیہ دے ھ اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اوسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور بعد انکار مرتہن اگر راہن اوسکو
بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہے اوسکا دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل حموی اور عالمگیریہ میں ہے ولو قتل
ولد الرھن انسانا او استھلک مالا دفعہ الراھن وخرج عن الرھن او فداہ وبقی رھنا مع امہ اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے
کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اوسکو دیڈالے اور وہ رہن سے خارج ہوگیا یا راہن اوسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے
ساتھ واما جنایۃ الدابۃ فھدر ویصیر کانہ ھلک بآفۃ سماویۃ وتمامہ فی الخانیۃ اور جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر
جانور جانور کو مارڈالے یا مال تلف کرے تو اوسکا ضمان نہیں اور اوسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے وہ تلف ہوگیا اور اسکا پورا بیان
فتاوی قاضیخان میں ہے مات الراھن باع وصیہ رھنہ باذن مرتھنہ وقضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مرگیا تو اوسکا وصی
اوسکے مرہون کو بیع کرے اوسکے مرتہن کے اذن سے اور اوسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی نصب القاضی
لہ وصیا وامرہ ببیعہ لان نظرہ عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اوسکو بیع مرہون اور ادای دین راہن کا امر
کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رکھے جبکہ وہ عاجز ہوں اپنی کام میں وھذا لو ورثتہ صغارا
فلو کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیھم تخلیصہ جوھرہ اور یہہ یعنی بیع وصی کی اوسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ
بالغ جوان ہوں تو وہ میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو اونپر چھڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے رھن الوصی
بعض الترکۃ لدین علی المیت عند غریم من غرمائہ توقف علی رضی البقیۃ ولھم ردہ فان قضی دینھم قبل الرد نفذ ولو اتحد الغریم
جاز وبیع فی دینہ وصی نے بعض ترکہ رہن رکھا اوس دین کے لئے جو میت پر ہے ایک قرضخواہ کے پاس منجملہ اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہیگا
باقیونکی رضامندی پر اور اونکو رہن کا پھیر ڈالنا درست ہے پھر اگر وصی نے باقی لوگونکا دین ادا کر دیا رد کرنے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہو جاویگا اور اگر
صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون بیچا جاویگا ادای دین کیواسطے وفی معین المفتی للمصنف لا یبطل الرھن بموت الراھن
ولا بموت المرتھن ولا بموتھما ویبقی الرھن رھنا عند الورثۃ اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا راہن کی موت سے
اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مرجانے سے اور مرہون رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس ھ اسواسطے کہ وارث راہن کے قائم مقام
ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی **فصل فی مسائل متفرقۃ** یہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل
متفرقہ میں رھن عصیرا قیمتہ عشرۃ بعشرۃ فتخمر ثم تخلل وھو یساوی العشرۃ فھو رھن بعشرۃ کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس
درہم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کی برابر ہے تو وہ دس درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے
پہلے رہن تھا ھ لائق یوں تھا کہ رہن باطل ہو جاتا اسواسطے کہ خمر ہو جانے سے مال متقوم نرہا لیکن باطل نہوا سرکہ ہو جانے کی صلاحیت سے ولہذا اگر
شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہو جاوے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہو جانیکے احتمال سے پھر جب سرکہ بنگیا تو عارض زائل ہوگیا ثابت ہونے سے پہلے
تو گویا اوسکا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر والحموی ثم المعتبر فیہ فی الزیادۃ والنقصان القدر لا القیمۃ علی ما افادہ ابن الکمال پھر اوس میں
یعنی اوس شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بنگیا اوسکی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اوسکو بیان کیا ہے
ھ کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار ہوا نہ قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہیں کیونکہ دونوں کیلی ہیں یا وزنی اور کیلی وزنی میں قیمت کا
نقصان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وعلیہ فان انتقص شیء من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنا بر اعتبار

کمی بیشی مقدار کے اگر تہرو کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اوسکے ساقط ہوگا اور اگر کم نہوگا تو دین بھی ساقط نہوگا ولو رهن شاة قيمتها عشرة
بعشرة هذا قيد لا بد منه لانه لو كانت قيمتها اكثر من الدين يكون الجلد ايضا بعضه امانة بحسابه فتنبه فماتت بلا ذبح فدبغ
جلدها بما لا قيمة له فلو له قيمة ثبت للمرتهن حق حبسه بما زاد دباغة وهل يطهر قولان وهو اي الجلد يساوي درهما
فهو رهن به اور اگر ایک بکری جسکی قیمت دس درم ہے دس درم پر رہن رکھی پھر وہ بدون ذبح کرنیکے مرگئی سو اوسکے کہال کو ایسی چیز سے جسکی قیمت نہیں یعنی مٹی یا
آفتاب کی دہوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کہال ایک درم کی ہے تو وہ ایکدرم پر رہن ٹہیرے گی شارح نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درم ہونا ضروری ہے
اسواسطے کہ اگر اوسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کہال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹہیریگی اوسکے حساب کے موافق سو خبردار رہنا طحطاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس
درہم ہے اور قیمت بکری کی بیس درم ہے اور کہال ایکدرم کی ہے تو کہال نصف درم پر رہن ہوگی انتہے پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جسقدر دباغت
سے اوسکی قیمت زیادہ ہوجاویگی اوسقدر کے حبس میں مرتہن کا اختیار ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا یا نہیں اسمیں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک رہن
باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک صحیح ہے بدون ذبح کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہوکر مرگئی تو بالکل مضمون ہوگی کذا في الطحطاوي بخلاف ما اذا
ماتت الشاة المبيعة قبل القبض فدبغ جلدها حيث لا يعود البيع بقدره في المشهور والفرق ان الرهن يتقرر بالهلاك
والبيع قبل القبض ينفسخ به برخلاف اوس صورت کے کہ بکری قبل قبض مشتری کے پہلے مرگئی پہر اوسکی کہال کی دباغت ہوئی تو یہان عود بیع نہوگا بقدر
کہال کے بنا بر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع مین یہ ہے کہ رہن ثابت ہوجاتا ہے ہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہوجاتی ہے مبیع کے تلف ہوجانے
سے ولو ابق عبد الرهن وجعل العبد بالدين ثم عاد يعود الدين والرهن خلافا لزفر اور اگر مرہون غلام بہاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام
مذکور دین کے بدلے ٹہیرایا گیا بعد اسکے غلام پہر آیا تو دین اور رہن پہر ثابت ہوگیا برخلاف زفر کے ونماء الرهن كالولد والثمر واللبن والصوف
والوبر والارباح ونحوها للراهن لتولده من ملكه اور مرہون کی بڑہوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو چنانچہ بچہ اور پہل اور دودہ
اور اون اور روئیں اور نفع اور مانند اوسکی وہ راہن کی ملک ہے بسبب اسکے پیدا ہونیکے راہن کی ملک سے وهو رهن مع الاصل تبعا له اور وہ اصل
مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہوکر بخلاف ما هو بدل عن المنفعة كالكسب والاجرة وكذا الهبة والصدقة فانها غير
داخلة في الرهن وتكون للراهن والاصل ان كل ما يتولد من عين الرهن يسري اليه حكم الرهن وما لا فلا بحر الفتاوى برخلاف
اوس بڑہوتی کے جو منفعت مرہون کا بدلا ہے چنانچہ کمائی اور مزدوری اور اسیطرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن مین داخل نہین اور وہ راہن کا مملوک ہے
قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے تو اوسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اوسکی طرف رہن کا حکم سرایت
نہیں کرتا فاذا هلك النماء المذكور هلك مجانا لانه لم يدخل تحت العقد مقصودا اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہوجاوے مرتہن کے پاس تو
بلا تاوان تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اوسکا تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن مین بالقصد داخل نہین بلکہ بالتبع داخل ہے واذا بقي النماء اي ولو
حكما بان اكل بالاذن فانه لا يسقط حصة ما اكل منه فيرجع به على الراهن كما اذا هلك الاصل بعد الاكل فانه يقسم
الدين على قيمتهما قهستاني كذا ذكره بقوله اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃً باقی نہو بلکہ حکماً باقی رہی اسطرح کہ کہایا جاوے راہن کے
اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہین ہوتا تو مرتہن اوسکو پہر لیگا راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہوجاوے کہانیکے بعد تو
دین قسمت کیا جائیگا دونون یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا في القهستاني چنانچہ مصنف نے اوسکو اپنے قول آیندہ مین ذکر کیا ہے هم زیلعی مین ہے کہ
اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کہانیکا اذن دیا سو اوسنے کہایا تو اوسپر ضمان نہین اور اوسکا دین کچھ ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو دین
مقسوم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر سو جسقدر اصل کو پہونچیگا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر زیادت ماکولہ کو پہونچیگا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف
زیادت کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اوسکو لیا اور تلف کیا کذا في الطحطاوي ملخصا بعد هلاك الاصل

فَكَّ بِحِصَّتِهِ مِنَ الدَّيْنِ لِاَنَّهُ صَارَ مَقْصُودًا بِالفِكَاكِ وَالتَّبَعُ يُقَابِلُهُ شَيْءٌ اِذَا كَانَ مَقْصُودًا يعنی جبکہ زیادت متولدہ باقی رہے بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کیجائیگی بقدر اوسکے حصے کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی خلاص کرنے کے سبب سے اور تابع کے مقابل چیز ہوجاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہوجاوے وَحِينَئِذٍ يُقْسَمُ الدَّيْنُ عَلٰى قِيمَتِهِ يَوْمَ الفِكَاكِ وَقِيمَةِ الاَصْلِ يَوْمَ القَبْضِ وَيَسْقُطُ مِنَ الدَّيْنِ حِصَّةُ الاَصْلِ وَفُكَّ النَّمَاءُ بِحِصَّتِهِ كَمَا لَوْ كَانَ الدَّيْنُ عَشَرَةً وَقِيمَةُ الاَصْلِ يَوْمَ القَبْضِ عَشَرَةً وَقِيمَةُ النَّمَاءِ يَوْمَ الفَكِّ خَمْسَةً فَثُلُثَا العَشَرَةِ حِصَّةُ الاَصْلِ فَيَسْقُطُ وَتَثْبُتُ العَشَرَةُ حِصَّةُ النَّمَاءِ فَيُفَكُّ بِهِ اور اسوقت مین دین قسمت کیا جائیگا زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص ہونے کے دن اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجائیگی بقدر اوسکے حصے کے چنانچہ اگر دین دس درم ہو اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس کی دو تہائیان یعنی چہہ کسر زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین درم سے زیادت مذکور فک رہن کیا جائیگا وَلَوْ اَذِنَ الرَّاهِنُ لِلْمُرْتَهِنِ فِي اَكْلِ الزَّوَائِدِ اَيْ اَكْلِ زَوَائِدِ الرَّهْنِ بِاَنْ قَالَ لَهُ مَهْمَا زَادَ فَكُلْهُ فَاَكَلَهَا ظَاهِرُهُ يَعُمُّ اَكْلَ ثَمَنِهَا وَبِهِ اَفْتَى المُصَنِّفُ قَالَ اِلَّا اَنْ يُوجَدَ نَقْلٌ مُخَصِّصٌ يُخَصِّصُ حَقِيقَةَ الاَكْلِ فَيُتَّبَعُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ اَيْ عَلَى المُرْتَهِنِ لِاَنَّهُ اَتْلَفَهُ بِاِذْنِ المَالِكِ اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کہانے مین اسطرح کہ راہن نے مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پہل یا حیوان کا دودہ تو اوسکو کہا سو مرتہن نے اوسکو کہایا تو مرتہن پر اوسکا تاوان نہین اسواسطے کہ اوسنے مالک کے اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بہی شامل ہے یعنی خواہ پہل یا دودہ کہاوے یا اوسکو بیچکر اوسکا ثمن کہاوے اور اسیکا فتوی دیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین مصنف نے کہا مگر یہہ کہ کتب فقہ مین کوئی نقل مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کردے تو اوسکا اتباع کیا جاوے یعنی تو درصورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا وَالاِطْلَاقُ يَجُوزُ تَعْلِيقُهُ بِالشَّرْطِ وَالخَطَرِ بِخِلَافِ التَّمْلِيكِ اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے برخلاف تملیک کے ہم یعنی جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہہ اباحت ہے تملیک نہین ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہہ قول معلق کہ جو چیز مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنی پہل یا دودہ اوسکو تو کہا درست اور جائز ہے وَلَا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنَ الدَّيْنِ اور ساقط نہوگا مرتہن کے دین سے کچہہ اباحت اکل سے قَالَ فِي الجَوَاهِرِ رَجُلٌ رَهَنَ دَارًا وَاَبَاحَ السُّكْنٰى لِلْمُرْتَهِنِ فَوَقَعَ بِسُكْنَاهُ خَلَلٌ وَخَرِبَ البَعْضُ لَا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنَ الدَّيْنِ لِاَنَّهُ لَمَّا اَبَاحَ لَهُ السُّكْنٰى اَخَذَ حُكْمَ العَارِيَةِ حَتّٰى لَوْ اَرَادَ مَنْعَهُ كَانَ لَهُ ذٰلِكَ جواہر الفتاوی مین کہا کہ ایکمرد نے گہر رہن رکہا اور مرتہن کو اوسکے اندر رہنا مباح کردیا سو اوسکے رہنے سے خلل پڑگیا اور کچہہ مکان ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچہہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کردیا تو مرہون نے عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اوسکا اختیار ہے ہم اسمین اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہین سو بعضے فقہا اسکو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ وہ سود اور بیاج ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہین چنانچہ زیلعی اور جواہر اور قنیہ اور خانیہ مین اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رهن شاةً فقال له الراهن كُلْ وَلَدَهَا وَاشْرَبْ لَبَنَهَا فلا ضمان عليه وكذا لو اذن له في ثمرة البستان فصار اكله كاكل الراهن ثم نقل عن التهذيب انه يكره للمرتهن ان ينتفع بالرهن وان اذن له الراهن قال المصنف وعليه يحمل ما عن محمد بن اسلم من انه لا يحل للمرتهن ذلك ولو بالاذن لانه ربوا قلت وتعليله يفيد انها تحريمية فتامل اور مضمرات مین ہے اور اگر بکری گرو رکہی سو مرتہن سے راہن نے کہا کہ اس بکری کا بچہ کہا اور اسکا دودہ پی تو مرتہن پر تاوان نہین اور اسیطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پہلو مین اذن دیا تو مرتہن کا کہانا راہن کے کہانے کی برابر ہوا پہر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اوسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہو مصنف نے شرح مین کہا اور اسی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن اسلم سے منقول ہے کہ مرتہن کو یہہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہہ بیاج ہے مین کہتا ہون اور تعلیل انکی

اسکے منع ہو کہ مقرر کراہت تحریمی ہے سوا اسمین تامل کرو۔ وان لم یفتک الراھن الرھن بل بقی عند المرتھن علی حالہ حتی ھلک الرھن
فی ید المرتھن قسم الدین علی قیمۃ النماء ای الزیادۃ التی اکلھا المرتھن وعلی قیمۃ الاصل فما اصابہ الاصل سقط وما اصاب
الزیادۃ اخذہ المرتھن من الراھن کما فی الھدایۃ والکافی والخانیہ وغیرھا اور اگر راہن نے مرہون نہیں چھوڑایا بلکہ مرہون بحال سابق
مرتہن کے پاس باقی رہا یہانتک کہ مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھ مین تو دین بانٹا جائیگا اوس زیادت کی قیمت پر جسکو مرتہن کہا گیا اور اصل مرہون کی
قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پونہچیگا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر دین زیادت کو پونہچیگا اوسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا مین
مذکور ہے ھم اخذ مرتہن کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا شرب مثلاً راہن کے اذن سے راہن کے شرب کی برابر ہے تو جیسے راہن کے استعمال سے سقوط دین نہین ہو
ویسے ہی مرتہن کے استعمال سے سقوط نہوا کذا فی الکفایہ وفی الجواھر الاصل ان الاتلاف باذن الراھن کالاتلاف الراھن بنفسہ للتسلیط
اور جواہر میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی تلف کرنیکی برابر ہے بسبب مسلط کردینے راہن کے وفیھا اباح للمرتھن نفعہ
ھل للمرتھن ان یوجرہ قال لا قیل فلو اجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ لمن قال للراھن قال کذا ان اجرہ بلا اذن وان باذنہ فللمالک
وبطل الرھن اور اسی کتاب مین ہے کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کردیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے یا نہین جواب دیا کہ درست نہین ہے
پہر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ مین دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اوسکی اجرت مرتہن کی ہے یا راہن کی ہو جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہو اگر
اوسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اوسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہو اور اسصورت مین رہن باطل ہوگا وفیھا رھن کرما وسلمہ
المرتھن ثم دفعہ للراھن لیسقیہ ویقوم بمصالحہ لا یبطل الرھن اور اسی کتاب مین ہے کہ باغ رہن رکہا اور مرتہن کو تسلیم کیا پہر مرتہن نے راہن کو
باغ دیا تا اوسکو سینچے اور اوسکے امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا دھن کرما واباح ثمرہ ثم باع الکرم فقبض المرتھن الثمن ان
ثمرہ حصل بعد البیع فللمشتری وان قبلہ فللراھن ان قضی دین المرتھن والا یکون رھنا ویجعل البیع رجوعا عن الاباحۃ فانھا
تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکہا اور اوسکا پہل مباح کردیا مرتہن کو پہر راہن نے باغ بیچڈالا سو مرتہن نے اوسکے ثمن پر قبضہ کیا اگر اوسکا پہل بیع سے بعد
حاصل ہوا تو مشتری کا پہل ہے اور اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہے بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کردیا ہو اور اگر دین ادا نہین کیا تو پہل رہن رہیگا
یعنے ثمن مقبوض کے ساتھ اور بیع رجوع عن الاباحۃ ٹھہرائی جاویگی اسواسطے کہ اباحت قابل ہے رجوع کے چنانچہ مذکور ہوچکا ھم برخلاف اوس صورت کے
کہ مرتہن پہل کہا گیا اسواسطے کہ اوستے مباح کو کہایا اور راہن رجوع کا مالک نہین کہا جانیکے بعد کذا فی الطحطاوی عن المنح وفیھا اذن للمرتھن ادض
الرھن ان ابیح لہ الانتفاع لا یجب شیئ وان لم یبح لزمہ نقصان الارض وضمان الماء لو من قناۃ مملوکۃ ملخصاً اور اوسی کتاب مین
ہے کہ مرتہن نے رہن کی زمین مین زراعت کی اگر اوسکے واسطے انتفاع مباح ہو تو کوئی چیز واجب نہین اور اگر انتفاع مباح نہین تو مرتہن پر زمین کا نقصان
اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو تو اوسکو یاد رکہنا چاہیے زرعھا الراھن او غرسھا باذن المرتھن ینبغی ان تبقی رھنا
ولا یبطل الرھن فتنبہ زمین مرہون مین راہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہے کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور
رہن باطل نہو جاوے تو خبردار رہنا ھم رہن باطل نہین مگر در حکم ضمان باطل ہے یعنے اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی
عن شرح الوہبانیۃ استحق الرھن لیس للمرتھن طلب غیرہ مکانہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہین کہ بجائے اوسکے اور چیز کو
طلب کرے رہن رکہنے کیواسطے استحق بعضہ ان شائعا بطل الرھن فیما بقی وان مفرزا بقی فیما بقی ویحبس بکل الدین لکن ھلاکہ بحصتہ
بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر متقسم ہے تو باقی مین بہی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہو تو باقی مین رہن
باقی رہیگا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا لیکن اوسکا تلف ہوجانا بقدر اوسکے حصہ کے ہوگا اجر دارہ لغیرہ ثم رھنھا منہ صح وبطلت
الاجارۃ اپنا گہر غیر شخص کو اجارہ دیا پہر اوسکو اوسی مستاجر کے پاس رہن رکہا تو رہن صحیح ہوا اور اجارہ باطل ہوگا ولو اذن لہ ان آجرہ من راھنہ

فاجارة باطلة اور اگر رہن کہا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے أبق الرهن وسقط الدين وكهلاكه فإن عاد سقط بحسابه نقصه لأن الإباق
عيب حدث فيه مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہو گیا اور اسکی ہلاک ہو جانے کی مانند ہے پس اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہو گیا بقدر اسکے نقصان کے اسلئے کہ بھاگنا
عیب ہے جو اوسمین اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزيادة الضمنية ذكر الزيادة القصدية فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے
فارغ ہوا تو اوسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزيادة في الرهن تصح اور زیادہ کر دینا مرہون مین صحیح ہے هم مثلا دس درم کا کپڑا
دس درم پر گرو رکہا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونون کپڑے دس درم پر رہن ہو گئے وتعتبر قيمتها يوم القبض أيضا اور زیادت کی
بھی قیمت یوم القبض معتبر ہو گی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفي الدين لا تصح خلافا للثاني اور دین مین زیادہ کرنا صحیح نہین
برخلاف ابو یوسف کے هم زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلا دس درم پر گرو رکہا پھر پانچ درم مرتہن سے لیکر وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن کہدیا
تو یہ صحیح نہین لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بعد استدانت کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالاجماع
جائز ہے کذا فی الطحطاوی والأصل أن الإلحاق بأصل العقد إنما يتصور إذا كانت الزيادة في معقود به أو عليه والزيادة في
الدين ليست منهما ودفعا عدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دینا اوسیوقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ مین مثلا ثمن مین یا
معقود علیہ مثلا مبیع مین ہو اور دین مین زیادہ کر دینا دونو قسم سے نہین ہے هم دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اوسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہے
کہ دین تو واجب تہا عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فإن رهن نسخ المتن والشرح بالفاء مع أنه نبه
في شرحه على أنه إنما عطفها بالواو لا بالفاء ليفيد أنها مسألة مستقلة لا فرع للأولى فتنبه عبدا بألف فدفع عبدا آخر قيمته
مكان الأول وقيمة كل من العبدين ألف فالأول رهن حتى يرده إلى الراهن والمرتهن في الآخر أمين حتى يجعله مكان الأول
بأن يرد الأول إلى الراهن فحينئذ يصير الثاني مضمونا اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکہا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجائے اول غلام کے
اور حالانکہ دونو غلامونکی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہن ہی جبتک مرتہن راہن کو دوسرا غلام پہیر دیوے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض مین امین ہے نہ
ضمین یہانتک کہ دوسرے کو بجای اول کے کرے اسطرح کہ اول غلام راہن کو پہیر دے تو اسوقت مین دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور
شرح کے نسخے متعدد بالفاء ہین باوجودیکہ مصنف نے اپنی شرح مین آگاہ کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسواسطے عطف بواو کیا نہ عطف بفا تاکہ ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جدا
ہے مسئلہ اولے پر متفرع نہین سو آگاہ رہو وإن أبرأ المرتهن الراهن عن الدين أو وهبه منه ثم هلك الرهن في يد المرتهن هلك بغير شيء
استحسانا لسقوط الدين إلا إذا أحدث من صاحبه منعا فيصير غاصبا بمنعه مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اوسکو دین ہبہ کر دیا پھر مرہون مرتہن
کے پاس ہلاک ہو گیا تو مفت ہلاک ہوا اور یہ استحسان کے سبب ہے بسبب ساقط ہو جانے دین کے مگر جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو غاصب بنجائیگا اب جو کچھ ضمین تھا
اگر اب تلف ہوگا تو مرتہن پر تمام قیمت لازم آویگی هم در صورت ابرا اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سو جب دین نہ
رہا تو ضمان بھی ساقط ہو گیا ولو قبض المرتهن دينه كله أو بعضه من راهنه أو غيره بتطوع أو شرى المرتهن بالدين عينا أو
صالح عنه أي عن دينه على شيء لأنه استيفاء أو أحال الراهن مرتهنه بدينه على آخر ثم هلك رهنه معه أي في يد المرتهن هلك بالدين
اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض دین راہن سے یا اوسکے غیر سے چنانچہ کسی احسان کرنیوالے سے قبض کیا یا مرتہن نے بعض دین کے کوئی چیز راہن سے خرید
کی یا راہن کے ساتھ کسی شیء پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہے نہ اسقاط یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہو گیا
مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا هم وجہ فرق ابرا اور استیفا مین یہ ہے کہ ابرا سے اصل دین ساقط ہو جاتا ہے اور استیفا سے نفس دین ساقط نہین ہوتا
اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قضاء دیون بامثالہا ہے لا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہو گیا تو استیفاء اول یعنی استیفاء بقبض مرہون ثابت ہو گیا اور
استیفاء ثانی یعنی استیفاء حقیقی منتقض ہو گیا کذا فی الہدایۃ والزیلعی والدرر ملخصا ورد ما قبض إلى من أدى في صورة إيفاء راهن أو

متقوم بیع او شراء او صلح اور مرتہن سپرد دیوے ول جو اوسنے لیا اوسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینو کیصورت مین یا مقربہ یا صلح کیصورت مین یعنی اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اوسکو سپرد دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اوسکو سپرد دے اسیطرح مقر دیا و مصلح مین سپرد دینا واجب ہے تاکہ استیفا مکرر نہو یا و بطلت الحوالۃ وهلاک الرهن بالدین لانه فی معنی الابراء بطریق الاداء هدایہ اور حوالہ باطل ہوگیا یعنی مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہین کرسکتا اور باو ہو و بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا سواسلئے کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا کے ہے کذا فی الہدایہ ھم یہہ جواب اس سوال کا ہے کہ عقد حوالہ مین دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف منتقل ہو گیا تو اب کون وجہ ہے کہ مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ بمعنی ابرا کے ہے تو لائق یون تہا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا ملا اسکا جواب یہہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہے لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے گویا مرتہن کا دین خود ادا کر دیا کذا فی الطحطاوی یعنی لتعقد و مفادہ عدم بطلان الصلح وان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرهن ولا فینبغی ان لا تبطل الحوالۃ فی قدر الزیادۃ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہیں ہے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یون ہے کہ حوالہ باطل ہو زیادت کی مقدار مین کذا فی القہستانی و کذا ای کما یہلک الرهن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یہلک به ایضا لو تصادقا علی ان لا دین علیه ثم هلک الرهن بالدین لتوهم وجوب الدین لتصادقهما علی قیامه فتکون المطالبۃ به باقیۃ بخلاف الابراء فانه یسقط الدین اصلا اور اسیطرح یعنی جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہے استیفا کیصورت مذکورہ مین اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اسصورت مین بھی کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہین ہے پہر مرہون تلف ہوگیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب سے بتصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہے کہ دونون باتفاق کرین اور قیام دین پر اتفاق کرین تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا برخلاف ابرا کے وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہے یعنی اوسمین وجوب دین کا توہم بھی باقی نہین رہتا ہے ھم تصادق نفی دین کیصورت مین توہم وجوب دین متصور ہے اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے برخلاف ابرا کہ اوسمین توہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی الہدایہ و شروحہا کل حکم عرف فی الرهن الصحیح فهو الحکم فی الرهن الفاسد کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح مین معروف اور معلوم ہے سو وہی حکم رہن فاسد مین ثابت ہے کذا فی العمادیۃ قال وذکر الکرخی ان المقبوض بحکم الرهن الفاسد یتعلق به الضمان عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اوس سے تاوان متعلق ہے ھم طحطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کذا و تاوان اوس سے اصلا متعلق نہین واللہ اعلم وفیها ایضا وفی کل موضع کان الرهن مالا والمقابل به مضمونا الا انه فقد بعض شرائط الجواز کرهن المشاع ینعقد الرهن لوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد من البیوع اور یہہ بھی عمادیہ مین ہے اور جس مکان مین مرہون مال ہو اور اوسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہہ کہ شرائط جواز سے بعض شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رہن تو عقد رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہوگا بیع فاسد کی مانند وفی کل موضع لم یکن الرهن کذلک ای لم یکن مالا ولم یکن المقابل به مضمونا لا ینعقد الرهن اصلا اور جس مقام مین مرہون ایسا نہو یعنی مال نہو جیسا کہ خون یا مردار یا آزاد ہو اور مقابل بھی مال مضمون نہو جیسا کہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہوگا ھم اسکو رہن باطل کہتے ہین وحینئذ فاذا هلک تهلک بغیر شیء بخلاف الفاسد فانه یهلک بالاقل من قیمته ومن الدین اور اسوقت مین یعنی جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ٹھہرا تو جب کہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگا تو رایگان تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد مین جبکہ مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس تو کمتر مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی قیمت مرہون کی اگر کمتر ہے دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو دین لازم ہوگا ومن مات وله غرماء فالمرتهن احق به کما فی الرهن الصحیح اور رہن فاسد کا حکم یہ ہے کہ راہن مر گیا اور اوسکے چند قرضخواہ ہیں تو مرتہن زیادہ تر حقدار ہے مرہون کا جیسے رہن صحیح مین مرتہن احق ہے قولہ ۶ بسئلہ لحقہ شارح کا یہ قول یحق الرهن

باطل كما حررناه فى العارية معزيًا للوهبانية ایک مرہون کا بلا فک رہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہے چنانچہ ہمنے اسکی کتاب العاریۃ مین تحریر کی ہے وہبانیہ سے منقول کر کے ھم رہن کا رہن باطل ہے خواہ راہن رہن کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکہیگا تو باطل نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی معايا نها قال ے واى رهين لا يرام انفكاكه + ومجنية لومات بالموت يشطر اور وہبانیہ کی پہیلیو نمین کہا ہی اور کون مرہون ہے جسکا انفکاک مطلوب نہین یعنی اوسکا خلاص ہونا ممکن نہین اور کون قابل ہے جسکا مقتول اگر مرجاے تو موت سے اوسکی دیت نصف ہوجاتی ہے ھم سوال اول کا جواب یہہ ہے کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہے حق تعالی نے فرمایا ۔ كل نفس بما كسبت رهينة یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ مراد ختنہ کرنیوالا ہے جسنے صغیر کا حشفہ قطع کرڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مرگیا تو اسپر نصف دیت واجب ہو اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب +

كتاب الجنايات

یہہ کتاب ہی جنایات کے مسائل مین مناسبته ان الرهن لصيانة المال وحكم الجناية لصيانة الانفس والمال وسيلة للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الرہن سے یہہ ہے کہ رہن شروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانون کے محفوظ رہنے کے لئے اور مال وسیلہ ہی جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہو ذی الوسیلہ پر ھم مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہی تا نفوس محفوظ رہین اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اوسکی خوبیان وہین جو حدود کی خوبیان ہین اور سبب بہی اوسکا وہی ہی جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہہ ہے کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجناية لغة اسم لما يكتسب من الشر پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ جنایت لغت عرب مین بری کام کرنیکا نام ہی ھم جنایت مصدر ہی جمع اوسکی جنایات ہی حیند مصدر کی جمع نہین آتی لیکن یہان مصدر بمعنی اسم مفعول ہے لہذا جمع لایا اوسکا درست ہوا وشرعا اسم لفعل محرم حل بمال او نفس وخص الفقهاء الغصب والسرقة بما حل بمال والجناية بما حل بنفس واطراف اور شرع مین جنایت اوس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان مین واقع ہو تو اس تعریف مین چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہین لیکن فقیہون نے اپنی اصطلاح مین غصب اور سرقہ خاص کرلیا ہی اوس فعل حرام کے ساتھہ جو مال مین واقع ہو اور جنایت خاص کرلی ہی اوس فعل ممنوع کے ساتھہ جو جان اور اطراف یعنے ہاتھہ پاؤن ناک کان آنکہہ مین واقع ہو ھم جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہین اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہین قتل عبارت ہے اوس فعل سے جو عبد کیطرف مضاف ہو اور زندگی اوسکے سبب سے زائل ہوجاے اور زوال حیات بلا فعل عبد مسمی بموت ہی کذا فی الزیلعی والمعنی القتل الذی يتعلق به الاحكام الاتية من قود ودية وكفارة واثم وحرمان ارث خمسة والا فانواعه كثيرة كرجم وصلب وقتل حربي وہ قتل جس سے احکام آیندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہی پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہین چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا ھم یعنی حصر قتل کا اقسام خمسہ مین باعتبار تعلق احکام آیندہ کے ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہان مقصود نہین اقسام خمسہ یہہ ہین قتل عمد شبہ عمد خطا جاری مجرای خطا قتل بالسبب الاول عمد وهو ان يتعمد ضربه اى ضرب الادمى فى اى موضع من جسده بالة تفرق الاجزاء مثل سلاح ومثقل من حديد جوهرة ومحدد من خشب وحجر وليطة فى مقتل برهان وليطة وقوله ونار عطف على محدد لانها تشق الجلد وتعمل عمل الذكوة حتى لو وضعت فى المذبح فاحرقت العروق اكل يعنى ان سال بها الدم والا لا كما فى الكفاية قسم اول قتل عمد وہ یہہ ہی کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جاے کسی مقام مین اوسکو بدن سے بواسطہ اوس ہتہیار کے جو اوسکے اجزا کو پہاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بہاری وزنی چیز لوہے کی کذا فی الجوہرہ یا تصد ضرب ہو بسبب نوکدار یا دہار والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتہر اور سونٹی محل قتل مین کذا فی البرہان اور چنانچہ بانس یا نرقل کا تیز چہلکا یا قصد قتل ہو آگ سے اسواسطے کہ آگ بہی کہال کو پہاڑ دیتی ہی اور ذبح کا عمل کرتی ہی تو اگر آگ کو محل ذبح مین رکہہ دے سو وہ رگونکو جلادے

تو نہ بیجھ ہکوا ہو گا یعنی اگر آگ کی جلاسے خون نہ نکلے اور اگر خون نہ بہے تو کہا تا وسکا درست نہیں کذا فی الکفایۃ ** قال ابو اللیث قتل عمد یہ ہے کہ عمداً ویسے جسمیں بقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرای سلاح سے تفریق اجزا میں کذا فی اکثر المتون شرح طحاوی میں ہے کما قتل عمد وہ ہے جسمیں قصداً قتل ہو لوہے سے چنانچہ چھری اور تلوار سے یا جو چیز لوہے کی مانند ہو خواہ اوسمیں حدت ہو کہ پھاڑ دے یا حدت نہو لیکن گھونسا دینے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی باٹ یا قتل نیزے یا سوئی سے کہ چکر ہو بشرطیکہ گوشت کے مقام پر واقع ہو خواہ تھا لیا دس سے ہلاکی ہو یا سخت ہو بشرطیکہ لوہا آماس میں منصوص ہے چنانچہ لا قود الا بالسیف وفی روایۃ لا قود الا بالسلاح وفی روایۃ لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ حدت معتبر ہے اسیطرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا خواہ قتل چیر پھاڑ کے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہیں تو اگر وہ ایسا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہیں تو عمد نہیں چنانچہ آگ سے جلانا عمد ہے اور اسیطرح جس چیز میں حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیر پھاڑ دے یا نہیں گھسیا ہو چنانچہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزیں تلوار کی مانند عمل کرتی ہیں تو یہ قتل عمد ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے کہ لوہے میں اور جو لوہے کے مشابہ ہے ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ قصاص جب واجب ہوتے ہیں زخم ہونا شرط نہیں اور طحاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہیں انتہی تو بموجب ظاہر الروایۃ کے مہ دوق کی گولی کے قتل کرنے میں بلاشک قصاص واجب ہو اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہو کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل میں دو قول ہیں ایک وجوب قصاص کا جو بیان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلا قصاص نہیں ہے کیونکہ عادت میں اوس سے قتل کرنا متصور نہیں ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا فی الطحطاوی ** مترجم فتاوی قاضی خان میں اسمین عدم قصاص مذکور ہے واللہ اعلم قلت وفی شرح الوھبانیۃ کل مابہ الذکاۃ بہ القود والا فلا انتہی میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہو تو اوس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہیں تو قصاص نہیں انتہی وفی البرھان وفی حل بید غیر محدد کالصنجۃ روایتان اظہرھما انہ عمد اور برہان میں ہے اور لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسی ترازو کا باٹ اوسمیں دو روایتیں ہیں دونوں میں ظاہر تر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے وفی المجتبی واحماء التنور یکفی للقود وان لم یکن فیہ نار اور مجتبی میں ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کیواسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اوسمیں آگ موجود نہو ** منح الغفار میں ہے کہ ایک شخص نے تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اوسمیں گرا دیا یا ایسی جلتی آگ میں ڈال دیا کہ اوسمیں سے نکل نہیں سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ سلاح کے خانیہ میں ہے خواہ وہ شخص اوسیدن مر گیا یا صاحب فراش رہے مرنے دم تک اور اگر چلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہیں وفی معین المفتی للمصنف لا بد اذا اصاب المقتل ففیہ القود والا فلا فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب میں ہے کہ سوئی جب محل قتل میں لگجا ہو تو اوسمیں قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے سوئی کے قتل سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وقالا ان الثالثۃ ضربہ قصدا بما لا تطیقہ البنیۃ کحجر عظیم عمد اور صاحبین اور تینوں اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اوس چیز سے جسکے ضرب اوٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہیں چنانچہ بڑا پتھر تو قتل عمد ہے ** امام کے نزدیک یہ قتل عمد نہیں بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا وموجبہ الاثم فان حرمتہ اشد من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر لمجازۃ المکرہ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اوسکا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے زبان سے اسواسطے کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکرہ کو بھی درست نہیں ** حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم الآیہ یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اوسکا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل عمد میں نصیحت کیواسطے کافی ہے اور احادیث تو اسمیں بہت ثابت ہیں از انجملہ ترمذی اور نسائی میں عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عنداللہ آسان تر ہے مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو منہ کے بل آگ میں ڈالدے اور نسائی میں ہے ہر گناہ یعنی مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر ادہی بات سے اعانت کریگا تو وہ قیامت کے دن آوئیگا اور اوسکی دونون آنکہون کے بیچ مین لکہا ہوگا کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت محمدی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من قتل النفس بغیر حق آمین وموجبہ القود عینًا اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے بلا لزوم مال ہم امام شافعی کے نزدیک قتل عمد مین قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کا قصاص اور خونبہا لینے مین مختار ہے اور ہماری دلیل یہہ آیت ہے (کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى) یعنے تمپر قصاص لکہا گیا مقتولین مین اور جو خدا نے اپنے عباد پر لکہا وہ فرض ہے اور اس آیت مین قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا مین دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً الآیہ) اور بدلیل حدیث عبداللہ بن عباس کے جو مسند ابن ابی شیبہ مین مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہہ کہ ولی مقتول کا معاف کردے علما نے تصریح کی ہے کہ یہہ حدیث مشہور ہے پہر جبکہ خبر واحد مجمل قرآن کی مبین ہوسکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر مین مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولی مجمل قرآن کا بیان ہو سکیگی خلاصہ یہہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص مین قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہین لیکن حدیث مشہور اوسکی مخصص واقع ہوگئی تو اطلاق آیت کا باقی نرہا بمنزلہ مجمل کے ہوگئی تو حدیث مذکور کاشف اجمال ہوگئی واللہ اعلم فلا یصیر مالا الا بالتراضی فیصح صلحا ولو بمثل الدیۃ او اکثر ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد مین قصاص متعین ٹہہرا تو وہ مال نہوجاویگا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کی دیت کے برابر ہو یا زیادہ تر چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے ہم اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تہوڑا ہو یا بہت دیت کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا موجل کذا فی الجوہرۃ لا الکفارۃ لانہ کبیرۃ محضۃ وفی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا یناط بہا موجب اوسکا قصاص ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ مین عبادت کے معنی ہین تو عمد مربوط بکفارہ نہوگا قلت لکن فی الخانیۃ لو قتل مملوکہ او ولدہ المملوک لغیرہ عمدا کان علیہ الکفارۃ مین کہتا ہون لیکن خانیہ مین ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اوس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عمدا قتل کرے تو اسپر کفارہ واجب ہے والثانی شبہہ وہو ان یقصد ضربہ بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء ولو بحجر وخشب کبیرین عندہ خلافا لغیرہ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنی مشابہ عمد کے وہ یہہ ہے کہ مقتول کے مارنیکا قصد کیا جاے سواے اوس چیز سے جو قتل عمد مین مذکور ہوچکا یعنی اوس چیز سے جو تفریق اجزاء بدن نکرے اگرچہ بڑا پتہر اور بڑا لکڑا ہو یہہ امام کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہہ عمد مین داخل ہے ہم شبہ عمد وہ ہے جسمین تعمد ضرب ہو اوس چیز سے جو سلاح نہین اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اوس سے غالبا ہلاک ہو چنانچہ سنگ عظیم اور عصاے کبیر اور موگرا ہو یا ہلاکت غالبا نہو چنانچہ عصاے صغیر اسکو شبہ عمد اسلئے کہا کہ یہہ خطا مشابہ عمد کی ہے کیونکہ یہہ بمعنی عمد کی ہین اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنیکا قصد کیا اور یہہ خطا کی بہی معنی ہین اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہین ہوتا اسنظر سے کہ اوسنے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اوسکے آلہ خاص سے تو یہہ خطا مشابہ عمد ہوگئی کذا فی العینی وموجبہ الاثم والکفارۃ ودیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ سیجی تفسیر ذلک اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات مین آویگی ہم شبہ عمد مین قتل کا گناہ ہے بیتحقیق تعمد ضرب کے سبب سے اور کفارہ ہے اسواسطے کہ وہ خطا ہے آلہ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے سے جنمین ۲۵ یکسالہ ہون اور ۲۵ دوسالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چہار سالہ لا القود لشبہہ بالخطاء نظرا الی الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ اختیار نہ قصاص یعنے شبہ عمد مین قصاص واجب نہین بسبب اوسکو مشابہ ہونیکے قتل خطا سے بنظر آلہ قتل کے مگر یہہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اوسکا قتل سیاست کی راہ سے جائز ہے کذا فی الاختیار وہو ای شبہ العمد فیما دون النفس من الاطراف عمد موجب للقصاص فلیس فیما دون النفس شبہ عمد اور شبہ عمد جان کے سواے آدمی کی اطراف مین عمد ہے قصاص کا موجب تو جان کے سواے مین شبہ عمد نہین بلکہ عمد ہے ہم یعنی اتلاف نفس باختلاف آلہ مختلف ہوتا ہے اور ماوراے نفس مختلف نہین ہوتا مثلا عصاے کبیر قتل نفس کا آلہ نہین اور ہاتہہ یا پانون کے

توڑنے کا البتہ آلہ سے تو عصا وغیرہ سے اگر ہاتھ پاؤں تلف ہوگا تو اوسمین کفارہ اور دیت نہین بلکہ قصاص ہی واجب ہو یعنی فاعل کا بھی ہاتھ
پاؤں توڑا جاویگا والثالث خطأ وھو نوعان لانہ اما خطأ فی ظن الفاعل کان یرمی شخصا ظنہ صیدا او حربیا او مرتدا فاذا
ھو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اوسکی دو قسمین ہین اسواسطے کہ یا خطا اور چوک ہوگئی فاعل کے گمان مین چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک
شخص کو شکار یا کافر حربی یا مرتد جانکر سو وہ تو ناگہان مسلمان نکلا او خطأ فی نفس الفعل کان یرمی غرضا او صیدا فاصاب آدمیا
او یرمی غرضا فاصابہ ثم رجع عنہ او تجاوز عنہ ما وراءہ فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غیرہ او اراد یدرجل فاصاب عنق
غیرہ ولو عنقہ فعمد قطعا او اراد رجلا فضرب حائطا فرجع السہم فاصاب الرجل فھو خطأ لانہ اخطأ فی اصابتہ
الحائط ورجوعہ سبب آخر والحکم یضاف الی آخر سببیہ ابن کمال عن المحیط یا خطا واقع ہو نفس فعل مین چنانچہ تیر مارا نشانہ
یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اوسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا سو کسی مرد کو جالگا یا فاعل نے ایک مرد کے مارنیکا
قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کے ہاتھ پر مارنے کا سو اوسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ
قتل عمد ہے یقینا یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار مین لگا پھر تیر وہان سے پلٹا سو دوسرے مرد کو لگ گیا تو یہہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے
کہ تیر انداز دیوار کے لگانے مین چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف اور منسوب ہوتا ہی پچھلے سبب کیطرف چنانچہ ابن کمال
نے اسکو نقل کیا ہے محیط سے قال وکذا لو سقط من یدہ خشبۃ او لبنۃ فقتل رجلا یتحقق الخطأ فی الفعل ولا قصد فیہ فکلام
صدر الشریعۃ فیہ ما فیہ ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اوسکے صدمہ سے کوئی مرد قتل ہوجاوے تو اسصورت
مین خطا فی الفعل ثابت ہی اور حالانکہ فاعل کا اسمین مطلقا قصد نہین ہے تو صدر الشریعۃ کے کلام مین وہ خلل ہے جو اوسمین ہے صدر الشریعۃ نے
شرح وقایہ مین کہا کہ خطا فی الفعل یہہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سوا اوس سے دوسرا فعل صادر ہوجاوے چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کرکے اوس شخص کے لگجاوے
انتہی حاصل کلام یہہ اس کلام مین قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل مین لازم نہین چنانچہ لکڑی اور اینٹ کی چھوٹ پڑنے کیصورت مذکورہ مین خطا
فی الفعل ثابت ہی اور اوسمین مطلقا قصد نہین لیکن عنقریب آویگا کہ یہہ جاری مجرای خطا کیصورت ہی نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی
الوھبانیۃ ۔ وقاصد شخص ان اصاب خلافہ ۔ فذا الخطأ والقتل فیہ معذر ۔ اور وہبانیہ مین ہے اور قصد کرنیوالا ایک شخص کا اگر
اوسکا تیر خلاف اوسکے دوسرے شخص کو لگجاوے تو یہہ قتل خطا ہی اور اسمین قاتل کا قتل اندر قصاص کے متعذر ہے ۔ وقاصد شخص حالۃ النوم ان
یمت ۔ فیقتص ان لا نقص دما منہ ینھر ۔ اور قصد کرنیوالا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم مین اگر وہ مرجاوے تو قاتل سے قصاص لیا جاوے اگر اوسکا
خون سائل باقی رہے یعنی اگر مقتول کا خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ والرابع ما جری مجراہ مجری الخطأ
کنائم انقلب علی رجل فقتلہ لانہ معذور کالمخطئ اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرای خطا کے ہے یعنی خطا نہین بمنزلہ خطا کے ہی جیسے
سونیوالا منقلب ہوجاوے کسی مرد پر سو اوسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونیوالا معذور ہی خطا کرنیوالے کی برابر ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ کوئی شخص بلند
چھوترے یا بلند تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہی سو کروٹ بدلنے مین اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مرگیا کچلکر تو نائم معذور ہے خاطی کی مانند تو یہہ
قتل خطا نہین بلکہ بمنزلہ خطا کے ہی طحطاوی مین عالمگیری عن المحیط سے منقول ہی جاری مجرای خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مرگیا
یا اوسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اور دوسرا آدمی اوسکے صدمہ سے مرگیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا
اور زیلعی مین ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اسواسطے کہ یہہ حقیقت مین خطا نہین اسواسطے کہ نائم کا کچھ قصد ہی نہین کہ وہ اپنے مقصود کا مخطی ٹھہرے
تو نیند قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرا کیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی ما فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعۃ کیطرف صریح خطا ہے ق
بموجبہ ای موجب ھذا النوع من الفعل وھو الخطأ وما جری مجراہ الکفارۃ والدیۃ علی العاقلۃ والاثم دون اثم القتل اذ

شَائعٌ الكفارةَ بُوْذِنُ بِالاثم لِتَركهِ العزيمةَ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور قتل بمنزلۂ خطا کا موجب کفارہ ہو اور دیت قاتل کی مددگار اور گناہ کمتر گناہ قتل سے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے **ش** اسصورتین قتل کا گناہ نہین بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہی کیونکہ اسنے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہو گیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہین مگر بشرط عدم ایذا پہر جب دوسرے کی موت ہوئی تو اوسنے احتیاط ترک کی لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ بمعنی پوشندہ ہی اور پوشش نہین بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی والخامسُ قتلٌ بسببٍ كحافرِ بئرٍ وواضعِ حجرٍ في غيرِ ملكهِ بغيرِ اذنٍ من السلطانِ ابن كمال اور پانچوین قسم قتل بسبب ہے جیسے کنوان کہودنیوالا اور پتہر رکہنے والا غیر کے ملک مین بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی **ش** غیر ملک حفر اور وضع دونون کی قید چنانچہ درر مین ہے تو اگر اپنے ملک مین کنوان کہودے یا پتہر رکہے گا تو اوسکی طرف سے تعدی ثابت نہوگی تو دیت اور کفارہ بہی نہوگا کذا فی الطحطاوی وكذا اذا وضع خشبةً على قارعةِ الطريقِ ونحوِ ذلك الا اذا مشى على البئرِ ونحوِه بعدَ علمِه بالحفرِ ونحوِه درر اور اسیطرح قاتل بسبب ہے رکہنے والا لکڑی کا شارع عام مین اور مانند اسکی جو تلف ہو جانیکا سبب ہو چنانچہ اینٹونکا ڈہیر کر دینا راہ مین مگر جبکہ کوئی شخص کوئین وغیرہ پر چلا کہودنا وغیرہ جان بوجہکر کذا فی الدرر **ش** اسواسطے کہ جان بوجہ کرنا خود اپنی جان کو ہلاک کرنا ہی کذا فی الجوہرۃ وموجبُه الديةُ على العاقلةِ اور قتل بسبب کا موجب دیت ہی فاعل کے مددگارونپر **ش** کنوان کہودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کہودنیوالا متعدی ہے اسمین تو بمنزلہ دافع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کیواسطے لا الكفارةُ ولا اثمُ القتلِ بل اثمُ الحفرِ والوضعِ في غيرِ ملكهِ درر اس قتل کا موجب کفارہ نہین اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک مین کنوان کہودنے اور پتہر وغیرہ رکہنے کا البتہ گناہ ثابت ہی کذا فی الدرر وكلُّ ذلكَ يُوجِبُ حرمانَ الارثِ لو الجاني مكلفًا ابن كمال اور قتل کی جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کی موجب ہین یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اوسکی میراث قاتل نپاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال **ش** یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ مین مصرح ہی الا هذا اي القتلَ بسببٍ لعدمِ قتلِه جميع اقسام قتل کی حرمان قاتل کی موجب ہین سوائے اس قسم کے یعنی قتل بسبب مین قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اوسکی عدم قتل کے سبب سے **ش** یعنی قتل بسبب مین بوجہ مباشرت قتل نہین جو موجب حرمان ہو اسواسطے کہ مباشرت عبارت ہی اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتہ سو یہان موجود نہین بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشر کے ساتہ خلاف اصل اوسکو اسواسطے ملحق کیا ہی تاکہ خون اکارت نجاوے کذا فی الحموی والحقَه الشافعيُّ بالخطاِ في احكامِه اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتہ ملحق کیا ہے اوسکے جمیع احکام مین واللہ اعلم

فصلٌ فيما يوجبُ القودَ وما لا يوجبُه

یہ فصل مخصوص قتل کے بیان مین جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہین يجبُ القودُ اي القصاصُ بقتلِ كلِّ محقونِ الدمِ بالنظرِ لقاتلِه درر وسيتضح عند قوله ولو قتلَ القاتلُ اجنبيٌّ على التابيدِ عمدًا واجب ہے قود یعنے قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمدًا قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اوسکے قاتل کے خون اوسکا محفوظ ہو کذا فی الدرر اور اسکا مطلب اسی فصل مین ماتن کے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبيٌّ واضح ہوگا **ش** یعنی جو مقتول کہ نظر بقاتل دائمًا محفوظ الدم ہو یعنی اوسکی خونریزی قاتل کو کبہی مباح نہین تو اوسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اوسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید مستامن سے احتراز ہوا یعنی اوسکا خون تا قیام دار الاسلام محفوظ ہی نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس مین قصاص کی تفسیر قود کی ہی لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے ساتہ وہ فعل کیا جاوے جو اوسنے مفعول کے ساتہ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اسصورتین تفسیر قود کی قصاص کے ساتہ تفسیر بالاعم ہے وهو المسلمُ والذمي اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہین سو جو انکو عمدًا قتل کریگا وہ انکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمدًا قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہین حالانکہ تعریف مذکور مین وہ داخل ہے جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ عموم [illegible]

تو قواعد کے تحت مین داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو تبھا اور واجب تھا اصل مین پھر منقلب بمال ہوگیا اسواسطے کہ اب وہ مشتبہ ہو قصاص کے مال ہوگا
اور اسیطرح عبد وقف کے قتل عمد مین قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی العمادیہ
لا المستأمن والحربی مستامن اور حربی یعنی انکے قتل عمد سے قصاص واجب نہین مستامن تو اسوجہ سے کہ اوسکا دم دائما محفوظ نہین اور
حربی تو مطلقا مباح الدم ہے ویشترط ان یکون القاتل مکلفا لما تقرر انه لیس لصبی ومجنون عمد مقتول مذکور کے قتل عمد مین قصاص واجب ہو
بشرطیکہ قاتل اوسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ صغیر اور مجنون کیواسطے عمد نہین فی البزازیة حکم علیه بقود فجن قبل دفعه
للولی انقلب دیة بزازیہ میں ہے قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہوگیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت
ہوجاویگا یعنی پہلے قاتل عاقل تھا پھر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی المنح قتل من
یجن ویفیق قتل فی افاقته قتل کیا اوس قاتل نے جو کبھی دیوانہ ہوجاتا ہو اور کبھی اوسکو افاقہ ہوتا ہو تو حالت افاقہ مین مارا جاویگا
فان جن بعده ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہوگیا بعد اوسکے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا
لیکن بطریق استحسان دیت اوسکے مال مین واجب ہوگی کذا فی العالمگیریہ اور اگر جنون دائمی نہیں تو قتل ہوگا قتل صبیا متولاه لا روایة فیه
وقال ابو جعفر یقتل غلام نے اپنے میاں کو قتل کیا تو اسمین کچھ روایت نہین امام اور صاحبین سے اور ابو جعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا
قتل عبد الوقف عمدا لا قود فیه کسی نے وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنی براعات مصلحت وقف تو قاتل سے اوسکی قیمت لیجاوے
اور دوسرا غلام وقف کیواسطے خریدا جاوے قتل ختنه عمدا وبنته فی نکاحه سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمدا قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی
بیٹی مقتول کے نکاح مین ہے تو قصاص ساقط ہوگا ھ اسواسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر خانیہ مین ہے کہ اگر مقتول کے وارثون مین
قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی وبشرط انتفاء الشبهة کولاد او ملک او اعم کقوله فتلنی
فقتله بینهما کما سیجیء اور قتل عمد میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول مین قصاص ٹلجانیکا شبہہ نہو جیسے ولادت یا ملک ہونا یا کوئی اور امر
ولادت اور ملک سے عام تر جیسے مقتول کا یون کہنا قاتل سے کہ تو مجکو قتل کر سو قاتل نے اوسکو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آویگی
فیقتل الحر بالحر وبالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سوا غلام وقف کے
چنانچہ مذکور ہوچکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے مین قصاص واجب نہین بلکہ اوسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے برخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ اونکے اور
امام مالک اور احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اوسکی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ھ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید
میں الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فرمایا ہے یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہہ مقابلہ اسکا مقتضی
ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا جاوے اسواسطے کہ بنا قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد مین برابری نہین اسکا جواب شارح دیتے ہیں ولنا
اطلاق قوله تعالی النفس بالنفس فانه ناسخ لقوله تعالی الحر بالحر الآیة کما رواه السیوطی فی الدر المنثور عن النحاس عن ابن
عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اسمین آزاد اور غلام کی قید نہین تو یہہ آیت الحر بالحر کی آیت
کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور مین نسخ کو نحاس محدث سے ابن عباس سے نقل کیا ہے ھ منجملہ دلائل حنفیہ کے عموم ہے اس آیت کا
کتب علیکم القصاص فی القتلی یعنی مقتولین مین تم پر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام از انجملہ قوله تعالی (ومن قتل مظلوما
فقد جعلنا لولیه سلطانا) لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کریگا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی ان التخصیص بالذکر
فلا ینفی ما عداه کیف ولو دل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل به علاوہ نسخ سے یہہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کرنا
ہے اور تخصیص بالذکر ماسوا مذکور کے نفی نہین کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہین ہوتی ہے کیونکر ہو حالانکہ اگر تخصیص

باعدا کی نفی پر دلالت کرتی تو بیہ واجب ہوتا کہ مرد بعوض عورت کے مارا نجاتا اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں هم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگونکا
رد قول منظور ہی جو مقتول کے بدلے غیر قاتل کے قتل کرنیکا ارادہ رکہنے تہے سو ہوتا تہا کہ ابن عباس سے مروی ہی کہ عرب کے دو گروہ مین اگر قتال ہو جاتا اور
ایک گروہ دوسرے گروہ پر بعوض فضیلت رکہتا تو مدعی فضیلت یون کہتا کہ ہم راضی نہونگے جبتک کہ عورت کے بدلے دو مرد نہ مارین اور اپنے غلام کے بدلے
انکا آزاد نہ ماریں حق تعالی نے انکے رد مین بیہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے
کذا فی العینی اور بیہ واجب بین القاتل والمقتول کا جواب ہے کہ قصاص مین عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہو تی ہی دین اور
قیام دارالاسلام سے تو دین اور قیام دارالاسلام مین آزاد اور غلام دونو برابر ہین قیل وَلَا الحُرِّ بالعَبْدِ وَرَدَّ بِدُخُولِهِ بالاَولیٰ کہا گیا ہی بیہ مذہب
شافعی کی استشکال ہی کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو بیہ واجب ہوتا کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاتا اور بیہ اشکال رد کیا گیا ہی اوسکی داخل ہونیسے
بطریق اولے کے هم شارح کی اس عبارت مین کچہہ تحریر اور تحقیق نہین شارح نے عبارت منح الغفار کے نقل کرنیکا ارادہ کیا سو اوسکا قلم بہوت چل گیا یون کہنا
حق تہا قیل ولا العبد بالحر اور بیہ عطف ہی اُن لا یقتل الذکر بالانثے پر کذا فی الطحطاوی مختصر العینی بیہہ جو بعض شارحین نے امام شافعی کے مذہب پر اشکال کیا
ہی کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو بیہ واجب تہا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نجاتا بدلیل قولہ تعالی وَالعَبْدُ بِالعَبْدِ سو معترض کا کلام مندفع ہی اسوجہ
سے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد کے بدلے بطریق اولی مقتول ہوگا اور مزید تفصیل اسکی منح الغفار کی عبارت مین ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے
ولابن الفتح البُستی نظماً ؎ خُذُوا بِدَمِی هٰذا الغَزَالَ فَاِنَّهُ ۔ رَمَانِی بِسَہْمَی مُقْلَتَیْہِ عَلیٰ عَمَدٍ ۔ وَلَا تَقْتُلُوہُ اِنَّنِی اَنَا عَبْدُہُ ؛
وَلَمْ اَرَ حُرّاً قَطُّ یُقْتَلُ بِالعَبْدِ اور مناسب مقام ابو الفتح بستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہی کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اس غزال کو کہ اوسنے اپنی دونو
گوشہ چشم کے دو تیرون سے مجکو قتل کیا ہے ولیکن اوسکو قتل نکیجیو اسواسطے کہ مین اوسکا غلام ہون اور مین نے کبہی نہین دیکہا کہ آزاد مارا جاوے بدلے
غلام کے هم طحطاوی نے کہا قولہ خذوا بدمی اور لا تقتلوہ مین منافات ہی اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور دیت پر حمل کرنا صحیح نہین ہوسکتا کہ
غلام کی دیت اوسکے مالک پر واجب نہین فَاَجَابَہُ بَعْضُ الحَنَفِیَّۃِ رَدّاً عَلَیْہِ ؎ خُذُوا بِدَمِی مَنْ رَامَ قَتْلِی بِلَحْظِہِ ۔ وَلَمْ یَخْشَ بَطْشَ اللّٰہِ فِی
قَاتِلِ العَمْدِ ۔ وَقُودُوا بِہِ جَبْراً وَاِنْ کُنْتُ عَبْدَہُ ۔ لِیَعْلَمَ اَنَّ الحُرَّ یُقْتَلُ بِالعَبْدِ سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہی بطریق رد کے کہ پکڑو میرے
خون کے بدلے اوسکو جسنے میرے قتل کا اپنی گوشہ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی اراد کیا اور مار ہی ڈالا اور وہ شخص نہ ڈرا خدا کے پکڑنے سے جو ثابت ہے
قاتل عمد مین اور قصاص لو اس سے بزبردستی اگرچہ مین اوسکا غلام ہون تا معلوم ہوجاے کہ آزاد مارا جاتا ہی بدلے غلام کے هم طحطاوی نے کہا اس نظم مین خلل ہے
کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہین جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجیے تو وان کنت عبدہ کے مناسب نہین وَالمُسْلِمُ بِالذِّمِّیِّ خِلَافاً لِلشَّافِعِیِّ
اور قتل کیا جاتا ہی مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض برخلاف شافعی کے هم امام شافعی کی دلیل بیہ حدیث ہی کہ لا یقتل مومن بکافر
رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابو داود و نسائی اور ابن ماجہ مین بہی ہے اور ہماری دلیل وہ ہی جو سنن دار قطنی مین عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر سے مروی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی بذمتہ یعنی مین ذمہ کے پورا رکہنے والون مین
زیادہ تر کریم ہون حدیث دار قطنی نے ابن بیلمانی کو ضعیف کہا ہی لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات تابعین مین ذکر کیا ہی اور نیز اس حدیث کا مسند شافعی مین
بہی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مومن بکافر مین کافر حربی مراد ہے توفیقاً بین الروایتین کذا فی العینی زیلعی نے علی مرتضی سے نقل کیا کہ ذمیون نے جزیہ
اسواسطے دیا تا اونکے خون ہمارے خون کی مانند ہون اور اونکے مال ہمارے مال کی برابر لا بمستامن بل هو بمثلہ قیاساً للمساواۃ لا استحساناً
لقیام المبیح هدایہ ومجتبی ودرر وغیرہا نہ قتل کیا جاے مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا خون علی التابید معصوم
نہین بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اوسکی برابر ہے قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قائم ہونے مبیح کے کذا فی
الهدایہ والمجتبی والدرر وغیرہا هم اباحت خون کی وجہ کفر ہی جو باعث ہی حرب لینے کا اسواسطے کہ مستامن پر رجوع دار الحرب کا قصد رکہتا ہی قال المصنف

ینبغی ان یعول علی الاستحسان لتشیر تجویز العمل بہ الا فی مسائل مضبوطۃ لیست ہذہ منہا وقد اقتصر منلا خسرو فی متنہ علی
القیاس انتہی یعنی فتبعہ المصنف رحمہ اللہ علی عادتہ قلت وبعضہم ء عامۃ المتون حتی الملتقی مصنف نے شرح میں کہا اور
مستند اور جوں ہیں کہ استحسان پر اعتماد کیا جاوے بسبب تعبیر کرنے علما کے استحسان پر عمل کریگا مگر چند مسائل منضبطہ میں کہ یہ مسئلہ اون میں سے نہیں ہے اور البتہ ملا خسرو نے
اپنی متن یعنی متن میں قیاس پر اقتصار کیا ہے انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہوگیا اپنی عادت کے موافق اور کل فقہا اس کی تائید کرتے ہیں اکثر
متون حتی کہ ملتقی الابحر تک ویقتل العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ بالاجماع
اور قتل کیا جاویگا ہوشیار بدلے دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد
بدلے عورت کے بلا اتفاق علما اگر چہ تندرست مرد اس مرد کو قتل کرے جسکے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان اور ذکر یعنی آلۂ تناسل اور خصیے مقطوع ہیں اور آنکھیں اسکی
پھوٹی ہیں تو قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور اسواسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں برابر ہیں اور معتبر عصمت ہی کی مساوات ہے لہذا امور
کی نہیں تو قصاص کا باب بند ہو جاویگا کذا فی العیون والفرع باصلہ وان علا لا عکسہ خلافا لمالک فیما اذا ذبح ابنہ ذبحا اور شاخ بدلے اپنی
جڑ کے مقتول ہوگی اگر چہ جڑ دور کی ہو نہ برعکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہوگی برخلاف امام مالک کے اوس خاص صورت میں جبکہ باپ اپنی فرزند کو ذبح کر کر
ہلاک کرے ہم یعنی اگر والد اپنی ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھری یا پھینک مارے اور ارادہ قتل کا نکرے تو قصاص
نہیں اور جواہر مالکیہ میں ہے کہ اشہب نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حال میں مقتول نہیں ہوتا اس شبہ سے کہ حدیث میں ثابت ہے انت ومالک لابیک یعنی تو اور
تیرا مال تیرے باپ کا ہے کذا فی العینی تو ظاہرا قصاص والد کی روایت امام مالک کے مذہب میں معتمد نہیں والاکتب مالکیہ میں نفی قصاص علی العموم مذکور
ہوتی واللہ اعلم ای لا یقتص للاصول وان علوا مطلقا ولو اناثا من قبل الام فی نفس او اطراف بفروعہم وان سفلوا لقولہ علیہ
الصلوٰۃ والسلام لا یقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص نلیا جاویگا بدلے اونکے فروع کے نہ جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول دور کی ہون
مطلقا اور اگر چہ اصول عورتیں ہوں ماں کی جانب سے اور اگر چہ فروع بعید ہوں بدلیل قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اوسکے بیٹے کے
بدلے ہم یعنی دادا نانی نانہالی اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹی کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پروتے کو یا ماں اپنی بیٹی کو یا نانی اپنے
ناتی کو یا پرنانی پرناتی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل
عمداً کریگا تو اوسپر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ کو ترمذی اور ابن ماجہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم دخول وصف معلل
بالحرمیۃ فیتعدی لمن علا لانہم سببا فی احیائہ فلا یکون سببا لافنائہم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جس سے جزئیت کی علت ثابت
ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا اصول عالیہ کو بھی متعدی ہوا اسواسطے کہ اصول اسباب ہیں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع اونکے
فنا کا سبب نہوگا ہم ولہذا ولد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کرنا اگر اوسکو صف کفار میں پاوے یا اوسکو زانی محصن پاوے یا مرتد پاوے کذا فی الہدایہ وحینئذ
فتجب الدیۃ فی مال الاب فی ثلث سنین لان ہذا عمد والعاقلۃ لا تعقل العمد وقال الشافعی تجب حالۃ کبدل الصلح زیلعی وجوہرۃ
وسیجیٔ فی المعاقل اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہوا تو باپ وغیرہ اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے
اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہیں ہوتی امام شافعی نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کی مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ میں ہے اور اسکی تفصیل آگے
کتاب المعاقل میں آویگی ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریۃ وفی
الملتقی ولا قصاص علی شریک الاب او المولی او المخطی او الصبی او المجنون وکل من لا یجب القصاص بقتلہ لما تقرر من عدم
تجزی القصاص فلا یقتل العامد عندنا خلافا للشافعی برجان اور ملتقی میں ہے اور قصاص نہیں باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل
پر اور جسکے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں دیگر شریکوں پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہوا اوسکے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہوا اوسکے غلام کے قتل

میں یا عاید شریک ہوا قاتل مخطی کا تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں والد اور مولے اور مخطی کی مانند ہوا اسلیے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلائل ثابت ہوچکی ہے
تو قاتل عامد بھی مقتول نہوگا ہم حنفیوں کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا سیّد بعبدہٖ ای بعبد نفسہٖ و مدبرہٖ و مکاتبہٖ و عبد ولدہٖ
لان ذا داخل تحت قولہٖ ومن ملك قصاصًا علی ابیہ سقط کما سیجیٔ اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے
فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہے فقیہوں کے اس قول کی تحت میں اور جو فرزند قصاص کا مالک ہوا اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہے چنانچہ یہ مسئلہ
چند سطر کے بعد آویگا ہم مالک پر قصاص اسواسطے واجب نہوا کہ غلام اوسکا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے میں کچھ واجب نہیں ولیکن خانیہ میں ہے کہ حاکم
مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ میں ہے کہ مولی پر کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل میں کذا فی الطحطاوی ولا بعبدٍ ملك بعضہٗ
لان القصاص لا یتجزی اور نہ قتل ہوگا شریک عبد مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں ہم جب بعض قصاص ساقط ہوا ملک بعض کے سبب تو کل
قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے عینی نے کہا شرح ہدایہ میں تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اوسکے حصے کے قیمت ادا کرے ولا بعبد الرهن حتی
یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین قصاص نہیں ہم یعنی جبتک راہن اور مرتہن دونو موجود نہوں گے تو غلام مرہون کے قاتل سے
قصاص نلیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہیں جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص میں اجتماع
عاقدین شرط ہے تا حق مرتہن اوسکی رضامندی سے ساقط ہو جاوے وقال محمد رحمہ اللہ لا قود وان اجتمعا جوہرہ وعلیہ یحمل ما فی الدرر مسئلۃ المکاتب
کما فی المنح اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ راہن مرتہن دونو موجود ہوں کذا فی الجوہرہ اور محمد کے قول پر محمول ہے وہ روایت
جو درر میں کافی سے منقول ہے کذا فی المنح ہم یعنی جو کافی سے درر میں مذکور ہے کہ باوجود اجتماع عاقدین کے عبد رہن کا قصاص نہیں سو محمد کا مذہب ہے نہ شیخین کا تو
بموجب اس مذہب کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لیکر مرتہن کے پاس رہن رہیگی کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیۃ عن الظہیریۃ انہ اقرب
الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے یعنی لو اختلفا فلہما القیمۃ تکون رہنًا مکانہ تا فی رہنی یہ صورت کہ
اگر راہن اور مرتہن نے قصاص اور قیمت لینے میں اختلاف کیا تو دونوں کیواسطے قیمت دلائی جاویگی اور وہ قیمت بجاے عبد مرہون مقتول کے رہن رہیگی ولو قتل
عبد الاجارۃ فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید البائع قبل
القبض فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ وان ردہ فللبائع القود وقیل القیمۃ جوہرہ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جاوے قبضہ
مشتری سے پہلے تو اگر مشتری بیع کو جائز کر دے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کر دے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول
ضعیف ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نلے اوسکی قیمت لے کذا فی الجوہرہ ولا بمکاتب وکذا ابنہ وعبدہ شرنبلالیہ قتل عمدًا الا حاجۃ
لقید العمد لانہ شرط فی کل قود عن وفاء ووارث وسیدہ وان اجتمعا لاختلاف الصحابۃ فی موتہ حرًا او رقیقًا فاشتبہ
المولی فاذا تعذر القود اور قصاص واجب نہیں بدلے اوس مکاتب کے جو عمدًا مقتول ہوا وفا ربدل کتابت اور وارث اور مولے کو چھوڑکر اگرچہ وارث اور
مولے ساتھہ ہی موجود ہوں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اوسکی موت میں آزاد ہوکر یا غلام ہوکر تو اوسکے ولی میں اس اختلاف کے سبب سے شبہہ
پڑا تو قصاص مرتفع ہوگیا ولی کے عدم تعین سے اور اسیطرح قصاص نہیں مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ شارح
نے کہا قتل عمد کے قید لگانے کی کچھہ حاجت نہیں اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص میں شرط ہے ہم علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب
مذکور آزاد مرا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو وارث ولی قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مرا تو مولے اولی ہے پھر جب اس اختلاف سے
اشتباہ واقع ہوا ولی میں تو قصاص مرتفع ہوگیا فان لم یدع وارثًا غیر سیدہ سواء ترك وفاء او لا او ترك وارثا ولا وفاء اقاد سیدہ
لتعینہ پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی اپنا وارث نچھوڑا سواے اپنے مولے کے خواہ وفا بدل کتابت کو اوسنے چھوڑا یا نچھوڑا یا وارث
کو چھوڑا اگر وفا بدل کتابت موجود نہیں تو اوسکا مولی قصاص لیگا بسبب متعین ہونے مولے کے ولی ہونے میں وفی اول الصور الاربع

خلافًا لمحمد اور مکاتب کی چار صورتین ہین پہلی صورت مین خلاف ہی محمد کا اوس پہلی صورت یہہ ہی کہ مکاتب بدل کتابت اور وارث اور مولی کو چھوڑ جائے دوسری صورت یہہ ہی کہ مکاتب کا کوئی وارث مولی کے سوا نہین ہے اور بدل کتابت موجود ہی تیسری صورت یہہ ہی کہ سوای مولی کے کوئی وارث نہین اور بدل کتابت موجود نہین چوتھی صورت یہہ ہے کہ مکاتب کا وارث ہے مگر بدل کتابت موجود نہین حلبی محشی نے کہا شارح کو یون کہنا صواب تہا وفی ثانیة الصور الاربع خلاف محمد یعنے صور اربع مین سے دوسری صورتمین خلاف ہی محمد کا جنانچہ ہدایہ مین ہے انتہی یعنی جب مولی کے سوا کوئی وارث نہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمد کے نزدیک اسمین قصاص نہین ہے ویسقط القود بورثه علی ابیه ای اصله لان الفرع لا یستوجب العقوبة علی اصله اور ساقط ہو جاتا ہی وہ قصاص جسکا بیٹا وارث ہوا ہو باپ پر باپ سے مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہوا اور مقتول کا وارث فرع ہو تو قصاص ساقط ہی اسواسطے کہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہین ہوتی ہے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث یہہ دلالت کرتی ہے کہ بیٹا مملوک ہی باپ کا تو جیسی حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے جنانچہ مولی جبکہ اپنے غلام کو قتل کرے اسیطرح شبہہ ملک کا باعتبار ظاہر کے مانع ہے قصاص کا کذا فی العینی وفی المجتبی ثم المسئلة فیما اذا قتل الاب ابا امراته مثلا ولا وارث له غیرها ثم ماتت المراة وابنها منه یرث القود الواجب علی ابیه فیسقط لما ذکرنا واما تصویر صدر الشریعة فثبوته فیه للابن ابتداء لا ارثا عند ابی حنیفة وان اشکل کما لا یخفی اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہہ ہو کہ جب باپ نے اپنی جورو کے باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہین سوای اوسکی بیٹی کے جو زوجہ ہی قاتل کی پہر وہ عورت وارث مرگئی تو عورت مذکورہ کا بیٹا جو قاتل کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اوس قصاص کا جو واجب ہی اوسکے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جائیگا اوس دلیل سے جسکو ہمنے بیان کیا اور وہ جو صدر الشریعہ نے شرح وقایہ مین مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اوسمین قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کے واسطے ابتدا سے ہوتا ہی نہ باعتبار میراث کے امام اعظم کے نزدیک اگرچہ دونو صورتونمین ساقط ہونے قصاص کا حکم یکسان ہی جنانچہ یہہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہین ہے صدر الشریعة نے زوجہ قاتل کو مقتول قرار دیا ہی اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے وفی الجوهرة لو عفا المجروح او وارثه قبل موته صح استحسانا لانعقاد السبب لهما اور جوہرہ مین ہے کہ اگر شخص زخمی یا اوسکا وارث معاف کردے موت زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اوسکے وارث دونون کیواسطے ہے قیاس یہہ تہا کہ عفو مجروح صحیح نہو اسواسطے کہ قصاص یعنی بدلا لینا ابتدا ہی وارثون کیواسطے ثابت ہی اسواسطے کہ اگر ابتدا سے ثابت نہوتا تو موت کے بعد بھی ثابت نہوتا تو مجروح نے غیر کا حق معاف کر دیا لیکن استحسان مین عفو مجروح صحیح ہے اسلئے کہ حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اوسکا ہوتا ہے استیفاء قصاص مین کذا فی الطحطاوی عن النہر مختصرا ولا قود بقتل مسلم مسلما ظنه مشرکا بین الصفین لما مر انه من الخطاء وانما اعاده لیبین موجبه بقوله بل القاتل علیه کفارة ودیة قصاص نہین ہی مسلمان کے قتل کرنے سے جو دوسرے مسلمان کو مشرک جانکر مسلمین اور کافرین کی دو صفون کے اندر اسواسطے قصاص نہین کہ فصل اول مین مذکور ہو چکا کہ یہہ صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اسکو دوسری بار اسواسطے ذکر کیا کہ اوسکا موجب بیان کرے اس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہی یعنی قاتل کے ذمہ کفارہ اور دیت ہی قالوا هذا اذا اختلطوا فان کان فی صف المشرکین لا یجب شئ لسقوط عصمته قال علیه الصلوة والسلام من کثر سواد قوم فهو منهم ملتقط فاذا کان مکثر سوادهم منهم وان لم یکن من ذریتهم فکیف بمن تزیی قاله الزاهدی قال المصنف حتی لو تشکل جنی بما یباح قتله فینبغی الاقدام علی قتله ثم اذا تبین انه جنی فلا شئ علی القاتل والله اعلم علما نے کہا کہ یہہ یعنی مسئلہ مذکورہ مین کفارہ اور دیت واجب ہونا اوسوقت ہی جبکہ مسلمان اور کفار لڑتے لڑتے مل گئے ہون تو اگر مسلمان مشرکون کی صف مین ہو تو اوسکے مقتول ہوجانے سے قاتل پر کچھہ واجب نہین یعنی نہ کفارہ نہ دیت نہ توبہ اوسکی عصمت کے ساقط ہونے کے سبب سے یعنی اوسکا خون معصوم نرہا مباح ہوگیا رسول علیه الصلوة والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑہاوے وہ شخص اوس قوم مین داخل ہے مین کہتا ہون جبکہ جماعت کفار کا بڑہانیوالا کافرون مین داخل ہوا اگرچہ اونکا ہمشکل اور ہم لباس نہو تو کون حال ہوگا اوس مسلمان کا جو کافرونکا سا لباس اختیار کرے اور اونکی صورت بنائے یہہ کہا ہے زاہدی نے مصنف نے شرح مین کہا تو اگر ایک جن اوس جانور کی شکل بنجاوے جسکا قتل کرنا مباح ہی چنانچہ تو اوسکے قتل کرنے پر پیش قدمی لائق ہی پہر جبکہ

ظاہر ہو کہ وہ مناسب حقیقت میں جیسا تھا ویسا شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم ولا یقاد الا بالسیف وان قتلہ بغیرہ خلافاً للشافعی
اور قصاص نہ لیا جائیگا مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعی کے یعنی اونکے نزدیک
اوسیطرح قتل کا قصاص ہو جیسطرح اوسنے مقتول کو مارا ہے یہہ حدیث صحیح بن البر صحیح ہے سنن ابن ماجہ میں ان لفظ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرتضیٰ سے حدیث مرفوع مروی ہے لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدیدۃ یعنی قتل نفس
وغیرہ میں قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الہدایۃ وفی الدر عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وبہ صرح فی جامع المضمرات
حیث قال والتخصیص باسم العدد لا یمنع الحاق غیرہ بہ الا تری انا الحقنا الرمح والخنجر بالسیف فی قولہ علیہ الصلوۃ و
السلام لا قود الا بالسیف فما فی السراجیۃ من لہ قود قاد بالسیف فلو القاہ فی بئر او قتلہ بحجر او بنوع آخر عزر وکان
مستوفیاً یحمل علی ان مرادہ بالسیف السلاح واللہ اعلم اور در میں کافی سے ہے کہ تلوار سے لوہے کا ہتھیار مراد ہے میں کہتا ہوں اسکی
تصریح کی ہے مضمرات کی کتاب الجنایات میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص لینے کا مالک ہو
وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالیگا یا اوسکو پتھر سے قتل کریگا یا اور کسی طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جاویگا اور وہ
شخص اس قتل ناشروع سے قصاص کا پانیوالا ہو گیا انتہی کلام السراجیۃ تو یہہ محمول ہو اسپر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم
وللاب المعتوہ القود تشفیاً للصدر واذا ملکہ ملک الصلح بالاولیٰ لا العفو مجاناً ویقطع یدہ ای ید المعتوہ وقتل قریبہ لان ابطال حقہ
ولا یملکہ اور فرزند ناقص العقل مدہوش کی قطع ید اور اوسکی قرابتدار کے قتل کے بدلے اوسکے باپکو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہو تشفی صدر
اور تسکین دل کیواسطے اور جبکہ اوسکا باپ قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولے مالک ہو گا نہ معاف کر دینے کا یعنی اوسکو قطع اور قتل میں مفت
معاف کر دینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ مفت معاف کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں ہم معتوہ وہ ہے جو
بیوقوف ناقص العقل مدہوش ہو بدون دیوانگی کے جسکو ہندی میں بولا اور مجنون بولتے ہیں اور اوسکے قرابت دار سے مراد اوسکا حقیقی بھائی اور اوسکی ماں
اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا اسواسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا اوسکا باپ اوسکے قائم مقام ہوا اسلئے کہ مزید شفقت کے سبب سے اوسکی تشفی
خاطر فرزند کی تشفی قرار دیکئی کذا فی الطحطاوی وتقیید صلحہ بقدر الدیۃ او اکثر منہ وان وقع باقل منہ لم یصح الصلح وتجب الدیۃ کاملۃ
لانہ انظر للمعتوہ اور شرط ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اوس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے کم پر واقع ہو گی تو صحیح نہو گی اور پوری دیت واجب ہو گی
اسلئے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح کمن قتل ولا ولی لہ للحاکم قتلہ والصلح
لا العفو لانہ ضرر للعامۃ اور قاضی باپ کی مانند ہے جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں مانند اوس شخص کی کہ مارا گیا اور اوسکا کوئی وارث نہیں تو
حاکم کو اوسکے قاتل کے قتل کرنیکا اور مال پر صلح کرنیکا اختیار ہے نہ مفت معاف کر دینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کر دینے میں لاوارث عوام خلق کا بڑا ضرر ہے
والوصی کالاب یصالح عن القتل فقط بقدر الدیۃ ولہ القود فی الاطراف استحساناً لانہ یسلک بہا مسلک الاموال اور وصی
مدہوش کے حق میں اوسکے بھائی کی برابر ہے کہ فقط صلح کر سکتا ہے اوسکے قرابتدار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کی اطراف میں قصاص لینا
بدلیل استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اطراف انسانی میں اموال کا طریقہ سلوک ہے والصبی کالمعتوہ فیما ذکر اور طفل صغیر معتوہ کی مانند ہے جمیع
احکام مذکورہ میں ہم یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اوسکی قرابتدار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف
کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں کر سکتا اور نہ عفو کا اونکو اختیار ہے مگر فقط صلح میں اونکو اختیار ہے وللکبار القود
قبل کبر الصغار خلافاً لہما والاصل ان کل ما لا یتجزی اذا وجد سببہ کاملاً ثبت لکل علی الکمال کولایۃ انکاح وامان اور مقتول
کے قاتل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک قصاص نہو گا تا وقتیکہ صغیر وارث

سوائی ہوں اور عدم تجزی کا قاعدہ وکلیہ یہ ہے کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اوسکا کامل سبب پایا جاوے تو وہ چیز ہر ایک کیواسطے علیٰ وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے
جیسے نکاح کر دینے والد کا نوکری بنا دینے کی ولایت ہم کہتے ہیں عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جبکہ کامل سبب پایا جاوے جیسے قرابت سبب
کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کو امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفاء قصاص میں اختیار ہوگا ولہذا ابن ملجم ملعون علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے
بدلہ مارا گیا اور حضرت کی اولاد صغار بھی تھی لوگ کے بالغ ہونیکا انتظار نہوا تھا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہو گیا اور سبب کامل کی قید سے مسلم
بسبب غلام کے نکل گیا اسواسطے کہ اوسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحاوی إلا إذا كان الكبير أجنبيا عن الصغير فلا يملك القود حتى يبلغ
الصغير اجماعا ذکره فی [illegible] مگر جبکہ مقتول کا ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الکفایۃ
تو اسصورت میں [illegible] کیا جانا چاہیے ہم کہتے ہیں ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی وجہ سے [illegible] کہا لیکن اسمیں خلاف
ہے [illegible] کبیر مراد ہو یہ بات [illegible] وارث ہو مقتول کا تو قتیل اوسکی یوں ہے کہ مقتول کی اولاد و صغار [illegible] وجہ ثانیہ کے ساتھ
ولو قتل العاقل اجنبيا وجب القصاص عليه في القتل العمد لانه محقون الدم بالنظر الى القاتل کام اور اگر عاقل کو اوس شخص نے قتل کیا جو
اجنبی ہے مقتول سے یعنی اوسکا وارث نہیں ہے تو قاتل پر قتل عمد میں قصاص واجب ہے اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بنظر اوس قاتل کے جسنے اوسکو
قتل کیا [illegible] مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اوسکا خون مباح نہیں ہے [illegible] قاتل اوسکے
[illegible] یجب الدية على عاقلة [illegible] ہوگا [illegible] ولو قال
[illegible] صدق وقتل لا اصيبه [illegible] اور اگر مقتول کے وارث نے
قتل اجنبی کے [illegible] اوسکو قتل کر [illegible] تو وارث کے کلام کی تصدیق نہوگی اگر قاتل اجنبی قتل
کیا جاوے گا ہم [illegible] وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کرکے قتل کروانا جائز ہے استیفاء قصاص ہر صورت ہوگا اور قاتل
مامور پر ضمان لازم نہوگا [illegible] امر وارث کا [illegible] اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کا دعوی کیا اور وارث سے اوسکی تصدیق کی
تو امر ثابت ہوگا [illegible] شہادت کے [illegible] تعلیم لیا جاوے گا بخلاف من حفر بئرا في دار رجل فمات فيها شخص فقال رب الدار
[illegible] صدق [illegible] لانه يملك استيفاءه فلا يصدق بخلاف الاول لانه لا يملك الحل بالقتل كما هو القاعدة
[illegible] اور شخص کے جسنے کہ اوس کھود ا [illegible] کے گھر میں ہو آدمی اوسمیں گر کے مر گیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے کیلئے کہا امر کیا تھا
چاہیے کہ تصدیق ہوگی [illegible] استیفاء [illegible] بالفعل اپنے گھر میں کنواں کھدوا سکتا ہے وجود محل
ہے لہذا اوسکے کلام کی تصدیق ہوگی برخلاف اول [illegible] ولی مقتول کے اس کلام کے میں نے قتل کا حکم دیا تھا اسواسطے کہ وہاں ابتداء امر بالقتل
سے الحال [illegible] ثابت ہو جاتا ہے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا ہم قاعدہ مذکور یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت
کرے مثلا یوں اظہار کرے [illegible] زوجہ مطلقہ سے رجعت کر لی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتداء ایسی رجعت کا مالک ہے اسطرح کہ ہنوز عدت طلاق
کی باقی ہے تو اوسکی تصدیق بلا شہادت ہوگی اور اگر ابتداء رجعت کا فی الحال مالک نہیں اسوجہ سے کہ رجعت کا دعوی کیا بعد عدت کے تو اب اوسکی تصدیق
بدون شہادت کے نہوگی کذا فی المحیط وکذا لو ان حق الولی يسقط رأسا كما لو مات القاتل حتف انفه اور ظاہر میں بالفعل تعلیل
بحق اس پر دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہو گیا جیسے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جبکہ قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مر جاوے بدون قتل کرنے کے
ولو استحق فاه بعض الاولیاء او صالح تصمنت نصیبه [illegible] اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی وارث نے قصاص معاف کیا تو اوسپر کچھ ضمان لازم نہوگا یعنی قاتل کو اسکا
[illegible] باقی وارثوں کیواسطے [illegible] اولیاء مستحق ہوں کہ ادعی الرمی وفي الدم والجنى دم بين اثنين فعفا احدهما وقتله الآخر ان علم ان عفو
بعضهم يسقط حق الكل القود والا فالدية وماله بخلاف ممسك يحل المقتل عمدا فقتل ولو القتيل الممسك فعليه القود لانه ممالا تكل

علی الناس اور درر اور مجتبیٰ میں ہے کہ خون کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے قصاص معاف کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہ جانتا ہو کہ بعض ورثہ کا معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور اگر اوسکو یہ معلوم نہیں تو اوس پر قصاص نہیں اور اوسکے مال میں دیت واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کر وہ عمداً قتل کیا جاوے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہ مجوز اوس قسم کی نہیں ہے جسکا بوجھنا لوگوں پر مشکل ہو ھ برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثوں کا حق ساقط ہونا مشکل غیر صریح ہے لہذا اوسمیں در صورت علم سقوط قصاص ہے اور نہیں تو دیت ہو اور اسکی صورتیں فقط قصاص ہے نہ دیت

جرح انسانا ومات المجروح فاقام اولياء المقتول بينة انه مات بسبب الجرح واقام الضارب بينة انه برئ من الجراحة ومات بعد مدة فبينة ولي المقتول اولى كذا في معين الحكام معزيا للحاوي ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو مقتول کے وارثوں نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضارب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ چنگا ہو گیا تھا زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولے بالقبول ہیں كذا في معين الحكام عن الحاوي اقام اولياء المقتول البينة على انه جرحه زيد وقتله واقام زيد البينة على ان المقتول قال ان زيدا لم يجرحني ولم يقتلني فبينة زيد اولى كذا في المشتمل معزيا لمجمع الفتاوى ورثہ مقتول نے اسپر گواہ قائم کئے کہ مقتول کو زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم کئے اسپر کہ مقتول نے خود کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہیں کیا اور نہ مجھکو مارا تو زید کے گواہ اولے بالقبول ہیں کذا فی المشتمل عن مجمع الفتاوی ھ اسواسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں ف قال المجروح لم يجرحني فلان ثم مات المجروح ليس لورثته الدعوى على الجارح بهذا السبب مطلقا وقيل ان كان الجرح معروفا عند القاضي او الناس قبلت فيه مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے زخمی نہیں کیا پھر زخمی مرگیا تو اوسکے وارثوں کو زخم لگانیوالے پر اس سبب سے دعوی نہیں پہنچتا مطلقاً خواہ اوسکا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگوں کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثوں کا مقبول ہو کذا فی القنیہ وفي الدرر عن المسعودية لو عفا المجروح او الاولياء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو استحسانا اور درر میں مسعودیہ سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اوسکے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے ھ یہ مسئلہ ہر فصل میں مکرر ہو گیا وفي الوهبانية جريح قال قتلني فلان ومات فبرهن وارثه على اخر انه قتله لم يسمع لانه حق المورث وقد اكذبهم اور وہبانیہ میں ہے کہ زخمی نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا پس اوسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کئے کہ اسنے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہ حق ہے مورث کا اور مورث نے گواہوں کو یا دعوے کو جھوٹا کر دیا ولو قال جرحني فلان ومات فادعى ابنه على اخر انه جرحه خطاء قبلت لقيامها على حق انه الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اوسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کئے کہ اسنے از راہ خطا اوسکو زخمی کیا تھا تو یہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے مورث پر حق ہے اوسکی میراث کے ف سقاه سما حتى مات ان دفعه اليه حتى اكله ولم يعلم به فمات لا قصاص ولا دية لكنه يحبس ويعزر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر اوسنے اوسکی طرف کر دیا یہانتک کہ اوسنے خود کھا لیا اور وہ زہر کو نجانتا تھا سو مرگیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اوسکو تعزیر دیجاویگی ولو اوجره السم اكراها يجب الدية على عاقلته اور اگر زہر اوسکے حلق میں زبردستی ڈالدیا اور وہ مرگیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے برادری و مددگاروں پر وان دفعه في شربة فشربه ومات منه فكالاول لانه شرب باختياره الا ان الدفع خدعة فلا يلزم الا التعزير والاستغفار خانية اور اگر اوسکو زہر شربت کے اندر ملاکر دیا سو اوسنے پیا اور مرگیا اوسکے پینے سے سو اوسکا حکم اول صورت کی مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونوں صورتوں میں مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے اگرچہ کہ اسطرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہیں مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیہ وان قتله بمرتفق المحلج بالنعل به في الطين يقتص ان اصابه حد الحديد او طعنه وجرح اجماعا كما نقله المصنف عن المجتبى اور اگر مقتول کو قتل کیا اوزار اور سیخ سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اوسکو لوہے کی باڑھ لگی یا اوسکی پینٹھ لگی اور اوسکو زخمی کر دیا تو با تفاق روایات کے قصاص لیا جاویگا

جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ قرطبہ میں ہر وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاوڑہ وغیرہ ھم اور اگر پھاوڑے کے دستہ سے مار کر
قتل کرے تو قاتل پر دیت ہوگی قصاص نہیں لیکن اگر عظیم ہو کہ بیشتر اسکے ٹھہرے تو تلوار کی مانند ہے صاحبین کے نزدیک اور کوڑے کی مانند ہے امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن
الاتقانی وکذا یجب لو ضربه بسکینة بل قتله بظهره ولو بحرفه لا یقتص فی روایة الطحاوی وظاهر الروایة انه یقتص بلا جرح فی حدید ونحاس
وذهب ونحوها وعزاه فی الدرر لقاضیخان لکن نقل المصنف عن الخلاصة ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجوب القود وعلیه
جری ابن الکمال اور اگر پھاوڑہ یا ڑھ کیطرف سے اوسکو نہیں لگا بلکہ اوسکو اوسکی پشت کیطرف سے قتل کیا اور اوسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاوے گا
طحاوی کی روایت میں امام سے اور ظاہر الروایۃ امام سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے و مانند اوسکی چیزوں سے کا [illegible]
اور اسی قول کو درر میں قاضی خان کیطرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح متن خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام کے نزدیک وجوب
قصاص کیواسطے اور اسی قول پر ابن کمال بھی چلا ہے وفی المجتبی ضربه بسیف فی غمده فخرق السیف الغمد وقتله فلا قود فیه عند ابی حنیفة
اور مجتبی میں ہے اوس تلوار سے مارا جو اپنی میان کے اندر ہے سو تلوار نے میان کو پھاڑا اور اوسکو قتل کیا تو اوسمیں قصاص نہیں قاتل پر امام کے نزدیک ھم لیکن
قاتل پر دیت ہوگی یہ ہے [illegible] سے نقل کیا کہ قصاص اسواسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے والے ہتھیار سے اوسکو نہیں مارا کالخنق والتغریق خلافا لهما والشافعی
جیسے گلا دبا کر مارنے اور ڈبو دینے میں قصاص نہیں ہے برخلاف صاحبین اور شافعی کے ھم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہو جس سے
ڈوبنا نہیں ہوتا اور موت کا گمان ہے تیر کر نکلنے سے غالبا اور وہ مرگیا تو یہ خطاء محض ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اس طرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے اسوجہ سے کہ
اوسکے ہاتھ پاؤں بستہ نہیں ہیں اور وہ خوب تیراک ہو تو یہ بھی خطاء عمد ہے اور اگر معلوم ہو پانی کی کثرت کیوجہ نجات ممکن نہو تو امام کے قول پر یہ قتل خطاء عمد ہے اور قصاص
نہیں اور صاحبین کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط ولو ادخله بیتا فمات فیه جوعا لم یضمن شیئا وقالا یجب
الدیة اور ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اوسمیں گرسنگی سے مرگیا تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبین نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان میں مذکور ہے
منقول ہے کہ اوسپر عقاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنه حیا فمات عن محمد یقاد به مجتبی بخلاف قتله بموالاة ضرب السوط کما یجیء اور اگر ایک شخص کو
زندہ دفن کر دیا سو وہ مرگیا محمد سے روایت ہے کہ اوس سے قصاص لینا چاہیے برخلاف قتل کرنے مقتول کے بلا اتصال کوڑا مارنے سے چنانچہ یہ مسئلہ عنقریب [illegible]
میں سے کہ [illegible] پر ہے کہ قاتل کے برادران پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیه لو اعتاد الخنق قتل سیاسة ولا تقبل توبته لو بعد مسکه کالساحر
سے کہ اگر گلا دبا کر مارنے کی کسیکو عادت ہو تو اوسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کے واسطے قصاص کی راہ سے نہیں اور اوسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد ہو اور یہ کوئی جیسے
جادوگر کی توبہ گرفتار ہونیکے بعد مقبول نہیں ھم معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو لازم ہے سیاست کے وقت ہے کیونکہ اونکو [illegible] گلا گھونٹ کر مارنے کی عادت ہے [illegible]
[illegible] وفیه قمط رجلا وطرحه قدام اسد او سبع فقتله فلا قود فیه ولا دیة ویعزر ویحبس الی ان یموت زاد فی البزازیة
عن الامام محمد الدیة اور مجتبی میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اوسکو شیر یا درندہ جانور کے آگے ڈالدیا سو اوسنے اوسکو قتل کیا تو اوسمیں قصاص اور دیت
نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دیجاوے اور وہ یہاں تک محبوس رہے کہ مر جاوے یعنی اوسکو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام سے ایک روایت
یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے ھم اسیطرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کرکے دروازہ بند کر لیا اور اوس آدمی کو اونسے قتل کیا
خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو قمط
صبیا والقاه فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلته الدیة اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈالدیا یہاں تک کہ وہ مرگیا
تو قاتل کے برادران پر دیت ہے ھم اور جوان مرد صغیر کی مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیة قمط رجلا والقاه فی البحر فرسب من ساعته
کما القاه فعلی عاقلته الدیة عند ابی حنیفة ولو سبح ساعة ثم غرق فلا دیة لانه غرق بعجزه وفی الاول غرق بطرحه [illegible]
میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اوسکو دریا میں ڈالدیا سو وہ تہ نشین ہوگیا اور ڈوب گیا بمجرد ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والے کے برادران [illegible]

دیت ہی امام کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تڑپا پھر مرگیا تو دیت نہیں ہو اسلئے کہ وہ تڑپنا اپنی بیماری سے ہوا اور ان صورتوں میں اوسکو پانی میں ڈالدینے سے ڈوبا
قطع عنقه وبقي من الحلقوم قليلا وفيه الروح فقتله آخر فلا قود فيه عليه لانه في حكم الميت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے
میں سے کچھ باقی رہگیا اور اوسمیں روح ہی ہنوز باقی تھی کہ دوسرے آدمی نے اوسکو قتل کیا تو اس صورت میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں ہو اسلئے کہ وہ مقتول در حکم میت کے ہی ہم تو اگر
مقتول مذکور کا بیٹا یا باپ کی اس حالت نیم جانی میں مرگیا تو مقتول کا پوتا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرة
ولو قتله وهو في حالة النزع قتل به الا اذا كان يعلم انه لا يعيش منه كذا في الخانية اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع
میں تھا تو قاتل اوسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ شخص زندہ نہ رہیگا اس حالت نزع سے تو قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیہ ہم خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک
نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہے تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نہ رہیگا کذا فی العالمگیریہ تو معلوم ہوا کہ بیان دو قول مختلف ہیں طحطاوی
نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی در صورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل ہوگا لیکن مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا
والله اعلم غالب کہ اختلاف نسخ باعث ہی اس اختلاف کا وفي البزازية شق بطنه بحديدة وقطع آخر عنقه ان توهم بقاءه حيا بعد الشق قتل
قاطع العنق والا قتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا اور دوسرے نے اوسکی گردن کاٹی اگر اوسکا زندہ
باقی رہنا متوہم ہے پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاوے اور اگر اوسکی زندگی خیال میں نہ آوے تو پیٹ پھاڑنیوالا قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے
ہم قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہو اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنیوالے پر ثلث دیت ہی اور اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی
تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنیوالیکا قصاص ہی در صورت عمد کے ہی اور خطا میں دیت واجب ہی کذا فی العالمگیریہ ومن جرح رجلا عمدا فصار
ذا فراش ومات يقتص له اذا وجد ما يقطعه كحز الرقبة والا فلا اور جس نے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر
پر سے جنبش نہوکر اوٹھا اور مرگیا تو زخم لگانیوالے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جاوے جو زخم کو قطع کرے جیسے زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چنگا ہو جانا
یعنے اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹی الی آخرہ تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا اور مرگیا تو جارح پر قصاص نہوگا ہم قدمنا انه لو
عفا المجروح او الاولياء قبل موته صح استحسانا اور اس سے پہلے ہمنے یہ ذکر کیا ہی کہ مجروح نے یا اوسکے وارثوں نے مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کردیا
تو یہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہی وان مات شخص بفعل نفسه وزيد واسد وحية ضمن زيد ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمدا
والا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دیگا تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر
زید کا فعل عمداً ہو اور اگر عمداً نہو تو اوسکے برادری پر دیت ہی ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اوسکے سر میں زخم لگایا اور
شیر اور سانپ نے بھی اوسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہی کذا فی العالمگیریہ عن الکافی لان فعل الاسد والحية جنس واحد لانه هدر في الدارين وفعل
زيد معتبر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حتى ياثم بالاجماع فصارت ثلثة اجناس ہم زید پر ثلث دیت اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ
کا فعل ایک جنس ہی اسواسطے کہ وہ باطل ہے اوسپر کوئی چیز واجب نہیں دنیا اور آخرت میں اور زید کا فعل دونوں جہانمیں معتبر ہی اور اوسکی ذات کا فعل باطل ہی دنیا میں
نہ آخرت میں یہانتک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو جنایت تین جنس ہوگئی یعنی پھر جب تین فعل ہی دو فعل غیر معتبر ہوئے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب
ہوئی ومفاده ان يعتبر في المقتول التكليف ليصير فعله جنسا آخر غير فعل الاسد والحية وان لا يزيد على الثلث لو تعدد قاتله لان فعل
الكل جنس واحد ابن كمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ مقتول میں تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہو تاکہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے
شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اوسکا بھی فعل باطل ٹھہریگا دارین میں شیر اور سانپ کی مانند تو اس صورت میں زید پر نصف دیت
لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہوگی اگر مقتول مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اسلئے کہ سب ہی آدم کا فعل جنس واحد ہی یعنی
باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال ويجب قتل من شهر سيفا على المسلمين يعني في الحال كما نص عليه ابن الكمال حيث غير عبارة

الوقاية فقال ويجب دفع من شهر سيفا على المسلمين ولو بقتله إن لم يمكن دفع ضرره إلا به صرح به في الكفاية اي لا يمكن بأن
يدفع الصائل صرح به الشمني وغيره وما قاله في وقايته اور جسنے تلوار مسلمانوں پر سونتی اسکا قتل واجب ہو یعنی فی الحال بلا توقف اوسکا قتل واجب ہے
لیکن ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے کیونکہ اوسنے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدلا ہے سو یوں کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا اوس شخص کا جسنے تلوار نکالی مسلمین پر اگرچہ
دفع اوسکا اوسکے مار ڈالنے سے ہو اگر اوسکا دفع ممکن نہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہدایہ میں جیسے اسواسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم
سے ہے یعنی حملہ کرنیوالیکی دفع کی مانند ہے تصریح کی ہے اسکی شمنی وغیرہ نے اور آگے آویگا وہ کلام جو اسکی تائید کریگا م ابن کمال کے کلام سے قتل بے اہمال الطرف
اشارہ کے نکلتا ہے تصریح اسکی نہیں اسواسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کما اشار الیہ ابن الکمال کذا فی اللمعۃ ولا شيء بقتله الجمل
الجمل الصائل اور تلوار نکالنے کے قتل میں کچھہ نہیں اوسکے قاتل پر نہ قصاص نہ دیت نہ تعزیر بر خلاف جمل صائل کے قتل کے یعنی اگر اونٹ آدمی پر حملہ کرے
اور وہ اوسکو مار ڈالے تو ہر چند اوسکے قتل میں گناہ نہیں لیکن اوسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا بقتل من شهر سلاحا على رجل ليلا او
نهارا في مصر او غيره او شهر عليه عصا ليلا في مصر او نهارا في غيره فقتله المشهور عليه اور کچھہ نہیں اوسکے مار ڈالنیمیں جسنے
لوہے کا ہتھیار نکالا اور اوٹھایا ایکمرد پر رات میں یا دن میں خواہ شہر کے اندر ہو یا سوا اوسکے جنگل میں یا اوسپر لاٹھی اوٹھائی رات کو شہر میں یا لاٹھی اوٹھائی
دنکو شہر کے سوا جنگل وغیرہ میں سو اوسکو مار ڈالا اوسنے جسپر ہتھیار یا لاٹھی اوٹھائی ہم یہ مسئلہ سابق کے سوا ہے اسواسطے کہ وہاں جماعت مسلمین پر تلوار
کھینچی اور یہاں ایکمرد پر ہتھیار کھینچنے والیکے قتل میں کچھہ نہیں ہے خواہ رات ہو یا دن شہر ہو یا غیر شہر اسواسطے کہ ہتھیار دیر نہیں ٹھہرتا اندر گھس جاتا ہے اور
لاٹھی اوٹھانیوالیکے قتل میں رات کو شہر میں یا دنکو جنگل میں کچھہ نہیں اسواسطے کہ اگرچہ لاٹھی بدن میں گھس نہیں جاتی لیکن شہر میں رات کو اور جنگل میں دنکو
مظلوم کی فریادرسی اور مدد نہیں ہوسکتی ہاں اگر دنکو شہر میں لاٹھی اوٹھانیوالیکو قتل کریگا تو اوسکے بدلے قاتل مارا جاویگا اسواسطے کہ لاٹھی بدن میں نہیں
گھستی اور شہر میں دنکو فریادرسی اور مددگاری منقطع نہیں کذا فی صدر الشریعۃ والطحاوی ملتقطا وان شهر المجنون على غيره سلاحا فقتله المشهور
عليه عمدا يجب الدية في ماله اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہتھیار کھینچا سو اوس شخص نے مجنون کو عمدا مار ڈالا تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہے یعنی اوسپر قصاص
نہیں ومثله الصبي والدابة الصائلة وقال الشافعي لا ضمان في الكل لانه لدفع الشر اور مجنون کی مانند صغیر اور جانور حملہ کرنیوالا ہے اور شافعی
نے کہا کہ ضمان نہیں سب صورتوں میں یعنی مجنون اور صغیر اور حیوان کے قتل میں اسواسطے کہ یہ قتل دفع شر کیواسطے ہے م اور ہماری دلیل یہ ہے کہ
مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل بصفت حرمت نہیں تو بقاعدت ثابت ہوتی تو اونکے خون کی عصمت ساقط نہوگی اختیار صحیح کے نہونیکے سبب لہذا اگر مجنون یا صغیر
کسیکو قتل کریں تو قصاص نہیں یا جانور کسیکا کچھہ نقصان کریں تو اوسپر تاوان نہیں پہر جب انکا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹھہرا تو قصاص واجب ہوا لیکن قصاص نہ واجب ہوا
شبہ کے سبب یعنی دفع شر نے اونکا خون مباح کردیا پہر جب قصاص موجب شرکی علت سے ساقط ہوا تو خونبہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربه الشاهر فانصرف
وكف عنه على وجه لا يريد ضربه ثانيا فقتله الآخر اي المشهور عليه وغيره كذا عممه ابن الكمال تبعا للكافي والكفاية قتل القاتل لانه
بالانصراف عادت عصمته قلت فتحريره انه ما دام شاهر السيف لم يزل بالانصراف فليحفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پہر پلٹ گیا
اور پہر دوسری بار نہ مارا اسطرحپر کہ دوسری بار مارنیکا ارادہ نہیں رکہتا سو دوسرے نے اوسکو مار ڈالا یعنی جسپر تلوار کھینچی تھی اوسنے مارا یا اوسکو سوا اور شخص نے قتل کیا اسیطرح
کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہوکر تو ایسکا قاتل قتل کیا جاویگا اسواسطے کہ تلوار کھینچنے والیکی خون کی عصمت پہر ثابت ہوگئی پلٹ جانیکے سبب میں کہتا
ہوں تو شبہ اسمیں ہوگیا کہ جبتک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہیگا تو اوسکو اوسکا مارنا درست ہی اور نہیں تو مارنا درست نہیں تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے م طحاوی نے
کہا کہ شارح کی تحریر اور تعمیم ظاہر نہیں اسواسطے کہ کبھی انسان برہنہ شمشیر بطور سپر ہی بھاگتا جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہیں رکہتا یعنی تو مطلقا جنگی شمشیر کی ابقا
نہیں کی دلیل نہیں ہوسکتی ومن دخل عليه غيره ليلا فاخرج السرقة من بيته فاتبعه رب البيت فقتله فلا شيء عليه لقوله عليه
السلام قاتل دون مالك اور جو ایک شخص کے گھر میں غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری کا مال اوسکے گھر سے نکالے اور صاحب خانہ اوسکا پیچھا کرے اور اوسکو

مارڈالے تو اوسپر کچھ نہین نہ قصاص نہ دیت نہ کفارہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ مقاتلہ کرے اپنے مال کے آس پاس ھ نسائی مین مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اوسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے یا میرا مال چھین لیوے فرمایا کہ بنام خدا اوسکی تذکیر کر یعنی خدا کے غضب سے اوسکو ڈرا سو اوسنے کہا اگر وہ خوف نکرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانون سے مدد مانگ اوسنے کہا سو اگر میرے گرد کوئی مسلمان نہو فرمایا کہ حاکم سے مدد مانگ وہ بولا کہ اگر حاکم مجھسے دور ہو فرمایا قاتل دون مالک یعنی اپنے مال کے آس پاس مقاتلہ کر یہانتک کہ تو شہداء آخرت سے ہو یا تو اپنا مال بچا رکھے کذا فی التیسیر وکذا لو قتلہ قبل ان اخذ اذا قصد اخذ ماله ولم يتمكن من دفعه الا بالقتل صدر الشريعة اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اوسکو قتل کرے مال لینے سے پہلے جبکہ وہ اوسکے مال کے لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اوسکے ہٹانے پر سواے مار ڈالنے کے قدرت نہو کذا فی صدر الشریعۃ وفی الصغرى قصد ماله ان عشرة او اكثر قتله وان اقل قاتله ولا يقتله اور فتاوی صغرے مین ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال دس درم یا زیادہ ہے تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اوس سے مقاتلہ کرے لیکن اوسکو قتل نکر ڈالے ھ لیکن نہر الفائق مین آخر باب قطع طریق مین یون ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہو اور اوسکو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے من قتل دون ماله فهو شهيد یعنی جو اپنے مال کے درپے پر مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وھل یقبل قوله انه كان مراد بينة نعم والا فان المقتول معروفا بالسرقة والشر لم يقتص استحسانا والدية في ماله لورثة المقتول بزازيہ اور قاتل کا یہہ قول کیا مقبول ہوگا کہ اوسنے اوس سے مکابرہ کیا تھا یعنی یہہ بھی چوری سے وہ باز نرہا اگر یہہ قول گواہی سے ثابت ہے تو ہان مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہین تو اگر مقتول چوری اور بدکاری مین مشہور ہے تو قاتل سے از راہ استحسان قصاص نہ لیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال مین مقتول کے وارثون کیواسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیہ هذا اذا لم يعلم انه لو صاح عليه طرح ماله وان علم ذلك فقتله مع ذلك وجب عليه القصاص لقتله بغير حق یہہ یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہونا اوسوقت ہے جبکہ صاحب مال کو یہہ معلوم نہو کہ اگر وہ اوسپر شور کریگا اور للکاریگا تو سارق اوسکی مال کو والیں دیگا اور اگر یہہ جانے کہ للکارنے سے مال کو چھوڑ بھاگیگا پھر باوجود اوسکی اوسکو قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اوسکے ناحق قتل کرنیکے سبب سے كالمغصوب منه اذا قتل الغاصب فانه يجب القود لقدرته على دفعه بالاستغاثة بالمسلمين او القاضي مغصوب منہ کی مانند یعنی جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ غاصب کو قتل کریگا تو اوسپر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکی دفع پر قادر ہے مسلمانون اور حاکم سے فریاد کرکے ھ اور اگر مسلمین اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہون چنانچہ اس زمانے مین ہے تو ظاہر اقتل غاصب جایز ہے بعموم حدیث مذکور کی دلیل ہے کذا فی الطحطاوی ومباح الدم التجأ الى الحرم لم يقتل فيه خلافا للشافعی ولو یخرج عنه للقتل لكن يمنع عنه الطعام و الشراب حتى يضطر فيخرج من الحرم فحينئذ يقتل خارجه مباح الدم یعنی جسکا خون مباح ہے چنانچہ زانی محصن اور مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نکیا جائیگا اور نہ وہان سے گرفتار کرکے نکالا جاوے قتل کیواسطے لیکن اوسکا کھانا پینا روکا جاوے یہانتک کہ وہ گھبرا جاوے بھوک پیاس کے مارے سو آپ نکل آوے حرم سے تو اسوقت حرم سے باہر قتل کیا جاوے برخلاف امام شافعی کے یعنی اونکے نزدیک حرم کے اندر قتل اوسکا جائز ہے واما فيما دون النفس فيقتص منه في الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف مین تو قصاص لیا جائیگا اوس سے حرم کے اندر بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ اطراف مین تو اموال کا طریقہ مسلوک ہے ولو انشا القتل في الحرم قتل فيه اجماعا سراجيه اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیہ ولو قتل في البيت لا يقتل فيه ذكره المصنف في الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اوسکے اندر قتل نکیا جاویگا مصنف نے یہہ کتاب الحج کی شرح مین مذکور کیا ہے ولو قال اقتلني فقتله بسيف فلا قصاص وتجب الدية في الصحيح لان الاباحة لا تجري في النفس وسقط القود لشبهة الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجکو قتل کر سو اوسنے اوسکو تلوار سے قتل کیا تو قصاص نہین اور دیت واجب ہے قاتل کے مال مین بقول صحیح اسواسطے کہ اباحت جان مین جاری نہین ہوتی اور قصاص ساقط ہوگیا اذن مقتول کے شبہہ سے ھ ہرچند حقیقت مین اذن مقتول کا صحیح نہین لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہوگیا اور قصاص مین شبہہ بحکم حقیقت کے ہے وكذا لو قال اقتل اخي او ابني او ابي فقتله الدية استحسانا كما في البزازية عن الكفاية اور اسیطرح قصاص نہین اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بھائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کے چنانچہ بزازیہ مین ہے کفایہ سے ھ طحطاوی نے کہا

بشرطیکہ قاتل متوفی کے مورث کا وارث ہو وَفِيهَا عَنِ الْوَاقِعَاتِ لَوْ أَنَّهُ صَغِيرٌ لَمْ يُقْتَصَّ اور بزازیہ میں ہے واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا
جاویگا ھ یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے مروی ہے کہ اور یہی حکم ہے برادر صغیر کا منح الغفار میں ہے کہ
یہ محمول ہے قیاس کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے دیت ہے کذا فی العتابیہ وَفِي الْخَانِيَةِ بِعْتُكَ دَمِي بِفَلْسٍ أَوْ بِأَلْفٍ فَقَتَلَهُ يُقْتَصُّ اور خانیہ
میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسہ یا ہزار کو بیچا سو اسنے اوسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہ باطل ہے
اور قتل کا اذن نہیں ہے تو یہ قول اقتلنی کے قول کی مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص وَفِي اُقْتُلْ أَبِي عَلَيْهِ دِيَةٌ لِلِابْنِ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے
باپ کو دیت واجب ہے قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے وَفِي اقْطَعْ يَدَهُ فَقَطَعَ يَدَهُ يُقْتَصُّ اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اسنے اوسکا ہاتھ کاٹا تو قصاص
لیا جاویگا قاطع سے وَفِي شُجَّ ابْنِي فَشَجَّهُ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَإِنْ مَاتَ فَعَلَيْهِ الدِّيَةُ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اسنے اوسکا سر
پھوڑا تو اوسپر کچھ نہیں پھر اگر وہ مرگیا اس سبب سے تو اوسپر خونبہا ہے وَقِيلَ لَا تَجِبُ الدِّيَةُ أَيْضًا وَصَحَّحَهُ رُكْنُ الْإِسْلَامِ كَمَا فِي الْعِمَادِيَةِ وَبَسَطَهَا
الطَّرَسُوسِيُّ لٰكِنْ تَرَدَّدَ ابْنُ وَهْبَانَ اور قول صحیح یہ ہے کہ اپنی ذات کے اذن قتل کی دیت بھی قصاص کی مانند واجب نہیں ہے اور اسی قول کو رکن الاسلام نے
صحیح کہا ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے اور طرسوسی نے بھی اسکی تائید کی ہے لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہے ھ شرح وہبانیہ میں ہے کہ وجہ یہ ہے کہ قول اول یعنی
سقوط قصاص اور وجوب دیت اصح ہے اسواسطے کہ عصمت دم موجود ہے اور قصاص تو ساقط ہو گیا ہے شبہ اذن سے اور شبہ وجوب مال کا مانع نہیں كَمَا لَوْ قَالَ اقْتُلْ
عَبْدِي أَوِ اقْطَعْ يَدَهُ فَفَعَلَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ اتفاقاً چنانچہ اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اوسکا ہاتھ کاٹ سو اسنے اوسکو قتل کیا اور اوسکا
ہاتھ کاٹا تو اوسپر تاوان نہیں بالاتفاق ھ اسواسطے کہ غلام مال میں داخل ہے اور مال میں اباحت جاری ہے لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار
ہیں کذا فی الحموی كَقَوْلِهِ اقْطَعْ يَدِي أَوْ رِجْلِي وَإِنْ سَرَى لِنَفْسِهِ وَمَاتَ لِأَنَّ الْأَطْرَافَ كَالْأَمْوَالِ فَصَحَّ الْأَمْرُ چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا
ہاتھ یا میرا پاؤں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اوسکی جان تک پہنچ جاوے اور وہ مرجاوے اسواسطے کہ اطراف اموال کی مانند ہیں تو امر کرنا اوس میں صحیح ہوگا ھ سرایت الی النفس اور
موت بزازیہ میں ہے منح الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجیے تو بمنزلہ اقتلنی کے ہے اوسمیں بھی خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی وَلَوْ قَالَ اقْطَعْهُ
عَلَى أَنْ تُعْطِيَنِي هٰذَا الثَّوْبَ أَوْ هٰذِهِ الدَّرَاهِمَ فَقَطَعَهُ يَجِبُ الْأَرْشُ لِلشُّبْهَةِ لَا الْقَوَدُ وَبَطَلَ الصُّلْحُ بَزَّازِيَّةٌ اور اگر کہا کہ ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھکو یہ
کپڑا یا یہ دراہم دے سو اوسنے قطع کیا تو ہاتھ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطائے ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا فی البزازیۃ **فروع** متعلق
مصنف شارح کے هِبَةُ الْقِصَاصِ لِغَيْرِ الْقَاتِلِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ لَا يَجْرِي فِيهِ التَّمْلِيكُ قصاص کا ہبہ کرنا اور شخص کو سوائے قاتل کے جائز نہیں اسواسطے کہ اوسمیں
تملیک جاری نہیں ھ اور اسیطرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عَفْوُ الْوَلِيِّ عَنِ الْقَاتِلِ أَفْضَلُ مِنَ الصُّلْحِ وَالصُّلْحُ
أَفْضَلُ مِنَ الْقِصَاصِ وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہے قصاص سے ھ عفو وارث سے قاتل کی برات ہوتی
ہے دنیا میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برات نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعود وَكَذَا عَفْوُ الْمَجْرُوحِ
اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو بہتر ہے صلح سے اور صلح بہتر ہے بدلہ لینے سے لَا تَصِحُّ تَوْبَةُ الْقَاتِلِ حَتّٰى يُسَلِّمَ نَفْسَهُ لِلْقَوَدِ وَهْبَانِيَّةٌ صحیح نہیں توبہ
قاتل کی جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم نکر دے کذا فی الوہبانیۃ ھ یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی
جان حاضر کرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ ہے کہ مقتول کے وارثوں سے خبر کر دے کہ یہ قصور مجھ سے ہوا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وغیرہ لِلْإِمَامِ
شَرْطُ اسْتِيفَاءِ الْقِصَاصِ كَالْحُدُودِ عِنْدَ الْأُصُولِيِّينَ وَفَرَّقَ الْفُقَهَاءُ أَشْبَاهٌ امام یعنی حاکم مسلمین شرط استیفاء قصاص ہے یعنی جو حق کے
مثل یعنی مثل حدود کی اقامت امام کا ہونا شرط ہے علمائے اصول کے نزدیک اور فقہا نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہے کذا فی الاشباہ ھ یعنی فقہا کے نزدیک استیفاء حدود کیواسطے امام شرط ہے
قصاص کیواسطے شرط نہیں ہے کہ اگر کوئی مقتول ہوا عمداً اور اوسکا ایک وارث ہے تو اوسکو قاتل کا قتل کرنا قصاصاً جائز ہے قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور
اوسکی گردن کاٹ ڈالے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاویگا اور اگر قتل ممنوع کریگا تو تعزیر دیجاویگی مگر اوسپر تاوان نہیں اور اسیطرح قتل کرنے سے مستوفی قصاص ہوگا کذا

فی العالم کبیرۃ وفیہا فی قاعدۃ الحدود وتندرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بعلمہ فی القصاص دون الحدود اور اشباہ مین الحدود وتندرأ بالشبہات کے قاعدے مین ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتون مین پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص مین درست ہے نہ حدود مین ھ یہہ قول اسپر مبنی ہے کہ قاضی اپنی علم پر فیصلہ کرے سوا حدود کے لیکن اب فتوی اسپر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بدون شہادت کے مطلقا جائز نہین کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص یورث بخلاف الحد ۲ قصاص مین میراث جاری ہے اور حد مین نہین ھ دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص بھی موروث نہین کذا فی الحموی یصح عفو القصاص لا الحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ھ یہہ بعد مرافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعود التقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴ مدت کا گذر جانا قتل مین شہادت کا مانع نہین برخلاف حد کے حد قذف کے سوا قد یثبت بالاشارۃ الاخرس وکتابتہ بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارہ سے اور اوسکے لکھدینے سے برخلاف حد کے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اوسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کیطرف اشارہ کیا یعنی مین نے اوسکو تلوار سے مارا ہے تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی یجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص مین جائز ہے نہ حد مین المسابعۃ لا بد فی القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف انتہی ۷ ساتوین صورت یہہ ہے کہ قصاص مین دعوی ضرور ہے نہ حد مین مگر حد قذف مین البتہ دعوی ضرور ہے انتہی ما فی الاشباہ وفی القنیۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ لا یضمن ان لو تمکنہ تنحیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور قنیہ مین ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر مین جھانکا دروازے کے اندر سے سو اوس مرد نے اوسکی آنکھ پھوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہین اگر جھانکنے والیکا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اوسپر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دونو صورتون تاوان نہین ھ ابو ہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایکمرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اوسکی آنکھ پھوڑ دے ٹھیکری مار کر تو کچھ گناہ نہین اور ہماری دلیل یہہ حدیث ہے کہ آنکھ مین نصف دیت ہے اور یہہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو اور اسلیئے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر مین گھس کے کچھ لے تو بھی ستوط قطع مین نہین اور حدیث ابو ہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اوس ناظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نرہے بدون آنکھ پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جاتی لیکن مسئلہ آیندہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے اوسمین کچھ تفصیل نہین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو ادخل راسہ فرماہ بحجر ففقأہا لا یضمن اجماعا انما الخلاف فیمن نظر من خارجہا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے اوسکو پتھر سے مارا سو اوسکی آنکھ کو پھوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ عن کنز الروس باتفاق حنفی اور شافعی کے اختلاف حنفی اور شافعی تو فقط اوس صورت مین ہے جبکہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہہ باب ہے ماسوائے جان کے قصاص مین یعنی اطراف انسانی کے بدلا لینے مین ھ قصاص ما دون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی والجروح قصاص و حدیث مین ثابت ہے کہ ایکعورت نے جاریۃ انصار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینے وہو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ اور وہ یعنی قصاص ما دون النفس ہر ایک اوس مقام مین جاری ہے جہان حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہان برابری اعضائے ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہو سکے وہان بدلا لینا جاری ہے اور جہان حفظ مماثلت متصور نہین وہان قصاص نہین وہان دیت ہے یا کچھ اور جنانچہ معلوم ہوگا ھ پھر جب رعایت مماثلت کی بدلا لینے مین لازم ہوئی تو داہنا ہاتھ بائین ہاتھ کے بدلے نہ کاٹا جاویگا اور نہ بایان بدلے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے اسواسطے کہ غلام کے ہاتھ مین نصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلامون کی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہین بال مین اور سر کی کہال مین اور چہار اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت مین قصاص نہین اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے مین اور قاطع کے اعضا کا قصاص نہوگا الا بالمثل تو انگوٹھا بدلے انگوٹھے کے قطع ہوگا

باب القود فیما دون النفس

اور سیاہ ہے جو سپاہی ہے اور وہ تلی ہے جو تلی کے اور ضعف سے ضعف کے اور شدت سے شدت کے اور اسطرح دانت میں برابری اور جب تو تغیر کر لیا جاوے تو اسکے
اور داڑھ ہے داڑھ کے بدلے فذا القیاس مساوات اعضا واجب ہے اونکے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحاوی وفی المفصل وحینئذ فیقاد

قاطع الید عمدا من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والیکا عمدا جوڑ سے یعنی پہنچے اور سر کا ہاتھ
عمدا کاٹ ڈالنے کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاویگا فلو القطع من نصف ساعد او ساق او من قصبة الانف لم یقد لامتناع
حفظ المماثلة وہی الاصل فی جریان القصاص اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کی آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا
بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں ھم مبسوط میں ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اوسمین قصاص ہے اور جو
موضع مینا اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اوسمین ہمارے نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اسواسطے کہ شاید قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جاوے یا اوسمین بال
خلل ہو جاوے تو برابری نرہی کذا فی الطحاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے وان کانت ید القاطع اکبر منہا لاتحاد المنفعة قصاص میں جوڑ سے
ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں جراحت راس کے
سوا کیونکہ دونوں عضو منفعت میں یکسان ہیں کذا فی الرطبی وکذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن اور اسیطرح کا حکم ہے پانو میں اور ناک
کے نتہنون اور کان میں ھم مارن جسم نرم غضروفی ہے ناک میں بانسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص ہے اور بعض کے قطع میں قصاص نہیں
اسیطرح اگر پانون اور کان جوڑ سے قطع ہوا تو قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں عالمگیری میں خزانة المفتین سے منقول ہے کہ نوک بینی کے قطع میں حکومت
عدل ہے قول صحیح میں وکذا عین ضربت فزال ضوءہا وہی قائمة غیر منخسفة
اور اسیطرح قصاص لیا جاتا ہے اوس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اوسکی روشنی زائل ہو گئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہہ ہو کہ ضارب
کے منہ پر بھیگی روئی ڈالیجاوے اور اوسکی آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکہا جاوے ھم یہہ حکم خلافت عثمانی میں علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبد الرزاق
کے مصنف میں حکم بن عتیبہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تہی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت
اوسکی معلوم نتہی تو علی رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا کہ اوسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پہر آفتاب کے سامنا کیا گیا اور اوسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اوسکی بینائی
منقطع ہو گئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ولو قلعت لاقصاص لتعذر المماثلة اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالیجاوے تو اوسکا قصاص نہیں بسبب
متعذر ہونے مساوات کے وفی المجتبی فقأ الیمنی وشیرة الفاقی ذاہبة اقتص وترک اعمی اور مجتبی میں ہے کہ داہنی آنکھ پہوڑ دی
اور پہوڑنے والیکی بائیں آنکھ پہوٹی ہے موجود نہیں تو اوس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندہا چھوڑا جاویگا وعن الثانی لاقود فی فقیء عین الاحول
اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بہینگی کے پہوڑنے میں قصاص نہیں ھم مجتبی میں ہے کہ اگر احول کی آنکھ میں حول سے ضرر بصارت نہو تو قصاص ہے اور اگر
ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقا قصاص نہیں انتہی تو ظاہرا قول اول معتمد ہے اور قول ثانی ضعیف تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا نہ
تہا کذا فی الطحاوی وکذا ہو ایضا فی کل شجة تراعی ویتحقق فیہا المماثلة کموضحة اور اسیطرح قصاص کا حکم ہے ہر ایک اوس زخم سر
میں جسمیں مماثلت اور مساوات کی مراعات ہو سکتی ہے چنانچہ جراحت موضحہ میں ھم موضحہ وہ جراحت ہے جسمیں سر یا چہرہ کی کہال اور گوشت قطع ہو کر
کہلجاوے چنانچہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوتا طولا وکذا السامحة اور قصاص نہیں ہڈی توڑ
میں سوائے دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور کے دونوں دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ھم
اور حدیث جو ہدایہ میں مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عباس اور شعبی اور حسن بصری سے مروی
ہے کہ کہا نہیں قصاص ہے ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب مذکور میں مروی ہے کذا فی العینی
فتقلع ان قلعت وقیل تبرد الی موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلة اذ ربما تفسد لہاتہ وبہ اخذ

صاحب الکافی قال المصنف وفی المجتبی وبه یفتی تو ظالم کا دانت اوکھاڑا جاوے اگر مظلوم کا دانت اوکھاڑ گیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ دانت ریتا
جاوے سوہان سے گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کے مقام تک اور باوجود گوشت کے جسقدر دانت باقی رہے اوسکا قصاص لیا جاوے تعذر مماثلت کے سبب سے اسلئے کہ
دانت کے اوکھاڑنے میں کبھی یا اکثر کو فاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح میں اسکو کہا ہے اور مجتبی میں ہے کہ اسی قول اخیر پر فتوی ہے
ھم طحطاوی نے کہا کہ مخطوط ہیں یعنی ایسی طرح نقل کیا ہوا ہو اور مصنف اور شارح اوسکا تابع ہو گیا ہے اور حق یہ ہے کہ لثه لثاث ہے یعنی بجای ہا و ہو تا مثلثہ ہے لثات
جمع لثه بکسر لام بمعنی مسوڑہ یعنی دانت اوکھاڑ ڈالنے کے قصاص میں اوکھاڑنا نچاہیے بلکہ دانت کا ریتنا مسوڑھوں سے چاہیے اسواسطے کہ اوکھاڑنے سے مسوڑھوں
میں اکثر خلل واقع ہو جاتا ہے کما تبرد الی ان یتساویا ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یہانتک کہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت برابر ہو جاویں اگر
مکسور کا دانت توڑا گیا ہو ھم ریتنا اوسوقت ہے جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو والا قصاص نہیں خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریة وفی المجتبی ویؤجل
حولا فان لم ینبت یقتص وقیل یؤجل الصبی لا البالغ اور مجتبی میں ہے کہ قصاص کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاوے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص
لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کیواسطے ھم منتقی میں ہے جب دانت سے کچھ توڑا گیا تو ایک سال کا انتظار
کرنا چاہیے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت نہ پھر جاوے تو اوسپر قصاص ہے سوہان سے ریت کر اور ظہیریہ میں ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے چنگے ہونے
تک انتظار چاہیے اور ایک سال کا انتظار ضرور نہیں مگر مجروح کی زوائد میں اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہے کذا فی الطحطاوی فلو مات
الصبی فی الحول یعنی پھر اگر صغیر سال کی مدت میں مرگیا تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیه حکومة عدل اور ابو یوسف
نے کہا کہ اوسمیں حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اجل فی تحریکه فلم یسقط فعند ابی یوسف تجب حکومة عدل الالم ای اجرة
القلاع والطبیب وتحقیقه اور اسیطرح دانت اوکھاڑنے کی مانند خلاف ہے جبکہ مدت مقرر کیجاوے دانت کی تحریک میں پھر مدت کے اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو
ابو یوسف کے نزدیک درد کا خونبہا یعنے دانت اوکھاڑنے اور طبیب معالج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ھم مبسوط میں ہے کہ
جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایک سال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچھ نہیں اور اگر سال کے اندر اوسی
ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمدا تھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی اور اس مسئلہ میں ابو یوسف کا وہ قول ہے
جو شارح نے ذکر کیا وتؤخذ الثنیة بالثنیة والناب بالناب ولا یؤخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبی والحاصل
انه لا یؤخذ عضو الا بمثله اور قصاص لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلا نہیں لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت کا
اور نہ نیچے کا اوپر کے سے کذا فی المجتبی اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلا نہیں لیا جاتا مگر اوسکی مثل اور مانند سے ولا قود عندنا فی طرف رجل و
امرأة و طرف حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر المماثلة بدلیل اختلاف دیتهم وقیمتهم والاطراف کالاموال اور قصاص نہیں ہم
حنفیوں کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف میں اور آزاد اور غلام کے اطراف میں اور دو غلاموں کی اطراف میں بسبب متعذر ہونے مساوات کے اونکی دیت
اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہیں یعنی جب اطراف انسانی بمنزله مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت
کی دیت میں اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلاموں کی قیمت میں تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر ٹھہرا قلت هذا هو المشهور لکن فی الواقعات
لو قطعت امرأة ید رجل کان القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین
واقره القهستانی والبرجندی میں کہتا ہوں کہ یہی یعنے مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلاموں کے اطراف میں قصاص کا نہونا یہی
مشہور ہے لیکن واقعات میں ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اسواسطے کہ استیفاء ناقص کا کامل کی عوض ہو سکتا ہے جبکہ صاحب حق
ناقص پر اکتفا کرے اور راضی ہو جاوے تو اسطرح کچھ فرق نہیں آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے اندر یعنی جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد
اعلی کا مالک عبد ادنے سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہے ھم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول

مستوی ہیں شہ یہ قول وطرف الکبیر والکافر سیان والقیاس یہ ہے لا اثر اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہیں خونبہا کی مساوات کے
سبب سے ہم کا دیتے دی مراد ہوتا کا دعویٰ اور ستار کذا فی الطحاوی وقال الشافعی کل من یقتل بہ یقطع بہ ومن لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو
شخص قتل کیا جاتا ہو جسکے عوض اوسکا عضو بھی قطع کیا جاتا ہو اوسکے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا اوسکا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی اوسکے نزدیک مسلم کا قتل
نہیں ذمی کے مارنے تو اوسکے عضو کا بھی قطع نہیں اوسکے عضو کے بدلے ولا فی قطع ید من نصف الساعد لما مر اور قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں
نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہیں ہو سکتی کمی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے ولا فی جائفۃ
برئت اور قصاص نہیں اوس جائفہ میں جو اچھا ہو گیا ہو جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ تک پہونچگیا سینہ کیطرف سے یا پیٹھ یا پیٹ کیطرف سے تو گردن اور
حلق اور ہاتھ اور پانوں میں جائفہ نہیں ہوتا لیکن بر طرف اور مقعد میں جائفہ ہوتا ہے کذا فی الطحاوی علی شرح الصدوری فان لم تبرأ وان سارت
یقتص ولا ینتظر البرء او السرایۃ ای کمال پھر اگر زخم جائفہ جیسا ہوا سو اگر ساری ہو گیا یعنی زخم کے صدمہ سے زخمی مرگیا تو جارح سے قصاص لیا جائیگا
اور اگر اچھا ہو تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیے کہ اصرح اس کمال و لسان و ذکر ولو من اصلہما یہ یفتی شرح وہبانیہ واقرہ المصنف لانہ
ینقبض وینبسط قلت لکن جزم قاضیخان بلزوم القصاص وجعلہ فی المحیط قول الامام ونصہ قال ابو حنیفۃ ان قطع ذکرہ من
اصلہ او من الحشفۃ اقتص منہ اذ لہ حد معلوم واقرہ الشرنبلالی ملخصا اور قصاص نہیں زبان اور ذکر کے قطع میں اگرچہ دونوں جڑسے قطع
ہوگئے ہوں اس قول پر فتویٰ ہے کذا فی شرح الوہبانیہ اور اسیکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اسواسطے کہ ذکر سمٹتا اور پھیلتا ہے یعنی تو قطع میں کمی بیشی کا احتمال ہے
میں کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص پر قطعی حکم کیا ہے اور محیط میں اسکو امام کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر
مارا جڑسے قطع ہوا یا حشفہ پاری سے تو قاطع سے قصاص لیا جائے اسواسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد
رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضیخان میں یہ ہے کہ ذکر کے قطع میں عمداً جڑسے قصاص ہے اور اگر اوسکو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور قطع زبان میں قصاص نہیں ہے
اور ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ قطع اصل ذکر سے قصاص واجب ہوتا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف کا قول مذکور ہے امام کا اور
عالمگیریہ میں ظاہر یہ سے منقول ہے کہ بعض ذکر کے قطع میں قصاص نہیں اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یہ ہے امام محمد کی مبسوط میں ذکر یوں ہے کہ اوسمیں قصاص نہیں اور
ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اوسمیں قصاص ہے مضمرات میں ہے کہ ظاہر الروایہ صحیح ہے انتہی واللہ اعلم الا ان یقطع کل الحشفۃ فیقتص ولو بعضہا لا
اگر حشفہ کا مکمل سارا قطع ہو گیا تو اوسکا قصاص لیا جائیگا اور اگر تمام نہیں بعض قطع ہوئی تو قصاص نہیں ہے اسواسطے کہ کل حشفہ کی حد قطع معلوم ہے بعض کی
وصح فی الوقطع بعض اللسان اذ تعلم بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا ویجب القصاص فی الشفۃ ان استقصاہا بالقطع لامکان
المماثلۃ والا یستقصہا لا یقتص مجتبیٰ وجوہرۃ اور قصاص واجب ہے ہونٹھ میں اگر قاطع نے قطع کے سبب سے لب کو نہایت تک پہونچا دیا یعنی جڑ کے
کاٹا کچھ باقی نہ رکھا تو حرف قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو جڑ کے نہیں کاٹا تو قصاص نہ لیا جاویگا کذا فی المجتبیٰ والجوہرۃ یعنی قصاص ہوگا
عدم مماثلت کے احتمال سے وفی لسان اخرس وصبی لا یتکلم حکومۃ عدل اور گونگے اور ایسے صغیر غیر متکلم کی قطع زبان میں حکومت عدل ہے ہم حکومت
عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں معلوم ہوگی کہ عیب دار اور بے عیب کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہ دیت مسمیٰ بحکومت عدل ہے
وان کان القاطع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشاج اکبر من المشجوج خیر المجنی علیہ بین القود واخذ الارش وعلی
ہذا فی السن وسائر الاطراف التی تقاد اذا کان طرف الضارب والقاطع معیبا یخیر المجنی علیہ بین اخذ المعیب
والارش کاملا اور اگر قاطع کی یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنیوالیکا سر بڑا ہو اوسکے سر سے جسکے سر کو اوسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص
لینے اور دیت کے لینے میں وعلی ہذا القیاس اور باقی اون اطراف میں جنکا قصاص لیا واجب ہے جسکے عضو ضارب یا قاطع کا عیب دار ہو تو مضروب اور مقطوع
عیب دار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہے چاہے عیب دار کو لیوے یا پوری دیت لیوے ہم اختیار اسواسطے دیا گیا کہ اوس عضو تمیں الٰہی کمال حق

موسی نے وو الجی سے نقل کیا کہ یہ اوس وقت ہے جبکہ قاطع قطع کیوقت لنجا ہو اور اگر قطع کیوقت اسکا ہاتھ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے لنجا ہو جاتا تو مقطوع
قصاص سے دیت نہ پاویگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تھا سو ساقط ہوگیا بقدر ہلاک ہو جانے محل کے کذا فی الطحطاوی وقال برهان الدين هذا لو
الشلاء ينتفع بها فلو لم ينتفع بها لم تكن محلا للقود فله دية كاملة بلا اختيار وعليه الفتوى مجتبى برہان الدین نے کہا یہ حکم
اوس شرط سے ہے کہ ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اوس سے فائدہ حاصل نہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کیو پوری دیت ملیگی بلا اختیار
قصاص اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی وفيه لا تقطع الصحيحة بالشلاء اور مجتبی میں ہے کہ صحیح ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے قطع نہوگا ويسقط
القود بموت القاتل لفوات المحل اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نرہا ويعفو الاولياء اور
قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف کردینے سے وبصلحهم على مال ولو قليلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثوں کے صلح کرنے سے
مال پر اگرچہ مال کم ہو ھ اسواسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے اوسمین عوض کی کچھ تعیین نہیں کذا
فی الحموی یعنی جسقدر پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر ہو یا کم و بیش ويجب حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال نقد اجمال دینا واجب ہوگا عدم تعیین
مدت کیصورت میں ويصلح احدهم وعفوه ولمن بقي من الورثة حصته من الدية في ثلث سنين على القاتل هو الصحيح وقيل على
العاقلة ملتقی اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کردینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جسنے صلح اور عفو کچھ نہیں کیا وہ اپنا حصہ
پاویگا دیت سے تین سال کی مدت میں اور یہ دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے برادری پر دیت ہے کذا فی الملتقی امر الحر القاتل و
سيد العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمهما الذي اشتركا فيه على الف ففعل المامور الصلح عن دمهما فالالف على الحر
والسيد لا تصبر نصفان لانه مقابل بالقود وهو عليهما سوية فيبدل له كذلك آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایک مرد کو ہزار
درم پر صلح کرنیکا اوس خون کے بدلے جسمین آزاد اور غلام دونو شریک تھے امر کیا سو مرد مامور نے دونوں کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درم دونوں
امر کرنیوالوں یعنی آزاد اور مولے پر آدھوں آدھ ہیں یعنی پانچسو آزاد پر اور پانچسو مولی پر ہونگے اسلئے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص
دونو پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بھی اسیطرح دونوں پر برابر ہوگا وتقتل جمع بمفرد ان جرح كل واحد جرحا مهلكا لان زهوق الروح يتحقق
بالمشاركة لانه غير متجز بخلاف الاطراف كما سيجيء اور قتل کیجائیگی جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسواسطے
کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اسواسطے کہ خروج روح امر قسمت پذیر نہیں یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہریگا کذا فی
الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے ھ دلیل نقلی قتل جماعت کی موطا کی یہ حدیث ہے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر فاروق رض
نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعاء اوسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو میں انکو قتل کرتا صنعا شہر ہے
یمن کا کذا فی العینی شرح الہدایہ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوگ ساتھ ہی ماریں اور اگر ضرب علی التعاقب ہو اور مقتول مرجاوے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم
کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جاوے اور
یہ معلوم نہیں مگر موت سے پہلے تو اوسپر قصاص واجب ہوگا جسکا زخم مہلک اور کاری ہوگا کذا فی الطحطاوی والا لا كما في تصحيح العلامة قاسم
اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح میں ہے ھ خواہ کسیکا زخم مہلک نہو یا بعض کا مہلک ہو باقی
کا نہو جسکا مہلک ہوگا اوسپر قصاص ہے اور باقی لوگوں پر تعزیر کذا فی الطحطاوی وفي المجتبى انما يقتلون اذا وجد من كل جرح يصلح لزهوق
الروح فاما اذا كانوا نظارة او مغرين او معينين بامساك و نحوه فلا قود عليهم اور مجتبی میں ہے کہ جماعت کے لوگ تو اوس صورت سے
قتل ہونگے جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاوے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکہتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشا بین ہوں یا قاتل کو ورغلانے
ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں ایک شخص کو گرفتار کرکے تو اون لوگوں پر قصاص نہیں ورنہ اوسپر خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی وللاولی ان يعرف

لجمع بلا جمع العقلى قالة لو قتل فرد اجمعًا فحضر احدهم اولى او جميعهم سقط القود قهستانى ديه بتربيه شبهاً كه مصنف نے لفظ جمع کو حرف بلا سے ترتیب کے ساتھ ذکر کیا اگر ایک شخص کو جماعت قتل کرے کہ ان میں سے ایک باپ ہو مقتول کا یا کوئی ان میں دیوانہ ہو تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی ہم یعنی اگر وہ ہم جنس غاریجی ہو تو غیر قرار دینا ہو جاتا بلا خلف ویقتل فرد بجمع اکتفاء للباقين خلافاً للشافعی ان حضروا لہم ثمر اور قتل کیا جا تا ہے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب جنایت کرنے قصاص فرد کے باقیون کیواسطے برخلاف شافعی کے ہم امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول مقتول کیواسطے قتل ہوگا اور باقیون کیواسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات اوس کے تمام بین قسمت ہونگی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے کافی ہے اسواسطے کہ ہر وارث قاتل کا قاتل ہے تو مثبت کمال اسکا واسطے قصاص کے اور اسلئے کہ قتل اخراج روح کیواسطے سالم ہے اور اخراج روح قسمت پذیر نہین تو ہر وارث کیطرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی المبنی فان حضر ولی احد قتل له وسقط حق البقية كموت القاتل حتف انفه لفوات المحل کا ص پہر اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اوسکے واسطے قتل ہوگا اور ہم منفیون کے نزدیک باقی وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے مین اپنی موت سے بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے جیسا کہ گذرا قطع رجلان فاکثر ید رجل او رجله او قلعا سنه ونحو ذلك مما دون النفس حق هی کو دو شخصون یا زیادہ نے اگر مرد کا ہاتھ یا پانوکاٹا یا دونون نے اوسکا دانت اوکہاڑا اور مانند اسکی اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی الجوہرہ بان اخذ اسکینا فامراها على يده حتى انفصلت فلا قصاص على واحد منهما او منهم لانعدام المماثلة ہاتھ یا پانو اسطرح کاٹا کہ دو شخصون نے چہری کو پکڑا سو اوسکو چلایا اوس مرد کے ہاتھ یا پانو پر یہان تک کہ بدن سے جدا ہو گیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہین کسی پر ان دو مین سے یا جماعت پر بسبب نہونے مماثلت اور مساوات کے ہم اسلئے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونون کی قوت اور اعتماد سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد کیطرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوئی دو ہاتھ کے قطع مین اور ایک ہاتھ کے قطع مین بخلاف قتل النفس بنفس واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد کیطرف علی وجہ الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب کذا فی الہدایہ وشروحہا لان الشرط فی الاطراف المساواة فی المنفعة والقیمة بخلاف النفس فان الشرط فيها المساواة فی العصمة فقط درر کسی پر قصاص نہین انعدام مماثلت کے سبب اسواسطے کہ اطراف کے قصاص مین مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت مین یعنی وہ یہان حاصل نہین برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص مین فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس اعدا اور انفس عصمت دم مین برابر ہین لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانونکا قصاص ہوتا ہے وضمنا اى ضمنوا دیتها على عددهم بالسوية اور دونون قاطع بنسبت قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دین بقدر اپنی شمار کی برابر وان قطع واحد یمینی رجلین فلهما قطع یمینه ودية يد بينهما ان حضرا معاً اور اگر ایک مرد دو مردون کے ہاتھ کاٹے تو دونون کو اوسکا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتھ کا خونبہا لینا آپس مین آدہون آدہ بانٹ کر لینا بشرطیکہ دونون شخص ساتہی حاضر ہون وان حضر احدهما وقطع له فللآخر عليه اى على القاطع نصف الدية لما مر ان الاطراف ليست كالنفوس ہی اور اگر دونون مین سے ایک مرد حاضر ہوا اور اوسکے بدلے اوسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کیواسطے قاطع پر نصف دیت ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اطراف کا حکم نفوس کی مانند نہین ہے ہم دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار کا نصف پانسو دینار کذا فی الطحطاوی ولو قضی بالقصاص بينهما ثم عفا احدهما فبل … اور اگر دونون شخصون کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے قصاص … باقی رہ نزدیک مستحق نہین ہونا … اختیار دیتا ويقاد عبد اقر بقتل عمد خلافاً لزفر اور قصاص لیا جاویگا اوس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ اونکے نزدیک اقرار عبد غلام سے قصاص نہین ہم وجوب قصاص کی وجہ یہہ ہے کہ ایسی صورت مین غلام پر تہمت نہو اسلئے کہ سمین اوسکا ضرر ہے ولو اقر بخطأ او بمال لم يصح اقراره على مولاه بل يكون فی

رقبته الى ان يعتق كما نقل المصنف عن الجوهرة اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار اوسکے مالک پر نافذ نہوگا بلکہ اوسکی گردن پر رہیگا آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونیکے بعد اوسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہے قال وظاہر کلام الزیلعی بطلان اقرارہ بالخطاء اصلاً یعنی لا فی حقہ ولا فی حق سیدہ ونحوہ فی احکام العبید من الاشباہ معللاً بان موجبہ الدفع او الفداء انتہی فتامّلہ مصنف نے کہا اور زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی نہ غلام کے حق مین صحیح ہے نہ اوسکے مالک کے حق مین اور اسیکی مانند اشباہ کے احکام عبید مین مذکور ہے زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہے یون تعلیل بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف سو اسمین تامل کر ہم شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہہ تعلیل زیلعی کیجانب سے ہے نہ اشباہ کیطرف سے اسواسطے کہ اشباہ مین تعلیل ہی مذکور نہین زیلعی کی پوری تقریر یون ہے کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اسواسطے کہ موجب اوسکا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھہ واجب نہین تو اقرار مذکور صحیح نہوگا خواہ غلام مجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہہ اقرار باب تجارت سے نہین تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی لکن علّلہ القہستانی بانہ اقرار بالدیۃ علی العاقلۃ انتہی قلت بین کا اذ قد اجمع العلماء علی العمل بمقتضی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبداً ولا عمداً ولا صلحاً ولا اعترافاً حتی لو اقر الحر بالقتل خطاء یکون اقرارہ اقراراً علی العاقلۃ ای الا ان یصدقوہ وکذا قررہ القہستانی فی المعاقل فتنبہ لیکن قہستانی شارح نقایہ نے اوسکی تعلیل یون بیان کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہے سو کلام مین تدبر اور غور کر کہ منظور فیہ ہے اسلئے کہ علمائے اجماع کیا ہے اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرینگا کہ عواقل دیت غلام کے متحمل نہین ہوتے اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہانتک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہہ اقرار عاقلہ یعنی مددگارون پر نہوگا لیکن اسصورت مین مددگارون پر دیت ہے جبکہ وہ اقرار کی تصدیق کرین اور اسی مضمون کی تقریر کی ہے قہستانی نے کتاب المعاقل مین تو خبردار رہیو ہم طحطاوی نے شارح کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جسکو اوسکی دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ملاحظہ کرے رمی رجلاً عمداً فنفذ السہم الیہ الی آخر فما یقتص للاول لانہ عمد وللثانی الدیۃ علی عاقلتہ لانہ خطاء ایکمرد نے عمدا تیر مارا سو اوسکے بدن سے پار ہوکر دوسرے شخص کے جا لگا سو دونون مرگئے تو پہلے مردکیواسطے قصاص لیا جاویگا اسلئے کہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے مردکیواسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے برادرون پر اسلئے کہ وہ قتل خطا ہے ہم ہر چند یہہ فعل واحد ہے لیکن تعدد اثر سے متعدد ہوگیا کذا فی الزیلعی وقعت حیۃ علیہ فدفعہا عن نفسہ فسقطت علی آخر فدفعہا عن نفسہ فوقعت علی ثالث فلسعتہ ای الثالث فہلک فعلی من الدیۃ ہکذا سئل ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ بحضرۃ جماعۃ فقال لا یضمن الاول لان الحیۃ لم تضر الثانی وکذلک لا یضمن الثانی والثالث لو کانوا وما الاخیر فان لسعتہ مع سقوطہا فوراً من غیر مہلۃ فعلی الدافع الدیۃ لورثۃ الہالک والا تلسعہ فوراً لا یضمن دافعہا علیہ ایضاً فاستصوبوہ جمیعاً وہذا من مناقبہ رضی اللہ عنہ صیرفیہ ومجمع الفتاوی سانپ گرپڑا ایک شخص پر سو اوسنے اپنے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اوسکو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا اسوقت تیسرے کو اوسنے کاٹا تو وہ مرگیا تو کون شخص دیت دینا واجب ہوگا اس طرح سوال ہوا تھا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعۃ علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہین پونہچایا اور اسیطرح دوسرا اور تیسرا شخص ضامن نہیگا اگر تین آدمیون سے زیادہ لوگ ہون رہا اخیر شخص سو اوسکا یہہ حال ہے کہ اگر اوسکو سانپ نے گرنے کے ساتھہ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خونبہا مرجانیوالیکے وارثون کیواسطے واجب ہے اور اگر سانپ نے فوراً نہین کاٹا تو ہٹانے والے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہین آویگا یہہ سبعلماؤن نے ٹھیک جوابدہی کا اقرار کیا اور یہہ مسئلہ بھی منجملہ مناقب امام کے ہے رضی اللہ عنہ کذا فی الصیرفیہ ومجمع الفتاوی ہم فوراً کاٹنے سے ظاہر ہے کہ ٹھہر کر کاٹنا دوسرے پر خونبہا واجب ہونے والی ورکر مہلت سے کاٹا تو دافع سبب نہ ہوا قال المصنف وبہذا التفصیل اجبت فی حادثۃ الفتوی وہی ان کلبا عقوراً وقع علی آخر فالقاہ علی الثانی والثانی

علی الثالث واللہ اعلم۔ مصنف نے شرح میں کہا کہ بموجب اسی تفصیل کے بیر ہے حوا : یا شبا او معسور ہین جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہے کہ سنگ گرد
ایک شخص پر گر پڑا اسوا وسنے دوسرے شخص پر ڈالا الخ دوسرے نے تیسرے پر ڈالا الخ واللہ اعلم یعنی رابع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اوسکے فوراً کاٹنے سے مرگیا اور اگر
ٹھہر کے اوسنے کاٹا تو اوسپر بھی دیت نہین **فروع** مسائل متفرقہ شارح کی التوجیہ او عقربا فی الطریق فلدغت رجلا فمات ان اخذ ذلک
لسعت للدغتہ ایک شخص نے سانپ یا بچھو راہ مین ڈالا سو اوسنے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مرگیا تو ڈالنیوالے پر دیت لازم ہوگی مگر جبکہ سانپ ڈالنے
کی جگہ سے کھسکیا پھر اوسنے کاٹا تو اوسپر کچھ ضمان لازم نہوگا علامہ طحطاوی نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضاء جواب امام یہ ہے کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہے
اور اگر ڈالنے کے بعد ایکساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہین وضع سیفا فی الطریق فعثر بہ انسان ومات وکسر السیف فدیتہ علی
رب السیف وقیمتہ علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ مین پس ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کہا کے گر پڑا اور مرگیا اور تلوار ٹوٹ گئی اوس کے
گرنے سے تو اوسکا خونبہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنیوالے پر ہے حوتہ ثور نطوح شہرتہ للمعرفۃ فقتل ثورا غیرہ فمات ان اشھد علیہ
ضمن والا لا وقال فی البدایع لا ضمان لان الاشھاد انما یکون فی الحائط لا فی الحیوان تاجیتہ اور بیل بھوڑا چراگاہ مین
ہوا اوسنے دوسرے کے بیل کے سینگ مارا سو وہ مرگیا اگر گاو مقتول کے مالک نے اوسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگون کو اوسکی شاخ زنی پر گواہ کردیا ہو تو گاو
قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہین اور بدائع مین کہا کہ مطلقاً تاوان نہین اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہے دیوار مائل مین جانور
مین کذا فی الناجیۃ واعلم انہ اذا اشترک قاتل العمد مع من لا یجب علیہ القود کاجنبی شارک الاب فی قتل ابنہ وکاجنبی
شارک الزوج فی قتل زوجتہ ولہ منہا ولد وکعامد مع مخطئ وعاقل مع مجنون وبالغ مع صغیر وشریک حیۃ وسبع کما فی الملتقی
فلا قود علی احدھما ای لا قصاص علی واحد منہما کذا فی الکنز اور معلوم کرکہ جب شریک ہو قاتل عمدا اوس شخص کے ساتھ جسپر قصاص واجب نہین
چنانچہ اجنبی شریک ہوگیا باپ کا اوسکے فرزند کے قتل کرنے مین اور جیسے بیگانہ شریک ہوگیا زوج کا اوسکی زوجہ کے قتل مین جسکی بیٹی سے زوج کا لڑکا
موجود ہے اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتھہ اور عاقل مجنون کے ساتھہ اور بالغ قاتل صغیر کے ساتھہ اور سانپ اور درندہ کا ساتھی تو دونون
مین سے ایک پر قصاص نہین یعنی سب صورتون مذکورہ مین کسی پر قصاص نہین ہم پہلی صورتین جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اوسکے ساتھی سے بھی ساقط
ہوگیا اور دوسری صورت مین زوج سے اسواسطے قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا وارث فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہین لے سکتا پھر جب دوسرا
ہوا تو اسیطرح اوسکے شریک پر بھی واجب ہوا طحطاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت مین باپ یا زوج کے ساتھہ دیت واجب ہوگی دونون کے مال مین اسلیے
کہ دونون قاتل عامد ہین اور عامد اور مخطی کی شرکت مین نصف دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادری پر اسیطرح عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے
برادرون پر اور بالغ پر نصف دیت ہے اور باقی صغیر کے برادرون پر اور سانپ اور درندہ کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے دخل
بیتہ فرأی رجلا مع امراتہ او جاریتہ فقتلہ حل لہ ذلک ولا قصاص علیہ ھذا ساقط من نسخ المتن ثابت فی نسخ الشرح
منسوبا لشرح الوھبانیۃ وقد حققناہ فی باب التعزیر داخل ہوا اپنے گہر مین سو ایک مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھہ سو اوسکو
اوسنے مارڈالا تو اوسکو یہہ قتل کرنا حلال ہے اور اوسپر قصاص نہین شارح نے کہا یہہ مسئلہ متن کے نسخون سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے
منسوب بشرح وہبانیہ اور ہمنے اسکی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب مین ہم علت قتل مین ظاہرا احصان شرط نہین اسواسطے کہ ابن وہبان نے علت یہہ بیان کی ہے
کہ قتل بیان باب حدود سے نہین بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسی طرح بزازی نے متعلق رکہا ہے اور جو کسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ
قاضی خان نے اسکو مصرح بیان کیا ہے تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات کے نہین ہے اسلیے کہ زنا موجب قتل نہین بدون احصان کے انتہی اور ہم نے
زاہدی سے بھی منقول ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اوسکو قتل کرنا حلال ہے اور قتل سے باز رہتا ہے آدمی اس خوف سے کہ اوسکو حاکم وغیرہ
سیاستاً نجاویگا اسمین کہ اوسنے زنا کرتے دیکھکر قتل کیا ہے انتہی اور منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ حلت قتل اوسوقت ہے جبکہ شور کرنے سے زانی نہ بہاگے

اور زمانہ سے باز رہے کذا فی الظہیریہ **فروع** ما بین تعد شارم کے صبی محجور قال لہ رجل شد فرسی فاداستہا فرفسہ فمات فدیتہ علی عاقلۃ الآمر صغیر غیر ماذون سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا ہانک دے سو ایسے ہی اوسکے ہانکنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اوسکو لات سے کچلا سو وہ مرگیا تو اوسکا خونبہا امر کرنیوالے کے مددگار پر ہے وکذا لو اعطی صبیا عصی او سلاحا او امرہ بحمل شئ او کسر حطب ونحو ذلک بلا اذن ولیہ فمات اور اسیطرح اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اوسکو کسی چیز کے اوٹھانیکا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اسکے اور کوئی امر کیا بلا اذن اوسکے ولی کے سو وہ لڑکا مرگیا تو دیت واجب ہوگی **م** یعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا تھا اوسنے کیا اپنے اوپر اوسکی کچھ کہا سو اوسکے سبب سے وہ مرگیا اسطرح کہ اوسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا اور یہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کریگا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن التتارخانیہ والخلاصہ ولو اعطاہ السلاح ولم یقل امسکہ فعطب اور اگر اوسکو ہتھیار دیا اور یہ نکہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہیں یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب **هم** قول مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہو کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ صبی علی حائط صاح بہ رجل فوقع فمات ان صاح بہ فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال قع فوقع ضمن بہ یفتی وقیل لا یضمن مطلقا ایک طفل صغیر دیوار پر تھا ایک مرد نے اوسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یون شور کرکے کہا اوسکو کہ خبردار نہ گرنا سو وہ گر پڑا تو اوسپر خونبہا نہیں اور اگر یون چلاکر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ کسیطرح ضمان نہیں کذا فی التاجیہ

فصل فی الفعلین

یہ فصل ہے دو فعل کے مسائل میں مثلا قطع ید اور قتل جدا ایک شخص سے دونون فعل ہون یا دو شخصون سے قطع یدہ رجل ثم قتلہ اخذ بالامرین بالقطع والقتل ولو کانا عمدین او کانا خطائین او کانا مختلفین ای احدہما عمدا والاخر خطأ تخلل بینہما برء او لا ہاتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اوسکو مار ڈالا تو یہ دونون امر یعنی قطع اور قتل یہ دونو فعل میں پکڑا جاویگا یعنی دونو فعل کا بدلا اوس سے لیا جاویگا اگرچہ دونو فعل عمد ہون یا دونو خطا ہون یا دونون مختلف ہون یعنی ایک فعل عمد ہو اور دوسرا خطا خواہ دونو فعل میں صحت واقع ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی ہو فیؤخذ بالامرین فی الکل بلا تداخل الا فی خطائین لم یتخلل بینہما برء فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیۃ واحدۃ وان تخلل برء لم یتداخلا کما علمت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتون مذکورہ میں بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤن میں جنکے درمیان صحت واقع نہیں ہوئی اسواسطے کہ وہ دونو فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل دوسرے فعل میں داخل ہو جاویگا باعتبار اتحاد اجزا کے تو دونون مین ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان میں صحت واقع ہوئی تو دونون متداخل نہونگے چنانچہ تو معلوم کر چکا ہے متن کے عموم سے فالحاصل ان القطع اما عمد او خطأ والقتل کذلک صار اربعۃ ثم اما ان یکون بینہما برء او لا صار ثمانیۃ وقد علم حکم کل منہا تو خلاصہ یہ ہے کہ قطع یا عمد ہے یا خطا ہے اور قتل بھی اسیطرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمین ہوگئین پھر دونون کے درمیان صحت حاصل ہوتی یا نہوئی تو آٹھ قسمین ہوگئین اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا **هم** تو اگر قطع اور قتل دونو عمد ہون اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہے تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا پھر قتل کا اور اگر صحت بامین مین حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو گویا قطع قتل کی جزا مین داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونو خطا ہون تو اگر درمیانمین صحت ہوگئی ہے تو قطع اور قتل دونونکی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیانمین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہو اور قتل عمد ہو خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی شرح الوقایہ ضمن ضربہ مائۃ سوط فبرأ من تسعین ولم یبق اثرہا ای اثر الجراحۃ ومات من عشرۃ ففیہ دیۃ واحدۃ لان ما برأ من تسعین لم یبق معتبرۃ الا فی حق التعزیر یا ایسا ایسا شخص کہ جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے اور اونکی جراحت کا اثر کچھہ باقی نرہا اور دس کوڑے کے صدمہ سے مرگیا تو اسمین ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے تو اونکا مارنا معتبر باقی نرہا مگر تعزیر کے حق مین البتہ

تبر جائے ولذا لکل جراحة اندملت ولم یبق لها اثر عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف فی مثلها حکومة عدل وعن محمد یجب
اجرة الطبیب وثمن الادویة درر وصدر الشریعة وهدایه وغیرها اور اسیطرح غیر معتبر ہے ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اوسکا نشان باقی نہ
ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اسکی مانند میں حکومت عدل ہے اور امام محمد سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور دواؤں کا ثمن واجب ہوگا چنانچہ درر
اور صدر الشریعة اور ہدایہ وغیرہا میں ہے وتجب حکومة عدل مع دیة النفس فی مالو سقط بجرحته وبقی اثرها بالاجماع لبقاء الاثر ووجوب
الارش باعتبار الاثر هدایه وغیرها اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے اُس سوکھنڈ میں جنہوں نے زخمی کردیا اور اوسکا نشان باقی
رہگیا یہ حکم اثر کے باقی رہنے کے سبب سے ہے اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے یعنی ۱۰ کوڑی کا
زخم چنگا ہوگیا لیکن اوسکا نشان باقی رہا پھر دس کوڑی کے مارنے سے وہ مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ
دیت ما دون نفس کی واجب ہوتی ہے عیب کی اور بدنمائی ہے اور عیب کی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہجانے سے وفی جواهر الفتاوی رجل جرح رجلا
فعجز المجروح عن الکسب یجب علی الجارح النفقة والمداواة اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمانے سے
عاجز ہوگیا تو زخم لگانیوالے پر اوسکا نفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تا بقای زخم کذا فی الحموی وفیها رجل جاء بعوان الی رجل فضربه العوان
فعجز عن الکسب فمداواة المضروب ونفقته علی الذی جاء بالعوان انتهی قال المصنف والظاهر انه مفرع علی قول محمد
رحمه الله قلت وقدمنا معزیا للمجتبی عن ابی یوسف نحوه وسنحققه فی الشجاج اور اوسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک مرد ایک
ظالم سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اوس ظالم نے اوسکو مارا سو وہ عاجز ہوگیا ہے کسب کرنے سے تو مضروب کی دوا علاج اور اوسکا کھانا پینا اوس پر واجب
جو ظالم کو لایا انتہی اور جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور ظاہر ایسا ہے قول محمد رحمه الله کے قول پر متفرع ہے میں کہتا ہوں اور مانند اسکی ہم مقدم ذکر کر چکے ابو یوسف
سے نسبت بہ مجتبی اور آگے شجاج کی فصل میں اسکو ہم محقق بیان کرینگے ۞ باب العفو فیما دون النفس کے شروع میں شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہے کہ
ابو یوسف کے نزدیک تحریک دنداں سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ای عمدا او خطأ بدلیل ما یأتی وبه صرح فی البرهان
کما فی الشرنبلالیة لکن فی القهستانی عن شرح الطحاوی ان الدیة علی العاقلة فی الخطأ ومن ظن انها علی القاطع
فی الخطاء فقد اخطأ وکذا لو شج او جرح فعفا عن قطعه او شجته او جراحته فمات منه ضمن قاطعه الدیة فی
اور جسکا ہاتھ یا پاؤں کاٹا گیا سو اوسنے اوس قطع یا سر کھلنے یا جراحت کو معاف کردیا پھر سرایت کرنیوالے قطع وغیرہ کے صدمہ سے مرگیا تو اوسکا قطع کرنیوالا
اپنے مال میں سے اوسکی دیت کا ضمان دے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اوس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کی تصریح
کی ہے برہان میں چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یوں منقول ہے کہ قطع خطا میں قاطع کی برادری پر دیت ہے نہ قاطع پر اور جسنے یہ گمان کیا
کہ قاطع پر دیت ہے خطا میں سو اوسنے خطا کی اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اوسکا سر کھلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لهما قلنا انه عفا عن القطع وهو
غیر القتل برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہے ہم امام کیطرف سے جواب میں کہتے ہیں کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہے
اور قطع قتل کا مغائر ہے تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہیں ہوسکتا ولو عفا عن الجنایة او عن القطع وما یحدث منه فهو عفو عن النفس
فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کردیا جنایت سے یا قطع سے اور اوس موت سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی ہے نفس سے تو قاطع کچھ ضمان نہ دیگا ۞ اسواسطے کہ
جنایت اسم جنس ہے شامل ہے قتل کو اور اوس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا نکرے اور اسیطرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو صریح ہے عفو نفس میں
تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی وحینئذ فالخطاء یعتبر من ثلث ماله فان خرجت من الثلث فیها والا
فعلی العاقلة ثلثا الدیة کما فی شرح الطحاوی اور اوسوقت میں یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب سے ضمان لازم نہوا تو اگر جنایت از راہ خطا ہے تو مقتول
کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اوسکے تہائی مال سے نکلا نہو المقصود اور اگر اوسکے ثلث مال میں دیت کی گنجائش نہو تو عاقلہ یعنی قاتل

سکے برادر مددگارونپر دیت کی ؛ وعفایا ان واجب ہوگی کذا فی شرح الشحا دہ ہم یعنی اگر جنایت خطا ہو اور اوسنے جنایت عفو کردی ہو تو یہہ دیت کی معافی ہے تو عفو ولی
کے ثلث مال سے اسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا لہذا ثلث مال سے صحیح
ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اسکا قصاص ہے اور قصاص مال نہیں ہے تو اوس سے وارثونکا حق متعلق نہیں ہے تو عفو عن القصاص جمیع مال سے
صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انها علی القاطع فقد اخطأ قطعًا سوجسنے یہہ گمان کیا ہے کہ دیت اوس مقتول کی قاطع پر ہے سو وہ بالیقین
چوک گیا ومفاده ان عفو الصحیح لا یعتبر من الثلث ذکره القهستانی اور اعتبار ثلث مال ہی سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہوگا
ایسا ذکر کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے ہم اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض میں ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو بایں طرح کہ ہاتھ اوسکا اوزار دقطع
ہوگیا اور وہ بستر پر بیمار نہ پڑا صحیح سالم کی مانند چلتا پھرتا رہا اور اوسنے قطع کو عفو کردیا پھر وہ مرگیا اوسکے صدمہ سے زخمی تو یہہ عفو کل مال میں نافذ ہوگا
نہ ثلث میں کذا فی الطحطاوی تبیین والعمد من کله لتعلق حق الورثة بالدیة لا بالقود لانه لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے
معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثونکا حق دیت سے متعلق ہے نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہیں ہے والشجة مثله ای مثل القطع حکمًا خلافًا
اور سر کا زخم قطع کی مانند ہے حکم میں اور امام اور صاحبین کے خلاف میں قطعت امرأة ید رجل عمدًا او خطأ لما یأتی فلو اطلق کما سبق
وکالملتقی وغیره لکان اولی فتامل ایکعورت نے ایکمرد کا ہاتھ کاٹا عمدًا یعنی یا ازراہ خطا ہاتھ کاٹا بوجہ اطلاق اوس تفصیل کی دلیل سے جو بعد اسکے
مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ میں قطع کو مطلق رکھا تھا اور جس طرح ملتقی وغیرہ میں مطلق مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اسکو
تامل کر یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آیندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحطاوی فنکحها المقطوع یده علی یده ثم مات فلو لم یمت من السرایة
فمهرها الارش ولو عمدًا اجماعًا سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اوسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے دیت کے بدلے
نکاح کیا پھر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچہزار درم اگرچہ قطع عمدًا ہو باتفاق امام اور صاحبین کے یجب عند ابی حنیفة
مهر مثلها والدیة فی مالها ان تعمدت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اوس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں واجب
ہے اگر اوسنے عمدًا ہاتھ کاٹا ہم چونکہ قصاص نے اطراف پر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری تھی کیونکہ مرد
اور عورت کے اطراف میں قصاص نہیں ہوتا پھر جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب تھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت
لازم آئی نہ اوسکے مددگارونپر اسواسطے کہ عمد میں فاعل پر ضمان ہوتا ہے نہ اوسکے مددگارونپر و تقع المقاصة بین المهر والدیة ان تساویا
والا تُرَدُّ الفضل اور مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاوینگے اگر دونوں متساوی ہوں اور اگر کم و بیش ہوں تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دیں ہم یعنی
جب مرد پر مہر اور عورت پر اوسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقدار میں برابر ہیں تو باہم مجرا ہوگی جتنا دینا تھا اوتنا لینا معاملہ برابر سرابر ہوگیا اور اگر
مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثوں سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اوتنا مطالبہ کریں وعلی عاقلتها ان
اخطأت فی قطع یده اور عورت کے مددگارونپر دیت واجب ہے اگر عورت نے ازراہ خطا اوسکا ہاتھ کاٹا ہو ولا یتقاصان لان الدیة علی العاقلة
فی الخطأ بخلاف العمد فان الدیة علیها والمهر علی الزوج فیتقاصان اور خطا میں مہر اور دیت باہم مجرا نہونگی اسواسطے کہ
تو مددگارونپر واجب ہوتی ہے خطا میں برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد میں عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونوں باہم مجرا ہو کر برابر سرابر ہو جاوینگے
قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصة فی الخطأ ایضًا لانها علیها دون العاقلة علی القول المختار فی الدیة لکنه لیس
علی اطلاقه بل فی العجم ولعله اطلقه لاحالته لمحله فلیحفظ میں کہتا ہوں اور صاحب درر نے کہا لائق یوں ہے کہ خطا میں بھی مہر اور دیت برابر سرابر
ہو جاویں اسواسطے کہ دیت خطا میں عورت پر ہے نہ مددگارونپر بموجب اوس قول کے جو باب دیت میں مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہیں ہے بلکہ عجم کے
گروہ میں منحصر ہے یعنی اسواسطے کہ عجم میں تناصر کا مضمون نہیں جو دیت مددگارونپر واجب ہوا اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اوسکے محل پر حوالہ کیا ہے
ایکدوسرے کی مدد کرنا ۱۲

یعنی اطلاق یا اجتناب ہو گیا یہ مرگیا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وإن نكحها على اليد وما يحدث منها أو على الجناية ثم مات منه وجب لها

في العمد مهر المثل ولا شيء عليه لأن رضاها بالسقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر یا ہر اوس فعل پر جو پیدا ہو قطع

سے یا نکاح کیا جنایت کے بدلے پھر وہ مرگیا اوسکے سبب سے تو عمد میں عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کیواسطے بسبب راضی ہو جانے

مرد کے سقوط قصاص کیساتھ یعنی جب اوسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونیکی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہو گیا ولو خطأ رفع عن العاقلة

مهر مثلها والباقي وصية لهم إن اللعاقلة اور اگر قطع بطور خطا کے تھا تو عورت کے مدد گاروں سے اوسکا مہر مثل مرتفع ہو گیا اور باقی دیت وصیت سے

اوسکے مددگاروں کیواسطے جنایت خطا میں دیت پر نکاح ٹھیرا اور دیت میں مہر ہونیکی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کی برابر ہے اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوا دیت

کے تو مددگاروں پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ نکاح کرنا حوائج اصلیہ سے ہے تو جمیع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادت واجب نہیں

اسواسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہو گئی اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہے تو زیادت وصیت ہے مددگاروں کیواسطے اور یہ وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ وارث

نہیں ہیں کذا في شرح الوقاية فإن خرج من الثلث سقط وإلا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زیادت تہائی مال سے نکلتا ہو تو مددگاروں پر سے ساقط ہو

اور ثلث ساقط ہوگا یعنی جو مہر مثل سے زیادہ ہے تو اسکو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہے تو سب مددگاروں پر سے ساقط ہو گیا

کیونکہ وہ وصیت ہے اونکے حق میں تو وصیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ مددگار اجنبی ہیں مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہیں سکتا تو بقدر تہائی کے مددگاروں پر

سے ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں کیواسطے مددگاروں پر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سوا تہائی مال کے جاری نہیں ہوتی کذا في المنح

ولو قطعت يده فاقتص له فمات المقطوع الأول قبل الثاني قتل به لسرايته وعن أبي يوسف لا قود لأنه لما أقدم

على القطع فقد أبرأه عما وراءه وظاهر هذا الإشكال يفيد تقوية قول أبي يوسف قال المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا

سو اوسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مرگیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اوسکے بدلے بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسف سے روایت

یوں ہے کہ قتل کا قصاص نہیں اسواسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع ید پر اقدام کیا تو اوسکو بری الذمہ کر دیا ماورای قطع سے اور ان کلام کا ظاہر اشکال

تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قاطع ید کو مقطوع عفو کر دے پھر مر جاوے تو قاطع پر دیت ہے

اسوجہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص میں کافی ہے کیونکہ وہ صورت شبہ ہے تو وہاں اوسکی برات معتبر ہے اور یہاں معتبر ہے بحث ذہنی کہا کہ یہ اشکال متون اور

شروح کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنی روایت مذہب نہیں ولو مات المقتص منه فديته على عاقلة المقتص له خلافا لهما

فإن هذا إذا استوفى بنفسه بلا حكم حاكم وأما الحاكم والحجام والختان والفصاد والبزاغ فلا يتقيد فعلهم بشرط السلامة

كما كان جميع ذلك نماته في الدرر اور اگر وہ شخص مرگیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اوسکی دیت اوسکے مددگاروں پر ہے جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبین

کے کہ اونکے نزدیک دیت نہیں میں کہتا ہوں یہ یعنی دیت کا واجب ہونا اوس وقت ہے جبکہ مقطوع بذات خود استیفاء قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم

کے اور حاکم اور پچھنے لگانیوالا اور ختنہ کرنیوالا اور فصد کھولنے والا اور نشتر زن سو اونکا فعل تو مقید بشرط سلامت نہیں ہے مزدوری کی مانند اور اسکا پورا بیان درر

میں ہے ولنا أصل أن الواجب لا يتقيد بوصف السلامة والمباح متقيد به اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہے کہ فعل واجب مقید

بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل مباح سلامت رہنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے یعنی چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر عقد اجارہ کے

سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے اونپر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل مباح کہ اوسمیں عدم ضرر شرط ہے ومنه ضرب الأب ابنه تأديبا

أو الأم أو الوصي اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکھانے کیواسطے یا ماں کا یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن الأول ضرب الأب

أو الوصي أو المعلم بإذن الأب تعليما فمات لا ضمان فضرب التأديب مقيد لأنه مباح وضرب التعليم لا لأنه واجب اور قسم اول

سے یعنی منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کیواسطے پھر صغیر مرگیا تو ضمان نہیں تو تادیب کیواسطے مارنا سلامت رہنے کے

ساتھ مشروط ہے اسواسطے کہ تادیب مباح ہے اور تعلیم کیواسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط بسلامتی نہیں ہے اسواسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہے وضمنه فی الضرب المعتاد واما غیره فموجب للضمان فی الکل وتمامه فی الاشباه اور عدم ضمان کا محل ضرب ہے عادت کے موافق اور عادت کے سوائے مارنا تو ضمان کا موجب ہے سب صورتوں میں اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے ھم یعنی اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہے باعتبار کمیت اور کیفیت اور محل کے سوا اوسمیں ضمان نہیں تو اگر منہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہوا اور صغیر تلف ہو جاوے تو ضمان واجب ہے سب کے نزدیک بلا خلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی ماری کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود عن مخلص الکبری وان قطع ولی القتیل ید القاتل وبعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیة الید لانه استوفی غیر حقه لکن لا یقتص للشبهة وقالا لا شیء علیه اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع کرنیوالا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا دے اسواسطے کہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنی اوسکا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاویگا شبہہ کے سبب سے اور صاحبین نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہیں قصاص نہ دیت وضمان الصبی اذا مات من ضرب ابیه او وصیه تادیبا ای للتادیب علیهما ای علی الاب والوصی لان التادیب یحصل بالزجر والتعریک وقالا لا یضمن لو معتادا واما غیر المعتاد ففیه الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مرجاوے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کیواسطے اونہیں دونوں پر ہے یعنی باپ اور وصی پر اسواسطے کہ ادب سکھانا تو جھڑکنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہے اور صاحبین نے کہا کہ ضمان نہیں ہے اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد میں تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے کضرب معلم صبیا وعبدا بغیر اذن ابیه ومولاه لف ونشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے میں صغیر اور غلام کو بدون اذن اوسکے باپ اور مالک کے ضمان ہے تو معلم پر در صورت عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہے شارح نے کہا قوله ابیه ومولاه میں لف ونشر مرتب ہے وان الضرب باذنهما لا ضمان علی المعلم اجماعا قیل هذا رجوع من ابی حنیفة الی قولهما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہے تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یہہ یعنی امام کا یہہ قول کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہے امام ابوحنیفہ کا صاحبین کے قول کیطرف ھم تتمہ اور کفایہ البیہقی میں مذکور ہے کہ اصح یہہ ہے کہ امام نے صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہے لیکن اسمیں خلل یہہ ہے کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب میں ہے اور یہاں ذکر ہے ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہے مقید بسلامت نہیں اور اسمیں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا یضمن زوج امراته ضربها تادیبا لان تادیبها للولی کذا عزاه المصنف لشرح المجمع للعینی قلت وهو فی الاشباه وغیرها کما قدمنا اور اسیطرح ضمان دیگا وہ شوہر جسنے اپنی جورو کو مارا تادیب کیواسطے سو وہ مرگئی اسواسطے کہ اوسکی تادیب ولی کا حق ہے مصنف نے یہہ قول منسوب کیا ہے عینی کی شرح مجمع کیطرف میں کہتا ہوں اور یہی قول اشباہ وغیرہ میں بھی مذکور ہے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں وفی دیات المجتبی الزوج والوصی کالاب تفصیلا وخلافا فعلیهم الدیة والکفارة وقیل رجع الامام الی قولهما وتمامه ثمه اور مجتبی کی باب الدیات میں ہے کہ شوہر اور وصی باپ کی مانند ہے تفصیل اور خلاف امام اور صاحبین میں تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ امام نے رجوع کیا ہے صاحبین کے قول کیطرف اور اسکا پورا بیان مجتبی میں ہے

فروع مسائل ملحقہ شارح کے ضربت امراة فافضاها فان کانت تستمسک بولها ففیه ثلث الدیة والا فکل الدیة کسی نے ایک عورت کو مارا سو اوسکے صدمہ سے مسلک بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور غائط کا پھٹکر ایک ہو گیا تو اگر اوسکا پیشاب تھم سکتا ہو تو اوسمیں تہائی دیت ہے اور اگر نہیں تھم سکتا ہو تو اوسمیں پوری دیت ہے وان افتض بکرا بالزنا فافضاها فان مطاوعة حدا ولا غرم وان مکرهة فعلیه الحد وارش الافضاء لا العقر حاوی القدسی اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اوسکا مسلک بول اور غائط کا پھٹکر ایک ہوگیا تو اگر عورت کی رضامندی سے حرامکاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونوں پر حد ماری جاوے اور مرد پر مہر نہیں ہے اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور خونبہا چیرنے کا نہ مہر کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحما من عینه وکان غیر حاذق فعمیت فعلیه نصف الدیة اشباه حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی گٹھلی کاٹی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سو آنکھ اوسکی اندھی ہو گئی تو حجام پر آنکھ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ

وفی القنیۃ سئل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من سطح فانتفخ رأسہا فقال کثیر من الجراحین ان شققتم رأسہا تموت وقال واحد منہم ان لم تشقوہ الیوم تموت وانا اشقہ وابرأہا فشقہ فماتت بعد یوم او یومین ہل یضمن فتامل ملیا ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل لہ فلو قال ان ماتت فانا ضامن ہل یضمن قال لا انتہی قلت انما لم یضمن لما تقرر ان شرط الضمان علی الامین باطل علی ما علیہ الفتوی انتہی اور قنیہ میں ہے کہ نجم الدین سے سوال ہوا اوس صغیرہ کے مسئلہ کا جو چھت پر سے گر پڑی سو اوسکا سر ورم کر گیا تو بہت جراحوں نے کہا کہ اگر اوسکے سر کو چیر دگے تو وہ مر جاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اوسکو نہ چیرو گے آج تو وہ مر جاویگی اور مین سر کو چیرونگا اور اوسکو اچھا کر دونگا سو اوسنے اوسکو چیرا تو وہ مر گئی ایکدن یا دو دن کے بعد کیا اوس پر ضمان لازم ہوگا یا نہیں سو نجم الدین نے دیر تک تامل کیا پھر کہا کہ اوس پر ضمان نہیں جبکہ چیرا اوذن سے ہو اور چیرنا عادت کے موافق ہو اور فاحش یعنے رسم اور عادت سے خارج نہو پھر نجم الدین سے کہا گیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر صغیرہ مر جاے تو مین ضامن ہوں یعنی میرے اوپر اوسکا خونبہا ہے تو ضمان دیت کا اوس پر لازم ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ ضمان لازم نہوگا انتہی السوال والجواب من القنیۃ مین کہتا ہوں شرط ضمان کی معتبر نہوئی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے بموجب قول مفتی بہ کے انتہی کلام مصنف شرح کذا فی الطحطاوی

باب الشهادة فی القتل واعتبار حالته

بابُ الشهادۃ فی القتل واعتبار حالۃ القتل یہ باب ہے قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے مین القود یثبت للورثۃ ابتداء بطریق الخلافۃ من غیر سبق ملک المورث لان شرعیۃ القود لتشفی الصدر ودرک الثار والمیت لیس باھل لہ قصاص وارثون کیواسطے ثابت ہوتا ہے سب سے بطریق خلافت کے بدون سبقت ملک مورث کے اسواسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور مطلب خون کے حاصل ہونیکے واسطے ہے اور میت اسکا اہل نہین یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا ہم امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثون کیواسطے ابتداء ہوتا ہے بطریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونون مین یہ ہے کہ وراثت سبقت ملک مورث کی مستدعی ہے پھر مورث سے وارث کیطرف ملک منتقل ہوتی ہے اور خلافت اسکی مستدعی نہیں تو خلافت سے مراد یہان یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہو اوسکے فعل کے قائم کرنے مین تو قتل مین جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو حق یہہ تہا کہ مقتول اسیطرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل کے قتل کرنے سے عاجز ہو تو اوسکے وارث اوسکے قائم مقام ہوگئے بدون اس امر کے کہ مقتول قصاص کا مالک ہوا پھر مالک نے اوس سے وارثون کیطرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہان مراد نہین اسواسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کیواسطے عقلا غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہے یعنی مقابل وراثت کے وقولہ تعالی فقد جعلنا لولیہ سلطانا نص فیہ اور حق تعالے کا یہہ قول فقد جعلنا لولیہ سلطانا صریح ہے اسمین یعنی ورثہ کیواسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے نہ بطریق وراثت کے ہم ترجمہ آیت شریفہ کا یہہ ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہمنے اوسکے وارث کیواسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط ٹہرا دیا وقالا بطریق الارث کالدین انقلب مالا اور صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثونکو بطریق ارث کے ہے جیسے اوس صورت مین جبکہ قصاص منقلب بمال ہو جاے یعنی قتل خطا مین وثمرۃ الخلاف ما افادہ بقولہ فلا یصیر احدھم ای احد الورثۃ خصما عن البقیۃ فی استیفاء القصاص خلافا لھما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا اپنے آیندہ قول سے یعنی جب وارثونکو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹہر جائیگا باقی وارثون کیطرف سے استیفاء قصاص مین برخلاف صاحبین کے والاصل ان کل ما یملکہ الورثۃ بطریق الوراثۃ فاحدھم خصم عن الباقین وقائم مقام الکل فی الخصومۃ وما یملکہ الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدھم خصما عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہین بطریق وراثت کے تو وہان ایک وارث مخاصم ہوتا ہے باقی وارثون کیطرف سے اور تمام وارثون کے قائم مقام ہے خصومت مین اور جس چیز کے وارث مالک ہوتے ہین نہ بطریق وراثت کے تو وہان ایک وارث مخاصم نہیں ہوتا باقی وارثونکی جانب سے اور خصومت مین سبکو قائم مقام نہین ہوتا ہم جب یہہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ لایا تو سب وارثونکا حق ثابت ہوگیا تو باقی وارثونکو تجدید دعوی کے اور گواہ لانے کی حاجت نہین اور اسیطرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ میں سے دعوی کیا اور گواہ لایا تو وہ دعوی سب وارثون پر ثابت ہوگیا ہر شخص پر دعوی کرنے کی مدعیکو حاجت نہین ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام

حجۃ بقتل ابیہ عمدًا مع غیبۃ اخیہ یرید القود لا یقیدہ اجماعًا حتی یحضر الغائب لکنہ یحبس لانہ صار متھمًا پھر مصنف نے قاعدہ
مذکورہ پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بھائی نے گواہ قائم کئے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت مین قصاص لینے کیواسطے تو حاکم قصاص نہ لیگا بالاتفاق
غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس کیا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہوگیا ھ امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہوگا کہ ایک وارث باقی وارثون کا قائم مقام
نہین ہوسکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہین فان حضر الغائب یعیدھا ثانیًا لیقتلا القاتل وقالا لا یعیدہ پھر اگر
غائب بھائی حاضر ہو تو اعادہ حجت کرے دوسری بار تا دونون بھائی قاتل کو قتل کرین اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنی اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک ورثہ بطریق
میراث کے ہے نہ بطریق خلافت کے وفی القتل الخطاء والدین لایحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع لما مر اور دعوی قتل خطا اور دین مین
اعادہ شہادت کی حاجت نہین ہے بالاتفاق بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال مین ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث
باقی وارثون کے قائم مقام ہوگا فلو برھن القاتل علی عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابہ مالا وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب
کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹھہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب بمال ہوگیا اور قصاص ساقط ہوگیا ھ حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اوسپر حق کا دعوی
کیا یعنے درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص مین سے ساقط ہوگیا اور قصاص منقلب بمال ہوگیا اور یہہ ممکن نہین مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کیطرف
سے مخاصم ٹھہرا پھر جب اوسپر حکم ہوگیا تو غائب پر تبعًا حکم ہوگیا پھر اگر غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہون یا مرگئے ہون تو نصف دیت اوسکا
حق ہوگا زیلعی وکذا لو قتل عبد بینھما عمدًا او خطاء والحال ان السیدین احدھما غائب فھو علی التفصیل السابق اور
اسیطرح اگر دو مالکون کے ایک غلام کو عمدًا یا خطا قتل کیا اور حالانکہ دونون مالکون مین سے ایک غائب ہے تو اسکا حکم بموجب تفصیل سابق کے ہے ھ یعنی اگر مالک
حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے عفو کر دیا ہے تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط
ہو جاویگا ولو اخبر ولیا قود بعفو اخیھما ای الثالث فھو ای اخبارھما عفو للقصاص منھما عملا بزعمھما اور اگر قصاص کے دو وارثون نے
اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو اونکا خبر دینا عفو قصاص ہے انہین دونون کیطرف سے اونکی گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ھ اسواسطے کہ ایک وارث کے
بھی عفو کیسے قصاص قائم نہین رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہین وھی مرباعیۃ فالاول ان صدقھما ای المخبرین القاتل والاخ الشریک
فلا شیٔ لہ ای للشریک عملا بتصدیقہ ولھما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتین ہین سو ایک صورت یہہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے
دونو مخبر بھائیون کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت مین سے کچھہ حصہ نہین اوسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونو مخبر بھائیون کیواسطے دیت کی دو
تہائیان ہین ھ اسواسطے کہ دونونکا حصہ مال ہوگیا اخبار عفو سے والثانی ان کذباھما فلا شیٔ للمخبرین وللاخ ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہہ ہے
کہ اگر قاتل اور تیسرے بھائی نے دونونکی تکذیب کی تو دونو مخبر بھائیونکا کچھہ حصہ نہین اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقھما القاتل
وحدہ فلھم ثلثھا اور تیسری صورت یہہ ہے کہ اگر مخبر دونون بھائیونکی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینون بھائیون
کیواسطے تہائی دیت ہے والرابع ان صدقھما الاخ فقط فلہ ثلثھا لان اقرارہ ارتد بتکذیب القاتل ایاہ فوجب لہ ثلث الدیۃ اور چوتھی
صورت یہہ ہے کہ مخبر دونو بھائیونکی فقط تیسرے بھائی نے تصدیق کی یعنی اور قاتل نے اونکی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہے اسواسطے کہ اقرار اوسکا مردود ہوگیا
قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے تیسرے مصدق بھائی کی تکذیب کی تو اوسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اوس کیواسطے واجب ہوئی ھ شارح نے یہہ جواب سوال
مقدر کا دیا ہے سوال یہ ہے کہ جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اوسکا اقرار کیا کہ اوسکا حق قاتل پر تھا معاف کر دینے کے سبب سے پھر ثلث دیت کیون
اسکے واسطے ثابت ہوئی تو جواب یہہ ہے کہ اوسکا اقرار قاتل کی تکذیب سے ثابت نہوا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنہ یصرف ذلک الی المخبرین
استحسانا وھو الاصح زیلعی لانہ صار مقرًا لھما بما اقرلہ القاتل دلیکن ثلث مذکور مخبرونکی طرف پھیرا جاویگا استحسان کیوجہ سے اور یہی قول اصح ہے
یہہ زیلعی مین اسواسطے کہ تیسرا بھائی دونون مخبر بھائیون کیواسطے اوس مال کا مقر ہوگیا جسکا قاتل نے اقرار کیا ھ یہہ بیان ہے وجہ استحسان کا یعنی جب قاتل نے

تھمریں عمرو کی تصدیق کی تو تیسرے بھائی کو ایک تہائی دیت ملے گا اور اسواسطے کہ قاتل کے گمان میں جب قصاص ساقط ہو گیا مقرین کے دعوی عمرو سے تو تیسرے بھائی
کا حصہ منقلب مال ہو گیا پھر جب تیسرے بھائی نے مقرین عمرو کی تصدیق کی تو اسنے یہ گمان کیا کہ مقرین کا حصہ منقلب مال ہو گیا تو اوسکا مقر ٹھہرا جس کا
قاتل منکر ہے کذا فی شرح الوقایہ مطلقاً وہی نے کہا مطلع اسکا وہ مسئلہ ہے کہ مسلمہ بیٹے اقرار کیا کہ بیٹے اوپر حوالہ کے سو درم میں پھر حوالہ نے کہا کہ وہ درم میرے
ہیں تو یہ مال محیل کے واسطے ثابت ہو گا اسیطرح مثلث کا قائل ہے تیسرے بھائی کو بھی اقرار کیا وہ دونوں مقر بھائیوں کا شریک ہو گا وان شهدا انه
ضربه بشيء جارح فلم يزل صاحب فراش حتى مات يقتص لان الثابت بالبينة كالثابت معاينة ولا يحتاج الشاهد الى ان
يقول انه مات من جراحته اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک
کہ مرگیا تو قاتل سے قصاص لیا جائیگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے معاینہ سے ثابت ہو اور گواہ کو حاجت نہیں ہے کہ یہ کہے کہ
مقتول مرگیا اوسکے زخم سے کذا فی البرایہ اسواسطے کہ حکم معلوم ہو گیا ہے تب سے کہ فعل ثابت ہوا وان اختلف شاهدا القتل في
الزمان او في المكان او في الآلة او قال احدهما قتله بعصا وقال الآخر لم ادر بماذا قتله او شهد احدهما على معاينة القتل
والآخر على اقرار القاتل به بطلت لان القتل لا يتكرر اور اگر قتل کے دو گواہ اختلاف کریں زمان قتل یا مکان قتل میں یا قتل کے ہتھیار میں
مختلف ہوں یا ایک شاہد کہے کہ اوسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے اور دوسرا
قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دو بار نہیں ہو سکتا ہے تو ان صورتوں میں قاتل پر دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی
دیت مددگار پر نہیں ہوتی وكذا تبطل الشهادة لو كمل النصاب في كل واحد منهما لتيقن القاضي بكذب احد الفريقين ولا اولوية
اور اسیطرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب ہر فریق کی ہر واحد میں پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق
کو اسیطرح اولویت اور ترجیح ثابت نہیں کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود ولو كمل احد الفريقين دون الآخر قبل الكامل لعدم المعارض اور اگر
ایک فریق میں نصاب شہادت کی پوری ہو گئی ہو دوسری فریق میں تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب سے یعنی اگر مثلاً زمان قتل میں اختلاف ہو اور ایک طرف
دو شاہد ہیں اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدوں کی گواہی مقبول ہوگی ولو شهدا انه قتله وقالا جهلنا آلته تجب الدية في ماله
استحسانا لانه يحمل على الادنى وهو الدية وكانت في ماله لان الاصل في الفعل العمد اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے قتل کیا اور انہوں
نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار معلوم نہیں تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرح شلالیہ بدلیل استحسان کے محمول کرنے کے سبب سے ہو جاتا قتل
میں کمتر درجہ ہے اور دیت قاتل کے مال میں واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل میں فاعل کا عمدا کرنا اصل ہے۔ مطلب تاش بیان یہ تھا کہ شہادت مفسر اتھونی
بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہوئی لیکن بدلیل استحسان او سکو خطا پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول تھا لیکن محمول کیا اظہار
حسن ظن کے کہ او نہوں نے عقوبت ملنے پر جو شرعاً مستحب ہے کوشش کی وان اقر كل واحد منهما اي من الرجلين انه قتله وقال الولي قتلتماه جميعا
فله قتلهما عملا باقرارهما اور اگر دو مردوں میں سے ہر مرد نے جدا اقرار کیا کہ میں نے اوسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونوں
نے اوسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونوں کا قتل کرنا جائز ہے اونکے اقرار پر عمل کرنے کے سبب سے ولو كان مكان الاقرار في المسئلة بحالها شهادة
لغت الشهادتان لان التكذيب تفسيق وفسق الشاهد يبطل شهادته اما فسق المقر لا يبطل الاقرار اور اگر مسئلہ مذکورہ میں بجای
اقرار کے شہادت ہو تو دونوں گواہیاں لغو ہو جاویں گی اسواسطے کہ باہم گواہ ہوں گے کہ مدعی نے کہا ہے گواہ ہو نگے اور گواہ کا فاسق ہونا اوسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن
مقر کا فسق اوسکے اقرار کو باطل نہیں کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ میں اقرار لغو نہ ہوا ولو قال الولي في صورة الاقرار السابقة صدقتما ليس له
ان يقتل واحدا منهما لان تصديقه باقرار كل بقتله وحده اقرار بان الآخر لم يقتله خلاف قوله قتلتماه لانه دعوى القتل على كل
فيقتلهما باقرارهما اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں صادق ہو اقرار قتل میں تو وارث کو دونوں میں سے کسی ایک کو

بھی قتل کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وارث کی تصدیق بہ نسبت کے تنہا قتل کرنیکی اقرار سے ہے اسکا کہ دوسرے نے اوسکو قتل نہین کیا یعنی تو درحقیقت دونون کا مکذب ٹھہرا بر خلاف اوس قول کے جو وارث نے کہا تہا کہ تم دونون نے اوسکو قتل کیا ہے اسواسطے کہ وہ قول قتل کا دعویٰ ہے بدون تصدیق کے تو اوس صورت مین وارث دونونکو قتل کریگا اونکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانه قتله وقامت البينة على آخر انه قتله وقال الولي قتلتماه كلاهما كان له للولي قتل المقر دون المشهود عليه لان فيه تكذيبا لبعض موجبه کامر اگر ایکمرد نے اقرار کیا کہ مین نے مقتول کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اسپر کہ دوسرے شخص نے اوسکو قتل کیا ہے اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونون نے اوسکو قتل کیا ہے تو وارث کو مقر کا قتل کرنا جائز ہے نہ مشہود علیہ کا اسواسطے کہ اسمین بعض موجب مشہود بہ کی تکذیب ہے چنانچہ عنقریب گذر گیا ہے موجب مشہود بہ انفراد ہے یعنی شہادت اسپر قائم ہوئی ہے کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اوسکو تنہا قتل کیا ہے اور وارث قتل بالاشتراک کا قائل ہے تو تکذیب شاہدونکی ہوئی انفراد مین اور تکذیب تفسیق ہے شاہدونکی اور تفسیق مبطل شہادت ہے ولو قال الولي لاحد المقرين صدقت انت قتلته وحدك كان له قتله لتصادقهما على وجوب القتل عليه وحده اور اگر وارث نے دو اقرار کرنیوالے سی کہا کہ تو سچا ہے تو ہی نے اوسکو تنہا قتل کیا ہے تو وارث کو اوس مقر کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونون نے اتفاق کیا ہے باہم کے تصادق سے كما لو قال ذلك لاحد المشهود عليهما كان له قتله لعدم تكذيبه شهود كاحليه وانما كذب الاخرين چنانچہ اگر ولی نے اسیطرح دو مین سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث کو اوس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ اوسنے اوس مشہود علیہ کی گواہونکی تکذیب نہین کی اوسنے فقط اور گواہون کی تکذیب کی وكذا الحكم الخطأ في كل ما ذكرناه الى ہ يلعى اور اسیطرح یعنی قتل عمد کی مانند قتل خطا کا حکم ہے ہر ایک امر مذکور مین ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے لیکن عمد مین قتل واجب ہوا تہا اور خطا مین دیت واجب ہوگی شهدا على رجل بقتله خطأ وحكم بالدية على العاقلة فجاء المشهود بقتله حيا ضمن العاقلة الولي لقبضه الدية بلا حق او الشهود ورجعوا اي الشهود عليه على الولي لتملكهم المضمون الذي في يد الولي دو گواہون نے ایکمرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگارونپر حکم ہوگیا پہر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دیگئی تہی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لین اسواسطے کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہون سے تاوان لین اور گواہ وارث سے پہر لین اسواسطے کہ گواہ مالک ہوگئے دیت دیکر اوس مال مضمون کی جو وارث کے ہاتھ مین ہے والشهادة على القتل العمد في هذا الحكم كالخطأ فاذا جاء حيا يخير الورثة بين تضمين الولي الدية او الشهود الا في الرجوع فلا رجوع للشهود على الولي لانهم اوجبوا له القود وهو ليس بمال وقالا يرجعون كالخطأ اور اسحکم مین قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کی مانند ہے پہر جبکہ مقتول مفروض زندہ آویگا تو قتل عمد کے مشہود علیہ کے وارث مختار ہین اسمین کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لین یا گواہون سے تاوان لین مگر رجوع مین عمد اور خطا برابر نہین تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہونکو دیت کا پہیر لینا جائز نہین اسلیے کہ گواہون نے وارث مذکور کیلیے قصاص لینا واجب کردیا تہا اور حالانکہ قصاص مال نہین اور صاحبین نے کہا کہ گواہ وارث سے دیت پہیر لین گے قتل خطا کی مانند ہم مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اسلیے کہ حاکم کے حکم سے شبہہ واقع ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو شهدا على اقراره اي اقرار القاتل بالخطأ او العمد ثم جاء حيا او شهدا على شهادة غيرهما في الخطأ وقضى بالدية على العاقلة ثم جاء حيا لم يضمنا اذ لم يظهر كذبهما في شهادتهما وضمن الولي الدية في الصورتين للعاقلة اذ ظهر انه اخذها بغير حق اور اگر دو گواہون نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پہر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہونے اور شاہدونکی شہادت پر گواہی دی قتل خطا مین اور قاتل کے مددگارونپر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا مین اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد مین کذا فی الطحطاوی پہر وہ شخص زندہ آیا تو گواہون پر تاوان نہین اسواسطے کہ گواہی مین انکا جھوٹ ظاہر نہین ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونون صورتون مین قاتل کے مددگارونکو دیت کا ضمان دے اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا اوسکے زندہ ہونے سے کہ اوسکے وارث نے مددگارون سے ناحق خونبہا لیا ولو المقتص

حالة الرمی فی حق الحل لا الضمان لا الوصول اور حلال ہونے اور ضمان کے لازم ہونے میں تیراندازی کیحالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی کیونکہ
اسواسطے کہ لزوم ضمان فعل کیسبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا اسواسطے کہ تیر کا مارنا ہی تو انسان کے تحت قدرت میں ہے نہ تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوٹنے کے بعد آدمی کا
اختیار باقی نہیں رہتا تو تیرانداز قاتل ٹھیریگا تیراندازی کیحالت میں کذا فی الطحطاوی ویستحسن فتجب الدیة فی ماله ویسقط القود لشبهة
بردة المرمی الیه قبل الوصول وقالا لا شیٔ علیه اور حکم تیراندازی کیحالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی تیرانداز کے مال میں اور قصاص
ساقط ہوگا اس شبہ کے اوس شخص کے مرتد ہو جانے سے تیر لگنے سے پہلے مرتد ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ تیرانداز پر دیت اور قصاص کچھ لازم نہیں ہم
صورت اوسکی یہ ہے کہ مثلا زید نے خالد کیطرف تیر پھینکا اور تیراندازی کیوقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہوگیا تو امام کے نزدیک زید پر
دیت اوسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیراندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیراندازی کے حال میں وہ مسلمان محقون الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے
کہ تلف واقع ہوا اوس محل میں جہاں عصمت نہیں اور اتلاف غیر معصوم کا کچھ لازم نہیں آتا ولا تجب دیة المرمی الیه باسلامه بالاجماع اور دیت
مرمی الیہ کی اوسکے مسلمان ہو جانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہیں ہم یعنی کافر کیطرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اوسکی دیت
واجب نہیں اسواسطے کہ تیراندازی کیحالت کا اعتبار ہے اور اوسی وقت اوسکا خون مباح تھا نہ معصوم وتجب القیمة لعتقه بعد الرمی قبل الاصابة
اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہو جانے سے بعد تیراندازی کے قبل از وصول کے ہم یعنی تیر مارنے کیوقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہوگیا تیر کے لگنے سے پہلے
تو تیرانداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگا نہ خونبہا آزاد کا اسواسطے کہ حالت تیراندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانیکا فیجب الجزاء علی محرم رمی صیدا
فحل فوصل لا علی حلال رماه فاحرم فوصل اور بدلا واجب ہے اس محرم پر جسنے حالت احرام میں شکار کیطرف تیر چھوڑا پھر اوسنے احرام کھول
دیا اسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اوس غیر محرم پر بدلا واجب نہیں جسنے شکار کو تیر مارا پھر اوسنے احرام باندہا پھر شکار کو تیر لگا ولا یضمن من رمی
مقضیا علیه برجم فرجع شاهد ثم فوصل اور اوس شخص پر ضمان لازم نہیں جسنے اوس شخص کو تیر مارا جسکے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہوگیا
اوسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اسکے بعد اوسکو تیر لگا ہم ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ چار گواہوں میں سے ایک کا بھی
رجوع کرنا حد کو ٹالدیتا ہے کذا فی الطحطاوی وحل صید رماه مسلم فتمجس فوصل اور حلال ہے وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہوگیا
بعد اسکے تیر شکار کو لگا لا یحل ما رماه مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعتبر حالة الرمی حلال نہیں وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر
پھر مجوسی مسلمان ہوگیا بعد اسکے تیر شکار کو لگا اسواسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیراندازی کیحالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی ہم یہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی لغز
مسائل شتیہ اگرچہ بعض پہلی کے آئے ختان لو مات تجب علیه نصف الدیة ولو عاش فالدیة فقل ختان قطع الحشفة عادت
آسیہ کون جنایت کرے کہ اگر جنایت کرے وہ مر جاتا تو اوس پر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اسکا جواب یہ کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے جسنے ختنہ کی
سپاری قطع کر ڈالی اوسکے باپ کی اجازت سے یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اوسنے خطا سے سپاری قطع کر ڈالی یہ مسئلہ چند بار مذکور ہو چکا ہے
انسان یقطع اذنه تجب نصف الدیة ویقطع راسه نصف عشرها فقل جنین خرج راسه فقطعه ففیه الغرة کون آدمی ہے جسکے
کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اوسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے تو جواب یہ ہے کہ پیٹ کا بچہ جسکا فقط سر نکلا سو اوسکو قطع کیا تو اوسمیں
غرہ ہے یعنی پانسو درہم ہم دیت نفس کی مراد دیت نفس سے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اوسکا بیسواں حصہ پچیس دینار ہے قطع گوش میں نصف دیت اور صورت
مذکورہ میں جسکے قطع کے بعد مردہ نکلے کذا فی الطحطاوی آنکہ شیٔ تجب باتلافه دیة وثلثة اخماسها فقل دیة الاسنان اشتباه
کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب ہیں تو جواب یہ ہے کہ وہ دانتوں کی دیت ہے کذا فی الاشباہ ہم اسکا
بیان کتاب الدیات میں مفصل آویگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلیم الحلیم

کتاب الدیات

یہ کتاب ہے احکام دیت کے مسائل میں الدیة فی الشرع اسم للمال الذی هو بدل النفس

کتاب الدیات

لا تسمية للمفعول بالمصدر لانه من المنقولات الشرعية دیت یعنی خونبہا اصطلاح شرع میں اوس مال کا نام ہے جو جان کا بدلا ہو اور یہ
نہیں ہے کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول سو اسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عرفی ہے فقہا کے نزدیک ہم لغت میں دیت مصدر
ہے مانند عدت کی وزن اور تعلیل میں عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا نام قیمت ہے والارش اسم للواجب
فیما دون النفس اور ارش اوس مال کا نام ہے جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو ہم اور گاہے دیت نفس کو بھی ارش بولتے ہیں لیکن استعمال اکثر
یہی ہے جو شارح نے بیان کی دية شبه العمد مائة من الابل ارباعا من بنت مخاض وبنت لبون وحقة وجذعة یا دخال الناء
اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیاں ہیں چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیاں اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہار سالہ وهي
الدية المغلظة لا غير اور یہی دیت مغلظہ ہے نہ سوا اسکے ہم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر اونٹوں
کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا والدية في الخطأ اخماسا منها ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ
ہیں پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے ہم یعنی ۲۰ اونٹنیاں یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چہار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پوری یکسالہ
کے او الف دينار من الذهب او عشرة الاف درهم من الورق یا دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہیں سونے کی یا دس ہزار درہم ہیں چاندی کے
ہم قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درہم لیکن شبہ عمد میں اختیار نہیں وقال الشافعي اثنا عشر الفا اور امام شافعی نے کہا کہ بارہ ہزار
درہم دیت ہے وقالا منها ومن البقر مائتا بقرة ومن الغنم الفا شاة ومن الحلل مائتا حلة كل حلة ثوبان ازار ورداء هو المختار اور
صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور بھیڑ بکری سے دو ہزار بکریاں اور اور جوڑے پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر
جوڑے میں دو کپڑے تہبند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے میں اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے زمانے میں جوڑا قمیص اور سراویل ہے یعنی کرتا اور
پاجامہ ہم برہان میں ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی پچاس درہم ہیں اور اسیقدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت پانچ درہم ہے وكفارتهما اے
الخطأ وشبه العمد عتق رقبة مؤمنة فان عجز عنه صام شهرين ولاء ولا الاطعام فيهما اذ لم يرد به النص والمقادير توقيفية
اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے در پے روزہ رکھے اور ان دونوں کے کفارہ میں
مساکین کا کھانا دینا جائز نہیں اسواسطے کہ نص قرآنی اسمیں وارد نہیں ہے اور مقدارات مذکورہ توقیفی ہیں یعنی نص شارع سے اندازہ ثابت ہوتا ہے اسمیں قیاس مجتہد کو
دخل نہیں وصح اعتاق رضيع احد ابويه مسلم لانه مسلم تبعا لا الجنين اور صحیح ہے آزاد کرنا اوس غلام شیرخوار کا جسکا باپ یا ماں مسلمان ہے
اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا ماں کا ساتھ دیکر بچہ شکمی یعنی پیٹ کے بچے کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں ودية المرأة على النصف من دية الرجل
في النفس وما دونها روي ذلك عن علي رضي الله عنه موقوفا ومرفوعا اور عورت کی دیت نصف ہے مرد کی دیت سے جان
کی دیت میں بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی ہم روایت موقوف سنن بیہقی
میں ہے عن ابراهيم النخعي عن علي ابن ابي طالب رضي الله تعالى عنه قال عقل المرأة على النصف من عقل الرجل في النفس وفيما دونها اور روایت مرفوع
بھی بیہقی میں ہے عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دية المرأة على النصف من دية الرجل كذا في شرح الهداية للعيني والذمي
والمستأمن والمسلم في الدية سواء خلافا للشافعي وصحح في الجوهرة انه لا دية في المستأمن واقره في الشرنبلالية لكن
بالتسوية صرح في الاختيار وصححه الزيلعي اور کافر مطیع الاسلام اور مستامن یعنی حربی کافر جو دار الاسلام میں آوے پناہ لیکر اور مسلمان دیت میں برابر
ہیں برخلاف شافعی کے اور جوہرہ میں اسکی تصحیح کی ہے کہ مستامن میں دیت نہیں ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار میں ذمی اور مستامن اور مسلم
کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے زیلعی نے وفي النفس خبر المبتداء وهو قوله الاتي الدية اور جان میں یعنی جان
کے قتل خطا میں دیت ہے شارح نے کہا کہ في النفس اور اسکے جمیع معطوفات خبر ہیں اگلی مبتدا کی یعنی دیت کی والانف ومارنه وارنبته

وقیل فی الارنبۃ حکومۃ عدل ایسے علی الصحیح اور ناک میں اور ناک کے نرم بانسے اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے میں پوری دیت ہے اور بعضوں نے کہا
سرِ بینی کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنا بر قول صحیح کے والذکر والحشفۃ اور آلۂ تناسل یا سرِ ذکر کے قطع کر ڈالنے میں پوری دیت واجب ہے م
قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا اوپر قیاس ہے جو مبسوط میں مذکور ہے وہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے اعضا میں سے اگر عضو
منفرد ہو تو اوسمیں کامل دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو چاروں کی قطع
میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں چنانچہ ہاتھ کی دس انگلیاں تو سب کی قطع میں پوری دیت ہے اور ایک
کے قطع میں دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی والعقل والشعر والذوق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق او اداء فی
لسان الاخرس حکومۃ عدل جوہرۃ وھذا ساقط من نسخ الشرح فتنبہ اور زائل عقل اور سونگھنے اور چکھنے اور سننے اور دیکھنے میں اور قطع
زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے میں دیت نہیں حکومت
عدل ہے کذا فی الجوہرۃ اور یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے تو آگاہ رہو م قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جائے
یا آدمی کا حسن جمال علی وجہ الکمال زائل ہو جاوے تو پوری دیت واجب ہوتی ہے منفعت اور جمال میں کمال کی قید اسواسطے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے میں چنانچہ گونگے
کی قطع زبان میں پوری دیت واجب نہیں اسلئے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسیطرح خصی اور نامرد کے قطع آلۂ تناسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے
پاؤں کے قطع میں اور چشم کور اور دندان سیاہ میں قصاص واجب ہے عمداً میں نہ خطا میں بلکہ اوسمیں حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ کے مصنف میں روایت ہے کہ ایک مرد
نے دوسرے مرد کے سر میں پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں تو اوسکا سمع اور عقل اور زبان اور آلۂ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا
تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے چار دیتوں کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اکثر الحروف ولا قسمت الدیۃ علی عدد حروف الہجاء التمانیۃ
والعشرین او حروف اللسان الستۃ عشر تصحیحان فما اصاب الفائت یلزمہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ عن ابی جعفر او یعنی
قطع زبان میں اوسوقت ہے جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنیکا مانع ہو اور اگر کچھ حروف ادا ہوتے ہوں اور بعض نہ ادا ہوتے ہوں تو دیت کی قسمت ہو گی ابجد کے ۲۸ حروف
کی شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت مقسوم ہو گی اسمیں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو جسقدر کہ دیت فوت ہو جانیوالی حرف کو پہونچے گی اوسقدر جانی کو لازم
ہو گی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ میں مذکور ہے م منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول اصح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہوا
تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اسمیں یہ ہے کہ علی مرتضی کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی تھوڑی
زبان کاٹ ڈالی تھی سو اوس سے حروف پڑھائی گئی جو حرف اوس سے نہ نکلا بقدر اوسکی دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حروف یہ ہیں ت
ث ج د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحاوی واللحیۃ حلقت فلم تنبت اور اوس داڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اوسکے بال
نہ جمے پوری دیت ہے م یعنی کہ ازالۂ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت کی داڑھی مونڈنے میں کچھ دیت نہیں ع اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد
ہے ویؤجل سنۃ فان مات فیہا ح اور وجوب دیت میں سال بھر کی مدت مقرر ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص سال بھر میں مر گیا تو مونڈنیوالا داڑھی کا بری
الذمہ ہو گیا دیت سے ذمی سو و فی نصفہا نصف الدیۃ وفیما دونہ حکومۃ عدل کشاربہ ولحیۃ عبد فی الصحیح اور آدھی داڑھی مونڈنے میں
آدھی دیت ہے اور آدھی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے جیسے مونچھ میں اور غلام کی داڑھی مونڈنے میں حکومت عدل ہے قول صحیح میں ولا شئ فی
لحیۃ کوسج علی ذقنہ شعرات معدودۃ ولو علی خدہ ایضاً ولکنہ غیر متصل فحکومۃ عدل ولو متصلاً فکل الدیۃ اور کچھ لازم نہیں ایسے
کوسے کی داڑھی مونڈنے میں جسکی ٹھوڑی پر گنتی کے چند بال ہیں اور اگر اوسکے رخسارہ پر بھی بال ہوں ولیکن متصل نہ ہوں تو اوسمیں حکومت عدل ہے اور اگر رخسار
اور ٹھوڑی کے بال متصل ہوں تو پوری دیت واجب ہے وشعر الراس کذلک ای اذا حلق ولم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ
وعند الشافعی فیہا حکومۃ عدل اور سر کے بالوں کا یہی حکم ہے یعنی جبکہ سر کے بال ہر دو زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر جمیں تو پوری

دیت واجب ہے جیسے کہ مروی ہے علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک اس میں حکومت عدل ہے اعلم أنه لا قصاص في الشعر
مطلقا ولو مات قبل تمام السنة ولم ينبت فلا شيء عليه كشعر صدر وساعد وساق اور معلوم کر کہ بالوں میں مطلقا قصاص نہیں
اگرچہ جنایت عمدا ہو اور اگر وہ شخص مر گیا سال پورا ہونے سے پہلے اور بال نہ جمے تو جانی پر کچھ لازم نہیں ہے سوا تعزیر کے کذا فی المحیط وجیسے سینہ
اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالے لیکن قصاص نہیں والعينين والشفتين والحاجبين والرجلين والأذنين والأنثيين الخصيتين
وثديي المرأة وحلمتيها ولا لحيتين إذا استأصلهما ولا الحكومة عدل اور دو آنکھوں اور دو ہونٹوں اور دو بھووں اور دو پاؤں
اور دو کانوں اور دو فوطوں اور عورت کی دو چھاتیوں اور چھاتیوں کی دو گھنڈیوں میں اور دو جبڑوں میں پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ
جوڑ سے ان کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اس میں حکومت عدل لازم ہے وكذا فرج المرأة من الجانبين الدية وفي ثديي الرجل
حكومة عدل اور اسی طرح عورت کی شرمگاہ دونوں جانب سے قطع کرنے میں پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے ھم
قطع شرمگاہ عورت میں استمساک شرط ہے کہ پیشاب نہ تھم سکے اور نہیں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی المحیط وفي كل واحد من هذه الأشياء
المزدوجة نصف الدية اور ان دو دو چیزوں میں سے ایک چیز کے قطع میں نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹ یا ایک بھوں یا ایک
پاؤں یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک جبڑے کے کاٹنے میں نصف دیت ہے وفي أشفار العينين الأربعة
جمع شفرة بضم الشين وفتحها الجفن والهدب الدية إذا قلعها ولم تنبت اور آنکھ کے چاروں پلکوں میں یا پلکوں کے بالوں میں پوری دیت ہے
بشرطیکہ پلکوں کے بال جڑ سے اکھڑ گئے اور پھر نہ جمیں شارح نے کہا اشفار جمع ہے شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بھی اس کا جائز ہے شفرہ عبارت ہے پلک سے یا پلک
کے بالوں سے ھم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالوں پر مجاز ہے اور دونوں معنی سے جو مراد لیجئے مطلب صحیح ہے اس واسطے کہ پلکوں اور ان کے
بالوں میں پوری دیت ہے کیونکہ دونوں میں آنکھ کی منفعت اور جمال میں الکمال ہے وفي أحدها ربعها اور ایک پلک میں چوتھائی دیت واجب ہے
ھم ہر آنکھ میں دو پلک ہیں ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونوں آنکھوں میں چار پلک ہیں ولو قطع جفون أشفارها فدية واحدة لأنهما
كشيء واحد اور اگر قطع ہوں پلک اور ان کے بالوں کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اس واسطے کہ پلک اور اس کے بال ایک چیز کی مانند ہیں ھم شارح
کو یوں کہنا انسب تھا الجفون بأشفارها کذا فی المحیط وفي جفن لا شعر عليه حكومة عدل لكن المعتمد أن في كل دية كاملة جفنا
أو شعرا ہے اور جس پلک پر بال نہیں حکومت عدل ہے لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک میں پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اس کے بال ھم طحطاوی
نے کہا غایۃ البیان میں یوں ہے کہ جس پلک میں بال نہیں اس میں حکومت عدل مجھکو معلوم نہیں کہ سوائے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسی نے بیان کیا ہے
اور ایک نسخہ میں بجائے شفرہ کے شفرہ بالفاء ہے وفي كل إصبع من أصابع اليدين أو الرجلين عشرها اور دونوں ہاتھوں اور دونوں
پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درم یا دس اونٹ ھم ابوداؤد اور نسائی میں ابو
موسیٰ اشعری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلیاں برابر ہیں ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں کذا فی العینی وما
فيها مفاصل ففي أحدها ثلث دية الإصبع ونصفها لو فيها مفصلان كالإبهام اور جس انگلی
میں مفاصل اور جوڑ تین ہیں تو ایک مفصل کے قطع میں انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور اس انگلی کی نصف دیت ہے اگر اس انگلی میں دو جوڑ ہیں جیسے انگوٹھے
میں وفي كل سن يعني من الرجل إذ دية سن المرأة نصف دية الرجل جوهرة خمس من الإبل أو خمسون دينارا أو خمسمائة
درهم اور ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہے اس واسطے کہ عورت کے
دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لقوله عليه الصلاة والسلام في كل سن خمس من الإبل يعني نصف عشر دية لو
حرا ونصف عشر قيمته لو عبدا دیت مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں یعنی اگر آزاد ہے تو اس کی دیت کے بیسویں حصہ

کا نصف یعنی دیت کا بیسواں حصہ اور اگر غلام ہو تو اوسکی قیمت کا بیسواں حصہ ہے یہ دیت اوس صورت ہے جبکہ جنایت خطا سے ہو اور اگر عمد ہو تو اوسمیں قصاص ہو
اور دیت میں سب دانت برابر ہیں بدلیل اوس حدیث مرقوم کے جو برابر ہیں اور ابن عباس سے روایت ہے کہ سب دانت برابر ہیں کذا فی العینی قال قلت
و ینبغی ان تجب دیۃ الاسنان کلہا علی دیۃ النفس ثلثۃ اخماسہا قلت بغیرہ لا اثر فیہ لانہ ثابت بالنص علی خلاف
القیاس کما فی الغایۃ وغیرہا و فی العنایۃ و لیس فی البدن ما یجب بتفویتہ اکثر من تقدیر الدیۃ سوی الاسنان پھر اگر کہو
کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب دانتوں کی دیت زیادہ ہوتی ہے جان کی دیت سے تو میں کہتا ہوں کہ ہان زیادتی
ہے اور اسمیں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ ثابت ہے نص حدیث سے برخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہ میں ہے اور اس جہاں میں ہو اور بدن کی
وہ عضو نہیں ہے جسکے فوت کر ڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ ہو سوا دانتوں کے ۴ آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہیں ۲۰ اضراس یعنی داڑہ اور چار
انیاب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضواحک یعنی جو دانت کہ ہنسنے کے وقت ظاہر ہو جاتے ہیں پھر جب ایک دانت میں دیت کا
نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوا تو سب دانتوں میں پوری دیت اور دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی یا ایک سو
ساٹھ اونٹ وقد توجد فی احد اربعۃ فتکون الاسنان ستا و ثلثین ذکرہ القہستانی قلت و حینئذ یلزم دیۃ و ثمانی
دیۃ و نحوہ اما دیۃ و نصف و ثلثۃ اخماس او اربعۃ اخماس اور کبھی ہوتے ہیں چار نواجذ یعنی ڈاڑہ عقل جنکو بعض اہل ہند عقل داڑہ کہتے
ہیں تو اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہیں جیسے ذکر کیا ہے قہستانی نے میں کہتا ہوں اور اس صورت میں کہو سے کہ دانتوں میں ایک دیت واجب ہو اور دو خمس دیت
کے اور کہو سے کہ ہوا یا ایک دیت اور نصف دیت ہو یا تین خمس یا چار خمس دیت کے جب میں ۴ سب میں ہو کہ صحیح یعنی کہو سا صحیح ہے جسکی نقل بدلیل
نقول شرح ہے اور اصمعی نے کہا کہ صحیح وہ ہے جسکے دانت کم ہوں اور یہی منقول ہے امام ابوحنیفہ سے قہستانی میں ہے کہ کوسج کے دانت ۲۸ ہوتے ہیں
اور یہی شناخت ہے اوسکی تو کہو سکی کے دانتوں کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا چاہیے قہستانی میں ہے کہ اگر ۲۰ دانت اوکھاڑ ڈالے خطا سے
تو دیت اور تین خمس دیت واجب ہیں یعنی سولہ ہزار درہم اور اگر ۳۰ دانت اوکھاڑ ڈالے تو دیت اور نصف دیت ہے یعنی پندرہ ہزار درہم اور اگر ۲۸ دانت اوکھاڑ ڈالے
چار خمس دیت اور چار خمس واجب ہیں یعنی اٹھارہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی و علمت ان المرأۃ علی النصف فتنبہ ۱۲ اور جب یہ تو معلوم کر چکا
ہے کہ عورت کی دیت مرد کے نصف پر ہے تو خبردار رہو و یجب دیۃ کاملۃ فی کل عضو ذہب نفعہ بضرب ضارب کید شلت و عین
ذہب ضوءہا و صلب انقطع ماؤہ اور دیت کامل واجب ہے ہر ایک اوس عضو میں جسکی منفعت جاتی رہی کسی مار نیوالیکے مارنے سے چنانچہ مار سے
ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک اور بیکار ہو گیا اور آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے سبب سے پیٹھ کی منی منقطع ہو گئی و کذا لو سلس بولہ او حدث
و لو زال الحدث و نبتت فلا شیء علیہ و لو بقی اثر الضرب فحکومۃ عدل اور ایسے ہی پوری دیت واجب ہے اگر ضرب سے پیشاب اوسکا جاری ہو گیا
بند نہیں ہوتا یا اوسکو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کوبڑ زائل ہو گیا تو جانی پر کچھ نہیں اور کوبڑ جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اوسمیں حکومت
عدل ہو و یجب حکومۃ عدل باتلاف عضو ذہب نفعہ ان لم یکن فیہ جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہو اوس عضو کے
تلف کر ڈالنے میں جسکی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب سے پہلے بشرطیکہ اوس عضو میں جمال اور خوشنمائی نہو چنانچہ لنجا ہاتھ یعنی اوسمیں منفعت سے
خوشنمائی تو اوسکے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہو اور شبہ کا ملا ان کان فیہ جمال کالاذن الشاخصۃ ہو الظرش ای صمم
مذکور کی پوری دیت واجب ہو اگر عضو مفقود النفع کے ہونے میں جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ گوش بلند یعنی لوسنجا کان قطع کرنے میں ۴ طحطاوی نے
کہا کہ مرجع ضمیر کا شخوص ہے تا جمعہ سے لغو اور مباحث قاموس سے نہیں معنی طرش تذکرہ نہیں کیا انتہی میں کہتا ہوں واللہ التوفیق کہ شاید شارح نے
یوں کہا ہو گا و ہو الاطرش یعنی در حالیکہ لنجا کان والا بہرا ہے سماعت نہیں رکھتا اطرش بروزن افعل یعنی گران گوش لغت میں ثابت ہے عجب نہیں
کہ سہو کاتب سے اطرش کا الف اور واو حالیہ کتابت میں رہ گیا ہو و الا ہو الطرش کا محصل مفہوم نہیں ہوتا کیونکہ طرش یعنی گرانی گوش مخصوص بعینی مانع

کی تفسیر نہیں ہو سکتی واللہ اعلم ومسیجیٔ بالواضحۃ فالتحق فی اواخر ہذا الفصل اس فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر میں وہ مسئلہ آویگا کہ اگر
عضو کو چیکا یا پھر گوشت جم گیا **فصلٌ فی الشجاج** یہ فصل شجاج کے مسائل میں۔ شجاج جمع ہو شجہ کی وتختص الشجۃ بما یکون
بالوجہ والرأس لغۃً اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اوس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو **ھم** شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہو اور تھوڑی تک اور تحت ذقن
موضع شجہ نہیں اور داڑھی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریۃ جوہری نے کہا حکم ما حکم شجہ پر مرتب ہوا اور جراحت یعنی مطلق جسکا تحقق لشجہ
نہیں اسواسطے کہ وجہ اور راس اکثر مکشوف رہتی ہیں تو انکے زخم میں نہایت عیب اور بد نمائی ہے وما یکون بغیرھما فجراحۃٌ ای تسمّی جراحۃً
وفیہا حکومۃ عدلٍ مجتبٰی ومسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہو وہ مسمی بجراحت ہو اور اوسمیں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا
فی المجتبٰی والمسکین وھی ای الشجاج عشرۃٌ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحارصۃ بمھملاتٍ وھی التی تحرص
الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بحاء مہملہ ورار مہملہ وصاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جسمیں کہال مخدوش ہو جای یعنی چھلجای جسکو ہندی
میں اوسکو کہرونچا کہتے ہیں والدامعۃ بمھملاتٍ التی تظھر الدم کالدمع ولا تسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ وعین مہملہ دامعہ وہ
زخم ہے جسمیں آنسو کی مانند خون دار ہو جای اور خون کو نہ بہاوی والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہو جو خون کو بہاوی والباضعۃ
التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کہال کو قطع کرے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو
گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃٍ رقیقۃٍ بین اللحم وعظم الرأس اور سمحاق وہ زخم ہو جو سمحاق تک
پونہچ جای سمحاق وہ باریک کہال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان ہو والموضحۃ التی توضح العظم ای تظھرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو
ظاہر کردے یعنی جسمیں کہال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کہلجاے والھاشمۃ التی تھشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے
والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کردے اور اوسکے توڑنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کیطرف کردے
کذا فی المسکین والآمۃ التی تصل الی امّ الدماغ وھی الجلدۃ التی فیھا الدماغ اور دسواں شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پونہچ جاے
ام الدماغ اوس کہال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنی بہیجا وبعدھا الدامغۃ بغینٍ معجمۃٍ وھی التی تخرج الدماغ ولم یذکرھا محمد لموت بعدھا
عادۃً فتکون قتلاً لا شجاً فعلم ان الاستقراء بحسب الآثار انھا لا تزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارہویں جراحت دامغہ ہے
بغین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بہیجے کو نکالدے اور دامغہ کو محمد نے ذکر نہیں کیا اسواسطے کہ اوسکے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو وہ قتل
ٹہری نہ جراحت تو تحقیق اثار سے یہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتی ویجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لو عمداً ضلعہم
ولا قصاص فیہا لکونہ عمداً لان مثلہ لا یقتص زیلعیۃ من غیرہ قہستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا
پانسو درم واجب ہوتے بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اوسکے سر کے بال پیری سے نہ جہڑ گئے ہوں اور نہیں تو اوسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ
اصلع کی کہال غیر اصلع سے کمتر ہوا کرتی ہیں کذا فی القہستانی عن الذخیرہ وفی الھاشمۃ عشرھا وفی المنقلۃ عشرٌ ونصف عشرٍ
اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب
ہیں وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثھا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہے **ھم** جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے زیلعی میں
ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ نہیں ہوتا حلق کے اوپر انتہی سراج وہاج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو
پیٹ کے اندر تک پونہچے پیٹ کیطرف سے یا پیٹھ یا سینہ کیطرف سے یا گردن کیجانب سے اوس موضع تک پونہچے جہانتک پانی جاتا ہے سے روزہ ٹوٹجاتا ہے تو یہہ
سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اسکے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہو اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتہوں اور دونوں پانؤں اور ران اور گردن اور
سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پونہچ جای تو وہ بہی جائفہ ہے کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفۃ فثلثاھا لانھا اذا

سوی تسارت خالفتین یجب فی کل منہما ثلث الدیۃ یعنی اگر مثلاً جائفہ ایسا ہو گیا جیسے پیٹ کا زخم پشت کیطرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیاں واجب
ہیں اسواسطے کہ جب جائفہ وار پار ہو گیا تو دو جائفہ ہو گئے ایک جسکی کہانت تھی دوسرا جسکو پار کئے نوٹ لگا دیتی تہائی دیت کی واجب ہوگی وفی
الحارصۃ والدامعۃ والدامیۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل اذ لیس فیہا ارش مقدر من جھۃ السمع و
لا یمکن اھدارھا فوجب فیہا حکومۃ عدل یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل
ہے بسبب معلوم کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہۃ السمع یعنی شارع کیجانب سے اور انکا رائیگان چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو انمیں حکومت عدل واجب ہوگی
ھم حسنِ محمد ابن حسن ابراہیم نخعی کی روایت ہے کہ ان پانچوں زخموں میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وھی ای حکومۃ العدل ان یحرر
ثم ینظر ان کان بقدر ہذہ من الموضحۃ یجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام اور وہ یعنی
حکومت عدل یہ ہے کہ غور اور تامل کیا جاوے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اوسکی دیت کے بیسویں حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہے کرخی کا
اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ھم چونکہ موضحہ کی دیت نص شارع سے ثابت ہے اور شجاج میں ہے لہذا اوسیکو مقیس علیہ ٹھہرایا ہے جسقدر کہ مقدار زخم
ہے مثلاً باضعہ کو ناپ لیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے پس اگر اوسکی مقدار ثلث ہو موضحہ ہی تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع ہے تو ربع
دیت واجب ہوگی واسطے کہ القیاس ہے تصحیح قول کرخی کی یہ ہے کہ یہیں جمع ہو سکتا ہے کذا فی العینی وقیل قالہ الطحاوی یقوم المشجوج
عبدا بلا ھذا الاثر ثم معہ فقدر التفاوت بین القیمتین فی الحر من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان نقص الحر عشر قیمتہ
یجب عشر دیتہ وکذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام قرار دیکر بدون اس زخم
کے اوسکی قیمت مقرر کیجاوے پھر اس زخم کے ساتھ اوسکی قیمت معین کیجاوے پھر جسقدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اوسیقدر آزاد میں اوسکی دیت سے لیا
جاوے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں حصہ لیا جاوے اور اسیطرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے
قیمت کم ہو گئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے ھو ای ھذا التفاوت ھی ای حکومۃ
العدل بہ یفتی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر والخانیۃ وغیرھا وجزم بہ فی المجمع وہ یعنی تفاوت بین القیمتین حکومت
عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا
ہے ھم اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل احیاء وسیر کنا فی العینی وفی
الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرخی لو الجنایۃ فی وجہہ ورأسہ فحینئذ یفتی بہ ولو فی غیرھما او تعسر علی المفتی یفتی بقول
الطحاوی مطلقاً لانہ ایسر اھ ونحوہ فی الجوھرۃ بزیادۃ اور خلاصہ میں ہے کہ کرخی کا قول تو تمام اسیصورت میں مستقیم ہے جبکہ
جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اسوقت میں کرخی کے قول پر فتوی ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل ہو موضحہ پر قیاس کر کے کرخی کے
قول پر تو امام طحاوی کے قول پر فتوی دے مطلقاً اگر جراحت چہرہ اور سر میں ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان ہے انتہی ما فی الخلاصۃ اور ایسا
ہی جوہرہ میں ہے زیادت بیان کے ساتھ وقیل تفسیر الحکومۃ ھو ما یحتاج الیہ من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الی
ان یبرأ اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی یہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے نفقہ خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کی زخمی کے صحیح ہو جانے
ھم طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہیں ہے ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحۃ
فقط اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضحہ میں ھم شجاج اور جراحات میں العینی انتہی اور شقہ مذکورہ میں بالاتفاق قصاص نہیں اور ناور ن موضحہ سے
رہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص میں بہت سے اقوال ہیں جو مقرر ہیں ذکر ہوگا وما لا قود فیہ یستوی العمد
والخطأ فیہ وہ جن شجاج میں قصاص نہیں اوسمیں عمد اور خطا دونوں برابر ہیں یعنی کو دوان جنایتوں ہو ان میں وہ واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا

نے الشہادی عن المحیط لکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحۃ ایضا ذکرہ محمد فی الاصل وھو الاصح درر
ومجتبی وابن الکمال وغیرھا لامکان المساواۃ بان یسبر غورھا بمسبار ثم تتخذ حدیدۃ بقدرہ فیقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب
قصاص ہے ان شجاج میں بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور ہیں یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں یہہ ذکر کیا ہے محمد
بن حسن نے اصل یعنی مبسوط میں اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ماقبل موضحہ کا صحیح تر ہے کذا فی الدرر والمجتبی وابن الکمال وغیرہ اسواسطے کہ شجاج مذکورہ
میں برابری کرنا ممکن ہے اسطرح کہ زخموں کا عمق اور گہراو اول امتحان کیا جاوے آلہ امتحان سے مثلا سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چیز لیجاوے بقدر اوسکی پہر اوتنا
قطع کیا جاوے ھم کافی میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قرآن والجروح قصاص یعنے زخموں میں قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن ہے کذا فی العینی
واستثنی فی الشرنبلالیۃ السمحاق ولا یقاد اجماعا کما لا قود فیما بعدھا کالھاشمۃ والمنقلۃ بالاجماع وعزاہ للجوھرۃ فلیحفظ
اور شرنبلالیہ میں سمحاق کو مستثنے کیا ہے تو اوسمیں بالاتفاق قصاص نہیں جیسے مابعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ میں بالاجماع قصاص نہیں اور شرنبلالی نے یہہ قول
جوہرہ کیطرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ثم قال فی المجتبی ولا قود فی جلدۃ رأس وبدن ولحم خد وبطن وظہر یعنی پہر زاہدی نے
مجتبی میں کہا اور قصاص نہیں سر اور بدن کی کہال میں اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں ھم شاید کہ یہہ قول غیر ظاہر الروایۃ ہے یا جلد راس سے فقط
سمحاق مراد ہے عالم گیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن میں واقع ہیں اونمیں حکومت عدل ہے جبکہ ہڈی کہلجاوے یا
ٹوٹ جاوے بشرط بقاء اثر اور اگر جراحت کا اثر باقی نہیں رہا تو شیخین کے نزدیک اوسمیں کچہہ نہیں اور محمد کے نزدیک تا حصول صحت قیمت مصارف کی لازم
ہے کذا فی الطحطاوی ولا فی لطمۃ ووکزۃ ووجاءۃ یعنی اور نہ قصاص ہے طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضرب بند میں ھم عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم
نہیں وفی سلخ جلد الوجہ کمال الدیۃ اور چہرہ کی کہال اوکہاڑنے میں پوری دیت ہے وفی کل اصابع الید الواحدۃ نصف دیۃ ولو
مع الکف لانہ تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب اونگلیوں کے قطع میں نصف دیت ہے اگرچہ پانچوں انگلیاں ہتیلی کے ساتھہ کٹ گئی ہوں اسواسطے کہ
ہتیلی انگلیوں کے تابع ہے ھم نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچہزار درم ہے ومع نصف ساعد نصف دیۃ للکف وحکومۃ عدل
لنصف الساعد وکذا الساق اور ایک ہاتہہ کے قطع اصابع میں نصف ساعد کے ساتھہ نصف دیت واجب ہے ہتیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب
ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے پنڈلی کا یعنی اگر پاؤں کی انگلیاں آدہی پنڈلی کے ساتھہ قطع ہوں تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پنڈلی
کے سبب سے حکومت عدل ہے وفی قطع کف وفیہا اصبع او اصبعان عشرھا او خمسہا لف ونشر مرتب اور اوس ہتیلی کی قطع
میں جسمیں ایک اونگلی یا دو انگلیاں ہیں دسواں حصہ دیت کا یا پانچواں دیت کا واجب ہے شارح نے کہا یہہ لف نشر مرتب ہے یعنی ایک اونگلی میں دسواں
حصہ ہے اور دو اونگلیوں میں پانچواں حصہ ولا شیء فی الکف عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع
فانہ لا شیء فی الکف بالاجماع اذ للاکثر حکم الکل اور کچہہ واجب نہیں قطع کف میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف میں
تین اونگلیاں ہوں تو قطع کف میں کچہہ واجب نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے ھم یعنی جسطرح کف میں کچہہ واجب نہیں
جبکہ پانچوں اونگلیاں قطع ہوں تو اسیطرح تین اونگلیوں کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچہہ نہیں ہے اور یہہ مراد نہیں کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتہہ کی پوری دیت
واجب ہے اسواسطے کہ متن میں مذکور ہو چکا کہ ہر اونگلی میں دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی جواہر الفتاوی ضرب ید رجل وبرئ
الا انہ لا تصل یدہ الی قفاہ فبقدر النقصان یوخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان فثلثا الدیۃ وھکذا واقرہ المصنف
اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھہ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہہ کہ اوسکا ہاتہہ گردن کے پیچھے نہیں پہنچتا تو بقدر نقصان وصول کی پوری
دیت سے لیا جائیگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کی ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسیطرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح
میں اس قول کو ثابت رکہا ہے رد نہیں کیا ہے ولو قطع مفصلا من اصبع فشل الباقی او قطع الاصابع فشل الکف لزم دیۃ

المقطوع فقط ويسقط القصاص فانهما وان خالف الدرر كذا ذكره الشرنبلالية وسيجي متنا اور اگر انگلی کی ایک پور منفصل سے
کاٹی سو باقی انگلی خشک ہوگئی یا انگلیاں قطع کین سو ہتھیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اسکو سمجھ لے اگرچہ یہ قول
مخالف ہے الساباں کیا ہے شرنبلالی نے اور آگے متن میں اویگا ھم نہایہ میں شرح مواہب کی ایک ماجی مسئلہ یون مذکور ہے کہ جو عضو شل ہوگیا اوسکی دیت واجب ہے
اگر وہ انگلی ہے تو انگلی کی دیت ہے اور اگر کف سے ہو تو کف کی دیت ہے اور زیلعی میں ہے کہ جب تمام انگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور اگر لائق
انتفاع ہے تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی وفي الاصبع الزائدة وعين
الصبي وذكره ولسانه ان لم يعلم صحته بنظر في العين وحركة في الذكر وكلام في اللسان حكومة عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی
مین اور صغیر کی آنکھ اور آلہ تناسل اور اوسکی زبان میں حکومت عدل ہے اگر صحت وسلامتی اوسکی معلوم نہو آنکھ میں تو نظر کرنے سے اور آلہ تناسل میں جنبش کرنے
سے اور زبان میں بولنے سے ھم زائد انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہیں پھر جب وجود منافع معلوم نہیں تو
شک سے پوری دیت واجب نہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحة فكبالغ في خطأ او عمد اذا ثبت ببينة او باقرار الجاني
وان انكر او قال لا اعرف صحته فحكومة العدل جي ھم پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو بالغ وجوان کی مانند ہے خطا یا عمد میں جبکہ
گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہوا اور اگر وہ منکر ہو یا کہے میں اوسکی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الجوہرة ودخل ارش موضحة
اذهبت عقله او شعر راسه في الدية لدخول الجزء في الكل كمن قطع اصبعا فشلت اليد اور داخل ہے موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے
عقل اوسکی یا اوسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل ہو جائیگی بسبب داخل ہونے جز کے کل میں مانند اوس شخص کی جسنے انگلی دوسرے کی قطع کی
سو اوسکا ہاتھ خشک ہوگیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل ہو جاویگی ھم عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہے اسواسطے کہ
انتفاع بدون عقل کے متصور نہیں تو گویا وہ مردہ ہوگیا کذا فی المنح وان ذهب سمعه او بصره او نطقه لا تدخل لانها كاعضاء مختلفة
بخلاف العقل لعود نفعه للكل اور اگر جراحت موضحہ سے اوسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت میں داخل نہوگی
اسواسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کی مانند ہیں برخلاف عقل کے اسواسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کیطرف رجوع کرتا ہے ھم جب سمع اور
اور گویائی کی منفعت خاص تمام علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کی مانند ہوگئی تو ایکدوسرے میں داخل نہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا
واجب ہوگی ولا قود ان ذهبت عيناه بل الدية فيهما خلافا لهما اور قصاص نہیں اگر موضحہ سے دونوں آنکھیں جاتی رہیں بلکہ دونوں
یعنی موضحہ اور آنکھوں میں دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے ھم صاحبین کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھوں میں دیت ہے ولا بقطع اصبع شلت
جارتها خلافا لهما اور قصاص نہیں اوس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونوں عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف
صاحبین کے یعنی انکے نزدیک اول میں قصاص ہے اور دوسرے میں دیت ہے کذا فی الطحطاوی ولا اصبع قطع مفصله الاعلى فشل ما بقي
من الاصابع بل دية المفصل والحكومة فيما بقي اور قصاص واجب نہیں اوس انگلی میں جسکا مفصل اعلے کاٹا گیا سو باقی انگلیاں خشک ہوگئیں
بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہے ھم یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے کہا تھا کہ متن میں آویگا ولا قود بكسر نصف سن اسود
او اصفر او احمر باقيها بعد كسرها بل كل دية السن اذا فات منفعة المضغ والا بان لم تفت منفعة المضغ فالدية ايضا
والا فالحكومة حلبي زيلعي فقول الدرر والا فلا شيء فيه فيه ما فيه اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد
سیاہ یا زرد یا سرخ ہوگیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کی منفعت فوت ہو جاوے اور اگر چبانا فوت نہوگا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت
نظر آتا ہو یعنی کیونکہ تب بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہے کذا فی الزیلعی تو درر کے یون کہنے میں کہ اگر چبانا فوت نہیں ہے تو اوسمین
کچھ واجب نہیں اعتراض اور خلل ہے ھم خلل یہ ہے کہ اوسمین نفی مطلق مذکور ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ باوجود عدم فوت منفع اگر نظر آتا ہو تو دیت ہے

بدنمائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہے کما صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایة متی وقعت علی محلین متباینین حقیقة فاثر فی احدہما
لا یمنع القود فی الآخر ومتی وقعت علی محل واتلفت شیئین فاثر احدہما یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہئے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب
جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقة جدا گانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پانوں تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہے اور جبکہ جنایت
ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف کر دے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جاوے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے ھ زیلعی میں ہے کہ امام
کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہو گا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبین کے نزدیک دو عضو میں
باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہے تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی ویجب الارش علی من اقاد سنة بعد مضی حول ثم
نبتت بعد ذلک لتبین الخطاء حینئذ وسقط القود للشبهة اور دیت واجب ہے اوس شخص پر جسنے اپنی دانت کا قصاص لیا سال گذرنے
کے بعد پھر بعد اوسکے اوسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفاء قصاص میں اوسوقت اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہے
شبہہ کے سبب سے یعنی شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے د فی الملتقی ویستأنی فی اقتصاص العین والموضحة حولا وکذا لو ضرب سنه
فتحرکت لکن فی الخلاصة الکبیر الذی لا یرجی نباته لا یؤجل به یفتی قلت وقد یوفق بما نقله المصنف وغیرہ عن النهایة الصحیح
تأجیل البالغ لیتبرء لا الی السنة لان نباته نادر اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسیطرح انتظار کرنا
چاہئے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہل گیا لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اوسمیں تاجیل اور انتظار
نہیں اسی قول پر فتوی ہے اور کاتب سے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اوس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ
کی اوسکے چنگے ہو جانیکے واسطے ہے نہ تاجیل ایک سال کی اسواسطیکہ دانت کا جمنا بالغ میں نادر الوقوع ہے ھ وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاجیل سال خلاصہ
کا کلام محمول ہے اور جو تاجیل کا قائل ہے تو مراد اوس سے تاجیل اسکے اصلحہ ہے لیکن تعبیر بلفظ صحیح اسکو مفید ہے کہ سال کی تاجیل میں خلاف ہے عالمگیریہ میں ہے
کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہئے ایکسال انتظار کرنا چاہئے مگر مجرد کی تردد میں اور صحیح پہلا قول ہے انتہے اور
ندرت نبات کی تعلیل اسکی مفید ہے کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں ایکسال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحطاوی او قلعها فردت ای ردها صاحبها
الی مکانها ونبت علیها اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اوکھاڑا سو دانت والے نے دانت کو مکان پر اوسکو رکھ دیا
اور اوسپر گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہے اسواسطیکہ رگیں عود نہیں کرتیں جسطرح پہلے تھیں د فی النهایة قال شیخ الاسلام ان عادت
الی حالتها الاولی فی المنفعة والجمال لا شیء علیه کما لو نبتت اور نہایہ میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے
منفعت اور جمال میں تو جانی پر کچھ واجب نہیں جیسے اوس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اوٹھے وکذا الاذن اذا الصقها فالتحمت یجب الارش
لانها لا تعود الی ما کانت علیه درر اور اسیطرح کان جبکہ اوسکو قطع کے بعد چپکا یا یعنی ٹانکے دیکر سو گوشت سے جم گیا دیت واجب ہے اسواسطے کہ پھر
ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعت السن فنبتت اخری فانه یسقط الارش عنده کسن الصغیر خلافا لهما
مگر یہ کہ دانت اوکھاڑا گیا پھر وہاں دوسرا دانت جم اوٹھا تو امام کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے
برخلاف صاحبین ھ صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت ہے اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جم
اوٹھنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالی کیطرف سے ہے ولو نبتت معوجة فحکومة عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جما تو اوسمیں حکومت عدل ہے ولو نبتت الی
النصف فعلیه نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اوسپر نصف دیت واجب ہے ولا شیء فی ظفر نبت کما کان اور اوس ناخن
میں کچھ دیت نہیں جو جم اوٹھا جسطرح کہ پہلے تھا ھ اور اگر قطع کے بعد ناخن نہ جما تو اوسمیں حکومت عدل ہے اسواسطیکہ شرع میں اسکی دیت معین ثابت نہیں
کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او اللحم شجة او اللحم جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق له اثر فانه لا شیء فیه یا سر کا زخم بھر گیا جسکا

ہوگیا یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے وغیرہ کی ضرب سے چنگا ہوگیا اور اسکا نشان باقی رہا تو اسمیں کچھ دیت نہیں ھ اسواسطے کہ موجب دیت کا دور
اور زائل ہونا ہے سو چنگے ہونے اور نشان مٹجانے سے زائل ہوگیا اور فقط درد کسی شے کا موجب نہیں جیسے ضرب اور ذلک میں تاوان نہیں ہوا اور تشانہ زخم مارا
کی دیت نہیں ان تعزیر میں حاکم کو اختیار ہے وقال ابو یوسف علیہ اَرْشُ الالم وھی حکومۃ عدلٍ وقال محمّد قدر ما لحقہ من النفقۃ
الی ان یبرأ من اجرۃ الطبیب وثمن الدواء اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہے یعنی حکومت عدل ہوا اور محمد نے کہا جسقدر خرچ
خرچ لاحق ہوا ہے صحت ہونے تک طبیب کی اجرت اور دواء کی قیمت سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسّر قول ابی یوسف اَرْشُ الالم
باجرۃ الطبیب والمداواۃ فعلیہ لاخلاف بینہما قالہ المصنف وغیرہ قلتُ وقد قدّمنا نحوہ عن المجتبیٰ ذکر ھنا عنہ روایتین
فتنبّہ اور طحاوی کی شرح میں ہے ابو یوسف کے قول یعنی خونبہائے درد کی تفسیر اجرت طبیب اور مداوات واقع ہوئی تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے
قول میں مخالفت باقی نہ رہی اسے کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور البتہ مانند اسکی ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں مجتبیٰ سے صاحب مجتبیٰ نے اس مسئلہ کی شرح میں
ابو یوسف سے دو روایتیں ذکر کی ہیں سو خبردار رہو ھ دو روایتوں سے ایک روایت محمد کے موافق ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجائے
پھر اسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجاوے شارح نے بلفظ تنبہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہے کذا فی الطحطاوی
ولا یقاد جرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی اور قصاص نہیں لیا جاتا زخم کا مگر اسکے چنگے ہو جانے کے بعد برخلاف شافعی کے ھ منشاء
اور دار قطنی میں حدیث مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جب تک زخمی چنگا ہو جاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ جراحات میں انجام
اونکا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مرجاوے تو اب بوجہ قتل ہوگی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہیں معلوم ہو سکتا کذا فی المنح وعمدُ الصبی
والمجنون والمعتوہ خطأ بخلاف السکران والمغمیٰ علیہ اور صغیر اور مجنون اور معتوہ اور بیہوش کا عمد خطا ہے برخلاف مست اور غشی والے
کے اونکا عمد خطا نہیں وعلی عاقلتہ الدیۃ ان بلغت نصف العشر فاکثر ولم یکن من العجم والا ففی مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد
میں اسکے مددگاروں پر دیت ہے اگر دیت کے بیسوین حصہ تک پہنچی یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنی عربی ہو اور اگر بیسوین حصے سے دیت کم ہو یا صغیر عجم
کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال میں دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد میں نہ
کفارہ ہے نہ میراث مقتول سے محروم ہوا برخلاف شافعی کے ھ کفارہ اسواسطے نہیں کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہیں اور حرمان میراث عقوبت ہے اور صغیر اور
مجنون اہل عقوبت کے نہیں ولو جنّ بعد القتل قُتِلَ وقیل لا وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور اگر قاتل دیوانہ ہو گیا بعد قتل کے تو وہ قصاص
میں قتل کیا جاویگا اور بعضوں نے کہا کہ قتل نہوگا اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح میں ہے صبیٌّ ضرب سِنّ صبیٍّ فانتزعہا ینتظر بلوغ الصبی
المضروب ان نبت والا یجب علی عاقلتہ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر وتحقیقہ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر
مارا اسواسطے اسکو اوکھاڑ ڈالا تو انتظار کرنا چاہیئے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پھر اگر وہ دانت نکلا تو اسکے مددگاروں پر دیت ہے اور اگر صغیر ضارب
عجم کا رہنے والا ہے تو خود اوسکے مال میں دیت ہے اور ہم عنقریب دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل میں تتمہ فائدہ ضروریہ حکومۃ العدل لا تتحملہا
العاقلۃ مطلقا علی الصحیح کما فی تنویر البصائر معزیا للتتارخانیہ حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جانی کی مددگار متحمل نہیں ہوتی بنابر قول صحیح کے مطلق
یعنے خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر البصائر میں ہے منسوب بطرف تاتارخانیہ

فصل فی الجنین

یہ فصل ہے بچہ شکم کے مسائل میں جنین اوس بچہ کا نام ہے جو ہنوز ماں کے پیٹ میں ہے ضرب بطن امرأۃ حرۃ حامل خرج الامۃ والبہیمۃ
وسیجیٔ حکمہا قلت بل الشرط حریۃ الجنین دون امّہ کامۃ علقت من سیدہا او من المغرور ففیہ الغرۃ علی العاقلۃ درر عن الملتقی
فالعجب من المصنف کیف لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہوگیا
اور وہ دونوں کا حکم آگے آویگا میں کہتا ہوں بلکہ بچہ شکم کا آزاد ہونا شرط ہے نہ اسکی ماں کا پس اگر چہ لونڈی ہو جیسے کہ اس لونڈی کا جو حاملہ ہوئی اسکے مالک سے یا مغرور سے تو اسکے بچہ مرجانے

مین غرہ یعنی دیت ہی قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدرر عن الزیلعی تو مصنف سی تعجب ہے کہ اوسنے حرمت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب
اکثر کی متابعت کرتا ہی یہان اونکے مخالف بیان کیون کیا ھم ضرب شکم مثال ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تنویر مین ہے کہ ضرب جنین کی شرط
ہے کذا فی العینی و لو کانت امرأة کتابیة او مجوسیة او زوجة فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلة غرة غرة الشھر
او لھذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبة البطن اہل کتاب یہودی یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ
سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہی شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہی اول شہر سے اور یہہ دیت جسکا غرہ نام ہے اول مقادیر دیات سی ہی ھم شارح
نے یہہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ لغت مین معتمد ترشی یعنی عبارت ہی عمدہ مال سی جیسا کہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط
مین ہے کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اسمین غلام کا دینا واجب ہے اور غلام کو غرہ کہتے ہین اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی موافق مذکور ہے کذا فی
العینی نصف عشر الدیة ای دیة الرجل لو الجنین ذکرا وعشر دیة المرأة لو انثی وکل منھما خمسمائة درھم ھم غرہ عبارت ہی دیت کی بیسوین
حصہ سے یعنی مرد کی دیت کا بیسوان حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسوان حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونون پانسو درم ہین ھم مرد کی دیت دس ہزار درم
تو اوسکا بیسوان حصہ پانسو درم ہے اور عورت کی دیت پانچہزار درم ہی تو اوسکا بھی دسوان حصہ پانسو درم ہوا فی سنة وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیة
وقال مالک فی مالہ ولنا فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ مین غرہ یعنی پانسو درم واجب ہین قاتل کے عاقلہ پر ایکسال کے اندر اور امام شافعی نے کہا
تین سال کے اندر دیت کی مانند واجب ہین اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال مین واجب ہے اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ھم طبرانی مین حدیث
طویل سی مروی ہی غرة عبد او امة او خمسمائة اور صحیحین مین ابی بکر وسی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کی جنین مین غرہ عبد یا امہ کا
حکم کیا لیکن اوسمین سنہ کا ذکر نہین اور محمد بن حسن کے موطا مین سعید بن مسیب سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس جنین مین جو اپنی مان کے پیٹ مین
مقتول ہوا غرہ عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ مین جابر سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین مین عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی
فان القتہ حیا فمات فدیة کاملة پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہی ضارب پر وان القتہ میتا فماتت الام
فدیة فی الام وغرة فی الجنین لما تقرر ان الفعل یتعدد بتعدد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر مان اوسکی مرگئی تو مان مین دیت واجب
ہے اور بچہ مین غرہ اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ فعل متعدد ہوجاتا ہی اپنے اثر کے تعدد سے ھم چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا اسواسطے پار ہوکر دوسرے کو قتل کیا تو تیرانداز
پر دو دیتین واجب ہین اگر دونون قتل از راہ خطا ہین اور اگر اول عمد ہے تو قصاص اور دیت واجب ہی کذا فی الطحطاوی وصحح فی الذخیرة تعدد الغرة
لو میتین فاکثر انتھی قلت وظاھرہ تعدد الدیة لو ازدہ فلیراجع اور ذخیرہ مین تعدد غرہ کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچہ مردہ ہوکر ساقط ہون یا
زیادہ انتھی ما فی الذخیرہ مین کہتا ہون اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہی اور مین نے اوسکو مصرح نہین دیکھا تو کتب فقہ کیطرف رجوع کرنا چاہیے
ھم جوہرہ مین ہی کہ اگر حاملہ دو جنین گراوے تو دو غرہ واجب ہین اور اگر ایک زندہ نکلکے مرجاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہی ضارب پر اور اگر مان مرگئی
پھر دو بچے مردہ ہوئے تو فقط مان کی دیت واجب ہی اور اگر مان کے مرنیکے بعد دو جنین نکلے پھر مرگئے تو تین دیتین واجب ہین کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقتہ
میتا فدیة فقط وقال الشافعی غرة ودیة اور اگر مان مرگئی اور اوسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط مان کی دیت ہی اور امام شافعی نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت مان
کی واجب ہی ھم اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ظاہر مان کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیونکہ اوسکا جینا اوسکی جینے سے ہے اور اوسکا دم لینا اوسکے دم لینے سے ہی تو جنین کی موت اوسکی
مان کی موت سے ثابت ہوتی ہی اور یہہ احتمال بھی ہی کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہین ہوتا وان القتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ
دیتان کما اذا القتہ حیا وماتا اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانیکے بعد تو ضارب پر دو دیتین واجب ہین چنانچہ اوس صورت مین دو دیتین
واجب ہین جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونون مرگئے وما یجب فیہ من غرة او دیة یورث عنہ ویرث منہ اور جنین مین جو چیز
قسم غرہ یا دیت کے واجب ہے وہ موروث ہی یعنی جنین کے وارث اوسکو بطریق میراث کے پاوینگے اور اوسکی مان اوسکی میراث پاویگی ولا یرث ضاربہ منھما

فلو ضرب بطن امرأته فالقت ابنه ميتا فعلى عاقلة الاب غرة ولا يرث منها لانه قاتل اور جنین کا مادر متوالا م و جنین کی میراث نپاویگا
تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اوسکے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہے اور باپ اوسکا غرہ سے میراث نپاویگا اسواسطے کہ وہ
قاتل ہے یعنی قاتل ہے بطریق مباشرت کے اور قاتل کیواسطے میراث مقتول کی نہیں لیس سو۔ وفي جنين الامة الرقيق الذكر نصف عشر قيمته لو حيا و
عشر قيمته لو انثى لما تقرر ان دية الرقيق قيمته اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اوسکی قیمت کا بیسوان حصہ واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسوان حصہ
واجب ہے اگر جنین مونث ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ مملوک کی دیت اوسکی قیمت ہے ہم تعیین قیمت جنین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اوسکی رنگ وصورت
کے موافق تامل کریں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اوسکی پاس مکان میں ایسی قیمت ہوتی اور اسی حساب سے بیسوان یا دسوان حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہان سوال ہوتا ہے کہ لازم
آتا ہے کہ جو واجب ہو مونث میں وہ زیادہ ہو بہ نسبت مذکر کے واجب کے اسواسطے کہ وہم اکثر ہے بیشتر سو اسکا جواب شارح اپنے اگلے قول سے دیا ولا يلزم زيادة الانثى
لزيادة قيمة الذكر غالبا اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے غالبا ہم یعنی اسواسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت زیادہ
ہوتی ہے لونڈی سے مثلا اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اوسکی بصورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے تو اب بیسوان حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسوین حصہ
سے کم ہوگا کذا فی صدر الشریعة وفيه اشارة الى انه اذا لم يكن الوقوف على كونه ذكرا او انثى فلا شئ عليه اور مذکر اور مونث کی دیت
کے تفاوت میں اشارہ ہے اسطرف کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھہ ضمان نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین شارح تابع
ہو گیا ہے قہستانی کا اور دمشقی میں یوں مذکور ہے کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیے خنثے مشکل کی مانند انتہی عینی میں ذخیرہ سے
منقول ہے کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو تو متیقن ماخوذ ہو خنثی مشکل کی مانند چنانچہ کسی خنثے مشکل کو آزاد و خطا قتل کیا تو متیقن واجب
اسلیے یہان یقینی امر پر عمل کرنا چاہیے انتہی كما لو القى بلا راس لانه انما يجب القيمة اذا نفخ فيه الروح ولا ينفخ من غير راس ذخيرة
چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدون سر کے تو اوسمین کچھہ واجب نہیں اسواسطے کہ قیمت تو اوسیصورت میں واجب ہوتی ہے جبکہ جنین میں روح پھونکی
گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدون سر کے نہیں کذا فی الذخیرة في مال الضارب للامة حالا ۔ جنین مملوک میں اوسکی قیمت کا بیسوان حصہ یا دسوان حصہ اوس
شخص کے مال میں واجب ہے فی الحال جسنے لونڈی کو مارا ہم ضارب کے مال میں اسواسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت مملوک کی واجب نہیں اور اس مال کا مالک لونڈی کا مالک
ہے لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القته حيا وقد نقصتها الولادة فعليه قيمة الجنين لا نقصانها لو بقيمته وفاء به ولا فعليه اتمام
ذلك مجتبى اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ
جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہو گا تو ضارب پر اوسکا پورا کر دینا واجب ہوگا کذا فی المجتبى ہم مثلا لونڈی کی قیمت سو
درم تھی اور بعد ولادت کے ۸۰ درم کی قیمت ہو گئی تو اگر جنین کی قیمت ۲۰ درم ہو یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہیں اور اگر جنین کی قیمت ۱۵
درم ہو تو ضارب پر ۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینا لازم ہونگے وقال ابو يوسف فيه نقصانها كالبهيمة اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کی جنین میں
لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعي فيه عشر قيمة الام لانه اصل الشي
ولا يختلف انثى او ذكرا اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اوسکے ماں کی قیمت کا دسوان حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعة اور یہہ تو مخفی نہیں
ہے کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہے فان حرره اي الجنين سيده بعد ضربه بطن الامة فالقته حيا فمات ففيه قيمته حيا لو
لا دية وان مات بعد العتق لان المعتبر حالة الضرب پھر اگر جنین کو اوسکے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا
پھر وہ مرگیا تو اوسمین بچہ زندہ کی قیمت مالک کیواسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنیکے مرگیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہے یعنی قتل اسکا ضرب
سابق سے ہوا اور وقت ضرب حالت رق میں ہوا تھا کذا فی صدر الشریعة وعند الثلثة تجب دية وهو رواية عنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین
کی واجب ہے نہ قیمت اور یہہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کہ

نے الطحاوی ولا کفارۃ فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا زیلعی ان وقع میتا اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو
بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی ش یعنی عدم وجوب اسواسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کاملہ میں تو اسکے غیر میں متعدی نہوگا وجہ استحباب یہ ہے کہ ضارب
مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی الہدایہ وشروحہا وان خرج حیا فمات ففیہ الدیۃ والکفارۃ کذا
صرح بہ فی الحاوی القدسی وہو مفہوم من کلامہم لتصریحہم بوجوب الدیۃ حینئذ فتجب الکفارۃ فیہ کما لا یخفی فلیحفظ اور اگر بچہ زندہ
پیٹ سے نکلا پھر وہ مر گیا تو اسمیں ضارب پر کفارہ ہے اسیطرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ گرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہا کے کلام سے اسلئے کہ
فقہا نے درصورت زندگی جنین اور پھر اسکو مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اسمیں چنانچہ پوشیدہ نہیں ہے
تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیئے یعنی اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں وما استبان بعض خلقہ کظفر وشعر کتام فیما ذکر من الاحکام وعدۃ
ونفاس کما مر فی بابہ اور جس جنین کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پوری بدن والے جنین کی مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہوچکے
اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرۃ عاقلۃ امرأۃ حرۃ فی سنۃ واحدۃ وان لم یکن لہا عاقلۃ
ففی مالہا فی سنۃ ایضا صدر الشریعۃ ولو تاثم ما لم یستبن بعض خلقہ ومر فی الحظر نظما اسقطتہ میتا عمدا بدواء او فعل
کضربہا بطنہا بلا اذن زوجہا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کردیا عمدا بدون اذن اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مار کے
تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایکسال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ نہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کذا فی صدر الشریعہ اور
عورت گنہگار نہوگی اسقاط سے جبتک جنین کا بعض بدن ظاہر نہیں ہوا اور یہ مسئلہ کتاب الحظر میں نظم مذکور ہوچکا ش شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے
عورت گنہگار ہوگی اسواسطے کہ یہاں کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ واجب نہیں ہوتا مگر جبکہ بعض اعضاء بدن ظاہر ہوں پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضاء
بدن ظاہر نہوئے ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی فان اذن او لم تتعمد لا غرۃ لعدم التعدی پھر اگر عورت کو اسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا
عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہوگیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم تعدی کے سبب سے یعنی دونوں صورتوں میں عورت کا کچھ قصور نہیں ش زیلعی اور
صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شرنبلالی نے کہا کہ یہہ قول ضعیف پر مبنی ہے نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں اباحت جاری
نہیں ہوتی کما فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرت امرأۃ ففعلت لا تضمن المامورۃ اور اگر زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا اور اسنے
گرایا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں واما ام الولد اذا فعلتہ بنفسہا حتی اسقطتہ فلا شیٔ علیہا لاستحالۃ الدین علی ملکہ ما
لم یستحق فحینئذ یجب للمولی الغرۃ لانہ مغرور اور ام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اسپر کچھ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے مملوک پر یعنی غرہ جنین کا
دین ام ولد پر نہیں ہوسکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولے کی ملک ثابت ہوگی تو مولی کیواسطے غرہ ثابت ہے اسواسطے کہ وہ مغرور ہے یعنی فریب خوردہ
ہے کہ غیر کے ملک میں تصرف کیا اپنی ملک جانکر خرید وغیرہ کے سبب سے ش ولد مغرور کی صورت یہہ ہے کہ لونڈی خرید کی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہوگئی پھر لونڈی
نے پیٹ گرایا وہ اسوقت ثابت ہے کہ پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کیواسطے جاریہ اور اوسکی عقر کا حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور ترجیح سے
کہا جاوے کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیونکہ وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہے تو یا لونڈی اوسکو دے یا غرہ جنین کا
کذا فی العالمگیریہ مختصرا وفی الواقعات شربت دواء لتسقطہ عمدا فان القتہ حیا فمات فعلیہا الدیۃ والکفارۃ وان میتا فالغرۃ
ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تاکہ بچہ عمدا گرا دے پھر اگر بچہ گرایا زندہ بعدہ وہ مر گیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور
اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونوں حالتوں میں وارث جنین کی نہوگی وتجب فی جنین البہیمۃ ما نقصت الام ان نقصت وان لم تنقص
الام لا یجب فیہ شیٔ تمت جیسا اور جانور کے بچہ گرانے میں ماں کا نقصان واجب ہے اگر ولادت سے اوسکی قیمت ناقص ہوگئی ہو اور اگر ماں میں نقصان نہیں ہوا تو
اسمیں کچھ بچہ کی عوض واجب نہیں کذا فی السراجیہ فس ۶ مسئلہ ملحقہ شارح کا فی البزازیۃ ضرب بطن امرأۃ بالسیف فقطع البطن ووقع

احدی الولدین حیّا مجروحا بالسیف والاخر میتا وبہ جراحۃ السیف ومات ایضا یقتص لاجل الزوجۃ لانہ عمد وعلی عاقلتہ دیۃ
الولد الحی اذا مات ویجب غرۃ الولد المیت لانہ لما ضرب ولم یعلم بالولدین فی بطنہا کان الضرب خطاء ۃ بزازیہ میں ہے
ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اوسکے پیٹ کو کاٹا اور اوسکے پیٹ سے دو بچے نکلے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہو کر گر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور ایک
تلوار کا زخم تہا واسطے اور عورت بہی مرگئی تو مرد سے قصاص لیا جاویگا زوجہ کے سبب سے اسواسطے کہ یہ عمد ہوا اور مرد کی عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جبکہ وہ
مرگیا ہو اور ولد میت کا بہی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور دو بچے اوسکے پیٹ کے اوسکو معلوم نتہا تو یہہ ضرب اوسکے خطا کے ٹہری

باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ

اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے نہ ضارب پر یہہ باب ہے اُن مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچہ
احداث کرے اور ساوے لما ذکر القتل مباشرۃ شرع فیہ تسببا وقال حسکہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اوس قتل میں
جو بطریق تسبب کے ہو سوا اوسکے اقول کہا قتل بطریق مباشرت کے یہہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلا واسطہ آلہ قتل کو استعمال کرے اور قتل بالسبب یہہ کہ مثلا دیوار بنائی
اور اوسکے نیچے دبکر کوئی مرگیا اخرج الی الطریق العامۃ کنیفا ہو بیت الخلاء او میزابا او جرصنا کبرج وجذع وممر علو وحوض
طاقۃ ونحوہا عینی او دکانا جاز احداثہ ان لم یضر بالعامۃ ولم یمنع منہ فان ضر لم یحل کاسیجی شارع عام میں پاخانہ اور یا پرنالہ نکالا یا جرصن بنایا جیسے برج اور چھجا اور چہتا اور پیش طاق کا حوض اور مانند اسکی اور چیزکہ فی العینی یا دوکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ سے ہر چیز کا بنا
درست ہے اگر لوگوں کو اس احداث سے ضرر نہو اور کوئی منع بہی نکرے ہیہ اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال نہیں چنانچہ آگے آویگا ہم جرصن بضم جیم وصاد و
سکون راء مہملہ وتخفیف نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اوسکی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا جرصن برج ہے اور بعضوں نے کہا چھجا وغیرہ لیکن شارح
نے اکثر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہیں گو تفسیر میں کذا فی الطحطاوی ولکل واحد من اہل الخصومۃ ولو ذمیا
منعہ ابتداء ومطالبتہ بنقضہ ورفعہ بعدہ ای بعد البناء سواء کان فیہ ضرر اولا وقیل انما ینقض بخصومتہ اذا لم یکن
مثل ذلک ولا کان منعتا زیلعی اور اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو اوسکا روکدینا ابتدا سے اور اوسکے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بعد بننے
کے بعد جائز ہے خواہ اوسمین ضرر ہو یا نہو اور صفار کا قول ضعیف ہے یہہ کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اوسوقت ہے جبکہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہ ایسا
توڑ رکہا حق عناوی کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں کلام ہے اول راہ کے احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع میں
الاحداث میں اور ثالث ضمان میں احداث کا حال تو یہہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والوں کو ضرر نہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے
جب تلک کوئی منع نکرے اور خصومت کا حال یہہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد احداث کے توڑ ڈالنے کا اگرچہ کسیکو ضرر نہو ہے
بشرطیکہ اوسنے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتدا میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنیکا اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر
ہوتا ہو تو منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اسواسطے کہ شارع عام میں اوسکو چلنے کا اور اپنے جانوروں کے
چلانے کا اختیار ہے تو خصومت نقض کا بہی اختیار ہوگا برخلاف غلاموں اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت کے نہیں کذا فی الطحطاوی ہذا کلہ اذا بنی
لنفسہ بغیر اذن الامام یہہ تمام مذکور اوسوقت ہے جبکہ شارع عام میں اپنی ذات کیواسطے بنایا ہو بدون حکم سلطان کے ہم سو اگر حکم سلطانی ہوگیا ہو تو
اب کسیکو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان کو مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور اگر باوجود اسکے سلطان کو مصلحت معلوم ہوا اور
حکم دے تو جائز ہے چنانچہ حموی میں ہے مسکین کی شرح میں یوں ہے کہ در صورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلا خلاف خواہ سلطان حکم کرے یا نکرے کذا فی الطحطاوی
زاد الصفار ولم یکن للمطالب مثلہ مفاد بعد تاتار زیادہ کہا ہے کہ مطالبہ کرنیوالیکا ویسا مکان نہو تب خصومت درست ہے ہم یہہ وہی قول ضعیف ہے
جو پہلے ہو چکا تو اوسکی کچہ حاجت نتہی کذا فی الطحطاوی اوربنی بنی للمسلمین کمسجد ونحوہ اور بنی باذن الامام لا ینقض اور جبکہ
شارع عام میں تمام مسلمین کیواسطے مکان بنایا گیا جیسے مسجد اور مانند اوسکی یا بحکم امام بنایا گیا ہو تو وہ توڑا نجائیگا ہم فقہا کے کلام سے یہہ بات معلوم ہے

ہوتا ہے کہ مسجد کا بنانا راہ مین درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا ہو تو منع اور رفع اوسپر بھی وارد ہوگا کما لا یخفی اور اسپر دلیل اگلا قول ہے کہ جو کسیکو ضرر کرے اوسکا احداث جائز نہین اور جو جائز نہین وہ قائم نہ کیا جاویگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو یا نفع مسلمین کیواسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی **وان کان یضر بالعامة لا یجوز احداثه لقوله علیه الصلوة والسلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام** اور اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو احداث اور اوسکا بنانا جائز نہین بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنی ضرر پونہچانا اور ضرر کا بدلا دینا اسلام کا طریقہ نہین ہے ھم یہہ حدیث جابر سے طبرانی مین اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ مین اور ابن عباس سے ابن ماجہ مین اور ابو سعید خدری سے مستدرک حاکم مین اور ابو ہریرہ سے دارقطنی مین اور عائشہ صدیقہ سے دارقطنی مین مروی ہے باختلاف بعض الفاظ ابن اثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پونہچاوے یعنی اوسکی حق تلفی نکرے اور نہ ضرر کی جزا دے اوسکو ضرر پونہچا کر اور بعضون نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہو اور تجکو اوسمین نفع ہو اور ضرار وہ ہے کہ دوسرے کو تو مضرت پونہچاوے اور تجکو اوسمین کچھہ نفع نہین اور بعضون نے کہا کہ ضرر ایکطرف سے ہے اور ضرار دونون طرف سے ہے اور بعضون نے کہا ضرر اور ضرار متحد المعنی ہین غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ عنایہ مین اکمل نے کہا لا ضرر ابتداءً ولا ضرار جزاءً یعنی بدلا لینے مین اپنے مقدار حق سے تعدی کرنا چاہیے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارہ ہے یعنی تو اوسکو ضرر پونہچاوے جسنے تجکو ضرر پونہچایا واللہ اعلم **والقعود فی الطریق لبیع وشراء یجوز ان لم یضر باحد والا لا علی هذا التفصیل السابق** اور راہ مین بیٹھنا بیچنے اور خرید کرنے کیواسطے جائز ہے اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہین تو جائز نہین بموجب اسی تفصیل سابق کے ھم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ مین درخت لگانے کا **وهذا فی النافذ وفی غیر النافذ لا یجوز ان یتصرف باحداث مطلقا اضر بهم او لا الا باذنهم لانه کالملک الخاص بهم** اور یہہ حکم جو ہوا شارع عام نافذ کا تہا جو دوسری طرف سے بند نہین ہے اور کوچہ غیر نافذہ مین تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقاً جائز نہین خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے کہ کوچہ غیر نافذہ اونکی ملک خاص کی مانند ہے ھم شارح اس تعبیر مین صاحب درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ مین مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے **ثم الاصل فیما جهل حاله ان یجعل حدیثا لو فی طریق العامة وقدیما لو فی طریق الخاصة** رحمتی ہے پہر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اوس احداث مین جسکا قدیم اور جدید ہونا معلوم نہین یہہ ہے کہ اگر شارع عام مین ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ مین ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ھم تو اگر احداث جدید ہے تو امام کو اوسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا درست نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی **فان مات احد من الناس بسقوطها علیه فدیته علی عاقلته ای عاقلة المخرج لتسببه** پہر اگر کوئی آدمی اشیاء مذکورہ کے اوپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اوسکا خونبہا مکان نکالنے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اوسکی سببیت کے یعنی سبب ہلاکت بانی مکان ہے لہذا اوسکے مددگارون پر دیت لازم ہوئی **کما تدی العاقلة لو حفر بئرا فی طریق او وضع حجرا او ترابا او طینا ملتقی فتلف به انسان لانه مسبب** جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہے اگر کنوان کہودا راہ مین یا پتہر رکہا یا خاک یا مٹی راہ مین ڈہیر کی کذا فی الملتقی سو اوسکی سبب سے کوئی آدمی مرگیا اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا **فان تلف به ای بواحد من المذکورات بهیمة ضمن فی ماله ان لم یاذن به الامام** پہر اگر ایک کسی چیز سے اشیاء مذکورہ مین سے یعنی بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا جو دکان یا راہ کے کنوئین یا پتہر سے کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے مال مین اوسکا تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اوسکا اذن ندیا ہو ھم وجہ تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ مین کیونکہ وہ نائب ہے خلق اللہ کا تو اوسکا فعل ایسا ہی جیسے مالک کا فعل اپنی ملک مین چنانچہ قہستانی مین ہے اور اذن سلطان کی مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کوچہ مین تو عدم اذن امام راجع ہے اول کلام تک یعنی فان مات احد تک کذا فی الطحطاوی **فان اذن الامام فی ذلک او مات واقع فی بئر طریق جوعا او عطشا او غما لا ضمان به یفتی خلافا لمحمد** پہر اگر سلطان نے اوسمین یعنی کنیف وغیرہ کے احداث مین اذن دیا اور کوئی شخص مرگیا یا راہ کے کنوئین کا گر پڑنے والا بہوک یا پیاس یا غم سے مرگیا تو تاوان نہین

اسی قول پر فتوی ہے۔ خلاف محمد کے کہ اونکے نزدیک سب صورتوں میں ضمان ہے هم سیہ بیان مراد وہ کار گنا ہی کنوئین کی ہوا ہی آن اشیا مین ضمان واسطے نہوا کہ کنوئین کا گرنیوالا جوع یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اوسوقت واجب ہوتا ہی جبکہ وقوع کے سبب سے مرا ہی کذا فی الزیلعی

ولو سقط المیزاب فاصاب ما کان فی الداخل رجلاً فقتله فلا ضمان اصلاً لکونه فی ملکه فلم یکن متعدیاً اور اگر پرنالہ ساقط ہوا یعنی پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار مین داخل تھا کسی پر گرے لگا سوا وسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہین اسواسطے کہ پرنالہ کا یہ سرا داخلی تو صاحب خانہ کی ملک ہے تو مالک کی تعدی نہوئی جو اوسپر تاوان آتا وان اصابه الخارج او وسطه مرا زیه فالضمان علی واضعه لتعدیه اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا اوسکا درمیان کسیکے لگا کذا فی البزازیه تو پرنالہ کے لگانے والے پر ضمان واجب ہے اوسکی تعدی کے سبب سے هم تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا مین اوسنے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور لمبا پرنالہ لگانے مین ضرورت بہی نہین اسواسطے کہ دیوار مین خصی پرنالہ ہو سکتا ہی کذا فی الہدایہ طحطاوی نے کہا کہ ضمان اوسپر متعین ہی جبکہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانیکا اذن نہ دیا ہو جیسا کہ مذکور ہو چکا اور تعدی کی تعلیل ہی اسپر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اور اسیطرح مسائل آئندہ مین انتہی ولو مستأجرا او مستعیرا او غاصبا ضمان واضع پر ہے اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع لبقاء فعله وهو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل کما بسطه الزیلعی اور ضمان باطل نہین ہو جاتا اوس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے اوسکے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضع ضمان کا موجب ہے برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہی هم خلاصہ زیلعی یہ ہے کہ بائع پر ضمان اسواسطے ہے کہ فعل اوسکا منسوخ نہین ہوگیا اوسکی ملک زائل ہو گئی برخلاف دیوار مائل جبکہ اوسکو بیچ اشہاد کے بعد پہر ملک مشتری مین دیوار گر پڑی اور کوئی مرگیا تو نہ بائع پر ضمان ہی نہ مشتری پر اسلئے کہ مشتری پر اشہاد نہین ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق مین اشہاد اول باطل ہوگیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی

ولو اصابه الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعه النصف وهدر النصف ولو لم یعلم ای طرف منهما اصابه ضمن النصف استحسانا زیلعی اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونو طرفین داخلی اور خارجی پڑین اور وہ ہلاک ہوگیا اور یہ بہی کہ دونو طرفونکا اوسپر پڑنا معلوم ہوا تو پرنالہ کے لگانے والے پر نصف دیت واجب ہی اور نصف دیت باطل اور رائگان ہے اور اگر معلوم نہین کہ دونو طرفون سے کون طرف اوسپر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی هم قیاس یہ ہے کہ دو صورت عدم علم کچہہ واجب نہو کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہی اور اگر داخلی سے ہی تو ضمان نہین شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال مین پورا ضمان ہو سکتا ہی اور دوسرے حال مین کچہہ بہی نہین ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومن نحی حجرا وضعه آخر فعطب به رجل ضمن لان فعل الاول نسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارے پر کر دیا اوس پتہر کو جو دوسرے شخص نے راہ مین رکہا تہا پہر اوس پتہر سے کوئی مرد ٹہوکر کہا کے مرگیا تو کنارے پر کرنیوالا ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ مین پتہر رکہنے والے کا منسوخ ہو گیا دوسرے شخص کے فعل سے یعنی تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹہرا نہ اول کمن حمل علی رأسه او ظهره شیئا فی الطریق فسقط منه علی آخر او دخل بحصیر او قندیل او حصاة فی مسجد غیره ای جعل فیه حصا او بواری ابن کمال او جلس فیه لا للصلوٰة ولو للقرآن او تعلیم فعطب به احد کان علیه ضمن خلافا لهما اوس شخص کی مانند جسنے اپنے سر یا پیٹہہ پر کوئی چیز لادی راہ مین سو اوسمین سے کچہہ دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا پتہری حیرکی مسجد مین لیگیا یعنی مسجد مین پتہریون یا چٹائیونکا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سوا نماز اور فعل کیواسطے مسجد مین بیٹہا اگرچہ قرآن یا تعلیم کیواسطے بیٹہا ہو سو کوئی شخص اوسکے سبب سے تلف ہوگیا جیسا کہ اندہا چٹائی مین اولجہکر یا پتہریون مین ٹہوکر کہا کر مرگیا تو حامل یا داخل یا جالس پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لا تضمن من سقط منه رداء لبسه علیه ضمان لازم ہوگا اوس شخص پر جسپر سے وہ چادر گر پڑی جسکو وہ اوڑہے تہا اور اوسکے سبب سے کوئی تلف ہوگیا هم حامل اور لابس مین فرق یہہ ہی کہ حامل شی اوسکی محافظت کا قصد رکہتا ہی تو تقیید بالسلامت مین اوسپر کچہہ حرج نہین اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہین رکہتا تو تقیید بالسلامت مین اوسپر حرج ہی کذا فی الطحطاوی او ادخل هذه الاشیاء المذکورات فی مسجد حیه ای محلته لان تدبیر المسجد لاهله دون غیرهم ففعل الغیر مباح فیتقید بالسلامة یا اشیاء مذکورہ

یعنے چٹائی یا قندیل یا تپہر یان اپنے محلہ کی مسجد مین لیگیا اور کوئی شخص اوسکے سبب سے ہلاک ہوگیا تو اوسپر ضمان نہین اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے نہ
اونکے سوا اور لوگون پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو مقید بسلامت ہوگا هم ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہو حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ
اہل محلہ اور غیر اہل دونونکا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی او جلس
فیہ للصلوۃ الحاصل ان الجالس للصلوۃ فی مسجد حیہ او غیرہ لا یضمن ولغیر الصلوۃ یضمن مطلقا خلافا لہما
واستظہرہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للزیلعی وغیرہ قولہما وقد حققتہ فی شرح الملتقی یا بیٹہا مسجد مین نماز کے انتظار کیواسطے اور کوئی
شخص اوسپر گرکے تلف ہوگیا تو جالس پر ضمان نہین خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کیواسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد مین بیٹہا تو اوسپر ضمان نہین اور
نماز کے سوا اور فعل کیواسطے بیٹہا تو اوسپر ضمان ہے مطلقا خواہ اپنی مسجد مین ہو یا غیر محلہ کی مسجد مین برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہین
خواہ نماز کیواسطے جلوس ہو یا نہو اور شرنبلالیہ مین صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کیطرف نسبت کرکے اور ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی مین هم
زیلعی مین حلوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اوسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلئے کہ
جلوس نماز کی ضروریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی مین ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اوسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ ولو
استاجرہ لیبنی او لیحفر لہ فی فناء حانوتہ او دارہ فتلف بہ شیء ان قبل فراغہ فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الآمر کما لو کان
فی غیر فنائہ ولم یعلم بہ الاجیر فان علم فعلیہ کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر در ملتقی مین ہے کہ اگر مزدور لگایا کہ
عمارت بنا دے یا اوسکے واسطے کنوان کہود دے اوسکی دوکان یا گہر کے پیش دروازے مین سو اوسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہوگئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اسکا
مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنیوالے پر چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در ہو اور مزدور اوسکو نجانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پہر اگر مزدور
جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اوسنے تعمیر کیواسطے امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ مملوک مستاجر کی
نہتی تو اوسکا امر کرنا باطل تہا پہر جب باوجود اسکے مزدور نے تعمیر پر جرات کی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر ہو فنائی ولیس لی حق الحفر
فعلی الاجیر قیاسا لعلمہ بفساد الامر فما غرہ وعلی المستاجر استحسانا انتہی قلت وقدم ہو وغیرہ القیاس
ہنا وظاہرہ ترجیحہ سیما علی دأب صاحب الملتقی من تقدیمہ الاقوی فتامل اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہہ میرا پیش دروازہ ہے اور اوسمین مجکو کنوان
کہودنے کا حق نہین ہے یعنی پہر باوجود اسکے مزدور نے وہان کہودا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا
فساد معلوم ہوگیا تو مستاجر نے اوسکو فریب نہین دیا اپنی حقیقت ظاہر کرکے اور مستاجر پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقی مین کہتا ہون اور البتہ صاحب
ملتقی وغیرہ نے یہان قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور ظاہر تقدیم اوسکی ترجیح پر دلالت کرتی ہے خصوصا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قویتر قول کو مقدم
ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کر هم وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کہودنیکا امر ظاہرا اپنے ملک مین کیا اسواسطے کہ پیش در مین آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیان رکہنا اور
گہوڑا باندہنا وغیرہ ذلک من التصرفات درست ہین تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا نہ مزدور پر ومن حفر بالوعۃ فی طریق بامر السلطان او
فی ملکہ او وضع خشبۃ فیہا ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی طریق العامۃ فتعمد رجل المرور علیہا لم
یضمن لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب اور جسنے چاہ آب ریز کہودا راہ مین سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک مین کہودا یا لکڑ رکہا راہ
مین یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسیطرح ہر ایک اس چیز مین جو شارع عام مین بنائی گئی پہر کسی مرد نے اوسپر عمدا گذر کیا اور وہ تلف ہوگیا تو حافر
اور واضع اور بانی پر ضمان نہین اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کیطرف اولی ہے متسبب کیطرف سے هم یہہ تعلیل ہے پچہلے دو مسئلونکی زیلعی نے کہا کہ چاہ
آب ریز باذن امام کہودنا یا اپنی ملک مین کہودنا تعدی نہین ہے اور وضع خشبہ اور قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اوسپر عمدا چلنا نسبت الی الواضع کا قاطع ہے اسواسطے کہ
واضع متسبب ہے اور ملقی والا مباشر ہے کذا فی الطحطاوی وبہذا تبین ان المتسبب انما یضمن فی حفر البئر ووضع الحجر اذا لم یتعمد الواقع المرور

کذا فی المجتبیٰ اور اس کلام میں بھی عدم ضمان تمدن سے ظاہر ہے ہوگیا کہ متسبب پر اسیصورت میں ضمان لازم ہوتا ہو کنوان کہودنے اور شہر راہ میں رکہنے میں جسکوا دسکا گذر بالقصد اوسپر مرور کرے کذا فی المجتبیٰ وفیہ حفر فی طریق مکۃ او غیرہا من الفیافی لم یضمن بخلاف الامصار قلت وبہذا عرف ان المراد بالطریق فی الکتب الطریق فی الامصار دون الفیافی والصحاری لانہ لا یمکن العدول عنہ فی الامصار غالبا دون الصحاری اور مجتبیٰ میں ہو کہ کہ معظمہ یا اوسکے سوا میدانوں کی راہ میں کنوان کہودا اور اوسمیں گرکے کوئی تلف ہوگیا تو کہودنیوالے پر ضمان نہیں بر خلاف شہروں کے میں کہتا ہوں اور اسی سبب سے معلوم ہوگیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ میں شہر کی راہ ہے نہ میدان اور جنگلوں کی اسواسطے کہ شہر میں راہ سے پہیر کر چلنا اکثر ممکن نہیں ہوتا بہ نسبت میدان کی راہ میں

ولو استأجر رجل اربعۃ لحفر بئر لہ فوقعت البئر علیہم جمیعا من حفرہم فمات احدہم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ ویسقط ربعہا لان البئر وقع علیہم بفعلہم فقد مات من جنایتہ وجنایۃ اصحابہ فیسقط ما قابل فعل جنایتہ وغیرہا ہکذا فی الجوہرۃ وہذا اذا البئر فی الطریق فلو ملک المستاجر فینبغی ان لا یجب شیئ لان الفعل مباح فما یحدث غیر مضمون انتہی اور اگر کسی نے چار شخصوں کو مزدوری پر لگایا اپنا کنواں کہودنے کو سو کنواں ان سب پر بہٹ کر گر پڑا انکے کہودنیکے سبب سے سو ان میں سے ایک شخص مر گیا تو باقی تین شخصوں میں سے ہر شخص پر چوتہائی دیت واجب ہے اور چوتہائی دیت ساقط ہوگی اسواسطے کہ کنوان اونپر انکے فعل کے سبب سے گرا تو مرنیوالا مر گیا اپنی جنایت اور اپنے ساتہیوں کی جنایت سے تو اوسقدر دیت ساقط ہوگی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہوگی کذا فی الخانیہ وغیرہا جوہرہ میں اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور یہہ حکم اوس شرط پر ہے جبکہ کنوان راہ میں ہو سو اگر مستاجر کی ملک میں ہوگا تو لائق یون ہے کہ کچہہ دیت واجب نہو اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہے سو جو حادث ہوگا اوسکا ضمان نہیں انتہی ما فی الجوہرہ قلت وبہ یتضح منہ جواب حادثۃ ہی ان رجلا لہ کرم وارض تارۃ تکون مملوکۃ وعلیہا الخراج کاراضی بیت المال وتارۃ تکون للوقف وتارۃ فی یدہ مدۃ طویلۃ یؤدی خراجہا ویملک الانتفاع بہا بغرس او غیرہ فیستاجر ہذا الرجل جماعۃ یحفرون لہ بئر الغرس فیہا اشجار العنب وغیرہ فسقط علی احدہم ہل لورثتہ مطالبتہ بدیتہ قال المصنف والحکم فیہا وشبہہا عدم وجوب شیئ علی المستاجر وکذا علی الاجیر کما یفیدہ کلام الجوہرۃ ویحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثۃ واللہ اعلم میں کہتا ہون اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہے وہ حادثہ یہہ ہو کہ ایک مرد کے درخت انگور ہیں اور انگور کی زمین گاہ ملوک ہوتی ہے اور اوسپر خراج ہے جیسے بیت المال کی اراضی اور کبہی زمین وقف کی ہوتی ہے اور گاہ ہے صاحب انگور کے قبضے میں مدت دراز سے کہ وہ اوسکا خراج دیا کرتا ہے اور اوس میں لگانیکا مالک ہوتا ہے درخت وغیرہ لگا کر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنوان کہودنے کیواسطے تاکہ اوس میں انگور وغیرہ کے درخت جماوے سو کنوان بہٹ پڑا ایک مزدور پر تو اوسکے وارثون کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں مصنف نے شرح میں کہا اس حادثہ اور اسکی مانند میں عدم وجوب ضمان کا حکم ہے مستاجر پر اسیطرح اور مزدور پر کچہہ واجب نہیں چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہو یعنی کہ جو کتب فتاوی میں مذکور ہو بلا قید کہ جو کہودنے میں تلف ہوا اوسکا ضمان ہے سو مراد حفر فی الطریق ہے نہ حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم

مترجم کہتا ہے جو کہا کہ زمین گاہ ہے مملوک ہے اور گاہ ہے وقف اور گاہ ہے تصرف مستاجر میں ہے مدت طویل سے مراد اوس سے یہہ ہے کہ وہ زمین خالی نہیں ان اشیاء مذکورہ سے اور یہہ مراد نہیں کہ ایک زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور جواب استفتا میں یہہ خلل ہے کہ حادثہ انگور متفرع ہے صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور فقہا دین سے منصوص نہیں تو حکم مستند نہیں ہو سکتا اور حادثہ بہی مختلف ہے کیونکہ حفر فی الملک حفر فی الطریق کی مغایر ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **فو ۶** مسائل متفرقہ شارع کے لیے ہنستا جر رب الدار الفعلۃ لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا قبل فراغہم من عملہ فالضمان علیہم لانہ حینئذ لم یکن مسلما الی رب الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھجا یا چھتا نکالنے کیواسطے سو چھجا یا چھتا گر پڑا سو اوسنے کسی آدمی کو قتل کیا اونکے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان کاریگروں پر ہے نہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اسوقت میں یعنی قبل از فراغ صاحب خانہ کیواسطے وہ مسلم نہیں ہوا تو یضمن لو رش الماء بحیث یزلق ویستوعب الطریق اور ضمان دیگا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اسطرح کہ اوس سے آدمی رپٹ جاتا ہے اور چھڑکاؤ تمام راہ میں ہو اور اگر چھڑکاؤ تہوڑا ہو یا

تمام راہ میں پہرکا تو نہیں ہے تو ضمان نہیں ولو دخل فناء حانوتٍ باذن صاحبه فالضمان على الآمر استحسانًا وتمامه في الملتقى اور اگر
اوس چیز کا دوکان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو امر کرنیوالے پر ضمان ہی استحسان کی راہ سے اور پورا اسکا بیان ملتقی مین ہی فصل
في الحائط المائل یہ فصل ہے دیوار مائل یعنی جھکی دیوار کے مسائل مین مال حائطٌ الى طريق العامة ضمن ربّه اي صاحبه ما تلف به
من نفس انسانٍ او حيوانٍ او مالٍ جب جھک گئی دیوار شارع عام کیطرف تو دیوار کا مالک یعنی اوسکا صاحب ضمان دیگا اوس چیز کا جو تلف
ہو گئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ھم شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کرکے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک
مراد نہیں بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اوسکا دادا یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح
بیان کریگا ان طالب ربّه حقيقةً او حكمًا كالواقف والقيّم ولو حائط المسجد فتضمن عاقلة الواقف ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ
دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃً مالک ہو یا حکماً مالک ہو جیسا نچہ وقف کرنیوالا اور ناظر وقف کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو عاقلہ واقف پر
ضمان لازم آویگا وكالقيّم الولي والراهن والمكاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کی مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے
ھم ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اوسکا باپ اور دادا راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک مرہون کا نہیں کہ اوس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے
اور وہ قادر ہی ہدم دیوار پر فک رہن کے بعد پھر دیوار بناکر مرتہن کے قبض مین کر دی اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت مین
تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اوسکی قیمت اور دیت مقتول مین اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اوسکی ادا بھی قیمت مین سعی مکاتب پر
واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اوسکی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہی تو اوسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہی کذا فی الطحطاوی
وكذا احد الشركاء ولو الورثة استحسانًا اور اسیطرح ناظر وقف کی مانند شریکوں مین سے ایک شریک ہی اگرچہ اشخاص مذکورین نہون اونکی وارث ہون
باعتبار استحسان کے ھم وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء تو قادر ہی اسپر کہ باقی شریکوں سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈہا دین تو ایک شریک
بقدر اپنی حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ ہے کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہو کیونکہ وہ ہدم دیوار کا مالک نہیں نعم في الظهيرية لو مات ربّه
عن ابنٍ فقط ودينٍ مستغرقٍ صحّ الاشهاد على الابن وان لم يملك الدار برجندي وغيره ظہیریہ مین ہے کہ اگر دیوار کا مالک مرگیا
فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق متروکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہی اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہیں کذا فی البرجندی وغیرہ ھم تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا
تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقضه مكلّف مسلمٌ او ذمّي يعني من اهل الطلب فيشترط في الصبي والعبد
اذن وليه ومولاه بالخصومة زيلعي حرٌّ او مكاتبٌ ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اوسکے توڑنے اور ڈہا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان
ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب مین اوسکے ولی کا اور غلام کی طلب مین اوسکے مالک کا اذن خصومت
کیواسطے شرط ہے کذا فی الزیلعی وان لم يُشهِد هذا وجوب ضمان مین طلب نقض شرط ہے اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہوا ہو ھم تو وجوب ضمان مین طلب شرط ہے
نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب فقہ مین مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اوسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کرین تو اوسکے اثبات پر قدرت حاصل
ہے تو اشہاد باب احتیاط سے ہی چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہی نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اوس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم
ہو چنانچہ یون کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہی یا مائل ہی سو اوسکو گرا دو ہی یا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف کر ہی یا یون کہی کہ دیوار کو گرا دی کہ وہ جہات ہی
ہے اور اشہاد کیصورت یہ ہی کہ طلب مذکور شاہدون کے سامنے ہو یا یون کہی کہ اس مرد سے دیوار ڈہانے کو کہہ چکے ہین اور اگر مالک دیوار سے یون کہی کہ تجھکو دیوار کا ڈہانا
مناسب ہے تو یہ طلب نہیں ہے اور نہ اشہاد بلکہ یہ مشورہ ہے کذا فی الزیلعی ولا يصحّ الطلب قبل الميل لعدم التعدّي ہے اور طلب نقض صحیح نہیں دیوار کے
جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے والحال انّه لم ينقضه وهو يملك نقضه في مدّة يقدر على نقضه فيها صاحب دیوار مائل پر ضمان اوس
وقت طلب کے بعد ہے حالانکہ اوسنے دیوار کو نہ گرایا اور حالانکہ وہ اوسکے گرانے کا مالک ہی اوسقدر مدت مین جسمین اوسکے ڈہانے پر قادر ہو ھم یعنی طلب کے

ہے فوراً یا مہلت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پیش آیا ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے اتنی فرصت پائی کہ گرانی پر قادر ہوتا تو ضمان عنداسپر
لازم نہوگا بعلت عدم قدرت سے لانقض لان دفع الضرر العام واجب صاحب دیوار پر اسواسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا
واجب ہے ﻫ اگر ضمان واجب نہو تو تعریج متسع ہو نہرا و بند ہو جائے کہ خوف سے نہرا و بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ہے ہوا اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب
ہے اور یہ امر اگرچہ ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کیواسطے واجب ہوتا ہے جیسا کہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہوا ہو چنانچہ
ہلاک ہان کے خوف سے اوس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑ جاتا ہو کذا فی الطحطاوی فما تلف به من النفوس فعلى العاقلة ومن الاموال فعليه
لان العاقلة لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اوسکی دیت صاحب دیوار کے مددگاروں
پر ہے اور جو مال تلف ہوا ہو تو اوسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے اسواسطے کہ مددگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے ولا ضمان الا بالاشهاد على ثلثة
اشياء على التقدم اليه وعلى الهلاك بالسقوط عليه وعلى كون الجدار ملكا لما من وقت الاشهاد الى وقت السقوط
دليلا قال اور ضمان نہیں مگر تین چیز پر گواہ لانے سے ایک اسپر کہ صاحب دیوار کیطرف طلب ہدم متقدم ہوچکی دوسرے اسپر کہ ہلاکت ہوئی اوسپر گر پڑنے کے
سبب سے تیسرے اسپر کہ دیوار اوسکی ملک ہے یعنی اشہاد کیوقت سے سقوط کیوقت تک اوسکی ملک میں باقی ہے لہذا مصنف نے قول آئندہ کو ذکر کیا
ولو تقدم الى من لا يملك نقضه ممن يسكنها باجارة او اعارة او الى المرتهن او الى المودع لا يعتبر لعدم قدرتهم على
التصرف اور اگر طلب ہدم اوس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں اون لوگوں میں سے جو گھر میں رہتا ہو اجارہ یا عاریت کے سبب سے یا مرتہن یا
امانت دار کیطرف طلب ہوئی تو اوس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں اونکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنی وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہیں
وحينئذ فلو سقط بعد التقدم لمن ذكر و اتلف شيئا فلا ضمان اصلا لا على الساكن ولا على المالك اور اسصورت میں کہ دیوار ساقط ہوئی
اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ﻫ ساکن پر اسواسطے
ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اسواسطے نہیں کہ اوسپر اشہاد ہوا نہ طلب كالو خرج الحائط عن ملكه ببيع او غيره كهبة حاوي
القدسي وكذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق وحكم بلحاقه ولو عاد او افاق خانيه چنانچہ اسصورت میں ضمان نہیں کہ دیوار جاتی رہی
اسکی ملک سے بیع کے سبب سے یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسیطرح ضمان نہیں اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا مجنون مطبق
یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اوسکے لحاق کا حکم ہوگیا پھر وہ دار الاسلام میں آگیا یا مجنون ہوشیار ہوگیا کذا فی الخانیہ ﻫ ظاہر
میں تسلیم شرط ہے بطلان اشہاد کیواسطے اسواسطے کہ ہبہ کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو بہتر ہے جو شارح اسکے تو لیں کہتا لزوال ولايته بالبيع ونحوه غيرها
ہے کذا فی الطحطاوی بعد الاشهاد ولو قبل القبض لزوال ولايته بالبيع ونحوه وان عاد ملكه بعده حاوي وخانيه خروج
ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اوسکی ولایت کے بیع اور اوسکی مانند سے اگرچہ ملک
بائع کی پھر عود کرے بعد اوسکے کذا فی الحاوی والخانیہ ﻫ ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہدم سے کہ پھر جب بیع کی تو قادر نہ ہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک
ہوگا تو بھی ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعله كما مر برخلاف مانند جناح کے بسبب باقی
رہنے فعل بانی کے چنانچہ فصل سابق میں پہلے سے مذکور ہوچکا ﻫ اخراج جناح عبارت ہے اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے شہتیر نکالنا راہ کیطرف
باہر نکالنا اور اوسپر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعہ اہل ہند اوسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہیں اور جناح کی مانند کنیت اور میزاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر بائع نے
اخراج جناح کیا یا مانند اوسکے کچھ بنایا پھر اوسکو بیچا پھر وہ ساقط ہو کر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جناح
ہی تو زوال ملک اس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار بنانا خود جنایت نہیں بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہے سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہیں رہی
الى هذا انسان من مالك او ساكن باجارة او غيرها فالاضافة لادنى ملابسة قهستاني فالطلب اليه لان له

اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اوسی آدمی کو طلب ہدم کا اختیار ہی اسواسطے کہ خاص حق
اوسیکا ہی قہستانی نے کہا دار انسان کی اضافت کی تعلق اور ارتباط کیوجہ سے ہی یعنی تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو صاحب خانہ کہنا صحیح ہی فیصح تاجیله
وابراؤه منها اسی من الجنایة تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابراء کرنا صحیح ہی یعنے اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار مائل ہے اور اوسنے مالک
دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت میں گرا کر بنالینا یا کہا کہ تجہپر ضمان تلف نہیں تو یہہ جائز ہے پہر اگر کچہہ مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم نہوگا
کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی الطریق فاجله القاضی او من طلب النقض لا یبرأ لانه
حق العامة وتصرف القاضی فی حق العامة نافذ فیما ینفعهم لا فیما یضرهم ذخیرة بخلاف تاجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل
ہوگئی راہ کی طرف سو اوسکو قاضی نے مہلت دی مدت معین تک یا اوسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تہی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان
تلف سے اسواسطیکہ شارع عام میں سبکا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام میں نافذ ہی اوسمین جو انکو نفع کرے نہ اوسمین جو انکو ضرر کرے کذا فی
الذخیرہ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کہ وہاں اوسیکا خاص حق ہو ولو مال بعضه للطریق وبعضه للدار فای طلب صح الطلب لانه اذا صح
الاشهاد فی البعض صح فی الکل اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسیکے گھر کی طرف تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا
اسواسطے کہ جب بعض میں اشہاد صحیح ہوا تو کل میں صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اوسقدر دیوار میں جو
اونکی ملک کی طرف مائل ہی اور اوسقدر میں بہی جو راہ کی طرف مائل ہے اسواسطے کہ اہل خانہ بہی منجملہ عامہ کے ہیں اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ کا غیر ہی تو اوسقدر
دیوار میں اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہے اور جب بعض دیوار میں صحیح ہوا تو کل میں بہی صحیح ہوگا کذا فی الخانیة طحطاوی نے کہا تو اس سے معلوم
ہوگیا جو شارح کے کلام میں ہی یعنی اجمال مخل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح وغیره کمیزاب لتعدیه به
پہر اگر دیوار مائل بنائی سیدہی نہ بنائی تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں چنانچہ میزاب میں ضمان لازم ہی بلا طلب بسبب
اوسکی تعدی کے مائل بنانے سے حائط بین خمسة اشهد علی احدهم فسقط علی رجل ضمن عاقلته خمس الدية ای خمس ما تلف به
من مال او نفس لتمکنه من اصلاحه بمرافعته للحاکم ایک دیوار مائل پانچ شریکونمین مشترک ہی ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پہر وہ دیوار گر پڑی
ایکمرد پر تو صاحب دیوار کے مددگار پر پانچوان حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنی جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اوسکی پانچوین حصہ کا ضمان لازم
ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہی اوسکی حاکم سے نالش کرکے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہیں تو اوسپر
اشہاد کیونکر صحیح ہوا حاصل جواب یہہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہیں لیکن اوسکی اصلاح پر قادر ہی حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہی جس طرح سے
کہ ہو ہدم پر منحصر نہیں دار بین ثلثة حفر احدهم فیها بئرا او بنی حائطا فعطب به رجل ضمن ثلثی الدية لتعدیه فی الثلثین و
قد حصل التلف بعلة واحدة فیعتبر بالحصة ایک گہر تین شخصوں میں مشترک ہی ایکنے اوسمین کنوان کہودا یا دیوار بنائی سو اوسکی صدمہ سے ایکمرد مرگیا
تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائی کا ضامن ہوگا بسبب اوسکی تعدی کے دو تہائیونمین یعنی دو شریکون کے حصون مین اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت
سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا ہم موت کی علت واحد وثقل مہلک ہی تو اوسکی قسمت ہوگی مالکون پر بقدر ملک کے کذا فی الہدایة وشرحها للعینی وقالا انصافا
لان التلف قسمان معتبر وهدر صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکوں کی اور تین شریکوں کی مسئلہ میں دیت نصفا نصف ہے اسلئے کہ تلف دو قسم ہی ایک قسم معتبر ہے
اور دوسری رائگان ہم جس شریک پر اشہاد ہوا تو اوسکی حصہ میں تلف معتبر ہی اور جس شریک پر اشہاد نہیں ہوا تو اوسکی حصہ میں تلف باطل اور رائگان
ہے اور کنوان کہودنے میں باعتبار اپنی ملک کے حافر متعدی نہیں ہی اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہی تو دو قسمین ہوگئین تو نصفا نصف انقسام ہوگیا
کذا فی الزیلعی یعنی عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان لا اشهاد علی الحائط اشهاد علی النقض بالکسر ما ینقض
من الجدار دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہو یعنی ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہی دونون کے ضمان تلف مین شارح نے کہا کہ

مضمن ہونیکی وجہ یہ ہے کہ دیوار ابتداءً اوسکی ملک سے جدا ہو گئی ہے پس ویسا ہو گیا کہ گویا اوسنے دیوار کو ساقط کیا وحينئذ فلو وقع الحائط على الطريق بعد الإشهاد فقتل

انسانا فنقضه تمامًا ضمن لان النقض يلزمه لتفرغه عليه اور اسوقت میں اگر دیوار گر پڑی راہ پر تشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اوسپر

ٹھوکر کہا کر مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہے تو راہ کو اوس سے فارغ کرنا اوسپر واجب

ہے وان عثر رجل بقتيل مات بسقوطها اى الحائط لا يضمنه لان تفريغه للاولياء لا اليه اور اگر ایک مرد

ٹھوکر کہا کر اوس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کہانے والے کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ کو فارغ کرنا مقتول کی لاش

سے مقتول کے وارثوں پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حيث يضمن دية القتيل الثاني ايضا لبقاء جنايته فيلزمه

تفريغ الطريق عن القتيل ايضا يؤيده انه لو باع الحائط والنقض برئ ولو باع الجناح لا يبرأ برخلاف بالا خانہ کے کہ اگر

مالک بالاخانہ اوسکا قتیل ثانی کا بہی ضمان دیگا بسبب باقی رہنے اوسکی جنایت اور تعدی کے تو اوسپر راہ کو فارغ کرنا مقتول سے بہی لازم ہوگا موید اسکا یہ مسئلہ

ہے کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیع کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہو گیا اور اگر بالا خانہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ نہوگا کذا فی الزیلعی ولا يصح الاشهاد

قبل ان يهي الحائط لانعدام التعدي ابتداء وانتهاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے جہکنے اور پہٹنے سے پہلے بسبب نہونے تعدی کے ابتداء

ابتداء اور انتہاء کے وتقبل فيه شهادة رجل وامرأتين لانه شهادة على التقدم لا على القتل اور اشہاد میں ایک مرد اور دو عورتوں کی

گواہی مقبول ہے کیونکہ یہ تقدم پر گواہی ہے نہ قتل پر فروع مسائل متفرقہ متعلقہ حائط بعضه صحيح وبعضه واه فاشهد عليه فسقط كله

وقتل انسانا ضمنه الا ان يكون الحائط طويلا فيضمن ما اصاب الواهي فقط لانه حينئذ كحائطين فالاشهاد يصح في الواهي

لا في الصحيح ایک دیوار ہے کہ کچہ درست ہے اور کچہ اوس سے اوندست سو اوسپر تشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اوسنے تلف کیا تو مالک دیوار کا

ضمان اوسکا دیگا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت دیوار ضعیف کے ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت بوجہ طول کے سبب ایک دیوار بمنزلہ دو دیوار کے

ہے تو اشہاد ضعیف دیوار میں صحیح ہوگا نہ درست دیوار میں حائطان احدهما مائل والآخر صحيح فاشهد على المائل فسقط الصحيح فاتلف شيئا كان

هدرا خانية دو دیواریں ہیں ایک مائل ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اوسنے کچہ تلف کیا تو وہ باطل اور اوسکا

کچہ اوسکا ضمان نہیں کذا فی الخانیہ مسجد مال حائطه فالاشهاد على من بناه والدية على عاقلة من بناه ایک مسجد ہے جسکی دیوار مائل ہو

گئی تو اوسکو بنانیوالے پر اشہاد ہے اور اوسکے سقوط کا خونبہا اوسکے بانی کے مددگار و برادری پر وحائط الوقف على عاقلة الوقف اور حروہ دیوار

کہ مساکین پر وقف ہو تو اوسکے سقوط کی دیت واقف کے مددگاروں پر ہے ھم یہ اسوقت ہے جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر مساکین پر تشہاد ہوگا تو ضمان نہیں کذا فی

العالمگیریہ وحائط العبد التاجر على عاقلة مولاه ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اوسکے مالک کے مددگار و برادری پر ہوگا گو وہ

مستغرق ہی کیوں نہو ہو قرضدار یہ استحسان کی دلیل ہے قال ولي القتيل اذا جاء غد فقد عفوت عن القصاص لا يصح لانه تمليك دل عليه مسئلة الاصل جارية

قتلت رجلا عمدا فزنى بها ولي القتيل قبل ان يقتص لا يحد لانها صارت مملوكة ولو صح معناه که وارث نے کہا کہ جب کل آئیگی تو میں نے قصاص کو معاف

کر دیا تو یہ معاف صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ تملیک ہے یعنی گویا اوسنے یوں کہا کہ جب کل آویگی تو میں اوس خون کو جسکے بہانے کا شارع نے مجہکو اختیار دیا تیرے ملک

میں کر دونگا اور حالانکہ تملیک کی تعلیق صحیح نہیں تملیک قصاص پر مسئلہ اصل یعنی مبسوط کا دلالت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمدا قتل

کیا سو مقتول کے وارث نے اوس سے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو اوسپر حد زنا واقع نہوگی اسواسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوک ہو گئی کذا فی الواہبیہ ھم

یہ قتل موجب حق قصاص ہے تو وارث مقتول اوسکے خون کا مالک ہو گیا تو اوسپر اور جو اوسکی ملک ہے وطی کرے اوسپر حد نہیں +

باب جناية البهيمة والجناية عليها یہ باب ہے چوپایہ کی جنایت اور چوپایہ پر جنایت کرنیکے بیان میں الاصل ان المرور في طريق

المسلمين مباح بشرط السلامة فيما يمكن الاحتراز عنه قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے

او سکا مرنا جس سے بچنا اور بازرہنا ممکن ہو ھ امر ممکن الاحتراز کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سلامتی کی شرط علی الاطلاق ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جائے اور احتراز جانور
کے دبنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ یہ چلنے کی ضرورت سے نہیں لہذا اوسمیں سلامتی کی شرط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور اوسکو لگجانیکے کہ اوس سے احتراز ممکن
نہیں جانور کے سوار کرنے وہ شرط بھی نہیں فَضَمِنَ الرَّاكِبُ فِي طَرِيقِ الْعَامَّةِ مَا وَطِئَتْ دَابَّتُهُ وَمَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ رِجْلِهَا أَوْ رَأْسِهَا
أَوْ كَدَمَتْ بِفَمِهَا أَوْ خَبَطَتْ بِيَدِهَا أَوْ صَدَمَتْ ضامن ہو شارع عام میں سوار اوس چیز کا جسکو اوسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور
نے اپنے ہاتھہ یا پانوں یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ہاتھہ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فَلَوْ حَدَثَتِ الْمَذْكُورَاتُ فِي السَّيْرِ فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ
رَبُّهَا إِلَّا فِي الْوَطْءِ وَهُوَ رَاكِبُهَا لِأَنَّهُ مُبَاشِرٌ ثُمَّ بِقَتْلِهِ بِثِقَلِهِ يُحْرَمُ الْمِيرَاثَ تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے میں حادث اور پیدا ہوں
تو جانور کا مالک ضمان نہ دیگا مگر کچلنے میں ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اوسپر سوار ہو اسواسطے کہ کچل ڈالنا قتل مقتول کی مباشرت ہے اپنے بوجھہ کے سبب سے تو قاتل مقتول
کی میراث سے محروم ہوگا ھ ہر چند مقتول جانور کے بوجھہ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اوسکا بوجھہ سوار کے تابع ہے کیونکہ اوسکا چلنا سوار کیطرف منسوب ہو مضاف
ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زین پر بیٹھا ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اسواسطے کہ مباشرت
ملک اور غیر ملک میں برابر ہے کذا فی العینی وَلَوْ حَدَثَتْ فِي مِلْكِ غَيْرِهِ بِإِذْنِهِ فَهُوَ كَمِلْكِهِ فَلَا يَضْمَنُ كَمَا إِذَا لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهَا مَعَهَا قهستانی
اور اگر غیر کے ملک میں اوسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اوسکی ملک کی ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنی مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم
ہوگا چنانچہ جبکہ جانور کا مالک اوسکے ساتھہ نہو یعنی راہ میں اور جانور سے کچھہ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا کذا فی القہستانی وَلَا بِلَا إِذْنِهِ ضَمِنَ بِالْكُلِّ مُطْلَقًا لِلتَّعَدِّي اور اگر غیر کی ملک
میں جانور کا داخل ہونا مالک کے اذن سے نہو تو مالک پر ضمان لازم آویگا اوسکے تلف کئے کا اوسکی تعدی کے سبب سے مطلقا خواہ جانور سے تلف ہو کچلنے سے یا اور طرح زیلعی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں
داخل ہوا اور جانور کا مالک اوسکے ساتھہ نہیں ہے تو کچھہ ضمان نہیں ہے اور اگر جانور کے مالک نے اوسکو داخل کیا تو سب میں ضمان اوسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی
لَا يَضْمَنُ الرَّاكِبُ مَا نَفَحَتْ بِرِجْلِهَا أَوْ ذَنَبِهَا سَائِرَةً خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ ضمان نہ دیگا سوار چلتے ہوئے جانور کے پانوں یا دم کے ارنیکا برخلاف شافعی کے ھ
اسواسطے کہ چلنے کیحالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو ٹھہرا دیگا راہ میں اور یہ سب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلئے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے
اگرچہ چلنے کے سبب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی السراج وَعَطِبَ إِنْسَانٌ بِمَا رَاثَتْ أَوْ بَالَتْ فِي الطَّرِيقِ سَائِرَةً أَوْ وَاقِفَةً لِأَجْلِ ذَلِكَ لِأَنَّ بَعْضَ الدَّوَابِّ
لَا يَفْعَلُهُ إِلَّا وَاقِفًا یا کوئی آدمی تلف ہوگیا جانور کو لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں تو ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا ہو لید پیشاب کیواسطے
اسلئے کہ بعضے جانور لید پیشاب نہیں کرتے ہیں بدون ٹھہرے ہوئے فَلَوْ أَوْقَفَهَا لِغَيْرِهِ فَبَالَتْ ضَمِنَ لِتَعَدِّيهِ بِإِيقَافِهِ پھر اگر اوسنے جانور کو لید پیشاب کے سوا
اور کام کیواسطے ٹھہرا لیا اور اوسنے پیشاب کیا یعنی اور اوس سے کچھہ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اوسکے ٹھہرانیکے تعدی کے سبب سے یعنی راہ اسواسطے موضوع نہیں کہ جانور
اوسمیں امر آخر کیواسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرانا تعدی ہے إِلَّا فِي مَوْضِعٍ أَذِنَ الْإِمَامُ بِإِيقَافِهَا فَلَا يَضْمَنُ وَمِنْهُ سُوقُ الدَّوَابِّ وَأَبْوَابُ الْمَسْجِدِ
فَكَالطَّرِيقِ إِلَّا إِذَا أَعَدَّ الْإِمَامُ لَهَا مَوْضِعًا مگر راہ کے اوس مکان میں کھڑے کرنے میں ضمان نہیں جہاں سلطان نے جانور کھڑے کرنیکا حکم دیا ہو اور بازار گھوڑوں کا
مثل راہ کے ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جبکہ سلطان نے جانوروں کے کھڑے کرنے کیواسطے کوئی مکان وہاں مقرر کردیا ہو فَإِنْ
أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ رِجْلِهَا حَصَاةً أَوْ نَوَاةً أَوْ أَثَارَتْ غُبَارًا أَوْ حَجَرًا صَغِيرًا فَفَقَأَ عَيْنًا أَوْ أَفْسَدَ ثَوْبًا لَمْ يَضْمَنْ لِعَدَمِ إِمْكَانِ الِاحْتِرَازِ
عَنْهُ وَلَوْ حَجَرًا كَبِيرًا ضَمِنَ لِإِمْكَانِهِ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھہ یا پانوں مارکے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اوچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اوڑایا سو اوسنے آنکھہ پھوڑی
یا کپڑا بگاڑا تو سوار پر ضمان نہیں اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر پتھر بڑا ہو تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وَضَمِنَ السَّائِقُ وَالْقَائِدُ مَا ضَمِنَهُ الرَّاكِبُ
وَصُحِّحَ فِي الدُّرَرِ أَنَّهُ مُطَّرِدٌ وَمُنْعَكِسٌ اور ضمان دیتا ہے جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اوس چیز کا جسکا سوار ضمان دیتا ہے اور درر میں
تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد اور منعکس ہے ھ اطراد عبارت ہے اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہے نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہے کہ جہاں راکب پر ضمان
آتا ہے وہاں کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر بھی ضمان آتا ہے اور جس موضع میں راکب پر ضمان نہیں وہاں انپر بھی ضمان نہیں اور اس قول صحیح کے مقابل

معتبر قدوری کا قول ہے کہ سائق ضامن ہے جانور کے ہاتھ اور پانوں کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہے نہ پانوں کے روندنے کا
والراكب عليه الكفارة في الوطي كما مر اور سوار پر کفارہ واجب ہے کچلنے میں چنانچہ گذر گیا ہے طحطاوی نے کہا کہ اسباب میں تو راکب کا کفارہ حکم
نہیں ہو چکا لا عليهما اى على السائق والقائد نہ ان دونو پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہیں ہے سائق اور قائد مسبب ہیں اور راکب مباشر تو اون
کفارہ و مباشرت کا حکم ہے نہ سبب کا اور اسیطرح کچلنے سے راکب کے حق میں حرمان میراث اور وصیت متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی [illegible] ولو کان
سائق وراكب ضمن السائق على الصحيح خلافا لما جزم به القهستاني وغيره لان الاضافة الى المباشر اولى من المتسبب كم
اى اذا كان سببا لا يعمل بانفراده اما لو كان هنا اما في سبب يعمل بانفراده فيشتركان كما يأتي في مسئلة نخس الدابة باذن
راكبها فليحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا اوسپر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آویگا بلکہ سوار
پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول صحیح کے برخلاف اوس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اوسپر یقین کیا ہے اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کیطرف مقدم ہے مسبب کی اضافت
سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اولویت مباشر کی مسبب سے اوسوقت ہے جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں اکیلا عمل کرتا ہو چنانچہ یہان ہے یعنی کھینچنے میں لیکن اوس
سبب میں جو تلف کر ڈالنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونون ضمان میں شریک ہونگے چنانچہ بیان اسکا جانور کے کوچنے کے مسئلہ میں آویگا اوسکے
راکب کے اذن سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم راکب نے کہا دوسرے کو کہ لکڑی سے اس جانور کو کوچ دے اور وہ کوچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونون پر ضمان
لازم آویگا اسلئے کہ فقط کوچا اثر میں کفایت کرتا ہے وضمن عاقلة كل فارس او راجل دية الآخر ان اصطدما وماتا منه فوقعا على القفا لو كانا
حرين ليسا من العجم ولا عامدين ولا وقعا على وجوههما اور ضمان ہے عاقلہ پر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونون باہم ٹکر کھا گئے
اور مر گئے ہون اوس صدمہ سے سو دونون چت گر پڑے ہون بشرطیکہ دونو آزاد ہون عجمی نہون اور ٹکر لگانیکے قاصد نہون اور نہ دونون منہ کے بل چٹ
گر پڑے ہون هم وجہ ضمان یہ ہے کہ ہر واحد کی موت دوسرے کیطرف مضاف ہے لیکن ضمان على الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہے اسواسطے کہ اعتبار میں حکم
ایک دوسرے سفر کیا جانور پر سیر دوسرا سوار پیچھے سے آیا اور اوس نے ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہوا اور یہی
حکم ہے دو کشتیون کے ٹکر کھانیکا کذا فی الطحطاوی ولو كانا عامدين او وقعا على الوجه ابن كمال هدر دمهما في العمد والخطاء
شرنبلاليه وغيرها اور اگر دونون سوار یا پیدل عمدا ہون یا ٹکر کھا کر بٹ گر پڑے منہ کے بل کذا صرح ابن کمال تو اونکا خون رائگان ہے عمد اور خطا میں کذا
فی الشرنبلالیہ وغیرہ ولو كانا من العجم فالدية في مالهما لما مر انفا اور اگر دونون عجمی ہون یعنی عرب نہون تو دیت اونکے مال میں ہے نہ عاقلہ پر چنانچہ
چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو كانا عامدين فعلى كل نصف الدية اور اگر دونون نے عمدا ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہون تو ہر شخص پر نصف
دیت ہے هم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفایہ میں ہے کہ نصف دیت عمد میں ہر واحد کا
عاقلہ پر واجب ہے اور خطا میں پوری دیت ہے کذا فی الدر ولو وقع احدهما على وجهه هدر دمه فقط اگر ایک شخص منہ کے بل چٹ گرا تو فقط اوسکا
خون رائگان ہے یعنی اسکا خون رائگان نہیں جو چت گرا ولو احدهما حرا والآخر عبدا فعلى عاقلة الحر قيمة العبد في الخطاء ونصفها في
العمد اور اگر دونون میں سے ایک آزاد ہوا اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہے خطا میں اور نصف قیمت ہے عمد میں هم یہ مسئلہ ذکر
مشہور اور حدیث ماثور کے مخالف ہے کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی قیمت واجب نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی ولو تجاذب رجلان حبلا فانقطع
الحبل فسقطا وماتا على القفا هدر دمهما لموت كل بقوة نفسه چنانچہ اگر دو مرد دونو باہم ایک رسی کھینچیں سو رسی ٹوٹ گئی سو دونون
گر پڑے اور مر گئے چت گر کے تو اونکا خون باطل اور رائگان ہے اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا على الوجه وجب دية
كل واحد منهما على عاقلة الآخر لموته بقوة صاحبه اور اگر دونون گر پڑے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کی عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرنے
ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاكسا فوقع احدهما على القفا والآخر على الوجه فدية الواقع على الوجه على عاقلة الآخر لموته بقوة

صاحبه وهدر دم من وقع على القفا لموته بقوة نفسه پہر اگر دونون متعاکس گرے یعنی ایک شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے
بل گرنیوالے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اسکے مرنیکے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگان ہوا اوسکا خون جو چت گرا بسبب اوسکے مرنیکے اپنی قوت
کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بينهما فوقع كل منهما على القفا فماتا فديتهما على عاقلة القاطع للتسبب بالقطع اور اگر ایک انسان نے
وہ رسی کاٹدی جسکو دو شخص تانے تہے سو دونون شخص چت گرپڑے اور دونون مرگئے تو دونو کی دیت کاٹنے والیکی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع قطع کرنیسے دونو کی موت
کا سبب ٹہرا وعلى سائق دابة وقع اداتها اى آلتها كسرج ونحوه على رجل فمات وقائد قطار بالكسر قطار الابل وطئ بعير منه
رجلا الدية اور اوس جانور کے کہینچنے والے پر جسکا سامان جیسے زین اور مانند اوسکی کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی اوس
قطار کے ہانکنے والے پر جسمین سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان کان
معه سائق ضمنا لاستوائهما فى التسبب لكن ضمان النفس على العاقلة وضمان المال فى ماله هذا لو السائق من جانب من الابل
فلو توسطها واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفه وضمنا ما قدامه وراكب وسطها يضمنه فقط لو لم يأخذ بزمام ما خلفه اور اگر اونٹ کی قطار
ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کہینچنے والا ہوگا اور کوئی کچلے کے مرجائیگا تو دونو پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کی سبب انگیزی مین قائد اور سائق
دونو برابر ہین لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود اوسکے مال مین ہے یہہ اوس صورت مین ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹونکی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے
والا قطار کے بیچ مین ہو اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوگئی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد نہ
اور سائق اور قائد ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہے وہ فقط اوسی اونٹ کا ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل
نہ پکڑے ہو ھ زیلعی مین ہے کہ اگر ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہو تو اگلے اونٹو کی جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ
اونکا ہانکنے والا نہین ہے اور اسیطرح پچھلے اونٹون کا ضمان اوسپر نہین کیونکہ وہ اونکا کہینچنے والا نہین لیکن اگر پچھلے اونٹون کی نکیل پکڑے ہوگا تو ضمان اوسپر
لازم ہوگا ہان جسپر اونٹ پر وہ سوار ہے اوسکی جنایت کا ضمان اوسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا اور جنایت کا ضمان کہینچنے والے پر بہی ہے لیکن کچلنے کا ضمان خاص
سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے انتہی طحطاوی سے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی فان قتل بعير ربط على قطار سائر بلا علم قائده رجلا
مفعول قتل ضمن عاقلة القائد الدية ورجعوا بها على عاقلة الرابط لانه دية لا خسر ان كما توهمه صدر الشريعة پہر اگر اوس اونٹ نے مرد کو قتل
کیا جو باندہا گیا تہا چلتی قطار پر اوسکو کہینچنے والیکے بدون علم کے تو کہینچنے والیکی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کہینچنے والے کی عاقلہ باندہنے والیکی عاقلہ
سے دیت کو پہر لیگی اسلئے کہ اس دیت دینے مین نقصان نہین جیسا کہ صدر الشریعہ نے وہم کیا ہے ھ صدر الشریعہ نے کہا لائق یون ہے کہ باندہنے والیکے مال مین دیت
لازم ہو اسواسطے کہ اوسنے اونکو نقصان مال مین ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اوسکو ممکن تہا کہ قطار مین اونٹ باندہنے سے روکتا پہر جب اوسنے حفاظت
ترک کی تو متعدی ٹہرا انتہی اسکا یہ سبب ہے کہ اسمین عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابطے اونکو اس بلا مین ڈالا فلو ربط والقطار
واقف ضمنها عاقلة القائد بلا رجوع لقوده بلا اذن پہر اگر اونٹ باندہا اور حالانکہ قطار کہڑی ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کی
یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا اونکو جائز نہوگا بسبب کہینچنے قائد کے بدون اذن رابط کے ھ برخلاف چلتی قطار کے کہ اوسمین اذن کہینچنے
کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بهيمة او كلبا ملتقى وكان خلفها سائقا فاصابت فى فورها ضمن لانه الحامل لها وان لم
يمش خلفها فما دامت فى فورها فسائق حكما وان تراخى انقطع السوق فالمراد بالسوق المشى خلفها والمراد بالبهيمة
الكلب زيلعى اور جسنے جانور یا کتا چہوڑا کذا فى الملتقى اور چہوڑنے والا اوسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فى الفور کچہہ تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا
اسلئے کہ وہی تو جانور کا حامل اور باعث ہے اور اگر جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنی فور مین ہے یعنی چہوڑنیکے بعد نہین ٹہرا تو وہ شخص سائق حکما ہے
اور اگر ٹہر گیا تو ہانکنا منقطع ہوگیا تو ہانکنے سے یہان مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فى الزيلعى ھ دار المنتقى مین ابو یوسف ...

بڑیہ جانور راہ میں چھوڑ دیا جو اوسکا مالک ہے مالکوں میں سے اوسنے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہے فتاوی عالمگیری
میں ہے کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا اسو کسیکے کھیت میں گیا اور اوسکو فاسد کیا اگر اوسنے چھوڑا
اوسکو اور ہانکا یا کھیت کیطرف اسی حیثیت پر کہ وہ اوسکے پیچھے ہی تھا تو اوسپر ضمان ہے اور اگر وہ اوسکے پیچھے نہیں تھا لیکن گدھا فی الفور کھیت میں جا پڑا اور وہ اوسنے
یا مین یا بائیں جھکا جسطرف اوسنے چھوڑا تھا اوسیطرف گیا سو کھیت کو اوسنے خراب کیا تو بھی ضمان اوسپر لازم ہوگا اور اگر دا ہنے یا بائیں جھکا پھر کھیت میں جا پڑا تو اگر
وہان کوئی راہ نہیں ہو سوا اوس کے تو وہ ضامن نہیں اور ایک ہی راہ ہے تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اوسنے چھوڑا اسو وہ ساعت بھر ٹھہر گیا پھر کھیت کیطرف گیا اور
خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہے انتہی اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہوگئی اور چونکہ حکم کہتے ہیں قائم نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے کیا مراد ہو تو اوسکے
مناسب ہے کذا فی الحمت وہی محتار و ان ارسل طیرا ساقہ او لا او دابۃ او کلبا و لم یکن سائقا لہ او انفلتت دابۃ فنفحت

مالا او آدمیا نہارا او لیلا

چھوڑا خواہ اوسکو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا
رات میں یا دن میں تو ضمان نہیں سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور کہ جنت کا فعل رائگان ہے اوسپر ضمان نہیں ہے
ابو داؤد اور ابن ماجہ میں یہ حدیث یوں مروی ہے کہ العجماء جرحہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگان ہے اوسپر ضمان نہیں امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد
کھیتہ جانور ہے تو اوسکا فعل باطل ہے وہ جانور جو چھوڑ اگیا اسواسطے کہ افساد متصلہ کا فورا ارسال میں رائگان نہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر
فقہا حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں ضمان ہے کذا فی العینی کالو جمحت الدابۃ بہ ای بالراکب ولو سکران ولم یقدر
الراکب علی ردھا فانہ لا یضمن کالمنفلتۃ لانہ حینئذ لیس بمسیر لہا فلا یضاف سیرہا الیہ حتی لو اتلف انسانا فدمہ ہدر عمادیہ
اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہو اوسکو پھیرنے پر تو ضمان لازم نہوگا خود بخود چھوٹے جانور کی مانند ہو اسواسطے کہ اسوقت میں
اوسکا چلانا سوار کا نہیں ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کیحالت میں سوار کیطرف منسوب نہوگا تو اگر اس حالت میں جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اوسکا خون باطل ہے اوسکا کچھ
ضمان نہیں کذا فی العمادیہ ومر صبی بدابۃ علیہا راکب او نخسہا بعود بلا اذن الراکب فنفحت او ضربت بیدہا شخصا آخر غیر الطاعن
او نفرت فصدمتہ وقتلتہ ضمن ھو ای الناخس لا الراکب اور جس نے اوس جانور کو مارا جسپر کوئی سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کونچا بدون اذن
سوار کے سو جانور نے اپنے پانوں یا ہاتھ سے کونچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بھڑکا سو اوسنے اوسکو کچلا اور قتل کیا تو کونچنے والا ضمان دیگا نہ سوار ہم
راکب کی مانند سائق اور قائد ہے عدم ضمان میں کونچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور جانور کسیکو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والے پر
ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیۃ وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان موقفا دابۃ علی الطریق لتعدیہ فی الایقاف
ایضا اور ابو یوسف نے کہا کہ کونچنے والا اور سوار دونوں نصف نصف دیت کا ضمان دینگے چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا ہو تو دونوں پر ضمان لازم
ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی تعدی ثابت ہے راہ میں کھڑا کرنے سے جیسے کہ کونچنے والے کی تعدی ہے ولو کان باذنہ ووطئت احدا فی فورہا فدمہ
علیہما اور جیسے اگر کونچا سوار کے اذن سے ہوا اور جانور کسیکو کچلے کونچنے کے ساتھ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونوں شخصوں سے ہم دونوں پر خون ہم
وقت ہوگا جبکہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر کذا فی الطحطاوی عن المنتقی ولو نفحت الناخس فدمہ ہدر اور اگر
کونچنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اوسکا خون رائگان ہے ولو القت الراکب فقتلتہ فدیتہ علی عاقلۃ الناخس ثم الناخس انما یضمن لو
الوطی فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس درر وبزازیہ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اوسکو قتل کیا تو اوسکا
خون کونچنے والے کی عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہئے کہ کونچنے والے پر اوسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کونچنے کے فی الفور ہوا اور نہیں تو سوار پر ضمان
لازم ہوگا کونچنے کی انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیہ وضمن فی فقء عین دجاجۃ او شاۃ قصاب وغیرہا ما نقصہا لانہا لحم

اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے مین بقدر اوسکی نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کیواسطے ہی ہے یعنی قصاب
کی بکری سے گوشت مقصود ہوتا ہی تو بقدر نقصان گوشت کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنیکا یہہ طریقہ ہی کہ تندرست بکری کی قیمت کیجاوے
اور آنکھ پھوٹنے کی قیمت مقرر کیجاوے تو جسقدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اوتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہے کبوتر اور کتی اور بلی کی آنکھ پھوڑنیکا
کذا فی الطحاوی وفی عینیہا یخیر ربہا ان شاء ترکہا علی الفاقئ وضمنہ قیمتہا او امسکہا وضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور
قصاب کی بکری کی دونون آنکھ پھوڑنے مین اوسکی مالک کو اختیار ہی چاہی اوسکو پھوڑنیوالے پر چھوڑ دے یعنی اوسکو دیدے اور اوسکی قیمت کا تاوان اوس
سے لیلے یا اوسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی وفی عین بقرۃ جزار وجزورہ ای ابلہ فائدۃ الاضافۃ عدم
اعتبار الاعداد للحم فی الحکم الآتی ابن کمال وحمار وبغل وفرس ربع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنیوالیکی گائے بیل اور اوسکی
اونٹ کی آنکھ پھوڑنے مین اور گدھے اور خچر اور گھوڑی کی آنکھ پھوڑنے مین چوتھائی قیمت کا ضمان ہی شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہہ ہے کہ گوشت
لینے کا اعتبار نہین ہی وجوب ربع قیمت کی حکم مین کذا ذکرہ ابن کمال ہم شترکش کی گائے بیل اور اونٹ مین اسواسطے یہہ مسئلہ موضوع ہوا کہ کوئی یہہ وہم
نکرے کہ وہ دونون گوشت کیواسطے مقصود ہین تو اونکا حکم بکری کی مانند ہی بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کیواسطے ہون یا سواری کیواسطے اونمین چوتھائی
قیمت ہی جسطرح غیر ماکول اللحم چنانچہ خچر اور گدھی مین چوتھائی قیمت ہی کذا فی المنح عن شروح الہدایۃ لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربع
اعین عیناہا وعینا مستعملہا فصارت کانہا ذات اعین اربعۃ وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ والفرق ما
قدمناہ اونٹ اور بیل اور گھوڑی کی آنکھ مین چوتھائی قیمت اسواسطے واجب ہوتی کہ اوس سے کام لینا تو چار آنکھون سے ہوتا ہی دو آنکھین جانور کی اور دو
آنکھین کام لینے والے کی یعنی مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانورونکی چار آنکھین ہوگئین اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اونکا حکم بکری کی مانند یعنی بقدر
نقصان ضمان لازم ہی اور فرق بکری اور اون جانورونمین وہ ہی جسکو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنی بکری تو گوشت کیواسطے ہے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری
کیواسطے ہین تو حکم مین کیونکر برابر ہونگے لکن یرد علیہ انہ لو فقاء عینی حمار مثلا ان یضمن نصف قیمتہ ولیس کذلک کما مر فالاولی التمسک بما
روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام قضی فی عین الدابۃ بربع القیمۃ لیکن چار آنکھون کی تعلیل پر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ اگر مثلا گدھی کی دونون
آنکھونکو پھوڑے تو نصف قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہین چنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہو چکا کہ دونون آنکھین پھوڑنے مین مالک مختار ہی چاہے سب
قیمت لے اور چاہے اوسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال کرنا اوس حدیث سے بہتر ہی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ جانور کی آنکھ مین
چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا ہے معجم طبرانی مین زید بن ثابت سے مروی ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ مین اوسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف
عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ مین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ والتقیید بالعین لانہ لو قطع اذنہا
او ذنبہا یضمن نقصانہا وکذا لسان الثور والحمار وقیل جمیع القیمۃ کما لو قطع رجلہا او فقاء عینیہا فانہ یضمن قیمتہا وعلیہ الفتوی
ای لو غیر ماکول وان ماکولا خیر کما فی العینین لکن فی العیون ان مسئلۃ لا یضمنہ شیئا عند ابی حنیفۃ وعلیہ الفتوی و
عرجہا کقطعہا اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹیگا تو اوسکی نقصان کا ضمان دیگا اور اسیطرح بیل اور گدھی کی زبان کاٹنے مین ضمان
ہی نقصان کا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا چنانچہ اگر ایک پانون کاٹے گا جانور کا تو اوسکی پوری قیمت کا ضمان دیگا اور اسی قول پر فتوی
ہی یعنی اگر جانور ماکول اللحم نہوا ہو اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہی چنانچہ اوسکی تفصیل دونون آنکھون کے پھوڑ ڈالنے مین مذکور ہو چکی لیکن عیون مین یون
مذکور ہی کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پانون کٹے جانور کو اپنے پاس رکھ لیگا تو کاٹنے والا اوسکا کچھ ضمان نہ دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی اور جانور
کا لنگڑا ہو جانا پانون کٹ جانیکی مانند ہی یعنی ماکول اور غیر ماکول کے لنگڑا کر دینے مین کل قیمت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کی
نقل المصنف عن الدرر لہ کلب یاکل عنب الکرم فاشہد علیہ فیہ فلم یحفظہ حتی اکل العنب لم یضمن وانما یضمن فیما اشہد

علیه فیما یخاف تلف بنی آدم کالحائط المائل ونطح الثور وعقر الکلب العقور فیضمن اذا لم یحفظه انتهى قال المصنف ویمکن
حمل التلف فی قول الزیلعی وان اتلف الکلب بعد ما تقدم الیه فکذلک الاتلاف والا فلا کالحائط
المائل علی الآدمی انتهى فیحصل التوفیق مصنف نے شرح میں زیلعی سے نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہو کہ آدمیوں کے درختوں سے انگور کھا جاتا
ہو پس مالک نے کتے کے مالک پر لوگوں کو گواہ کیا اور اوسکے کھانے میں سے کچھ نہ روکا یہاں تک کہ ... پس اشہاد کے بعد بھی انگور کھا گیا تو پہلا
مالک لازم نہوگا ضمان تو اوس صورت خاص میں لازم ہوتا ہے جبکہ اشہاد ہوا ہو اوس امر میں جسمیں بنی آدم کے تلف ہو جانیکا خوف ہو جیسے دیوار مائل اور بیل
کے سینگ مارنے اور گزند و کتے کے کاٹنے میں تو مالک ضمان دیگا جبکہ اوسکی محافظت نکریگا انتہی قول الدرر مصنف نے کہا اور ممکن ہے حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر
زیلعی کے اس قول میں اور اگر کتا تلف کرے تو اوسکا مالک ضامن ہوگا اگر آگے اوسپر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے سے پہلے اور نہیں تو ضمان نہیں ہے جیسے دیوار مائل
کی مانند تو اس حمل کرنے سے دونوں قولوں میں تطابق حاصل ہوگا ھ یعنی اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول ہے تو اب اختلاف باقی نرہا دونوں قول
بمطابق ہوگئے کیا قولہ علی الآدمی متعلق ہے قولہ حمل التلف مر قلت وقد وقع الاستفتاء عمن له نحل یضعه فی بستانه فیخرج فیاکل
عنب الناس وفواکههم هل یضمن رب النحل ما اتلفه النحل من العنب ونحوه ام لا وهل یؤمر بتحویله عنهم الى مکان اخر
ام لا وجوابه ان لا یضمن ربه شیئا مطلقا اشهدوا علیه ام لا اخذا من مسئلة الکلب بل اولى وکذا ذکره المصنف
فی معینه لکن رایت فی فتاونه انه افتى بالضمان فی مسئلة النحل فی جنس المفتوی میں کہتا ہوں اور البتہ واقع ہوا تھا استفتاء ایسے
شخص کے حال سے جسکے تصرف میں شہد کی مکھیاں ہیں وہ انکو اپنے باغ میں رکھتا ہے سو مکھیاں وہاں سے نکلتی ہیں اور آدمیوں کے انگور اور اونکے میوے
کھا جاتی ہیں کیا مکھیوں کے مالک پر مکھیوں کے انگور وغیرہ تلف کرنیکا ضمان لازم ہوگا یا نہیں اور اونکی بابت دوسرے مکان کیطرف مکھیوں کے اوٹھا لیجانیکا حکم ہوگا یا نہیں
اور جواب استفتاء یہ ہے کہ مکھیوں کے مالک پر مطلقا کچھ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگوں نے اوسپر اشہاد کیا ہو یا نکیا ہو یہہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلہ سے لکہ
یہہ جواب مسئلہ کلب کے جواب سے اولی ہے یعنی اسواسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنے کے ممکن ہے اور مکھیوں کی خوراک اسطرح ممکن نہیں اور اسیطرحکا جواب مصنف نے معین المفتی میں ذکر
کیا ہے لیکن میں نے مصنف کے فتاوی میں دیکھا ہے کہ اوسنے مکھیوں کے مسئلہ میں وجوب ضمان کا فتوی دیا ہے تو اوسکی طرف مراجعت کیجیو فتوی دینے کیوقت ھم ظاہر مسئلہ یہہ
ہے جو درمیں مذکور ہے وجہ نفس کے سبب سے کذا فی الطحطاوی واما تحویله من ملکه فلا یؤمر بذلک علی ما هو ظاهر المذهب اما على اصول المسئلة
فینبغی ان یؤمر بتحویله اذا کان الضرر بینا على ما علیه الفتوی اور مکھیوں کا اوٹھانا اوسکی ملک سے سو مالک کو تو اوسکا حکم نہوگا بنابر ظاہر مذہب کے
اور مسئلہ کا جواب تو یہہ ہے کہ لائق یوں ہے کہ اوسکے اوٹھانیکا حکم کیا جاوے جبکہ لوگوں کا صریح ضرر ہوتا ہو بنابر قول مفتی بہ کے و فی الصیرفیة جار یاکل
حنطة انسان فلم یمنعه حتى اکل الصحیح ضمانه اور صیرفیہ میں ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیہوں کہا تا ہے سو دیکھنے والے نے اوسکو نروکا یہانتک کہ وہ
کہا گیا تو قول صحیح یہہ ہے کہ اوسپر ضمان ہے ادخل غنما او ثورا او فرسا او حمارا فی زرع او کرم ان سائقا ضمن ما اتلف والا لا قیل
یضمن وتمامه فی العمادیة کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدہا داخل کردیا کھیت یا انگورستان میں اگر اوسنے دانستہ کیا ہے تو مالک کے تو جو
اوسنے تلف کردیا اوسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکتا نہیں ہے تو ضمان نہیں اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہر صورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان عمادیہ میں ہے فائدہ
اپنی ملک یا کھیت میں اگر کوئی جانور پایا اور اوسنے کچھ خراب کردیا سو اوسکو باندہ رکھا یا کھیت سے ہانک دیا سو وہ مرگیا تو اوسپر جانور کی قیمت دینا
لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے ایک شخص نے جانور کسیکے گھر میں کردیا بدون اوسکی اذن کے سو صاحب خانہ نے اوسکو نکالدیا اور وہ تلف ہوگیا تو اوسپر تاوان
نہیں اور اگر کپڑا کسیکے گھر میں رکھ دیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ نے اوسکو پھینک دیا اور وہ تلف ہوگیا مالک کی غیبت میں تو قیمت ثوب کا اوسپر ضمان
لازم ہوگا چنانچہ ذخیرہ میں ہے جسنے بچھڑے کی کوٹھڑی کھولدی سو بچھڑا اوڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا سو جانور نکل گیا اور گم ہوگیا تو کھولنے والے پر
ضمان نہیں اور محمد کے نزدیک ضامن ہے چنانچہ کافی میں ہے ذکر من العالمگیری **باب جنایة المملوک والجنایة علیه**

جنایت مملوک اور جنایت علیه

بیہ باب ہے مملوک یعنی لونڈی غلام کی جنایت مین اور مملوک پر جنایت کرنیکے احکام مین اعلموا ان جنایات المملوک لا توجب الا دفعا واحدا
لو محلا معلوم کرو کہ مملوک کی جنایات موجب نہین ہوتی مگر ایکبار ویدہ دینے کی اگر مملوک دینے کا محل ہو ھم یعنی اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہون اشخاص متعدد
مین تو سب مقتولون کے وارثونکو وہ غلام دیا جائیگا وہ متعدد واحد دو تو سبکے وارث بقدر جنایات کے اوسمین اپنا اپنا حصہ کرلینگے بشرطیکہ غلام دینے کا
محل ہو یعنی جب کہ اوسکی واسطے حریت کے اسباب منعقد نہوگئے ہون جیسا کہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت کذا فی الطحطاوی والا فقیمة واحدة اور اگر مملوک
محل دفع نرہا ہو یعنی حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ مین سے کوئی سبب منعقد ہوگیا تو ایک قیمت مولی کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصون کے اوسکو بانٹ لینگے
ولو فدى الفن ثم جنى فكالاول ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنی اوسکے قتل کرنیکے بدلے مال دیا پھر اوسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلا
کسیکو قتل کیا تو وہ اول بار کی مانند ہی پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت مین الی غیر النہایت اسیطرحکا حکم ہی ھم یعنی جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھر
جنایت کریگا تو مولے اول بار کی مانند دفع اور فدیہ دینے مین مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہوگیا فدیہ دینے سے تو گویا اوسنے جنایت ہی نہین کی اور
دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائی جنایت ہی بخلاف المدبر وأخيته فانه لا تجب الا قيمة واحدة تستقصى بر خلاف مدبر اور ام ولد اور
مکاتب کے کہ اونکی جنایات مین سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہین اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہوگی جنی عبد خطأ التقييد بالخطأ ھھنا
فی النفس لان يعتمد لا يقتص وان ما دونها فلا يفيد لا ستوا خطاءه وعمده فيما دونها ثم انما يثبت الخطأ بالبينة
واقرار مولاه وعلم القاضى لا باقراره اصلا لابدائع قلت لكن قوله وعلم القاضى على غير المفتى به فانه لا يعمل بعلم القاضى
فى زماننا شرنبلالية عن الاشباه و تمامه فيما علقناه على الملتقى دفعه مولاه ان شاء ويملكه وليها او ان شاء فداه بارشها حالا مملوک نے از
راہ خطا جنایت کی یعنی کسیکو قتل کیا تو اوسکا مالک اگر چاہے بعد جنایت قتل کے مملوک کو دیدے تو جنایت کا ولی یعنی مقتول کا وارث مالک ہوجاویگا مملوک کا اور اگر
مالک چاہے نے الحال فدیہ دیوے اوسکی دیت کا شارح نے کہا خطا کی قید یہان لگانا فقط جنایت نفس مین مفید ہے اسواسطے کہ مملوک کے قتل عمد مین قصاص لیا جاتا ہی اور
جان کے سوا اطراف کی جنایت مین تو خطا کی تقیید مفید نہین ہی اسلیے کہ ما دون النفس مین مملوک کی خطا اور عمد برابر ہین پھر خطا تو ثابت نہین ہوتی مگر گواہون سے اور
اوسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع مین کہتا ہون لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہہ قول مفتی بہ نہین ہی اسلیے کہ
قاضی کے علم پر ہمارے زمانے مین عمل جائز نہین چنانچہ شرنبلالیہ مین منقول ہی اشباہ سے اور یہہ تو پہلے مذکور ہوچکا ہی ھم فی الحال دینا دفع اور فدیہ دونون سے متعلق
ہے دفع مین تو وجہ یہہ ہی کہ اعیان مین تاجیل جائز نہین اور فدیہ کی وجہ یہہ ہے کہ وہ بدلا ہی عین یعنی مملوک کا تو اعیان کی مانند ہوا عدم تاجیل مین لکن
الواجب الاصلی هو الدفع على الصحيح ولذا سقط الواجب بموته بخلاف موت الحر كما ذكره المصنف وغيره لیکن جنایت مملوک
مین واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط ہوجاتا ہی مملوک کے مرجانے سے برخلاف آزاد قاتل کی موت کی کہ وہان واجب ساقط نہین ہوتا چنانچہ
مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہی ھم عبد قاتل کی موت سے واجب اسواسطے ساقط ہوجاتا ہی کہ محل باقی نرہا اور اگر آزاد قاتل مریگا یعنی قتل خطا مین تو واجب ساقط
نہوگا اوسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لكن فى الشرنبلالية عن السراج والجوهرة عن البزدوى ان الصحيح هو الفداء حتى لو اختاره
ولم يقدر عليه اداه متى وجد ولا يبرأ بهلاك العبد لیکن شرنبلالیہ مین سراج سے اور جوہرہ مین بزدوی سے یون ہے کہ صحیح قول یہہ ہی کہ واجب
اصلی جنایت مملوک مین فدیہ ہی نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو اوسکے ادا کرنے پر تو جب پاوے اوسکو ادا کرے اور مولی بری الذمہ نہوگا
غلام قاتل کے مرجانے سے و علله الزيلعي وغيره بانه اختار الاصل حقها و بطل حقها فى العبد عند ابى حنيفة انتهى و مفاده ان الاصل
عنده الفداء لا الدفع اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یون بیان کی ہی کہ مولی نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثونکا حق باطل
ہوگیا غلام مین ابو حنیفہ کے نزدیک انتہی فی الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہی کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع فافادہ المجمع فی تعليل
الامام ان الواجب احدهما وانه متى اختار احدهما تعين اور شارح مجمع یعنی ابن ملک نے امام کی تعلیل مین بیان کیا ہی کہ جنایت عبد مین

صاحب دین لیگا اسواسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہے اور صاحب دین مقدم ہے مالیت مین وارث مقتول پر کذا فی الزیلعی فان ولدت ماذونة مدیونة بیعت مع
ولدها فی الدین ان کانت الولادة بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لحقها الدین لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابها
پہر اگر ماذون مدیون لونڈی جنے تو اپنے بچے کے ساتھ بیچی جاویگی دین مین بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین کے لاحق ہونیکے بعد سو اگر وہ جنی پہر دین اوسکو لاحق ہوا
تو دین والونکا حق لونڈی کے بچے سے متعلق نہوگا برخلاف اوسکی کمائیون کے یعنی کمائی مین اونکا حق متعلق ہے نہ اوسکی ولد مین ھم یہ مسئلہ ہے باب مین مقصود
بالذکر نہین ہے کیونکہ اسمین جنایت مذکور نہین بلکہ بالتبع مذکور ہوا ہے تاکہ اسمین اور مسئلہ آیندہ مین فرق ظاہر ہوجاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد اله
ای لولی الجنایة لتعلقها بذمة المولی لا بذمتها بخلاف الدین پہر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پہر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو
نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولے کے ذمہ ہے نہ لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر عبد زعم رجل
ان سیده حرره فقتل العبد المعتق ولیه ای ولی الزاعم خطأ فلا شیء له علیه لانه لما زعم عتقه اقر انه لا یستحق
العبد بل الدیة لکنه لا یصدق علی العاقلة الا بحجة ایکمرد کا ایسا غلام ہے جسکو دوسرا مرد کہتا ہے کہ اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کردیا ہے سو اوس غلام آزاد
نے آزادی ظاہر کرنیوالے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اوس غلام پر کچھ لازم نہین ہے حرزا عم کیواسطے اسلئے کہ اوسکی آزادی کے کہنے سے اوسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ
غلام کا مستحق نہین ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے الا اوسکی تصدیق نہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی سے ھم عاقلہ سے یہان مراد غلام کا مولی ہے فان قال معتق رقه معروف لرجل
قتلت اخاك خطأ قبل عتقی فقال الآخر الذی هو المولی لا بل بعده صدق الاول لانه منکر الضمان
پہر اگر اوس معتق نے جسکا مملوک ہونا ایکمرد کا مشہور ہے یہہ کہا اپنے اوس مولے سے جسنے اوسکو آزاد کیا ہے کہ مین نے تیرے بہائی کو آزاد ہو خطا قتل کیا تہا اپنے آزاد ہونے سے
پہلے سو مولی نے جو مقتول کا بہائی ہے کہا یون نہین ہے بلکہ تونے آزاد ہونیکے بعد قتل کیا ہے تو اول شخص یعنے غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ لزوم
ضمان کا منکر ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح مصنف اور حموی کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی تصویر مین حالانکہ صحیح نہین بلکہ تصویر ضمیر مولے صحیح ہے چنانچہ اوسکا بیان
بعرح گے وان قال لها قطعت یدك وانت امتی وقالت هی لا بل فعلته بعد العتق فالقول لها لانه اقر بسبب الضمان ثم ادعی
ما یبرئه فلا یکون القول له اور اگر مولے نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا تہا جبکہ تو میری لونڈی تہی اور اوسنے کہا نہین بلکہ تونے ہاتھ کاٹا تہا
آزاد کرنیکے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولی نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پہر اوس چیز کا دعوی کیا جو ضمان سے بری الذمہ اوسکو کردے تو اوسکا
قول معتبر ہوگا وکذا القول لها فی کل ما اخذه المولی منها من المال الا ما ذکرنا استحسانا اور اسیطرح لونڈی کا قول معتبر ہے ہر ایک اوس چیز مین جو
مولے نے لونڈی سے مال لیا اوس دلیل سے جسکو ہمنے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع والغلة فالقول له لاسناده الی حالة معهودة منافیة
للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین لونڈی کا قول معتبر نہوگا تو اسمین میان کا قول مقبول ہوگا اسسبب سے کہ منسوب ہونیکے اوس حالت مقرری کیطرف جو تاوان کے
مخالف ہے ھم اسواسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیون ہو مال کا موجب نہین اور اسیطرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہین اگرچہ
لونڈی قرضدار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور او صبی امر صبیا بقتل رجل فقتله فدیته علی عاقلة القاتل لان عمد الصبی خطأ غلام محجور یا
صغیر نے دوسرے صغیر کو ایکمرد کے قتل کرنیکا امر کیا سو اوسنے اوسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگارون پر ہے اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کی برابر
حکم مین ہے ورجعوا علی العبد بعد عتقه وقیل لا لا علی الصبی الآمر ابدا لقصور اهلیته اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت پہیر لین اوسکے
آزاد ہونیکے بعد اور قول ضعیف مین رجوع نہین غلام آزاد پر لیکن صغیر آمر پر بھی کبھی رجوع نہین یعنی بالغ ہونیکے بعد بھی قصور اہلیت کے سبب سے وان کان
المامور العبد عبدا یدفع السید القاتل او فداه فی الخطاء اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو آمر کی مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثون مقتول کے
حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا مین ولا رجوع له علی الآمر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد بالاقل من الفداء وقیمة العبد لانه مختار
فی دفع الزیادة لا مضطر اور قاتل مامور کے مالک کو آمر پر رجوع کرنا جائز نہین بالفعل اور غلام آزاد ہونیکے بعد فدیہ اور قیمت غلام مین جو کمتر ہو وہ مالک لے

اسواسطے کہ مالک نے زیادت بیان کی مختار ہے نہ مجبور ھم یعنی غلام قاتل کے مالک کو اختیار رہتا غلام کے دینے اور فدیہ دینے میں سو جبکہ اوسنے فدیہ زائد از قیمت اختیار کیا تو زائد کا ادا کرنا اوسپر لازم ہوگا **وكذا الحكم في العمد ان كان العبد القاتل صغيرا لان عمده خطأ** اور اسیطرح قتل عمد کا حکم ہے اگر غلام قاتل صغیر ہو اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کی مانند ہے حکم میں **فان كان كبيرا اقتص منه** اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اوس سے قصاص لیا جاوے **وعبد حفر بئرا فاعتقه مولاه ثم وقع فيها انسان او اكثر فهلك فلا شئ عليه لان جناية العبد لا توجب عليه شيئا** غلام نے کنوان کھودا اوسکے بعد اوسکو آزاد کیا پھر اوسمیں چند آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مرگیا تو اوسپر کچھ لازم نہیں اسلئے کہ غلام کی جنایت اوسپر کچھ واجب نہیں کرتی ھم اور عدم شئ میں بھی یہی حکم ہے **ويجب على المولى قيمة واحدة ولو لم يقع الا بعد العتق** اور کنوان کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنوئیں میں گر کے مرگئے ہوں کذا فی الزیلعی **فان قتل عبد عمدا رجلين حرين لكل منهما وليان فعفا احد وليي كل منهما دفع السيد نصفه الى الحرين اللذين لم يعفوا او فداه بدية كاملة لانه بذلك العفو سقط القود وانقلب مالا وهو دية فقد سقط دية نصيب العافيين وبقي دية نصيب الساكتين او يدفع نصفه لهما** پھر اگر ایک غلام نے دو آزاد مردوں کو عمدا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو وارث ہیں سو دونوں مقتولوں میں سے ایک ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک نصف غلام ان دو وارثوں کو دیوے جنہوں نے معاف نہیں کیا یا تمام کی پوری دیت دیوے اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہوکر منقلب بمال ہوگیا اور مال تو پوری دو دیتیں ہیں اور حالانکہ معاف کرنیوالوں کے حصے کی دیت تو ساقط ہوگئی اور سکوت کرنیوالے دو وارثوں کے حصے کی دیت باقی رہگئی یا مالک چاہے نصف غلام دونوں وارثوں کو دیوے **فان قتل العبد احدهما عمدا والآخر خطأ وعفا احد وليي العمد فداه بدية لوليي الخطأ وبنصفها لاحد وليي العمد الذي لم يعف** پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا اور دوسرے کو خطاء قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثوں میں سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دیوے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور نصف دیت کا فدیہ دیوے قتل عمد کے اوس ایک وارث کو جسنے عفو نہیں کیا **او دفعه اليهم وقسموه اثلاثا عنده وارباعا عندهما** یا مالک غلام کو قتل خطا کے دو وارثوں کو اور قتل عمد کے ایک وارث کو دیدے اور تین تہائی بانٹ دیں بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالیں بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک ھم وجہ اسکی یہ ہے کہ خطا کے وارثوں کا حق پوری دیت دس ہزار درہم ہیں اور عمد کے وارثوں کا حق قصاص میں ہے پس جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہوگیا یعنی پانچ ہزار درہم نصف دیت تو گویا مالک نے غلام دیدیا تو دس ہزار خطا کے وارثوں کو ہوا اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہیں کیا اور اگر مالک غلام کو دیوے تو تین تہائی کریں دو تہائیاں خطا کے وارثوں کو ہوا اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت میں ہے اسیطرح حصہ رسد ہر امام کا اور صاحبین کے نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتہائیاں خطا کے وارثوں کو اور ایک چوتہائی اوسکو جسنے عفو نہیں کیا اسلئے کہ نصف غلام تو خطا کے وارثوں کیواسطے مسلم ہی بلامنازعت اور نصف باقی میں منازعت واقع ہوئی دونو فریق کی تو اوسکو نصف نصف کردیا کذا فی الزیلعی **فان قتل عبدا قريبهما وعفا احدهما بطل كله وقالا يدفع الذي عفا نصف نصيبه الى الآخر او يفديه بربع الدية وقيل محمد مع الامام ووجهه انه انقلب بالعفو مالا والمولى لا يستوجب على عبده دينا فلا يخلفه فيه الوارث** پھر اگر دو شخصوں کے غلام نے انکے قرابتی کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دیدے یا اوسکا فدیہ دے ربع دیت اور بعضوں نے کہا کہ محمد امام کے ساتھ ہیں اس مسئلہ میں امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہوگیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہیں ہوتا تو وارث اوسمیں اوسکا خلیفہ نہونگے ھم ظاہرا یہی ہے کہا مالک تو دو فرزند موجود ہیں تو مورث اور وارث کا بیان کیا ذکر ہے

فصل في الجناية على العبد

یہ فصل ہے اوس جنایت کے بیان میں جو عبد پر واقع ہو ھم عبد سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے **فان بلغت قيمته دية الحر وبلغت قيمتها دية الحرة نقص من كل من دية عبد وامة عشرة دراهم اظهارا لانحطاط رتبة الرقيق عن الحر وتعيين العشرة باثر ابن مسعود رضي الله عنه** دیت مملوک کی اوسکی قیمت ہے سو اگر غلام کی قیمت آزاد مرد کی دیت کی برابر ہو جاوے یعنی قیمت غلام کی دس ہزار

تخریج

درہم ہوا ور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کی برابر پونہچے تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درہم گھٹا دی جاوینگی تاکہ رتبہ مملوک کا گھٹ جاوے اور اثر رق
ظاہر ہوا اور دس درہم کا معین کرنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وھنہ من الامۃ خمسۃ اور امام سے دوسری روایت یہہ ہیکہ لونڈی
کی دیت سے پانچ درہم کم کیجاوین وتکون حینئذ علی العاقلۃ فی ثلث سنین خلافا لابی یوسف اور اسوقت مین دیت غلام کی قاتل
کے مددگارون پر واجب ہوگی تین برس کی مدت مین برخلاف ابو یوسف کے یعنی امام کے نزدیک نقصان دس درہم کا معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وفی الغصب
یجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کو غصب مین اوسکی قیمت تمام واجب ہے بالاتفاق جہانتک اسکی قیمت پہنچی یعنی اگرچہ آزاد کی دیت
سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ وحینئذ فی یدہ نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الصحیح درر وقیل لا یزاد علی خمسۃ
الاف الا خمسۃ وجزم بہ فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت مین تو مملوک کے ہاتھ مین اسکی
نصف قیمت ہے قول صحیح مین جسقدر کہ اوسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہہ ہیکہ پانچ درہم کم پانچہزار درہم سے زیادہ نہوگی اور اسی قول پر یقین کیا
ہے ملتقی الابحر مین م یہی قول اختیار کیا ہے اکثر کتب مین چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور منتقی اور مجتبی مین کذا فی
الطحطاوی ویجب حکومۃ عدل فی لحیتہ فی الصحیح وقیل کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی داڑھی مین بقول صحیح اور قول ضعیف
مین تمام قیمت واجب ہے م یہہ اوس صورت مین حکم ہے جبکہ داڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمے قطع ید عبد فحررہ سیدہ فسری فمات منہ
ولہ للعبد ورثۃ غیرہ غیر المولی لا یقتص لاشتباہ من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا تو زخم
سرایت کر گیا تو وہ اسی زخم سے مرگیا اور اوس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہین مولے کے سوا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا صاحب حق کے اشتباہ
کیوجہ سے م یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجئے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجئے تو فقط وارث مستحق ہین یا مالک بھی تو جہالت
مستحق مانع قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی وان لم یکن لہ غیر المولی اقتص منہ خلافا لمحمد اور اگر اوسکا کوئی
وارث نہین سوا مولے کے تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا برخلاف مذہب محمد قال لعبدیہ احدکما حر فشجا فبین المولی العتق فی احدہما
بعد الشج فارشہما للسید لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ ایک غلام تم دونون سے آزاد ہے پھر دونون کے سر زخمی ہوئے پھر
مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنی یون کہا کہ مین نے اس غلام کو آزاد کیا تھا تو دونونکی دیت مالک کی ہے اسواسطے کہ بیان کرنا
انشا کی برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اوسنے آزاد کیا ولو قتلا فدیۃ حر وقیمۃ عبد لو القاتل واحدا معا وقیمتہما سواء اور اگر دونو
غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونونکو ساتھہ ہی قتل کیا ہوا اور دونونکی قیمت برابر ہو م وجہ
فرق یہہ ہیکہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہان انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہین تو یہان بیان انشا نہوگا محض بیان اظہار
ٹھہریگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کلا واحد معا وعلی
التعاقب ولم یدر الاول فقیمۃ العبدین زیلعی اور اگر دونون غلامونکو دو شخصون نے ساتھہ ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہین
تو قاتلون پر دو غلامونکی قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی م قولہ وان قتل کلا واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اوسکا یہہ ہیکہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھی
قتل کیا اور یہہ پہلی صورت ہے جو مذکور ہو چکی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تھا وان قتلہما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا
خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اوسکے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی
فقأ رجل عینی عبد خیر مولاہ ان شاء دفع عبدہ المفقوء للفاقی واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ
منہ النقصان وقالا لہ اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ القیمۃ وامسک الجثۃ العمیاء ایکمرد نے غلام کی دونون آنکھین
پھوڑین تو اوسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھہ پھوٹا غلام آنکھہ پھوڑنے والیکو دیدے اور اوس سے پوری قیمت لے یا چاہے اوسکو اپنے پاس رکھے

اور اوس سے نقصان ہوئے اور صاحبین نے کہا مالک کو نقصان لیا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا کہ جو کچھ بہونڈ ہونے سے غلام کی قیمت کا نقصان ہوا
اور غلام کا اندھا ہو کر اپنے پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من القیمة ومن الارش لعدم تقدیم قیمتهما
مقامهما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت
کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلیے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہے اونکے جسم مناسب ہے تھا کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور
ام ولد قاتل ہے نہ مقتول فان دفع القیمة بقضاء فجنی المدبر او ام الولد جنایة اخری شارک الثانی الاول اذ لیس
فی جنایاته کلها الا قیمة واحدة ولا شیء علی المولی لانه مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر
یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر کی تمام جنایات میں سوا ایک قیمت
اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی بحکم قاضی ولو دفع القیمة الی ولی الاول بغیر قضاء
اتبع السید بحصته من القیمة ورجع بها علی الاول لانه قبضه بغیر حق لان المولی لا یجب علیه الا قیمة واحدة اور اگر مالک
نے پہلے جنایت کے وارث کو قیمت دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث چاہے مالک کا قیمت لینے کیواسطے بقدر اپنے حصہ کے اور مالک
اوس حصہ کے لیے مقتول اول کے وارث سے لیگا اسواسطے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا ہے اسواسطے کہ مالک پر تو سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں
او اتبع ولی الجنایة الاولی یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنی نصف قیمت اوس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اوسنے اوسکا حق ناحق
لیا وقالا لا شیء علی المولی اور صاحبین نے کہا قیمت بلا قضا دینے میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات
لم تلزمه الا قیمة واحدة علم بالجنایة قبل العتق او لا لان حق الولی لم یتعلق بالعبد فلم یکن متوفیا بالاعتاق
اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اوس سے جنایات متعدد صادر ہوئے تو مولے پر سوا ایک قیمت کے کچھ لازم نہوگا خواہ مالک کو قبل
عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہیں تو مالک آزاد کرنے سے اوسکے حق کا ضائع کرنے والا
نہوا وام الولد کالمدبر فیما مر اور ام ولد مدبر کی مانند ہے حکم مذکور میں یعنی مسئلہ اعتاق میں واقر المدبر او ام الولد بجنایة توجب
المال لم یجز اقراره لانه اقرار علی المولی بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانه یصح اقراره علی نفسه فیقتل به اور اگر
مدبر یا ام ولد نے اوس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اوسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اقرار ہے مولے کے ضرر پر بر خلاف اوسکے کہ
اوسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب سے مارا جاویگا ولو جنی المدبر خطأ فمات لم تسقط
قیمته عن مولاه اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا کے پھر وہ مرگیا تو اوسکی قیمت اوسکے مالک سے ساقط نہوگی ولو قتل المدبر مولاه
خطأ سعی فی قیمته اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنی محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت اوس
کے وارث کو دے ولو عمدا قتله الوارث او استسعاه فی قیمته ثم قتله اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمداً قتل کیا تو وارث اوسکو قتل کر ڈالے
یا وارث چاہے اوس سے محنت مزدوری کراوے اور اوسکی قیمت حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت کے بعد اوسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل

فی غصب القن وغیره یہ فصل ہے مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبده
فغصبه رجل ومات منه ضمن الغاصب قیمته اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا اسکو کسی نے غصب کیا اور زخم
نے سرایت کی سو وہ اوسی زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دیگا ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع ملکه وهو فی ید غاصب ضمن
ای الغاصب لصیرورته متلفا فیصیر مستردا اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اوسی زخم
سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے بسبب ہو جانے مالک کے تلف کرنیوالا تو مالک پھیر لینے والا ٹھہر جاویگا غصب عبدا

مجحورٌ مثله فمات فی یدہٖ ضمن لانّ المحجور مؤاخذٌ بافعالهٖ لا باقوالهٖ الّا بعد عتقه غلام غیر نے دوسرے غلام غیر کو دغصب کیا
سو وہ اوسکے قبضہ مین مرگیا تو وہ تاوان دیگا اوسکی قیمت کا اسواسطے کہ غیر ماذون اپنے افعال مین ماخوذ ہے اپنے اقوال مین مگر آزاد ہونیکے بعد اقوال مین بھی ماخوذ
ہوگا مُدبّرٌ جنی عند غاصبه فردّه ثم جنی عند سیدهٖ اخری ضمن السیّد قیمته لهما نصفان مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے
اوسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اوسکی قیمت کا تاوان دیگا دونون مقتولون کے وارثونکو نصفا نصف یعنی نصف قیمت مقتول اول کے
وارث کو دیگا اور نصف باقی دوسرے کے وارث کو ورجع المولی بنصف قیمته علی الغاصب ودفعه ای دفع المولی نصف قیمته الی ولی الجنایة
الاولی لانّ حقه لم یجب الّا والمزاحم قائمٌ اور مالک مدبر کی نصف قیمت بھرے گا غاصب سے اور مولی وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دیگا اسلئے کہ
اوسکا حق واجب نہوا تھا مگر اس حالمین کہ مزاحم موجود تھا علم طحطاوی نے کہا حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق
تمام قیمت میں تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم اور منازع اوسکا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا
بدلا مالک کے ہاتھ مین آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اوسکو لیگا تاکہ اوسکا حق پورا ہو جاے انتہی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارتین خلل ہے شارح کو یون کہنا
مناسب تہا لانّ حقه وجب حین لا مزاحم یعنی مقتول اول کے وارث کا حق اوسوقت واجب ہوا تہا جبکہ اوسکا کوئی مزاحم نہ تہا ثم رجع المولی به علی الغاصب
لانه اُخذ منه بسببٍ کان عند الغاصب پھر دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے بھرے اسواسطے کہ مولے سے جو لیا گیا اوس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے
پاس ہوا وبعکسه بان جنی عند مولاه ثم عند غاصبه لا یرجع المولی علی الغاصب به ثانیا لانّ الجنایة الاولی کانت فی ید المالک اور
مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنے مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت پھر لیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت
اوسکے مالک کے پاس واقع ہوئی تھی نہ غاصب کے پاس والقنّ فی الفصلین کالمدبّر غیر انّ المولی یدفع العبد نفسه ھُنا وقیمته ای فی المدبّر القیمة
کما مرّ اور غلام خالص دونون صورتین یعنی خواہ غاصب کے پاس جنایت واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کی مانند ہے سوا اسبات کے کہ مالک یہان خود غلام کو دیگا اور
وہان یعنی جنایت مدبر مین قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا مُدبّرٌ جنی عند غاصبه فردّه فغصب ثانیا فجنی عنده کان علی سیّده قیمته لهما ورجع
بقیمته علی الغاصب لکونهما عنده ودفع المولی نصفها ای القیمة الماخوذة ثانیا الی ولی الجنایة الاولی ورجع المولی بذلک
النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اوسنے مالک کو پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اوسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو
اوسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونون مقتولون کے واسطے واجب ہوگی اور مالک قیمت بھرے غاصب سے اسلئے کہ دونون جنایتین غاصب کے پاس واقع ہوئین اور سوئے نصف قیمت
ماخوذ وجنایت اول کے وارث کو دوسری بار دیگا اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دیگا غاصب سے بھرلیگا وامّ الولد فی کلّها کالمدبّر اور ام ولد ان سب صورتون میں مدبر
کی مانند ہے غصب رجلٌ صبیًا حرًّا لا یعبّر عن نفسه فالمراد بغصبه الذهاب به بلا اذن ولیّه فمات ھذا الحرّ فی یدہٖ فجاءةً او بحُمّی
لم یضمن ایکمر دنے دو صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہین کرسکتا غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ مین مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہین
غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اوسکو ولی کے ھم یعنی غصب کے معنی مجازی یہان مراد ہین اسیلئے کہ آزاد مین غصب ثابت نہین ہوتا ضمان اسواسطے ثابت
نہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام مین ممکن ہے مختلف باختلاف اماکن نہین ہے وان مات بصاعقة او نهش حیّة فدیته علی عاقلة الغاصب
استحسانًا للتسبّب بنقله لمکان الصواعق او الحیّات حتی لو نقله لموضع یغلب فیه الحمّی والامراض ضمن فتجب فیه الدیة علی العاقلة لکونه
قاتلًا تسبّبًا ھدایه وغیرھا اور اگر صغیر مذکور مرگیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ کے کاٹنے سے تو اوسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب سبب ہے
بجلیون یا سانپون کے مکان کیطرف نقل کرنیکا تو اگر غاصب صغیر کو ایسی جگہ نقل کرے جہان اکثر تپ اور امراض لاحق رہتی ہین تو ضمان لازم ہوگا تو اوسمین بھی عاقلہ
پر دیت واجب ہوگی قتل کے سبب کا موجب ہونے سے کذا فی الهدایہ وغیرہا قلت بقی لو نقل الحرّ الکبیر لهذه الاماکن تعدیًا ان مقیدًا ولم یمکنه التحرّز
عنه ضمن وان لم یمنعه من حفظ نفسه لا لانه بتقصیره کالصغیر کبیر مقید مین کہتا ہون باقی رہگئی ایکصورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی

شخص اس مکان سے کھینچ لیگیا یا زبردستی اگر غصب کر کے اسطرح لیگیا کہ اوسکو سنبھالنے سے ممکن نہیں تو ناقل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اوسکو اپنی ذات کی حفاظت سے روک سکتا تو ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کی مانند مقید بقید مذکور ہے کذا فی النہایۃ ولو غصب صبیا فغاب من یدہ حبس الغاصب حتی یجیء بہ او یعلم موتہ عاینا کما لو خدع امرأۃ رجل حتی وقعت الفرقۃ بینہما فانہ یحبس حتی یردہا او تموت کذا فی الخلاصۃ۔ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا اوسکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہانتک کہ اوسکو لے آوے یا اوسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخانیہ چنانچہ اگر ایکمرد کی عورت کو فریب سے لیگیا یہانتک کہ زوجین میں جدائی پڑگئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہیں کہ زوجہ کہاں ہے تو وہ شخص محبوس رہیگا یہانتک کہ اوسکو پھیر لادے یا عورت مرجاوے یعنی اوسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخلاصۃ امر ختانا لیختن صبیا ففعل الختان ذلک فقطع حشفتہ ومات الصبی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر وفی معایاۃ الوہبانیۃ ومن ذا الذی ان مات مجنیہ فما علیہ اذا ما مات بالموت یشطر ف ختنہ کرنیوالیکو حکم کیا کہ صغیر کا ختنہ کرے سو اوسنے ختنہ کیا تو اوسکی سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مرگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنیوالیکی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر نہ مرا تو اوسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب سابق میں مذکور ہوچکا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہ مسئلہ یوں مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے کہ اگر اوسکا مجنی مرے تو اوسپر جو واجب ہے جبکہ مرے نصف اوسکا ہو موت سے یعنی اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہوا اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے حمل صبیا علی دابۃ وقال امسکہا لی فسقط الصبی ومات کان علی عاقلۃ من حملہ دیتہ ای دیۃ صبی کان الصبی ممن یرکب مثلہ اولا یرکب وتمامہ فی الخانیہ اھ اور اگر شخص کی جسنے صغیر کو جانور پر چڑہایا اور کہا جانور کو تھامے رکھ میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اسطرح جانور کو اوسکا تھامے رہو وہ مرگیا تو چڑہانیوالیکی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ میں ہے صبی اودع عبدا فقتلہ ای قتل الصبی العبد المودع ضمن عاقلۃ الصبی قیمتہ اھ اور صغیر کی جسکے پاس غلام ودیعت رکھا گیا سو اوسنے اوسکو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دیگا وان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس ماذونا لہ فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے پاس کھانا ودیعت رکھا گیا بدون اوسکے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہیں ہے سو صغیر نے کھانا کھا لیا تو اوسپر ضمان نہیں ہے اسواسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر مسلط کردیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا لو اودع عبدا محجورا مالا فاستہلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال اور اسیطرح اگر غلام محجور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سو اوسنے اوسکو تلف کیا تو اوسکا تاوان دیگا آزاد ہونیکے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دیگا وکذا الخلاف لو اعیرا او اقرضا اور اسیطرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دیگئی یا قرض دیا گیا اھ یعنی صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے پھر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر ضمان نہیں بالغ ہونیکے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونیکے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان ماذونا ضمن بالاجماع اور اگر عاریت یا قرض دینے والا ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا کما لو استہلک الصبی مال الغیر لا ودیعۃ ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو اوسکا ضمان بالاتفاق اوسپر ہوگا فی الحال قلت وھذا کلہ لو الصبی عاقلا والا فلا یضمن بالاجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرنبلالیۃ عن الشلبی ومسکین علی خلاف ما فی الملتقی والہدایۃ والزیلعی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور یہ تمام مذکورہ صورتیں ہیں جبکہ صغیر عاقل اور فہمیدہ ہو اور اگر عاقل نہو تو اوسپر ضمان لازم نہیں ہے بالاتفاق اور اوسکی پوری تفصیل عنایہ اور شرنبلالیہ میں ہے شلبی اور مسکین سے منقول برخلاف ملتقی اور ہدایہ اور زیلعی کے تو اسکو یاد کرنا چاہئے م تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کیواسطے شرط عقل صغیر اور عدم اوسکا مذہب ہی دو طریقے ہیں

باب القسامۃ

یہ باب ہے قسامہ کے مسائل میں قسامہ بالفتح میں اختلاف ہے اہل لغت کا بعضوں نے کہا ہے اسم قسم کا اور بعضوں نے کہا اسم مصدر کا کذا فی الطحطاوی ھی لغۃ بمعنی القسم وھو الیمین مطلقا

باب القسامۃ

قسامہ لغتہ عرب میں بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمین اور حلف ہے مطلقاً یعنی خواہ ایک آدمی قسم کھاوے یا زیادہ ۔ وشرعًا الیمین باسم اللہ تعالی بسبب مخصوص و
عدد مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص سیاتی بیانہ اور قسامہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالی کے نام کی سبب مخصوص اور عدد مخصوص
کی جہت سے مخصوص شخص پر بنا بر وجہ مخصوص کے اور بیان اسکا عنقریب آتا ہے م قسامہ عبارت ان قسموں سے ہے جو پچاس آدمیوں سے لیجاویں اور قسامہ کا سبب وجود مقتول کا پایا
جانا ہے محلہ یا دار یا متصل قریہ کے جسکا قاتل معلوم نہیں ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ آزاد ہو تو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہیں اور یہ بھی
شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہو اور رکن اوسکا یہہ ہے کہ یون کہے کہ واللہ میں نے اوسکو نہیں قتل کیا اور نہ میں اوسکے قاتل کو جانتا ہون اور حکم قسامہ کا یہہ ہے کہ
دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور مشروع ہونا قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطحطاوی مختصرًا عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ قسامہ
کی خوبی اور اوسکی مشروعیت میں حکمت یہہ ہے کہ خون ریزی کو لوگ خفیف امر نہ سمجھیں اور مفت ضائع ہونے سے خون کے بچیں اور جسپر قتل کی تہمت لگی ہے وہ قسامہ سے ڈرتا ہی

یا وسے میت حر ولو ذمیا او مجنونا ش بالغا بلا بینۃ بہ جرح او اثر ضرب او خنق او خروج دم من اذنہ او عینہ وجد فی محلۃ او
وجد بدنہ او اکثرہ من ای جانب کان او نصفہ مع راسہ ترجمہ آزاد مرد جسمین زخم ہو یا مارنے یا گلا دبانے کا نشان ہو یا خون کا بہنا ہو اوسکے
کان یا آنکہ سے وہ ایک محلہ میں پایا گیا یا اوسکا بدن یا اکثر بدن کسیطرف سے یعنی سر کیطرف سے یا پانون کیجانب سے پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتھ ملا اگرچہ میت مذکور
ذمی یا مجنون ہو کذا فی الشرنبلالیہ م اگر غلام خالص غیر ملک مولی میں مقتول پایا جاوے تو اوسمیں قسامہ ثابت ہے اور قیمت اوسکی واجب ہے تین سال میں چنانچہ شرنبلالیہ
میں ہے تو اگر شارح مر آزاد کی دیت میں لگاتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی والنص وان ورد فی البدن لکن للاکثر حکم الکل حتی لو وجد اقل
من نصفہ ولو مع راسہ لا لئلا یؤدی الی تکرار القسامۃ فی قتیل واحد وھو غیر مشروع اور نص اگرچہ بدن میں وارد ہے لیکن اکثر بدن بمنزلہ
تمام بدن کے ہے تو اگر نصف بدن سے کمتر پایا جاوے اگرچہ نصف اقل کے ساتھ سر بھی ہو تو قسامہ ثابت نہوگا تاکہ دوبار قسامہ لازم نہو ایک مقتول میں اور تکرار قسامہ
شرع میں ثابت نہیں یعنی اگر کمتر از نصف بدن میں قسامہ ہوتا تو ایک شخص میں دو بار قسم کھانے کی نوبت پہنچتی ایکبار اکثر بدن کے ملنے سے اور دوسری بار اقل بدن کے
ملنے سے اور یہہ شرع میں درست نہیں ولو یعلم قاتلہ اذ لو علم کان ھو الخصم وسقط القسامۃ اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہو کیونکہ اگر قاتل معلوم
ہوگا تو وہ صاحب خصومت ہوگا اور قسامہ ساقط ہو جاویگا و ادعی ولیہ القتل علی اھلھا ای المحلۃ کلھم او ادعی علی بعضہم حلف خمسون
رجلا منھم اور وارث میت کا وارث قتل کا دعوی کرے تمام محلے والوں پر یا دعوی کرے بعضوں پر تو ان شرطوں سے اونمیں سے ۵۰ مرد قسم کھاوین یتخیرھم
الولی باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا بان یحلف کل منھم باللہ ما قتلت ولا علمت لہ قاتلا قسم لیوے اہل محلہ میں سے
۵۰ مرد کو وارث مقتول کا اختیار کرے کہ خدا کی قسم ہمنے اوسکو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اوسکے قاتل کو جانتے ہیں اسطرح کہ ہر ہر اونمیں سے قسم کھاوے کہ واللہ میں نے
اوسکو قتل نہیں کیا اور نہ میں اوسکے قاتل کو جانتا ہون م ہر شخص بصیغہ واحد قسم کھاوے نہ بصیغہ جمع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اوسکو قتل کیا ہو تو وہ
جمع میں وہ سچا ٹھہریگا یعنی سب لوگوں نے اوسکو نہیں مارا بلکہ ایک نے مارا اور اگر سب نے مارا ہوگا تو بھی بصیغہ واحد ہر شخص قاتل ٹھہریگا لا یحلف الولی وقال
الشافعی ان کان ثمہ لوث استحلف الاولیاء خمسین یمینا ان اھل المحلۃ قتلوہ ثم یقضی بالدیۃ علی المدعی علیہ وقضی مالک بالقود
لو الدعوی بالعمد نہ قسم کھاوے وارث اور امام شافعی نے کہا کہ اگر وہاں لوث ہو یعنی لگاؤ اور شبہہ ہو تو وارثوں سے پچاس بار قسم لیجاوے کہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہے
پھر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو م لوث یہہ کہ قتل کی علامت ایک شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال مدعی کی
صداقت کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکھتے ہوں یا ایک شاہد عادل یا چند شہود غیر عدول گواہی دیتے ہوں کہ محلہ والوں نے اوسکو قتل کیا ہے
اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا کہ یہہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری بچاو کی کیا صورت ہے
سو یہودیوں نے لکھا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل میں واقع ہوا تھا سو خدا نے موسے علیہ السلام پر کچھ حکم اتارا تھا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اوس حکم کو دریافت کرو تو
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو لکھا کہ خدا نے مجھکو بتایا کہ تم میں سے ۵۰ مرد کو اختیار کرون سو وہ خدا کی قسم کھاویں کہ ہمنے اوسکو قتل نہیں کیا ہے اور

نہ ہم اوسکے قاتل کو جانتے ہیں پھر تم اوسکا خونبہا ادا کرو تو یہود نے یوں کہا کہ نہ ہم لوگوں نے مارا اوس پر یعنی وحی رسالت پناہ کا حکم کیا کذا فی الدرر عن الزیلعی یعنی ہدایہ
شرح ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے تو مدعی کی گزشتہ حدیث علی المدعی والیمین علی من انکر علی علیہ اگر یہ حدیث ضعیف ہے لیکن نصف حدیث صحاح ستہ میں بخاری
موجود ہے یعنی مسلم میں تو یوں ہے ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ
مدعا علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہو گئی انتہے ثم قضی علی اهلها بالدیة لا مطلقا بل ان وقعت
الدعوی بقتل عمد وان وقعت الدعوی بخطأ فعلی ای فیقضی بالدیة علی عواقلهم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرة والخانیة
ونقل ابن الکمال عن المبسوطات فی ظاهر الروایة القسامة علی اهل المحلة والدیة علی عواقلهم ای فی ثلث سنین وکذا قیمة
العبد تؤخذ فی ثلث سنین شرنبلالیة پھر اہل محلہ کی قسم کے بعد اونپر دیت کا حکم کیا جاوے لیکن نہ ہر طرح کے دعوی میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوی واقع ہوا ہو تو اونپر دیت کا
حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عواقل یعنی مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے
مبسوط سے نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور اونکے مددگاروں پر دیت ہے یعنی تین سال کے اندر اور ایسا ہی غلام مقتول کی قیمت تین سال میں لیجاویگی کذا
فی الشرنبلالیة وان لم یکمل العدد کرر الحلف علیهم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ میں بقدر عدد کا شمار پورا نہ ہو تو مکرر قسم لیجاوے تاکہ پچاس
قسمیں پوری ہو جاویں وان تم العدد واراد الولی تکرار ذلک لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نلیجاویگی
ومن نکل منهم حبس حتی یحلف علی الوجه المذکور فهذا فی دعوی القتل العمد اما فی الخطأ فیقضی بالدیة علی عاقلتهم ولا یحبسون
ابن کمال معزیا للخانیة اور جو شخص اونمیں سے قسم نکھاوے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ قسم کھاوے اوسطرح جو یہاں ذکر ہو چکی ہے یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی میں اور قتل
خطا میں تو اونکے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے ولو ادعی علی نفسه او عبده قبل قوله و
لو علی غیرهم فصدقه الولی سقط التحلیف عن اهل المحلة اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر
شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اوسکی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہوگیا ولا قسامة علی صبی ومجنون وامرأة وعبد اور قسامہ
نہیں صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر ہے اسواسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگار پر
لا قسامة ولا دیة فی میت لا اثر به لانه لیس بقتیل لان القتیل عرفا هو فائت الحیوة بسبب مباشرة الحی وانه مات حتف
انفه والغرامة تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اوس میت میں جسمیں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں اسلئے کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے
جسکی زندگی فوت ہو گئی ہو زندہ کے کرنے سے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے بندہ مکلف کے فعل کا او یسیل الدم من فیه او انفه
او دبره او ذکره لان الدم یخرج منها عادة بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک یا مقعد یا ذکر سے تو
قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانوں سے عادت میں بدون فعل انسان کے برخلاف کان اور آنکھ کے او نصفه منه ای ولا دیة
فی نصف میت شق طولا او اقل منه ای من نصفه ولو معه الراس لما مر یا اوسکی نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اوس نصف بدن میں جو
طول میں پھاڑا گیا یا نصف سے کمتر میں بھی قسامہ نہیں اگرچہ اوس کے ساتھ سر بھی ہو بدلیل گزشتہ ہم یعنی ذکر ہو چکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں او حیة
فی رقبته ای المیت حیة ملتویة لان الظاهر انه مات بها بزازیة یا میت کے گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہو تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر
حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مرگیا ہے کذا فی البزازیة وما تم خلقه ککبیر وجنین سقط تام الخلقة به اثر الضرب وجبت القسامة والدیة
وفی الظهیریة ما یخالفه اور جسکی پیدائش پوری ہو چکی وہ بڑے آدمی کی برابر ہے یعنی تندرست بچہ پیٹ سے گرا یا گیا جسمیں ضرب کی نشانی موجود ہے تو
قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ میں اوسکے مخالف ہے یعنی اوسمیں قسامہ اور دیت نہیں فان ادعی الولی علی واحد من غیرهم کان ابراء منه
لاهل المحلة وسقطت القسامة عنهم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اوسکی طرف سے ابراء ہے اہل محلہ کو اور

واسطے اور قسامہ اونکے اوپر سے ساقط ہوگیا وان ادعی الولی علی معین منھم لا تسقط وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والون مین
سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو اونسے قسامہ ساقط نہین ہوتا اور قول ضعیف مین ساقط ہوجاتا ہی ھ قول اول ظاہر الروایۃ ہی اور قول ثانی ابو یوسف سے
مروی ہی کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ معہا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اھل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار
کانہ فی دارہ ایک مقتول سے اوس جانور پر جسکے ساتھہ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اوسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگارون پر ہے
نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اوسکے قبضہ اور تصرف مین ہی تو گویا اوسکے گھر مین ہی ولو اجتمع فیہا سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیہم
جمیعا وان لم تکن ملکا لھم عملا بیدھم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لا یجب علی السائق الا اذا
کان یسوقہا مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور مین سائق اور قائد اور راکب تینون مجتمع ہون تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ جانور انکا مملوک
نہو بنا بر اونکے قبض وتصرف کے اور بعضون نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضون نے کہا کہ ہانکنے
والے پر واجب نہین مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہی جوہرہ مین وان لم تکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اھل المحلۃ
التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے ساتھہ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ اون محلے والون پر ہے جسکے محلہ مین مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت
دابۃ علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان
یذرع فوجد الی احدہما اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا
جسپر مقتول ہے دو گانون یا دو قوم کے درمیان تو جو اونمین نزدیکتر ہوگا اوسپر قسامہ اور دیت ہی اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت
ہی کہ حضرت نے اوس مقتول مین جو دو گانون کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونونکی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گانونکی طرف بالشت بھر نزدیک تھا
تو اونہین لوگونپر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونو گانون برابر ہون بلا کم وکاست تو دونونپر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہین ہے کذا فی القہستانی
ھ قرب کا اعتبار اوسوقت ہی جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہی تو مکان کا اعتبار ہی چنانچہ بزازیہ مین یون مصرح ہی کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گانونکی زمین مین
لیکن وہ متصل ہے دوسری گانون کے گھرون سے تو اگر زمین ملک ہی تو مالک پر قسامہ ہی اور نہین تو نزدیکتر پر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا اون اعتبار
ہے جہان زمین کسیکی مملوک نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط سماع الصوت منھم ھکذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ وعبارۃ
البرجندی عن الکافی یسمعون صوتہ لانہ حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون الی التقصیر فی النصرۃ نزدیکتر اہل قریہ پر قسامہ اور
دیت ہی بشرطیکہ اونکی آواز سنی پڑتی ہو اسیطرح کی عبارت ہی زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یون ہی بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سنی پڑتی ہو اور برجندی
کی عبارت کافی سے یون منقول ہی کہ اہل قریہ اسکی آواز سنتے ہون اسواسطے کہ سماعت آواز کی وقت فریادرسی لاحق ہوسکتی ہی تو اہل قریہ مددگاری مین منسوب بہ
تقصیر ہونگے ھ طحطاوی نے کہا کہ دونون عبارتون کا مآل ایک ہی جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پونہچتی ہوگی تو غالبا مقتول کی آواز بھی گانو تک
تک پونہچیگی والا بان کان فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا
اور نہین تو نہین یعنی اگر مقتول ایسے مکان مین کہ اوسکی آواز نہ پہنچتی ہو تو اہل قریہ کو اوسکی مددگاری لازم نہین تو وہ منسوب بتقصیر نہونگے تو وہ تقدیرا
قاتل بھی نہ ٹھہرائے جاوینگے ھ یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اسوجہہ سے ہی کہ جب مقتول کی اونہون نے مدد نکی تو گویا وہی اوسکے قاتل ٹھہرے لہذا دیت
لازم ہوتی پہر جب وہ ایسی بعید مکان مین مقتول ہوا کہ اوسکی آواز کانون تک نہین پونہچ سکتی تو وجہ عدم نصرت مین متحقق نہین تو اونکی تقصیر ثابت نہوئی
تو خونبہا بھی اونپر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی الملاک والدیۃ علی
عاقلتہم وکذا لو کان موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا للولوالجیۃ والبزازیۃ
قلت وسیجیء التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا مالک لہ ولا ید

لائد مراد یہ ہے کہ اوس مکان کے عمال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامت واجب ہوگا اوسکے مالکو نپر اور دیت واجب ہوگی انکے
مددگارونپر اور اسیطرح اگر وہ مکان معین لوگونپر وقف ہوگا تو مستحقین پر قسامت ہے اور دیت اونکے مددگارون پر ہے بسبب کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا
اونکو حاصل ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں ولوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب اسکی تصریح آوے گی جس میں درر وغیرہ کی پیروی سے تو
اسوقت میں قرب مکان کا کچھ اعتبار نہیں مگر جبکہ مقتول اوس مکان مباح میں پایا جاوے جسمیں کسیکی ملک ہو نہ تصرف اور تحریر ہم محیط سرخسی میں
کہ جب مقتول بیابان میں تو اگر وہ کسیکا مملوک ہو تو قسامت اور دیت مالک اور اوسکی قوم پر ہے اور اگر کسیکی ملک نہیں تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی کسی
شہر سے تو قسامت ہے اور اگر دور ہو کہ شہر تک نہ پہنچتی ہو تو اگر اوس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گھاس سے تو دیت اوسکی بیت المال سے دیجاوے
اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا تو اوسکا خون رائگان ہے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر بیابان میں مقتول پایا جاوے اور اوسکے قرب میں آدمی
کذا فی المحیط وہی فی العالمگیریہ والا تعلق ذی الید الشہید الیس اور اگر مکان مملوک یا وقف ہو تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے
والمراد بالید الولایۃ والید الخصوص ولو لجماعۃ مخصوصین فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد بدایع اور ولایت اور قبض پر
جو اوپر ذکر ہوئی ہین ولایت اور قبض خاص مراد ہو اگرچہ قبض جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اوس مکان کے مقتول کا نہ کسی پر قسامت ہے
نہ دیت کذا فی البدایع لکن سیجی وجوبھا فی بیت المال فتامل لیکن وجوب دیت کا بیت المال میں عنقریب آویگا سو تامل کرو ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر
بدایع کے نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجئے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہیں والمراد بالید ایضا الید المحققۃ واما الاراضی التی لہا مالک
اخذہا والی ظلما فینبغی ان یکون القتیل فیہا ھدرا لانہ لیس علی الغاصب دیۃ قہستانی عن الکرمانی فلیحرر اور یہ بھی شرط
کہ قبض اور تصرف سے مقدار کا تصرف مراد ہے اور جن زمینون کے مالک ہین پر حاکم نے زبردستی اونکو چھین لیا ہو تو لائق قواعد فقہ کے یہ ہوگا کہ اوسکے
اندر مقتول کا خون رائگان ہو اسلئے کہ غاصب پر دیت نہیں ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہئیے مذہب کی روایت سے
وان مباحا لکنہ فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ فی بیت المال لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت یجب علیہ العون
کذا فی الولوالجیہ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمانون کے قبضے میں ہو تو دیت واجب ہے بیت المال میں اوس وجہ سے جو ہمنے یہہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح پر ہو کہ
وہان سے آواز سنی جاتی ہو تو فریادرسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیہ ہم محیط سرخسی سے نقل ہو چکی ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ جگہ ہے اور اسکی وجہ
نہین ہوتی تو شارح کی یہ تعلیل بے وجہ ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض ای من
اہل القریۃ فہی علیہ علی رب الارض لا علی اہلہا ای القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ انتہی قلت وہذا صریح فی ان القرب
انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہ لاربابہ وسیجی مثلہ فتنبہ اور ولوالجیہ میں ہے اور اگر مقتول پایا جاوے
کسی مرد کی اوس زمین میں جو ایک گانون کی بستی سے متصل ہے اور مالک زمین اوس گانون کا رہنے والا نہیں ہو تو دیت اوسکی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ
اعتبار ملک اور تصرف کا ہوا انتہی الولوالجیہ میں کہتا ہون تو یہہ روایت صریح ہے اسمین کہ قرب مکان اوسوقت میں معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاوے زمین مباح
مین جو مملوک اور موقوف نہ ہو اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اوسکے لوگونپر ہے اور عنقریب یہہ مسئلہ میں آویگا تو آگاہ رہنا وان وجد فی دار انسان
فعلیہ القسامۃ ولو ماتکہ مختصا دخولا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر مین تو اوسپر قسامت ہے اور
اگر اوسکے مددگار موجود ہین تو وہ بھی قسامہ مین داخل ہونگے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی والدیۃ علی عاقلتہ ان ثبت انہا لہ بالحجۃ کما
سیجی وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اوس آدمی کے مددگارون پر ہے اگر ثابت ہو جائے کہ وہ گھر اوسکا ہے اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر
اوسکے مددگار نہین ہیں تو اوسی آدمی پر دیت واجب ہے ہم حجت سے مراد گواہ مین اور مددگار رکھتا ہو اور وہی للدیۃ والقسامۃ علی اہل الخطۃ الذین
خط لہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور یہی دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط کھینچ کر ملکیت کا ابتدا

نع اسلام مین اگرچہ اوسمین سوا ایک ہی شخص باقی رہا ہو ہم خطہ بالکسر عمارت ہے مکان محیط سے اہل خطہ سے مراد مالک قدیم کے لوگ ہین جو مالک ہوئی زمین کے جب کہ
امام نے شہر فتح کیا اور اوسکو غازیون مین بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھدیا تاکہ اونکے حصے جدے جدے ہو جاوین کذا فی العینی دون السکان و
المشترین وقال ابو یوسف کلھم مشترکون ۔ وانکے رہنے والے اور خریدار دونہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور
قسامہ مین شریک ہین فان باع کلھم فعلی المشترین بالاجماع پہر اگر وہان کے سب لوگون نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریدارون پر واجب
ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعض اکثر فھی علی عدد الرؤس کالشفعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اوس گہر مین
جو مشترک ہی درمیان ایک قوم کے بعضونکا حصہ زیادہ ہی تو قسامہ اور دیت اونہونکی شمار پر ہے شفعہ کی مانند ہم مثلا ایک شخص کا حصہ آدہا ہی اور دوسریکا
دسوان اور تیسریکا باقی تو قسامہ اور دیت اونکی عاقلہ پر تین تہائی برابر ہے اسواسطے کہ قلیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر مین برابر ہین کذا فی اللطحطاوی
وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیھا قتیل فعلی عاقلۃ البائع اور اگر گہر بیع ہوگیا اور ہنوز مشتری کے قبضہ مین نہین آیا کہ اوسمین مقتول
پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہے وفی البیع بخیار علی عاقلۃ ذی الید خلافا لھما اور بیع بشرط خیار مین صاحب قبض کی عاقلہ
پر دیت اور قسامہ ہی برخلاف صاحبین کے ہم خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونونکا ولا تعقل عاقلۃ حتی یشھد الشھود انھا لذی الید
التی فیھا قتیل لذی الید ولو ھو القتیل کما سیجیء اور عاقلہ یعنی مددگار ونپر دیت دینا لازم نہوگا جبتک شاہد گواہی ندین اسکی کہ جس گہر مین مقتول ہی
وہ قابض اور متصرف شخص کا ہی اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنی اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اوسکی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی جبکہ
گواہون سے ذی الید کی ملک ثابت ہوگی ولا یکفی مجرد الید حتی لو کان بیدلو ید تاقلتہ ولا تفسیر لدا اور عاقلہ پر وجوب دیت کیواسطے فقط قبضہ
اور تصرف بدون شہادت کے کفایت نکریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت ندیگا اور نہ قابض
مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر معللا بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ بشیء صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہی
یہہ علت بیان کرکے کہ کچہہ دیت کا واجب کرنا وارثون پر وارثون کیواسطے ممکن نہین ہم مقتول کا گہر ظہور قتل کیوقت مین وارثونکا ملک ہوگیا اور وارثون
کے مددگار اوسکے متحمل ہوتے ہین جو وارثون پر واجب ہوتا ہی تا وارثون پر تخفیف ہو تو اگر مددگارون پر دیت واجب ہوا اور وارثون کی ملی تو گویا وارثون کا
ضرر ہوا وارثون کے نفع کیواسطے اور یہہ ممکن نہین صاحب درر نے یہہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہی اور امام کا یہہ مذہب ہے کہ وارثونکی عاقلہ پر
دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کے طرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہہ مسئلہ متن اور شرح مین آیندہ بہی مذکور ہوگا قلت الورثۃ یثبتونہا فلا یجاب
علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل یہہ معلوم کرنا چاہیئے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہین تو ایجاب دیت کا وارثون پر ہوتا ہی میت کے نفع کیواسطے
نہ وارثون کے نفع کیواسطے چنانچہ بعضون نے یہہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب مین قلت وقد یقال لما کان ھو لا یدی لنفسہ فغیرہ بالاولی
لقوۃ الشبہۃ فتامل مین کہتا ہون جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہین دیتا ہے تو صاحب خانہ کے سوا اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہوگی
عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کر وان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ تدور علی من فیھا من الرکاب والملاحین
اتفاقا لانہ فی ایدیھم کالدابۃ اور اگر مقتول پایا گیا ناؤ مین تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگون پر ہے جو ناؤ کے اندر سوار ہین اور ملاحون پر بالاتفاق
اسواسطے کہ کشتی اونکے قبضہ مین جانور کی مانند ہی ہم وجوب دیت مین مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے کہینچنے والے سب برابر ہین وکذا العجلۃ
حکمھا کالفلک اور اسیطرح گاڑی کا حکم کشتی کی مانند ہی یعنی اوسکی مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سوارون پر ہے وفی مسجد محلۃ و
شارعھا الخاص باھلھا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ منلا خسرو واقرہ المصنف علی اھلھا اور اگر
مقتول پایا گیا محلہ کی مسجد مین اور محلہ کے کوچہ مین تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جسمین فقط اہل محلہ آتے جاتے
ہون چنانچہ ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہی اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر مین مذکور کی ہی اور مصنف نے اسیکو اپنی شرح مین ثابت رکہا ہی

قسم ملا خسرو کا بیان ابن کمال کے موافق ہے جیسا کہ شارح سمجھا ہی اسواسطے کہ ملا خسرو نے شارع یعنی راہ کی دو قسمیں بیان کی اسطرح کہ راہ دو قسم ہو
ایک تو شارع محلہ ہے جسمین اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہوں اور کبھی اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہیں اور دوسرا شارع عام جسمین سب
طوائف برابر ہوں جیسے بازاروں کی راہیں اور خارج شہر کی راہیں انتہی تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہیں قرار دیا ہی اور ابن کمال کی اتنہ طحطاوی نے
کہا تو تحقیق یہ ہے کہ متن میں شارع محلہ کہنا احتراز ہے شارع عام سے یعنی شارع محلہ میں اہل محلہ پر دیت ہی اور شارع عام میں بیت المال پر
دیت ہی مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جسمین مسافر نماز پڑھتے ہوں تو وہاں قسامہ اور دیت مسجد کے بانیوالے پر ہے اور اگر بانی معلوم
نہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہے کذا فی الطحطاوی وسوق مملوك على الملاك وعند ابی یوسف علی السکان ملتقی اور اگر مقتول پایا
گیا مملوک بازار میں تو اوسکے مالکو پر قسامہ اور دیت ہو اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والوں پر واجب ہو کذا فی الملتقی وفی غیرہ لے
غير المملوك والشارع الاعظم هو النافذ والسجن والجامع وكل مكان يكون التصرف فيه لعامة المسلمين لا لواحد
منهم ولا لجماعة يحصون لا قسامة ولا دية على احد ابن كمال وانما الدية في بيت المال لان الغرم بالغنم اور اگر مقتول
پایا گیا بازار غیر مملوک میں اور شارع اعظم یعنی شاہراہ کے اور قید خانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اوس مکان میں جسمین تمام مسلمین کا تصرف برابر
ہو ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانوں میں قسامہ نہیں اور نہ کسی پر دیت ہو کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال
میں ہے اسواسطے کہ تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے یعنی چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور محبس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہیں تو تاوان بھی
اونپر ہوگا یعنی مقتول کی دیت دیجاویگی بیت المال سے جو سب مسلمانوں کیواسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنی خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال
ہے تو سب مسلمان اوسمیں شریک ہیں سو خدا کی لعنت اون ظالموں پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہیں اور اوسکے مستحقوں کو محروم رکھتے ہیں انتہی اقول تجب
الدية فيما ذكر على بيت المال ان كان نائيا اى بعيدا عن المحلات والا يكن نائيا بل قريبا منها فعلى اقرب المحلات اليه الدية
والقسامة لانه محفوظ بحفظ اهل المحلة فتكون القسامة والدية على اهل المحلة میں کہتا ہوں اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول
کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط مذکور یہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع جو عام ہیں وہ دور ہوں
محلوں سے اور اگر وہ دور نہوں بلکہ قریب ہوں اونسے تو جو وہاں سے قریب تر محلہ ہوگا اوسپر دیت اور قسامہ واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ
کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وكذا في السوق النائي اذا كان من يسكنها في الليالي اور اسیطرح حکم ہو
بازار بعید میں جبکہ لوگ اوسمیں رات کو رہتے ہوں یعنی دنکی سکونت کا اعتبار نہیں او كان لاحد فيها دار مملوكة تكون القسامة والدية
عليه لانه يلزمه صيانة ذلك الموضع فيوصف بالتقصير فيجب عليه موجب التقصير كما في العناية معزيا للنهاية قلت وبه
افتى المرحوم ابو السعود مفتى الروم واعتمده المصنف وان خلا عنه المتون لانه مصرح به في غالب الفتاوى والشروح ولهذا
یا کسیکا اوس بازار بعید میں گھر ہو مملوک تو قسامہ اور دیت اوسی شخص پر ہے اسواسطے کہ اوسکو حفاظت اوس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موصوف بتقصیر
ہوگا تو اوسپر تقصیر کا موجب یعنی قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ میں ہے نہایہ سے منقول میں کہتا ہوں اور اسیکا یعنی وجوب قسامہ اور دیت
کا اقرب محلات پر (کذا فی الطحطاوی عن المصنف) فتوی دیا ہی مرحوم ابو السعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہی اسی متن میں اگرچہ متون
اسکے وجوب اقرب محلات سے خالی ہیں اسواسطے کہ بیشتر یا متصل موجود ہی اکثر فتاوین اور شروحون میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وكذا لو وجد في
برية او وسط الفرات اذا كان يمر به الماء لا محتبسا كما سيجيء اذ لا يد لاحد ولو كان موضع انتفاع ماشية
دار الاسلام تجب الدية في بيت المال لانه في ايدى المسلمين ابن كمال اور اسیطرح خون رائگان ہی اگر مقتول پایا
جنگل میں اور دریای فرات کے درمیان بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہو اور روکا ہوا نہو جیسا کہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رائگان ہوا کہ

وان کسیکا ملک نہین اور قول تصنیف یہہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام مین ہو تو دیت اوسکی بیت المال مین واجب ہوگی اسلئے کہ دار الاسلام مسلمانون کے قبضہ مین ہے کذا ذکرہ ابن کمال ﴿م﴾ فرات کا ذکر تخصیص کیواسطے نہین ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ

وفی نھر صغیر ھو ما یستحق بہ الشفعۃ علی اھلہ لاختصاصھم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اوسکے مقتول مین اہل نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا اونکی مخصوصیت کیوجہ سے نہر کے ساتھ ﴿م﴾ استحقاق شفعہ اوس نہر صغیر مین ہوتا ہے جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو اور بیشمار نہ ہو جسکے لوگ متعین ہون کذا فی الطحطاوی ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کما مر وسیجی او کانت قریبۃ من القریۃ او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب علی المالک او ذی الید او علی اھل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی

اور اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آویگا یا جنگل قریب ہوگا گانون سے یا قریب ہو کسی کے خیمون سے یا کپڑے کی خیمون سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی الزیلعی ﴿م﴾ عبارت مین لف نشر مرتب واقع ہے ولایت مین اہل عرب شہری اکثر خانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل مین کبھی اس جنگل مین جیسے ہندوستان مین کنجر کی قوم ولو وجد قتیل بالشط او بالجزیرۃ او حربیۃ او ملقی علی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی واقرہ المصنف اذا کان یصل صوت اھل الارض والقری الیہ والا لا کما مر اور اگر مقتول نرک رہرو دریا کے کنارے پر پایا یا پل کے کنارے یا وہان بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب تر مکان ہوگا دیہات یا شہرون سے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت واجب ہو خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والونکی وہان آواز پہنچتی ہو اور اگر آواز وہانتک نہ پہنچتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب نہو گا چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اھل المحلۃ لان حفظھا علیھم الا ان یدعی الولی علی اولئک او یدعی علی بعض معین منھم فلم یکن علی اھل المحلۃ شیء ولا علی اولئک حتی یبرھن لان مجرد الدعوی لایثبت الحق وبریء اھل المحلۃ لان قولہ حجۃ علیہ - اور اگر ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑکر متفرق ہوگئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اونکے ذمہ ہے مگر یہہ کہ وارث مقتول کا اوس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا اونمین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھہ واجب نہوگا اور نہ اوس قوم پر تاوقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا ہے بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہوگئی اسواسطے کہ وارث مدعیکا قول اوسکی ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین ومستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من زعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہو اہل قسامہ سے اوسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہ یون قسم کہا ہے کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکی قاتل کو جانتا ہون سوای زید کے اور اوسکا قول مقبول نہوگا اوس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارح نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اھل المحلۃ بقتل غیرھم خلافا لھما او بقتل واحد منھم بعینہ للتھمۃ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق مین باطل ہے برخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل ہے تہمت کے سبب سے ﴿م﴾ یعنی ایک شخص محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ محلہ والون کے سوا اور قوم نے اوسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین شخص نے اوسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو یہہ گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھہ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہے اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹالکر غیر پر ڈالین تو وہ متہم ٹھہرے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سو وہان سے زندہ اوٹھایا گیا سو بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مرگیا تو دیت اور قسامہ اوسی قبیلہ پر ہے برخلاف ابو یوسف

ہے کہ قسامہ اور دیت نہیں ہے اور اگر ولو معہ جریح بہ رمق فحملہ انسان الی اھلہ فمکث مدۃ ثم مات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف وقیاس
قول ابی حنیفۃ یضمن ۔ اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جسکی زندگی کی رمق باقی ہے پھر اوسکو دوسرا شخص لیکے گھر اوٹھالایا سو وہان ایک دن یا کچھ
مر گیا تو اوٹھانیوالا ضامن نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس پر ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنی اسواسطے کہ اوسکا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہو اور اسکو
پاس زخمی کا ہونا ایسا ہے جیسے محلہ میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدر رجلان فی بیت بلا ثالث وجد احدھما قتیلا ضمن الآخر لان الظاہر ان
الانسان لا یقتل نفسہ دیتہ عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد یہ ترجمہ ہے کہ دو مردون میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اوسکی دیت کا
ضامن ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہیں کرتا برخلاف محمد کے یعنی اونکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ
شاید اوسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو وفی قتیل قریۃ امراۃ کرر الحلف علیہا والدیۃ علی عاقلتہا وعند ابی یوسف القسامۃ علی
العاقلۃ ایضا اور عورت کے گاؤن کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم دلائی جائیگی یعنی پچاس بار اور عورت کی مددگار دیت دیگی اور ابو یوسف کے نزدیک
مددگار پر قسم بھی لازم ہوگی یعنی اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہی اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں جیسے صغیر کی مانند اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کو
واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہوسکتی ہے کذا فے الدر قال المتاخرون والمراۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ وھذہ المسئلۃ کذا فی
الملتقی وھو الاصح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی اور یہی قول
صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہوگی نہایہ میں
کہا کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسیصورت میں داخل نہیں سوا اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی وان وجد قتیل فی دار نفسہ
فالدیۃ علی عاقلۃ ورثتہ عند ابی حنیفۃ وعندھما وزفر لا شئ فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا ذکرہ منلا خسرو
تبعا لجماعۃ صدر الشریعۃ وتبعھما المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اوسکے وارثون کی عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک
اور صاحبین اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے اور تبعا اوس قول کا اتباع کر کر
جسکی صدر الشریعۃ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعۃ دونوکا تابع ہوا ہے وخالفہم ابن الکمال فقال لھما ان الدار فی یدہ حین
وجد الجرح فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ھدرا ولہ ان القسامۃ انما تجب بظہور القتل وحال ظہورہ الدار للورثۃ فتجعل علیہم
اور صدر الشریعۃ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یون کہا ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ میں تھا جبکہ زخم پایا گیا
تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اوسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اوسکا رائگان ہوگا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے
اور قتل ظاہر ہونے کیوقت گھر وارثون کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثون کی عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلۃ انما تعقل بالجنایۃ الواقعۃ
تخفیفا للجود لا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی یقضی منہ دیونہ وتنفذ وصایاہ
ثم تخلفہ الوارث فیہ وھو نظیر الصبی او المعتوہ ان قتل اباہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ وتکون میراثا عنہ یون کہا جاویگا کہ عاقلہ تو اوسی مال کی
متحمل ہوتی ہیں جو وارثون پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثون پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثون پر واجب کرنا وارثون کے واسطے کیونکہ اسکے کہ اس سوال کا یہ
جواب دیا جاویگا کہ دیت کا ایجاب وارثون کے لیے نہیں ہے بلکہ مقتول کیواسطے ہے تاکہ اوسی مال سے مقتول کے قرضے ادا کیے جاویں اور اوسکی وصیتیں
اوسی سے ادا ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اوس مال میں اور وہ تو صغیر اور مدہوش کی مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو قتل
کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور یہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو تیرا اور ہیتا ولو وجد فی ارض موقوفۃ او
دار کذلک یعنی موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی ارباب الارض لانہا تدبیرہم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا
اسیطرح وقف کے گھر میں جو معین لوگون پر وقف ہو تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگون پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر اونہین لوگون پر ہے وان کانت

الارض اوالدار موقوفة على المسجد فهو كما لو وجد فيه اى فى المسجد زيلعى ودرر وسراجيه وغيرها و قد قدمناه
اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا میں ہے اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول
ذکر کر دیا ہے مترجم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اوسکا حکم مسجد محلہ کی مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اوسکا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقييد
بكون الارباب الموقوف عليهم معلومين ليخرج غير المعلومين كما لو كان وقفا على الفقراء والمساكين فان الظاهر ان الدية تكون
فى بيت المال لانه حينئذ تكون من جملة ما اعد لمصالح المسلمين فاشبه الجامع قاله المصنف بحثا مین کہتا ہون اور موقوف
علیہم لوگونکے معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگونپر جو وقف ہو نکلجاوے چنانچہ فقیرون اور غیر معین محتاجون پر وقف ہو تو ظاہر ایسا ہے کہ
حکم ہے کہ وہان کے مقتول کی دیت بیت المال مین ہوگی اسلئے کہ وقف مذکور اسوقت مین ہوگا منجملہ ان اشیا کے جو مصالح مسلمین کیواسطے مہیا ہین تو جامع مسجد
کے مشابہ ٹھہرا یعنی اور جامع مسجد کی دیت بیت المال مین ہوگی تو اسکی بھی بیت المال مین ہوگی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے نہ روایت
کے طریق سے ولو وجد فى معسكر فى فلاة غير مملوكة ففى الخيمة و الفسطاط على من يسكنها اور اگر مقتول پایا گیا اوس لشکرگاہ مین جو بیابان
غیر مملوک مین واقع ہے تو اگر خیمہ اور ڈیرا مین مقتول ہو تو اوسکے رہنیوالون پر قسامہ اور دیت ہو و فى خارجهما اى الخيمة و الفسطاط
لمكانوا اى ساكنوا خارجهما قبائل فعلى قبيلة وجد القتيل فيها اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور ڈیرا کے باہر لوگ خارج کے رہنیوالے قوم قوم
ہون تو جس قوم مین مقتول پایا گیا اوسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بين القبيلتين كان حكمه كما مر بين القريتين اور اگر دو قوم کے درمیان
پایا گیا تو اوسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا درمیان دو گانون کا حکم مذکور ہو چکا یعنی اگر جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اوسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونون برابر
ہین تو دونون پر واجب ہو ولو نزلوا جملة مختلفين فعلى كل العسكر اور اگر لشکری لوگ سب ملے مختلف اترے ہین تو تمام لشکر پر واجب ہے ولو
كانوا قد قابلوا عدوا فلا قسامة ولا دية ملتقى اور اگر اہل لشکر کا کسی سے لڑے ہون اور وہان مقتول پایا گیا تو قسامہ ہے نہ دیت کذا فى الملتقى
ولو كانت الارض التى فيها العسكر مملوكة فعلى المالك بالاجماع لانهم سكان ولا يزاحمون المالك فى القسامة والدية برجندى
الملتقى خلافا لابى يوسف اور اگر وہ زمین جسمین لشکر اترا مملوک ہو تو اوسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہان کے ساکن ہین
مالک زمین کے مزاحم نہین قسامہ اور دیت مین کذا فى البرجندى لیکن ملتقی مین خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو آگاہ رہنا یعنی صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح نہین
تنبيه لو وجد فى قرية لايتام لم يبلغوا الايتام قسامة وهى على عاقلتهم لانهم ليسوا من اهل اليمين ادر ملتقی میں ہے کہ اگر مقتول
پایا گیا یتیمون کے گانون مین تو یتیمون پر قسامہ نہین اور وہی قسامہ ہے اونکی عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہین وان كان فيهم
مدرك فعليه لانه من اهل اليمين ولو الجية اور اگر یتیمون مین کوئی بالغ ہو تو اوسپر قسامہ واجب ہے اسواسطے کہ وہ قسم کھانیکی لیاقت رکھتا ہے کذا فى
الولوالجيه فروع یعنی مسائل متفرقہ ہین لو وجد فى دار صبى ومعتوه فعلى عاقلتهما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر مین تو
اونکے مددگارون پر قسامہ اور دیت ہو ولو فى دار ذمى حلف خمسين يمينا ودية من ماله ولو تعاقلوا فعلى عاقلته اور اگر مقتول
پایا گیا ذمی کے گھر مین تو پچاس قسمین کہاوے اور دیت اپنے مال سے دیوے اور اگر ذمیون کی عاقلہ ہوتی ہون تو وہ لوگ یعنی یہود اور نصاریٰ کی عاقلہ پر دیت
واجب ہوگی مترجم یہودی یون قسم کہاتا ہے کہ اوس خدا کی قسم ہے جسنے توریت اتاری ہے مین نے اوسکو نہین مارا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون اور
نصرانی قسم خدا کی کہاتا ہے جسنے انجیل اتاری کذا فى الطحاوى ولو مر رجل فى محلة فاصابه سهم او حجر ولم يدر من اين ومات منه فعلى
اهل المحلة القسامة والدية سراجية اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ مین سو اوسکو تیر لگا یا پتھر اور اوسکو معلوم نہین کہ کدہر سے آیا اور وہ اوسی صدمہ
سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فى السراجیہ وفى الخانية وجد بهيمة او دابة مقتولة فلا شئ فيها اور خانیہ مین ہے کہ چوپایا
یا جانور مقتول پایا تو اوسمین قسامہ اور دیت کچھ نہین وان وجد مكاتبا او مدبرا او ام ولد قتيلا فى محلة فالقسامة والقيمة على

أَدَاؤُهَا فِي ثَلٰثِ سِنِيْنَ اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پایا گیا محلہ میں تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگاروں پر واجب
تین سال کے اندر وَلَوْ وُجِدَ الْعَبْدُ قَتِيْلًا فِيْ دَارِ مَوْلَاهُ فَهُدِرَ اِلَّا مُدَبَّرًا فَقِيْمَتُهُ عَلٰى مَوْلَاهُ لِغُرَمَائِهِ حَالَةً وَاِلَّا مُكَاتَبًا فَقِيْمَتُهُ
عَلٰى مَوْلَاهُ مُؤَجَّلًا اور اگر غلام مقتول پایا گیا ہو مالک کے گھر میں تو خون اوسکا رائگان ہے مگر یہ کہ غلام ماذون مدیون ہو تو اوسکی قیمت اسکو
مالک پر واجب ہو گی فی الحال اہل قرض کو دینی ہو گی اور مکاتب بھی یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اوسکی قیمت اوسکو مالک پر واجب
تین سال کی مدت میں ف مکاتب کی قیمت سے بدل کتابت ادا کیا جاوے اور اوسکی آزادی کا حکم کیا جاوے اور جو بدل کتابت دیکر باقی رہے وہ اوسکے وارثوں
کی میراث ہو گی اسلئے کہ الاحکم کرتے وَلَوْ وُجِدَ الْمَوْلٰى قَتِيْلًا فِيْ دَارِ عَبْدِهِ مَدْيُوْنًا اَوْ لَا فَعَلٰى عَاقِلَةِ الْمَوْلٰى اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام
کے گھر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت وَلَوْ وُجِدَ الْحُرُّ قَتِيْلًا فِيْ دَارِ اَبِيْهِ اَوْ
امرأته فِيْ دَارِهَا فَعَلَيْهَا الْقَسَامَةُ وَالدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَلَا يُحْرَمُ مِنَ الْمِيْرَاثِ اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر
یا عورت اپنی زوج کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ

کتاب المعاقل

یہ کتاب ہے احکام معاقل کے بیان میں ہی جمع معقلۃ بضم قاف وسکون قاف ہی یعنی معاقل جمع ہے معقلہ کی
بفتح میم وسکون عین وضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کے جمع مکارم ہے وَهِيَ الدِّيَةُ وَتُسَمّٰى عَقْلًا لِاَنَّهَا تَعْقِلُ الدِّمَاءَ مِنْ اَنْ تُسْفَكَ اَيْ تُمْسِكُ
مِنْهُ الْعَقْلُ لِاَنَّهُ يَمْنَعُ الْقَبَائِحَ اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین وسکون قاف بھی کہتے ہیں یعنی اسواسطے کہ عقل معنی منع ہے اور دیت
خونوں کو باز رکھتی اور روکتی ہے خونریزی سے وہ اسی معنی دانش اور خردمندی کو عقل کہتے ہیں اسواسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکھتی ہے
ف جبکہ معقلہ سے دیت مراد ہوئی اور حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ اکا ذکر ہی جسپر دیت واجب
ہے جسکو عاقلہ کہتے ہیں تو سچا کہ کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا صواب ہے چنانچہ صاحب نزاں نے کتاب العواقل کہا ہے بتقدیر تقدیر مضاف اسکا یوں جواب دیا ہے
کہ کلام میں مضاف محذوف ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی العطا مختصرا وَالْعَاقِلَةُ اَهْلُ الدِّيْوَانِ وَهُمُ الْعَسْكَرُ وَعِنْدَ
الشَّافِعِيِّ اَهْلُ الْعَشِيْرَةِ وَهُمُ الْعَصَبَاتُ اور عاقلہ یعنی جسپر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے
نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہیں ف دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جنمیں اہل لشکر کے نام اور اونکا سالیانہ یا مشاہرہ یا ماہیانہ
لکھا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا او رنام اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کرام کے سامنے بلا رد و انکار
چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل اور رائگان نہیں ہو سکتی اور قاتل مخطی پر وجوب دیت بلا وجہ ہی اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا اوس سے
مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اوسپر واجب کیجیے تو وہ نیست و نابود ہو جاوے تو قاتل کی عاقلہ پر یعنی مددگاروں پر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز میں اپنی
قوت اور مددگاروں کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پرواہ نہیں کرتا اور یہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبا اپنی انصار اور حمایتیوں کے بھروسے پر تو مددگار خطاکار شریک
مددگاری میں کیونکہ وہی تو سبب ہیں اوسکی بیباکی اور تعدی کے تو اونکی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو او نہوں نے کیوں محفوظ نہ رکھا اسلئے احتیاط سے تو انہیں پر دیت
کا ڈالنا اولی اور انسب ہوا عینی نے شرح ہدایہ میں کہا اگر کوئی کہے صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا یہ جواب دینگے کہ یہ اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اسواسطے کہ آپ نے اہل نسب پر
دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا نسوان اور صبیان اہل نسب پر دیت نہیں ہے اسلئے کہ وہ مددگاری کے لائق نہیں پھر جب عمر
فاروق نے مدون دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہرے گئے تو یہ نسخ نہیں بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے بَلْ هُوَ
وَمِنْهُمْ اہل لشکر عاقلہ ہیں اوسکو جو انہیں سے ہے یعنی سپاہی لشکری کے ہر قاتل کے یعنی جسکا نام اوسی پلٹن میں قاتل ہو گا انہیں پر دیت واجب
ہو گی فَيُجْعَلُ عَلَيْهِمْ كُلُّ دِيَةٍ وَجَبَتْ بِنَفْسِ الْقَتْلِ خَرَجَ مَا انْقَلَبَ مَالًا بِصُلْحٍ اَوْ بِشُبْهَةٍ كَقَتْلِ الْاَبِ اِبْنَهُ عَمْدًا فَاِنَّهُ فِيْ مَالِهِ كَمَا مَرَّ فِي الْجِنَايَاتِ

سو اہل لشکر پر واجب ہوگی ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہے نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہہ
کیوجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمداً اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپکے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں م نفس قتل سے دیت واجب ہوتی
ہے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجرای خطا میں چنانچہ اسکی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتوخذ من عطایاهم او من ارزاقهم
والفرق بين العطية والرزق ان الرزق ما يفرض في بيت المال بقدر الحاجة والكفاية مشاهرة او مياومة والعطاء ما يفرض
في كل سنة لا بقدر الحاجة بل لصبره وعنائه في امر الدين سو دیت لیجاویگی اہل لشکر کی عطا سے یا انکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ
ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے اور عطا وہ ہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت
کے نہیں بلکہ اوسکی شکیبائی اور مضبوطی اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام میں في ثلث سنين من وقت القضاء وكذا ايجب في مال
القاتل عمدا بان قتل الاب ابنه يوخذ في ثلث سنين عندنا وعند الشافعي حالا لشکر کی وجہ معین سے دیت لیجاویگی تین سالمین قاضی
کے حکم کرنیکے وقت سے یعنی جسوقت کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اوسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسیطرح دیت واجب ہے قاتل عمد کے مال میں اس
طرحپر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سالمین دیت لیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی م قضا کے بعد سنین مستقبلہ کی عطا
سے دیت لیجاویگی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکریونکو قضا کے بعد حاصل ہو تو اوس سے دیت نہ لیجاویگی اور اگر دس آدمیون
نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسوان حصہ تین سالمین واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی فان خرجت العطايا في
اكثر من ثلث او اقل توخذ منه لحصول المقصود پھر اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلی تو اوسی سے دیت لیجاویگی
مطلب حاصل ہونیکے سبب سے م یعنی اگر تین سال آیندہ کی عطا ایک ہی سالمین ملے تو تمام دیت اوسی سے لیجاویگی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایکسال
کے تین مہینے میں ملا تو اوس سے دیت نہ لیجاویگی اسلیئے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اوسمین سے لیا جاوے تو اونکو تکلیف اور حرج ہوگا بخلاف عطا کے
كذا في المجتبى وان لم يكن القاتل من اهل الديوان فعاقلته قبيلته واقاربه وكل من يتناصر به تنوير الابصار اور اگر قاتل لشکری نہیں ہے
تو اسکا عاقلہ اوسکا قبیلہ اور اوسکے قریب لوگ ہین اور جن لوگون سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر الابصار م قبیلہ اور عشیرہ عبارت ہے عصبات نسب سے
یعنی ایک جدی لوگ خلاصہ یہہ ہے کہ وجوب دیت میں تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ اسطرحپر ہون کہ جب
اونمین سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اوسکی کفایت اور مددگاری کیواسطے مستعد ہو جاتے ہون تو وہی لوگ اوسکی عاقلہ ہین اور اگر اوس کے
مددگار چند قسم کے لوگ ہین لشکر والون سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور اولے ہین پھر اونکے بعد برادری کے لوگ پھر اہل محلہ پھر بازاری
لوگ اور اگر قاتل عجمی مرد ہے کہ نہ اوسکا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو اوسکی دو صورتین ہین یا اوسکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے یا خود اوسکے مال مین
كذا في الطحطاوي مختصرا بتصرف وتقسم الدية عليهم في ثلث سنين ثم السنين بمعنى العطيات قهستاني فليحفظ اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ
پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیئے کہ سنین بمعنی عطیات کے ہے کذا فی القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے م طحطاوی نے کہا ثم السنین بمعنی العطیات کی حاجت
نہیں اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا میں یہہ مضمون مذکور ہو گیا لا يوخذ في كل سنة الا درهم او درهم وثلث ولم يزد على كل
واحد من كل الدية في ثلث سنين على اربعة على الاصح اور نہ لیجاویگی دیت ہر سال میں مگر ایکدرم یا ایکدرم اور تہائی درم کی اور زیادہ نہ لیا
جاویگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درم سے بنابر صحیح تر قول کے م اگر ہر شخص سے ایکدرم لیا گیا تو ہمگی تین سال میں تین درم ہوتے
اور اگر ایکدرم اور تہائی درم کی لیگئی تو چار درم ہوئے طحطاوی نے کہا یہہ قول صحیح تر محیط سے منقول ہے اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ
ہر سالمین ہر شخص سے چار درمون سے زیادہ نہ لیا جاوے فان لم تتسع القبيلة لذلك ضم اليه اقرب القبائل نسبا على ترتيب العصبات
پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی یک جدی برادری اسکو واسطے یعنی دیت پوری ہونیکے واسطے گنجایش نہ رکھتی ہو تو جو قبیلہ اونکی ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہے نسب کی

رابستی و ر بالالیا جاوے عصبات کی ترتیب پر فقط ترتیب عصبات یہ ہے کہ اول بھائی پھر بھتیجا پھر اونکے فرزند پھر چچا پھر اونکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند
ہین انکے خلاف ہی بعضون کے نزدیک عاقلہ مین داخل ہین اور بعضون کے نزدیک نہین محشی مین کہا ہے اصل مستفاد اہل لشکر اظہر ہے تو اوسکے ساتھ قرابت اور نسب اور
اولاد اور قرب سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہوگا اور بعید رشتہ کے لئے مددگاری توبابر ہین اگر قاتل صیاد ہین سے ہو تو اوسکی عاقلہ صیاد ہین اور اونکو
اتباع اور اوسکا قبیلہ اور اہل محلہ ہو نگے کہ اہل حرفہ باہم مددگاری نہایت ہوتی ہے کذا فی الملتقط و القاتل عندنا کاحدهم اور ہمارے نزدیک
قاتل بھی عاقلہ میں سے ایک شخص کی مانند ہے هم یعنی دیت دینے میں وہ بھی شریک ہوگا اسواسطے کہ جنایت تو اوسی سے ہوئی ہے تو اوسکو خارج عاقلہ سے کرنا
بیوجہ ہے خلافاً للشافعی ولو القاتل امرأة او صبیا او مجنونا فیشارکهم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون ہو اور نہیں سے ہر ایک عاقلہ
کا شریک ہوگا بنابر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنی صغیر اور مجنون کا دیت اونکے مال سے حصہ رسد دیت دیگا وعاقلة المعتق قبیلة سیده اور غلام آزاد کی عاقلہ
اوسکے آقا کا قبیلہ ہے یعنی آقا کے ساتھ کذا فی الملتقط وهی عن الزیلعی وتعقل عن مولی الموالاة مولاه وقبیلته اور مولائے موالات کیطرف سے اوسکا
مولا اور اوسکے مولے کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انه لا تعقل العاقلة جنایة عبد ولا عمد وان سقط قوده بشبهة او قتل ابنه عمدا کما مر
اور معلوم کرکہ عاقلہ دیت نہیں دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد میں قصاص ساقط ہو گیا ہو شبہہ سے یا باپکے قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمداً چنانچہ
مذکور ہو گیا ولا ما لزم بصلح او اعتراف ولا ما دون نصف عشر الدیة لقوله صلے الله علیه وسلم لا تعقل العواقل عمدا ولا عبدا
ولا صلحا ولا اعترافا ولا ما دون ارش الموضحة بل الجانی اور عاقلہ نہیں دیتی وہ مال جو لازم ہوا قتل عمد یا قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے
اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسوین حصہ سے کم ہے بدلیل قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ عاقلہ دیت نہیں دیتے قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار
کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کم تر مال کی بلکہ قاتل اوس دیت کو آپ ادا کرے هم اس حدیث کو محدثین نے ابن عباس سے موقوفاً نقل کیا ہے اور حدیث کا آخر قول غریب ہے
لیکن موضحہ کی دیت حدیث میں یہی ہے کہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ نقص عیبہ لا انه اصلا شیٔ فی اقراره او نقوم حجة وانما تقبل البینة هنا مع
الاقرار مع انها لا تعتبر معه لانها تثبت ما لیس بثابت باقرار المدعی علیه وهو الوجوب علی العاقلة کرتی ہے کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کرینا
یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوتی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہیں ہوتی اسواسطے کہ گواہی
اوسکو ثابت کرتی ہے جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہیں یعنی واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو تصادق القاتل واولیاء المقتول علی ان قاضی بلد کذا
قضی بالدیة علی عاقلته بالبینة وکذبهما العاقلة فلا شیٔ علیها ای العاقلة لان تصادقهما لیس بحجة علیهم ولا علیه فی ماله لا حتمال
لان تصادقهما حجة فی حقهما زیلعی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے
سبب سے اور عاقلہ نے ان دونوں کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہیں ہے اسواسطے کہ قاتل اور اولیاء مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہیں ہے اور نہ خود قاتل پر حجت
ہے اوسکے مال میں مگر بقدر اوسکے حصہ کے اسلئے کہ قاتل اور وارثون کا تصادق اونہین دونون کے حق میں حجت ہے کذا فی الزیلعی هم قاتل کے مال میں عاقلہ
جیسے رسد اقرار اوسکا حجت ہے پس اگر اوسکو اہل عطا میں ہو چنانچہ عالمگیر میں ہے کہ اسی اور ظاہراً عطا تو اہل لشکر میں ہوتی ہے نہ قبائل میں کذا فی الملتقط و
واعلم ان الخصم فی ذلک هو الجانی لان الحق علیه ولو کان صبیا فالخصم ابوه خانیة قلت یؤخذ من قوله الخصم هو الجانی لا العاقلة
جواب حادثة الفتوی وهی ان صبیا قتل صبیا عمدا صبیة فماتت فاراد ولیها تحلیف العاقلة علی نفی فعل الصبی والجواب انه لا تحلف
لان ذلک فرع صحة الدعوی وهی غیر متوجهة علی العاقلة وبقی هنا شیٔ وهو ان العاقلة لو اقروا بفعل الجانی
هل یصح اقرارهم بالنسبة الیهم حتی یقضی علیهم بالدیة ام لا فان قلت نعم ینبغی ان یجری الحلف فی حقهم ولم یظهر فائدة قال
المصنف فیما فتحرر اور معلوم کرکہ یہیں یعنی دعوی قتل میں خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہے اسواسطے کہ حق اوسپر ثابت ہے اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ
اوسکا باپ ہے کذا فی الخانیة مین کہتا ہون کہ اوسکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہے نہ عاقلہ یہ نکلتا ہے حادثہ فتوی کا جواب وہ استفتاء یہ ہے کہ صغیر

صغیر کی تائید ہوتی ہو اور مرگیا تو صغیر کے وارثونسے حالت قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اسکا یہہ ہے کہ قسم وارد نہوگی اسواسطے کہ لزوم قسم عوض صحیح ہونیکی فرع ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہے اور یہان گفتگو کچھہ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو اونکا اقرار بہ نسبت اونکے صحیح ہوگا تا اینکہ اونپر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار اونکا صحیح نہیں تو اگر یون جواب دو کہ ہان تو لازم یون ہو کہ قسم اونکے حق مین جاری ہو اور اونکے فائدہ و ظاہر ہونیکے سبب سے فائدہ سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے تو اسکی تحریر اور تتمیم کرنا چاہیے ۱ھ تحلیف عاقلہ قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہین تو اونپر قسم بھی نہین اور اگر یون جواب تو کہئے کہ یہہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہے تو اوسپر قسم جاری نہوگی تو صریح ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان جنی حُرٌّ علیٰ نفس عبدٍ خطأً فهی علیٰ عاقلته یعنی اذا قتله لان العاقلة لا تتحمل اطراف العبد وقال الشافعی لا تتحمل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اوسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہہ ہے کہ آزاد غلام کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہین اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہین ولا یدخل صبیٌّ و امرأةٌ و مجنونٌ فی العاقلة اذا لم یتناصروا یعنی لو القاتل غیرهم والا فیدخلون علی الصحیح کما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ مین داخل نہین جبکہ باہم مددگاری نکرتے ہون یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہون تو عاقلہ مین داخل نہین اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو عاقلہ مین داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ۱ھ عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اون سے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ مین داخل ہونگے وجوب دیت مین کذا فی الطحطاوی ولا یعقل کافرٌ عن مسلمٍ ولا بعکسه لعدم التناصر اور کافر دیت نہین دیتا مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کیطرف سے نہ ہونے تناصر کی وجہہ سے والکفار یتعاقلون فیما بینهم وان اختلفت مللهم لان الکفر کله ملة واحدة یعنی ان تناصروا والا ففی ماله فی ثلث سنین کالمسلم کما بسطه فی المجتبیٰ اور کافر فیمابین خود باہم ایکدوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ اونکے دین مختلف ہون اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہے یعنی بشرطیکہ ایکدوسرے کی مددگاری کرتے ہون اور اگر تناصر اونمین رائج نہو تو فقط قاتل کے مال مین دیت مقتول کی واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کی مانند چنانچہ مجتبی مین اسکو شرح بیان کیا ہے ۱ھ مجتبی مین ہے کہ دو تاجر مسلمان دارالحرب مین وارد ہین سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اوسکی دیت قاتل کے مال مین واجب ہے کذا فی الطحطاوی واذا لم یکن للقاتل عاقلة کاللقیط وحربیٍّ اسلم فالدیة فی بیت المال فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوی درر وبزازیه وجعل الزیلعی روایة وجوبها فی ماله روایة شاذة اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اوسکے مقتول کی دیت بیت المال مین ہے ظاہر الروایة مین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیة اور زیلعی نے مال قاتل مین وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہے یعنی جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اوسکے مال مین دیت واجب ہے اس روایت کو زیلعی نے غیر معتمد کہا ہے قلت وظاهر ما فی المجتبیٰ عن خواهر زاده ان تناصرهم قد انعدم وبیت المال قد انهدم ترجح وجوبها فی ماله فیؤدی فی کل سنة ثلثة دراهم او اربعة کما نقله فی المجتبیٰ عن الناطفی قال وهذا حسنٌ لابد من حفظه واقره المصنف فلیحفظ فقد وقع فی کثیرٍ من المواضع انها فی ثلث سنین فافهم مین کہتا ہون اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہہ ہے کہ وہان کے لوگونکی باہم مددگاری نیست نابود ہوگئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہوگیا تو یہہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونیکو دیت کو قاتل کے مال مین تو قاتل ہر سال تین یا چار درم ادا کرتا رہے چنانچہ اسکو مجتبی مین ناطفی سے نقل کیا ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہہ قول خوب ہے اسکا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سو البتہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع مین واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا کذا فی الطحطاوی تین سال مین ہے تو اسکو سمجھ لے وهذا اذا کان القاتل مسلمًا فلو ذمیًّا ففی ماله اجماعًا بزازیه اور یہہ یعنی جب عاقلہ نہو تو بیت المال سے دیت واجب ہے اوسوقت جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اوسکے مال مین بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیة ومن له وارث معروف مطلقًا ولو بعیدًا او محرمٌ او مرتدٌ او کفرٌ لا یعقله بیت المال وهو الصحیح کما بسطه فی الخانیة اور جس قاتل کا کو

وارث ہو کسی ایسے کا وارث ہو اگرچہ وارث نسبی ہو یا محروم المیراث ہو غلام یا کافر ہونے کے سبب سے تو اوسکو مقتول کی دیت بیت المال سے دیگا اور
یہی قول صحیح ہے چنانچہ اسکو خانیہ میں مستوجب بیان کیا ہے ولا عاقلة للعجم وبه جزم فی الدرر قائلا للضعف لعدم تناصرهم و مجبر کا یعنے
عرب کے سوا اور ملکوں کے رہنے والونکو عاقلہ نہیں اسی پر یقین کیا ہے اور قدوری میں یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور مگر عدم تناصر کے سبب سے وقیل لهم عواقل
لانهم یتناصرون كالاساكفة والصيادين والصرافين والسراجين فاهل محلة القاتل وصنعته عاقلته وكذلك طلبة العلم لانه
وبه افتى الحلوانى وغيره خانيه اور بعضوں نے کہا کہ عجم کے لیے بھی عاقلہ ہیں اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہیں جیسا کہ
کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اوسکے عاقلہ ہیں اور اسیطرح طالب علم باہم عاقلہ ہیں میں کہتا ہوں اور
اسیکا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی هذا الباب ومعنى التناصر
انه اذا حزبه امر قاموا معه فی كفايته وتمامه فيه مجتبی میں یہہ زیادہ کیا ہے اور خلاصہ یہہ ہے کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ میں تناصر
اصل ہے اور تناصر سے مراد یہہ ہے کہ جب کسیکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اوسکے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اور اوسکی کار برآری میں اوٹھ
اوسکو سنبھالیں اوسکی تکلیف ٹال دیں اور اسکا پورا بیان مجتبی میں ہے وفى تنوير البصائر معزيا للحافظية والحق ان التناصر ان وجد فى العجم
فهم عاقلة والا فلا فليحفظ وقرره القهستانى اور تنویر البصائر میں حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہہ ہے کہ عجمیوں میں تناصر پیشوں کیوجہ سے ہے
تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہیں ہم پیشہ ہیں انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی کو قہستانی نے ثابت رکھا ہے ولكن قرر شيخنا الحانوتى ان التناصر
منتف الآن لغلبة الحسد والبغض وتمنى كل واحد المكروه لصاحبه فتنبه لیکن ہمارے استاد حانوتی نے اسکی تقریر اور تتمیم کی ہے کہ
بالفعل تناصر موجود نہیں حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہے تو آگاہ رہو ہم کہتے ہیں یہی قول ہے جو اختیار کیا
صاحب مجتبی نے عرف تناصر کا بیان کیا ہے قلت وحيث لا قبيلة ولا تناصر فالدية فى ماله او بيت المال میں کہتا ہوں اور
جہاں نہ قبیلہ اور برادری ہو اور نہ حمایت اور مددگاری تو وہاں دیت قاتل کے مال میں ہے یا بیت المال میں ہے وجوب دیت کا بیت المال میں ظاہر
الروایۃ ہے اور وجوب مال قاتل میں الیہ ہے سنادیہ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں مدار تناصر پر ہے چنانچہ فقہا نے اوسکی تصریح کی ہے تو جس قوم میں تناصر اور
حمایت کرنا رائج ہو تو وہ لوگ اوسکے عاقلہ ہیں اور اگر حمایت نہیں کرتے تو عاقلہ نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الوصایا

کتاب الوصایا یہہ کتاب ہے وصایا کے احکام میں وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعاً عبارت ہے تملیک بعد الموت
سے چونکہ دنیا میں انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کا آخر کتاب میں لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی کر لینے
جس چیز کی وصیت کیجاتی ہے اسکو بھی وصیت کہتے ہیں اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے سے تاکہ غیر اوسکی غیبت میں کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلا
زید نے خالد سے کہا کہ یہہ باغ عمرو کو دینا میری موت کے بعد تو زید موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ موصی بہ ہے اور عمرو موصی لہ نحو الوصیۃ
والایصاء یقال اوصى الى فلان اى جعله وصيا والاسم منه الوصاية وسيجئ فى باب مستقل واوصى لفلان بمعنى ملكه
بطريق الوصية وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اوسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایصا سے اور وصی کے
مسائل جدا باب میں آگے آوینگے اور بولتے ہیں اوصی لفلان یعنی اوسکو مالک کیا بطریق وصیت کہ ہم طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہیں ہوتا تو اگر یہہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح میں کچھ نزاع کا مقام نہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان میں
تابع ہو صاحب درر کا فحينئذ هى تمليك مضاف الى ما بعد الموت عينا كان او دينا تو اسوقت میں یعنی بعد تفرقہ وصیت اور ایصا
کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہے مضاف بابعد موت کے خواہ تملیک کسی شی عین ہو یا دین قلت يعنى بطريق التبرع ليخرج نحو الاقرار بالدين
فانه نافذ من كل المال كما سيجئ میں کہتا ہوں تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکلجاوے اسواسطے کہ

کتاب الوصایا

دینا کا اور نافذ ہو تمام مال سے جیسا کہ ہیں وارث یعنی بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہی ہم جنہون نے کہا اور تحقیق عبارت جو اختیار کی الایجاب سے نہ تملیک بعد الموت سو تو وہ تو تعریف بیان کے نفس سے خارج ہو اور جو بیان کی کچھ حاجت نہیں ولا ینافیہ وجوبہا لحقہ تعالیٰ فتامّلہ اور تبرع کے منافی نہیں وصیت کا واجب ہونا حق تعالیٰ کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کر ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہے کہ جب وصیت کی یہہ تعریف ہوئی اور وہ تملیک ہے بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی مین وصیت واجب ہو اور جب واجب ہوئی تو تبرع کہان ہوا اسلئے کہ تبرع عبارت ہی عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہہ وجوب منافی تبرع کے نہیں ہے اور یہ لفظ تامل وقت وجوب کی طرف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور دیون عباد کی مانند ہوا کذا فی الچلبی وہی

علیٰ ما فی المجتبی اربعۃ اقسام واجبۃ بالزکوٰۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوٰۃ التی فرط فیہا ومباحۃ لغنی ومکروھۃ لاھل الفسق والا فمستحبۃ اور بنا بر اوس کلام کے جو مجتبی مین ہے وصیت چار قسم ہی واجب ہے وصیت زکوۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے جنکے ادا کرنے مین مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہی مالدار کیواسطے اور مکروہ ہے فاسق فاجر لوگون کے واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہے ہم وجوب زکوۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی مین مذکور ہے تو اسکو زیلعی کیطرف نسبت کرنا مناسب تہا اور مجتبی مین اسکو مستحب مین شمار کیا ہی عبارت مجتبی کا ترجمہ یہہ ہے کہ وصیت چار قسم ہی واجب ہی جیسا کہ زکوۃ واپس اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے جیسا کہ کفارات اور فدیہ صلوۃ اور صیام اور اسکی مانند کی وصیت اور مباح ہی جیسے اغنیا اجانب اور اقارب کیواسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسوق اور معاصی کیواسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کیواسطے واجب نہین ہو اسلئے کہ سورۂ بقر کی آیت سورۂ نسا کی آیت سے منسوخ ہی ہم سورۂ بقرہ کی یہہ آیت ہی کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین یعنی حق تعالیٰ فرمایا کہ مقرر فرض ہوا تم پر جب حاضر ہو تم مین سے کسی شخص کو موت اگر کچہہ مال چہوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والون کیواسطے اور سورۂ نسا کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہی جو ناسخ ہے سورۂ بقرہ کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہی ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہو کہ سورۂ بقرہ کی آیت منسوخ ہو اوس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہو از انجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہی جو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین مروی ہو کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالیٰ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑہا پہر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کیواسطے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن ہے اور ایسی حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث مشہور سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور یہہ حجت ہو امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہین کذا فی العینی شرح الہدایۃ وسببہا ما ھو سبب التبرعات وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنی عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے ہم جموی نے کہا وصیت کا سبب ہے جو وصیت کے محاسن مین مذکور ہے یعنی جو اعمال فوت ہوگئی ہین اونکا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اوس حالت مین کہ مال کی کچہہ حاجت نہی تاکہ انجام مین کام آوے مجتبی مین ہو کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے بعد تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہی اور مظالم اور حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کیواسطے موت ضروری ہو اور وہ امر وصیت ہی جسکو قران مجید مین تاکید فرمایا ہی آیۃ المواریث مین اسطرح کہ من بعد وصیۃ توصی بہا اودین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تمہارے اعمال زیادہ ہونے کیواسطے اور فرمایا کہ اوس مرد کو حلال نہین جو خدا کا اور پچہلے دن کا ایمان رکہتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنیکا ارادہ رکہتا ہو یہہ کہ سووے مگر اوسکی وصیت اوسکے سر کے پاس ہو انتہی حموی نے قاضی خان سے نقل کیا یاد رکہنے کے لائق نقل کی وہ یہہ ہو کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اوسکی اولاد صغار ہے شیخین نے کہا کہ مال کا چہوڑ جانا اپنی اولاد کیواسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تہوڑا ہو امام نے کہا کہ اوسکو وصیت کرنا لائق نہین اور اگر مال زیادہ ہو اور وارث غنی ہین تو مرد پر واجب ہے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اوسپر کچہہ واجب نہین رہا تو اہل قرابت کیواسطے وصیت کرے اور اگر اقربا اغنیا ہین تو

پر وصیت کیونکہ اسکو وصیت کرے گا فی المحدودی وتشترط ان یکون الموصی اھلا للتملیک فلم تجز من صغیر ومجنون ومکاتب الا اذا اضاف
لعتقہ کذا فی التبیین اور وصیت کی شرطون میں سے ایک یہ ہے کہ موصی کا لائق مالک کرنیکے ہو تو وصیت جائز نہیں ہے صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب
وصیت کرے اور آزاد ہو جانے کیطرف نسبت کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا وعدم استغراقہ بالدین لتقدمہ علی الوصیۃ کذا فی التبیین اور منجملہ
مال کا دین کے ساتھ مستغرق نہو بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آویگا وکون الموصی لہ حیا وقتہا تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل
الموصی لہ فافہمہ فانہ یسقط ایراد الشرنبلالیہ اور موصی لہ جسکے لئے وصیت کی گئی اسکا زندہ ہونا وصیت کے وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ
یا تقدیرا تاکہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل رہے سو اسکو بوجہ اس تعمیم کے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہے م صاحب درر نے کہا کہ موصی لہ کی
حیات وصیت کیوقت شرط ہے اسواسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے اسپر اعتراض کیا کہ حمل کیواسطے وصیت کرنا صحیح ہے وہان حیات کہان
شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کر کے وکونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کیوقت وارث نہونا شرط ہے م یعنی
موصی لہ موصی کا وارث نہو موصی کی موت کیوقت اور اگر وصیت کیوقت وارث ہو اور موت کیوقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی میں ہے کہ اگر ایک
شخص نے اپنے بھائی کیواسطے وصیت کی اور حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یعنی اسواسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی
موصی کا وارث نرہا موت کیوقت اور اگر موصی کا بیٹا ہو اور اوسنے اپنے بھائی کیواسطے وصیت کی پھر بیٹا مرگیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے
کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کیوقت اگرچہ وصیت کیوقت وارث نہ تھا ولا قاتلا اور موصی لہ کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اسنے وصیت
قبل از قتل کی ہو پھر اوسنے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونیکے وصیت کی ہو بہر صورت وصیت باطل ہے کذا فی الزیلعی وھل یشترط کونہ معلوما قلت
نعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ فی الباب الآتی اور کیا شرط ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہیں میں کہتا ہوں ہاں اوسکا معلوم ہونا
شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اوسکو ذکر کیا ہے باب آئندہ میں م موصی لہ کا علم بالوصیت کافی ہے چنانچہ فقرا اور مساکین کذا فی الطحطاوی
وکون الموصی بہ قابلا للتملیک بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال او معدوما اور شرط ہے وصیت
موصی بہ کا یعنی جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موت موصی کے قابل ہو تملیک کی بواسطے کسی عقد کے عقود میں سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو یا
معدوم ہو م یعنی علی خطر الوجود جیسے ام کے پھلون کی وصیت کرنا فلانے شخص کیواسطے جبتک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ
موصی کا کچھ مال نہیں پھر اوسنے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث مال کا مستحق ہوگا اوسکی موت کیوقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وان یکون
بمقدار الثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی بہ بمقدار ثلث مال کے ہو م طحطاوی نے کہا یہ بھی وصیت کی شرط ہے ورکنہا قولہ اوصیت بکذا لفلان
وما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملۃ فیہا اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ میں نے وصیت کی اس چیز کی فلانے شخص کیواسطے اور جو
قائم مقام ہو ان الفاظ سے جو وصیت میں مستعمل ہوتے ہیں م چنانچہ یون کہنا کہ میں نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لئے ٹھہرایا وفی البدائع
رکنہا الایجاب والقبول وقال زفر الایجاب فقط اور بدائع میں ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب رکن
ہے م غایۃ البیان میں ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی میں ہو وہ باطل ہے اسواسطے کہ وصیت
تملیک متعلق بموت ہے تو موت سے پہلے قبول اور رد اسکے لائق نہیں اسواسطے کہ قبول ہوا ایجاب سے پہلے انتہی ملخصا قلت والمراد بالقبول ما یعم الصریح
والدلالۃ بان یموت الموصی لہ بعد موت الموصی بلا قبول کما سیجیء میں کہتا ہون اور قبول سے وہ مراد جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اس
طرح کہ موصی لہ مرجاوے موصی کی موت کے بعد بدون قبول کرنیکے چنانچہ آگے آویگا م موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد یہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث
ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل قبول بالقول کی برابر ہے چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اوسکے وارثون کیواسطے خریدنا یا اوسکا دین ادا
کرنا کذا فی العالمگیریۃ عن محیط السرخسی وحکمہا کون الموصی بہ ملکا جدیدا للموصی لہ کما فی الہبۃ فیلزمہ استبراء الجاریۃ الموصی بہا

اور حکم یعنی اثر مترتب وصیت کا ہونا سو یعنی یہ کہ مالک جدید موصی لہ کی چنانچہ ہبہ مین ملک جدید حاصل ہوتی ہے موہوب لہ کی تو موصی لہ کو وصیت کے جانے
کا استحقاق لازم ہوگا وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث ذلک اور تہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کیواسطے
در صورت عدم مانع کے اگرچہ موصی کے وارث اسکو جائز نہ رکھیں م ۔ نفع وصیت چنانچہ قتل یا مستغرق بدین ہونا وارث کی اجازت کی حاجت نہیں لما ذکرنا
کی دلیل سے یعنی حق تعالی نے تمہارا تہائی مال تم پر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تاکہ تمہارے اعمال زیادہ ہون ولا بما زاد علیہ الا ان یجیزہا
الورثۃ بعد موتہ ولا تعتبر اجازتہم حال حیوتہ اصلا بل بعد وفاتہ اور نہیں جائز ہے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا مگر اوسصورت
مین جائز ہے جبکہ موصی کے وارث بالغ اوسکی موت کے بعد اجازت دین اور وارثونکی اجازت موصی کی زندگی مین اصلا معتبر نہیں بلکہ اوسکی وفات کے بعد معتبر ہے
م حیات موصی مین وارثون کی اجازت اسواسطے معتبر نہوی کہ ہنوز اونکا حق ثابت نہیں ہوا اسلئے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث
صغیر ہے تو وارث کبیر کی اجازت صغیر کے حق مین نافذ نہوگی اور نہ اوسکے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح
ستہ مین مروی ہے سعد نے کہا مین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے تو مین اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہون تو فرمایا کہ نہیں پھر مین نے
کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہون فرمایا نہیں کہا تو نصف مال کی وصیت کرون فرمایا نہیں کہا تہائی مال کی وصیت کرون فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور
تہائی بہت ہے یعنی وصیت کیواسطے یعنی یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض للوارث
یعنی وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کیوقت معتبر ہے نہ وصیت کیوقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کیواسطے م مریض کے اقرار مین وارث ہونا یا غیر وارث
ہونا اقرار کیوقت معتبر ہے اسواسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال کا برخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص کیواسطے اور حالانکہ وہ اوسکا وارث نہیں تو اقرار
جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اوسکے اوسکا وارث ہو جائے لیکن بشرطیکہ وہ وارث ہو حادث سبب کے جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کیواسطے اقرار کیا پھر
اوس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قائم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا چنانچہ اپنے اوس بھائی کیواسطے اقرار کیا جو محجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے
فرزند مرگیا کذا فی الطحطاوی وندب بما قل منہ ولو عند غنی ورثتہ او استغنائہم بحصتہم اور مستحب ہے کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از
ثلث کی وارثون کی تونگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصون کے سبب سے اونکو استغنا حاصل ہوا ہو کترکہا ای کما ندب ترکہا بلا احدہما ای غنی او
استغناء لانہ حینئذ صلۃ وصدقۃ جیسے وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون تونگری یا استغناء ورثہ کے یعنی جبکہ وارث نہ خود مالدار ہون نہ میراث کے
حصون سے اونکو استغنا حاصل ہو تو اسصورت مین ترک وصیت مطلقا مستحب ہے اسواسطے کہ ترک وصیت اسوقت مین صلہ رحمی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے م یعنی جب وارث
محتاج ہین اور مورث مال چھوڑ گیا تو اوسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور خیرات کا بھی اور وصیت مین اجنبی پر فقط خیرات کرنیکا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیرات
کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد مین ابو ایوب انصاری سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی العینی یعنی
بہتر صدقہ اوس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے تنبیہ طحطاوی مین قہستانی عن الظہیریہ سے منقول ہے کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہے کہ ہر وارث
چار ہزار درم کا وارث ہو اور فضلی سے روایت ہے کہ ہر واحد دس ہزار درم کی میراث پاوے وتؤخر عن الدین لتقدم حق العبد اور وصیت متاخر ہے دین سے
یعنی ادای دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے م حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور
زکوۃ وغیرہ کا ساقط ہو جاتا ہے موت سے چنانچہ اپنے محل مین مذکور ہے تو وصیت تبرع کی مانند ہوئی کذا فی المنح وصحت بالکل عند عدم ورثتہ
ولو حکما کمستامن لعدم المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت مین اگرچہ موصی کا حکما وارث ہو مانند مستامن کی عدم مزاحم کے
سبب سے م یعنی جبکہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اوسکے دار الحرب مین وارث ہون کذا ذکرہ ابو السعود و در مین ہے تعلق حق وارث
مانع تھا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہوگئی ولمملوکہ بثلث مالہ اتفاقا وتکون وصیۃ بالعتق فان خرج من الثلث
عتق والا سعی فی بقیۃ قیمتہ وان فضل من الثلث شیء فلہ اور اپنے غلام کیواسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اوسکی آزادی

کی وصیت ہوگی تو اگر غلام تہائی یا تہائی مال سے نکلا تو آزاد ہوگا ورنہ اپنی باقی قیمت کے واسطے سعی کریگا اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ہو مثلاً قیمت سو درم اور غلام
ہم اگر موصی کا مال جو درم اور دو ہزار ہے تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہو اور غلام کی قیمت سو درم ہے تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اوسکی قیمت ۳۰۰ درم ہو تو
درم کی کمائی کرکے ادا کرے تب آزاد ہوگا اور اگر اوسکی قیمت ۴۰۰ درم ہے تو ۳۰۰ درم غلام ادا کریگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہو تو اوسکی تہائی
غلام کو ہبہ نکرے دیکھو تاتارخانیہ اور در مختار میں ہے مسئلہ لا تصح كما لا يصح لا يتعلق من اغنيائه مالہ اور اگر اپنے غلام کیواسطے تہائی مال کی
جنس شی کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں موصی کی اجناس مال سے ایک جنس کی ہم متن میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام کیواسطے اپنے مال کی
کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہے اور یہ عتق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر درم یا دینار فرضی کی
وصیت کی تو امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں طحطاوی نے کہا دینار اور درم میں عدم تعیین کی قید اسواسطے لگائی کہ اوسکی صحت
متوہم نہیں اور تعیین کیصورت میں تو جنس کی مانند وصیت صحیح نہیں وصحت لمكاتب نفسه او لمدبره او لام ولده استحسانا لا لمكاتب وارثه
اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کیواسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کیواسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے وصحت بالحمل
وبه كقوله اوصيت بحمل جاريتي او دابتي هذه لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کیواسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے چنانچہ مالک
یوں کہا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کیواسطے ہم اور حمل کیواسطے اسطرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ
میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر روپیونکی وصیت کی کذا فی الدر قلت انما تصح للحمل ان ولد لاقل من ستة اشهر لو زوجها
حيا ولو ميتا وهي معتدة حين الوصية فلاقل من سنتين بدليل ثبوت نسبه اختيار وجود حمل بھی معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت کے
وقت موجود ہو کی جبکہ بچہ پیدا ہوا چھ مہینے کی مدت سے کمتر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اوسکا مردہ ہو اور حاملہ عدت میں ہو وصیت
کیوقت تو دو سال سے کمتر مدت موت یا طلاق سے کذا فی الطحطاوی یہی ہے دلیل ثابت ہونے اوسکے نسب کے کذا فی الاختیار ولا فرق
بين الادمي وغيره من الحيوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی اور غیر حیوانات میں یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو
اوصى لما في بطن دابة فلان لينفق عليه صح تو اگر وصیت کی اوس بچہ کیواسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ میں ہے تاکہ وہ اوسپر صرف کیا جاوے تو صحیح ہے
ومدة الحمل للادمي ستة اشهر وللفيل احد عشر سنة وللابل والخيل والحمار سنة وللبقر تسعة اشهر وللشاة خمسة
اشهر وللسنور شهران وللكلب اربعون يوما وللطير احد وعشرون يوما قهستاني معزيا للاستيعاب اور مدت حمل کی
اقل مدت حمل کی آدمی کے لئے چھ مہینے ہیں اور ہاتھی کے لئے گیارہ برس ہیں اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدھی کیواسطے ایک سال ہے اور گائے کیواسطے نو مہینے
اور بھیڑ بکری کیواسطے پانچ مہینے اور بلی کیواسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن اور چڑیا کے لئے اکیس دن ہیں چنانچہ قہستانی میں ہے منسوب باستیعاب
میں وفيهما اي وقت الوصية وعليه المتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہیں ہم شامی
نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور اوسی قول سے وفي النهاية من وقت موت الموصي اور نہایہ میں ہے کہ موت موصی کیوقت سے اقل مدت حمل کا
شمار ہے وفي الكافي ما يفيد انه من الاول ان كان له ومن الثاني ان كان به اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اسکو مفید ہے کہ اگر حمل
موصی لہ ہو تو ابتدا مدت حمل وصیت کیوقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہو تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد في الكنز ولا تصح الهبة
للحمل لعدم تصوره ولا ولاية لاحد عليه ليقبض عنه زيلعي وغيره اور کنز میں اسقدر زیادہ بیان کیا ہے کہ صحیح نہیں ہبہ حمل کیواسطے
اوسکے عدم قبض کے سبب سے اور اوسپر کسیکی ولایت ہی نہیں کہ ولی اوسکی طرف سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالح ابو الحمل
عنه بما اوصى له لم يجز لانه لا ولاية لاب على الجنين ولو ابا جنين تو اگر پیٹ کے بچہ کا باپ اوسکی طرف سے مصالحہ کرے بعوض اوسکے جو بچہ کے
واسطے وصیت ہوا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہیں پیٹ کے بچہ پر کذا في الولوالجية قلت وبه علم جواب حادثة الفتوى

وهي انه ليس للموصى ولو مختارا التصرف فيما وقف للحمل بل قالوا الحمل لا يلي ولا يولى عليه میں کہتا ہون اور بیان سابق سے حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہو گیا وہ یہہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اسکو تصرف کرنا جائز نہیں اوسمین جو حمل کیواسطے وقف ہوا بلکہ فقہا نے کہا ہے کہ حمل یعنی بچہ شکمی کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسیکی ولایت اوسپر ہے **وصحت بالامة الا حملها** اور لونڈی کی وصیت بدون اوسکے حمل کے صحیح ہے یعنی اگر یون کہے کہ مین نے وصیت کی اس لونڈی کی فلانے شخص کے واسطے مگر اوسکے پیٹ کا بچہ وصیت مین داخل نہین تو یہہ صحیح ہے لما تقرر ان کل ما صح افراده بالعقد صح استثناؤه منه والا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ ثابت ہو چکا ہم اصول مین کہ جسکا علحدہ ذکر کرنا عقد مین صحیح ہے تو اوسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہین اوسکا نکالنا بھی صحیح نہین یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت مین درست ہے تو اوسکا استثنا بھی وصیت سے صحیح ہوگا **ومن المسلم للذمي وبالعكس** اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کیواسطے اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت مسلمان کیواسطے درست ہے م دلیل صحت اول کلام الہی ہے (لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم) یعنی نہیں روکتا تمکو اللہ تعالی اُن کافرون کے احسان کرنے سے جو تمسے نہین لڑے دین مین اور نہین نکالا تمکو تمہارے گھرون سے اور صحت ثانی کی دلیل یہہ ہے کہ عقد ذمہ سے ذمی مسلمان کے برابر ہو گیا معاملات مین تو احسان دونو طرف سے درست ہوا حیات مین اسیطرح ممات مین بھی کذا فی الدرر **لا لحربي في دارهم** اور وصیت جائز نہین مسلمان کو کافر حربی کیواسطے دار الحرب مین اسواسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان ہے اور ہم ممنوع ہین کفار مقاتلین کے احسان سے لقوله تعالى (انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين) حق تعالے نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ اللہ تعالے تمکو روکتا ہے اُن کافرون کے احسان سے جو تم سے دین مین لڑے ہین کذا فی الدرر عن الجامع الصغير فقيد بدارهم لان المستامن كالذمي كما افاده المنلا بحثا مصنف نے عدم جواز وصیت مین دار الحرب کی قید لگائی اسواسطے کہ مستامن ذمی کی مانند ہے صحت وصیت مین چنانچہ یہہ فائدہ ملا خسرو نے درر مین بیان کیا ہے بحث کی راہ سے م ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر مین عدم جواز وصیت حربی کیواسطے مذکور ہے اور سیر کبیر مین جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین یہہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہے تو یہہ احتراز ہے اُس حربی سے جو دار الحرب مین نہین یعنی مستامن یہی مراد ہے سیر کبیر مین کہ حربی مستامن کیواسطے درست ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ مذکورہ کے بیان کی کچھہ حاجت نہین اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ مصرح مذکور ہے کتب فقہ مین قلت وبه صرح الحدادي والزيلعي وغيرهما وسيجيء متنا في وصايا الذمي مین کہتا ہون اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زیلعی وغیرہما نے اور آگے متن مین آئیگا ذمی کی وصایا مین **ولا لوارثه وقاتله مباشرا** کا لا متسببا اور درست نہین ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کیواسطے جسنے موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسبب قتل حقیقی نہین م حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لا وصية للقاتل قتل تسبب جیسے وضع حجر غیر ملک مین کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل از قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کذا فی المنح **الا باجازة ورثته** لقوله عليه الصلوة والسلام لا وصية لوارث الا ان يجيزها الورثة يعني عند وجود وارث آخر كما يفيده آخر الحديث وسنحققه وارث کیواسطے وصیت درست نہین مگر موصی کے وارثون کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہین وارث کیواسطے مگر یہہ کہ وصیت کو وارث جائز رکھین یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہین چنانچہ آخر حدیث اوسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب بیان کرینگے **وهم كبار عقلاء فلم تجز اجازة صغير ومجنون** اور حالانکہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہون تو وارث صغیر اور مجنون کی اجازت جائز نہوگی **واجازة المريض كابتداء وصيته** اور وارث مریض کی اجازت ابتدائے وصیت کی مانند ہے م یعنی اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اگر اوسکو شفا ہو گئی تو وصیت صحیح ہو گئی اور اگر مریض مرگیا اوسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہے تو اجازت مریض کی جائز نہوگی جبتک مریض کے اور وارث اوسکی موت کی بعد اجازت نہ دین اور اگر موصی لہ اجنبی ہے وارث نہین تو اجازت جائز ہے اور یہہ

ثلث مال تک صحیح ہے کذا فی التبیین ولو اجاز البعض ورد البعض یجوز علی المجیز بقدر حصتہ اور اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعض
نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اوسکے حصہ کے وصیت جائز ہوگی ۔ ولو یکون القاتل صبیا او مجنونا فیجوز بلا اجازۃ لانھما لیسا
اھلا للعقوبۃ کذا فی الکافی اور اگر قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثوں کے اسواسطے کہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں اور ولو لم یکن له وارث
سواہ جازت کذا فی الکافیۃ ای سوی الموصی له القاتل والوارث حتی لو اوصی لزوجته او ھی له ولم یکن ثمۃ وارث
اخر تصح الوصیۃ ابن الکمال یعنی موصی کا کوئی وارث نہو سوا اسکے کذا فی الکافیہ یعنی سوائے قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی ایسی ہی
کہ اگر زوجہ نے وصیت کی اپنی زوج کو اور وہاں کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال زادہ فی المحیط ولو اوصت لزوجھا
بالنصف کان له الکل بجمیع جہتین اختیار یا وہ کہا قوا اگر زوجہ نے اپنے زوج کو ساتھ نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اوسکا ہوگا یعنی جبکہ زوجہ کا
کوئی وارث نہو سوای زوج کے تو نصف مال بطریق وصیت کے اوسکا ہوا اور نصف بطریق میراث کے قلت وانما قیدنا بالزوجین لان غیرھما
لا یحتاج الی الوصیۃ لانه یرث الکل ردا او رحما وقد قدمناہ فی الاقرار معزیا للتبیین میں کہتا ہوں اسی قید سے ہم نے زوجین
کی ساتھ قید لگائی کہ بغیر انکے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ وارث ہوگا تمام مال کا رد و میراث کی یا قرابت کی وجہ سے اور اسکو
ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الاقرار میں تبیین کیطرف نسبت کرتے وفی فتاوی النوازل اوصی لرجل بکل ماله ومات وله وارث
وارثہ الا امرأته وابت تجز فلھا السدس والباقی للموصی له لان له الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فلھا ربعھما وھو سدس
الکل ولو کان مکانھا زوج فان لم یجز فله الثلث والباقی للموصی له اور فتاوی نوازل میں ہو کہ وصیت کی ایک مرد کیواسطے تمام مال
کی اور موصی مر گیا اور کوئی وارث نچھوڑا سوای اپنی زوجہ کے تو زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کیواسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اسلئے کہ
موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت ہی تو باقی رہی دو تہائیاں تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کی بجائے زوج ہو اور
وصیت کرنیوالیکا سوا اگر زوج نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے اور باقی مال موصی لہ کا ہے مم جیسے زوجہ نے وصیت کی اجازت
نہ دی تو زوجہ کے مال کے چھ سہم ہونگے تہائی وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے اوسمیں چوتھائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ
کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نرکھی تو اوسکی میراث تہائی ہے یعنی دو
سہم اور وہ نصف ہی باقی کا یعنی چار سہم کا ولا من صبی غیر ممیز اصلا ولو بوجوہ الخیر خلافا للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح
نہیں اوس صبی سے جسکو نیک و بد کی امتیاز نہیں اگرچہ اوسنے امور نیک میں وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام میں انکے نزدیک صحیح
ہے وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجھیزہ وامر دفنه فیجوز استحسانا اور اسیطرح صغیر باتمیز سے وصیت صحیح نہیں مگر اوسکی تجہیز اور
دفن کے امر میں تو وصیت استحسانا جائز ہے مم لیکن تجہیز اور تکفین میں مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ میں ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درم کے کفن کی تو متوسط کفن
دیا جاویگا اور دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط صحت کی رعایت ہوگی اور اگر
وصیت کی کہ فلانے قبرستان میں فلانے زاہد کے پاس اوسکو دفن کریں تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی الطحطاوی وعلیه
تحمل اجازۃ عمر رضی الله عنه لوصیۃ یافع یعنی المراھق اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب
البلوغ صغیر کی وصیت کیواسطے محمول ہے مم یعنی فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے مطلقا یا
مراہق سے بالغ مراد ہے کذا فی شرح الحموی وان وصیۃ مات بعد الادراک او اضافھا الیه کان ادرکت فثلثی لفلان لم یجز
لقصور ولایته فلا یملکه تنجیزا وتعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افادہ بقوله صغیر کی وصیت صحیح نہیں اگرچہ وہ بلوغ
کے بعد مر گیا ہو یا وصیت کو بلوغ کیطرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر میں جوان بالغ ہوں تو میرا تہائی مال فلانے شخص کیواسطے ہے تو وصیت جائز

ہوگی صغیر کی تمیز والے کے سبب سے تو اوسکا مالک کرنا تنجیز کے طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے چنانچہ طلاق مین اوسکو ملک نہین بر خلاف غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے
آیندہ قول مین اوسکو ذکر کیا ہے ولا من عبد ومکاتب وان ترک المکاتب وفاء وقیل عندھما تصح فی صورۃ ترک الوفاء در
اور وصیت صحیح نہین غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے اوا بدل کتابت کیواسطے مال چھوڑا ہو اور بعضون نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے در صورت
ترک کرنے ادای مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافھا کل منھما وعبارۃ الدرر الا اذا اضافھا الی العتق فتصح لزوال المانع وھو حق
المولی مگر جبکہ غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کیطرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کیوجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے
مولے کا اور درر کی عبارت یون ہے اضافا یعنی غلام اور مکاتب دونون نے وصیت کو عتق کیطرف مضاف کیا ھ یعنی غلام اور مکاتب کی
وصیت حق مولے کے سبب سے جائز نہ تھی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولے کا حق باقی نرہا تو وصیت صحیح ہوگئی ولا من معتقل
اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت عقلتہ حتی صار لہ اشارۃ معھودۃ فھو کالاخرس اور وصیت جائز نہین بستہ زبان سے بطریق اشارہ
کے مگر جبکہ اوسکی بستگی زبان کی ممتد ہوگئی یہانتک کہ اوسکا اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کی مانند ہے ھ معتقل اللسان وہ
ہے جو کلام کرنے پر قادر ہو مگر تکلف سے کذا فی الحموی درر مین ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کی مانند ہے بر خلاف معتقل اللسان کے وصیت اور
نکاح اور طلاق اور خرید اور قصاص مین وجہ فرق یہہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہوگیا ہو سو گونگے مین تو معلوم ہے
نہ بستہ زبان مین وقدر الامتداد بسنۃ وقیل اذا امتدت لموتہ جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشھاد علیہ وکان کالاخرس قالوا
وعلیہ الفتوی درر وسیجئ فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضون نے کہا جبکہ بستگی اوسکی موت تک ممتد ہوگئی
تو اوسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اوسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کی مانند ہو گیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہہ مسئلہ
آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب مین وانما یصح قبولھا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمھا بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہین مگر
موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کی ہے ھ تو اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول نکی تو وصیت
موقوف رہیگی اوسکے قبول کرنے پر موصی لہ کی ملک مین داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہو کذا فی الاتقانی فبطل
قبولھا وردھا قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تملک بالقبول الا اذا مات موصیہ
ثم ھو بلا قبول فھو ای المال الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا کما مر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول کرنیکے نہین ہوتی
مگر جبکہ اوسکا موصی مر گیا پھر موصی لہ مر گیا بدون قبول کرنیکے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل سے
چنانچہ گذر گیا ھ وجہ استحسان یہہ ہے کہ وصیت تو موصی کیطرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ فسخ کی متحمل نہین مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے
پھر جب موصی لہ مر گیا تو اوسکی ملک مین وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اوس بیع مین جسمین مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مر گیا اجازت سے پہلے
کذا فی شرح الدرر وکذا لو اوصی للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ کما مر اور اسیطرح اگر بچہ
شکم کیواسطے وصیت کی تو وہ اوسکی ملک مین داخل ہوگا بدون قبول کے استحسان کیوجہ سے بسبب نہونے اوس شخص کے جسکی ولایت ہو اوسپر تاکہ وہ اوسکی
طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہوگیا ولہ ای للموصی الرجوع عنھا بقول صریح او فعل یقطع حق المالک عن الغصب بان یزیل اسمہ و
اعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہو غصب سے
اسطرح پر کہ اوس چیز کا نام بدل ڈالے اور اوسکا بڑا فائدہ زائل کر دے چنانچہ کتاب الغصب مین معلوم ہو چکا ھ چنانچہ کپڑے کی وصیت کی پھر اوسکو قطع کیا اور
سیا تو اب اوسکا نام قبا اور قمیص ہوگیا او فعل یزید فی الموصی بہ ما یمنع تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن والبناء فی
الدار الموصی بھا بخلاف تجصیصھا وھدم بنائھا لانہ تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ مین اوسکو زیادہ کر دے جو موصی بہ

کو اپنے مکان میں ملا دینا جیسے ستو کو گھی کے ساتھ ملا دینا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہ گھر میں برخلاف اوس گھر کی جو اپنے گھر کی دیوار کا
اور اوسکی عمارت ڈالنے کے اسواسطے کہ وہ تصرف مراد ہے بیع و تصرف فیہ عطف علی یقوله صریحا وعطف ابن الکمال تبعا للدرر
یا زد علیہ فہو اصل ثالث فی کون فعلہ یقید رجوعا کما یفیدہ ما تقدم من تنزیل ملکہ فانہ رجوع عادۃ للملک باشیاء کالبیع
والہبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہے ایسے تصرف سے جو اوسکی ملک کو زائل کردے جیسا بیع اور ہبہ سبب تصرف رجوع سے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی
کی ملک میں دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے کہا قولہ وتصرف عطف ہے یقولہ صریحا پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہوکر اسکو بلفظ او عطف کیا ہے اور
اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہے اور ایسے فعل کے افادہ رجوع ہونے میں جیسا کہ درر کا متن اسکا مفید ہے سو اسکو غور کرلے وکذا اذا خلطہ بغیرہ
بحیث لا یمکن تمییزہ اور اسیطرح رجوع من الوصیۃ ہے جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اوسکا جدا کرنا ممکن نہیں کا یکون
رجوعا بغسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی التبع موصی رجوع وصیت سے راجع نہوگا اوس کپڑے کی دھوب دینے سے جسکی اوسنے وصیت کی اسلئے کہ
یہ تصرف ہے تابع میں نہ اصل میں واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا اور یہ جان رکھ کہ تغیر کرنا موصی کی موت کے بعد مطلق
ضرر نہیں کرتا وصیت میں ولا یجحدہا درر وکنز ووقایہ وفی المجتمع بہ یفتی ومثلہ فی العینی ونقل عن العیون ان الفتوی علی
انہ رجوع وفی السراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف اور موصی راجع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسیطرح ہے درر اور کنز اور وقایہ
کی متن میں اور مجمع میں ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے عینی شرح مجمع میں ہے پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہے کہ انکار رجوع
ہے وصیت سے اور سراجیہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ہم معلوم ہو کہ یہاں دونوں قول پر فتوی
ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں لسنی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنی مختصر میں اس مسئلہ کا خلاف نہیں ذکر کیا اور نہ محمد نے
اپنی کتابوں میں لیکن کتاب الوصایا میں انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر میں رجوع نہیں کہا اسوجہ سے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ
اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور بعضوں نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہی وکذا لا یکون
راجعا بقولہ کل وصیۃ اوصیت بہا فحرام او ربوا او اخرتہا اور اسیطرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ میں نے کی وہ
حرام ہے یا ربا ہے یا اوس وصیت میں تاخیر ڈالی میں نے بخلاف قولہ ترکتہا برخلاف اس قول کے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع
ہے وصیت سے ہم تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہے اسواسطے کہ ترک شی اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہیں وبخلاف قولہ کل وصیۃ
اوصیتہا فہی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فہو لعمرو او لفلان وارثی فکل ذلک رجوع عن الاولی ویکون لوارثہ
بالاجازۃ کما مر اور برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہ میں نے زید کیواسطے کی وہ عمرو کیواسطے ہے یا فلانے میرے
وارث کیواسطے ہے تو ہر ایک یہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے جیسا کہ مذکور ہوچکا کہ وارث
کے حق میں وصیت بدون اجازت اور وارثوں کے درست نہیں ولو کان فلان الآخر میتا وقتہا فالاولی من الوصیتین
بحالہا لبطلان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلانا شخص مردہ ہو وصیت کیوقت تو دو وصیتوں میں سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے
دوسری وصیت کے ولو حیا وقتہا فمات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ
ہے وصیت کیوقت پھر مرگیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنیسے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے وتبطل
ہبۃ المریض ووصیتہ لمن نکحہا بعدہما ای بعد الہبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثا او غیر
وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اوسکی وصیت باطل ہے اوس عورت کیواسطے جس سے مریض نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت
کے بعد اسلئے کہ ثابت ہوچکا ہے یہ کہ جواز وصیت کیواسطے موصی لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کیوقت معتبر ہے نہ وصیت کیوقت ہم وصیت تو ظاہر ہے

سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کیوقت وارث نہین مگر موت کیوقت وارث ہوگئی نکاح سے اور حالانکہ وارث کیواسطے وصیت جائز نہین اور ہبہ مریض کا
اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہے صورتین لیکن مرض کے سبب سے وہ حکماً مضاف الیٰ مابعد الموت ہے اسواسطے کہ ہبہ واقع ہوگیا ہے وصایا کے موقع
مین کیونکہ تبرع ہے تو اوسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار لانہ یعتبر کون المقر لہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار
فلو اقر لہا فنکحہا فمات جاز برخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقر لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہے تو اگر عورت کیواسطے اقرار کیا پہر اوس سے
نکاح کیا پہر مرگیا تو اقرار جائز ہے م اقرار کیوقت عورت وارث نہ تہی پہر نکاح سے وارث ہوئی تو یہہ اقرار کیواسطے مضر نہین ویبطل اقرارہ ووصیتہ
وہبتہ لابنہ کافرا او عبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت الاقرار فیوجب تہمۃ الایثار اور باطل ہے
اوسکا اقرار اور اوسکی وصیت اور اوسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لئے یا غلام یا مکاتب کیلئے اگر فرزند مسلمان ہوگیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد ہبہ
اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزند کے اقرار کیوقت تو یہہ تہمت ایثار کا مورث ہی م ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہوچکا کہ اونمین موت
کا حال معتبر ہے اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ ہی لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کیوقت موجود ہی تو یہہ تہمت ایثار کی موہم ہے تو اقرار تہمت کے اعتبار سے
ملحق بوصیت ہوگیا کذا فی الدرر وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول بہ علۃ السل وہو قرحۃ فی الرئۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ
ولم یخف موتہ منہ والا تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ اور مقعد اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ
اوسکے تمام مال سے نافذ ہی اگر مرض کی مدت ایکسال تک دراز ہوگئی ہو اور اوس مرض سے موت کا خوف نہوا اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنی ایک
سال نگذرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اوسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ مطاولہ ہین قاتل اور مہلک نہین شارح نے کہا مسلول وہ ہے
جسکو سل کی بیماری ہو اور وہ پہیپڑہ کا قرحہ ہے م مقعد بضم میم وہ بیمار ہے جو چلنے پہرنے سے عاجز ہو پاؤنکی بیماری سے اور مفلوج وہ جسکو فالج
کی بیماری ہو یعنی آدہا دہڑ حس وحرکت سے رہ گیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتھہ مین رعشہ ہو یعنی ہاتھہ کانپتا ہو خلاصہ یہہ ہے کہ یہہ امراض مزمنہ جسکو عارض ہون
اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پہر مرجاوے برس سے پہلے تو یہہ مرض الموت ہی تو اوسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہین
اسواسطے کہ جب سال کی چارون فصلونمین جنمین مظنہ تہا ہلاک ہونیکا زندہ رہا بچ گیا تو اوسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا مریضون کے حکم مین نرہا یہانتک
کے علاج کے بہی لائق نرہا کذا فی الدرر قیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیہ بعضون نے کہا کہ مرض
الموت یہہ ہے کہ آدمی اپنی حاجتون کے واسطے نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے تجرید مین کذا فی البزازیہ والمختار انہ ما کان الغالب منہ الموت و
ان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول مختار یہہ ہے کہ مرض الموت وہی جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو
کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرہ وإذا اجتمع الوصایا قدم الفرض وان اخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث
عنہا اور اگر مجتمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنی فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اوسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض
یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجایش نرکہتا ہو م قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیئے اوس فرض سے
جو حق العبد ہے پہر اوس فرض سے جو حق اللہ ہے پہر واجب پہر نفل الیا مرویی ہی فقہا سے کذا فی الطحطاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین
مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطرۃ والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دون الاضحیۃ زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور
قسم کا کفارہ مقدم ہی صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم ہے قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر
کے اجماع سے نہ قربانی یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہین وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام الطواویسی یبدأ بکفارۃ قتل ثم یمین ثم
ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطرۃ ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے امام طواویسی سے یون مروی ہی کہ ابتدا کیجاوے کفارہ
قتل سے پہر کفارہ ظہار سے پہر کفارہ افطار سے پہر نذر سے پہر صدقہ فطر سے پہر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جاوے خراج پر وفی الدر جعلہ مذہب ابی حنیفۃ آخر آن

الحج النفل فضل من الصدقۃ اور یہ حجہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کا پہلا مذہب یہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے حم اول یہ مذہب تھا
کہ صدقہ افضل ہے تو سی پھر جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحاوی اوصی بحج ای بحجۃ الاسلام احج
عنہ راکبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اوسکا وارث یا وصی موصی کیطرف سے حج کرا دے سوار کرکے موصی کے شہر سے حم اسواسطے کہ موصی پر
حج فرض تھا اوس وطن سے سوار ہوکر پیدل تو واسطے اوسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقۃ من بلدہ فقال رجل انا احج عنہ
بھذا المال ماشیا لا یجزیہ قہستانی معزیا للتتمۃ سو اگر خرچ کفایت نکرے موصی کے شہر سے سو ایکمرد نے کہا کہ میں حج کرونگا میت کیطرف سے
اسیقدر مال قلیل پر پیدل تو یہ حج کفایت نکریگا میت کیطرف سے چنانچہ قہستانی میں تتمہ سے منقول ان کفی نفقتہ ذلک والا فمن حیث
تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہوکر وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہاں سے سوار کرکے نائب کو حج کیواسطے روانہ کرے
وان مات حاج فی طریقہ واوصی بالحج عنہ یحج من بلدہ راکبا وقالا من حیث مات استحسانا ھدایہ ومجتبی وملتقی قلت وعلمت
ان قولہ قیاس وعلیہ المتون فکان القیاس ھنا ھو المعتمد فافھم اگر حج کا جانیوالا راہ میں مرگیا اور اوسنے وصیت کی اپنی عوض حج کروانے
کی تو حج کروانا چاہئے میت کے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہاں سے مرگیا وہاں سے چاہئے استحسان کی وجہ سے کذا فی الہدایۃ والمجتبی والملتقی
مین کہتا ہوں اور یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اوسی پر متون فقہ کی مشتمل ہیں تو یہاں قیاس ہی معتمد ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ کیونکہ
ہم جہان قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہیں تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہاں قیاس ہی مقدم ٹھہرا ان بلغ نفقتہ ذلک والا فمن حیث تبلغ اگر اوسکا
خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے کفایت کرے وہیں سے سوار کرکے حج کروانا چاہئے بالاتفاق ومن لا وطن لہ فمن
حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہو تو جہان وہ مرگیا وہاں سے حج کروانا چاہئے بالاتفاق امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل
مالہ عبد فیعتق عنہ عن الموصی ولم یجز الورثۃ بطلت وصیت کی کہ اوسکے مال سے غلام خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جاوے موصی کیطرف سے اور اوسکے
وارثوں نے اسکو جایز نرکھا تو وصیت باطل ہے کذا اذا اوصی بان یشتری لہ عبد بالف درہم وزاد الالف علی الثلث وقالا یشتری
بکل الثلث فی المسئلتین مجمع اسیطرح جبکہ وصیت کی یہہ کہ خرید کیا جاوے اوسکو واسطے غلام ہزار درم سے اور ہزار درم ثلث مال سے زیادہ ہیں تو وصیت
باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونو صورتوں میں غلام خرید کیا جاوے کذا فی المجمع مریض اوصی بوصایا ثم برئ من مرضہ ذلک
وعاش سنین ثم مرض فوصایاہ باقیۃ ان لم یقل ان مت من مرضی ھذا فقد اوصیت بکذا کذا فی الخانیہ بیمار نے چند وصیتیں
کیں پھر وہ چنگا ہوگیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اوسکی وصیتیں باقی ہیں اگر اوسنے یوں نکہا ہو کہ اگر میں اپنی اس مرض سے
مرگیا تو میں نے یہہ وصیت کی کذا فی فتاوی قاضیخان اوصی بوصیۃ ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستۃ اشھر بطلت والا لا موصی نے
وصیت کی پھر وہ مجنون ہوگیا اگر اوسکا جنون دیر تک ٹھہرا یہانتک کہ چھ مہینے تک پہنچا تو وصیت باطل ورنہ باطل نہیں وکذا لو اوصی ثم اختلط
بالوسوسۃ ای فصار معتوھا حتی مات بطلت خانیہ اور اسیطرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سودا وبیہوش اور غافل ہوگیا یہانتک کہ
مرگیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیہ اوصی بان تعار بیتہ من فلان او بان یتصدق عنہ الماء شھرا فی الموسم او فی سبیل اللہ ھو
باطل فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی یہہ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریت دیا جاوے فلانے شخص کو یا یہہ کہ پانی پلایا جاوے مرنے کیطرف سے مہینہ بھر
حج کے موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں کذا فی الخانیہ کالو اوصی بھذا التبن لدواب فلان
فان الوصیۃ باطلۃ ولو قال یعلف بہ دواب فلان جاز چنانچہ اگر یوں وصیت کی کہ یہہ بہوسا فلانے شخص کے جانوروں کے لئے خاص
ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یوں کہا کہ اس بہوسے سے فلانے جانوروں کو چارا دیا جاوے تو وصیت جایز ہے ولو اوصی بان ینفق علی فرس
فلان کل شھر کذا جاز وتبطل ببیعہ اور اگر یہہ وصیت کی دیجائے کہ گھوڑے پر ہر مہینے اسقدر خرچ کیا جاوے تو جایز ہے اور گھوڑے

لا یجیزالنا وصیت کو باطل کردیتا ہی ھم خانیہ مین ہی محمدؒ نے کہا یہہ وصیت صاحب فرس کیواسطے ہی پہر اگر گہوڑا مرگیا یا مالک نے اوسکو بیچا تو وصیت
باطل ہوگی انتہی ولو اوصٰی بسکنٰی دارہ لرجلٍ ولا مال لہ سواھا جاز ولہ سکناھا مادام حیًّا ولیس للوارث بیع ثلثیھا وقال
ابویوسف لہ ذلک ولہ ان یقاسم الورثۃ ایضًا ویفرز الثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گہر کی سکونت کی ایکمرد کیواسطے اور موصی کا
کچہہ مال نہین سوا ہی اوس گہر کے تو جائز ہے اور موصی لہ کو اوسمین رہنا یعنی تہائی گہر مین درست ہی جبتک وہ زندہ رہی اور موصی کے وارث کو اوسکے
گہر کی دو تہائیان بیچنا درست نہین اور ابویوسف نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہے وارث کو اور یہہ بہی جائز ہے کہ وارث وارثون سے مقاسمہ
کرلے اور تہائی وصیت کی جدا کردے کذا فی الخانیۃ ولو اوصٰی بقطنہ لرجلٍ وبحبّہ لاٰخر واوصٰی بلحم شاۃٍ معینۃٍ لرجلٍ وبجلدھا لاٰخر و
اوصٰی بحنطۃٍ فی سنبلھا لرجلٍ وبالتبن لاٰخر جازت الوصیۃ لھما وعلی الموصٰی لھما ان یدوسا ویسلخ الشاۃ اور اگر اپنی کپاس کی
وصیت کی ایکمرد کیواسطے اور اوسکے بنولونکی وصیت کی دوسرے شخص کے لئے اور معین بکری کے گوشت کی وصیت کی ایکمرد کیواسطے اور اوسکی کہال کی
وصیت کی دوسرے کیواسطے اور وصیت کی اوس گیہون کی جو بالیون کے اندر ہی ایکمرد کیواسطے اور بہوسی کی وصیت کی دوسرے کیواسطے تو یہہ وصیت دونون مردون
کیواسطے جائز ہے اور دونوپر لازم ہے گیہون کا مانڈنا اور بکری کی کہال گوشت سے جدا کرنا ھم اور اسیطرح دونوپر لازم ہی کپاس کا اوٹنا یعنی تاکہ
ہرایک کا حصہ جدا ہوجاوے اوصٰی بثلث مالہ لبیت المقدس جاز ذلک وینفق فی عمارۃ بیت المقدس وفی سراجہ ونحوہٖ قالوا
ھذا یفید جواز النفقۃ من وقف المسجد علی قنادیلہ وسرجہ وان یشتری بذلک الزیت والنفط للقنادیل فی رمضان خانیہ وصیت
کی اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کیواسطے تو یہہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیاجاوے بیت المقدس کی عمارت مین اور اوسکے چراغ مین اور مانند اوسکی علمانے
کہا کہ یہہ دلیل ہے اسکی کہ مسجد کے وقف سے خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور اوسکے چراغونپر جائز ہی اور یہہ جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن
قندیلون کیواسطے رمضان مین خرید کیا جاوے کذا فی الخانیۃ وفی المجتبٰی اوصٰی بثلث مالہ للکعبۃ جاز ویصرف لفقراء الکعبۃ لاغیر وکذا
للمسجد والمقدس اور مجتبٰی مین ہی کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریفہ کیواسطے تو جائز ہے اور وہ مال کعبہ معظمہ کے محتاجون کیواسطے خرچ کیا جاوینہ اور
کام مین اور اسیطرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ھم یہہ دوسرا قول ہے متن کے مخالف کذا فی الطحطاوی وفی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ
جاز لغیرھم اور فقراء کوفہ کی وصیت اونکے سوای اور محتاجونپر صرف کرنا جائز ہے ھم اور یہہ ہی حکم ہے فقراء حاج اور فقراء مکہ کا کذا فی العالمگیریۃ
وفی الخانیۃ اوصٰی بعبدہٖ یخدم المسجد ویؤذن فیہ جاز ویکون کسبہ لوارث الموصی اور خانیہ مین ہے کہ وصیت کی اپنے غلام کی کہ مسجد
کی خدمت کرے اور اوسمین اذان دیوے تو وصیت جائز ہے اور کمائی اوس غلام کی موصی کی وارث کی ہے ولو اوصٰی بثلث مالہ لاعمال البرّ
لا یصرف ثلثہ لبناء السجن لان اصلاحہ علی السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کیواسطے کی تو اوسکا تہائی مال قیدخانہ
بنانے مین صرف نکیا جائیگا اسواسطے کہ اوسکی اصلاح بادشاہ پر ہے اوصٰی بان یتخذ الطعام بعد موتہٖ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ
کما فی الخانیۃ عن ابی بکر البلخی یہہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کہانا تیار کیا جاوے لوگون کے واسطے تین دن تو یہہ وصیت باطل ہے چنانچہ
خانیہ مین ابوبکر بلخی سے مروی ہی وفیھا عن ابی جعفر اوصٰی باتخاذ الطعام بعد موتہٖ ونطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث
لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن لم یطل ولو فضل طعام ان کثیر انضمن والا لا انتھٰی اور خانیہ مین ابوجعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کہانا
طیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کہلایا جاوے اونکو جو ماتم پرسی کیواسطے آوین تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کہانا حلال ہی اوسکو جو ماتم
داری مین بہت ٹہرا یا اوسکی مکانکی مسافت دراز ہی نہ اوسکو حلال ہے جسکی مسافت بعید نہین اور نہ زیادہ مقام ہے اور اگر کہانا بچرہا تو اگر
کثیر ہی تو اسکا تاوان وصی پر ہی اور اگر قلیل ہے تو تاوان نہین انتہی ما فی الخانیہ قلت وحمل المصنف الاول علی طعام یجتمع لہ النائحات
بقیۃ ثلثۃ ایام فتکون وصیۃ لھن فبطلت والثانی علی ما کان لغیرھن مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو یعنی ابوبکر بلخی کے

تو اسکو بطلان وصیت میں یہ محمول کیا ہے اوس کھانے پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتیں جمع ہوتی ہیں باقی تین دن تو یہ وصیت ہوئی نوحہ گروں کے واسطے اور وہ باطل
ٹھہری اور قول ثانی یعنی ابوحنیفہ کے جواز وصیت کو اوس کھانے پر جو سوائے نوحہ گر اور لوگوں کیواسطے پکایا جاوے م نوحہ گروں کے واسطے وصیت کا باطل
ہونا ظاہر ہے ان تین دن پر منحصر نہیں کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنے تین دن کے بعد بھی نوحہ گری گناہ ہے کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل متفرقہ شتی
أوصى بأن يصلي عليه فلان أو يحمل بعد موته إلى بلد آخر أو يكفن في ثوب كذا أو يطين قبره أو يضرب على قبره قبة أو لمن
يقرأ عند قبره شيء معين فهي باطلة كذا في السراجية مختصر یہ وصیت کی کہ نماز پڑھے اوسپر فلاں شخص یا موت کے بعد اوسکی لاش کو
اوٹھا لیجاویں دوسرے شہر کیطرف یا ایسا کفن دیا جاوے فلانے کپڑے میں یا اوسکی قبر پر کہگل کیجاوے یا اوسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاوے یا اوسکی قبر کے
پاس قرآن پڑھے اوسکو کچھ معین مال دیا جاوے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے م شارح نے وصیت
بالخدمة کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ قبر کی کہگل کرو وہ نہیں اور قرآن پڑھنا قبر پر اور قاری کو دینا لینا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے
شہر میں نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہیں کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا مکروہ ہے لہذا اوسکی وصیت باطل ہے أوصى بثلث
ماله لله تعالى فهي باطلة وقال محمد تصرف إلى وجوه البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خداتعالی کیواسطے تو یہ باطل ہے امام کے نزدیک اور امام
محمد نے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجاوے نیک کاموں میں م وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیاء حق تعالی کی ملک ہیں تو لام تملیک کی کچھ وجہ نہیں بدون تاویل اور
توجیہ کے والبر الظاهر كذا في الطحطاوي قال أوصيت لفلان بألف وهو عشر مالي لم يكن له إلا الألف کہا کہ میں نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے
شخص کیواسطے اور حالانکہ ہزار درم میرے تمام مال کا دسواں حصہ ہے تو موصی لہ کیواسطے سوائے ہزار درم کے کچھ نہیں م جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج
ہوسکیں تو اوسکو ہزار درم ملینگے خواہ ہزار دسویں حصہ سے زیادہ ہوں یا کم کذا فی الطحطاوی ولو أوصيت له بجميع ما في هذا الكيس وهو ألف
فإذا فيه ألفان ودنانير وجواهر فكله له إن خرج من الثلث اور اس قول میں کہ میں نے فلانے کیواسطے وصیت کی اوس تمام مال کی جو اس
تھیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درم ہیں پھر جو اسمیں دیکھا تو دو ہزار درم اور اشرفیاں اور جواہر ہیں تو وہ بالکل مال موصی لہ کا ہے بشرطیکہ یہ
ثلث مال سے خارج ہو دے کذا فی المجتبی قال لمديونه إذا مت فأنت بريء من ديني عليك صحت وصية ولو قال إن مت لا يبرأ
للمخاطرة اپنے قرضدار سے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو تو بری الذمہ ہے اس قرضہ سے جو تجھپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی بعد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاویگا
اور اگر یوں کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے قرض سے تو یوں بری الذمہ نہوگا مخاطرہ کے سبب سے م مخاطرہ سے مراد اوسپر تعلیق ہے
جو ہنوز موجود نہیں لیکن اوسکا ہونا مترقب ہو کذا فی الطحطاوی يدخل المجنون في الوصية للمرضى دیوانہ داخل ہے بیماروں کی وصیت میں یعنی جو
بیماروں کیواسطے وصیت میں شمار ہوا تو مجنون پر بھی منتشر ہوگا اسلئے کہ جنون بھی بیماری ہے وفي الوصية للعلماء يدخل المتكلمون وبلاد
خوارزم دون بلادنا اور علماء کیواسطے وصیت ہوا دمیں ملک خوارزم کی متکلم داخل ہیں نہ ہمارے ملک کے متکلم م متکلم وہ جو
عقائد میں گفتگو کرتا ہو طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اہتمام کرتے ہونگے بلکہ لوگوں کو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے
ہونگے اور غیر ملکوں کے متکلم شبہات فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے اور انکار کرتے ہونگے مثال اونکی مشہور ہے انکو علم الہی سے کچھ نصیب نہیں ولو أوصى للعقلاء ينصرف
إلى العلماء الزاهدين لأنهم هم العقلاء في الحقيقة فتنبه اور اگر وصیت کی عقلمندوں کیواسطے تو اسکو صرف کرنا چاہئے تارک الدنیا عالموں پر اسلئے کہ فی الحقیقة عقلمند وہی
ہیں کذا فی القنیہ م عاقل انجام بین کو کہتے ہیں تو حقیقت میں تارک الدنیا عاقل ہے جس نے دنیا ناپایدار کا انجام غور کر کے اسکو چھوڑ دیا طحطاوی نے کہا رد المحتار کے نسخوں میں بجائے لفظ انہ
کے فتنبہ کا لفظ ہے اور صواب یہ ہے کہ قنیہ ہے اسلئے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہے جیسا کہ منح الغفار میں ہے اور اگر ایسا نہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہریگی اسلئے کہ آخر فروع میں سراج میں ذکر
واللہ اعلم واعلم أن الوصية في يد الموصى له وورثته بمنزلة الوديعة جاننا چاہئے کہ مال وصیت موصی لہ کے وارثوں کے قبضہ میں بجائے امانت کے ہے کذا فی السراج یعنی اگر
مذکور تلف ہو جاویگا تو انکو ضمان دینا لازم نہوگا

باب الوصية بثلث المال

یہ باب ہے تہائی مال کی وصیت کے مسائل میں

باب الوصیۃ بثلث المال

اِذَا اَوصٰی بثلث مالہ لزیدٍ وَلِآخرَ بثلث مالہ ولم تجز فثلثہ لھما نصفین اتفاقاً جبکہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے
اور دوسرے شخص کیواسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال دونو شخصون مین نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین
کے ھم اسواسطے کہ ثلث مال دونون کے حق کی گنجایش نہین رکہتا کیونکہ عدم اجازت کیحالتمین تہائی مال سے وصیت زیادہ نہین ہوسکتی اور
استحقاق کے سبب مین دونو برابر ہین اور محل شرکت کی قابل ہے لہذا ثلث مال دونون مین نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی وَاِن اَوصٰی بثلث
مالہ لزیدٍ ولِآخر بسدس مالہ فالثلث بینھما اثلاثًا اتفاقًا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے اپنے مال کے
چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونون شخصون مین تہاؤ ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا
وَاِن اَوصٰی لِاَحدھما بجمیع مالہ ولِآخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ ذٰلک فثلثہ بینھما نصفان لِاَنّ الوصیۃ بالاکثر من الثلث
اذا لم تجز تقع باطلۃ فیجعل کانہ اوصٰی لکلٍّ بالثلث فینصّف اور اگر وصیت کی ایک شخص کیواسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کیواسطے
تہائی مال کی اور وارثون نے اوسکو جائز نرکہا تو اوسکے مال کی تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جب ورثہ کی
اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹہر گئی تو یہہ قرار دیا گیا کہ گویا اوسنے ہر شخص کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی یہہ
مذہب ہے امام کا وقالا اَرباعًا لِاَنّ الباطل ما زاد علی الثلث فاضرب الکل فی الثلث یحصل اربعۃ فیجعل ثلث المال اور صاحبین نے کہا
کہ ثلث مال کے چار حصے کئے جاوینگے اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہے تو کل کو ضرب کر کے ثلث مین چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال
مین قرار دئے جاوینگے ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنی اوسمین دقت ہے مطلب ظاہر نہین درر کی عبارت یون ہے کہ صاحبین
کے نزدیک چار سہم کئے جاوینگے تین سہم اوسکے واسطے جسکے لئے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اوسکے لئے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ
وصیت زائد ثلث پر باین معنی باطل ہے کہ موصی لہ اوسکا مستحق نہین ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر مین کہ موصی لہ اوسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ
اوس زائد کے اسلئے کہ اس مطلب کے ابطال کا کوئی موجب نہین تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام
پر تقسیم ہوگا انتہی مختصرًا وَلَا یضرب الموصٰی لہ بالاکثر من الثلث عند ابی حنیفۃ المراد بالضرب المصطلح بین الحساب فعندہ
سہام الوصیۃ اثنان فاضرب نصف کلٍّ فی الثلث یکون سدسًا فلکلٍّ سدس المال وعندھما اربعۃ کما قدمنا اور امام کے نزدیک ضرب
واقع نکریگا وہ موصی لہ جسکے لئے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب مین مصطلح ہے تو امام کے نزدیک
وصیت مذکورہ کے سہام دو ہین تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث مین تو سدس ہوگا ہر شخص کیواسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام
وصیت کے چار ہین چنانچہ ہمنے اونکو آگے بیان کر دیا ھم شارح کو یون کہنا اولے تہا فاضرب نصفھما او فاضرب نصیب کل ضرب مصطلح عبارت
ہے اوس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھہ ویسی ہی ہے جیسے دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھہ کذا فی الطحطاوی اِلّا فی
ثلث مسائل وھی المحاباۃ والسعایۃ والدراھم المرسلۃ ای المطلقۃ غیر المقیدۃ بثلث او نصف او نحوھما اگر ثلث کا
موصی لہ ضرب نہین کرتا مگر تین مسئلون مین ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہہ ہین ایک محابات دوسری سعایت تیسری دراہم مرسلہ یعنی مطلق
دراہم جنمین ثلث یا نصف کی یا انکے سوا ہے اور کوئی قید مذکور نہین ھم محابات لغت عرب مین بمعنی مسامحہ اور عطا کے ہے اور یہان محابات سے مراد
وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی ومن صورہ ذٰلک ان یوصی لرجلٍ بالف درھم مثلًا او یحابیہ فی بیعٍ بالفٍ
درھم او یوصی بعتق عبدٍ قیمتہ الف درھم وھی ثلثا مالہ ولِآخر بثلث مالہ ولم تجز فالثلث بینھما اثلاثًا اجماعًا اور اوسکے
منجملہ اشکال کی یہہ مثال ہے کہ وصیت کی ایکشخص کیواسطے ہزار درم کی مثلًا یا ایکشخص سے بیع کی ہزار درم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اپنے
غلام کی آزادی کی جسکی قیمت ہزار درم ہے اور حالانکہ ہزار درم اوسکی تمام مال کی دو تہائیان ہین اور دوسرے شخص کیواسطے تینون مثالون مین اپنے

تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے یہہ وصیت جائز نرکہی تو کل مال کی تہائی دو نون موصی لہ مین تین تہائی بالاتفاق ہوگی یعنی دو سہم زائد
کے موصی لہ کو اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم اتن نے اپنی شرح مین کہا کہ محابات کی صورت یہہ ہیکہ ایکمرد کے دو غلام ہین ایک کی قیمت ۳۰
درہم ہے اور دوسرے کی ۶۰ درہم سوا اوسنے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتہہ دس درہم پر بیچا جاوے اور دوسرا غلام عمرو کی ہاتہہ ۲۰ درہم پر بیچا جاوے اور موصی کا سوا
ان دو غلامون کے کچہہ اور مال نہین ہے تو زید کے حق مین ۲۰ درہم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین ۴۰ درہم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہم مین
تہائی ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتہہ ۲۰ درہم پر بیچا جائیگا اور دس درہم اسکو وصیت ٹہہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتہہ ۴۰ درہم پر اور ۲۰ درہم
اوسکی وصیت ہوئی تو زیادہ دو تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہوگیا اور سعایت کی صورت یہہ ہے کہ موصی نے دو غلام کو آزاد
کیا جنکی قیمت ویسی ہے جو محابات مین مذکور ہو چکی اور اوسکا کچہہ مال غلامون کے سوا نہین تو اول کیواسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کیواسطے دو ثلث
کی تو وصیت کے سہام تین تہائی ہونگے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسطرح اونمین مقسوم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوا
اور وہ دس درہم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کریگا ۲۰ درہم مین اور ثانی غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ ۲۰ درہم ہیں اور سعایت کریگا ۴۰ درہم مین
تو ہر ایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہو ثلث پر اور دراہم مرسلہ کی یہہ صورت ہیکہ زید کیواسطے وصیت کی ۲۰ درہم کی اور دوسرے کیواسطے
وصیت کی ۶۰ درہم کی اور اوسکا کل مال ۶۰ درہم ہے اور وارثون نے اس وصیت کو جائز نرکہا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے تو اول سہم
ثلث مال مین ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین مین کذا فی اللطحاوی وبمثل نصیب ابنه صحت له ابن او لا اور اپنی فرزند کے حصہ
کی مانند کی وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اوسکا بیٹا ہو یا نہو وبنصیب ابنه لا لو لہ ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصہ کی دوسرے کیواسطے وصیت کی تو
صحیح نہین اگر اوسکا بیٹا موجود ہو ہم اسواسطے کہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہی پہر جب اوسکی وصیت اور شخص کیواسطے ہوئی تو اوسنے فرض الہی کو بدل ڈالا تو
صحیح نہوگا کذا فی المنح برخلاف مسئلہ سابقہ کے اسواسطے کہ مثل شی متغایر ہے وان لم یکن له ابن صحت عنایه وجوہرة زاد فی شرح التکملة
وصار کالو اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایہ والجوہرۃ شرح تکملہ مین اسقدر زیادہ کیا ہے اور یہہ ہوگیا
مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہی شرح التکملہ وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان فله النصف انتہی
اور مجتبی مین ہے اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند کی اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہی مافی المجتبی ہم لیکن زیادہ بیچ ثلث اجازت ورثہ پر موقوف
ونقل المصنف عن السراج ما یخالفه فتنبه اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہی ہم یعنی منہ نقل
کیا ہے اور سراج مین ثلث مسطور ہے کذا فی اللطحاوی وله فی الصورة الاولی ثلث ان اوصی مع ابنین اور موصی لہ کیواسطے پہلی صورت مین تہائی ہے اگر موصی نے دو فرزندان کے ساتہہ وصیت
کی ہم یعنی دو فرزندون کے ساتہہ موصی لہ کے لیے بمثل حصہ فرزند وصیت کی تو اوسکو تہائی مال ملیگا تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا ونصف مع ابن لعدم ان جاز وہ موصی لہ کو
ایک فرزند کے ساتہہ نصف ہے اگر فرزند جائز رکہے ومثلہم البنات اور بیٹیون کی مانند بیٹیونکا حکم ہے ہم یعنی اگر بمثل حصہ دختر وصیت کی اور اوسکی ایک بیٹی ہے تو موصی لہ کو نصف ہے
اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہے اور دو بیٹیونکے ساتہہ ثلث ہے کذا فی المنح والاصل انه متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثة یزاد مثله علی سہام الورثة مجتبی اور قاعدہ یہہ ہے کہ جب وصیت کرے
بمثل حصہ کسی وارث کے تو ورثہ کے سہام پر اوسی حصہ کا مثل زیادہ کر لیا جاویگا کذا فی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالون مین مفصل گذرا وبجزء او سہم من ماله فالبیان الی
الورثة یقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم المتسویة بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایة فتخالفه اور وصیت کی اپنے مال مین سے
ایک جزو یا ایک سہم کی تو اوسکا بیان وارثون کیطرف ہی تو وارثون سے کہا جاویگا کہ موصی لہ کو وہ جسقدر تمہارا جی چاہے یہہ دیدو پہر یہہ دریافت کرنا چاہئے کہ برابری
درمیان جزو اور سہم کے یہہ ہمارا متاخرین کا عرف ہے اور اصل روایت تو اسکی مخالف ہے ہم وارثونکو بیان کا اسواسطے منصب ہوا کہ جزو اور سہم کا اطلاق ہر
قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور وصیت جہالت سے ممنوع نہین اور وارث موصی کے اوسکی قائم مقام ہین بیان مراد مین شرح وقایہ مین ہے کہ سہم عبارت
ہے سدس سے اور امام کے قول مین بنا عرف بعض ایام کے منتہی انتہار ہین سو کہ لفظ نصیب اور شقص اور بعض اور حظ ور شیء کا سہم اور جزو کی مانند حکم ہے

في العلماء من ورثة قال سدس مالي له ثم قال ثلثه له واجازوا له ثلث اى حصة الثلث فقط وان اجازته الورثة لدخول
السدس في الثلث مقدماً كان او موخراً اخذاً بالمتيقن وهذا اندفع سوال صدر الشريعة واشكال ابن الكمال
اور اگر بولا کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کیواسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اوسکو واسطے ہے اور اوسکے وارثون نے اجازت دی تو موصی
کیواسطے تہائی مال ہے یعنی اوسکا حق فقط ثلث ہی اگرچہ وارثون نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ
موخر اعتبار متیقن کے سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہوگیا ھم صدر الشریعۃ کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ ثلث اور
سدس کا قول اگر اخبار ہے تو کذب ہے اور اگر انشا ہے تو واجب ہے کہ موصی لہ کیواسطے نصف مال واجب ہو اسواسطے کہ ثلث اور سدس مل نصف ہوتا ہے خلاصہ
جواب یہہ ہے کہ وصیت مین احتمال ہے کہ سدس ثلث مین داخل ہوا ور یہہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول
سدس کا ثلث مین بالیقین ہے لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہی
ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہو وفي سدس مالي مكرراً له سدس لان المعرفة قد اعيدت معرفة اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا
لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کیواسطے سدس ہے اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہوا معرفہ ہوکر ھم یعنی موصی نے یون کہا کہ میرا سدس مال اوسکے واسطے ہے پھر یہی کہا
کہ میرا سدس مال اوسکا ہے خواہ اوسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اوسکا حق ہے اسواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی عین ہوتا ہے اول کا
اور یہان معرفہ لفظ سے سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کیطرف وبثلث دراهمه او غنمه او ثيابه متفاوتة فلو متحدة فكالدراهم
او عبيده ان هلك ثلثاه فله جميع ما بقي في الاوليين اى الدراهم والغنم اور موصی کے دراہم یا اوسکی بھیڑ بکریون یا اوسکے مختلف
کپڑون کی یا اوسکے غلامون کے ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہوجاوین تو موصی لہ کیواسطے وہ ہے جو سب باقی رہگیا اول دو مثالون یعنی درمون
مین اور بھیڑ بکریون مین شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درمونکی مانند ہین ھم یعنی موصی نے کہا کہ میرے ثلث دراہم یا ثلث غنم
فلانے کیواسطے ہین پھر درہم اور غنم کی دو تہائیان تلف ہوگئین تو موصی لہ کیواسطے تمام باقی ہی مثلاً اگر نو درم مال تہا سو چھہ درم ضائع ہوگئے تو باقی تین درم
موصی لہ کا حق ہی ان خرج من ثلث باقي جميع اصناف ماله اخى چلپی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع باقی کو موصی لیویگا
کذا ذکرہ اخی چلپی وثلث الباقي في الاخريين اى الثياب والعبيد وان خرج الباقي من ثلث كل المال اور پچھلی دو مثالون
مین یعنی کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہی موصی لہ کیواسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے ھم یعنی اگر نو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت
ہین اور ان مین سے چھہ کپڑے یا چھہ غلام ضائع ہوگئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہے بخلاف درم اور غنم کے
کہ انمین جمیع باقی موصی لہ کا حق ہے وكالاول كل متحد الجنس كمكيل وموزون وثياب متحدة وضابطه ما يقسم جبراً وكالثاني
كل مختلف الجنس وضابطه ما لا يقسم جبراً اور اول یعنی درم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحد الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم
کے اور قاعدہ کلیہ اوسکا یہہ ہے کہ اوس چیز کی قسمت زبردستی ہوسکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبید کی مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اوسکا
قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہو تی ہو زبردستی سے ھم اشیاء متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعضے
نہ چاہتے ہون تو قاضی اونکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو اونمین تقسیم جبری نہوگی وبالف وله دين من جنس الالف وعين
فان خرج الالف من ثلث العين دفع اليه اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اوسکا مال دین ہے لوگون پر ہزار درم کی جنس سے
اور عین بہی ہے تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اوسکو دیے دیا جاویگا ھم یعنی اگر اوسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہے تو اوسی نقد مین سے ایکہزار درم موصی لہ
کو دیے جاوینگے والا يخرج ثلث العين يدفع له وكلما خرج شيء من الدين يدفع اليه ثلثه حتى يستوفي وهو الالف اور اگر
ہزار درم نہ نکلین نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اوسکو دیجاویگی اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جاویگا اوسکی تہائی اوسکو ملتی جاویگی یہانتک کہ اوسکا حق ہزار درم

ہے سو ہو جاوین ھم مثلاً نقد متروکہ ۳۰۰ درم ہے تو ایکسو درم موصی لہ کو دین اور جسقدر دین وصول ہوتا جاوے اوسکی تہائی دیتے رہین ہزار درم
کے پہنچنے تک وثلثہ لزید وعمرو وھو ای عمرو میت لزید کلہ ای کل الثلث والاصل ان المیت او المعدوم لا یستحق شیئا
فلا یزاحم غیرہ وصار کما لو اوصی لزید وجدار اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کیواسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کیواسطے پوری تہائی
ہے اور اسکا قاعدہ یہہ ہے کہ میت یا معدوم چیز مستحق نہین ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہو گی اور وہ قول اس قول کی مانند ہو گا کہ وصیت
کی زید اور دیوار کیواسطے لهذا اذا خرج المزاحم من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحة الایجاب یخرج بحصته ولا یسلم للاٰخر
کل الثلث البتة المتروکة یہہ یعنی استحقاق کل ثلث کا اوسوقت ہے جبکہ مزاحمت کرنیوالا نکلا ہو اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے
بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جاویگا بوجہ شرکت کیوجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان ابن عبد اللہ ان
وهو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان نصف الثلث چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ
کیواسطے ہے اگر ہین مردن اور خالد محتاج ہو پھر موصی مرگیا اور حالانکہ خالد بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کیواسطے نصف ثلث ہوگا ھم اسواسطے کہ خالد
جو مالدار ہو گیا وصیت مین داخل تہا محتاجی کے سبب اور اب نکل گیا مالداری کیوجہ سے تو اسصورت مین زید پوری تہائی نپاویگا وكذا لو مات احدهما
قبل الموصی و فی وجه کثیرة اور اسیطرح اگر ایک موصی لہ مرگیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا اور اس اصل کی بنائین
بہت ہین ھم ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر کوئی کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گہر مین ہوا اور حالانکہ عبد اللہ گہر مین نہین تو زید کو نصف
ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہین كذا فی المنح واصلها المعول علیه انه متی دخل فی
الوصیة ثم خرج لفقد شرط لا یوجب الزیادة فی حق الاٰخر ومتی لم یدخل فی الوصیة لفقد الاهلیة کان الکل للاٰخر ذکره
الزیلعی اور اسکا قاعدہ معتمد علیہ یہہ ہے کہ جب موصی لہ وصیت مین داخل ہوا پہر وصیت سے نکل گیا بفقدان شرط کے سبب تو یہہ دوسرے موصی لہ کے
حق مین زیادہ ہو جانیکا موجب نہین ہوتا اور جبکہ وصیت مین داخل ہی نہوا بفقدان اہلیت کیوجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے
زیلعی نے وقیل العبرة لوقت موت الموصی والیه یشیر کلام الدرر تبعا للکافی حیث قال ولو لزید وولد بکر فمات ولده قبل موت
الموصی الی اٰخره اور بعضون نے کہا موت موصی کیوقت کا اعتبار ہے اور اسیکی طرف درر کا کلام باتباع کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ
اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کیواسطے پہر بکر کا فرزند مرگیا موصی کی موت سے پہلے اسکے آخر تک ھم صاحب درر کا تمام کلام یہہ ہے یا وصیت کی زید کیواسطے اور
اوسکی محتاج فرزند دین کیواسطے اور شرط فوت ہوگئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان صورتون مین اسواسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا
مستحق نہین ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت مین انتہی اور اسیکی مانند فتاوی عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہے كذا
فی الطحطاوی لکن قول الزیلعی فیما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحة الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالة الایجاب ففی قیل فیه
رد واثبات لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ مین یعنی جبکہ مزاحم خارج ہو جاوے بعد صحت ایجاب کے الی اٰخره صریح ہے حالت ایجاب کی اعتبار مین نہ موت
موصی کے اعتبار مین اور بعضون نے کہا کہ اسمین رد و اثبات ہین ولو قال بین زید وعمرو وهو میت لزید نصفه لان کلمة بین توجب
التنصیف حتی لو قال ثلثه بین زید وسکت فله نصفه ایضا اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو مردہ
ہے تو زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہے یہانتک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہوگیا دوسرے شخص کو
ذکر نکیا تو بھی زید کو نصف ہی ملیگا وثلثه وهو ای الموصی فقیر وقت الوصیة له ثلث ماله عند موته سواء اکتسبه بعد الوصیة او
قبلها لما تقرر ان الوصیة ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنیوالا محتاج ہے وصیت کیوقت تو موصی لہ
کیواسطے اوسکا ثلث مال ہے یعنی اوس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اوسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے

اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے ہم علماؤں نے کہا بہتر یہ تھا کہ نقیر کی قید مذکور نہ ہوتی تا اطلاق صحیح ہوتا اذا لم یکن
الموصی بہ عینا او نوعا معینا ثلث مال مذکور اوسوقت ملیگا جبکہ وصیت کی چیز عین یا نوع معین نہو اما اذا اوصی بعین او نوع من مالہ
کثلث غنمہ فھلکت قبل موتہ بطلت لتعلقہا بالعین فتبطل بفواتہا وان اکتسب غنما لیکن جبکہ وصیت عین کو یا نوع مال سے ایک
نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر وہ تلف ہوگئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہوگئی بسبب متعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت
باطل ہوگی اوسکے فوت ہو جانے سے اگرچہ اوسنے سوائے اسکے غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن لہ غنم عند الوصیۃ فاستفادھا ای الغنم
ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقہا بالنوع کتعلقہا بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کیوقت نہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مرجائے تو وصیت صحیح
ہے قول صحیح میں اسلئے کہ تعلق وصیت کا نوع سے ویسا ہی ہے جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے ولو قال لہ شاۃ من مالی ولیس لہ
غنم یعطی قیمۃ الشاۃ اور اگر بولا کہ زید کیواسطے گوسپند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اوسکی ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہے تو اوسکو گوسپند کی قیمت دیجاوے گی
بخلاف قولہ لہ شاۃ من غنمی ولا غنم لہ یعنی لا شاۃ لہ فانہا تبطل برخلاف اسکے قول کے کہ اوسکے واسطے ایک گوسپند ہے میری غنم یعنی بھیڑ بکری
سے اور حالانکہ اوسکی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گوسپند بھی نہیں تو وصیت باطل ہے ہم نے کہا فرق دونوں مسئلوں میں یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گوسپند کو مال
کیطرف مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ نیت گوسپند کی وصیت بڑا دینا مالیت کا ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسپند کو غنم کیطرف
مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ عین گوسپند مراد ہے اسلئے کہ موصی نے گوسپند کو قسم کا ایک فرد قرار دیا وکذا لو لم یضفہا بمالہ ولا غنم لہ وقیل تصح اور
اسیطرح اگر گوسپند کو اپنے مال کیطرف مضاف نکیا اور حالانکہ اوسکی ملک میں غنم نہیں تو وصیت باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہو وکذا الحکم
فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوہما یعنی اور اسیطرح حکم مذکور ہے ہر قسم میں اقسام مال سے چنانچہ گاے بیل اور کپڑا اور
اسیا ہی کذا فی الزیلعی وثلثہ لامہات اولادہ وھن ثلث وللفقراء والمساکین یعنی ای امہات الاولاد ثلثۃ اسہم وسہم
وسہم للفقراء وسہم للمساکین وعند محمد یقسم اسباعا لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقلہ اثنان فلما ان ثبت لبطل
الجمعیۃ اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کیواسطے اور فقیروں اور مسکینوں کیواسطے تہائی مال کی اور حالانکہ امہات اولاد تین ہیں تو وصیت کے واسطے پانچ سہم ہونگے
سے اور فقیروں کیواسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کیواسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصہ ہو کر اسواسطے کہ فقرا اور مساکین کا لفظ جمع
اور اقل جمع دو ہیں ہم جواب میں کہتے ہیں اس لفظ سے کہ فقرا اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونیکو باطل کر دیتا ہے یعنی تو یہاں ظاہر ہے جنس
کا سمجھا ہو اور حقیقت میں مفرد ہے وبثلثہ لزید وللمساکین لزید نصفہ وللمساکین نصفہ وعند محمد ثلثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور
مساکین کیواسطے تو زید کے لئے نصف ہے ثلث کا اور مساکین کیواسطے نصف باقی ہے اور محمد کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے اسلئے کہ اقل
جمع دو ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اوصی بثلثہ لزید والفقراء والمساکین فثلثا اثلاثا عند الامام وانصافا عند ابی یوسف واخماسا
عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کیواسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دو حصے ہو کر
ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان لہ صرفہ الی مسکین واحد
وقال محمد لا الی اثنین علی ما مر فلا یجوز صرف ما للمساکین لاقل من اثنین عندہ والخلاف فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار کہا بعینہ
وقال ثلث مالی لہؤلاء المساکین لم یجز صرفہ لواحد اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کیواسطے تو وصی کو جائز ہے اسکا صرف کرنا ایک مسکین پر
یعنی بثلث جمیعہ کیو صرف اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہیں تو جو مال کہ مساکین کیواسطے ہے اوسکا صرف کرنا دو
مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اوس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کیطرف اشارہ کرکے معین نہیں کر دیا سو اگر اوسنے انکیطرف
کیطرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اوسکا صرف کرنا ایک مسکین کیطرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں ولو اوصی

بعشرة يعطي فاعطى حيث شاء عند ابي يوسف وعليه الفتوى كذا في الحصر و متن ملا الهداية اگر وصیت کی ہو کسی فقیر کے لئے ایک سو درم کی
سو اور فقیر کو دیا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الحمدیہ وبمائة لرجل وبمائة لآخر فقال لآخر
اشركتك معهما له ثلث كل مائة لتساوي نصيبهما فامكن المساواة فلكل ثلث المائة اور اگر وصیت کی سو درم کی ایک مرد کیواسطے
اور سو درم کی دوسرے کیواسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ میں نے تجھکو شریک کر دیا ان دونوں کے ساتھ تو تیسرے مرد کیواسطے ہر ایک کی تہائی
ہے اسواسطے کہ پہلے دو مردوں کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہو گئی تینوں کی برابری تو ہر مرد کو ہر ایک کی دو تہائیاں ملینگی ولو بمائة لرجل وبخمسين لآخر
ثم قال لآخر اشركتك معهما له نصف كل منهما لتفاوت نصيبهما فساوى كلا منهما اور اگر مثلا سو درم کی وصیت
کی ایک مرد کیواسطے اور دو سو درم کی وصیت کی دوسرے کیواسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ میں نے تجھکو دونوں کے ساتھ شریک کر دیا تو تیسرے
مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملیگا بسبب متفاوت ہونے دونوں کے حصوں کے تو تیسرا مرد دونوں کے برابر ہوگا ھ جب دونوں کا حصہ متفاوت
ہوا تو تینوں شخصوں کی برابری ممکن نہیں تو شرکت کو حمل کیا ثالث کی مساوات پر دونوں کے ساتھ تاکہ لفظ اشتراک کا مفہوم بقدر امکان صحیح ہو جائے
وبثلث ماله لرجل ثم قال لآخر اشركتك او ادخلتك معه فالثلث بينهما لما ذكرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کیواسطے
پھر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھکو شریک کیا اسکے ساتھ یا تجھکو داخل کر دیا اسکے ساتھ تو تہائی مال دونوں میں نصفا نصف ہوگی دلیل مذکور یعنی شرکت
مقتضی ہے مساوات کی اور یہاں مساوات ممکن ہے وان قال لورثته لفلان علي دين فصدقوه فانه يصدق ولو جاء الى الثلث
استحسانا اور اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اسکی تم تصدیق کیجیو تو اسکی تصدیق کیجاویگی تا اعتبار وجوب کے تہائی مال تک
استحسانا کیونکہ یہ مسئلہ ھ وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار اسکی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہے اور قیاس یہ ہے کہ تصدیق
نہو اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہیں ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ بخلاف قوله كل من ادعى علي شيئا فاعطوه لانه خلاف
الشرع ع برخلاف اس قول کے کہ جو شخص مجھپر کسی چیز کا دعوی کرے تو اسکو دیجیو تو نہیں تصدیق ہوگی اسکی کہ یہہ خلاف شرع ہے ھ یعنی تصدیق مدعی کی بلا
حجت خلاف شرع ہے الا ان يقول ان راى الوصي ان يعطيه فهو من الثلث فيصير وصية مگر یہہ کہ قائل مذکور یوں کہے کہ اگر وصی
اوسکا دینا مناسب اور مصلحت دیکھے تو تہائی مال اسکو دینا جائز ہے اور یہہ قول وصیت ہو جاویگا ھ وصیت ہو جائیگی یہہ دیکھو کہ اسنے وصی کو
تفویض کیا کذا فی المطلب ولو قال ما ادعى علي فلان من مالي فهو صادق فان سبق منه دعوى في شيء معلوم فهو كذلك والا لا يصدقه
اور اگر بولا کہ فلانا شخص جو دعوی کرے میرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اس شخص سے کوئی دعوی شئے معین میں سابق ہو چکا ہو تو وہ شئے اسی کی ہے اور اگر
تقدیم دعوی نہیں تو وہ چیز اسکی نہیں کذا فی المجتبی فان اوصى بوصايا مع ذلك اي مع قوله لورثته لفلان علي دين فصدقوه
عزل الثلث لاصحاب الوصايا والثلثان للورثة پھر اگر موصی نے چند وصیتیں کیں اسکے ساتھ یعنی اس قول کے ساتھ جو اوسنے
اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اسکی تصدیق کیجیو تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت والوں کیواسطے اور دو تہائیاں
جدا ہونگی وارثوں کیواسطے ھ یعنی ایک شخص نے اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اگر وہ دعوی کرے تو اسکی تصدیق کرنا
پھر اس قول کے بعد اوسنے چند شخصوں کیواسطے وصیتیں کیں تو اسکے مال سے تہائی اہل وصایا کے لئے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیاں وارثوں کے
لئے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہیں اور دین مجہول ہے تو معلوم کا عزل اہم ہوگا کیونکہ معلوم کی تقدیم ہوتی مجہول پر دلیل لکل منہما
اصحاب الوصايا والورثة صدقوه فيما شئتم وما بقي من الثلث فللوصايا اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثوں کے ہر فریق کو
بیچ دین کی تصدیق کرو جسقدر میں کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہے ھ پھر جبکہ ہر فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہوا کہ ترکہ
بیچ دین کے دونوں حصے تھے تو ہر فریق کا اقرار اوسکے حصے میں ھ کذا فی العالمگیریة والاجنبي وارث كان مقدما على الحيين لانه

مجہول کی اور دین اگرچہ مقدم ہے وصیت اور میراث کے دونوں حقوں پر مگر وہ مجہول ہے معلوم نہیں **م** یہہ جواب سوال مقدر کا ہی کہ دین تو وصیت
اور میراث پر مقدم ہے پہر اسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیاں پیدا ہوئین بدون اعتبار دین کے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ
عدم تقدیم دین یہان اوسکی عدم تعین کے سبب سے ہوئی وطریق تعیینہ ما ذکر اور دین مذکور کے مقرر اور معین ہو جانیکا طریقہ وہ ہے جو مذکور ہو گیا
یعنی تصدیق فریقین کی فیوخذ الورثۃ بثلثی ما اقروا بہ والموصی لھم بثلث ما اقروا بہ وما بقی فلھم **ت** تو جسقدر دین کا وارثون نے
اقرار کیا ہو اونکی دو تہائیون سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے اقرار کیا ہو وہ اونکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا بعد دین کے وہ وارثون کا
ہے یعنی جو دو تہائیون مین باقی رہیگا وہ وارثون کا ہی اور جو ایک تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہی ویحلف کل علی العلم لو ادعی
الزیادۃ اور ہر فریق قسم کہائی اپنی دانست پر اگر مدعی کچہہ زیادہ کا دعوی کرے یعنی ہر فریق یون قسم کہائے کہ واللہ ہم اسیقدر جانتے ہین
علت بقی لو کانت الوصایا دون الثلث ھل یعزل الثلث کلہ ام بقدر الوصایا لو اد کا باقی رہا یہہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال
سے کم ہون تو کیا پوری تہائی نکال رکہی جاویگی یا بقدر وصیت کے مین نے اسکی تصریح کتب فقہ مین نہین دیکہی وبقی ایضا ھل یلزم الورثۃ ان یصدقوا
فی اکثر من الثلث یراجع ابن الکمال بہ اور یہہ بہی احتمال باقی ہے کہ آیا اونکو لازم ہی یہہ کہ مقر لہ کی تصدیق کرین تہائی سے اکثر مین اسکو
واسطے ابن کمال کیطرف رجوع کرنا چاہیے **م** یہہ اصل اعتراض ہی زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض بدون جواب کے ذکر کیا ہی اور طحطاوی
نے ضعیف جواب دیا ہی جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ولاجنبی ووارث او قاتلہ لہ نصف الوصیۃ وبطل
وصیتہ للوارث والقاتل لانھما من اھل الوصیۃ علی ما مر ولذا تصح باجازۃ الورثۃ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص کیلیے اور اپنے وارث
یا اپنے قاتل کیواسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اوسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق مین باطل ہو گی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ
وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہین بنابر اوس قول کے جو گذر گیا اور اسیواسطے وصیت وارث اور قاتل کیواسطے صحیح ہو جاتی ہی وارث کی اجازت
سے **م** برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کیواسطے وصیت کی تو سب کا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق
نہین تو مزاحم بہی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثہ ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقرار بعقد
سابق بینھما فاذا لغا بعضہ لغا باقیہ ضرورۃ برخلاف اسکی جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث یا اجنبی کیواسطے کیونکہ وصیت صحیح
نہین اجنبی کے حق مین بہی اسلیے کہ یہہ اقرار ہے عقد سابق کا یعنی دونون کی شرکت کا زمانہ ماضی مین پہر جبکہ بعض لغو ہو گیا تو باقی بہی ضرورۃ
لغو ٹہرا **م** عدم صحت کی وجہ یہہ ہی کہ وصیت انشاء تصرف ہی یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہی اور اقرار اخبار ہے موجود
سابق سے اور حالانکہ اوسنے خبر دی ہی وصف شرکت کی زمانہ ماضی مین تو اب اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہین ہو سکتا کیونکہ اوسکی خبر
کے مخالف ہی اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھہ ممکن ہی اسواسطے کہ وارث اسمین شریک ہوا جاتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ھذا
اذا تصادقا فان انکر احدھما شرکۃ الاخر صح اقرارہ فی حصۃ الاجنبی عند محمد وعندھما تبطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضون
نے کہا یہہ یعنی عدم صحت اقرار اوسوقت ہی جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے پہر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار
اجنبی کے حصے مین صحیح ہوگا محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سب کے حصے مین باطل ہی اوسوجہ سے جو ہمنے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی
بثیاب متفاوتۃ جید ووسط وردی لثلثۃ انفس لکل منھم ثوب فضاع ثوب منھا ولم یدر ای ھو والوارث
یقول لکل منھم ھلک حقک بطلت الوصیۃ لجھالۃ المستحق کوصیتہ لاحد الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور
ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کیواسطے ہر آدمی کے لیے ایک کپڑا پہر ان تینون کپڑون سے ایک کپڑا ضائع ہو گیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف
ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہی ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گی مستحق کے معلوم نہونے سے جیسے دو مرد وعین کو

اگر کہا کہ اسکو وصیت اور یہ بینکر موصی نے کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کو اسطرح جس نے وصیت کی تو یہ وصیت باطل جہالت کے
سبب سے یعنی معلوم نہیں ہے کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی الا ان یسلموا ای تسلیم الورثۃ ما اوصی بہ منہا فتعود صحیحۃ لزوال المانع وھو الجہالۃ
کہ بعد موصی کے وارث مصالحہ کریں اور باقی کبیر کو تسلیم کریں تو وصیت صحیح ہو جائیگی کیونکہ صحت سے مانع جہالت تھی اور انکا انکار مانع تھا سو
تسلیم سے زائل ہو گیا چنانچہ للذی الجید ثلثاہ ولذی الردی ثلثاہ ولذی الوسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ
متعذر لا مکان [illegible] تو جید والے کے واسطے جید کی دو تہائیاں اور ردی والے کے واسطے ردی کی دو تہائیاں اور متوسط کپڑے والے کو
دونو کپڑوں میں سے ایک ایک تہائی تقسیم کیجائیگی کیونکہ سب کو برابر کرنا بقدر امکان کے ولو اوصی احد الشریکین ببیت معین
من دار مشترکۃ [illegible] فی حظہ فہو للموصی لہ والا یقع فی حظہ فلہ مثل ذراعہ کذا فی صدر الشریعۃ وغیرہ من
القسمۃ ولو قال قسم فان وقع الی الحرۃ لکان اولی اگر گھر کے دو شریکوں میں سے ایک شریک نے مشترک گھر سے ایک معین کوٹھری کی وصیت
کی اور وہ گھر بانٹا گیا اور وہ کوٹھری موصی کے حصہ میں پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے اور اگر موصی کے حصے میں واقع نہ ہوئی تو موصی لہ کے
واسطے کوٹھری کی برابر گز دلائے جائیں اور صدر الشریعہ وغیرہ میں وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو اگر ماتن یوں کہتا قسمت کیجائے پھر اگر
کوٹھری اسکے حصہ میں آئی الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا والاقرار ببیت معین من دار مشترکۃ مثلہا ای مثل الوصیۃ فی الحکم المذکور اور
اقرار کرنا معین کوٹھری کا مشترک گھر سے وصیت کی مانند ہے حکم مذکور میں ھ یعنی اگر احد الشریکین نے کہا کہ یہ کوٹھری فلانے شخص کی ہے پھر
اس گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ کوٹھری مقر کے حصے میں واقع ہوئی تو اسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اسکے حصے میں نہ پڑی تو اسکی برابر زمین دیا
جائے گی تو یہاں وصیت اور اقرار کا یکسان حکم ہے وبالالف ای معین مال کانت ودیعۃ عند الموصی من مال آخر واجاز
المالک الوصیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ صح اور ہزار درم یعنی معین کی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت
تھیں وصیت کی پھر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اسکی جائز رکھی اور ہزار درم موصی لہ کو تسلیم کئے تو درست ہے ولہ المنع
بعد الاجازۃ لان اجازتہ تبرع فلہ ان یمتنع من التسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لتمام تبرعہ اور صاحب مال کو بعد اجازت
وصیت کے ہزار درم کا نہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسکو اجازت دینا بطریق احسان کے تھا اور اسپر واجب نہ تھا تو اسکو جائز ہے کہ تسلیم سے باز
رہے اور تسلیم کر دینے کے بعد تو اسکو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی شرح التکملۃ بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او للقاتل او لوارثہ
فاجازہا الورثۃ حیث لا یکون لہم المنع بعد الاجازۃ بل یجبر علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی
عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز برخلاف اسکے جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر ان
وارثوں نے وصیت کو جائز رکھا اسواسطے کہ یہاں وارثوں کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں بلکہ ان پر زبردستی ہوگی تسلیم کرنے پر اسواسطے کہ یہ
ثابت ہو چکا کہ جس کے لئے اجازت واقع ہوئی وہ موصی ہی کا مالک ہوتا ہے ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک اجازت دینے والے
کیطرف سے ھ اسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج میں صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک میں واقع ہوئی اور [illegible] تہا وارثوں کے حق سے پھر جب وارثوں
نے اجازت دی تو انکا حق ساقط ہو گیا تو وصیت ایسی ہو گئی کہ گویا موصی کیطرف سے ہے کذا فی الدرر ولو اقر احد الابنین بعد القسمۃ بوصیۃ
ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ لا نصفہ استحسانا لانہ اقر لہ بثلث شائع فی کل الترکۃ وہی فی ایدیہما فیکون مقرا
بثلث ما معہ [illegible] اگر دو فرزند میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ سے تہائی مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت ترکہ کے
تو اسکا اقرار اسکے حصہ کی تہائی میں صحیح ہے نہ اسکے نصف حصہ میں اسواسطے کہ اسنے تمام ترکہ میں تہائی شائع کا اقرار کیا ہے
اور ترکہ دونوں فرزندوں کے قبضہ میں ہے تو وہ مقر اسی تہائی کا ہوا جو اسکے پاس ہے اور اس مال کی تہائی کا جو اسکے بھائی کے پاس ہے

بیٹے تو اوسکا اقرار اوسکے حق مین مقبول ہے نہ اوسکے بہائی کے حق مین بخلاف ما لو اقر احدھما بدین علی ابیھما حیث یلزمہ کلہ لتقدم
الدین علی المیراث برخلاف اوسکے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اسواسطے کہ اوسکو تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے
دین کے میراث پر ھم تو مقر لہ مقر سے تمام متروکہ لیگا تا استیفا دین اور اگر فاضل نہوگا تو مقر کو کچھہ نملیگا اور وصیت کا اقرار ایسا نہین ہے اسلئے
کہ موصی لہ وارثون کا شریک ہے تو موصی لہ کچھہ نپا دیگا جبتک وارث کو دو نملے کذا فی المنح وبامۃ فو لدت بعد موت الموصی ولدا و
کلاھما یخرجان من الثلث فھما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانیکے بعد اور لونڈی اور اوسکا بیٹا
موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونو موصی لہ کے ہین والا یخرجا اخذ الثلث منھا ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا
یاخذ منھما علی السواء اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پہر اوسکے ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور
صاحبین نے کہا کہ دونون سے برابر لیگا ھم صورت مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اوسنے لونڈی کی وصیت
کی ایکمرد کیواسطے پہر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہوئی امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری
لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہے اور خارج نہوگا وصیت سے بسبب انفصال
کے اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ ماں اصل ہے اور لڑکا تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون مین وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت قایم
نرہی اور یہہ جائز نہین ہے کذا فی الطحطاوی ھذا اذا ولدت قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدھما فھو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ وکذا لو
بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکر القدوری یہہ حکم مذکور اوسوقت ہے جبکہ لونڈی قسمت ترکہ سے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر
بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اسواسطے کہ اوسکی ملک کی بڑہوتی ہے اور اسیطرح لڑکا موصی لہ کا ہے اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے
پیدا ہو بنا بر اوس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہے یعنی
اسواسطے کہ وہ وصیت کی تحت مین داخل نہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالمگیریۃ والکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کی مانند ہے حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

یہہ باب ہے بیمار کے آزاد کرنے مین ھم چونکہ اعتاق فی المرض مبنی وصیت ہے اسواسطے کہ وہ تبرع ہے
اوسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق ہوگیا لہذا اوسکو کتاب الوصایا مین مذکور کیا لیکن اوسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے والمعتبر
حال العقد فی تصرف منجز ھو الذی اوجب حکمہ فی الحال تصرف منجز مین حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز وہی ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب
کردے ھم اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ سو اگر تصرف
منجز صحت کیحالت مین ہو تو اوسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کیحالت مین ہو تو اوسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ھو انشاء
ویکون فیہ معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المثل من کل
المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے حالت مرض مین مراد اوس سے وہ تصرف ہے جو انشا ہے اور اوسمین تبرع کا معنی ہو تو مرض مین دین کا
اقرار تمام مال سے نافذ ہے اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے ھم اقرار احتراز ہے انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی
اور نکاح احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اوسمین تبرع نہین ہے والمضاف الی موتہ وھو ما اوجب حکمہ بعد
موتہ کانت حر بعد موتی او ھذا لزید بعد موتی من الثلث والنکاح فی الصحۃ اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کیطرف مضاف ہو وہ ثلث
مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہی ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے جیسا کہ یون کہنا اپنے
غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد ومرض صح منہ کالصحۃ اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو جاے
وہ صحت کی مانند ہے ھم اسلئے کہ وارث اور غریم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اوسکی مرض الموت مین اور چنگا ہو جانیسے ظاہر ہوگیا کہ اوسکا مرض

ہوتا مرض الموت شیاء المُقعَد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یُقعِدہ فی الفراش کالصحیح مجتبی تو مرض حدّ التطاول
سنۃ وفی المرض المعتبر المبیح لصلوتہ قاعدًا ۔ اور مابندا اور مفلوج اور مسلول کا مرض جب تطاول اور مزمن ہو جاوے اور اوسکو بستر پر نہ
ڈالدے تو وہ تندرست کی برابر ہے احکام شرعی مین کذا فی الکتب پھر صاحب مجتبی نے تطاول مرض کی حد بیان کی ہے کہ ایک سال ہے اور مرض
معتبر کی حد وہ ہے جو مباح کردے نماز کو بیٹھے ھ مرض معتبر یعنی جس مرض مین نفوذ تصرف انشائی کا ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی الظہیریۃ واعتاقہ
ومحاباتہ وھبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ حکم وصیۃ ۔ مریض کا اعتاق اور محابات اور ہبہ اور اوسکا وقف اور ضامن ہونا یہ
ہر ایک کا حکم وصیت کے حکم کی مانند ہے ھ عقود مذکورہ وصیت نہیں ہین بلکہ وصیت کے مشابہ ہین اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے اور
یہ تصرفات منجز ہین یعنی فی الحال لیکن چونکہ مرض مین واقع ہوئی تو در حکم وصیت ہو گئی حق ورثہ کے تعلق کیوجہ سے محابات کیصورت یہ ہے کہ سو درم کی چیز
درم کو بیچی یا ۲۰۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کری تو قیمت مثل سے زائد خرید میں اور قیمت مثل سے اتنی بیع مین اسیکا نام محابات ہے کذا فی الطحطاوی
فیعتبر من الثلث کما ذکرنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ ولیحرر ۔ جبکہ تصرفات مذکورہ وصیت کی مانند
ہوئی تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہمنے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف میں یہہ کہ مریض مدیون بدین محیط کا وقف باطل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے
اور تحریر اور تحقیق کرنا چاہئے ویزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب ۔ اور اہل وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص مین یعنی عبد معتق اور محاباتی
اور موہوب لہ اور وقیم اور مضمون لہ ضرب حصص کرینگے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سبکے واسطے کفایت ہوگیا تو فہو المراد ورنہ حصہ رسد لینگے اور
قسمت مین ہر ایک کا حصہ معتبر ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی مجمل کھلا ہے کذا فی الطحطاوی ولو یستسع العبد ان اجیز عتقہ لان المنع لحقہم فیسقط
بالاجازۃ ۔ اور غلام سعی نکریگا اپنے استخلاص مین اگر اوسکی عتق کی اجازت ہوگئی وارثون کیطرف سے اسواسطے کہ منع عتق بتہا وارثون کے حق کے سبب سے
تو وہ ساقط ہو جاویگا اونکی اجازت سے فان حابی فحرر وضاق الثلث عنہما فہی ای المحاباۃ احق ۔ پھر اگر مریض نے محابات کی پھر غلام کو آزاد
کیا اور اوسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے یعنی تہائی مین دونون تصرف کی گنجایش نہیں ہے تو وہ یعنی محابات مقدم ہے اعتاق پر
ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ ۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایکسو درم کو بیچا پھر اوس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہیں سوائے
ان دو غلامون کے تو ثلث مال یعنی سو درم محابات مین صرف ہونگے کذا فی الدرر وبعکسہ بان حرر فحابی استویا ۔ اور اول صورت کے بعکس ہو
اول اعتاق کیا پھر محابات کی تو دونو برابر ہین ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پھر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہے سو
درم کو بیچا تو ثلث مال یعنی سو درم کی تقسیم دونوں مین نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محابات
دوسرے غلام کو ۱۵۰ درم دیکر خرید کریگا کذا فی الدرر وقالا عتقہ اولی فیہما ۔ اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونو صورتون مین مقدم ہے
ووصیتہ بان یعتق عنہ بہذہ المائۃ عبد لا تنفذ الوصیۃ بما بقی ان ہلک درہم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد
اور مریض کی وصیت اسطرح پر کہ اوسکی طرف سے غلام آزاد کیا جاوے ان سو درمون سے خرید کرکے تو وصیت نافذ نہوگی باقی درمون سے اگر ایک درم بھی سو
درمون سے تلف ہووے اسواسطے کہ تقرب الی اللہ متفاوت ہو جاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت
کی کہ اسقدر درمون سے میری طرف سے حج کیا جاوے پھر ان درمون سے ایکدرم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہین وقالا ہما سواء
اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونو وصیتین صحیح ہین کوئی باطل نہین وتبطل الوصیۃ بعتق عبدہ بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدا بعد
موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ کما لو بیع بعد موتہ بالدین ۔ اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کی آزادی کی یعنی یون وصیت کی کہ وارث
اوسکے غلام کو اوسکے مرنے کے بعد آزاد کرین تو وصیت باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت مین دیا گیا جیسا کہ
اوسصورت مین وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بیچا گیا موت کے بعد موصی کے دین مین ھ وجہ بطلان یہہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ

سکے حق پر اور اسیطرح دائن کا حق مقدم ہو وان فدی الورثة العبد لا تبطل وکان الفداء فی اموالهم بالتزامهم اور اگر وارثون نے غلام کا
فدیہ دیا تو وصیت باطل نہوگی اور یہہ فدیہ دینا وارثون کے ذاتی مال مین ہوگا اونکے التزام کے سبب یعنی انھون نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ متبرع
ٹھہرے ولو اوصی بثلثه ای ثلث ماله لبکر وترک عبدا فاقر کل من الوارث وبکر ان المیت اعتق هذا العبد فادعی
بکر عتقه فی الصحة لینفذ من کل المال وادعی الوارث عتقه فی المرض لینفذ من الثلث ویقدم علی بکر فالقول للوارث
مع الیمین لانه ینکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنی تہائی مال کی بکر کیواسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا سو اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک
شخص نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہی پہر بکر نے دعوی کیا اوسکی آزادی کا موصی کی صحت مین تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے
اوسکی آزادی کا دعوی کیا مرض موصی مین تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث مال کی وصیت
پر مقدم ہو کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہے اسلئے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے اور قول معتبر ہوتا ہی منکر کا قسم کے ساتھہ ولا شئ
لزید کذا فی نسخ المتن والشرح قلت صوابه لبکر لانه المذکور اولا غایة الامر ان القوم مثلوا لزید فغیره المصنف اولا
ونسیه ثانیا واللہ اعلم اور زید کیواسطے کچہہ نہین اسیطرح متن اور شرح کے نسخون مین لاشئ لزید مرقوم ہی مین کہتا ہون یون کہنا ٹھیک ہی ولاشئ لبکر
یعنے بکر کیواسطے کچہہ نہین اسواسطے کہ اس مسئلہ مین لفظ بکر کا اول مذکور ہے غایة الامر یہہ ہی کہ قوم نے یعنی فقیہون نے اس مسئلہ مین زید کی تمثیل دی ہے
سو مصنف نے اولا تمثیل کو بدلا اور آخر مین تغیر کو بھولگیا واللہ اعلم الا ان یفضل من ثلثه شئ من قیمة العبد مگر یہہ کہ موصی کی ثلث
مال سے کچہہ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا ھ مثلا ثلث مال سو درم ہی اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملینگے
او تقوم حجة علی دعواه فان الموصی له خصم لانه یثبت حقه وکذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوی پر کہ اعتاق صحت
مین تہا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہی اور اسیطرح غلام بھی مدعی ہے ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد
عتقا فی الصحة ولا مال له غیره فصدقهما الوارث یسعی فی قیمته ویدفع الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شئ۔
اور اگر دعوی کیا ایکمرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوی کیا صحت مین اور حالانکہ میت کا کچہہ مال نہین ہے سوا ہی اس غلام کے
سو وارث نے دونون مدعیونکی تصدیق کی تو غلام سعی کریگا اپنی قیمت کے ادا کرنے مین اور وہ قیمت صاحب دین کو دیجاویگی اور صاحبین نے کہا
کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کچہہ کوشش قیمت مین نکریگا ھ صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ دین اور عتق ساتھہ ہی ظاہر ہوئے وارث کی تصدیق سے ایک کلام
مین تو گویا ساتھہ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہین امام کی دلیل یہہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے ولہذا جمیع احوال
کل مال سے معتبر ہے اور اقوی مدفوع نہین ادنی سے اور اسکا مقتضی یہہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہین تو
اوسکو بالمعنی منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصا وعلی هذا الخلاف لو ترک ابنا والف درهم فادعاها رجل دینا وآخر
ودیعة وصدقهما الابن فالالف بینهما نصفان عنده وقالا الودیعة اقوی اور بنابر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور
ہزار درم چھوڑے ہی سو اون درمون کے دین ہونیکا ایکمرد نے دعوی کیا اور دوسرے نے اونکی ودیعت ہونیکا دعوی کیا اور میت کے فرزند نے
دونونکی تصدیق کی تو ہزار درم دونو مدعیونمین نصفا نصف ہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہی دین سے ھ اس مسئلہ مین
اولیت مین خلاف ہی بر خلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی هذا الخلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الهدایة فقال عنده
الودیعة اقوی وعندهما سواء ولا صحة لما ذکرنا کما فی الکافی وتمامه فی الشرنبلالیة فلیحفظ مین کہتا ہون اور ہدایہ مین
اوسکے بالعکس کہا ہی سو یون کہا ہی کہ امام کے نزدیک ودیعت قوی تر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہی اور صحیح نہ وہ قول ہے
جو ہمنے ذکر کیا چنانچہ کافی مین ہی اور اسکا پورا بیان شرنبلالیہ مین ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ھ شرنبلالیہ مین یون ہے کہ صاحب ہدایہ سے

باب الوصية للأقارب وغيرهم

سے پہلے بزرگون نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی **باب الوصية للاقارب وغيرهم**
یہہ باب ہے وصیت اقارب وغیرہم کے بیان میں جاره من لصق به وقالا من يسكن في محلة ويجمعهم مسجد المحلة وهو استحسان وقال
الشافعي الجار الى اربعين دارا من كل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہے جو اوسکے گھر سے ملاصق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا
کہ جو ایک محلہ میں رہتا ہو اور محلہ کی مسجد اونکی جامع ہو یعنی اوسی مسجد میں سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہون اور یہہ قول صاحبین کا استحسان ہے اور امام شافعی
نے کہا کہ پڑوسی چالیس گھر تک ہوتا ہے ہر طرف سے ہم محمد نے الاصل میں کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایون کیواسطے تو یہہ وصیت اوسکے گھر کے ملاصقین کے
واسطے ہوگی خواہ اونکے دروازے قریب ہون یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی وصهره كل ذي رحم محرم من عرسه كابيها واعمامها
واخوالها واخواتها وغيرهم بشرط موته وهي منكوحة او معتدة من رجعي اور آدمی کا صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو
مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہین چنانچہ عورت کا باپ دادا اور اوسکے چچا اور اوسکے ماموں اور اوسکی بہنین اور انکے سوا اور محرم لوگ بشرطیکہ
مرگیا ہو اور وہ عورت اوسکے نکاح میں یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو فلو من بائن لا يستحقها وان ورثت منه سو اگر عورت طلاق بائن
کی عدت میں ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی قال الحلواني ان هذا في عرفهم واما في عرفنا فيختص بابويها عناية
وغيرها واقره القهستاني قلت لكن جزم في البرهان وغيره بالاول واقره في الشرنبلالية حلوانی نے کہا کہ یہہ صہر کی تعریف
متقدمین کے عرف میں تھی اور ہمارے عرف میں تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہے یعنی خسر اور خوشدامن کذا فی العنایہ وغیرہ اور
قہستانی نے اسکو ثابت رکھا ہے میں کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ میں اول قول پر یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے ونقل
عن العيني ان قول الهداية وسرها انه صلى الله عليه وسلم لما تزوج صفية صوابه جويرية بنت الحارث قلت فليحفظ هذه
الفائدة ۞ اور شرنبلالیہ میں عینی شارح ہدایہ سے یہہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت صفیہ سے
نکاح کیا تھا اور ٹھیک یہہ ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا میں کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیے ہم عینی نے سنن ابو داؤد وغیرہ
نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ میں واقع ہوئین اونہون نے اونکو مکاتب کیا اور بدل کتابت کیواسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئین حضرت نے اونسے نکاح کیا جب صحابہ نے یہہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے صحابہ کے حصے میں آئے تھے انہون نے اونکو آزاد کردیا حضرت
کے اکرام کیواسطے اور کہا کہ یہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہین اور وہ سو خاندان تھے انتہی مختصرا وختنه زوج كل ذي رحم كذا
في النسخ قلت الموافق لعامة الكتب ذات رحم محرم منه كازواج بناته وعماته اور انسان کا ختن اوسکی ہر محرم عورت کا شوہر ہے جیسا کہ
اوسکی بیٹیون اور پھوپھیون کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخون میں اسیطرح کل ذی رحم واقع ہے اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے وكذا كل
ذي رحم من ازواجهن قيل هذا في عرفهم وفي عرفنا الصهر ابو المرأة وامها والختن زوج المحرم فقط زيلعي وغيره وزاد القهستاني
وينبغي في ديارنا ان يختص الصهر بابي الزوجة والختن بزوج البنت لانه المشهور اور اسیطرح ختن عبارت ہے بنات اور عمات کے شوہرون
کے ہر قرابت دار سے بعضون نے کہا یہہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف میں صہر خسر اور خوشدامن ہے اور
ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور ہمارے ملک میں یون لائق ہے کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی
کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجیے اسواسطے کہ اب یہی مشہور ہے ہم یہہ اشارہ اسطرف ہے کہ دیار و ممالک کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا
عرف دوسرے ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی واهله زوجته وقالا كل من في عياله ونفقته غير مماليكه وقولهما استحسان
شرح تكملة قال ابن الكمال وهو مؤيد بالنص قال الله تعالى فنجيناه واهله الا امرأته انتهى قلت وجوابه في المطولات
اور اہل عبارت ہے اوسکی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اوسکی عیال اور نفقہ میں داخل ہو سوائے اوسکے لونڈی اور غلام کی وہ اوسکے اہل ہین اور قول

صاحبین کا استحسان ہو یعنی تو یہی قول راجح ہے کذا فی شرح التکملہ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرآنی ہے اللہ تعالے
نے فرمایا کہ ہمنے نجات دی لوط اور اوسکے اہل کو سوائے اوسکی عورت کے انتہی قولہ مین کہتا ہون اور جواب اِس استدلال کا امام کیطرف سے بڑی کتابون
مین مذکور ہے ھم استدلال مذکور کا جواب یہہ ہو کہ قرینہ عموم کا وہان موجود ہی یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت ہی زوجہ
کیواسطے بدلیل نصوص وعرف قال تعالیٰ وَسَارَ بِأَهْلِهِ وَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا ومنہ قولہم تَأَهَّلَ بِبَلْدَةِ کذا اور مطلق متصرف ہوتا ہی حقیقت مستعملہ کیطرف
کذا فی الطحطاوی مختصراً وَآلُهُ اَهلُ بيتِهِ وقبيلتُهُ التي يُنْسَبُ اليها وحينئذٍ يَدْخُلُ فيه كُلُّ مَن يُنْسَبُ اليهِ مِن قِبَلِ ابائِهِ الى
اَقصىٰ اَبٍ لَهُ في الاسلامِ سِوَى الابِ الاقصىٰ لانّهُ مُضافٌ اليه قهستانى عن الكرمانى اور آدمی کی آل عبارت ہی اوسکے اہل
بیت اور اوسکا اوس قبیلہ سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہی اور اسوقت مین یعنی جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ مراد ہو تو آل مین داخل ہی ہر ایک
وہ شخص جو موصی کیطرف منسوب ہے اوسکے باپ دادا کیجانب سے اسلام مین اوسکے سب سے پچھلے باپ تک پدر اقصی کے سوا اسواسطے کہ پدر اقصی مضاف
الیہ ہے یعنی اور وصیت نہین مگر مضاف کیواسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی ھم پدر اقصی اسلام مین مثلاً علی یا عباس رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے
وصیت کی اپنی آل کیواسطے تو اوسمین داخل ہے جو علی مرتضی کیطرف منسوب ہے نسب آبائی کیجانب سے نہ وہ شخص جسکی ننہال ہی سادات مین وَلا الاقربُ
وَلا الابعدُ والذكرُ والانثىٰ والمسلمُ والكافرُ والصغيرُ والكبيرُ فيه سَواءٌ قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر
اور صغیر اور کبیر آل مین سب برابر ہین ويدخلُ فيه الغنيُّ والفقيرُ إن كانوا لا يُحْصَوْنَ كذا في الاختيار اور آل مین غنی اور فقیر داخل
ہین اگر وہ منحصر نہون کذا فی الاختیار ھم عبارت اختیار کی یون ہی وان کانوا لایحصون کذا فی الطحطاوی عن الحکی یعنی آل مین غنی اور فقیر سب
داخل ہین اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون اور یہی حق ہے سہو کاتب سے واو ساقط ہوگیا ہے ويدخلُ فيه ابوهُ وجدُّهُ وابنُهُ وزوجتُهُ كما في
شرح التكملة يعني اذا كانوا لا يَرِثُونَ اور آل مین داخل ہے موصی کا باپ اور دادا اور اوسکا بیٹا اور اوسکی زوجہ کذا فی
شرح التکملہ یعنی جبکہ وہ اوسکو وارث نہون ھم عدم میراث کی قید اسواسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث کے حق مین وَلا يَدْخُلُ
فيه اولادُ البناتِ واولادُ الاخواتِ وَلا احدٌ مِن قرابةِ امّهِ لانّ الولدَ يَنْتَسِبُ الى ابيهِ لا الى امّهِ اور موصی کی آل مین داخل
نہین اوسکی بیٹیونکی اولاد اور نہ اوسکی بہنونکی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اوسکی مان کا قرابت دار ہو اسواسطے کہ بیٹا باپکے نسب مین داخل ہوتا ہے
نہ مان کے نسب مین وجنسُهُ اهلُ بيتِ ابيهِ لانّ الانسانَ يَتَجَنَّسُ بابيهِ لا بامّهِ اور موصی کی جنس اوسکے باپکے اہل بیت ہین اسواسطے کہ
انسان متجانس ہوتا ہی اپنے باپ کا نہ اپنی مان کا ھم غایۃ البیان مین ہو کہ جنس عبارت ہی نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کیطرف سے وكذا
اهلُ بيتِهِ واهلُ نسبهِ كالِهِ وجنسِهِ فحكمُهُ اور اسیطرح موصی کے اہل بیت اور اوسکے اہل نسب اوسکی آل اور اوسکی جنس کی مانند ہین
تو اہل بیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کی مانند ہو ولو اَوْصَتِ المراَةُ لجنسِها او لاهلِ بيتِها لا يدخلُ ولدُها اي ولدُ المراَةِ لانّهُ
يَنْتَسِبُ الى ابيهِ لا اليها اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کیواسطے وصیت کی تو اُس عورت کا بیٹا وصیت مین داخل نہین اسواسطے کہ
بیٹا اپنے باپ کیطرف منسوب ہوتا ہی نہ مان کیطرف الّا اَن يكونَ ابوهُ اي الولدِ مِن قومِ ابيها فحينئذٍ يَدخلُ لانّهُ مِن جنسِها درر
وكافي وغيرهما قلتُ ويستفادُ منهُ انّ الشرفَ مِن الامِّ فقط غيرُ معتبرٍ كما في اواخرِ فتاوى ابنِ نجيم وبه افتى شيخنا الرملي
نعم له مزيّةٌ في الجملةِ مگر یہہ کہ باپ اُس فرزند کا اوس عورت موصیہ کے باپ کی قوم سے ہو تو اسوقت مین اُس عورت کا بیٹا بھی وصیت مین داخل
ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکا ہم جنس اور ہم نسب ہے کذا فی الدرر والکافی وغیرہما مین کہتا ہون تو اس تقریر سے یہہ مستفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت فقط
مان کیطرف سے غیر معتبر ہی چنانچہ فتاوای ابن نجیم کے اواخر مین مذکور ہے اور اسیکا فتوی دیا ہی ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے ہان یہہ البتہ ہی
کہ سیدہ کے فرزند کو فی الجملہ فضیلت اور بزرگی ہو اوسپر جسکی مان سیدہ نہین لاتصالہ بالبضعۃ الہاشمیۃ کذا فی الطحطاوی ھم فتاوی عالمگیری

ہیں بدائع سے منقول ہو کہ حسنا درست مخصوص ہے پدری نہ مادری تو جسکی ماں سید ہو اور باپ سید نہو تو اسکو زکوٰۃ کا مال لینا حرام نہیں اور
ہاشمیہ کا کفو اور ہمسر نہیں اور اسپر وہ مال حلال نہیں جو سادات پر وقف ہو الا نص وقف اور یہ حدیث ہو کہ کل نسب ابن آدم فہو لابیہ
الا اولاد فاطمۃ فانی ابوہم تو اسمیں اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہوا تو یہ خصوصیات سے ہی چنانچہ لفظ حدیث مفید ہو اسکو انتہی کذا فی الطحطاوی والبحر

اوصی لاقاربہ او لذی قرابتہ او لارحامہ او لانسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی
رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے یا اپنے قرابت والونکے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہ وصیت
سے قریب تر کیواسطے ہی اور اسکے بعد جو اور قریب تر ہے موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کہا متن کے نسخہ میں اسیطرح لذی قرابتہ
مرقوم ہے میں کہتا ہوں لذوی قرابتہ بصیغہ جمع ٹھیک ہے ہم لذی قرابتہ مفرد ہے اور یہ مسئلہ معروف بصیغہ جمع ہے لہذا شارح نے صیغہ جمع
مراد کہا اور مترجم نے اسیوجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا ولا یدخل الوالدان قیل من قال للوالد قریبا فہو عاق والولد ولو مستغرق
یکفیہ او رق کا بعید اعموم قولہ والوارث اور اقارب کی وصیت مذکورہ میں ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہیں اگرچہ ان میں
اور فرزند ممنوع المیراث ہوں بسبب کفر یا مملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہہ ثابت ہوتا ہے بعضوں نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ عاق
ہے ہم وجہ نافرمانی کی یہہ ہے کہ اہل لغت کے عرف میں قریب اسکو کہتے ہیں جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کیواسطے سے اور تقرب والد کا ولد سے
معیوب ہے ایسا ہی کذا فی الرمضے و اما الجد وکذا ولد الولد فیدخل فی ظاہر الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور دادا
اور پوتا تو اقارب کی وصیت میں داخل ہیں ظاہر الروایۃ میں اور بعضوں نے کہا داخل نہیں اور اسیکو پسند کیا ہے اختیار شرح مختار میں ہم فتاوے
عالمگیریہ میں بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے ویکون للاثنین فصاعدا یعنی اقل الجمع فی الوصیۃ اثنان کما فی
المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصوں اور زیادہ کیواسطے ہوگی یعنی اسلئے کہ وصیت میں میراث کی مانند اقل جمع دو ہیں ہم امام نے
اس وصیت میں چار شرطوں کا اعتبار کیا ہو اول یہہ کہ مستحق دو شخص ہیں یا زیادہ دوسرے یہہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسرے یہہ کہ اقرب فالاقرب
معتبر ہے اور ابعد محجوب ہے اقرب کے وجود سے مانند میراث کے چوتھے یہہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمیں برابر ہیں کذا فی العالمگیریۃ فان کان

لہ للموصی عمان وخالان فہی لعمیہ کالارث وقالا ارباعا تو اگر وصیت اقارب میں موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہوں تو
وصیت اوسکی دونوں چچاؤں کیواسطے میراث کی مانند ہو اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤں کیواسطے اور دو حصے ماموؤں کیواسطے
ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا اشارہ کیا کہ تساوی وسائط کے وقت جہت اقوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی

ولو لہ عم وخالان کان لہ النصف ولہما النصف وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے واسطے
نصف مال سے وصیت کا اور دونوں ماموؤں کیواسطے نصف باقی ہو اور صاحبین نے کہا تین تہائی مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملیگا برابر ہو لو عم

واحد لا غیر فلہ نصفہا ویرد النصف الآخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو نہ اور کوئی تو اوسکے
واسطے نصف وصیت ہو اور نصف ثانی اوسکے وارثوں کو دیا جاوے کیونکہ اوسکا کوئی مستحق نہیں ولو عم وعمۃ استویا لاستواء

قرابتہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ ہو تو دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونکی قرابت یکساں برابر ہے ولو انعدم المحرم بطلت
خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر
محرم کیلئے وصیت صرف ہوگی اسلئے کہ انکے نزدیک اقارب میں دادیال اور ننہال کے سب رشتہ دار داخل ہیں کذا فی الطحطاوی والدر

ولا بنی فلان یکون للانثی والذکر لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کیواسطے تو یہہ وصیت
مرد اور عورت کیواسطے برابر ہے اسواسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے یہاں تک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے

ولا یدخل ولد ابن مع ولد الصلب اور داخل ہوگا پوتا فرزند صلبی کے ساتھ فلو له بنات لصلبه وبنو ابن فهی للبنات عملا بالحقیقة
اور اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت بیٹیوں کے واسطے ہے حقیقت پر عمل کرنے کی راہ سے یعنی پوتوں کو ولد کہنا باعتبار مجاز کے ہے
اور بیٹیوں کو بنا بر حقیقت کے ہے اور حالانکہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر فلو تعذرت صرفت الی المجاز تحرزا عن التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو
کلام پھیرا جاویگا مجاز کیطرف تاکہ کلام یا وصیت بیکار اور بیہودہ نہ ٹھہرے ھم جبکہ فلانے شخص کی اولاد کیواسطے وصیت کی اور اوسکی اولاد صلبی نہیں ہے
تو اب وصیت میں پوتے داخل ہونگے کذا فی العالمگیریۃ ولا یدخل اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیوں کی اولاد داخل نہ ہوگی
اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولورثة فلان للذکر مثل حظ الانثیین لانه اعتبر الوراثة اور اگر وصیت کی فلانے
کے وارثوں کے واسطے تو مرد کو دو عورتوں کی برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا وشرط صحتها اے
الوصیة هنا ای فی الوصیة لورثة فلان وما فی معناها کعقب فلان موت الموصی لورثته او لعقبه قبل موت الموصی لان
الورثة والعقب انما یکون بعد الموت اور یہاں یعنی فلانے کے وارثوں کی وصیت میں اور جو اسکی معنی میں ہو جیسا کہ عقب فلانی کی وصیت میں صحیح
ہونے وصیت کی شرط یہہ ہے کہ فلانا شخص جسکے وارثوں اور پس ماندوں کے واسطے وصیت ہوئی مرگیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے کہ وارث اور پس ماندہ حادث
نہیں ہوتا مگر اوسکی موت کے بعد ثم ان کان معهم موصی له اخر قسم بینهم وبینه علی عدد الرؤس ثم ما اصاب الورثة یقسم بینهم للذکر
کالانثیین کما مر پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو مابین ورثہ اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علے عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثوں کو
حصہ ملیگا تو ونکے مابین مرد کو دونا اور عورت کو نصف اوسکا تقسیم ہوگا جیسا کہ مذکور ہوچکا فلو مات الموصی قبل موته ای الموصی لورثته او عقبه
بطلت الوصیة لورثته او عقبه پھر اگر وصیت کرنیوالا مرگیا اوس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثوں اور عقب کیواسطے وصیت ہوئی تو اوسکی وارثوں
اور عقب کیواسطے وصیت باطل ہوگئی ثم ان کان معهم موصی له اخر کقوله اوصیت لفلان ولورثته او عقبه کانت الوصیة کلها لفلان
الموصی له دون ورثته وعقبه لان الاسم لا یتناولهم الا بعد الموت وتمامه فی السراج پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا شخص
موصی لہ ہو جیسا کہ موصی کا یہہ قول کہ میں نے وصیت کی فلانے شخص کے لئے اور اسکے وارثوں اور عقب کے لئے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کے لئے ہوگی نہ اوسکے وارثوں اور عقب کیواسطے اسلئے
کہ وارثوں کا اسم شامل نہیں اونکو مگر بعد مرجانے اوس شخص کے اور اسکا پورا بیان سراج وہاج میں ہے وقیل عقبه ولده من الذکور والاناث
فان ماتوا فولد ولده کذلک ولا یدخل اولاد الاناث لانهم عقب لابائهم لاله اور سراج وہاج میں ہے اور عقب آدمی کا اوسکا ولد ہے
خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلبی مرگئی تو اوسکی فرزند کی اولاد اسیطرح ہے یعنی اونمیں بھی مرد عورت برابر ہیں اور عورتوں کی اولاد عقب میں داخل نہیں
اسواسطے کہ وہ اپنے باپوں کی عقب میں نہ اوسکے یعنی نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحطاوی نے کہا شارح کو فولد ابنه کذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد
مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے وفی ایتام بنیه ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوه قبل الحلم قال صلی الله علیه وسلم لا یتم
بعد البلوغ وعمیانهم وزمناهم وارامهم الا رمل الذی لا یقدر علی شیء رجلا کان او امرأة ویؤیده قوله دخل فی الوصیة
فقیرهم وغنیهم وذکرهم واناثهم اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے یتیم فرزندوں میں اور اونکے اندہوں اور لنگڑوں اور رانڈوں کے مساکین میں تو وصیت
میں داخل ہونگے بنی فلاں کے فقیر اور غنی اور اونکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اوس شخص کا جسکا باپ مرگیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونیکے بعد یتیمی نہیں اور ارامل جمع ہے ارمل کی ارمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو
یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہہ قول کہ اسمیں عورت اور مرد یکساں ہیں وقسم سویة ان احصوا بغیر کتاب او حساب
فانه حینئذ یکون تملیکا لهم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندہے متعین اور منحصر ہوں بدون لکھنے اور حساب کرنیکے تو وصیت
میں یعنی جبکہ منحصر ہوں تو مال وصیت تملیک ٹھہریگا اونکے واسطے ھم عدم احصا اور انحصار کی تعریف ابو یوسف کے نزدیک یہہ ہے کہ احصا نہو سکیں

دو ون گنتی اور حساب کریگے اور محمد نے کہا جبکہ ۱۰۰ سے زیادہ ہوں اور بعضون نے کہا کہ یہ حاکم کی رای پر مفوض ہے اور محمد کا قول اختیار ہے
کذا فی فتاوی قاضیخان ولا للفقراء فهو یعطی الوصی من شاء منهم شرح التکملة لتعذر التملیك حینئذ فیراد به القربة ابتداءً ثم
وغیرہ غیر منحصر ہون تو وصیت کا مال اونکے محتاجوں کو دیا جاوے یعنی کو اختیار ہے اون میں سے جسکو چاہے دیوے کذا فی شرح التکملة سبب متعذر ہونے تملیک کے
اسوقت مین تو اوس سے قربت مراد ہوگی ہم کہتے ہین ہر اوس اسطرحکہ وصیت سے مقصود قربت ہے اور قربت ہونی ہے دفع احتیاج اور گرسنگی ہے اور یتیم اور
نابینا اور لنگ کے اسما محتاجی پر دلالت کرتے ہین تو محتاجون پر حمل کرنا جائز ہوا کذا فی التبیین اور دی بنی فلان یختص بذکورهم لو اغنیاء
اور اگر وصیت کی بنی فلاں مین یعنی فلانے کے فرزندون ترجمہ اوسکی مرد ونکے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مرد الدار ہون الا اذا کان فلان عبارة
عن اسم قبیلة او اسم فخذ فیتناول الاناث لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم مگر جبکہ فلان عبارت
ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورت تو انکو بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت مین فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ مین
عورتیں بھی داخل ہین ہم حبکہ بنی فلاں کیواسطے وصیت کی تو اسکی دو صورتیں ہین ایک یہ کہ فلان باپ ہو قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا چنانچہ تمیم بنی تمیم کا
اور اسد بنی اسد کا باکہ فلان پر جامع ہے جماعت کثیرہ کا یہ نہیں تو معلوم کرنا چاہیئے کہ عرب کی تمامی سے بعد شعب فتح شین پھر قبیلہ ہے پھر
عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی المعرب [illegible]
ولهذا یدخل فیه ایضا مولی العتاقة ومولی الموالاة وحلفاؤهم یعنی وهو مخصوص والا فالوصیة باطلة اور اسیواسطے یعنی جبکہ بنی فلان
عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اوسمین مولای عتاقت اور مولای موالات اور اونکی جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلاں مین داخل ہو جانتے ہین یعنی جبکہ وہ
لوگ متعین اور منحصر ہوں اور اگر غیر منحصر ہون تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیة متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجة کالیتامی فلان تصح
ان لم یحصوا اعلی ما مر تنوعها لله تعالی وهو معلوم وان کان لا ینبئ عن الحاجة فان احصوا صحت وتجعل تملیکا والا بطلت وتمام
فی الاختیار اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو مخبر ہو حاجت سے چنانچہ بنی فلاں کے یتیم تو وصیت صحیح ہوگی گر
وہ لوگ غیر منحصر ہوں بنابر تقریر گذشتہ یعنی اسحالتمین محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب دائم ہونے وصیت کے خدا تعالی کیواسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت
احتیاج پر دلالت نہیں کرتا تو اگر موصی لہم منحصر ہیں تو وصیت صحیح ہے اور اب وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہین تو وصیت باطل ہے اور
پورا بیان اختیار شرح مختار مین ہے اوصی من له معتقون ومعتقون لموالیه بطلت لان اللفظ مشترك ولا عموم له عندنا
ولا قرینة تدل علی احدهما جسکو آزاد کرنیوالے اور آزاد کردہ دونو موجود ہین اوسنے وصیت کی اپنی موالی کیواسطے تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ
کا لفظ مشترک ہے اور مشترک کیواسطے عموم ثابت نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہیں جو ایک معنی پر دلالت کرے ہم مولے کا لفظ آزاد کنندہ اور
آزاد کردہ دونو کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہیں اور کوئی قرینہ نہیں کہ موالی
آزاد کنندہ مراد ہیں یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری ولا فرق فی ذلك عند عامة اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے
اصحاب کے نزدیک اسمین کچھ فرق نہیں ہے درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہیں ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک
اختار شمس الائمة وصاحب الهدایة انه یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام
ہوتا ہے جبکہ نفی کے تحت میں واقع ہو ہم صاحب فتح نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہے اور دلیل سے کہ نفی مشترک مین تنافی نہیں اور باقی علمانے اسکا
جواب دیا ہے چنانچہ قول آئندہ مین معلوم ہوگا وحینئذ فقولهم لو حلف لا یکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل لا لوقوعه فی النفی بل
لان الحامل علی الیمین بغضه وهو غیر مختلف عنایة واقره المصنف اور اسوقت مین یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق
نہیں مابین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک مین تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کہائی کہ کلام نکریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالی

شامل ہے مولاے اعلے یعنی آزاد کنندہ و اور مولاے اسفل یعنی آزاد کردہ کو نہ اسوجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہے مشترک کے واقع ہونے نفی مین بلکہ اسوجہ سے کہ
قسم کہانے پر فلانے شخص کا بغض باعث ہے اور بغض غیر مختلف ہے مابین الاعلے والاسفل کذا فی العنایۃ اور مصنف نے اسکو ثابت رکہا ہے اپنی شرح مین مع شمس الائمہ
اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور مین عموم مشترکہ کا قرینہ نفی ہے اور علما کے نزدیک علت عموم بغض ہے۔ نفی الا اذا عینہ ای الاعلی او الاسفل
قبل موتہ فحینئذ یصح لزوال المانع مگر جبکہ موالی کی وصیت مین موصی تعیین کردی مولاے اعلی کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت
باطل نہ ٹھہریگی صحیح ہو جاویگی زوال مانع کے سبب سے یعنی مانع صحت عدم تعیین تہی سو اب زائل ہو گئی اور اسکو بیان سو ویدخل فیہ ای فی الموالی من
اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی مین داخل ہے وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری مین لا یدخل فیہ مدبروہ وامہات
اولادہ وعن ابی یوسف یدخلان اور موالی مین داخل نہین موصی کے غلام مدبر اور اسکی امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ وہ بہی داخل ہین ھم عدم دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر اور ام الولاد و ہو
ہین مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کیطرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہے کذا فی الدرر اوصی بثلث مالہ الی الفقہاء
دخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنی تہائی مال کی وصیت کی فقیہون
کیواسطے تو فقیہون مین وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکہتا ہو مسائل شرعیہ مین اگرچہ تین ہی مسئلون کو اونکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیہ یعنی بدون علم
دلائل کے فقیہ نہین قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہانتک کہ بعضے فقیہون نے کہا کہ جو شخص ہزارہا
مسئلے یاد رکہتا ہو یعنی بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت مین داخل نہوگا ھم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ وہ ہے جو فقہ دانی مین انتہی مرتبہ کو
پونہچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقیہ نہین ہے اور اوسکو وصیت مذکورہ مین حصہ نہین کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ہمارے
زمانے کے عالمون پر فقیہ کا اطلاق کیا جانا صحیح ہے الا ماشاء اللہ تو علما ومسائل دان متفقہ ہین فقیہ نہین اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی
الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ وغیرہا یہ وصیت کی کہ مٹی لگائی جاوے اوسکی قبر پر یا اوسکی قبر پر قبہ اور گنبد بنایا جاوے تو وصیت باطل ہے چنانچہ فتاوی
قاضی خان وغیرہ مین ہے اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے مذکور کر چکے ہین لکن قدمنا منہا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان
یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہیۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیت
مین مذکور کر چکے ہین کہ قبر دن پر مٹی لگانا قول مختار مین مکروہ نہین ہے تو لائق یہہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہو اسواسطے کہ اسوقت
وصیت ہی مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہین ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ھم یہہ سب قدر اوسکی ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانیکا تعرض نہین کیا تو وہ بالاتفاق
مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرأ عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القرأۃ علی القبور
او لعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جوازہما فینبغی جوازہما مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف
مین کہتا ہون اور اسیطرح یہہ لائق ہے کہ بطلان وصیت کا قول اوس شخص کیواسطے جو قران شریف پڑہے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول کراہت قرأۃ کے قبور پر یا اسوجہ
سے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہین لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قرأۃ علی القبور اور اجارہ دونون جائز ہین تو دونون کا جائز ہونا بسبب اوسکے لائق ہے دلیل ہو مطلقا یعنی
خواہ عدم جواز کی علت قرأۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ مین ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر
تعین المکان الذی عینہ الواقف لقرأۃ القرآن او للتدریس فلو لم یباشر فیہ لا یستحق المشروط لما شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط
الواقف وبالمباشرۃ فی غیر المکان الذی عینہ الواقف یفوت غرضہ من احیاء ذلک البقعۃ قال وتحقیقہ فی الدرۃ المضیئۃ فی
مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ مین یہہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکانکو وقف کرنیوالا متعین کر دے قران پڑہنے یا درس کے لئے تو وہ متعین ہوتا ہے تو اگر ہم
مکان مین قرأۃ یا تدریس واقع نہو تو قاری یا مدرس مستحق نہوگا اوس مال کا جو اوسکے واسطے مشروط ہوا اسواسطے کہ شرح منظومہ مین ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط واقف کا اور
جس مکانکو وقف نے معین کر دیا ہے اوسکے غیر مین پڑہنے یا درس کرنے سے واقف کے غرض فوت ہو جاتی ہے یعنی اوس مکانکو متبرک کرنا حاصل نہین ہوتا صاحب تنویر البصائر

نے کیا اور تحقیق اس مسئلہ کی اوس رسالہ میں ہے جسکا نام الشذرۃ السنیۃ فی مسئلۃ الاستغراق ہے بجا کہا ہے باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی
والثمرۃ یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں ہم صاحب ہدایہ نے وصایا اعیان سے فارغ ہو کر وصایا منافع کو شروع کیا
وتصح الوصیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنی دارہ مدۃ معلومۃ وابدا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک
اور ہمیشہ کو ہم یہ اسلئے کہ تملیک منافع کی بحالت حیات میں صحیح ہو بعوض اور بلا عوض سو ایسی طرح بعد مرنے کے بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تملیک صحیح ہے ویکون
محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما بسطنا فی الاجارۃ اور غلام وغیرہ محبوس ہوگا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں
موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک پر امام کے نزدیک جیسا کہ ہم نے اجارہ میں مفصل ذکر کیا ہے ہم اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے ملک اللہ تعالی پر ویعطیہ
اپنے غلام اور گھر کے علاوہ یعنی انکے حاصلات اور کرایہ کی وصیت تمام ہو فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لان الحق
الوصیۃ سو اگر غلام یا گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی لہ کو سپرد کیا جائے وصیت کی وجہ سے وان لم تخرج من الثلث تقسم الدار
اثلاثا ای فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر نہو تو گھر تین تہائی تقسیم کیا جائے وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی گھر میں موصی
لہ اور دو تہائی میں وارثوں کا اختیار ہے اما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر اور گھر کی حاصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم ہوگا بظاہر
مذہب کے ہم لکھا ہے اور اسکی شرح قہستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال گنجائش نرکھتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جائے اسطرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور
وارث باقی میں اور موصی لہ گھر کا کرایہ ایک لے اور وارث دو دو تا انقضاء مدت وصیت کذا فی الطحطاوی وتہایئا العبد فیخدمہم اثلاثا اور موصی لہ
اور وارث باری مقرر کرلیں غلام میں تو وہ انکی خدمت کرے تین تہائی یعنی ایکدن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثوں کی ہم چونکہ اجزاء غلام
کی قسمت ممکن نہیں لہذا ہمیں باری معین ہوتی ہے برخلاف گھر کے کہ اوسکے اجزا کی تقسیم ممکن ہے ھذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد والدار والا فخدمۃ العبد
وقسمۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہ حکم اوسوقت ہے جبکہ موصی کا کچھ اور مال نہو سوائے غلام اور گھر کے اور اگر اور مال
بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اسکو بیان کیا ہے ہم تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اوس میں سے غلام
کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوجاتے ہیں تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایکدن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الطحطاوی ولیس
للورثۃ بیع ما فی ایدیہم من ثلثیہا علی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنی کلہا لظہور مال اخر او بخراب ما فی یدہ فیحتاج الی ان یزاحمہم
فی باقیہا والبیع ینافیہ فیمنعوا عنہ وعن ابی یوسف لہم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں کہ گھر کی دو تہائی جو اونکے قبضہ میں ہے بیع کریں بظاہر مذہب کے
بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہوجانے اوس تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضے میں ہے
تو اوسوقت میں موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کریگا باقی گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث منع کئے جائینگے بیع سے اور ابو یوسف
سے روایت ہے کہ وارثوں کو بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنی ان یوجر العبد او الدار لان المنفعۃ لیست
بمال علی اصلنا فاذا ملکہا بعوض کان مملکا اکثر مما ملکہ یعنی وھو لا یجوز اور جسکو واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اوسکو غلام
یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہیں ہے اسواسطے کہ منفعت مال نہیں ہے ہمارے مذہب پر تو جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عوض لیکر
تو موصی لہ اسقدر کا مالک ہوا تھا اوس سے زیادہ تر کا مالک کردینے والا ٹھہرے گا اور یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کرسکے ولا للموصی
بالغلۃ استخدامہ ای العبد او سکناہا ای الدار فی الاصح ومثلہ الدار الموقوفۃ علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوہبانیۃ لان
حقہم فی المنفعۃ لا العین وقد علمت الفرق بینہما اور جسکے واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اوسکو جائز نہیں خدمت لینا غلام کا یا سکونت
اوس گھر کا قول صحیح میں اور اسیکی مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کا غلہ وقف ہو تو سکنی جائز نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اسواسطے کہ
موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور تمکو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہوچکا ہم غلہ عبارت ہے دراہم اور دنانیر سے تو غلہ

ہو اسکی خدمت اور سکنی کا ولا یخرجہ الموصی لہ العبد الموصی بخدمتہ من الکوفۃ مثلا الا اذا کان ذلک مکانہ واھلہ فی موضع اخر اذ
خرج من الثلث والا فلا یخرجہ الا باذن الورثۃ لبقاء حقھم فیہ اور باہر نہ لیجاوے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلاً مگر جبکہ وہ اوسکا
مکان ہو اور موصی لہ کے اہل وعیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کا لیجانا وہاں جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج
نہوتا ہو تو موصی لہ اوسکو باہر نہ لیجاوے بدون اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام میں ھم خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے
خارج ہو سکتا ہے تو موصی لہ اوسکو موصی کے شہر سے باہر نہ لیجاوے اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی لہ اور اوسکے اہل وعیال
دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اوسکو باہر لیجانا درست ہے اسواسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہیں موصی کے مقصود کے موافق تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہوا
تو موصی کا مطلب یہی ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کیواسطے وہیں لیجاوے طحطاوی نے کہا یوں کہنا بہتر تہا من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ
اور اسم اشارہ راجع ہوتا بصرہ کیطرف تو اہلہ فی موضع اخر کی حاجت نرہتی وبموتہ ای الموصی لہ فی حیوۃ الموصی بطلت الوصیۃ اور موصی لہ
کے مرجانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنی اسواسطے کہ اوسکا مستحق مرگیا وبمثل موتہ بعد موتہ العبد والدار الی الورثۃ ای ورثۃ
الموصی بحکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور گہر موصی کے وارثوں کی طرف پہر آتا ہے بحکم ملک یعنی چونکہ منافع کی وصیت میں ملک موصی زائل
نہیں ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اوسکے مالک ہوتے ہیں ولو اتلفہ الورثۃ ضمنوا قیمتہ لیشتری بھا عبد یقوم مقام الاول
ولھذا یمنع المریض من التدبیر باکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرھن اور اگر موصی کی موت کے بعد اوسکے وارثوں نے غلام کو تلف
کیا تو وہ تاوان دینگے اوسکی قیمت کا تاکہ اوس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاوے اور اسیلئے مریض ممنوع ہے احسان سے تہائی
سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح کی کتاب الرہن میں ھم اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مرجع اسم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت
میں خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار کی وجہ سے کذا نسخ الطحطاوی المحشی ولو اوصی بھذا العبد لفلان وبخدمتہ لاخر وھو یخرج من الثلث صح
وتمامہ فی الدرر اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کی ایک شخص کیواسطے اور اوسکی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کیواسطے اور حالانکہ وہ
غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے تو وصیت صحیح ہے اور اسکا پورا بیان درر میں ہے وفی الشرنبلالیۃ ونفقتہ اذا لم یطق الخدمۃ علی
الموصی لہ بالرقبۃ الی ان یدرک الخدمۃ فیصیر کالکبیر ونفقۃ الکبیر علی من لہ الخدمۃ اور شرنبلالیہ میں ہے اور غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ
خدمت نکر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اوسپر ہے جسکے واسطے اوسکی رقبہ کی وصیت ہوئی یہانتک کہ وہ خدمت کرنیکے لائق ہو جاوے تو اب وہ صغیر کبیر کی
مانند ہو جاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اوسپر ہے جسکی خدمت کیواسطے وصیت ہوئی وان ابی الانفاق علیہ ردہ الی من لہ الرقبۃ کالمستعیر مع
المعیر اور اگر موصی لہ بالخدمۃ اوسپر خرچ کرنیسے انکار کرے تو اوس غلام کو پہیر دے اوسکو جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی جیسے مستعیر کا حکم ہے معیر کے
ساتھہ یعنی اگر مستعیر نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام معیر کیطرف پہیر دیا جاویگا فان جنی فالفداء علی من لہ الخدمۃ پہر اگر غلام مذکور جنایت کرے
یعنی از راہ خطا کسیکو قتل کرے تو فدیہ اوسپر واجب ہے جسکے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی ولو ابی فداہ صاحب الرقبۃ او دفعہ بطلت الوصیۃ
اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث کو حوالہ کرے اور وصیت باطل ہو گئی یعنی فدیہ یا دفع کیصورت
میں وبثمرۃ بستانہ فمات والحال ان فیہ ثمرۃ لہ ھذہ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پہل کی وصیت کی پہر موصی مر گیا
اور حالانکہ باغ میں پہل موجود ہے تو موصی لہ کیواسطے فقط یہی پہل ہے نہ آیندہ پہل وان زاد ابدا لہ ھذہ الثمرۃ وما یستقبل اور اگر موصی
نے وصیت مذکورہ میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کیواسطے یہہ پہل بھی ہے اور زمانہ مستقبل کا بھی پہل ہے کما فی الوصیۃ بغلۃ بستانہ
فانہ لہ ھذہ وما یحدث ضم ابدا اولا چنانچہ غلہ بستان میں اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی لہ کیواسطے یہہ غلہ موجود بھی ہے اور وہ
غلہ بھی ہے جو آگے موجود ہوگا خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت میں ملا دے یا نہ ملاوے ھم ثمرہ اور غلہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ عرف میں ثمرہ

سے موجود کا تو معدوم کو شامل نہوگا مگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آئندہ کے حاصل ہونیوالے کو بھی شامل ہے تو
موجود اور معدوم دونوں اسمیں داخل ہیں بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہ ای البستان والمسئلة
بحالھا ثمرة حین الوصیة فھی کالوصیة بالغلة فی تناولھا الثمرة المعدومة ما عاش الموصی لہ زیلعی اور مسئلہ سابقہ میں اگر
باغ میں پھل موجود نہو وصیت کیوقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کی مانند ہے ثمرہ معدومہ کے شمول میں جبتک کہ موصی لہ زندہ رہے م
یعنی اگر وصیت کیوقت پھل باغ میں نہیں ہیں اور اسنے پھلونکی وصیت ایک شخص کیواسطے کی تو اوسکی حیوٰۃ العمر میں جسقدر پھل سال بسال پیدا ہونگے
جاوینگے وہ اوسکو لینا ہوگا وفی العنایة السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلة لانہ ھو المنتفع بہ
فصار کالنفقة فی فصل الجذ مثلا اور عنایہ میں ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز میں باغ کا قیام اور درستی ہو صاحب غلہ
پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینیوالا تو وہی ہے تو بیجہ خدمت کے غلام کو نفقہ کی مانند ہوگیا تنبیہ الغلة کل ما یحصل من ریع الارض
او کرائھا او اجرة الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغة غلہ عبارت ہے ہر ایک اوس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اوسکو کرایہ
سے اور غلام کی اجرت سے اور مانند اسکی کذا فی جامع اللغة م قاموس میں بھی غلہ اسیطرح مذکور ہے قلت وظاھرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی
الغلة فلیحرر میں کہتا ہوں اور ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکی غلہ میں داخل ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے
م یعنی ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ جب اوس باغ کا اخروٹ بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسیکے واسطے وصیت ہوئی تو اوسکا ثمن موصی لہ کا ہے
میں کہتا ہوں کہ اخروٹ اوسکا حق ہے اور وہی اوسکی بیع کا مالک ہے اصالةً یا وکالةً اور غیر شخص کی بیع اوسکی اجازت پر موقوف ہے یہہ تقریر ہے اوس
نسخہ کے بموجب جسمیں جوز کا لفظ بجیم و زا منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخہ میں بحاء مہملہ و راء مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت خرمے سے تو اوسکو
دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ مثل حطب کے ہے فتاوی عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی آدمی کیواسطے تو اوسمیں داخل ہیں
تہنیاں اور اوراق اور حطب اور ثمرہ سب داخل ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وبصوف غنمہ وولدھا ولبنھا لہ ما بقی فی وقت موتہ
سواء قال ابدا او لا لان المعدوم منھا لا یستحق بشیء من العقود فکذا بالوصیة بخلاف الثمرة بدلیل صحة المساقاة اور اگر اپنی
بھیڑوں کے صوف کی اور اونکے بچوں کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچہ اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے
کیوقت خواہ اوسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ میں سے جو موجود نہیں وہ کسی عقد سے مستحق نہیں ہوتی تو اسیطرح وصیت سے بھی نہوگی بخلاف
پھل کے کہ اوسمیں وصیت غیر موجود کی صحیح ہے بصحت مساقاة کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجازوا یجعل مسجدا
لزوال المانع باجازتھم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہیں ہوتا اور اوسکو وارثوں نے اجازت
دی تو وہ گھر مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کیوجہ سے وارثوں کی اجازت سے یعنی مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زایل ہوگیا وان لم یجیزوا
یجعل ثلثھا مسجدا رعایة لجانب الوارث والوصیة اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت
دونو جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اسصورت میں وارث بھی محروم نرہے اور مسجد بھی بنی ونظیرہ مرکبہ فی سبیل اللہ بطلت لان وقف
المنقول باطل عندہ فکذا الوصیة وعندھما یجوز ان درہا اور اپنی سواری کی چیز کی وصیت کی خدا کی راہ میں تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ
مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسیطرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونو
جائز ہیں کذا فی الدر وقال المصنف وفیہ نظر لان الوصیة تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرة کالوصیة بالغلة والصوف
ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل میں اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہیں اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہاں وقف صحیح
نہیں ہوتا بہت سی مواضع میں جیسے غلہ اور صوف کی وصیت میں اور مانند اسکی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اوصی بشیء للمسجد لم تجز الوصیة

لانہ لا یملک وجوزہا محمد قال المصنف وبقول محمد افتی مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی نے کسی مسجد کیواسطے تو وصیت جائز نہیں
اسواسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہے اور محمد نے اسکو جائز کہا ہے مصنف نے کہا اور محمد کے قول کا فتویٰ دیا ہے ہمارے استاد بحر الرائق کے مصنف نے
م مصنف نے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے امر پر محمول کیا ہے تا صحیح الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا ان یقول الموصی ینفق علیہ
فیجوز اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہہ کہ موصی کہے کہ خرچ کیا جاوے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق امام اور محمد کے قال
اوصیت بثلثی لفلان او فلان بطلت عند ابی حنیفۃ لجہالۃ الموصی لہ وعند ابی یوسف لہما ان یصطلحا علی اخذ الثلث
وعند محمد یخیر الورثۃ فایہما شاؤا اعطوا موصی نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلانے شخص یا فلانے شخص کیواسطے تو
وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب مجہول ہونے موصی لہ کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونون شخصون کو اختیار ہے کہ آپسمین صلح کرلین
تہائی مال کے لینے مین خواہ نصف نصف پر مصالحہ کرین یا کم و بیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثونکو اختیار ہے اونمین سے جس شخص کو چاہین دین

واللہ تعالیٰ اعلم فصل فی وصایا الذمی وغیرہ

یہہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا مین یعنی جیسا کہ مستامن اور صاحب ہوا اور مرتد کی وصایا مین ذمی جعل دارہ بیعۃ او کنیسۃ او بیت نار فی صحتہ فمات فہی میراث لانہ کوقف لم یسجل
کافر ذمی نے اپنا گہر بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کیحالتمین پہر وہ مرگیا تو وہ اوسکے وارثونکی میراث ہے اسواسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کی
مانند ہے م بیعہ عبادت خانہ یہود اور کنیسہ عبادتخانہ نصاریٰ کا اور آتش خانہ معبد مجوس کا ان عبادت خانون کا بنانا زمیون کو دیہات مین
جائز ہے نہ دار الاسلام کے شہرون اور قصبات مین وا ما عندہما فلانہ معصیۃ اور صاحبین کے نزدیک تو اسوجہ سے صحیح نہیں کہ انکا بنانا
معصیت ہے ولیس ہو کالمسجد لانہم یسکنون ویدفنون فیہ موتاہم حتی لو کان المسجد کذلک یورث قطعا قالہ المصنف
وغیرہ لانہ حینئذ لم یصر محرزا خالصا للہ تعالیٰ اور بیعہ اور کنیسہ مسجد کی مانند نہیں ہے اسواسطے کہ یہود اور نصاریٰ اوسمین رہتے ہین اور
اپنے مُردے اوسمین دفن کرتے ہین تو اگر مسجد بہی اسطرح ہوتی یعنی اوسمین سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بہی موروث ہوگی یقینا ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ
نے اسواسطے کہ اسوقت مین محرز خالص اللہ تعالیٰ کیواسطے نہوئی م یہہ صاحبین کے کلام کا تتمہ نہیں بلکہ امام کے قول کا تتمہ ہے اور جواب ہے اس سوال مقدر کا
کہ بیعہ اور کنیسہ یہود اور نصاریٰ کے حق مین ایسا ہے جیسے مسجد ہمارے حق مین جسمین بیع اور میراث جاری نہیں وان اوصی الذمی ان یبنی
دارہ بیعۃ او کنیسۃ لمعینین فہو جائز من الثلث ویجعل تملیکا اور اگر ذمی نے یہہ وصیت کی کہ اوسکا گہر بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے معین
لوگون کیواسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہہ تملیک ٹہریگی اونکو واسطے وان اوصی بدارہ ان تبنی کنیسۃ او بیعۃ فی القریٰ فلو فی المصر
لا یجوز اتفاقا لقوم غیر مسمین صحت عندہ لا عندہما لما مر انہ معصیۃ ولہ انہم یترکون وما یدینون فتصح اور اگر ذمی نے اپنے گہر کی
بیعہ وصیت کی کہ وہ کنیسہ یا بیعہ دیہاتمین بنایا جاوے قوم غیر معین کیواسطے تو یہہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ صاحبین
کی دلیل مذکور ہوچکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت کی وصیت جائز نہیں اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ اہل ذمہ چہوڑ دیجاتے ہین اپنے دین پر تو وصیت صحیح
ہوگی دیہات کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شہر مین کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کوصیۃ حربی مستامن
لا وارث لہ ہنا بکل مالہ لمسلم او ذمی کذا فی الوقایۃ ولا عبرۃ بمن ثمہ لانہم اموات فی حقنا جیسی وصیت جائز ہے اوس
حربی مستامن کی جسکا کوئی وارث نہیں دار الاسلام اوسکے تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کیواسطے کذا فی الوقایہ اور کچہ اعتبار نہیں اوسکے ان وارثونکا
جو دار الحرب مین ہین اسواسطے کہ وہ درحکم اموات کے ہین ہمارے حق مین ولو اوصی بنصفہ مثلا نفذ ورد باقیہ لورثتہ لا الی بیت المال لانہ
لا مستحق لہ فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلا وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اوسکے وارثون پر رد کیا جاویگا
میراث کی راہ سے نہیں بلکہ اسواسطے کہ اوسکا کوئی مستحق نہیں ہمارے ملک مین وکذا لو اوصی لمستامن مثلہ اور اسیطرح جواز وصیت کا حکم

ہو اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کیواسطے وصیت کرے ولو اعتق عبدہ عند الموت او دبرہ نفذ من الکل لما قلنا اور اگر مستامن
اپنا غلام آزاد کیا موت کیوقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اوسکے تمام مال سے اوس دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی جو اسلیئے
اوسکے وارثونکا حق واجب الرعایۃ نہین کیونکہ وہ اموات کی مانند ہین کذا فی الزیلعی ولو اوصی له مسلم او ذمی جاز علی الاظہر زیلعی اور اگر
مستامن کیواسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول اظہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الہدایۃ اذا کان لا یکفر فھو بمنزلۃ المسلم
فی الوصیۃ لانا امرنا ببناء الاحکام علی ظاھر الاسلام اور اہل ہوی یعنی مبتدع چنانچہ خارجی یا رافضی جبکہ اوسکی بدعت منجر
بکفر نہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے امر مین اسواسطے کہ ہم مامور ببنا احکام کے ہین ظاہر اسلام پر وان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد فتکون وصیته
عملہ ہ نافذۃ عندھما شرح المجمع اور اگر اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہی تو اوسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہی اور صاحبین
کے نزدیک نافذ ہی کذا فی شرح المجمع م اہل بدعت یعنی جو اپنی ہوای نفس کا تابع ہوا بدعت کیطرف مائل ہو کر اگر اوسکے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ انہین
سے کہتے ہین کہ علی رضی اللہ عنہ خدای اکبر ہے تو وہ مرتد کی مانند ہی کذا فی الدرر والمرتدۃ فی الوصیۃ کالذمیۃ فی الاصح لانھا لا تقتل اور عورت
مرتدہ وصیت مین ذمی عورت کی مانند ہی قول صحیح تر مین اسواسطے کہ مرتدہ مقتول نہین ہوتی یعنی تو اوسکی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیۃ
المطلقۃ کقوله ھذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیۃ لا یحل للغنی لانھا صدقۃ وھی علی الغنی حرام وان عممت کقوله یاکل
منھا الغنی والفقیر لان اکل الغنی منھا انما یصح بطریق التملیک والتملیک انما یصح لمعین والغنی لا یعین ولا یحصی اور وصیت
مطلقہ یعنی غیر مخصوص چنانچہ یون کہا کہ اسقدر میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے الدار کو حلال نہین اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام
ہے اگرچہ موصی نے وصیت کو عام کر دیا ہو چنانچہ یون کہا کہ اوسمین کہاوے غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کہانا اوسمین صحیح نہین مگر بطریق تملیک کے
اور حالانکہ تملیک صحیح نہین ہوتی مگر معین شخص کیواسطے اور غنی معین اور محصور نہین م وصیت مطلقہ وہ ہی جسمین غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے
جسمین غنی اور فقیر دونو مذکور ہون ولو خصت الوصیۃ به ای بالغنی کقوله ھذا القدر من مالی وصیۃ لزید وھو غنی او لقوم اغنیاء
محصورین حلت لھم لصحۃ تملیکھم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوئی چنانچہ موصی کا یون کہنا کہ میرا اتنا مال زید کیواسطے وصیت ہے
اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالدار متعین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو اونکو حلال ہے تملیک صحیح ہونے کیوجہ سے وکذا الحکم فی
الوقف کما حررہ ملا خسرو اور اسیطرح وصیت کی مانند وقف مین حکم ہے چنانچہ ملا خسرو نے درر مین اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے م یعنی وقف
مطلق مخصوص بفقرا ہے غنی کو حلال نہین اگرچہ واقف نے اوسکو غنی اور فقیر کے واسطے عام کر دیا ہو اور جبکہ وقف کو غنی معین کیواسطے یا قوم اغنیا محصورین کیواسطے
خاص کر دیا تو اونکو حلال ہے اور وہ اوسکے منافع کے مالک ہونگے نہ اوسکے عین کے چونکہ یہ مسائل ضروریہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تھے ضمنا اور واجب
الحفظ تھے اور اکثر لوگ اوس سے غافل تھے لہذا اوسکو ہمنے اصالۃ ذکر کیا کذا فی الدرر وفی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالوصی اور
جامع الفصولین مین ہے کہ وقف کا متولی وصی کی مانند ہے م طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی مین بہتر تہا فروع مسائل ملحقہ شارح کی
اوصی بثلث ماله للصلوات جاز للوصی صرفه للورثۃ لو محتاجین یعنی لغیر قرابۃ الولاد ممن یجوز صرف الکفارۃ الیھم بخلاف
مطلق الوصیۃ للمساکین فانھا تجوز لکل ورثته ولاحدھم یعنی لو محتاجین حاضرین بالغین راضین فلو منھم صغیر او غائب او حاضر
غیر راض لم یجز نمازون کے کفارہ کیواسطے موصی نے اپنی تہائی مال کی وصیت کی تو وصی کو اوسکا صرف کرنا موصی کے وارثون پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ
محتاج ہوں یعنی بغیر قرابت ولادت کے اون لوگونمین سے جنپر صرف کفارہ جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہون برخلاف مطلق وصیت کے جو محتاجون کیواسطے
ہو کیونکہ اوسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثون پر اور ایک وارث پر جائز ہی یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہون خیرات لینے پر سو اگر اونمین سے کوئی
صغیر یا غائب ہو یا موجود ہو راضی نہو تو جائز نہین م غیر قرابت ولادت کی قید اسلئے لگائی کہ اوسکو واسطے صرف کفارہ جائز نہین اگرچہ موصی نے اوسکو

معین کر دیا ہو ہشام نے محمد سے روایت کی کہ ثلث مال اسکے مساکین کیواسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہین تو اگر انہون نے اتفاق کیا کہ انکو بواسطے وصیت کے مال دیا جاے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سو سب وارثون نے اجماع کیا کہ اوسکو دیا جاے تو جائز ہے اور اگر وارثون مین صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی اوصٰی بکفارۃ صلوتہ لرجل معین لم یجز لغیرہ بدلیل قضاء الزمان وصیت کی اپنی نماز کے کفارہ دینے کی ایک معین مرد کیواسطے تو اوسکے غیر کو دینا جائز نہین اسی قول پر فتوی ہے فساد زمانہ کی علت سے ؎ قضات وغیرہ مین طمع غالب ہے لہذا تغیر وصیت جائز نہین اوصٰی لصلوتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکہا الوصی لہم عن الفدیۃ لم یجزہ ولا بد من القبض ثم التصدق علیہم اپنے مال کی وصیت کی اپنی نمازون کے کفارے کیواسطے اور حالانکہ اوسکا ثلث مال محتاجون پر دین ہے سو وصی نے اوس مال کو انپر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کیوجہ سے تو یہہ فدیہ کفایت نکریگا اور ضرور ہے اوس مال کا اول قبض کرنا پھر اونکو صدقہ دینا یعنی بدون قبض ادائے کفارہ صحیح نہین ولو امر ان یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثہا مثلا واستہلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وہو معسر یجزیہ لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مرگیا سو کسی غاصب نے تہائی مال مثلا غصب کیا اور اوسکو ضائع کیا سو وصی نے اوسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھکر اور حالانکہ محتاج ہے تو کفایت کریگا تصدق مین بسبب حاصل ہونے قبضہ غاصب کے بعد مرجانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اوسپر مدیون کا قبضہ حیات موصی مین ہوا تہا تو وہ کفایت نکریگا یہہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہین وفی الجواہر اوصٰی لرجل بعقار ومات فقسمت الترکۃ والموصٰی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد سنین ادعی تسمع ولا یبطل بالتاخیر ان لم یکن رد الوصیۃ اور جواہر الفتادی مین ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کیواسطے اور موصی مرگیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اوسی شہر مین ہے اور حالانکہ اوسکو قسمت ترکہ معلوم ہے اور اوسنے طلب نکیا پھر چند سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور تاخیر سے دعوی باطل نہوگا بشرطیکہ اوسنے وصیت کو رد نکر دیا ہو ؎ عقار عمارت ہے عرصہ مبنیہ سے اور ضیعہ عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین اوصٰی لہ بدار فباعہا بعد موتہ قبل القبض صح لجواز التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کیواسطے وصیت کی ایک گہر کی سو اوسنے گہر کو بیچا بعد مرجانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ وصیت کی چیز مین تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت ضیعۃ علی ولدہا وجعلت عم الولد متولیا وللولد اب فالمتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اوسپر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بہی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شری دارا واوصی بہا لرجل فاخذہا الشفیع من ید الموصی لہ یوخذ الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصی لہ علی الورثۃ بشیء لانہ ظہر انہ اوصی بمال الغیر گہر خرید کیا اور اوسکی وصیت کی ایک مرد کیواسطے سو اوس گہر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھہ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گہر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثون سے کچھہ نپاویگا اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اوسنے غیر کے مال کی وصیت کی تہی اور حالانکہ وہ جائز نہین ؎ جب گہر شفیع لیگا حق شفعہ کی علت سے تو موصی لہ اسقدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے شفیع سے ثمن پہر لینگے کذا فی المنح ٭

باب الوصی وہو الموصٰی الیہ

یہہ باب ہے وصی کے احکام مین وصی وہ ہے جسکی طرف وصیت کیجاے ؎ عرب بولتے ہین اوصی الی فلان یعنی اوسکو اپنے مال مین تصرف کرنیکے بعد موت کی وصیت کی اور اوسکو مفوض الیہ اور وصی بھی بولتے ہین اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اور وصی کو لائق نہین کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اوسمین خطر ہے ابو یوسف سے روایت ہے اول بار وصی ہونا غلط ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی قادر نہین عدل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق ہو ابو مطیع نے کہا کہ مین نے ۲۰ برس اپنی قضا کی مدت مین وہ شخص نہین دیکہا جو اپنے بھتیجے کے مال مین عدل کرتا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی اوصٰی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ صح فان ردہ عندہ ای بعلمہ یرتد ای زید کیطرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اوسکو وصی کیا اور اوسنے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو

وصی ہونا صحیح ہو گیا پھر اگر رد کیا یعنی قبول کیا انکار کرکے وصی ہونے سے اوسکے نزدیک یعنی موصی کی غیبت میں تو وصایت پھر گئی ثابت نہوگی ھ اسواسطے کہ
یہ ایسے میں متبرع ہے اوسپر قبول کرنا واجب نہیں چاہیے اوسپر دوام اختیار کرے چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہیں کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور رجوع میں
فریب دینا نہیں ہے کیونکہ موصی کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہرادے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح نہوگا ہاں اگر اوسکے سامنے دوسری
بار قبول کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ خزانہ میں ہے کہ کسیکو وصی کیا سو اوسنے اوسکے سامنے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو یہہ رد ہوا اور وہ وصی نہ ٹھہرا پھر اگر
موصی نے اوس سے کہا کہ مجھے تجھ سے توقع نہ تھی کہ تم قبول نہ کروگے سو اوسنے کہا میں نے قبول کیا تو وصی ہو گیا کذا فی المحیط ولا یصح الرد بغیبتہ لئلا
یصیر مغرورا من جہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا تو اوسکا رد کرنا اوسکی پیٹھ پیچھے یعنی اوسکی عدم موجودگی میں صحیح نہیں ہے تاکہ وہ فریب خوردہ
نہو وصی کی جہت سے ویصح اخراجہ عنہا ولو فی غیبتہ عند الامام خلافا للثانی زاہدیہ اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی
غیبت میں اخراج واقع ہوا ہو امام کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہیں وان سکت الموصی الیہ فمات موصیہ
فلہ الرد والقبول ہو اگر وصی نے سکوت کیا پھر اوسکا موصی مرگیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے ھ وصی تصرف للغیر میں متبرع ہے تو
ہر دو میں اختیار ہے اوسپر وصایت لازم نہیں مانند وکالت کی اور یہاں فریب دینا بھی نہیں ہے اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا کہ اسنے اوسکا حال دریافت
نکیا کہ اوسنے وصایت قبول کی یا نہیں ولزم عقد الوصیۃ ببیع شیء من الترکۃ وان جہلہ ای بکونہ وصیا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط
فی صحۃ تصرفہ اور عقد وصیت لازم ہو جاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنے وصی ہونیکو نجانتا ہو اسواسطے کہ وصی کو
وصایت کا علم شرط نہیں ہے اوسکے تصرف کے صحیح ہونے میں بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط برخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت کا
معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت فرد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا انفذ قاض ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی قبول
وصایت سے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اوسکے رد کرنیکو نافذ کر دیا تو اب اسکے بعد قبول
کرنا وصایت کا صحیح نہیں ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر وفاسق بدلہ ای بدلہم القاضی بغیرہم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید
صحۃ الوصیۃ ولو تصرفوا قبل الاخراج جاز سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل
ڈالا جاویگا یعنی قاضی اونکے سوای اور شخص کو وصی مقرر کرے اتمام نظر کیواسطے اور تبدیل کرنیکا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور
فاسق کو بدلنے سے پہلے قبل اخراج کے تو تصرف جائز ہے کذا فی السراجیہ فلو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر والمرتد وتاب الفاسق
مجتبے وفیہ ومن ولایۃ الوقف لصبی صح استحسانا لم یخرجہم القاضی عنہا ای عن الوصایا لزوال الموجب للعزل الا ان
یکون خائنا بالاختیار سو اگر صغیر بالغ ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہو گیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبے تو قاضی اونکو وصایا سے
خارج نکرے بسبب زائل ہو جانے اوس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنیکا مگر یہ کہ وصی خائن ہوا اگر ایسا ہو تو عزل درست ہے کذا فی الاختیار اور مجتبے میں ہے
کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہے والعبد والحال ان ورثتہ صغار صح کایصائہ الی مکاتبہ او مکاتب
غیرہ لا تقدر ان یرد فی الرق فیکا لعبد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حال یہ کہ موصی کے وارث صغیر ہیں تو صحیح ہے جیسے اوسکو وصی کرنا اپنے
مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہے پھر اگر مکاتب عدم ادای بدل کتابت سے مملوکیت کیطرف پھر گیا تو اوسکا حکم غلام کی مانند ہے یعنی اگر وارث صغیر ہیں
تو درست ہے اور نہیں تو درست نہیں ہے والا لا وقالا لا یصح مطلقا درر اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہیں تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہیں اور
صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہیں خواہ وارث صغیر ہوں خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ لا بمجرد
اخبارہ ضم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہوا وصایت کے قیام سے فی الحقیقۃ نہ فقط وصی کے ظاہر کرنے سے
تو قاضی اوسکے ساتھ اور وصی کو ملا دے موصی اور وارثوں کے حق رعایت کرنے کیواسطے ھ وصی کا یوں ظاہر کرنا کہ مجھسے وصایت نہیں ہو سکتی

اسواسطے معتبر ہوا کہ شکایت کرنیوالا گاہے کاذب ہوتا ہے اپنی جان کے بچانے کیواسطے کذا فی النہر ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلا استبدل
غیرہ ۵ اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل اسکے وصی مقرر کرے ولو عزل القاضی الوصی المختار مع اہلیتہ
لہا نفذ عزلہ وان جار القاضی واثم ۵ اور اگر قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہے
تو اوسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا فی الاشباہ اختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح
الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین واما عزل الخائن فواجب انتہی قلت وعبارۃ جامع
الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلا کافیا لا ینبغی للقاضی ان یعزلہ فلو عزلہ
قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ لا ینعزل لان الموصی اشفق بنفسہ من القاضی فکیف یعزلہ وینبغی ان یفتی بہ
لفساد قضاۃ الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل للوصی فکیف بالوظائف بالاوقاف
اشباہ میں ہے فقہا نے اختلاف کیا ہے وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے لیکن عدم صحت کا فتوی
دینا واجب ہے چنانچہ فصولین میں ہے اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہے انتہی ما فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسویں
فصل سے یہ ہے کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو اوسکا معزول کرنا لائق نہیں ہے سو اگر باوجود اسکے معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہے
کہ وہ معزول ہوجاویگا میں کہتا ہوں میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہے قاضی سے یعنی اوسنے بہتر جانکر
اوسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اوسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق یوں ہے کہ عدم عزل کا فتوی دیا جاوے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کیوجہ سے
انتہی ما فی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے اوستاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہوگئی تو وظائف اوقاف کی
معزولی کیونکر صحیح ہوگی ھم منجملہ وظائف کے تولیت ہے فتاوی خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اوسکی
شرط یہ ہے کہ اوس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین میں ہے تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہے اور اگر کریگا تو صحیح نہوگا
اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ سے اسکو ثابت کیا ہے کذا فی الطحطاوی
ویبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ ۵ وقف القنیۃ ۵ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے
جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہے اسواسطے کہ دو متولی دو وصی کی مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ وقف القنیہ ق
مفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رأی الآخر وقد صارت واقعۃ الفتوی ۵ اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک
متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کی بدون رائے کے اور البتہ یہ صورت فتوی طلب ہوئی تھی ھم یہ صورت اسعاف میں مصرح ہے کہ کسی کو انفراد احد الناظرین
بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کردے تو جائز ہے مفتی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولو وصی کان
ایصاؤہ لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وہو الاصح وبہ نأخذ ۵ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی کے
باطل ہے اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہے ابو اللیث نے کہا اور وہ
یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صححہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ
اقرب الی الصواب لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہے مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہے درر میں اور قہستانی میں ہے کہ یہی بطلان کا
قول قریب تر ہے صواب کیطرف ھم یہاں دونوں قول پر فتوی اور قضا درست ہے چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا کانا
وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف او قاض واحد اما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما
بالتصرف لان کلا من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر

جاز إن رأى فيه المصلحة وإلا لا وتمامه في وكالة تنوير الأبصار معزيا للملتقطات وغيرها فليحفظ میں کتابوں اور بہ دیتے
باطل ان فعل احد الوصیین اوسوقت ہی جبکہ دونوں وصی یا دونوں متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کیطرف سے ہوں اور اگر دونوں وصی یا متولی دو شہروں کے
دو قاضیوں کیطرف سے ہوں تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے میں مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اسکا تصرف جائز ہی تو اسیطرح اسکے نائب کا
تصرف جائز ہے اور اگر دونوں قاضیوں میں سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منصوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہو اگر اسمیں مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو
معزول کرنا جائز نہیں اور اسکا پورا بیان تنویر الابصار کی کتاب الوکالۃ میں ملتقطات وغیرہ سے منقول ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفي وصايا السراجية
لو لم يعلم القاضي أن للميت وصيا فنصب له وصيا ثم حضر الوصي فإذا قال الخلل في الوصية فله ذلك وبنصب القاضي لا يخرج
الأول اور سراج وہاج کی کتاب الوصایا میں ہو کہ اگر قاضی نہ جانتا ہو کہ میت کا وصی ہی سو قاضی نے میت کیواسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی
آیا سو اسنے وصیت میں دخل ہونیکا ارادہ کیا تو اسکو یہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا إلا بشراء
كفنه وتجهيزه والخصومة في حقوقه وشراء حاجة الطفل والاتهاب له وإعتاق عبد معين ورد وديعة وتنفيذ وصية
معينتين دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہو مگر موصی کے کفن کی خرید میں اور اسکی تجہیز میں اور اسکے حقوق کی خصومت کرنے میں اور حاجات
طفل کی خرید میں اور طفل کیواسطے ہبہ قبول کرنے میں اور غلام معین کے آزاد کرنے میں اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے میں اور وصیت معینہ کے جاری
کرنے میں ایک وصی کا فعل بھی نافذ ہے باطل نہیں زاد في شرح الوهبانية عشرة أخرى منها رد مغصوب ومشترى شراء فاسدا وقسمة
كيلي أو وزني وطلب دين وقضاء دين بجنس حقه شرح وہبانیہ میں اور دس سوا اسکے جو متن میں مذکور ہیں زیادہ ذکر کی ہیں ازانجملہ
مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خرید کی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکے حق
کے ہم جنس سے ہو اور دس صورتوں میں امر کو شارح نے ذکر کیا ازانجملہ عیب کیوجہ سے ثمن مبیع کا پھیر دینا اور اجارہ نفس یتیم اور میت کیطرف سے خیرات
کی وصیت کو جاری کرنا مسکین یا فقیر کیواسطے وبيع ما يخاف تلفه وجمع أموال ضائعة اور اس چیز کے بیچنے میں جسکی تلف ہو جانیکا ڈر ہے
اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے میں احد الوصیین کا فعل باطل نہیں وقال أبو يوسف ينفرد كل بالتصرف في جميع الأمور ولو نص على الانفراد
أو الاجتماع تبع اتفاقا شرح وہبانیہ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہو تصرف کرنے میں جمیع امور میں اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع کی تصریح
کر دی تو اسکی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیہ وإن مات أحدهما فإن أوصى إلى الحي
أو إلى آخر فله التصرف في التركة وحده ولا يحتاج إلى نصب القاضي وصيا اور اگر ایک وصی مرگیا سو اگر میت یعنی وصی نے زندہ کو وصی
کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو تنہا اسکو ترکہ میں تصرف کرنا جائز ہے اور اسکی حاجت نہیں کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ہم حلبی نے کہا وصی مذ
کا تنہا تصرف کرنا ترکہ میں اسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اسکو وصی کر دیا ہو اور اگر اور شخص کو وصی کیا ہوگا تو دونوں کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا في
الطحطاوي وإلا يوص ضم القاضي إليه غيره در اور اگر وصی مردہ نے وصیت نکی کسیکو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملا دیگا کذا في الدر
اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اسکی ترکہ میں دو شخصوں کی رای سے انتظام ہو سو یہ امر واقع نہو سو یہ امر قاضی کے نصب وصی سے ممکن ہو کذا في الزیلعي وفي الأشباه
مات أحدهما أقام القاضي الآخر مقامه أو ضم إليه آخر اور اشباہ میں ہے کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اسکے مقام پر قائم
کر دیگا یا اسکے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصية إلا إذا أوصى لهما أن يتصدقا بثلثه حيث شاءا انتهى وتمامه في شرح الوهبانية اور
وصیت باطل نہیں ہو جاتی مگر جبکہ موصی نے یوں وصیت کی دونوں وصیوں سے کہ اسکے ثلث مال کو دونوں خیرات کریں جہاں دونوں چاہیں انتہی الاشباہ
اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہی تتمہ شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر وصیت مذکورہ میں ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو میں دونگا اور دوسرے نے
کہا دوسرے محتاج کو دونگا تو کسیکو دینا جائز نہوگا اسلئے کہ ایک موضع میں دونوں کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مرگیا قبل خیرات کرنیکے تو وصیت باطل

ہو گئی کذا فی الطحطاوی لو نسا و ہل فیہ خلاف ابی یوسف قولان اور کہا ہے کہ اسمین ابو یوسف کا خلاف ہے اسمین دو قول ہین یعنی بعضون نے کہا خلاف ہے اور
بعضون نے کہا خلاف نہین ومنہ ان المشرف ینفرد دون الوصی کما قد ذکرناہ فیما علقناہ علی الملتقی وینبغی اور ابو یوسف یا امام سے ایک روایت
یہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف مین نہ وصی چنانچہ ہمنے اسکو ثابت کیا ہے ملتقی کی شرح مین اور اسکا ذکر آگے آویگا ه شارح کی شرح ملتقی مین
بعض سے منقول ہو کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نکریگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے اقول
اس عبارت سے تصرف مین تفرد مشرف کا ثابت نہین ہوتا تو شارح کا کلام کا مبنی نہین ہے نہ وہ جو عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ ایک مرد نے
دوسرے کو وصی کیا اور ایک شخص کو اسپر مشرف کیا تو وصی مال رکہنے مین اولی ہے اور مشرف وصی نہین ہو جاتا اور مشرف ہونیکا اثر یہ ہے کہ وصی کا تصرف
بلا علم مشرف کے جائز نہین اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہین نکلتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ووصی الوصی وصی سواء اوصی الیہ فی مالہ او
فی مال موصیہ وقالا یکون وصیا فی الترکتین خلافا للشافعی اور وصی کا وصی دونو ترکون مین وصی ہے برخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اسکو اپنے
مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو ہر صورت دونو ترکون مین وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ وتصح قسمتہ ای الوصی حال کونہ
نائبا عن ورثۃ کبار غیب او صغار مع الموصی لہ بالثلث اور صحیح ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثون کا نائب ہو کر یا صغیر وارثون کا نائب ہو کر
موصی لہ کے ساتھ یعنی جبکہ اسکے لیے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود نہون تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کو میت کے ترکہ سے تہائی مال الگ
دیدے ولا رجوع للورثۃ علیہ ای الموصی لہ ان ضاع قسطہم معہ ای الوصی لصحۃ قسمتہ حینئذ اور وارثونکو موصی لہ پر رجوع
کرنا جائز نہین اگر وارثون کا حصہ تلف ہو گیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہو جانے قسمت کے اسوقت وان قاسمتہ عن الموصی لہ الغائب او الحاضر بلا اذنہ
مع الورثۃ ای الورثۃ ولو صغارا زیلعی فلا تصح اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کیجانب سے نائب ہو کر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اوسکی اذن
کے وارثون کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہین اگرچہ وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وحینئذ فیستہم الموصی لہ بثلث ما بقی من المال اذا ضاع قسطہ
لانہ کالشریک مع الورثۃ ای مع الموصی بہ ولا یضمن الوصی لانہ امین اور اسوقت مین یعنی جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی لہ پھر
لیگا موصی لہ کا حصہ ضائع ہو گیا ہو وصی کے پاس ہو اسلئے کہ موصی لہ شریک کی مانند ہے اور وصی سے تاوان نہ لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہے اور اگر وارثون کے پاس
مال ضائع ہو گیا تو جسقدر اونہون نے مال پایا تہا اوسکی تہائی پاتا ہے وارثون سے لے سکتا ہے وصی کو یہ اسوقت ہے جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور
اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع نہوگا کذا فی الطحطاوی وتصح قسمۃ القاضی واخذہ قسط الموصی لہ ان غاب الموصی لہ فلا
شئی لہ ان ہلک فی ید القاضی او امینہ اور قاضی کی قسمت اور اوسکو موصی لہ کا حصہ لے رکہنا صحیح ہے اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کیلئے کچہ
نہین اگر اوسکا حصہ قاضی کے ہاتھ مین یا اوسکے امین کے ہاتھ مین تلف ہو گیا ہو ه وصی اور قاضی مین وجہ فرق یہ ہو کہ قاضی کو غائب پر ولایت
ثابت ہے اور اپنا قبضہ مین رکہنا جسکے تلف ہونیکا خوف ہوا اوسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہے برخلاف وصی کے وہذا فی المکیل والموزون لانہ افراز
فی غیرہما لا یجوز لانہ مبادلۃ کالبیع وبیع مال الغیر لا یجوز فکذا القسمۃ اور یہہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور وزنی چیز مین ہے اسواسطے کہ
قسمت کیلی اور وزنی مین عبارت ہے افراز اور جدا کر دینے سے اور کیلی وزنی کے سوا اور مال مین قاضی کے بہی قسمت صحیح نہین اسلئے کہ وہ تو یہان عبارت ہے
مبادلہ سے بیع کی مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہین تو ایسا ہی قسمت بہی جائز نہین وان قاسمہ ای الوصی الورثۃ فی الوصیۃ بحج عن المیت بثلث
ما بقی ان ہلک المال فی یدہ او فی ید من دفع الیہ لیحج قالہ الہمام قد تقرر فی المناسک اور اگر وارثونکو قسمت کر دی حج کی وصیت مین تو میت
کیطرف سے حج کیا جاویگا باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنیکا مال تلف ہو گیا ہو وصی کے ہاتھ یا اوسکے ہاتھ سے جسکو وصی نے مال دیا تہا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے
اور یہ مسئلہ ثابت ہے مناسک حج کی کتابون مین ولو افرز المیت شیئا من مالہ للحج فضاع بعد موتہ لا یحج عنہ بثلث باقی لانہ عینہ
فاذا ہلک بطلت اور اگر میت نے حج کیواسطے اپنا کچہ مال جدا کر دیا پہر وہ ضائع ہو گیا اوسکے مرجانے کے بعد تو میت کیطرف سے حج نکیا جاویگا باقی مال کی

تہائی سے اسکو ادا کرنے کو معین کر دیا تھا پھر وہ تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ
الغرماء للغرماء لتعلق حقهم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اسلئے کہ ان کا حق مالیت سے
متعلق ہے یعنی ترکہ سے وضمن وصی باع ما اوصی ببیعه وتصدق بثمنه فاستحق العبد بعد هلاک ثمنه عنده لانه العاقد
فالعهدة علیه اور ضامن ہوگا وہ وصی جسنے بیچا اوس غلام کو جسکے بیچنے کی اسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اوسکا ثمن مسکینوں پر تصدق کر دیا پھر وہ غلام دوسرے
شخص کا مملوک ٹھہرا ثمن خرچ ہو جانیکے بعد وصی کے پاس ضمان کیوجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اوسیکے ذمہ پر ہوگا ورجع الوصی
فی الترکۃ کلها وقال محمد فی الثلث قلنا انه مغرور فکان دینا حتی لو هلکت الترکۃ او لم تف فلا رجوع وفی المنتقی انه یرجع
علی من تصدق علیه لان غنمه لهم فغرمه علیهم اور وصی رجوع کرے تمام ترکہ میں یعنی جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے لے اور محمد نے کہا
کہ ثلث متروکہ سے لے ہم جواب دیتے ہیں امام کیطرف سے کہ وصی نے فریب کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوا ہے
ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہو گیا یا کفایت نہیں کرتا تو اب رجوع نہ ہوگا اور منتقی میں یوں مذکور ہے کہ وصی تاوان بھرے ان فقیروں سے جنپر ثمن کو اونسے خیرات
دیا اسلئے کہ فائدہ تصدق کا اونکے واسطے ہے تو اوسکا نقصان بھی انہیں پر پڑیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابه ای الطفل
من الترکۃ وهلک ثمنه معه فاستحق المال المبیع والطفل یرجع علی الورثة بحصته لانتقاض القسمة باستحقاق ما اصابه
جیسے رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہنچا اور اوسکا ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس پھر مال مبیع غیر کا
مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثوں سے پھر لیگا اسلئے کہ قسمت ٹوٹ گئی اوس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہنچا تھا وصح احتیاله
بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املا ولو مثله لم یجز منیة اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو اسطرح کہ
دوسرا مالدار زیادہ ہو تر الدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کی مانند ہو مقدور میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنیة وصح بیعه وشراؤه
من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن وهو الفاحش لان ولایته نظریة فلو باع به کان فاسدا حتی یملک
المشتری بالقبض قهستانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے
یعنی اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اسلئے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنی جسمیں یتیم کیواسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو
بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القهستانی وهذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او
اشتری مال الیتیم من نفسه فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک مطلقا لانه وکیله اور یہ یعنی صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش اوسوقت
ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید و فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کیطرف سے وصی
ہے تو یہ جائز نہیں مطلقا خواہ غبن ہوا یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا
ہے حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہیں کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب جاز بشرط منفعة ظاهرة للصغیر وهو قدر النصف
زیادة او نقصا اور اگر وصی باپ کیطرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کیواسطے ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے
ہو زیادتی یا کمی میں ھم زیلعی میں منفعت ظاہرہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ اپنا پندرہ درہم کا مال صغیر سے دس درہم کو بیع کرے یا دس درہم کا مال صغیر کا
پندرہ درہم کو آپ خرید کرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقا خواہ منفعت ظاہرہ ہو یا نہو وبیع
الاب مال صغیر من نفسه جائز بمثل القیمة وبما یتغابن فیه وهو الیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے
قیمت کی برابر اور جسقدر میں کہ غبن واقع ہوا کرے یعنی غبن قلیل اور اگر یہ نہیں تو جائز نہیں وهذا کله فی المنقول اما فی العقار فسیجی اور یہ
تفصیل سابق مذکورہ کہ مال منقول میں ہے اور غیر منقول چنانچہ اراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے ولو زاد الوصی

علی کفن مثلہ فی العدد ضمن الزیادۃ اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار مین تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادتی کے م مثلاً میت کے
ہمسرونکا کفن تین کپڑونکا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خرید کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفی القیمۃ وقع الشراء لہ و
حینئذ ضمن ما دفعہ من مال الیتیم لولوالجیہ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت مین زیادتی کی تو یہہ خرید وصی کیواسطے واقع ہوگی تو اسوقت مین وصی تاوان دیگا
اسکا جو اسنے ثمن دیا ہی یتیم کے مال سے کذا فی الولوالجیہ وفیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل ظہور رشدہ بعد الادراک فضاع ضمن لانہ
دفع المال الی من لیس لہ ان یدفع الیہ اور ولوالجیہ مین ہی کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اوسکی ہوشیاری ظاہر ہونیسے پہلے بعد اوسکے بالغ ہونیکے پھر وہ مال
ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اوسنے اوسکو دیا جسکا دینا اوسکو جائز نہ تھا م یہ صاحبین کا قول ہی تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی
پر ضمان نہین اگر یتیم کو ۲۵ برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہی غیر عقار مین کذا فی الطحطاوی وجاز بیعہ ای الوصی
علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا لدین او خوف ہلاکہ ذکرہ عزمی زادہ معزیا للخانیۃ قلت وفی الزیلعی والقہستانی الاصح
لا لانہ نادر م اور وصی کو بیچنا وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقول مین مگر ادای دین کیواسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہی یا اوسکی تلف ہونیکے خوف سے ایسا
ذکر کیا ہی عزمی زادہ نے خانیہ کیطرف نسبت کرکے مین کہتا ہون اور زیلعی اور قہستانی مین مذکور ہی کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین ہے اسواسطے کہ اوسکا
تلف ہوجانا کمتر ہے م اگر میت پر دین مستغرق ہی تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہی اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین کے
نزدیک بقدر دین مستغرق کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وجاز بیعہ عقار صغیر من اجنبی لا من نفسہ
بضعف قیمتہ او لنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ لا نفاذ لہا الا منہ او لکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف
خرابہ او نقصانہ او کونہ فی ید متغلب درر واشباہ ملخصا اور صغیر کے عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہی غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اوسکی
دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کیواسطے یا دین میت کے ادا کرنیکے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونیکے لیے جسکا نفاذ اور جاری ہونا کہین سے متصور نہین سوا
عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہین ہوتی اوسکے مصارف سے یا اوسکے ویران ہونے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ
مین ہی کذا فی الدرر والاشباہ ملخصا م وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہی اسطرح کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتہائی مال وصیت ہی تو اب عقار
کی بیع جائز ہے کذا فی الدرر قلت وہذا لو البائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانہما لا یملکان بیع العقار مطلقا مین کہتا ہون اور
یہہ یعنی جواز بیع عقار صغیر اشیاء ثمانیہ مذکورہ مین اس شرط سے ہی کہ بائع ماں یا بہائی کیطرف سے وصی نہو اسواسطے کہ ماں اور بہائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا
مالک نہین ہرطرح یعنی نہ اشیاء مستثنے مین نہ اونکے غیر مین ولا شراء غیر طعام وکسوۃ اور ماں اور بہائی کا وصی کسی چیز کی خرید کا مالک نہین سوا طعام اور لباس
صغیر کے ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سوداگر وہ لوگون کے نزدیک بہتر
اور پسندیدہ ہو یا اوسکی خوبی اور بدی کچھہ ظاہر نہو تو بیع جائز ہے کذا ترجم ابن کمال ولا یتجر الوصی فی مالہ ای الیتیم لنفسہ فان فعل تصدق
بالربح اور وصی سوداگری نکرے یتیم کے مال مین اپنی ذات کے فائدہ کیواسطے سو اگر اوسنے اپنے واسطے اوس مال مین تجارت کی تو منفعت کو خیرات کردے
وجاز لو اتجر من مال الیتیم للیتیم وتمامہ فی الدرر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کیواسطے اور اسکا پورا
بیان درر مین ہی م درر مین خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے مال مین تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو
راس المال کا ضمان دے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نفع وصی کو حلال ہی خیرات نکرے انتہی قلت وفی الاشباہ لا یملک
الوصی بیع شیء باقل من ثمن المثل الا فی مسئلۃ الوصیۃ ببیع عبدہ من فلان مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہے کہ وصی کسی چیز کی
بیع کا مالک نہین ثمن مثل سے کمتر مین مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنی جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانے شخص
سے م اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہوا تو اب وصی کو ثمن مثل سے کم کرنا درست ہی لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی

بيان الكلام في اجر المثل للمتولي بأجر مثل عمله فلو لم يعمل لا اجر له واما وصي الميت فلا اجر له على الصحيح وهذا
اذا عين القاضي للمتولي اجرا فان لم يعين وسعى فيه سنة فلا شيء له وعزاه للقنية ثم ذكر ما يخالفه فافهم وقد مر في
الوقف واما وصي القاضي فان نصبه باجر مثله جاز ا هـ ح اور اشباہ میں ہے اجرت مثل کے بیان میں کہ متولی کو اوسکے عمل کی برابر اجرت ہے
ہے سو اگر اوسنے عمل کیا تو اوسکو اجرت نہیں ہے اور میت کے وصی کو بنا بر قول صحیح کے اجرت نہیں ہے اور یہہ بھی متولی کیواسطے اجرت مثل کا ثبوت ہو وقتیکہ
جبکہ قاضی متولی کے لئے اجرت معین کردے تو اگر اوسنے اجرت معین نکی اور متولی نے ایک سال میں کوشش کی تو اوسکو دینا کچھہ واجب نہیں اور صاحب اشباہ
نے یہی قول قنیہ کیطرف نسبت کیا ہے صاحب قنیہ نے دوسرا قول ذکر کیا جو اسکے مخالف ہے یعنی یوں کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اجرت مقرر کی
ہو سو اسکو سمجھہ لے اور البتہ یہہ مسئلہ کتاب الوقف میں گذر گیا اور قاضی کے وصی کا تو یہہ حکم ہے کہ اگر قاضی نے اوسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہو
انتہی ما في الشامي وفي القهستاني معزيا للذخيرة ولو كانوا صغارا وكبارا باع حصة الصغار كما مر وكذا الكبار على ما مر من
التفصيل اور قہستانی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہوں تو وصی چھوٹوں کے حصہ کو بیچڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل سے ابتدا میں
مذکور ہو چکے اور ایسا ہی بالغ وارثوں کے حصے کو بیچ کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے هم تفصیل مذکور یہہ ہے کہ ادای دین اور خوف ہلاکت میں بیع جائز
ہے اسکے سوای میں کذا في الطحطاوي ونقل عن العمادية ان في بيع العقار وفاء اختلاف المشائخ وجوزه صاحب الهداية لان
فيه استبقاء ملكه معنى في الحاصل وان لغير الوصي التصرف لحرف متعلل فعليه الفتوى وتمامه فيما علقته على الملتقى
اور قہستانی نے اسی پر عمل کیا ہے کہ وصی کو عقار بیچنے میں بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہے اور صاحب ہدایہ نے اوسکو جائز کہا ہے اسواسطے کہ
اسمیں ملک صغیر کا باقی رکھنا ہے باوجود بیع وفا کے اور اسیواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظاہر مسئلہ کے حرف سے جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے
اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح میں مذکور ہے ولا يجوز اقراره بدين على الميت اور وصی کا اقرار جائز نہیں میت پر دین کا
هم اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر حجت نہیں تو مقر لہ کو اوسکا لینا بدون گواہی کے درست نہیں اور اگر وصی دیگا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا کذا في
الطحطاوي ولا بشيء من تركته انه لفلان الا ان يكون المقر وارثا فيصح في حصته اور نہ وصی کا اقرار کہ کسی چیز کا میت کے ترکہ
سے جائز ہے اسطرح کہ یہہ چیز فلانے شخص کی ہے مگر یہہ کہ اقرار کرنیوالا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ میں نہ باقی ورثہ کے حصوں میں
ولو اقر الوصي بعين لآخر ثم ادعى انه للصغير لا تسمع دعواه اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار کیا دوسرے شخص کیواسطے پھر دعوی کیا کہ
وہی چیز صغیر کی ہے تو اوسکا دعوی مسموع نہوگا کذا في الدرر يعني نافع كبير و وصي ابي الطفل احق بماله من جده وان لم يكن وصيه فالجد
كالاب في الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار ہے صغیر کے مال میں تصرف کرنیکا صغیر کے دادا سے اور اگر باپ کا وصی نہو تو دادا اوسکی جگہ ہے
کتاب الحجر میں ثابت ہو چکا ہے وفي المنية ليس للجد بيع العقار والعروض لقضاء الدين وتنفيذ الوصايا بخلاف الوصي فان له
ذلك اور منیہ میں ہے کہ دادا کو عقار کے اور اسباب کی بیع ادای دین کیواسطے اور وصیتوں کے جاری کرنیکے واسطے جائز نہیں برخلاف وصی کے کہ اوسکو
یہہ درست ہے

فصل في شهادة الاوصياء

یہہ فصل ہے وصیوں کی گواہی کے مسائل میں هم اس فصل میں شہادت اوصیاء
کے سوا اور مسائل بھی مذکور ہیں تو یوں کہنا بہتر تھا فصل في شهادة الاوصياء وغير ذلك وبطلت شهادة الوصيين لوارث
صغير بمال مطلقا او كبير بمال الميت اور باطل ہے گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا
ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق میں وصیوں کی گواہی میت کے مال کی باطل ہے هم اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال میں وصی کا تصرف جاری ہے اور
بالغ کے مال میت میں وصی کو حفاظت کی ولایت ہے وارث کی غیبت میں تو اس تہمت سے اوسکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شهادتهما بغيره
ای بغیر مال الميت لانقطاع ولا يتهما عنه اور صحیح ہے گواہی ان دونوں کی بغیر مال میت کے بسبب منقطع ہو

دونون وصیون کے ولایت کے اوس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہین کشہادۃ رجلین لآخرین بدین الف علی میت وشہادۃ الآخرین للاولین بمثلہ جیسی صحیح ہے گواہی دو مردونکی اور دو شخصونکے واسطے ہزار درم دین ہونیکی میت پر اور صحیح ہے گواہی انہین دونون شخصونکی پہلے دونو گواہونکے واسطے مانند اسکی ہزار درم دین کی یعنی فریق اول نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونے کی گواہی دی تو دونو گواہیان صحیح ہین بخلاف شہادۃ کل فریق بوصیۃ الف برخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درم کی وصیت مین یعنی ہر فریق نے دوسرے فریق کیواسطے گواہی دی کہ میت نے اونکو ہزار درم کی وصیت کی ہے سو یہہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لا تقبل فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسف نے کہا کہ دین مین بھی گواہی مقبول نہین مانند وصیت کی اور البتہ یہہ مسئلہ کتاب الشہادات مین پہلے مذکور ہو چکا ہے او شہادۃ الاولین بعبد والآخرین بثلث مالہ او الدراہم المرسلۃ لانہا تثبت الشرکۃ فیبطل یا پہلون کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلونکی گواہی ثلث مال کی یا غیر معین دراہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے شرکت غلام کو تو باطل ہوگی ھم کل مال میت مین غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت مین تہائی غلام مین شرکت ثابت ہوگئی اور شرکت قبول شہادت کی مانع ہے وتصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین آخر لانہ لا شرکۃ فلا تہمۃ زیلعی اور گواہی صحیح ہے اگر دو مردون نے اور دو مردون کیواسطے کسی چیز مثلا غلام کی وصیت کی گواہی دی اور مشہود لہما نے شاہدون کیواسطے دوسری چیز مثلا باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہان دونو فریق مین شرکت ثابت نہین تو تہمت بھی نہین جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہما لغت لانہما اثبتا لانفسہما معینا و حینئذ فیضم القاضی الیہما ثالثا وجوبا لاقرارہما بآخر فیمتنع تصرفہما بدونہ کالتقریر دو وصیون نے یہہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ان دونو کے ساتھ وصی کیا ہے تو یہہ گواہی لغو ہے بسبب ثابت کرنے دونو وصیون کے اپنی ذاتون کیواسطے مددگار اور اسصورت مین قاضی ان دونو کے ساتھ تیسرا وصی ملادیگا بنا بر وجوب کے کیونکہ انہون نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونو وصیونکا تصرف کرنا میت کے مالین بدون تیسرے وصی کے جائز نہین چنانچہ ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحسانا لانہما اسقطا مؤنۃ التعیین عنہ مگر یہہ کہ زید اسکا دعوی کرے یعنی زید یون دعوی کرے کہ وہ بھی وصی ہے ان دونونکے ساتھہ تو اب دونو وصیون کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہوگی اسلئے کہ دونو وصیون نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کردی کذا فی الطحطاوی وکذا ابنا المیت اذا شہدا ان اباہما اوصی الی رجل لجرہما نفعا بنصب حافظ للترکۃ اور اسیطرح میت کی دو بیٹون نے جب یہہ گواہی دی کہ ان کی باپ نے ایکمرد کو وصی کیا ہے تو گواہی لغو ہے اسواسطے کہ دونون نے اپنی واسطے منفعت کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے متروکہ کیواسطے وہذا لو منکرا ولو یدعی تقبل استحسانا اور یہہ یعنی گواہی کا لغو ہونا اس شرط سے ہے کہ وہ شخص وصی ہونیکا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونیکا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادتہما بان اباہما وکل زیدا بقبض دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ ام لا لان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الحی بطلبہما ذلک بخلاف الوصیۃ برخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹون نے یہہ گواہی دی کہ اونکے باپ نے زید کو اپنی قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہے وکیل کیا ہے کیونکہ یہہ گواہی کسیطرح مقبول نہین خواہ زید وکالت کا دعوی کرے یا نکرے اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے قائم کرنیکا بیٹون کی طلب سے مالک نہین برخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصح علی المیت لا لہ ولو بعد العزل وان لم یخاصم ملتقی اور وصی کو گواہی میت کی ضرر پر صحیح ہے نہ میت کے نفع پر اگرچہ گواہی بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو گو کہ اوسنے خصومت کی ہو کذا فی الملتقے وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ رجع مطلقا وعلیہ الفتوی درر وصی نے میت کی وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اوسقدر مال ترکہ میت سی پھیر لے ہر طرح اور اسی اطلاق پر فتوی ہے کذا فی الدرر ھم وصی رجوع کرے ہر طرح

خواہ وہ میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت حقِ اللہ ہو یا العباد کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو کفل اَدَّی الثمن من مالہ فانّ لہ ان یرجع بما اَدَّاہ
دلیل جسنے ثمن ادا کیا اپنے مال سے سوا اسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے ولکن الوصی اذا اشتری کسوۃً للصغیر او اشتری ما ینفق علیہ
من مال نفسہ فانہ یرجع اذا اشہدَ علی ذالک اھ ایسا ہی وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال یا وہ چیز خریدے کہ جسکو صغیر پر خرچ
کرنا ہو تو وصی صغیر کے مال سے بھر لیوے جبکہ اسپر اوسنے گواہ کر لیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال
سے بھر لونگا فی البزازیۃ وانما شرط الاشہاد لان قول الوصی وان کان یقبل بلا اتفاق لکن حق الرجوع بلا اشہاد انتھی فلیحفظ
قلت لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالثمن وان لم یشہد بخلاف الابوین وسیجیئ ما یفیدہ فتنبہ بزازیہ میں ہے
کہ گواہ کرنا تو اسیواسطے شرط ہوا کہ وصی کا قول حق الاتفاق میں تو مقبول ہے نہ حق رجوع میں بدون گواہ کرنیکے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے میں کہتا
ہوں لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اوسنے گواہ نکر لیا ہو برخلاف ماں باپ کے اور ذکر رجوع بلا اشہاد وغیرہ
بیان اوسکے آگے وہ آویگا جو اسکا مفید ہے تو خبردار رہنا ھ شرنبلالیہ میں ہے کہ ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بشہادت میں مضطرب ہے
اور یہہ مستند اک طعام اور لباس کیطرف راجع ہے اسواسطے کہ والدین کی عادت میں طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی او قضی
دینَ المیت الثابت شرعاً او کفنہ او ادّی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسہ یا وصی نے دین میت کا جو شرعاً اوسپر ثابت ہوا ادا کیا
یا اوسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری الوارث الکبیر طعاماً او کسوۃً للصغیر او کفن الوارث المیت او
قضی دینہ من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعاً یا وارث بالغ نے صغیر کیواسطے طعام اور لباس خریدا کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن
دیا یا اوسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے ترکہ سے بھر لیگا اور متبرع نہوگا یعنی اوسکا مال بلا عوض نہ ٹھہریگا ولو کفن الوصی المیت من
مال نفسہ قبل قولہ فیہ قیل ھو مستدرک بقولہ آنفاً اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اوسکا قول اسمین مقبول ہوگا شارح نے
کہا کہ بعضوں نے کہا کہ یہہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن آگے گذشتہ ھ حلبی در المختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہہ تھا کہ شارح لفظ قیل کو حذف
کرتا یعنی اسواسطے کہ اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحطاوی محشی نے کہا اوسکا جواب یون ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہہ ہے کہ دونوں یعنی وارث اور وصی
کفن کے مجرا دینے میں ترکہ سے متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہہ قول ماتن کے قول سابق سے مغائر ٹھہر اقال
انتھی ولو باع الوصی شیئاً من مال الیتیم ثم طلب منہ باکثر مما باعہ رجع القاضی فیہ الی اھل البصیرۃ والامانۃ ان اخبرہ اثنان منھم انہ
باعہ بقیمتہ وان قیمتہ ذالک لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے یتیم کا کچھ مال بیچا پھر وصی سے اس مال مبیع کی طلب ہوئی
اسکو بیچے سے زیادہ ثمن کو تو قاضی اسمین اہل البصیرت اور اہل امانت کیطرف رجوع کرے اگر منصفین و ادفکار و نمین سے دو شخص اوسکو خبر دین کہ وصی نے مال
یتیم کو اوسکی قیمت کے موافق بیع کیا اور وہ اوس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نکرے اوس شخص کیطرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزایدۃ
یشتری باکثر وفی السوق باقل لا ینقض البیع لذالک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اھل البصیرۃ فان اجتمع رجلان
منھم علی شیء یؤخذ بقولھما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندھما کذا فی الذخیرۃ اور اگر مزادہ میں یعنی جہاں بیع من یزید ہوتی ہے جسکو
اہل کے عرف میں نیلام گھر بولتے ہیں وہ مال خرید ہوتا ہو یا وہ ثمن سے اور بازار میں کمتر ہے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب سے
بلکہ رجوع کرے واقفکار لوگون کیطرف پھر اگر لوگون میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو اونمین دونوں کا قول لیا جاویگا محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول
کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود میں کافی ہے وعلی ھذا القیاس القیم الوقف اذا آجر مستغل الوقف ثم جاء آخر
یزید فی الاجر الکل فی الدر معزیاً للخانیۃ وعلی ہذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا
زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہوگا بدون قول اہل البصیرت کے یہہ مسائل درر میں مذکور ہیں فتاوی قاضی خان سے منقول ق س و ع

مسائل لمحہ شارح یقبل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثنتی عشرۃ مسئلۃ علی ما فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنیکے
دعوے مین بدون گواہون کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلون مین مقبول نہین چنانچہ اشباہ مین ذکر ہین م مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہے ادعی قضاء
دین المیت پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنیکا دعوی کیا م صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے دعوی کیا کہ مین نے موصی کا دین
اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اوسکی تکذیب کرتا ہے اور اوسکے ادا کرنے پر گواہ نہین ہین تو قول وصی کا مقبول نہوگا او ادعی قضاءہ من مالہ بعد
بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا ادای دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اوسکے ثمن قبض کرنیسے پہلے
او ان الیتیم استہلک مال آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا کہ یتیم نے دوسریکا مال ضائع کیا سو وصی نے اوسکا تاوان دیا
م صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی مین اتنا تلف کیا تہا اور مین نے تیریطرف سے ادا کیا تہا سو یتیم نے اوسکی تکذیب
کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سبکے نزدیک کذا فی الطحطاوی او اذن لہ بتجارۃ فرکبتہ دیون فقضاہا عنہ چوتہا مسئلہ یہہ
ہے یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگون کے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے اونکو ادا کیا یتیم کیطرف سے او ادی خراج
ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچوان مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا کہ اوسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت مین کہ زمین زراعت کے لائق نہ تہی
م تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہون موت موصی کیوقت
پر کذا فی الطحطاوی او جعل عبدہ الآبق چھٹا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالیکے انعام دینے کا م یہہ محمد کا قول
ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا
قول مقبول ہے کذا فی الحموی والطحطاوی او فداء عبدہ الجانی ساتوان مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا او
الانفاق علی محرم لہ آٹھوان مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنیکا م صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے
تیری اندہی بھائی کیواسطے اتنا ماہیانہ تیرے مال سے مقرر کیا اور مین نے اوسکو دس برس تک ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے اوپر کسی قاضی نے یہہ حکم
نہین کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سبکے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او علی رقیقہ الذین ماتوا نوان مسئلہ یہہ ہے
یا دعوی کیا خرچ کرنیکا یتیم کے ان غلامون پر جو مر گئے م یہہ قول محمد کا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہون تو بالاتفاق
وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی او الانفاق علیہ من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ دسوان مسئلہ یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اوس مال کے خرچ کرنیکا جو وصی پر واجب الادا
تہا م یہہ مسئلہ اشباہ مین مذکور نہین اور اگر اسکو شمار کیجئے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہین وجہ اس مسئلہ کی یہہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ مین ادای دین سے
فارغ الذمہ ہو جاؤن تو اوسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی و کذا من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ و اراد الرجوع دسوان
مسئلہ یہہ ہے اسیطرح وصی نے دعوی کیا خرچ کرنیکا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تہا اور اوسنے پہیر لینے کا ارادہ کیا م بشرطیکہ وصی
نے اسپر گواہ نکیا ہو کہ مین اپنا مال خرچ کرتا ہون پہیر لینے کیواسطے اور اگر اوسنے اسپر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او
انہ زوج الیتیم امرأۃ و دفع مہرہا من مالہ و ہی میتۃ گیارہوان مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا کہ اوسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اوسکا
مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہین ہے الثانیۃ عشر اتجر و ربح ثم ادعی انہ کان مضاربا بارہوان مسئلہ یہہ ہے کہ
وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پہر دعوی کیا کہ اوسنے بطور مضاربت کے تجارت کی م یہان بہی عدم اشہاد شرط ہے اور اگر وصی نے مضاربت
پر گواہ کر لیا ہو تو نفع مین شریک ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شیء کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ وما لا فلا اور قاعدہ
کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہے کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اوسمین اوسکی تصدیق کیجاویگی اور جسپر وہ مسلط اور متعین نہین تو اوسمین اوسکی بلا اشہاد
تصدیق نہوگی م تصدیق ہوگی قسم کے ساتھہ جبکہ ظاہر حال اوسکا کذب نہو کذا فی الحموی بنبغی الفاضی وصیا فی سبعۃ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ

تو میت کیطرف سے وصی کو مقرر کرے اُن سات مقاموں میں جو اشباہ وغیرہ میں مفصل مذکور ہیں ھ نصب وصی کا طریقہ یہہ ہے کہ قاضی کے روبرو گواہ گواہی دیں کہ
فلاں شخص مرگیا اور اسنے کوئی وصی قائم نہیں کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہے نہ قاضی کا وصی
اور نصب وصی کا اختیار فقط اوس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو سلطان کیطرف سے اسکی اجازت ہو کذا فی الاشباہ ومنہا اذا کان له دین او علیه او
لتنفیذ وصیته منجملہ مواضع سبکے یہہ تین مقام ہیں جبکہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کیواسطے وزاد فی
الزواهر موضعین آخرین اشتری الاب من طفله شیئا فوجد به عیبا ینصب القاضی وصیا لیرده علیه اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں
دو مقام اور زیادہ مذکور کئے ہیں ایک یہہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خریدی پھر اوسمیں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کریگا تاکہ باپ وہ چیز عیب کیوجہ سے پھیر دے
واذا احتیج لاثبات حق صغیر ابوه غائب غیبة منقطعة ینصبه والا فلا وعزاهما للجمع العتابی اور جبکہ اوس صغیر کے اثبات حق کی حاجت
ہو جسکا باپ غائب ہو بطریق غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہو تو وصی مقرر نکرے اور صاحب زواہر نے ان دونوں مسئلوں کو
جمع التفاریق کیطرف نسبت کیا ہے ھ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ آتا جاتا نہو یہہ مستفاد ہوتا ہے شرح حموی سے اور فقہا نے غیبت منقطعہ
کی تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے بعضوں نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسی مکان میں ہو جہاں قافلہ نجاتا ہو مگر سال میں ایکبار یہہ قول قدوری
کا مختار ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایک مہینا یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرتا ہو چلا پھرا کرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضوں
نے کہا ۲۵ منزل ہو اور بعضوں نے کہا ۳۰ منزل اور بعضوں نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحطاوی ووصی القاضی کوصی المیت
الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسه ولا ان یبیع ممن لا تقبل شهادته له قاضی کا وصی میت کے وصی کی برابر ہے مگر آٹھ جگہ
اوسکی برابر نہیں ہے ایک یہہ ہے کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کیواسطے متروکہ سے جائز نہیں ہے دوسری صورت یہہ ہے بیچنا اوس شخص سے جسکے حق میں وصی
کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن مبتدأ من القاضی تیسری صورت یہہ ہے اور جائز نہیں اوسکو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے
اذن سے ھ یعنی اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کیطرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اوس چیز پر قبضہ نکرے تاوقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید نہ دے
برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہیں ولا ان یؤجر الصغیر لعمل ما
چوتھی صورت یہہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کروا دے ولا ان یجعل وصیا عند موته پانچوین صورت یہہ ہے اور وصی قاضی کو
جائز نہیں یہہ کہ اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کر دے ولو خصصه القاضی تخصص چھٹی صورت یہہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا ہے
ایک نوع میں وصی کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنی جمیع انواع میں وصی نہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نهاه
عن بعض التصرفات صح نهیه ساتوین صورت یہہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اوسکا روکنا صحیح ہے برخلاف نہی میت کے
کذا فی الاشباہ عن البزازیه وله عزله ولو عدلا آٹھوین صورت یہہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اوسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن
القنیة علامة للیث بخلاف وصی المیت فی ذلك كله برخلاف وصی میت کے ان سب آٹھوں مسئلوں میں وفی الخزانة وصی وصی القاضی
کوصیه لو الوصیة عامة انتهی وبه یحصل التوفیق اور خزانہ میں ہے کہ قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کی برابر ہے اگر قاضی کی وصیت عام
ہو انتہی فی الاشباہ اور اسی سے دونوں اختلافات دونوں قولونکا دفع ہو گیا ھ یعنی قنیہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہو گیا اشباہ میں پانچوین صورت
قنیہ سے منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ کے تو
اختلاف رفع ہو گیا یعنی عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں وفی الفتاوی الصغری تبرعه فی مرضه انما ینفذ من
الثلث عند عدم الاجازة الا فی تبرعه فی المنافع فینفذ من الکل بان آجر باقل من اجرة المثل لانها تبطل بموته فلا اضرار علی الورثة
فی حیاته لا ملك لهم لکن فی العمادیة انها من الثلث فلعله روایتان اور فتاوی صغری میں ہے کہ مریض کا تبرع اور

احسان کرنا اوسکے مرض مین نافذ نہین ہوتا مگر ثلث متروکہ مین درحال عدم اجازت وارثون کے مگر اوسکے منافع کے تبرع مین سو کل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح کہ اوسنے گہر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیا یعنی اوسکی اجرت مثلا سو درم تہی سو اوسنے دس درم کو اجارہ دیا تو یہہ جائز اور نافذ ہے اسلئے کہ اجارہ مذکورہ مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثون پر ضرر رسانی نہین ہے اور اوسکی حیات مین تو وارثون کی کچہہ ملکیت نہین لیکن عمادیہ مین ہے کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہو تو شاید کہ اسمین دو روایتین ہین باعَ مالَ الیتیمِ او ضَیعتہ والمشتری مُفلِسٌ یُؤجّلُ ثلاثۃَ ایامٍ فانْ نقدَ والّا فسخَ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہے تو وصی تین دن کی مدت ٹہرا دے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہے ورنہ بیع کو فسخ کرے فانْ انکرَ الشراءَ وقد قبضَ یرفعُ الوصیُّ الامرَ للحاکمِ فیقولُ انْ کانَ بینکما بیعٌ فقدْ فسختُہ پہر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہے تو وصی اس امر کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یون کہے کہ اگر تم دونو مین بیع واقع ہوتی ہو تو البتہ مین نے اوس بیع کو فسخ کر دیا ھ اس قول کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے تو اوسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قَبِلَ الوصایۃَ ثم اراد عزلَ نفسہٖ لم یجزْ الّا عندَ الحاکمِ وصی نے وصی ہونا قبول کیا پہر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہہ جائز نہین مگر حاکم کے نزدیک ھ حاکم کو لازم ہے کہ اگر وصی کو امانت دار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اوسکو عاجز یا کثیر الاشغال جانے تو اوسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح ہے ایک یہہ کہ موصی اوسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وصی چاہے آپکو معزول کرے دوسری صورت یہہ ہے کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اوسکو متہم کرکے معزول کر دے اور یہہ ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی دفعَ للیتیمِ مالَہ بعدَ بلوغہٖ واشہدَ الیتیمُ علی نفسہٖ انّہ لم یبقَ من ترکۃِ والدہٖ لا قلیلٌ ولا کثیرٌ ثم ادّعی شیئاً فی یدِ الوصیِّ انّہ من ترکۃِ ابیہِ وبرھنَ تُسمعُ وصی نے یتیم کو اوسکا مال اوسکی بالغ ہونیکے بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اوسکے باپ کے متروکہ سے کچہہ باقی نہین رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پہر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہے اور گواہون سے اسکو ثابت کیا تو اوسکا دعوی مسموع ہووے گا ھ یہہ اشہاد ابراء معلوم نہین نہ شخص معلوم ہے نہ مجہول ہے تو یہہ فقط اقرار ہے جو ابراء کا مستلزم نہین تو یہہ اوسکے دعوی کا مانع نہین بر خلاف اوس ابراء کے جو مجہول سے ہو معلوم کیواسطے یعنی شخص معین سے کسی چیز غیر معین کا ابراء کرے اسطرح کہ مثلا زید عمر سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اوسکو مجہے حلال اور معاف کر دے سو عمر نے اسیطرح کہا تو زید بری الذمہ ہوگیا اور یہہ ابراء صحیح ہے چیز معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ مختصراً للوصیِّ الاکلُ والرکوبُ بقدرِ الحاجۃِ قال تعالی ومن کان فقیراً فلیاکل بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کہانا اور اوسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہے حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو چاہیے دستور کے موافق کہاوے ھ کہانا اور سوار ہونا مقید بمدت سعی کے ہے یعنی جسقدر مدت حاجات یتیم مین کوشش کرتا ہے اوسیقدر مدت تک کہانا اور سوار ہونا درست ہے نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریہ ولہ انْ یُنفقَ فی تعلیمِ القرآنِ والادبِ انْ تاھّلَ لذلکَ اور وصی کو جائز ہے کہ تعلیم قران اور ادب مین خرچ کرے اگر یتیم اسکا اہل ہووے ھ شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہین کہ انہین کی تعلیم ہوتی ہے انہین علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت کا ہے یعنی اگر یتیم خاندان علم سے ہے تو وصی خرچ کرکے اوسکو تمام قران اور علوم مذکورہ پڑہا دے والّا فلیُنفقْ علیہ بقدرِ ما یتعلّمُ القرأۃَ الواجبۃَ فی الصلوۃِ مجتبی اور اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیے کہ اوسپر اسقدر خرچ کرے کہ قرأت واجبہ نماز کی سیکہہ جاوے یعنی جسقدر نماز مین قران پڑہنا واجب ہے اوسقدر اوسکو کہا دے کذا فی المجتبی وفیہ جُعِلَ للوصیِّ مشرفٌ لم یتصرّفْ بدونہٖ وقیل للمشرفِ انْ یتصرّفَ اور مجتبی مین ہے کہ وصی کیواسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اوسکے تصرف متروکہ مین نکرے اور بعضون نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنی بدون وصی کے درست ہے ھ اس مسئلہ کا بیان باب الوصی مین مفصل مذکور ہو چکا وفیہ للابِ اعارۃُ طفلہٖ اتفاقاً لا مالہٖ علی الاکثرِ اور مجتبی مین ہے کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہے بالاتفاق نہ اوسکے مال کو عاریت دینا بنابر اکثر روایات کے وفیہ یملکُ الابُ لا الجدُّ عندَ عدمِ الوصیِّ ما یملکُہ الوصیُّ اور مجتبی مین ہے وصی

تہہ نے کیونکہ باپ مالک ہو اوس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہی اور دادا مالک نہین ہوتا وصی کی برابر الاب یملک قسمۃ مال مشترک بینہ وبین
الصغیر بخلاف الوصی باپ مالک ہی اوس مال کی قسمت کرنیکا جو مشترک ہی ابین باپ اور ابین صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک
مال کی قسمت کا مالک نہین ہم قنیہ مین مذکور ہی کہ جو مال وصی اور صغیر مین مشترک ہی اوسکی قسمت وصی کو جائز ہی امام کے نزدیک بشرطیکہ اوسمین صغیر کا
نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ بیان عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی یملک الاب والجد بیع مال احد طفلیہ للاخر
بخلاف الوصی باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہی برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور کا مالک نہین ہم یعنی
اگر ایک شخص دو یتیمونکا وصی ہو تو وہ اوسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہین اسواسطے کہ وہ دونو یتیمونکی خیر خواہی کا مامور ہی سو بیان
ایک یتیم کی خیر خواہی دوسرے کے حق مین ضرر کرتی ہے اور اسیطرح اگر دو وصی ہون دو یتیمون کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست نہین ہو
لو باع الاب او الجد مال الصغیر من الاجنبی بمثل قیمتہ جاز ان لم یکن فاسد الرای ولو فاسدہ فان باع عقارہ لم یجز وفی المنقول
روایتان اور اگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے بیچا بقدر اوسکی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہی اگر وہ احمق فاسد الرای نہو اور اگر بد عقل ہو تو اگر
اوسنے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہین ہی اور مال منقول کے بیچنے مین دو روایتین ہین ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری الطفل ثوبا او طعاما
واشہد انہ یرجع بہ علیہ یرجع لو لہ مال والا لا لوجوبہما علیہ حینئذ اور اگر باپ نے اپنی لڑکی کیواسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اسپر
کہ مین وصول کرونگا لڑکے کے مال سے یہہ قیمت تو اوسکا بہہ لینا اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہین بسبب واجب ہونیکے کھانے اور کپڑے کے باپ پر
مین یعنی جب صغیر محتاج ہے تو اوسکا نفقہ باپ پر واجب ہے اور واجب مین رجوع جائز نہین ومثلہ لو اشتری لہ دارا او عبدا یرجع سواء کان لہ مال
او لا وان لم یشہد لا یرجع کذا عن ابی یوسف وہو حسن یجب حفظہ اور ما سوا لباس و طعام کے اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اوسکا
مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کر لینے پر گواہ نہین کیا ہی تو رجوع نکرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہی اور یہہ تفصیل خوب ہے اسکا یاد رکھنا واجب ہے واللہ اعلم تہ قنیہ تلخیص قنیہ مین ہو کہ ہر گاہ
وارث نے تجہیز میت مین کچھ خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثونکی تو وہ میت کے مال سے محسوب ہوگا اور وہ متبرع نہوگا اور اگر ماتم اور رسم خیرو کی خرید مین بلا وصیت اور بلا اذن باقی
وارثونکے اوسنے صرف کیا تو اوسکے حصہ مین محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ✣

کتاب الخنثی

اس کتاب مین خنثے کے احکام مذکور ہین ہم خنثی مشتق ہی خنث بفتح خاء معجمہ و سکون نون سے اور خنث لغت مین
عبارت ہی نرمی اور تکسر سے اور اسی سے تخنث ہی معلوم کرنا چاہیے کہ حق تعالی نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اوسکا حکم
مذکور نہین کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہہ دونو وصف متضاد ہین ایک شخص مین جمع نہین ہوتے اور دونون علامت ہنبازی کی آلہ تذکیر اور
تانیث ہی پھر گاہ اشتباہ واقع ہوتا ہی اسطرح پر کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہی جسمین تمیز نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی لما ذکر من غلب وجودہ ذکر نادر الوجود
جبکہ مصنف غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی یعنی مرد اور عورت کے احکام سے تو نادر الوجود یعنی خنثی کا ذکر شروع کیا ہو ذو فرج و ذکر او من عری
عن الاثنین جمیعا خنثی وہ ہی جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہی جو تذکیر اور تانیث دونو متون سے معرا ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال
من الفرج فانثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہی اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے ہم جب اوسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بمنزلہ شگاف
کے ہے اور اگر اوسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت ثول یعنی مسہ کی مانند ہو کذا فی القہستانی وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونو سے
پیشاب کرے تو اسبق اور اقدم پر حکم ہے یعنی جسسے پہلے پیشاب نکلتا ہو اوسکا اعتبار ہی اسواسطے کہ اقدمیت اسکی دلیل ہی کہ وہی عضو اصلی ہے وان
استویا فمشکل اگر دونو برابر ہون اسطرح پر کہ دونو سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثی مشکل ہی ہم مشکل ہو اسلئے کہا کہ احد الامرین سے کوئی مرجح
نہین ولا تعتبر الکثرۃ خلافا لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہین امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کی دلیل یہہ ہی کہ کثرت خروج اصالت
عضو پر دلیل ہی وللاکثر حکم الکل اور امام کی دلیل یہہ ہی کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہی کہ اونہون نے ابو یوسف

سے فرمایا کہ مین نے ایسا تو کبھی نہین دیکھا ہے جیسا کہ اندازہ کرتا ہون ایسا ہو کذا فی الطحطاوی هذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحيته او وصل الى امرأة او احتلم كما يحتلم الرجل فرجل یہہ تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اوسکی داڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اوسکو احتلام ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظهر له ثدي او لبن او حاض او حبل او امكن وطيه فامرأة اور اگر اوسکے پستان ظاہر ہوئی یا دودھ نکلا یا اوسکو حیض آیا یا اوسکو حمل رہا یا جماع اوسکا ممکن ہے تو وہ عورت ہے ف ظہور لبن سے مراد یہہ ہے کہ دونون پستانون سے عورتونکی مانند دودھ نکلے اسواسطے کہ مرد کی بھی چھاتیون سے کبھی دودھ نکلتا ہے ایسا مستفاد ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ مین ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقل ہے تو دودھ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اوسکا جواب یہہ ہے کہ کبھی دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہین ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے متمیز نہین پھر جب دودھ اوترا تو تمیز واقع ہو گئی اور امکان حمل کی یہہ صورت ہے کہ خنثے نے منی روئی مین لیکر اپنی فرج مین داخل کی اور امکان وطی کی یہہ صورت ہے کہ عورتون نے اوسکو دیکھا اور کہا کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم تظهر له علامة اصلا او تعارضت العلامات فمشكل لعدم المرجح اور اگر اوسکے کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہوئی یا علامات مین تعارض واقع ہوا تو وہ خنثے مشکل ہے بعدم مرجح کیوجہ سے ف تعارض علامات کی مثال یہہ صورت ہے کہ پستان ابھری اور داڑھی نکلی ایک ساتھہ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتھہ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھہ ہی کذا فی القهستانی وعن الحسن انه تعد اضلاعه فان ضلع المرأة يزيد على ضلع الرجل بواحد ذكره الزيلعي اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثے کی پسلیان شمار کیجاوین اسواسطے کہ عورت کی ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیون سے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ف اسمین اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہہ ہے کہ بائین طرف کی ہوتی ہے اور اسمین خلاف ہے کہ مرد کی سولہ پسلیان اور عورت کی سترہ یا مرد کی سترہ ہین اور عورت کی اٹھارہ بعضون نے کہا کہ مشاہدہ اسکے مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونونکی پسلیان برابر ہین اور بنا بر قول تفاوت اضلاع کے وجہ اوسکی یون مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئین تو سب مرد ابوالبشر علیہ السلام کے منوال پر جاری ہوے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصرا وحينئذ يؤخذ في امره بما هو الاحوط في كل الاحكام اور اسوقت مین یعنی در صورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو عمل کیا جاویگا خنثے مشکل کے امر مین اوس چیز کے ساتھہ جسمین زیادہ تر احتیاط ہے تمام احکام مین قلت لكن قدمنا انه لا يجب الغسل بايلاج فيه وانه لا يتعلق التحريم بلبنه فتنبه مین کہتا ہون لیکن ہمنے اول کتاب مین مذکور کیا کہ خنثی مشکل مین ادخال سے غسل واجب نہین ہوتا اور اوسکے دودہ سے تحریم متعلق نہین تو آگاہ رہنا یعنی ان دونو صورتون مین عمل باحتیاط نہین ہے ف یہان اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثی مشکل نرہا اوسکا جواب یہہ ہے کہ بعد تحقق انوثت کے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ داڑھی نمودہ ہو گئی تو اشکال ثابت ہو گیا اور اسیطرح دودہ مین کلام ہے کذا فی الطحطاوی فيقف بين صف الرجال والنساء سو بنا بر عمل باحتیاط کے خنثی مشکل کہڑا ہو مردون اور عورتون کی صف کے مابین مین ف یعنی نہ مردونکی صف مین کہڑا ہو نہ عورتون کی صف مین اسواسطے کہ اگر خنثی مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتون کی صف مین کہڑے ہونے سے اوسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردونکی صف مین کہڑی ہونے سے اوسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اوسکی دائین اور بائین اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطا نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثے بالغ ہے اور عورتونکی صف مین کہڑا ہوا تو اوسپر اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثی ہون تو اسطرح کہڑے ہون کہ باہم متصل نہون بلکہ درمیان مین کشادگی چہوڑین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ حد الشهوة تبتاع له امة تختنه من ماله فتكون امته او مثلها اور جبکہ خنثی حد شہوت کو پہنچے تو اوسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاوے جو اوسکی ختنہ کرے سو خرید سے اوسکی وہ لونڈی ٹھہریگی یا اوسکی مانند عورت ہو گی ف یعنی اگر واقع مین خنثی مرد ہے تو وہ اوسکی لونڈی ہوئی تو اوسکو نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقا جائز ہوا اور اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کیطرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی وتكره ان تختنه رجل او امرأة احتياطا ولا ضرورة لان الختان عندنا سنة اور یہہ مکروہ ہے کہ خنثی کی ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہین ہے اسلئے کہ ختنہ کرنا ہم حنفیون کے نزدیک

سنت ہی نہ فرض ھم یہہ مذکور ہے کہ خنثیٰ بالغ کا اوسکے ختنہ کرنے میں اور عورت دونو کو درست ہے کذا فی العالمگیری وان لم یکن له مال فمن بیت المال
ثم یباع اور اگر خنثیٰ کا مال نہو تو ختنہ کرنیوالی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیجاوے پھر ختنہ کے بعد بیچڈالی جاوے اور ثمن اوسکا بیت المال
میں داخل کیا جاوے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کیواسطے مقرر ہے کذا فی الحموی اور دوسری وجہ امرأۃ ختانۃ الخنثیٰ لانه ان کان ذکرا صح النکاح
وان انثی فنظر الجنس اخف ثم تطلقها وتعتد ان خلا بها احتیاطا یا خنثیٰ کا مرکرے ختنہ کرنیوالی عورت سے تاکہ وہ اوسکا ختنہ کردے اسلئے
کہ اگر خنثیٰ مرد ہو تو نکاح صحیح ہے اور اگر عورت ہو تو ہم جنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کیطرف سبکتر ہے مرد کی نظر سے پھر خنثیٰ ختنہ کے بعد اوسکو طلاق
دیوے اور ختنہ کرنیوالی عدت میں بیٹھے بنا بر احتیاط کے اگر خنثیٰ نے اوسکے ساتھ خلوت کی ہو ھم یہہ قول طحاوی نے اپنے اوستاد سے نقل کیا ہے اور بعض
کا قول علاوہ برین ہے منقول ہے اسواسطے کہ اگر اوسنے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہے تو عورت معلقہ ہوگی اور اوسے خلاص نہیں ہوسکتی اور وجوب
مہر کا عقد سے یقین نہیں ہوسکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثیٰ مشکل مرگیا اور یہہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اوسپر نفقہ واجب ہے یا نہیں رازی نے یون کہا ہے اور
علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہے کہ نکاح کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق اختیار
کرلے اور ختنہ کیوجہ سے اجرت بیت المال سے وصول ہونا اس زمانے میں ایسے کام کیواسطے از قسم محال ہے تو نکاح کرلینا استحق واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ھم
الحموی ویکرہ له لبس الحریر والحلی اور خنثیٰ مشکل کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہے ولا یخلو به غیر محرم اور خنثیٰ مشکل سے خلوت اور تنہائی
نکرے سوائے اوسکے محرم کے وان قبله رجل تثبت حرمة المصاهرة اور اگر خنثیٰ مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوگی ھم
تو جائز نہوگا خنثیٰ کی ماں کو اوس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اوسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انه امرأۃ اور خنثیٰ مشکل
سفر نکرے بدون محرم کے اس احتمال کیوجہ سے کہ وہ عورت ہے ھم محرم سے مراد محرم مرد ہے اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اوسکو سفر درست نہیں وان
قال انا رجل او امرأۃ لا عبرۃ به فی الصحیح لانه دعویٰ بلا دلیل اور اگر خنثیٰ مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اوسکا کچھہ اعتبار
نہیں صحیح قول میں اسواسطے کہ یہہ دعویٰ ہے بدون دلیل کے وقیل یعتبر لانه لا یقف علیه غیرہ اور بعضون نے کہا کہ اوسکا قول معتبر ہے اسواسطے کہ
اوسپر سوائے اوسکے کوئی واقف نہیں لکن فی الملتقی بعد تقرر اشکاله لا یقبل وقبله یقبل قلت وبه یحصل التوفیق لیکن ملتقی میں ہے کہ بعد
ثابت ہو جانے اوسکے اشکال کے قول اوسکا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اوسکا مقبول ہے مین کہتا ہوں اور اس تفصیل سے توفیق میں القولین
المذکورین حاصل ہوگئی ھم یعنی عدم قبول کا قول اوسصورت میں ہے جبکہ خنثیٰ کا مشکل ہونا ثابت ہوچکا اور قبول اوسصورت میں ہے جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہیں
اسیطرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہے محیط سے ویضعف ما نقله القهستانی عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی هذا انتہیٰ
اور منسوب بضعف ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہہ کہ اس تفصیل مذکور پر اوسکو محمول کیجئے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہو جاویگا
سوا گاہ رہنا ھم قہستانی میں فرائض شریفی سے یون ہے کہ اگر خنثیٰ نے حیض یا منی کی یا مرد یا عورت کیطرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اوسکا مقبول ہوگا
اور رجوع اوسکا مقبول نہوگا جبتک کذب اوسکا ظاہر نہو یقینا چنانچہ اوسنے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پھر اوسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہیٰ طحطاوی نے کہا کہ قول
مذکور کو اسپر محمول کرنا متعین ہے بدلیل نص مفصل واللہ اعلم ولو مات قبل ظهور حاله لم یغسل ویتیمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثیٰ مرگیا قبل
ہونے اوسکے حال کے تو غسل نہ دیا جاوے اور اوسکو تیمم کروایا جاوے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے غسل کے ھم چونکہ اوسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہیں جو اوسکو مرد
یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا اسواسطے کہ تیمم کرنیوالا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کے تیمم کراوے اور اگر محرم ہو تو بدون کپڑے کے مانند اوس مرد کی جو عورتوں
میں مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر حال کونه مراهقا غسل میت ذکر او انثی اور خنثیٰ مشکل قریب البلوغ ہونے کیحالتمین کسی مردے کے غسل میں حاضر
نہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت وندب تسجیة قبرہ اور مستحب ہے خنثیٰ مشکل کی قبر پر دفن کیوقت پردہ کرلینا عورت کی مانند ویوضع الرجل
بقرب الامام ثم هو ثم المرأۃ اذا صلی علیهم دفعة تحقیق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جاوے مردہ مرد پھر خنثیٰ مشکل پھر عورت جبکہ او نپر ایکبار

کی نماز پڑہی جاوے حق ترتیب کی رعایت کرنیکے واسطے ھ خنثے کا جنازہ مرد کے بعد رکہا جاوے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثے مرد کے ساتھہ عذر سے ایک قبر مین دفن ہو تو مرد کے پیچہے رکہا جاوے اور دونون کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جاوے تاکہ بمنزلہ دو قبرون کے ہو جاوے اور یہی حکم ہے مُردون کے دفن کا جبکہ ایک قبر مین دفن ہون اور اگر عورت اور خنثی ساتھہ دفن ہون تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو خنثی کا کفن ۵ کپڑے ہونا چاہیے عورتکی مانند اور اسکو قبر مین محرم قرابت والا رکہے اور انوثت کے احتمال کے سبب سے کذا فی السراج وتمام فروعه في احكامه من الاشباه بل عندي فيه تاليف مجلد لطيف اور خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ مین مذکور ہین بلکہ میرے نزدیک اسمین ایک تالیف مجلد کلان ہے ھ منجملہ مسائل خنثے مشکل کے یہہ ہے کہ اوسکی امامت صحیح نہین مگر عورتون کیواسطے اور اوسکی نماز عورت کی مانند ہے شکل مین اور اخفا مین اور وہ نکاح نکرے نہ عورت سے نہ مرد سے اور اگر اوسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اوسکے ساتھہ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع پر قادر ہوا تو نکاح اب صحیح ہو گیا اور اگر اوسنے اپنی مانند دوسرے خنثے مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہین کذا فی الملتقط مختصراً وله في الميراث اقل النصيبين يعني اسوأ الحالين به يفتى كالمستحقه اور خنثی مشکل کو میراث مین اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین ہے اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ھ اقل النصیبین یعنی مرد اور عورت کے دو حصون مین سے جو حصہ کمتر ہوگا وہ اوسکو دیا جائیگا یہہ مذہب ہے امام کا یعنی خنثے مشکل کے حصہ کو نظر کرینگے کہ اوسکو مرد فرض کرنے مین کسقدر ملتا ہے اور عورت فرض کرنے مین کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصون مین جو کمتر ہوگا وہ خنثے کو ملیگا اور اگر ان دو تقدیرون مین خنثے محروم ٹہریگا تو اوسکو کچھہ نہ ملیگا لہذا شارح نے اقل النصیبین کی تفسیر اسوء الحالین مذکور کی یعنی جو دو حالتون مین بدحالت ہوگی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی حالی اوسکی نصیب مین ہے تو اسوء الحالین قلت اور حرمان دونو کو شامل ہے کذا فی الحلبی تمت وقالا نصف النصيبين اور صاحبین نے کہا کہ دونو حصون مین سے نصف نصف اوسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا فلو مات ابوه وترك معه ابنا واحدا له سهمان وللخنثى سهم تو اگر خنثے مشکل کا باپ مرگیا اور خنثے کے ساتھہ ایک بیٹا اوسنے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم ہین اور خنثے کا ایک سہم ھ خلاصہ یہہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثے عورت کے حکم مین ہے میراث مین تاوقتیکہ اوسکا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہو وعند ابي يوسف له ثلاثة من سبعة وعند محمد خمسة من اثني عشر اور ابو یوسف کے نزدیک صورت مذکورہ مین خنثے کے تین سہم ہین سات سہمون سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم ہین بارہ سہمون سے ھ صاحبین کی دلیل مطولات مین مذکور ہے وعند ابي حنيفة له سهم من ثلاثة لانه الاقل وهو متيقن به فيقتصر عليه لان المال لا يجب بالشك اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خنثے کا ایک سہم ہے تین سہمون مین سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اوسی پر اقتصار ہوگا کیونکہ مال شک سے واجب نہین ہوتا ھ توضیح اوسکی یہہ ہے کہ یہان اثبات مال کی ابتدا کی حاجت ہوئی اسواسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثی مشکل مین دونو سببون سے کوئی معلوم نہین اور اثبات مال کا ابتدا بدون سبب متحقق کے شرعاً جائز نہین تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ مین شک ہے تو متیقن ہی واجب ہو گیا اوسی پر اقتصار کرینگے کذا فی العینی شرح الہدایہ حتى لو كان الاقل على تقديره ذكرا قدرناه كزوج وام وشقيقة هي خنثى فله السدس على انه عصبة لانه الاقل تو اگر اقل ہوا اس تقدیر پر جبکہ خنثی کو مرد فرض کیجیے تو اسکو ہم مرد ہی ٹہراوینگے چنانچہ اس صورت مین کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور ماں اور اسکی بہن چہوڑ کر جو خنثے ہے تو اسکو چہٹا حصہ ملیگا بنابر اسکے کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ھ تو صورت مذکورہ مین شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثے کا باقی مال یعنی سدس ولو قدر انثى كان له النصف وعالت الى ثمانية اور اگر صورت مذکورہ مین خنثے کو عورت فرض کیجیے تو اوسکا نصف حصہ ہے اور یہہ مسئلہ چھہ سہم کا آٹھہ سہم کیطرف عول کریگا ھ یہہ مسئلہ دونو تقدیرون مین چھہ سہمون سے ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت مین عول کی حاجت نہین اور دوسری صورت مین عول کی حاجت ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جبکہ خنثے کی میراث اقل النصیبین ٹہری تو اس مسئلہ مین اوسکو عورت نہ ٹہرایا کیونکہ اوسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اوسکو مرد قرار دیا تاکہ اوسکا حصہ سدس ہو اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو كان محروما على احد التقديرين فلا شيء له كزوج وام وولديها وشقيق خنثى فلا شيء له لانه عصبة ولو قدر انثى كان له النصف وعالت الى تسعة اور اگر خنثے محروم ٹہرے دو تقدیرون مین سے ایک تقدیر پر تو اوسکو واسطے کچھہ نہین

چنانچہ اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور ماں اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی خنثے چھوڑ کر تو خنثے کو مرد فرض کرنے میں کچھ حصہ نہیں
کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اگر خنثے کو عورت فرض کیجئے تو اوسکا حصہ نصف ہے کیونکہ وہ صاحب فرض ہے اور اسوقت میں یہ مسئلہ ترسیم کیطرف عول کر جائیگا
ھم اس مسئلہ میں زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا چھٹا اور دو فوق اخیافی بھائیوں کا تہائی اور سگا بھائی جو خنثے ہے وہ محروم ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے اور عصبہ
اسوقت میراث پاتا ہے جب اہل فروض سے کچھ باقی رہے سو یہاں کچھ باقی نہ رہا اور اگر خنثے کو عورت فرض کیجئے تو اول فرض ہوگا تو اوسکا حصہ نصف ہے تو زیادہ
اسوا الحالین کے اوسکو مرد ہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تاکہ نصف پاوے ولو مات عن عمه وولد اخیه خنثی فقد انثی وکان المال کله
للعم اور اگر ایک شخص مر گیا اپنا ایک چچا اور بھائی کا ایک ولد چھوڑ کر جو خنثے ہے تو خنثی کو یہاں عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا ھم خنثی کو
عورت اسواسطے فرض کیا کہ بھتیجی چچا کے روبرو وارث نہیں ہوتی اور اگر اوسکو مرد فرض کرتے تو وہ بھتیجا ٹھہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلئے کہ
ہر چند دونوں عصبہ ہیں لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

مسائل شتی

جمع شتیت یعنی متفرقة وهو من داب المصنفین لتدارک ما لا یذکر فیما کان یجئ ذکره فیه قلت وقد الحقت غالبها بما یلیق بها وسہلت
یہ ذکر ہے مسائل شتے میں شتے جمع ہے شتیت کی یعنی متفرقہ اور یہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب میں مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر
کرتے ہیں اسواسطے تدارک ان مسائل کے جو وہاں مذکور نہیں ہوئی جہاں اونکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور البتہ میں نے اکثر مسائل
کو اونکے مواقع مناسبہ میں اور خدا کو حمد ہے جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس وهذه مقدمة صغری فی تسلیمها کلام لان
وعدناک به فی اول نواقض الوضوء پسینہ شرابی دائم الخمر کا خارج ناپاک ہے یہ مقدمہ صغری ہے جسکی تسلیم میں وہ کلام ہے جسکا بیان تجھہ سے وعدہ کیا
تھا اول نواقض وضو میں ھم اوس کی قید ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہیں اور علت یعنی پسینہ کا تولد ہونا نجس سے یعنی علت اور شراب
سے بعدم تنشیف کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کی مانند ہے کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء هذه مقدمة
کبری وهی مسلمة عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہے یہ مقدمہ کبری ہے شکل اول پر یہی الانتاج اور
وہ بیشک ہمارے نزدیک مسلم ہے تو دونو مقدموں سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے لکنه یحتاج لاثبات الصغری وحاصله
ما فی الذخائر الاشرفیة لابن الشحنة معزیا للمجتبی عرق الدجاجة الجلالة نجس قال وعلیه فعرق مدمن الخمر نجس انتہی لیکن اس شکل میں صغری
کے ثابت کرنے کی حاجت ہے اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ میں نسبت بہ مجتبی مذکور ہے اوسکا حاصل کلام یہ ہے کہ اوس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہے ناپاک ہے
اور بنا بر اس قول کے مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہے بلکہ اولی بالنجاست ہے ھم وجہ اولویت کی یہ ہے کہ شئی رقیق چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکالنے میں غیر رقیق
چنانچہ مرغی کے چارہ سے زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم قال وما اسمج من کان عرقه کعرق الکلب والخنزیر یہ مجتبی کے مصنف نے کہا اور کتنا
قبیح اور مذموم ہے وہ شخص جسکا پسینہ کتے اور سور کی مانند ہے ھم یہ تقبیح اور مذمت ہے مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منه قال ابن العز فحینئذ ینقض الوضوء
وهو فرع غریب وتخریجه ظاهر قال المصنف ولظهوره عولنا علیه ابن العز نے کہا تو اسوقت میں یعنی جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو وہ وضو
کو توڑیگا اور یہ مسئلہ عجیب اور غریب ہے اور اسکی تخریج ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسکی تخریج کے ظاہر ہونیکی وجہ سے ہمنے اوسپر اعتماد کیا یعنی اور متن
میں اوسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظه اللہ تعالی کیف یعول علیه وهو مع غرابته لا یشهد له روایة ولا درایة اما الاولی
فظاهر اذ لم یرد عن احد ممن یعتمد علیه واما الثانیة فلعدم تسلیم المقدمة الاولی شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی اللہ تعالی
اونکو آفات سے محفوظ رکھے کہا ہے کیونکر اسپر اعتماد کیا جاتا ہے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اوسپر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہے نہ استدلال عقلی ھم
روایت تو خود ظاہر ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ معتمد عالموں میں سے ایک عالم سے بھی مروی نہیں اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت نہیں ھم مقدمہ اولی
یہ مسلم یہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہے ویشهد ببطلانها مسئلة الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد عللوا حل اکله بصیرورته مستهلکا

وَيَبْقٰى لَهُ اَثَرٌ فَلِذٰلِكَ نَقُوْلُ فِيْ عَرَقِ مُدْمِنِ الْخَمْرِ اور مقدمہ ہو ہے کے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہے گرمی کے بچہ کا مسئلہ جبکہ اوسکا بچہ سور کے دودہ سے پالا جاوی اوسے یہ کہ علما نے اوسکی علت اکل کی علت بیان کی وہ یہ کہ مستہلک ہوا اور بو ہو جاتی ہے اسطرح کہ اوسکا کچھ اثر باقی نہیں رہتا تو اسطرح ہم دائم الخمر کے پسینہ میں کہتے ہیں یعنی شراب اوسکے بدن میں مستہلک اور نابود ہو گئی کچھ اوسکا اثر باقی نہ رہا ہم یہ استدلال نقلی ہے نہ عقلی کیونکہ عقل اسکی امید کرتی ہے وَيَكْفِيْنَا فِيْ تَضْعِيْفِ غَرَابَتِهِ وَسُخُوْفِيَّتِهِ عَنِ الْجَادَّةِ فَيَجِبُ طَرْحُهُ عَنِ الشَّرْحِ مَتْنًا وَشَرْحًا اور ہمکو کفایت کرتا ہے اوسکی ضعیف ہونے میں اسکا تفرد اور نادر ہونا اور اوسکا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علماء حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح کے گردش سے واجب ہے ہم سرح بفتح سین مہملہ درخت ہے طحطاوی نے کہا مجملہ اوسکی معانی کے درخت بھی ہے اور یہی متبادر ہے بقرینہ لفظ طرح یعنی اس درخت کا پہل ساقط کیا جاوے یعنی فرد ہم مذہب سے گرایا جاوے انتہی لمخصا ہم اور منجملہ معانی شرح کے فنا ہو دار بھی ہے کذا فی القاموس اور فنا دار عبارت ہے کشادگی آشیانہ سے اور میرے نزدیک یہی مناسب مقام ہے اسلئے کہ متن بمنزلہ گھر کے ہے اور شرح بجائے پیش خانہ ہے اور اللہ اعلم ہم خُبْزٌ وُجِدَ فِيْ خِلَالِهِ خُرْءُ فَارَةٍ فَاِنْ كَانَ الْخُرْءُ صُلْبًا رُمِيَ بِهِ وَاُكِلَ الْخُبْزُ ہم ایک روٹی ہے جسکے اندر چوہے کی مینگنی پائی گئی تو اگر مینگنی سخت ہے تو پھینک دیجاوے اور روٹی کہائی جاوے وَلَا يُفْسِدُ خُرْءُ الْفَارَةِ الدُّهْنَ وَالْمَاءَ وَالْحِنْطَةَ لِلضَّرُوْرَةِ اِلَّا اِذَا ظَهَرَ طَعْمُهُ اَوْ لَوْنُهُ فِي الدُّهْنِ وَنَحْوِهِ لِفُحْشِهِ وَاِمْكَانِ التَّحَرُّزِ عَنْهُ حِيْنَئِذٍ خَانِيَةٌ اور چوہے کی مینگنی تیل اور پانی اور گیہوں کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کیوجہ سے مگر جبکہ اوسکا مزہ یا رنگ تیل اور اسکی مانند مسائل چیزوں میں ظاہر ہو تو البتہ مفسد ہے بسبب اوسکی کثرت کے اور اسوجہ سے کہ اس سے بچنا اسوقت میں ممکن ہے کذا فی الخانیۃ ہم خانیہ میں ہے کہ چوہے کی مینگنی جبکہ گیہوں میں پڑ گئی اور گیہوں کے ساتھ پس گئی تو اوسکی آٹے کہانے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر اوسوقت جبکہ کثرت سے ہو اور اوسکا تغیر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی اب اسکا کہانا درست نہیں کذا فی الطحطاوی وَفِي السُّنَنِ الرَّوَاتِبِ لَا يُصَلِّيْ وَلَا يَسْتَفْتِحُ نَقَدَّمَ فِيْ بَابِ الْوِتْرِ اور سنن رواتب سنتوں میں نہ درود پڑھا جاوے اور نہ دعاء استفتاح یہ مسئلہ باب الوتر میں مذکور ہو گیا ہم سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتیں اور جمعہ کے اول کی چار رکعتیں اور بعد کی چار رکعتیں ہیں اس کتاب کے باب الوتر میں یوں مذکور ہے کہ درود نہ پڑھا جاوے ظہر کے قبل کی چار رکعتوں کے قعدہ اولیٰ میں اور جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتوں میں اور نہ استفتاح ہو جبکہ تیسری رکعت کے واسطے اوٹھے کیونکہ سنت موکدہ ہونے کے سبب سے بمنزلہ فرض کے مشابہ ہو گئیں اور باقی چار رکعتوں میں درود بھی پڑھا جاوے اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اسلئے کہ ہر دوگانہ جداگانہ نماز ہے الدَّعْوَةُ الْمُسْتَجَابَةُ فِي الْجُمُعَةِ عِنْدَنَا وَقْتُ الْعَصْرِ عَلٰى قَوْلِ عَامَّةِ مَشَايِخِنَا اَشْبَاهٌ وَقَدَّمْنَاهُ فِي الْجُمُعَةِ عَنِ التَّاتَارْخَانِيَّةِ دعا مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیوں کے نزدیک عصر کیوقت ہے بموجب قول اکثر ہمارے علماء کے کذا فی الاشباہ اور ہمنے اسکو باب الجمعہ میں تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے ہم حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایکوقت دعا مقبول ہوتی ہے اسوقت کے تعیین میں اختلاف ہے علمائے حنفیہ کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا اَلْخُرُوْجُ مِنَ الصَّلٰوةِ لَا يَتَوَقَّفُ عَلٰى قَوْلِهِ عَلَيْكُمْ خارج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کے لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحطاوی وَحِيْنَئِذٍ فَلَوْ دَخَلَ رَجُلٌ فِيْ صَلٰوتِهِ بَعْدَهُ لَا يَصِيْرُ مُقْتَدِيًا قَدَّمْنَاهُ فِيْ صِفَةِ الصَّلٰوةِ اور اسوقت میں یعنی جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہوا تو اگر کوئی مقتدی اپنی نماز میں داخل ہوا بعد علیکم کے تو وہ نماز میں داخل نہ ٹھہریگا شارح نے کہا ہمنے اس قول کو صفۃ الصلوۃ میں مقدم ذکر کیا ہے لُفَّ ثَوْبٌ نَجِسٌ رَطْبٌ فِيْ ثَوْبٍ طَاهِرٍ يَابِسٍ فَظَهَرَتْ رُطُوْبَتُهُ عَلٰى ثَوْبٍ طَاهِرٍ كَذَا فِي النُّسَخِ وَعِبَارَةُ الْكَنْزِ عَلَى الثَّوْبِ الطَّاهِرِ لٰكِنْ لَا يَسِيْلُ لَوْ عُصِرَ لَا يَتَنَجَّسُ قَدَّمْنَا قُبَيْلَ كِتَابِ الصَّلٰوةِ ناپاک گیلا کپڑا لپیٹا گیا خشک پاک کپڑے میں سو اوسکی رطوبت ظاہر ہوئی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تہا کہ اگر اوسکو نچوڑتے تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہوگا شارح نے کہا ہمنے اسکو کتاب الصلوۃ سے پہلے مذکور کیا ہے متن کے نسخوں میں اسطرح علی ثوب طاہر ہے اور کنز کی عبارت علی الثوب الطاہر ہے ہم نجاست سے مراد یہ ہے کہ پیشاب اور اوسکی مانند کی نجاست نہیں ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا ہے اسطرح کہ نجاست کا اثر خشک کپڑے میں ظاہر نہیں نور الایضاح اور اوسکی شرح مراقی الفلاح میں ہے کہ جو خشک پاک کپڑا لپیٹا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے میں کہ اگر ناپاک کو نچوڑیں تو نہ ٹپکے تو وہ نجس نہیں ہوتا اسلئے کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آتا مگر اسمیں اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑیں تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں اصح قول لیکن سو یہ مسلم نہیں اسواسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بہت نجاست کو جذب کر لیتا ہے اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو فقط تری بلا جرم خشک پر نہیں آتی مگر اوسی صورت میں جبکہ ناپاک

اگر اوسپر ٹپکے سے نہ ٹپکتا ہو تو بھی صحیح ہو گیا کہ بر بنا تصحیح حلوانی کے فتویٰ دیا جاوے گا کذا فی الطحطاوی اقتصار ہر جگہ پر ضمیر کا مرجع قریب تر ہے طاہر رہا لیکن چونکہ حلوانی
قول مفتی بہ کے مخالف تھا لہٰذا مترجم نے ثوب نجس کو مرجع قرار دیا واللہ اعلم کما لو نشر الثوب المبلول علی حبل نجس یابس او غسل رجلہ ومشی
ارض نجسۃ او نام علی فراش نجس فعرق ولم یظہر اثرہ لا یتنجس لانہ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا ناپاک خشک رسی پر یا پانو کو دھویا اور ناپاک زمین پر
ناپاک فرش پر سو یا اوسکا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑا یا پانو یا بدن پر ظاہر نہوا تو ناپاک نہو گا کذا فی الخانیہ م مترجم نے کہا ناپاک زمین پر یا فرش
اسطرح چلا کہ زمین تر ہو گئی اور بسا ولیکن اثر نجاست کا پانو میں ظاہر نہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پانو سے تو ناپاک ہوگا اور سراج میں ہو اور اگر خشک
قدم پاک رکھا یا فرش تر پر سویا اگر تر ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا اور نہیں تو نجس نہیں ہوا در فقط ندا وت اور تراوت کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے یہ
بدون جرم کے کذا فی الطحطاوی نوی الزکوۃ الا انہ سماہ قرضا جاز فی الاصح لان العبرۃ للقلب لا للسان ادا ئے زکوۃ کی نیت کی مگر
قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست ہے صحیح تر قول میں ہے اسلئے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا م صحیح تر روایت بھی ہو کہ نیت واقع کا اعتبار ہو لیکن
والکا علم ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحطاوی من لہ حظ فی بیت المال کالعلماء ظفر بمالہ وجہ لبیت المال فلہ اخذہ دیانۃ
وقدمناہ قبیل باب المصرف جسکا حصہ بیت المال میں ہے جیسا کہ علماء دین سوا وسنے بیت المال کا مال پایا تو اوسکو لینا اوسکا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہم
باب المصرف کے پہلے مذکور کیا ہے م بیت المال یعنے خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال اور مقاتلین اور اونکی اولاد اور طالب علم اور وہ علماء دین میں جو
میں سے کہ امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور مودع مر جاوے اور اوسکا کوئی وارث نہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات
خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اسواسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضائع ہوگا اسواسطے کہ حکام اوسکی مصارف شرعی میں صرف نکرینگے اور اگر وہ شخص
بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم
تعلیہ کفارۃ واحدۃ ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناہ فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایکدن میں اور کفارہ ادا نہیں کیا یہانتک کہ
دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اوسپر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ اوسنے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح
اور ہمنے اسکو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نکی یعنی یوں
نہ کہا کہ تیسری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے م اسلئے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوۃ
صح ایضا وان لم ینو اول الصلوۃ علیہ او آخر صلوۃ علیہ کذا فی الکنز تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت
جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نکرے نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب الادا ہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب ہے اسطرح کنز میں ہے
م مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی قضا سے مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلے پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہ
نہیں کہ دونوں رمضان کو نیت میں جمع کرے اسواسطے کہ صوم میں دو فرضوں کا نیت کرنا الاستنفل ہوتا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اوسکا نفل ہو جاتا ہے قال
المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین فی الصلوۃ وفی رمضانین لم قلت وکذا قدمنا فی باب قضاء الفوائت للاختلاف
اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسطرح اشتراط تعیین کو ہمنے ذکر کیا ہے باب
قضاء الفوائت میں درر وغیرہ کا تابع ہوکر م طحطاوی نے کہا اور تصحیح کی ہے ولوالجیہ میں اس قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کا
قضا ہو مگر تعیین احوط ہے انتہی اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانے برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوۃ میں نماز
اور اوسکے دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کے ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی تو اشتراط تعیین کے قول پر بھی جائز ہے
اسواسطے کہ نماز متعین ہو گئی اوسکے متعین کرنے سے اور اسطرح وقت بھی متعین ہو گیا اول یا آخر کہنے سے اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی تو اب اوسکے بعد کی نماز اول
اور جو اوسکے پہلی ہے وہ پچھلی نماز ہوگی مصنف نے کہا اور یہ یعنی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مخلص ہے اوس شخص کو اسلئے جسکو اوقات فائتہ یاد نہ رہے یا اوسپر مشتبہ ہو گئے

یا اوسنے اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی ثم رأیتہ فی البحر قبیل باب اللعان ما نصہ ونیۃ التعیین لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف
متعدد بل باعتبار ان مراعاۃ الترتیب لما وجبت علیہ لا یمکنہ مراعاتہ الا بنیۃ التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت یکفیہ نیۃ الظہر
لا غیر کذا فی المحیط وہو تفصیل حسن فی الصلوۃ ینبغی حفظہ انتہی بلفظہ پہر مین نے بحر الرائق مین باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جسکی عبارت یہہ
ہے اور تعیین کی نیت مشروط نہین ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہے بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہی کہ مراعات ترتیب کی اوسپر واجب
اور اوسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہین ہے مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہو گئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہے نہ اوسکے سوا اور یہی
مذکور ہے محیط مین اور یہہ تفصیل خوب ہے نماز مین اسکا یاد رکہنا لائق ہے انتہی بلفظہ ثم رأیتہ نقل عنہ فی الاشباہ فی بحث تعیین المنوی ثم قال وہذا
مشکل وما ذکرہ اصحابنا کقاضی خان وغیرہ خلافہ وہو المعتمد کذا فی التبیین انتہی بحروفہ فلیتنبہ لذلک پہر دیکہا مین نے صاحب بحر الرائق کو
کہ اوسنے محیط کی عبارت مذکور نقل کی اشباہ مین تعیین منوی کی بحث مین پہر کہا اور یہہ یعنی عدم تعیین کثرت فوائت مین مشکل ہے اور جو ہمارے علما نے ذکر کیا
ہے چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہے یعنی تعیین مشروط ہے اونکے کلام مین اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہے چنانچہ
تبیین مین ہے انتہے بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا م وجہ اشکال یہہ ہے کہ عدم اشتراط تعیین فوائت اوس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جسپر فقہا کا اتفاق ہے
وہ قاعدہ یہہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کیواسطے اور سب نمازین من قبیل مختلف الجنس کے ہین اسواسطے کہ اونکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہین کذا فی الحموی
حاشیۃ الاشباہ طحطاوی نے مولف کے حاشیہ مین کہا کہ عدم تعیین قول بہی ولوالجیہ مین مصحح ہے اگرچہ تعیین احوط ہے د رأس شاۃ تلطخ بدم احرق الرأس
وزال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمالہا والحرق کالغسل وقد قدمنا انہ من المطہرات بہیڑ بکری کا سر خون مین لتہڑا آگ سے جلایا گیا اور خون
اوس سے دور ہوگیا پہر اوسکا شوربا بنایا گیا تو اوسکا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دہونے کی برابر ہے پاک کر دینے مین اور ہمنے کتاب الطہارۃ مین پہلے ذکر کر دیا
کہ جلانا بہی مطہرات مین داخل ہے م آگ نجاست کو فنا کر دیتی ہے بیان یہہ کہ شئ ناپاک مین ناپاکی کا کچہہ اثر نہین رہتا یا جلا کر راکہہ کر دیتی ہے بطریق استحالہ کے لہذا
بدل دیتا ہے
اگر گوبر جلکر راکہہ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجاوے یا کہ سور نمک سار مین گرکے نمک بنجاوے کذا فی الطحطاوی سلطان جعل الخراج لرب
الارض جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے م یہہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام اور محمد کے
نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہین عشر کی مانند مفتاح مین ہے کہ محل خلاف اوس وقت ہے جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اوسکا نہین ہے تو بالاتفاق
جائز نہین کذا فی الطحطاوی وان جعل لہ العشر لا لانہ زکوۃ قلت وقد قدمناہ فی الجہاد وقدمناہ فی الزکوۃ ایضاً اور اگر بادشاہ نے زمیندار کے
واسطے عشر عطا کیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہے مین کہتا ہون کہ مینے اسکو کتاب الجہاد مین ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ مین بہی مذکور کر دیا ہے م جب عشر
زکوۃ ٹہرا تو وہ فقیرونکا حق ہے ہان اگر زمیندار فقیر ہو تو اوسکو بہی دینا درست ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعۃ الارض
واداء الخراج ودفعہا الامام الی غیرہم بالاجرۃ لیعطوا الخراج من اجرتہا المستحقۃ جاز اہل خراج عاجز ہو گئے زمین
کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اوس شخص کو دی بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کرین اوسکی اجرت مستحقہ سے تو یہہ جائز ہے
فان فضل شئ من اجرتہا دفع لمالکہا رعایۃ للحقین پہر اگر کچہہ فاضل بچے اوسکی اجرت سے کچہہ تو زمین کے مالک کو دیدو تو حقون کی رعایت کیواسطے
یعنی اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دی اور خراج اوسکا اسی روپیہ ہین تو اسی روپیہ بادشاہ نے اور بیس روپیہ زمیندار کو دی فان لم یجد الامام من
یستأجرہا باعہا لقادر واخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج ورد الفضل لاربابہا زیلعی پہر اگر بادشاہ اوسکو پاوے جو کرایہ پر لیا
لی تو اوسکو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اوسکی ثمن سے لے اگر مالکون پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو اوسکے مالکو پہیر دے کذا فی الزیلعی قلت قد
قدمنا فی الجہاد ترجیح سقوطہ بالتداخل فیحمل علی المرجوح او علی ان مرادہ اخذ خراج السنۃ الماضیۃ فقط مین کہتا ہون اوپر ہمنے کتاب
الجہاد مین ذکر کیا ہے راجح ہونا سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول مرجوح پر محمول ہے یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا

جاوے ھ سقوط بالتداخل کا محل اوسوقت ہے جبکہ مالک عاجز ہوگیا زراعت سے اور اگر عاجز نہیں ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاویگا اور یہہ محمل خوب ہی کتاب
قاضی خان میں ہے کہ جب خراج جمع ہوا اور ادا نکیا تو امام کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلی سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور یہہ اوسپر ہی ساقط ہوگا
اور یہہ صریح ہے سال ماضی کے سقوط خراج مین کذا فی الطحطاوی غنم مذبوحة ومیتة فان کانت المذبوحة اکثر تحری واکل والا بان کانت المیتة
اکثر او استویا لایتحری لو فی حالة الاختیار وان یجد ذکیة لا تحری واکل مطلقا و جبکہ بکریاں ذبح ہوا اور مردار ہین سو اگر مذبوح زیادہ
ہون تو اٹکل کرے اور کھاوے اور اگر مردار زیادہ تر ہون یا حلال و مردار دونو برابر ہون تو اٹکل نکرے اگر اختیار کی حالت مین ہو مضطر جبکہ ذبح کی بکری پاوے
اور نہین تو اٹکل کرے اور کھاوے ہر طرح سے خواہ برابر ہون یا کم و زیادہ اور یہہ گنجائش کیا ھ کثرت کا اعتبار اسواسطے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہے افادہ
اباحت میں کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ بازار خالی نہیں ہے تو ہین محرم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکے تناول مباح ہے ظاہر پر اعتماد کرکے اسواسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہیں
تو اوسکا اعتبار ساقط ہوا دفع حرج کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے میں ساقط الاعتبار ہے برخلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہان ضرورت نہیں تو اوس
سے احتراز ممکن ہے اکثر نسخون رد المحتار مین یون ہے و مرّ گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نہ رہا جہان اس مسئلہ کو ذکر کرچکا اور بعض نسخہ مین یون ہے کما مرّ فی الآثار
کذا فی الطحطاوی اور عربی کے لکھی ایک نسخہ صحیحہ مین نقطہ تو قرے سے ہین ہمنے اسپر اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی مین ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ مذبوحہ کی علامت یہہ ہے کہ
اوسکی گردن کی شہ رگین خون سے خالی ہوتی ہین اور مردار کے خون سے بھری ہوتی ہین ایماء الاخرس وکتابته کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور
لکھنا بیان کی مانند ہے یعنی زبان سے بولنے کی برابر ہے ھ یعنی گونگا آدمی اگر پلک یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کی مانند ہے ثبوت احکام مین بشرطیکہ
حاکم اوسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اوسکا کوئی اشارہ فہم مترجم سمجھا دے اور پیدائشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مستبعد ہے لیکن اگر بطریق خرق عادت
کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی بخلاف معتقل اللسان برخلاف معتقل اللسان کے ھ معتقل اللسان مفہم تات وہ ہے
جو کلام کرنے پر قادر تھا مگر تکلف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعی هما سواء اور امام شافعی نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونو برابر ہین ۔ فی
وصیة ونکاح وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرها من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثله معتقل اللسان ان علمت اشارته
وامتدت عقلته الی موته به یفتی قلت ومرّ فی الوصایا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کی مانند ہے وصیت مین اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شراء اور قصاص
وغیرہا من الاحکام مین یعنے گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ مین معتبر ہے اور گونگے کی مانند معتقل اللسان ہے بشرطیکہ اوسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اوسکا عدم تکلم اوسکی موت
تک ممتد اور متصل ہو اسی قول پر فتوی ہے مین کہتا ہون اور یہہ قول کتاب الوصایا مین مذکور ہوگیا وذکره هنا الاکمل وابن الکمال والبلخی وغیرهم بقوله
مفاد کلامهم انه لو اقر بالاشارة او طلق مثلا توقف فان مات علی عقلته نفذ مستندا والا لا معتقل اللسان کو بیان اکمل اور ابن کمال اور بلخی
وغیرہم نے ذکر کیا ہے پھر درایت کرتا ہے کہ اونکے کلام سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلا طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا
حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مرگیا اوسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہوگا بطریق استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہیں تو طلاق وغیرہ
نافذ نہوگا ھ جب طلاق نافذ ہوا تو اوسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہے اگر اوسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ یا کتابت کیوقت سے وعلیه فلو تزوج بالاشارة
لایحل وطؤها لعدم نفاذه لکنه اذا مات یجب لها المهر من ترکته قاله المصنف اور بنا بر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے
نکاح کیا تو اوسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہین نکاح کے نافذ نہونے کیوجہ سے لیکن جب وہ مرجاویگا زوجہ کا مہر اوسکی متروکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے
اپنی شرح مین لکن ذکر ابنه فی الزواهر عند ذکر الاشباه الاحکام الاربعة لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر مین ذکر کیا ہے اشباہ کے احکام اربعہ
کے ذکر کے نزدیک ھ یہہ استناد ایک ہی علاوہ مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہہ ہین اقتصار انقلاب استناد تبیین اقتصار جیسا کہ انشاء طلاق و
عتاق انقلاب یہہ کہ جو چیز علت نہین وہ علت ہوجاوے جیسا کہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلا دخول دار تو جو طلاق کی علت نہیں تھی
علت ہوگی اور استناد یہہ کہ حکم فی الحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہو اوس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تھا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہونی ہر سال

پوری ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنی جبتک کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہہ کرتے ہی الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تہا پہلے سے چنانچہ آج یون کہا کہ اگر زید گہر مین
ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گہر مین تہا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اور تبیین مین فرق یہہ
ہے کہ تبیین مین اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد مین ممکن نہین کذا فی الاشباہ ملخصاً انتہی قولہم والضابط للمقتصر والمستند ان ما صح تعلیقہ بالشرط
یقع مقتصراً وما لا یصح تعلیقہ یقع مستنداً کما فی البحر من باب التعلیق مخالف ذلک اذ مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہا مما یصح
تعلیقہ بالشرط مقتصراً فتنبہ صاحب زواہر نے کہا کہ مقرر علما کا یہہ قول در قاعدہ کلیہ مقتصر اور مستند کواسطے یہہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہو وہ بطریق اقتصار کے
واقع ہوتا ہی اور جسکی تعلیق صحیح نہین وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہے باب التعلیق سے مخالف ہی اوسکی جو مصنف نے اکمل اور ابن کمال اور زیلعی
کیطرف منسوب کیا ہی اسواسطے کہ مقتضا قاعدہ مذکورہ یہہ ہی کہ طلاق اور عتاق اور اونکی مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتے نہ بطریق استناد
کے تو آگاہ رہ اور جبر دار رہنا کہ اکمل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف ہی لا تکون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد لا تہا تندرأ بالشبہات
لکونہا حق اللہ تعالی ولا فی شہادۃ مما منیہ نہوگا گونگے کا اشارہ اور لکہنا اوسکا بیان کی مانند کسی حد مین حدود سے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی
جاتی ہین اسلئے کہ وہ حق اللہ ہین اور نہ کسی گواہی مین بیان کی برابر ہے اوسکا اشارہ اور کتابت کذا فی المنیہ وہل یصح اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم
نعم ولم ارہ صریحاً اشباہ اور کیا صحیح ہے مسلمان ہوجانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان اسلام اوسکا صحیح ہے اور مین نے اسکو
صریح نہین دیکہا کذا فی الاشباہ ابتلع الصائم بصاق محبوبہ یقضی ویکفر والا یکن محبوبہ لا یکفر وصرح فی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال
نگلیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اوسکا معشوق نہین تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم مین یہہ مذکور ہو گیا ہم اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے
گہنا تا ہے اور نہایت مکروہ جانتا ہی تو خمیر وغیرہ کی مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہی تو اوسکو مکروہ نہین جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کی مانند ہو گئی کذا فی الطحطاوی
قتل بعض المحارم عذر فی ترک الحج مر فی الحج مقتول ہوجانا بعضی محارم کا عذر ہی حج کے ترک کرنے مین اور یہہ مذکور ہوچکا کتاب الحج مین منعہا زوجہا
من الدخول علیہا وہو یسکن معہا فی بیتہا نشوز کما حررناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنی زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور
حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہی زوجہ کے گہر مین نافرمانی ہی جیسا کہ چنانچہ ہمنے اس مسئلہ کے باب النفقہ مین تحریر اور تحقیق بیان کی ہے ہم نافرمانی اسواسطے کہ
روکنے اوسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہوگا ولو کان المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب السکنی علیہ
اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گہر لیجاوے تو اب زوجہ نافرمان نہین بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر او کان یسکن فی بیت
الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنی فیہ حرام بخلاف ما لو کان فیہ شبہۃ یا کہ زوج غصب کے گہر مین رہتا ہو سو زوجہ
زوج سے علحدہ رہے تو وہ نافرمان نہو گی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہی اسلئے کہ غصب کے مکان مین رہنا حرام ہی برخلاف اوس صورت کی کہ مکان مین شبہہ ہو ہم شبہہ
کیصورت یہہ ہے کہ زوج نے مثلاً مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی مال مجہول وہ ہے جسکی حلت اور حرمت معلوم نہین قالت لا اسکن مع
امتک وارید بیتاً علحدۃ لیس لہا ذلک کذا ام ولدہ وکلہ مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مین تیری لونڈی کے ساتہ نہ رہونگی اور
مین علحدہ گہر چاہتی ہون تو زوجہ کو اسکا اختیار نہین اور اسیطرح زوجہ کے ام ولد کے ساتہ نہ رہنے کا اوسکو اختیار نہین اور یہہ سب باب النفقہ مین
مذکور ہو گیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا بکنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا ای میرے مالک یا اپنی لونڈی
سے کہا کہ مین ترا غلام ہون تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہہ لفظ آزاد کرنے مین نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای لانہ
کنایۃ علی ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اوسنے اپنے غلام سے کہا ای مولی میرے اسواسطے کہ یہہ کنایہ ہی بنا بر اوس تقریر کے جو اپنے محل مین گذر گئی
یعنی کتاب الاعتاق مین ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہراً مولی کا لفظ مالک اور غلام مین مشترک ہی اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہو گی لیکن منح الغفار مین یون
تعلیل مذکور ہے کہ مولی اسکے حقیقی معنی ثبوت ولاء کے العبد پر دلالت کرتے مین اور یہہ نہین مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم

استراویت پر دلالت کرتا ہے واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید ما لم یبرھن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف
المنقول عقار متنازع فیہ نکالا جاوے قابض کے ہاتھ سے جبتک مدعی اپنے دعوے کے موافق یعنی کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے کذا فی الحموی گواہ
گذرانے برخلاف منقول کے قم یعنی حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یوں اقرار کرنے سے کہ ہاں وہ زمین یا مکان میرے قبضہ میں
ہے مواضعت یعنی دونوں کے گٹھ جانے کے احتمال کیوجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے اسپر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے
تاکہ حاکم اوسکا حکم دے پھر جب اوسنے حکم کیا تو اب اوسکے توڑنے کی کوئی صورت نہیں یہانتک کہ اگر اوس عقار کا کوئی اور مدعی دعوے کرے تو اوسکا دعوے
مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے مواضعت کی تہمت دفع ہوجاویگی تو اوسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اوسکو قبضہ سے خارج کرنیکا بسبب ثابت
ہوجانے اوسکے قبض کے کذا فی الطحطاوی او یعلم بہ القاضی یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہیں ولا یکفی تصدیق
المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصحیح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہیں کرتی مدعا علیہ کی یہہ تصدیق کہ وہ عقار اوسکی یعنی میرے قبضہ میں ہے قول
صحیح میں مواضعت کے احتمال سے یعنی باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت قدمنا غیر مرۃ اٰخرھا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی
زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتامل میں کہتا ہوں ہمنے چند بار آگے ذکر کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک ہے کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ میں
یہہ ہے کہ قاضی کی دانست پر عمل نہوگا سو اسکو غور کرلے وھذا اذا ادعاہ ملکا مطلقا اور یہہ اوسوقت ہے جبکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا
یعنی محل اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے ملک مطلق کے دعوے میں ہے اما اذا ادعی الشراء من ذی الید او اقر ذو الید
بانہ فی یدہ فالملک الشراء واقرارہ بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرھان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ
ایضا کما یستطرق البزازیہ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضے میں ہے سو اگر
ذی الید نے اوسکو خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونیکا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہیں اسواسطے کہ دعوی فعل کا جیسا کہ
خرید کا دعوی جیسا ذی الید پر صحیح ہے ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہے چنانچہ بزازیہ میں شرح مذکور ہے عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ بہ
کمنقول ھو الصحیح وتقدم فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیہ بہ یفتی ویکتب بالحکم لقاضی تلک الناحیۃ لیامر بالتسلیم ایک عقار قاضی کی
ولایت اور حکومت میں نہیں تو اوس قاضی کا حکم اوس عقار میں صحیح ہے جیسے مال منقول میں صحیح ہے یہی قول صحیح ہے اور کتاب القضاء میں آگے مذکور ہوچکا کہ ہے
شہر ہونا صحت قضا میں شرط نہیں یہی قول مفتی بہ ہے اور وہاں کا قاضی حکم لکھ بھیجے اوس طرف کے قاضی کو جہاں وہ زمین ہے تاکہ وہ اوس زمین کے دلا دینیکا
امر کرے وقیل لا یصح ومشی علیہ فی الکنز والملتقی اور بعضوں نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین میں صحیح نہیں ہے اور اسی قول پر صاحب کنز
اور ملتقی چلے ہیں ھم مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہمنے کنز الدقائق کے قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ صحیح قول یہہ ہے کہ قاضی کا
حکم محدود میں صحیح ہے اگرچہ عقار محدود اوسکے قاضی کی حکومت میں نہو کذا فی الطحطاوی قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او
بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشہود او ابطلت حکمی ونحو ذلک لا یعتبر قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وھو
المدعی قاضی نے گواہوں سے ایک حادثہ میں حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ میں اپنے حکم سے پھر آیا سوا اسکے مجکو کچھہ اور ظاہر ہوا یعنی میں نے ناحق حکم کیا یا کہ میں
گواہوں کے فریب میں پڑ گیا یا کہ میں نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا مانند اسکی اور کچھہ کہا ابطال حکم میں تو ان سب باتوں میں قاضی کا قول معتبر نہوگا بسبب متعلق
ہوجانے حق غیر کے یعنی مدعی کے حق تعلق کیوجہ سے ھم اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ رای اول راجح ہوگئی حکم دینے سے تو رای ثانی سے جو اوسکی برابر ہے منقوض
نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء ماض ان کان بعد دعوی صحیحۃ وشہادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہے اگر صحیح دعوی اور شہادت
مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو ھم صحیح دعوی وہ ہے جس سے دعوے کے احکام متعلق ہوں تو اوسمیں مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضاء میں اور مطالبہ
جواب کا اور گواہوں سے ثابت کرنا مثلا ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہے شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہے تو فاسد دعوے

اور شہادت غیر مستقیمہ مین اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاویگا اور فاسد دعوی کیصورت یہہ ہی کہ محدود کا دعوی کرے اور حد
بیان نکرے کہ وہ بارغ سے یا صاف زمین ہی اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کی یہہ ہی کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پہر اپنی علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اوسکا
حکم جاری رکہنا لائق نہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی لمخالفتہ الا فی ثلث مرت فی القضاء علو بعلمہ او بخلاف مذہبہ او ظہر خطاءہ قاضی
کا حکم دعوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہی مگر تین صورتونمین نافذ نہین جو کتاب القضا مین مذکور ہو گئین یعنی اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون
گواہون کے حکم کیا یا اپنی برخلاف مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ بہ یفتی قالہ ابن
الغرس فی الفواکہ البدریۃ زاد فی البزازیۃ خلافا لمحمد زاد فی البحر والمنفذ ہو قاض اٰخر فحینئذ لا یکون القول لہ فی انہ
لم ینقض لوجود قضاء الثانی بہ قال المصنف وھو قید حسن لم اقف علیہ لغیر صاحب البحر جبکہ گواہون نے قاضی سے کہا کہ تو نے
حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہی ایسا کہا ہی ابن الغرس نے فواکہ بدریہ مین بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے
کہ یہہ قول محمد کے خلاف ہی بحر الرائق مین یہہ قید زیادہ کی ہے کہ جبتک کہ قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نکر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم
قضا مین مقبول نہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہہ قید خوب ہی مین واقف نہوا اس قید پر سوای صاحب بحر کے اور کسی کتاب مین شرط
نفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق العباد ان یصیر الحکم فی حادثۃ بان یتقدمہ دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی
شرط نافذ ہونے قضا کی مسائل اجتہادیہ مین حقوق عباد سے یہہ ہے کہ حکم حادثہ مین اسطرحپر کہ نفاذ قضا پر دعوی صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک مخاصم سے دوسرے
مخاصم پر جو منازع شرعی ہی صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اوسکو جاری کردے تو بلا حضور خصمین کے
حنفی کو اوسکا نافذ کرنا جائز نہین طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالی کے حقوق مین جیسا کہ حد وداور عتق اور طلاق مین حادثہ
شرط نہین اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہوگیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی جیسا کہ فضولی اور مودع اور مستعیر نکل گئی اسواسطے کہ انکا
نزاع معتبر نہین انتہے فلو ادعی حقی علی اٰخر عند قاض فقضی بہ ببرھان بدون منازعۃ و مخاصمۃ شرعیۃ و تداع بینہما لم ینفذ قضاؤہ
لفقد شرطہ وھو التداعی بخصومۃ شرعیۃ وکان افتاء فیحکم بمذہبہ لا غیر کما قدمناہ فی القضاء وافادہ بقولہ تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے
شخص پر قاضی کے روبرو گواہون سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اسکا حکم کر دیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ متخاصمین
مین تداعی اور باہم حاضر ہونا دار القضا مین واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہہ
قضا نہ ٹھہری فتوی دینا ٹھہرا تو قاضی اپنی مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق جیسا کہ ہمنے اسکو کتاب القضا مین ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنی قول آیندہ
مین اسکو بیان کیا فلو رفع الیہ ای الحنفی قضاء مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیہ وعمل الحنفی بمقتضی مذہبہ لعدم تقدم ما یمنعہ من ذلک
لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ التی ھی شرط انعقاد القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کیطرف
مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اوسکی طرف التفات نکیا جاوے اور قاضی حنفی بمقتضاے اپنی مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اوس شرط کے
جو اوسکو اپنی مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاے مالکی مخرج فتوی یعنی انعدام شرط سے قضا بمنزلہ فتوی کے ہوگئی بجہت عدم تقدم خصومت شرعیہ
کے جو شرط تہی انعقاد قضا کی حق العباد مین اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول لہ طلب شہود الاصل مر فی القضاء قیدہ بارتیابہ فی
حکم الاول فافاد انہ اذا لم یرتب فیہ لا یتعرض لہ جب تردد مین پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم مین تو اوسکو جائز ہی اصل کے گواہونکو طلب کرنا یہہ
مسئلہ مذکور ہو گیا کتاب القضا مین مصنف نے قاضی اول کے حکم مین تردد کی قید لگائی تو یہہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اسمین اوسکو تردد نہو تو طلب شہود کا متعرض
نہو قال فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنی اذا تبین وجہ فسادہ بطریقہ
فللثانی نقضہ تو اکر بدریہ مین کہا کہ فقہا نے کہا ہی کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہین جاتا اوسکو راستی اور درستی پر محمول ہوتا ہی بخلاف قضاء اوس قاضی کے کہ

مستحق نہیں یا جاہل ہو کہ اب نقض قضا جائز ہے یعنی اُس شرط سے جبکہ فساد قضا کی وجہ مستفاظاہر ہو گئی ہو اور اسکی طریقہ منصوص ہے تو دوسرے قاضی کو اسکا توڑنا جائز ہے ھ قاضی اول کی قضا میں ارتیاب کیوجہ یہہ ہو کہ وہ مستحق نہیں ہو جاتا ہے اسکا حکم کر دیا ہو اور ظہور وجہ فساد کی یہہ صورت ہو کہ ثبوت محدود کا حکم کیا اور حالانکہ یہہ بیان اوسمین نہیں کہ وہ باغ ہے یا مکان زمین یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو اسصورت میں قضا باطل ہے کذا فی الطحطاوی واذا ترتب

بیع التعاطی علی بیع باطل او فاسد لا ینعقد لما مر فی اول البیوع عن الخلاصة والبزازیة والبحر جبکہ بیع التعاطی مرتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد پر تو منعقد نہوگی یہہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول کتاب البیوع میں خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے ھ بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد جو ہمیں شرط ہو جو مقتضای بیع نہیں اور ترتب کے لفظ سے یہہ اشارہ کیا کہ متعاقدین میں متارکہ واقع نہیں ہوا اور اگر متارکہ ہوگا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا

فی الطحطاوی خبأ قوماً ثم سأل رجلاً عن شیء فأقر به وهم یرونه ویسمعون کلامه وهو لا یراهم جازت شهادتهم علیه بذلك الاقرار ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پہر ایک مرد سے پوچھا اوسنے اُس شی کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اوسکو دیکھتے ہیں اور اوسکا کلام سنتے ہیں اور وہ یعنی مقر انکو نہیں دیکھتا ہو تو انکی گواہی اوس شخص کے اِس اقرار پر جائز ہے وان سمعوا کلامه ولم یروه لا تجوز شهادتهم علیه لأن النغمة تشتبه فقد الا اذا علموا انه لیس فیه غیره بأن دخلوا البیت ثم خرجوا وجلسوا علی بابه ولا مسلك لغیره ثم دخل رجل فسمعوا اقراره ولم یروه وقت اوراگر لوگوں نے کلام اوسکا سنا اور اوسکو نہ دیکھا تو انکی گواہی اوس پر جائز نہیں ہے اسلئے کہ آواز مشابہ ہوتی ہے دوسری آواز کے تو شبہہ واقع ہوگا مگر جبکہ لوگوں نے معلوم کیا کہ اوس مکان میں سوای اقرار کرنیوالے کے دوسرا نہیں ہے اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری میں داخل ہوئے پہر باہر نکلے اور اوسکے دروازہ پر بیٹھے اور اوس کوٹھری کا سوای اُس دروازہ کے کوئی اور راہ نہیں ہے پہر ایک مرد اوس کوٹھری میں داخل ہوا سو اُن لوگوں نے اُسکا اقرار سنا اور اقرار کیوقت اوسکو

نہیں دیکھا تو اب شہادت جائز ہے یعنی عدم اشتباہ کیوجہ سے باع عقاراً او حیواناً او ثوباً وابنه او امرأته او غیرهما من اقاربه حاضر یعلم به ثم ادعی الابن مثلاً انه ملکه لا تسمع دعواه کذا اطلقه فی الکنز والملتقی وجعل سکوته کالافصاح قطعاً للتزویر والحیل بیع عقار یا جانور یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اوسکی عورت یا اونکے سوا کوئی اور قرابت دار حاضر ہو اور بیع کو جانتا ہو پہر مثلاً بائع کے بیٹے نے یہہ دعوی کیا کہ مبیع میری ملک ہے نہ بائع کی تو اوسکا یہہ دعوی مسموع نہوگا اسیطرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہے کنز اور ملتقی میں اور اوسکا ساکت رہنا بیان کی مانند ٹھہرایا قطع تزویر اور قطع حیل فاسد کیواسطے ھ یعنی حضور اور علم اور عدم منازعت فرزند کو اسکا اقرار ٹھہرایا کہ مبیع بائع کی ملک ہے اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل کر کے یہیں تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کیوقت سکوت کرے تو اب دعوے اوسکا مسموع نہوگا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس قید سے تو قریب اور ہمسایہ برابر ہوا جاتا ہے اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہیں چنانچہ یہہ مخفی نہیں ہے جو فقہا کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی

مختصراً وقالوا فیمن زوجه بلا جهاز ان سکوته عن طلب الجهاز عند الزفاف رضی فلا یملك طلب الجهاز بعد سکوته کما مر فی باب المهر اور فقیہوں نے اُس مرد کے حق میں جسکا نکاح بدون جہیز کے کر دیا کہا ہے کہ اوس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کیوقت رضامندی ہے بعدم جہیز تو اب طلب جہیز کا مالک نہوگا بعد ساکت ہو جانے کے چنانچہ باب المہر میں گذر گیا بخلاف الاجنبی فان سکوته ولو جاراً لا یکون رضی برخلاف اجنبی شخص کے اسواسطے کہ اوسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہوگا الا اذا سکت وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیه زرعاً وبناءً فحینئذ لا تسمع دعواه علی ما علیه الفتوی قطعاً للاطماع الفاسدة مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم مبیع کیوقت اور مشتری نے اوسمیں تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اوسکا دعوی مسموع نہوگا بنا بر اوس قول کے جسپر فتوی ہو گیا ہے تاکہ فاسد لالچ قطع ہو جاوین وبخلاف ما اذا باع الفضولی ملك رجل والمالك ساکت حیث لا یکون سکوته رضی عندنا خلافاً لابن ابی لیلی بزازیة من الفصل الخامس وغیره اور برخلاف اسصورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہے کیونکہ اوسکا چپ رہنا رضامندی نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک برخلاف مذہب ابن ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچویں فصل کے اخیر میں مذکور ہے اور اوسکے سوا اور کتاب میں بھی ھ سکوت مالک اسواسطے رضا نہوا

لیے بیان سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا محتمل ہے کذا فی الحموی باع ضیعۃ ثم ادعی انہا وقف علیہ او علی مسجد کذا او کنت وقفتہا واراد تحلیف
المدعی علیہ لیس لہ ذلک اتفاقا للتناقض وان اقام بینۃ تقبل علی الاصح لا لصحۃ الدعوی بل لقبول البینۃ فی الوقف بلا دعوی خلافا لما اختارہ
الزیلعی وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو مجھپر وقف ہے یا فلانی مسجد پر وقف ہے یا میں نے اسکو وقف
کیا تھا اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہی تو بیہ اوسکو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اوسپر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے نہ اسو
سے کہ دعوی بائع کا صحیح ہے بلکہ اسوجہ سے کہ وقف میں بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہوجاتی ہے برخلاف اوس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم
قبول شہادت کو صواب کہا ہے اور ہمنے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق میں محقق بیان کیا ہے وھبت مھرھا لزوجھا فماتت وطالبت ورثتہا
بمھرھا وقالوا کانت الھبۃ فی مرض موتھا وقال بل فی الصحۃ فالقول للورثۃ ھذا ما اعتمدہ فی الخانیۃ تبعا لروایۃ الجامع الصغیر بعد نقلہ ما
فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد علی تلک الروایۃ لانھم تصادقوا علی وجوب المھر واختلفوا فی السقوط فالقول لمنکرہ الخ
زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثوں نے اوسکا مہر زوج سے طلب کیا اور بولے کہ ہبہ مہر اوسکی مرض الموت میں واقع ہوا اور زوج نے
کہا بلکہ اوسنے صحت میں ہبہ کیا تو وارثونکا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاوی قاضیخان میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کرکے بعد نقل کرنے اوس قول
کے جو فتاوی نسفی میں ہے یہہ کہ زوج کا قول مقبول ہے سو قاضیخان نے کہا کہ اوسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے اسواسطے کہ ان سبنے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط
مہر میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا الخ ھ باقی کلام قاضی خان کا یہہ ہے کہ یہہ امر حادث ہے اور حوادث میں اصل یہہ ہے کہ اقرب اوقات کیطرف مضاف ہوں
قلت واقرہ فی تنویر البصائر واعتمدہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم بہ شراح کالزیلعی وابن
سلطان بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے برخلاف اوس قول
کے جسکا ملتقی الابحر میں کنز الدقائق کی مانند یقین کیا ہے وہ یہہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحوں نے اسکا یقین کیا ہے
کہ زوج کا قول معتبر ہونا استحسان ہے یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظھرہ ابن الھمام فی آخر المھر فقال
وجہ الظاہر ان الورثۃ لم یکن لھم حق بل لھا وھم یدعونہ لانفسھم والزوج منکر فالقول لہ میں کہتا ہوں اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی
ہے کمال الدین ابن الہمام نے آخر باب مہر میں سو یوں کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہہ ہے کہ وارثونکا حق مہر میں نہیں بلکہ زوجہ کا حق ہے اور وارث اوسکا دعوی کرتے
ہیں اپنے فائدہ کیواسطے اور زوج منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثونکا لان القول قول المنکر واللہ اعلم وکلھا بطلاقھا لا یملک عزلھا لانہ
یمین من جھتہ زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہیں کرسکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہے زوج
کی جہت سے ھ یعنی وکیل کرنے میں معنی یمین ہے یعنی طلاق زوجہ کی تعلیق ہے زوجہ کے فعل پر اور یمین میں رجوع کا اختیار نہیں لیکن یہہ توکیل مجلس پر منحصر ہے
اسواسطے کہ فتاوی صغری میں مذکور ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو وکیل کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہہ وکالت اوسی مجلس پر مقصور ہے اور
برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہیں اور اوسمیں زوج کو رجوع کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وکلتک بکذا علی انی متی عزلتک
فانت وکیلی فطریقہ ان یقول فی عزلہ عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات اما کلما فلعموم الافعال ایک نے دوسرے کو کہا کہ میں
تجھکو اس کام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ میں جب تجھکو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اوسکے معزول کرنیکا طریقہ یہہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تجھکو معزول کیا
پھر تجھکو میں نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہے اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کیواسطے موضوع ہے فلو قال کلما عزلتک
فانت وکیلی یقول فی عزلہ رجعت عن الوکالۃ المعلقۃ وعزلتک عن الوکالۃ المنجزۃ الحاصلۃ من لفظ کلما فحینئذ ینعزل تو اگر یوں کہا کہ
ہربار میں تجھکو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اوسکو معزول کرنے میں یوں کہے کہ میں ہوا وکالت معلقہ سے اور میں نے تجھکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو
حاصل ہوئی کلما کے لفظ سے جسکا ترجمہ ہربار ہے تو اب وہ معزول ہوجائیگا قبض بدل الخلع شرط ان کان دینا بان صالح علی دراھم عن نافیۃ

او عن شیء اٰخر فی الذمة قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہے اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسرے دین سے اسطرح پر کہ درموں پر صلح کی دینار دینے یا اور کسی
چیز سے جو ثابت ہو ذمہ میں ولا یکون دینا بدین لا یشترط قبضه لان الصلح اذا وقع علی عین تتعین لا یبقی دینا فی الذمة فجاز الافتراق منه
اور اگر صلح دین کی دین سے ہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہیں اسلئے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہوگئی ذمہ پر دین باقی نرہی تو اوسکی افتراق جائز ہے
یعنی برخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان افتراق صحیح نہیں کیونکہ وہان صلح معاوضہ صرف ہوگئی اور صرف میں افتراق جائز نہیں قال المدعی لا بینة لی فبرهن
ولو بعد حلف خصمه جواهر الفتاوی وکذا لو قال عند طلبه یمینه اذا حلفت فانت بریء من المال الذی لی علیک وحلف ثم برهن علی الحق
قبل وقضی له بالمال خانیه مدعی نے کہا کہ میرے دعوی پر گواہ نہیں پھر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعاعلیہ کے قسم کہانیکے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی
اور اسیطرح اگر مدعی نے مدعاعلیہ کی قسم کی طلب کرنیکے وقت یوں کہا کہ جب تو قسم کہائیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا میرے اوس مال سے جو تجپر ہے اور اوسنے قسم کہائی
پہر مدعی نے گواہی ثابت کی اپنے حق پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اوسکو مال دلایا جائیگا کذا فی الخانیہ هم طحطاوی نے مناسب مقام ایک نفیس مسئلہ امام محمد کے کلام سے
نقل کیا وہ یہ ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجپر ہزار درم ہین سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کہائے کہ ہزار درم مجپر ہین تو مین ادا کرونگا سو اوسنے قسم
کہائی تو مدعاعلیہ نے درم ادا کیے سو اگر اوسنے بشرط مذکور پر ادا کئے تو یہہ باطل ہے اور اگر نے والیکو پہیر لیسا ما رہے اسواسطے کہ بسبب باطل ہونے ترم کے
نہیں اسواسطے کہ قسم شرع شریف مین شاکر پر نہین مدعی پر تھے او قال الشاهد لا شهادة لی فشهد تقبل لامکان التوفیق بالنسیان ثم التذکر
یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہیں پہر اوسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی بسبب امکان توفیق کے بھولنے سے پہر یاد کرنے سے یعنی یہہ امر ممکن ہے کہ اول گواہی یاد
نتہی پہر تو اوسکی نفی کی پہر یاد آئی تو ظاہر کی ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہیں کما لو قال لیس لی عند فلان شهادة ثم جاء فشهد او قال
لا حجة لی علی فلان ثم اتی بها بالحجة فانها تقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق ثم ادعی حقا لم تسمع للتناقض جیسا کہ اگر ایک شخص
کہا کہ میرے تئین فلانے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہیں پہر اوسی شخص کر لایا سو اوسنے گواہی دی یا یون بولا کہ میرے حق کی فلانے شخص پر کچھہ حجت شرعی نہیں پہر وہ
حجت شرعی لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اوس دلیل سے جو ہمنے مذکور کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان ثم التذکر برخلاف اوسکے جبکہ بولا کہ
میرا حق نہیں پہر اوسنے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہوگا تناقض کے سبب هم اگر کوئی کہے کہ یہان بہی نسیان اور تذکیر سے توفیق مذکور ممکن ہے اوسکا
جواب یون ممکن ہے کہ اس مسئلہ مین برات دعوی مدعاعلیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پہر قول ثانی سے عدم برات ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی للامام ان یخرج
الیقطاع من الاقطاع انسانا من طریق الجادة ان لم یضر بالمارة لان للامام ولایة ذلک وکذا نائبه جس حاکم کو بادشاہ نے
حکومت دی ہو اور اوسکو اختیار ہو کہ قطعہ زمین کا معین کر دے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اوسقدر زمین دینے سے چلنے پہرنیوالونکو ضرر نہو اسلئے کہ بادشاہ
کو اسکا اختیار ہے تو اسیطرح اوسکے نائب کو بہی اختیار ہے شارح نے کہا لیقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہے مجرد نہیں صادره السلطان ولم یعین
بیع ماله فلو عینه فمکره الا ان یاخذ الثمن طوعا فباع ماله بسبب المصادرة صح بیعه لا تخیره مکره الا کما لو اکره ایک شخص سے بادشاہ نے مال
طلب کیا اور اوسکے مال کا بیچنا مقرر نہیں کیا یعنی یون نہیں کہا کہ یہہ مال بیچکر مال دے سو اوسنے اپنا مال بیچا مصادره سلطانی کے سبب سے تو بیع اوسکی صحیح ہے اسواسطے کہ بائع مکره
نہین یعنی بیع پر بالخصوص جبر نہیں ہوا چنانچہ کتاب الاکراه میں یہہ مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اوسکے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکره ہے اسلئے
اوسکی بیع اب صحیح نہیں مگر یہہ کہ وہ شخص ثمن اوسکا اپنی خوشی سے لے تو مکره نہوگا بیع اوسکی صحیح ہوگی کالدائن اذا حبس بالدین فباع ماله لقضائه
صح اجماعا جیسے کہ دائن نے مدیون کو محبوس کیا دین کے سبب سو اوسنے اپنا مال بیچا ادای دین کیواسطے تو بیع اوسکی بالاتفاق صحیح ہے خوفها زوجها
او غیره بالضرب حتی وهبت مهرها لم یصح ان قدر علی الضرب لانها مکرهة علیه زوجہ کو اوسکے زوج نے یا اور شخص نے ڈرایا مارنے سے یہان تک کہ
اوسنے اپنا مہر بخشدیا تو یہہ ہبہ صحیح نہیں اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہے اسواسطے کہ اوسپر جبر ہوا مال کی بخشش پر هم ضرب سے ضرب شدید مراد ہے اسواسطے کہ
ضرب غیر شدید سے اکراه ثابت نہیں ہوتا وان اکرهها علی الخلع وقع الطلاق ولا یسقط المال لان طلاق المکره واقع ولا یلزم المال به لما قلنا

اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اوسنے خلع کیا بعوض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہوگا اسواسطے کہ مکرہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہی اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا اوس دلیل سے جو ہمنے مسئلہ سابقہ مین مذکور کی ھ اسمین نظر ہے اسواسطے کہ زوج مکرہ نہین طلاق مین کذا فی الطحطاوی عن السند ولو احالت انسانا علی الزوج ثم وھبت المھر للمحتال لم یصح قالوا وھی الحیلۃ قلت انما تتم بقبولہ فیعلم حیلۃ بانا ان یقال انہ یتمکن المحتال من مطالبتہ برفعہ الی من لا یشترط قبولہ اور اگر زوجہ ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخشدیا تو درست نہوگا فقیہون نے کہا ہی اور یہی حیلہ ہی مین کہتا ہون کہ حیلہ مذکورہ تمام نہوگا مگر زوج کے قبول سے سو زوج اوسکے حیلہ کو معلوم کر جاویگا یعنی ترک قبول کریگا اور عالا انکہ اوسکا قبول کرنا شرط ہے مگر یہہ کہ یون جواب دیا جاے کہ محتال یعنی صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اور اسکی نالش کر کے اوس قاضی کے پاس جو محتال علیہ کے قبول کو شرط نہین کرتا اتخذ بئرا فی ملکہ او بالوعۃ فنز منہا حائط جارہ وطلب جارہ تحویلہ لم یجبر علیہ ومفادہ انہ یؤمر بالرفق دفعا للاذی ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اوس سے اوسکے ہمسایہ کی دیوار تر ہوگئی اور اوسکے ہمسایہ نے اوسکی تحویل چاہی تو اوسپر حاکم جبر نکریگا اور عدم جبر سے یہہ مستفاد ہوتا ہی کہ اوسکو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور مشقت کیواسطے اور عدم جبر کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی ملک مین مختار ہے وان سقط الحائط منہ لم یضمن لعدم تعدیہ اذ حفرہ فی ملکہ فکان تسببا اور اگر دیوار گر گئی پانی کی تراوٹ سے تو کھودنیوالے پر ضمان لازم نہوگا اوسکی عدم تعدی سے اسواسطے کہ اوسنے اپنی ملک مین کنوان کھودا تو یہہ تسبب ہوا یعنی انہدام کا سبب ہوگیا نہ فاعل اوسکا اور ضامن فاعل ہوتا ہی نہ متسبب وقدم فی آخر الاجارۃ انہ لو سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ فتعدی لجارہ ضمن اور کتاب الاجارہ کے آخر مین گذر گیا یہہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اوسمین نہ ٹھہرا سو اوسکے ہمسایہ تک پہونچا یعنی اوسکا نقصان ہوا تو تاوان دیگا عمر دار

زوجتہ بمالہ باذنہا فالعمارۃ لہا والنفقۃ دین علیہا لصحۃ امرہا زوج نے اپنی زوجہ کے گھر مین عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہی اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اوسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہے نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسے دین کے ادا کردینے کا امر ولو عمر لنفسہ بلا اذنہا فالعمارۃ لہ ویکون غاصبا للعرصۃ فیؤمر بالتفریغ بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہی اور وہ غاصب ہے گا زمین کے خالی کردینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اسکی طالب ہوگی تو حکم ہوگا ولہا بلا اذنہا فالعمارۃ لہا وہو متطوع فی البناء فلا رجوع لہ اور اگر عمارت زوجہ کیواسطے بنائی بدون اوسکی اذن کے تو عمارت زوجہ کی ہی اور زوج عمارت بنانے مین احسان کرنیوالا ٹھہریگا تو خرچ کا لینا اسکا جائز نہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا بینۃ فالقول للمنکر بیمینہ اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن مین اختلاف کیا اور اسکے گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا وفی ان العمارۃ لہا اولہ فالقول لہ لانہ ھو المتملک کما افادہ شیخنا وتقدم فی الغصب اور اگر دونون نے اختلاف یہہ کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو یہان زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو متملک ہی چنانچہ ہمارے استاد نے اسکو بیان کیا ہی اور کتاب الغصب مین یہہ مسئلہ مذکور ہو چکا قال ھذہ رضیعتی ثم اعترف بالخطاء وصدقتہ فی خطاءہ فلہ ان یتزوجہا اذ لم یثبت علیہ بان قال فان انہ لا یثبت الا بالقول کقولہ ھو حق او صدق او کما قلت او اشھد علیہ بذلک شھودا او فی معنی ذلک من الثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی بکر نے کہا کہ یہہ عورت میری شیرخوار ہی یعنی میری زوجہ کا اسنے دودہ پیا ہی پھر اوسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اوسکی چوک جانے کی تصدیق کی تو اوس مرد کو اوس عورت سے نکاح کرنا جائز ہی بشرطیکہ شیرخوارگی کے قول پر ثابت نرہا ہو اسطرح کہنے سے کہ وہ قول شیرخوارگی کا حق یا راست ہی یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہی یا اوس قول پر لوگون کو گواہ کیا ہو یا جو اسکے معنی ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنیوالا ہی شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالین دیگر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ھ مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر یون کہتا کہ اوسکی شیرخوارگی حق یا راست ہی یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہے یا اسپر گواہ کیے پھر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو قول اوسکا مقبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اوسکی خطا کی تصدیق کرے تو وہ فسخ نہو کذا فی الطحطاوی وھل یکون تکرار اقرارہ بذلک ثباتا خلاف مبسوط والمبسوط

حاصلہ ان التکرار لا یثبت بہ الاقرار اور شیر خوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہو یا نہیں اسمین خلاف ہی عالمگیری جو مبسوط میں شرح نکرد ہو اور حاصل
یہ ہے کہ تکرار سے اقرار ثابت نہیں ہوتا ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح یہ کہا ہو حاشیہ کے یہ اچھا کہتا تو واضح تر ہوتا ولو اخذ حیلۃ غریمہ فنزعہ انسان من یدہ
لم یضمن لانہ تسبیب اور اگر ایک مرد نے اپنی مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اوسکو اوسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اوس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ یہ کھینچ لینا
سبب ذمی ہے بھاگنے کی ھم وائن کی حق تلفی ہوتی مدیون کے بھاگجانے سے تو لازم ہو کہ یہ شرح حق تلفی مضاف نہوگی جو اوسپر ضمان لازم آوے وکذا اذا دل السارق
علی مال غیرہ او امسک ھاربا من عدوہ حتی قتلہ حد یث لیسا قلنا اور اسیطرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سو اوسنے چرایا
یا جو شخص اپنے دشمن سے بھاگا تھا اوسکو پکڑ رکھا یہانتک کہ اوسکو دشمن نے اوسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص دال اور ممسک پر لازم نہ آویگا بوجہ
سے جو ہمنے مذکور کی یعنی تسبیب ھم یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے فی یدہ مال لانسان
فقال لہ سلطان ادفع الی ھذا المال والا اقطع یدک او اضرب لک خمسین فدفع لم یضمن الدافع لانہ مکرہ ایک شخص کے ہاتھ میں
دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے اوس سے کہا کہ یہ مال مجکو دیدے اور اگر مجکو ندیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجکو پچاس بار ماروںگا سو اوسنے اوسکو مال دیا تو مال
والے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسپر اکراہ ہوا ہے اور جبر ہوا قال ترکت دعوای علی فلان وفوضت امری الی الاخرۃ لا تسمع دعواہ بعدہ
ای بعد ھذا القول ذکرہ فی القنیہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دعوی جو فلانے شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اوسکا دعوی مسموع
نہوگا قنیہ میں اسکو ذکر کیا ہے الاجازۃ تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب عینا لانسان فاجاز المالک غصبہ صح اجازتہ وحینئذ فبرأ
الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلوں کو بھی لاحق ہوتا ہے بنا بر قول صحیح کے تو اگر ایکنے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اسکا غصب جائز
رکھا تو اوسکی اجازت صحیح ہوگی اور اسوقت مین تو بری الذمہ ہو جاویگا غاصب تاوان سے ھم اجازت افعال کی قید اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال میں خلاف
نہیں ہے چنانچہ فضولی کے تصرفات مین ولو استغرہ فاحرہ بالحفظ لا یکون عن الضمان مالم یحفظ وتمامہ فی العمادیہ اور اگر غاصب نے منصوب سے
نفع لیا پھر مالک نے اوسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اوسکی نگہبانی حفاظت نکریگا اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہے ھم
انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور اوسکو حفاظت کا امر ہوگا تو مجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی وضع
منجلا فی الصحراء لیصید بہ حمار وحش وسمی علیہ فجاء فی الیوم الثانی فیکا انفاق اذ لو وجد میتا من ساعتہ لم یحل زیلعی و وجد
الحمار مجروحا میتا لم یوکل لان الشرط ان یذبحہ انسان او یجرحہ والاذنو لکن الخبر بھا یا بالی جنگل مین آکر اوس نے گورخر کا شکار کرنے کو اور
بسم اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہان آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نکھایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہ ہے کہ اسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے
اور نہیں تو اوس جانور کی مانند ہے جو دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اوسکو
اوسی ساعت مین مردہ پاویگا تو حلال نہوگا کذا فی الزیلعی کرہ تحریما وقیل تنزیہا والاول اوجہ من الشاۃ سبع الحیاء والخصیۃ والغدۃ
والمثانۃ والمرارۃ والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراھۃ ذلک مکروہ تحریمی ہیں بھیڑ بکری سے سات چیزیں فرج اور خصیہ اور غدود
اور پھوکنا اور پتہ اور جاری خون اور ذکر بدلیل اوس اثر اور خبر کے جو اسکی کراہت مین وارد ھی شارح نے کہا اور بعضوں نے ان چیزوں کو مکروہ تنزیہی
کہا ہے اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی ان اشیا کی اقرب بدلیل ہے وجمعہا بعضہم فی بیت واحد فقال س فقل ذکر والانثیان مثانۃ + کذاک
دم ثم المرارۃ والغدد + اور بعضے فقیہوں نے اشیاء مکروہہ کو ایک بیت مین جمع کر دیا سو یون کہا ہے سو تو کہہ کہ ذکر و دونوں فوطے
اور پھوکنا اسیطرح خون ہے پھر پتا اور غدود ھم اس بیت مین چھ چیزیں ہین نہ سات وقال غیرہ س اذا ما ذکیت شاۃ فکلھا + سوی سبع
ففیھن الوبال + فحاء ثم خاء ثم غین + ودال ثم میمان وذال اور غیر ناظم سابق نے یون نظم کیا ہے کہ جب بھیڑ بکری ذبح کیجاوے تو اوسکو کھا
سوا سات چیزوں کے کہ اونکے کھانے مین وبال ہے سو وہ حاء مہملہ ہے پھر خاء معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ ھم حاء مہملہ سے

ہیا یعنی جیم مراد ہو اور خا معجمہ سے خصیہ اور غین سے غدود اور دال سے دم اور میم اول سے مثانہ اور میم ثانی سے مرارہ اور ذال معجمہ سے ذکر مراد ہے للقاضی

اقراض مال الغائب والطفل واللقطة بشروط تقدمت فی القضاء قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہے ان شرطون کے

ساتھ جو کتاب القضا مین مذکور ہو چکین ہم شروط مذکورہ یہہ ہین کہ یتیم کا وصی نہو اور عقد مضاربت کا کوئی قبول کرنیوالا نہو اور مستقرض مقدور والا ہو دی

بخلاف الاب والوصی والملتقط الا اذا اشہد ہا حتی شاع عن التصدق بہ فاقراضہ اولی بلطے برخلاف باپ اور وصی اور لقطہ پانیوالے کے یعنی

باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہین ہے جبکہ ملتقط لقطہ کو لوگونمین خوب ظاہر کردے یہانتک کہ وہ مشہور ہو جاے

تو اب ملتقط کو لقطہ کا تصدق کرنا جائز ہے تو اوسکو قرض دینا بطریق اولے جائز ہوگا کذا فی الزیلعی ہم طحطاوی کے نسخہ مین یون عبارت ہے الا اذا اشہد ہا

حتی ساغ تصدقہ فاقراضہ اولی دونون عبارتونکا حاصل مطلب ایک ہے قال ان کان اللہ یعذب المشرکین فامرأتہ طالق لا تطلق امرأتہ

لان من المشرکین من لا یعذب کذا فی الخانیۃ ایک شخص نے کہا کہ اگر اللہ تعالی سب مشرکونکو عذاب کریگا تو اوسکی عورت مطلقہ ہے اس قائل کیعورت پر

طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ مشرکونمین سے بعضونپر عذاب نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہے وظاہر توجیہہ ان المراد بہذا البعض من یصدق علیہ المشرک

فی الجملۃ بان یکون مشرکا فی عمرہ ثم یختم لہ بالحسنی او اطفال المشرکین فانہم مشرکون شرعا واذا ثبت ان البعض لا یعذب وہی سالبۃ

جزئیۃ لم تصدق الموجبۃ الکلیۃ القائلۃ کل مشرک یعذب قالہ المصنف اور ظاہر توجیہ اور تاویل مسئلہ مذکورہ کی یہہ ہے کہ اس بعض غیر معذب سے

لوگ مراد ہین جنپر لفظ مشرک کا اطلاق فی الجملہ صادق آتا ہو یعنی کسی زمانہ مین شرک کا مرتکب ہوا ہو اسطرحپر کہ اپنی عمر مین مشرک ہو پہر اوسکا خاتمہ بخیر ہوا ہو کلمہ

توحید سے یا بعض سے اطفال مشرکین مراد ہون کیونکہ وہ شرعا مشرک ہین یعنی بحکم دین آبائی انپر مشرک کا اطلاق ہے پہر جب یہہ ثابت ہوا کہ بعض مشرک معذب

نہین اور یہہ قضیہ سالبہ جزئیہ ہے تو موجبہ کلیہ یعنی ہر مشرک معذب ہے صادق نہ آیا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم منطق مین ثابت ہے کہ صدق

سالبہ جزئیہ سے موجبہ کلیہ صادق نہین رہتا موجبہ کلیہ یہان ان کان اللہ یعذب المشرکین ہے اسواسطے کہ المشرکین کا الف لام استغراق کا ہے یعنی کل

مشرک معذب اطفال مشرکین مین اختلاف ہے علما کا مشہور یہہ ہے کہ وہ بہشت مین داخل ہونگے وقد اورد ہذا اللغز علی غیر ہذا ابن وہبان فقال

ف وہل قائل لا یدخل النار کافر + ولکنہا بالمؤمنین تعمر اور البتہ ابن وہبان اس پہیلی کو متن کے مغایر اور طرحپر لایا ہے وہبانیہ مین

سو اوسنے یون کہا اور کوئی ایسا قائل ہے کہ کہتا ہو کہ دوزخمین کافر داخل نہوگا ولیکن وہ دوزخ مومنون سے معمور ہوگی قال ومعناہ ان الکفار لما

رأوا النار یؤمنون باللہ تعالی ورسولہ ولا ینفعہم قال تعالی فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا بأسنا ابن وہبان نے کہا اور اس پہیلی کا مطلب

یہہ ہے کہ کفار جب دوزخ کو دیکہین گے اللہ تعالی پر اور اوسکے رسول پر ایمان لاوینگے اور اوسوقت کا ایمان اونکو نفع نکریگا حق تعالی نے فرمایا تو کام نہ آیا

اونکا ایمان لانا فائدہ نکریگا جبکہ وہ دیکہینگے ہمارا عذاب ہم تو دوزخیون پر ایمان کا لفظ بولا گیا اگرچہ نجات اونکی اس ایمان کے ذریعہ سے ممکن نہین

دیکہو کیسا صادق آیا کہ دوزخ مومنین سے آباد کیجاویگی استغفر اللہ من ہذا اللفظ ولعجز البیت معنی آخر وہو ان عمارہا خزنتہا القائمون بامرہا

ہم مؤمنون ففی البیت سؤالان اور بیت مذکور کے پچہلے مصراع کا ایک مطلب اور بہی ہے وہ یہہ ہے کہ دوزخ کے رہنی والے اور اسکے موکل فرشتے

ہین جو وہانکے کام پر قائم اور متعین ہین اور وہ مومن و متقی ہین تو اس تقریر سے لازم آیا کہ بیت مین دو سوال ہین اگرچہ سوال ثانی مین استدراک مستبعد ہے کذا فی الطحطاوی

قال ابن الشحنۃ وعندی ان ہذا مما ینکر ذکرہ والتلفظ بہ ولا ینبغی ان یذکر ویسطر ولا یقبل تأویل قائلہ انتہی قلت ہذا مع وضوح وجہ

تأویلہ فکیف الاول فلا تغفل ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے کلام کا ذکر کرنا اور اوسکا بولنا جائز نہین اور اسکے لائق نہین ہے کہ

کتاب مین تحریر ہو اور مسطور ہو اور مناسب نہین کہ اوسکے قائل کی تاویل یعنی بات بنانی قبول کیجاے انتہی کلام ابن الشحنہ شارح نے کہا مین کہتا ہون اور یہہ یعنی بیت کا

سوال ثانی یعنی مومنین سے فرشتے مراد ہونا باوجود ظاہر ہونے اوسکی وجہ کے اوسمین کلام کیا گیا اور اسکو مسلم نرکہا سو پہلا سوال یعنی کافر دوزخمین داخل نہوگا

ونکر مانا جاویگا سو آگے کتاب کے دیکہنیوالے اس سے غافل نہو جیو ہم ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ بعضون نے یہہ حکایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے امام

ابو حنیفہ سے پوچھا گیا کہ کیا کہتے ہو اوس شخص کے حق مین جو کہتا ہے کہ مین بہشت کی امید نہین رکھتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہون اور خدا سے نہین ڈرتا اور مردار اور خون کھاتا ہون
اور بےدیکھے گواہی دیتا ہون اور خدا سے نہین ڈرتا اور بےرکوع اور سجود کے نماز پڑھتا ہون اور حق سے بغض رکھتا ہون اور فتنہ کو دوست رکھتا ہون
سو امام نے اپنے اصحاب سے پوچھا سو انہون نے کہا کہ وہ قائل کافر ہے سو امام نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہے بہشت اور دوزخ کے مالک سے ڈرتا ہے
نہ بہشت اور دوزخ سے اور مچھلی اور ٹڈی کھاتا ہے اور حضرت سید المرسلین کی گواہی دیتا ہے اور حالانکہ اوسنے خدا کو اور اوسکے رسول کو نہین دیکھا اور خدا کے ظلم کرنے سے نہین
ڈرتا اسواسطے کہ وہ ظلم سے پاک ہے اور جنازے کی نماز پڑھتا ہے اور موت کو مبغوض رکھتا ہے اور مال کو جو فتنہ ہے دوست رکھتا ہے ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت
مین ایک حرف کا استبعاد ہے تو اسطرح استعمال کرنا جائز نہین اور مین تو اس حکایت کی صحت کو امام کیطرف نسبت نہین مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہین کہتا مگر
ایسے کلام کو حرام کہتا ہون اور اوسکی تاویل اور توجیہ کو نہین مانتا خصوصاً اس زمانے مین جسمین بدعات اور اقوال خلاف شرع ذات اور صفات حق تعالی مین
پھیل پڑے ہین انتہی یہ شرح وہبانیہ کذا فی الطحطاوی ھم سبحان اللہ علماء دین ایسے قول پر بقدر انکار کرتے ہین اگر ہمارے زمانہ کے جہلاء صوفیہ اور بیاکون کا
کلام سنتے تو واللہ اعلم کیا فرماتے اعوذ باللہ من سوء الادب و فضول الکلام ثم رایت شیخنا قال قد نعی بنقله علی نفسه بانه لا یکاد ذاته ما کان ینبغی له
ان یذکره وبالله التوفیق پھر جنے اپنے استاد کو دیکھا فرماتے تھے کہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے نقل کلام وہبانیہ سے اپنی ذات پر نفرین کی یعنی مین نے ایسے
کلام فحش کو ناحق نقل کیا اور مصنف وہبانیہ کو اسکا مدون کرنا اور کتاب مین داخل کرنا لائق نہ تھا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہم مانگتے ہین ھم طحطاوی نے کہا ابن
شحنہ کا عذر ظاہر ہے کہ وہ نظم وہبانیہ کا شارح ہے اور اوس نظم مین یہ بیت بھی داخل ہے صبی حشفته ظاهرة بحيث لو رآه انسان ظنه مختونا ولا تقطع
جلدة ذكره لا بتشدد يدا الم يترك على حاله ایک لڑکا ہے جسکی سپاری اسطرح نمود ہے کہ اگر آدمی اوسکو دیکھے تو گمان کرے کہ اسکا ختنہ ہو چکا ہے اور اوسکے
نازے کی کھال قطع نہین ہو سکتی مگر سخت درد رسانی سے تو وہ اوسی حالت پر چھوڑا جاوے ھم ختنہ سے غرض انکشاف حشفہ ہے پھر جبکہ وہ خود نمودار ہو تو قطع
کرنے کی حاجت نہین کبیر کا مسلم وقال الفضلي الشيخ لا يطيق الختان ترك ایضا مانند اس بڈھے کی جو مسلمان ہو گیا اور واقفکار لوگون نے کہا کہ یہ ختنے کی طاقت
نہین رکھتا تو اسکا بھی ختنہ کرنا ترک کیا جاوے ولو ختن ولم تقطع الجلدة كلها ينظر فان قطع اكثر من النصف كان ختانا وان قطع النصف فما
دونه لا يكون ختانا يعتد به لعدم الختان حقيقة وحكما اور اگر ختنہ کیا اور سب کھال نہ کٹی تو دیکھنا چاہیے سو اگر نصف کھال سے زیادہ کٹ گئی تو
ختنہ ثابت ہو گیا اور اگر نصف کھال یا کم نصف سے کٹی تو ختنہ لائق شمار کے نہوا اسلیے کہ نہ حقیقی ختنہ ہے نہ حکمی ھم ختنہ حقیقی وہ ہے جسمین سب کھال کٹی اور حکمی ختنہ
وہ ہے جسمین نصف سے اکثر کٹی لان للاكثر حكم الكل والاصل ان الختان سنة كما جاء في الخبر وهو من شعائر الاسلام وخصائصه فلو اجتمع اهل بلدة
على تركه حاربهم الامام فلا يترك الا لعذر وعذر شيخ لا يطيق ظاهر اور اصل یہ ہے کہ ختنہ کرنا مردون کے حق مین سنت ہے چنانچہ حدیث مین وارد ہے اور وہ
علامات اسلام اور اوسکی خصوصیات سے ہے تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کرین تو مسلمانون کا حاکم اونسے قتال اور جدال کرے تو ختنہ کسیطرح ترک نہین
ہو سکتا مگر عذر شرعی سے اور بوڑھا کہ مسلمان ہوا اور اوسکی طاقت نہین رکھتا ہے تو اوسکا عذر ظاہر ہے ووقته غير معلوم وقيل سبع سنين كذا في
الملتقى اور ختنہ کرنیکا وقت غیر معلوم ہے یعنی کس عمر مین ختنہ کرنا چاہیے نص قطعی سے ثابت نہین اور بعضون نے کہا ختنہ کا وقت سات برس مین کذا فی
الملتقى ھم وجہ اوسکی یہ ہے کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کا حکم ہے تو اوسی عمر مین اوسکا ختنہ کرنا چاہیے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہ قول نہایہ مین مذکور ہے اور
خزانة الاکمل مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ اگر اس سے کم عمر ہو تو بہتر ہے اور اس سے تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور بعضون نے کہا جب بالغ ہو ختنہ کرے
اسواسطے کہ ختنہ طہارت کیواسطے ہے اور قبل بلوغ کے اوسپر طہارت واجب نہین کذا فی الشمنی وقيل عشر اور بعضون نے کہا کہ دس برس مین ختنہ کا وقت ہے
ھم وجہ اوسکی یہ ہے کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کیواسطے مارنے کا حکم ہے تاکہ اوسکو عادت پڑے نماز کی وقيل اقصاه اثنتا عشرة سنة وقيل العبرة
بطاقته وهو الاشبه اور بعضون نے کہا انتہا مدت ختنہ بارہ برس ہیں اور بعضون نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہے اور یہی قول مناسب تر ہے الاوجه
وقال ابو حنيفة لا علم لي بوقته ولم يرد عنهما فيه شيء فلذا اختلف المشائخ فيه اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مجکو علم نہین ختنہ کرنیکے وقت کا اور

ما بین سے بھی اسمین کوئی روایت وارد نہین تو اسواسطے عالمونکا اسمین اختلاف واقع ہوا وختان المرأۃ لیس سنۃ بل مکرمۃ للرجال اور عورت کا ختنہ
سنت نہین ہے بلکہ عورتونکا مردون کے واسطے تکریم ہے ھم یعنی حق تعالی نے شرعیت ختان نساسی مردون کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ الذتمیں جلد ہوتی ہین
کذا فی الطحطاوی وقیل سنۃ اور قول ضعیف یہہ ہے کہ عورتونکا ختنہ سنت ہے وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام
فقال ع و فی الرسل مختونا لعمرک خلقۃ + ثمان وتسع طیبون اکارم + وھم زکریا شیث ادریس یوسف + وحنظلۃ عیسی و موسی و آدم
و نوح شعیب سام لوط وصالح + سلیمان یحیی ھود یس خاتم اور امام جلال الدین سیوطی نے نظم مین جمع کر دیا ہے ان انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو
جو ختنہ ہوے پیدا ہوے سو یون کہا کہ رسولون مین تیری عمر کی قسم پیدائشی مختون ہین سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہہ ہین حضرت زکریا اور حضرت
شیث اور حضرت ادریس اور حضرت یوسف اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسی اور حضرت موسی اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام
اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور حضرت سلیمان اور حضرت یحیی اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک یس ہے علیہم الصلوۃ والسلام
ھم طحطاوی نے کہا اس نظم سے صریح معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہین ویجوز کی الصغیر وبط قرحتہ وغیرہ من المداواۃ للمصلحۃ
اور جائز ہے طفل صغیر کا داغنا اور اوسکی قرحہ کو چیرنا پہاڑنا اور اوسکے سوامی اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے ھم اور اسیطرح لڑکیون کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کی
واسطے درست ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز فصد البہائم وکیہا وکل علاج فیہ منفعۃ لہا اور جانورونکی فصد کہولنا اور اونکو داغنا اور جس علاج مین کہ اونکی
واسطے فائدہ ہو درست ہے وجاز قتل ما یضر منہا ککلب عقور وھرۃ تضر ویذبحہا ای الھرۃ ذبحا ولا یضربہا لانہ لا یفید ولا یحرقہا اور
جانورون مین اس جانور کا مار ڈالنا جائز ہے جو موذی ضرر رسان ہو چنانچہ کتا کاٹنے والا اور بلی ضرر پونچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر دالے اور اوسکو نہ مارے
اسلئے کہ مارا اوسکو فائدہ نہین کرتی اور نہ اوسکو آگ سے جلاوے وفی المبتغی یکرہ احراق جراد وقملۃ وعقرب ولا بأس باحراق حطب فیہا نمل و
القاء القملۃ لیس بادب اور مبتغی مین ہے کہ مکروہ ہے آگ سے جلانا ٹڈی اور جون اور بچہو کا اور کچہہ مضائقہ نہین ان لکڑیون کے جلانیکا جنمین چیونٹیان ہین
اور جون کا پہینکنا زمین پر ادب نہین ہے ھم اسواسطے کہ جون دوسرے شخص پر چڑہیگی در تکلیف دیگی اور مورث نسیان ہے اور گرسنگی سے اوسکی ناحق تعذیب ہے
تو اوسکا مارنا ہی بہتر ہے گرانے سے کذا فی الطحطاوی تتمہ وجازت المسابقۃ بالفرس والابل والارجل والرمی لانہا من الجہاد اور مسابقت یعنے
باہم سبقت کرنا اور آگے نکلجانا گہوڑون اور اونٹون پر سوار ہوکر اور پیدل چلکر اور تیر اندازی کرکے جائز ہے جہاد کی ریاضت کیواسطے ھم مسابقت کی شرط یہہ ہے
کہ دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گہوڑا وہان تک دوڑ سکتا ہو اور ہر گہوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہہ معلوم ہو کہ ایک گہوڑا سبقت نکر سکیگا بالضرور تو جائز
نہین اسلئے کہ مسابقت خلاف قیاس جائز ہوئی احتیاج ریاضت کیوجہ سے اور اس صورتمین تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہے اور یہہ شرط ہے جسمین منفعت نہین تو کیونکر جائز
ہوگی کذا فی النہر ریاضت جہاد کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو ولعب منظور ہے اور دل بہلانا تو ایسا مسابقت کروہ ہے کذا فی الطحطاوی وحرم شرط
الجعل من الجانبین اور حرام ہے مسابقت مین مال کا شرط کرنا دونون جانب سے ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ زید اور خالد نے گہوڑے دوڑائے اس شرط سے
کہ اگر زید کا گہوڑا نکلجاے تو مال مشروط خالد دے اور اگر خالد کا گہوڑا آگے بڑھجاے تو زید مال دے یہہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہے الا اذا ادخلا ثالثا محللا
بشرطہ کما مر فی الحظر مگر دونون جانب سے مال کی شرط اسوقت حرام نہین ہے جبکہ دونون شخص تیسرے شخص محلل کو داخل کرلین اوسکی شرط کے ساتھ
چنانچہ کتاب الحظر مین مذکور ہوچکا ھم صورت ادخال محلل کی یہہ ہے کہ مثلا زید اور خالد تیسرے شخص مثلا محمود سے کہین کہ اگر تو ہم دونون سے سبقت کرجاے تو ہم دونون کے
دو مال مشروط تو پاے اور اگر ہم تجہپر سبقت کرجاوین تو ہم تجہہ سے کچہہ نلین ولیکن جو زید اور خالد مین مال شرط ہوا ہے وہ بحال خود باقی ہے جو ان مین سے بڑھجاے وہ دوسرے
سے مال مشروط کو لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونون محمود سے سبقت کرگئے تو انکو کچہہ
نہین لیکن محلل کی شرط یہہ ہے کہ اوسکا گہوڑا زید اور خالد کے گہوڑونکی برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکہتا ہو اور اگر دونون سے دوڑ مین زیادہ ہو یقینا
یا دونون سے کمتر ہو یقینا تو جائز نہین باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی لا یحرم من احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہین ایک جانب

استحسان کی دلیل سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلاً خالد کہے زید سے کہ اگر میں سبقت کر جاؤں تجھ پر تو سو اشرفی تجھ سے لونگا اور اگر تو بڑھ جاوے تو میں
کچھ تجھکو نہ دونگا یہہ اسواسطے جائز ہوا کہ یہہ قمار نہیں اسواسطے کہ قمار عبارت ہے دو نوطرف کی ہار جیت کے احتمال سے سو یہاں دونوطرف اسکا احتمال ہو
ملکہ ایک ہی طرف شرط اپنا ہے اور دوسری طرف جیسا تو قمار کی اتنیہ ہوا یہی وجہہ ہے استحسان کی انتہی خلاصۃ المسمو اور اگر ایک شخص نے سوار وں کی جماعت سے
کہ موتم میں سے آگے بڑہجاوے تو مجھسے مقدار مال لے یا دستی تیر اندازوں سے کہا کہ جسکا تیر نشانہ پر لگیگا وہ اتنا پاوے تو یہہ جائز ہے اور مسابقت کی ایک
میں اگر کسی مسئلہ میں تعارض واقع ہوا دونوں کے یعنی مال مقرر ہوا ایکجانب سے یا دونوجانب سے شرط ہوا و محلل ثالث محلل کے سبب کہ علت کیوجہ سے
شامل ہے کیونکہ دونوں بابوں میں سیکھنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہے کذافی الطحطاوی ولایجوز الاستباق فی
غیر ہذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلا جعل فیجوز فی کل شیٔ وتمامہ فی الزیلعی اور ان چار کے سوا یعنی گہوڑے اور اونٹ اور پیدل او
تیر اندازی کے سوا اور چیز میں جیسا کہ خچر پر سوار ہو کر مسابقت کرنا مال شرط کر کے جائز نہیں اور بدون مال کے تو ہر شی میں مسابقت جائز ہے اور
پورا بیان زیلعی میں ہے ہم یہہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کے فتاوی عالمگیری میں زیلعی سے منقول ہیں اور یہہ بھی مذکور ہے کہ باب مسابقت
جواز ذکور سے مراد حلت ہے نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو نہ دے تو حاکم جبر سے اوسکو نہ دلاویگا اور حکم قضا کو اوسپر نافذ نکریگا ولا یصلی
علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوۃ کا سوای حضرت انبیا اور سوای حضرات ملائکہ کے اور وں پر نبولا جاوے
بطریق پیروی کے ہم یعنی یوں کہنا نچاہیے بالاستقلال کہ اللّٰہم صل علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یوں کہنا درست ہے
اللّٰہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضوں نے غیر انبیا علیہم الصلوۃ والتسلیم پر صلوۃ کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اسواسطے
حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰہم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالیٰ (ہو الذی یصلی علیکم) وقولہ تعالیٰ علیہ
صلوات لیکن جمہور علما اسکے مانع ہیں اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا اونکے ساتھہ شریک نہونگے اور جو آیات ا
حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اسمیں اختلاف ہے کہ آیا یہہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی یا ترک اولی ایسا ذکر کیا ہے نووی نے اذکار میں اور کہا ہے
صحیح قول یہہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کیواسطے دعا کرنا بلفظ صلوۃ اسواسطے مشروع ہوا کہ اسمیں تعظیم اور تکریم ہے ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلی
اللہ علیہ کے ثنا کرنا ہے حق تعالی کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوۃ ملائکہ دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری میں کہا ہے کہ یہہ بہتر ہے اقوال سے اور مرا
صلوۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور مراد اسے ثنا کرنے کی ملئکہ رسی رسول مقبول پر صلی اللہ علیہ وسلم کذافی الطحطاوی وہل یجوز الترحم علی النبی ولا یقال
قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر سو اسمیں دو قول ہیں جواز اور عدم جواز کہا زیلعی میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے کہ
کہ لفظ ہی برا ہے مگر دعا ہی میں یوں کہنا اللّٰہم ترحم علی محمد جائز نہیں ہم بعضوں نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہیں اسلئے کہ صلوۃ کی بابت تعظیم پر دلالت ہے
کرتا ہے وغیرہ غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہیں اور تفصیل حاصل بھی ہے اسواسطے کہ انبیا مرحوم ہیں یقیناً اور بعضوں نے کہا کہ اللّٰہم ترحم علی محمد کہنا
جائز ہے اسواسطے کہ سب عالم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہیں رحمت الٰہی کے حراہ الکس ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسما
مقدس سے واجب ہے تو فقیر جو یہہ مسکین ہے یہہ طریقہ کہنا جائز نہیں اور حرمت کی تعظیم واجب ہے حضور صلی ابن حربی کی حسرت کے مثلاً جیسے مثلاً چہار یار
انصار کی اولاد کی اور مقدم تعظیم اور علی اور ابی بکر اور عمر اور عثمان کے ہیں رضی اللہ عنہم انتہی کذافی الطحطاوی وحکی السیوطی تبعا للاستقلال
فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق اور سیوطی نے اوسکو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونو قولوں کا ضعف مرجح ہو گیا اور حداسی ہم توفیق خیر کی مانگ
ہیں ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہے صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا ہم اسواسطے کہ صحابہ کرام طلب رضای الٰہی میں نہایت سرگرم تھے اور خوشنودی حق
البتہ جاصل کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہیں امت کی اور لوگ اگرچہ قطب الاقطاب ہوں اونکو اونکی مرتبہ والیکی مراد نہیں ہو سکتی
جیسے ہمیشہ وہ دونوں احادیث صحیحہ دیکھو دکذا من احتلف وتسوکذی العراتین فی لقمان اور اسیطرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے اور

لوگوں کو جنکی نبوت مین اختلاف ہے جیسا کہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یُقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی اور بعضون نے کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہے انکا نام لینے کیوقت یون کہے صلے اللہ علے الانبیاء وعلیہ وسلم جیسا کہ قرمانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہے والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والعُبّاد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہے اور جو اونکے بعد ہین از قسم علماء اور عُبّاد اور باقی نیک لوگ ھم تابعین وہ لوگ ہین جنہون نے حضرت کو نہین دیکھا مگر صحابہ کرام کو دیکھا جیسا کہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ وھو الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسیطرح عکس اوسکا جائز ہے یعنی ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور اونکے بعد کے صالحین کیواسطے بنا بر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہے قرمانی نے ھم ولہذا کتب فقہ مین اماموں کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونون لفظ مذکور ہین وقال الزیلعی الاولی ان یدعو للصحابۃ بالرضی وللتابعین بالرحمۃ ولمن بعدھم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہہ ہے کہ صحابہ کیواسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور اونکے بعد اور لوگون کیواسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے ھم مغفرت اور تجاوز کی اسلئے دعا ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لا یجوز ای الہدایا باسم ھذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنی تحائف رسانی ان دونون دنون کے نام سے حرام ہے ھم نوروز عبارت ہے آفتاب کے آنے سے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہے فروردی ماہ کی اور مہرجان سولہوین تاریخ ہے مہرماہ کی آتش پرست دونون دنون مین عید کرتے تھے اہل اسلام پر شباہت کفار کی حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانونکو حرام ہے کہ مشابہت ہے ہنود کی وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اھدی المشرک یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبط عملہ انتھی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنیوالا کافر ہو جاویگا ابو حفص کبیر نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی پچاس برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہوگیا اور اوسکا عمل حبط ہوگیا یعنی ساری عبادت اکارت ہوگئی انتہی کلامہ ولو اھدی المسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اوس دن کی تعظیم کا ارادہ نکیا بلکہ تحفہ رسانی مین لوگونکی عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبہۃ اور لائق یہہ ہے کہ نوروز سے پہلے یا بعد اوسکے تحفہ رسانی کرے تاکہ شبہہ رفع کرنیکے واسطے یعنے نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی جا شک ہے تو آگے پیچھے کرنا چاہئے دفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ ما لم یشترہ قبلہ ان اراد تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لا یکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خرید کی جو اسکے قبل خرید نکی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اوس خریداری سے ہے تو کافر ہوگیا اور اگر کھانے پینے اور لذت رسانی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا بأس بلبس القلانس غیر حریر وکرباس حلیہ ابریسم فوق اربع اصابع مرا جید اور کچھ مضائقہ نہین قلانس کے پہننے مین سوای ریشمی کے اور سوای اوس کپڑے کے جسپر ریشم ہو چار انگلیون سے زیادہ کذا فی السراجیۃ ھم قلانس جمع ہے قلنسوۃ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہے کہ اہل عجم اوسکو سر پر رکہتے ہین کذا فی الجوہرہ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیرہ مین ہے کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وصحّح انہ حرم لبسھا اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر تین انگل سے زیادہ ریشم ہو اوسکی پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہے یعنی برخلاف اوس قول کے جو شرح مسکین مین قلنسوہ حریری کی حلت مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل الی موضع الجلوس وقیل شبرا اور مستحب ہے لباس سیاہ اور عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دونو مونڈہون کے آدہی پیٹھ تک اور بعضون نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضون نے کہا ایک بالشت وکرہ ای للرجال کما مر فی باب الکراھیۃ لبس المعصفر والمزعفر لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ایاکم والاحمر فانہ زی الشیطان اور مردونکو مکروہ ہے جیسا کہ باب الکراہیۃ مین گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہے شیطان کا ویستحب التجمل واباح اللہ الزینۃ بقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ

او مستحب ہی تجمل اور آرائش اور حق تعالی نے زینت کو مباح کیا ہی بدلیل قول حق تعالی کے تو کہہ کسنے حرام کیا اُس زینت کو جو اللہ تعالی نے اپنے بندون کیواسطے نکالی
الی اخر الآیۃ ھم مرد کو مستحب ہی کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظم اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت ۴۰۰ دینار تھی بدلیل
آیۂ کریمہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الآیہ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالی بندہ کو نعمت دیتا ہی تو یہہ پسند کرتا ہی کہ اوسکی نعمت کا اثر
نمودار ہو اور ایکبار رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ردا مبارک پہنی جسکی ہزار درم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تھی جسکی قیمت
چار ہزار درم تھی چنانچہ زیلعی نے ذکر کیا ہی امام اعظم سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المومنین عمر ایسا قمیص پہنتے تھے جسپر ایسی اور ایسی پیوند تھی امام نے جواب دیا
کہ وہ امیر المومنین تھے حکمت کے سبب ایسا کرتے تھے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کہانے کہاتے تو اونکے عمال آپس مین اُنکی پیروی کرتے اور اگر
عمال کو کبھی عمدہ لباس اور طعام نہ ملتا تو ظلم سے حاصل کرتے پس مصلحت سے وہ تجمل ترک اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ابی السعود والشاب العالم
اَنْ یَّتَقَدَّمَ عَلَی الشَّیْخِ الْجَاھِلِ وَلَوْ قُرَشِیًّا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ قَالَ اِنَّمَا ھُوَ اللّٰہُ مَنْ یَّضَعْ یَضَعْہُ اللّٰہُ فِیْ جَھَنَّمَ وَھُمْ اَوْلٰی
عَلَی الْاَصَحِّ وَوَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ بِلَا خِلَافٍ اور جوان عالم کو تقدم کرنا پیر جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہو حق تعالی نے فرمایا اور جنکو علم عطا
ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہین تو عالم کا درجہ بلند کرنیوالا اللہ تعالی ہی سو جو اوسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالی اوسکو دوزخ مین ڈالیگا اور اولوالامر جنکی
اطاعت کا قران مجید مین امر ہی علماء دین مراد ہین بنابر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہین انبیا کے بالاتفاق اسمین خلاف نہین ھم پوری آیت یون ہے
وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ یعنی جب کہا جاے کہ اٹھو تو تم اٹھ کہڑے
ہوا کرو بلند کرتا ہی اللہ تعالی درجات اونکے جو ایمان لائے تم مین سے اور اونکی جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالی اُسکا عالم اور دانا ہی تفسیر بیضاوی
مین ہی کہ حق تعالی نے عالمون کے بالخصوص درجات بلند کئے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہین اسواسطے کہ علم اپنی بلند مرتبگی کے ساتھ اُس عمل کا متقضی ہی جو مقرون
بمدعت ہی اور اسیوجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہی نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث مین وارد ہی فضیلت عالم کی عابد پر جیسی چودہوین رات کے
چاند کی فضیلت اتنی ستارون پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قران مین ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور لوگون سے اہل علم کو مجلس مین رفعت
اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کسقدر اُنکی فضیلت اور منزلت ثابت ہی اسیطرح حضرت کے بعد بھی علما کی تعظیم کرنا چاہیئے ابن عباس
نے کہا کہ علما کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہین ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہی زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل پر اور اوستاد کا حق شاگرد
پر یکسان ہی برابر وہ یہہ کہ عالم اور اوستاد سے پہلے افتتاح کلام نکرے اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اوسکے مقام پر نہ بیٹھے اور اوسکی کلام کہنے اوسی سے رد نکرے
اور چلنے مین اوسکے آگے نہ بڑہے اور زوجہ کا حق زوج پر اس سے بھی زیادہ ہی وہ یہہ ہے کہ اوسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول
ہے زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ خالعلم و عاکرین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہی فرمایا کہ انمین جو نیک ہین وہ اور نیکون سے بہتر ہین
اور جو انمین بد ہین وہ اور بدون سے بہتر ہین کذا فی الطحطاوی مستطرف مین امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی فرمایا علم کو اسیقدر شرف
کفایت کرتا ہی کہ اگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہوجاتا ہی اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہی کہ جاہل بھی جہالت سے بیزار ہی اور اگر جاہل کو جاہل کہین تو خفا
ہوجاتا ہی اَخْتَضَبَ لِاَجْلِ التَّزَیُّنِ لِلنِّسَاءِ وَالْجَوَارِیْ جَائِزٌ فِی الْاَصَحِّ وَیُکْرَہُ بِالسَّوَادِ وَقِیْلَ لَا وَمَرَّ فِی الْحَظْرِ ایک شخص نے خضاب کیا
آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کے لئے تو جائز ہی صحیح تر قول مین اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ مکروہ نہین اور یہہ
مسئلہ گذرگیا کتاب الحظر مین ھم ابو یوسف سے مروی ہی کہ جیسی مجکو یہہ پسند آتا ہی کہ میری عورت میرے لئے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہی اوسکو میرا آرائش
کرنا اسمین اختلاف ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہہ ہی کہ نہین دکوا لجیہ مین ہی کہ منیر کو مہندی وغیرہ ہاتھ پانو مین لگانا
نہین کہ یہہ آرائش ہی اور وہ عورتونکو مباح ہی اکمل کی شرح مشارق مین ہی کہ خضاب مین دو مقام پر اختلاف علما ہی ایک یہہ ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
خضاب کیا یا نہین انس رض نے کہا کہ مجکو آپکا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تہا اونکی حجت ام سلمہ اور ابن عمر کی حدیث ہی کہ انہون نے حضرت

کا زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے گاہی خضاب کیا اور اکثر اوقات مین ترک کیا سو جسنے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا
مقام یہہ ہی کہ خضاب افضل ہے یا ترک کرنا اُسکا بعضون نے کہا کہ ترک افضل ہی اسلئے کہ تغییر پیری سے نہی وارد ہی اور علما نے کہا کہ خضاب افضل ہی اسواسطے کہ صحابہ کرام
کی ایک جماعت نے خضاب کیا ہے صدیق اکبر حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضے زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعضے
سیاہ خضاب کرتے تھے چنانچہ یہہ حضرات عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہی اور ہم حنفیونکا مذہب یہہ ہی
کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہی چنانچہ فتاوی قاضیخان مین مذکور ہی نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہے مرد اور عورت کو زردی یا
سرخی کا اور اصح قول مین خضاب سیاہ حرام ہے اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ پیری کو تغییر کرو اور بچو سیاہی سے انتہے قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت
غیر مجاہدین کے حق مین ہے اور غازیونکو حرام نہین کافرونپر رعب ڈالنے کیواسطے اور اصحاب کبار نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اُسکا بھی محل ہے قالہ الحموی
کذا فی الطحطاوی ھ مین نے اپنے اوستاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہی جو وسمہ کے سوا اور چیزون
سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری مین ثابت ہی کہ جب امام حسین شہید ہوے تھے تو ریش مبارک مخضوب بوسمہ تھی واللہ اعلم لا یجوز ان یاکل متکیا فی الاصح
لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام اکل متکیا مجمع الفتاوے جیسے جائز ہے کہانا تکیہ لگا کر قول صحیح مین اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے کہانا کہایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی اخذتہ الزلزلۃ فی بیتہ ففر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب لفرار
النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط المائل ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر مین سو وہ بھاگا میدان کیطرف تو یہہ مکروہ نہین بلکہ بھاگنا
مستحب ہے بدلیل فرار کرنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے واذا خرج من بلدۃ بہا طاعون فان علم ان کل شیء بقدر اللہ تعالی
فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجا ولو دخل ابتلی بہ کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ
وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جبکہ انسان نکلا اُس شہر سے جسمین وبا ہی سو اگر وہ یہہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالی کی تقدیر سے
ہے تو کچھ مضائقہ نہین اوسکے نکلنے مین وبا کے شہر سے اور وہان جانے مین جہان وبا نہین ہے اور اگر اوسکے نزدیک یہہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر
وبا کے شہر مین گیا تو اوسمین مبتلا ہوگا تو اوسکو یہہ مکروہ ہی تو وہان نجاوے اور نہ وہان سے نکلے تاکہ اُسکا اعتقاد محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور
دخول کی نہی حدیث شریف مین محمول ہی کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ لیس لہ ان یغزو لیس لہ ذلک بزازیہ
وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر مین ہی کہ وہان اُس سے زیادہ تر کوئی عالم نہین اُسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اوسکو یہہ جائز نہین ہی چنانچہ بزازیہ
وغیرہا مین ہے ھ یہہ قول محمول ہی اُس جہاد مین جو ہنوز فرض عین نہین ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانونکو زیادہ تر ہی ثواب مین اُس جہاد
کے ثواب سے جو فرض عین نہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہو قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یأخذ
من المرابحۃ التی جرت بینہما الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین قنیۃ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم
وعللہ بالرفق للجانبین وقد قدمتہ قبل فصل القرض ھ مدیون دین موجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مرگیا سو اوسکے مرنے سے
دین حال ہوگیا یعنی موجل نرہا فی الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو نہ لے اُس منفعت سے جو دائن اور مدیون مین ٹھہر گئی مگر بقدر
ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہی علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ مین مذکور ہی اور اسیکا فتوی دیا ہی مرحوم ابو سعود آفندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت
جانبین کو اُسکی وجہ مذکور کی ہی اور مقرر مین نے اِس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہی ھ صورت اوسکی یہہ ہی کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خرید
کی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مرگیا تو
صاحب دین کو چاہیئے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ تحفہ شارح کا فی آخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن
فی کل اربعین یوما ان یختمہ مرۃ آخر کنز الدقائق مین ہے کہ حافظ قرآن کو لائق یہہ ہی کہ ہر چالیس دنین ایکبار قرآن مجید کو ختم کرے ھ

اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہے نہ مجرد تلاوت قال تعالیٰ الا کتنیۃ ببرکۃ القرآن **خاتمہ** قران خوان پر سلام کرنا منع ہے اور قاری کو سلام کا جواب دینا
منع اور ترک درست ہے قول صحیح میں اور جب قاری اذان سنے تو افضل یہہ ہے کہ چپ رہے اور اذان سنے اور جب نبی کا نام قران میں آوے تو اسپر صلوٰۃ واجب
نہیں امام سے روایت ہے کہ جسنے قران کو سال میں دو بار ختم کیا تو اسنے قران کا حق ادا کیا اور قاری قیام نکرے مگر باپ یا معلم یا عالم کیواسطے قنیہ میں ہے کہ بہتر یہہ ہے
کہ ہر ہفتہ میں ایکبار ختم کرے اور مستحب ہے اسکے واسطے نظر اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حسن ادا کرنا اور اس مکان کو جہاڑ دینا اور شمع سے روشن
کرنا اور اپنے عیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور دعا کرنا اسکے واسطے برکت اور مغفرت کی اور تکرار ختم کے بعد پہر قران کا شروع کرنا اور قران کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب
ہے کہ تین دن سے کم مدت میں ختم نکرے اور مستحب ہے کہ ہر سال ایکبار اسکو قران سناوے جو اس سے زیادہ تر جانتا ہو اور بہترین اوقات قران کیواسطے
مبارک رمضان ہے اور بازار میں اور سونے کیواسطے ایسا ایک مکان میں قران پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز نہ رکھے اور مصحف کو کچھ چھوڑے سے تراکر تو ناکہ وہ بہیگ اور
متروک نہ ٹھہرے اور اگر آدمی مصحف کو اپنے گھر میں رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہیں اور تفسیر قران کی اپنی عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف
ایسا کہنہ ہو گیا ہو کہ اسمیں پڑھنا ممکن نہیں تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر لحد کی قبر کی مانند کہود کر دفن کر دے یا اسکو دہو ڈالے یا ایسی پاک جگہ میں رکھدے جہان
نجاست اور لہدوں کے ہاتھ نہ پہنچیں اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ اور کتب منطقہ کیطرف پاؤں پہیلانا نوم یا غیر نوم میں مکروہ ہے اور جو قران غلط پڑھتا ہو تو بتانا
افضل ہے جیسے راہ بہولے کو راہ بتانا حدیث میں وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو میں نے اس سے زیادہ تر کوئی گناہ نہ دیکھا کہ مرد آیت یا
سورت سیکہ کر بہول گیا نسیان سے مراد یہہ ہے کہ اسکو مصحف سے پڑھنا ممکن نہو اور لیٹ کر قران پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونوں
پاؤن سمیٹ لے اگر ارکان گہر میں قران پڑھتا ہو اور گہر والے کام میں مشغول ہوں تو ترک استماع میں معذور ہیں اگر انہوں نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے
اور اگر قران پڑھنا شروع ہو گیا تو معذور نہیں اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہے قران خوانی کے نزدیک کذا فی الطحطاوی ملتقطاً واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الفرائض

یہہ کتاب ہے فرائض کے مسائل میں هم فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض لغت میں
بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع میں فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطے نام رکہا
سہام متعدد معلوم مبین ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہیں تو اسمیں لغوی معنی اور شرعی دونوں یکجا ہو گئے کذا فی العالمگیریہ عن الاختیار شرح المختار ہی علم
باصول من فقہ وحساب یعرف بہا حق کل من الترکۃ فرائض علم ہے فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جنسے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے هم
موضوع علم فرائض کا ترکات ہیں اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہے اہل استحقاق کو اور ارکان اسکے تین ہیں وارث اور مورث اور موروث اور شروط
تین ہیں مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری چنانچہ حمل اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع اسکے آگے مذکور ہونگے اور اس علم
استخراج کی تین اصول ہیں کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کی ارث مغیرہ اور ابن مسلمہ کی شہادت سے ثابت ہے اور اصل ثالث اجماع امت ہے چنانچہ
کی ارث حضرت عمر رضی کے اجتہاد سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہو گیا اور قیاس کو فرائض میں کچھ دخل نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً والحقوق
خمسۃ بالاستقراء اور حقوق بیان پانچ ہیں باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا پانچ میں حصر استقرائی ہے نہ حصر عقلی کا لان
الحق اما للمیت او علیہ او لا اسواسطے کہ حق متعلق ترکہ میت یا میت کا ہو یا میت پر ہو یا نہ ہو ۰۰ الاول التجہیز والثانی اما ان
ما اللہ وھی الدین المطلق او لا وھو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنی میت کا مال اس کے مرنے کیوقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا
یا متعلق ہے میت پر وہ دین مطلق ہے یا متعلق بعینہ نہیں اور وہ متعلق بعینہ ہے والثالث اما اختیاری وھی الوصیۃ او اضطراری وھو
اور تیسرا یا اختیاری ہے وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے جسمیں اختیار کو کچھ دخل نہیں وہ میراث ہے کہ شرع کی جہت سے ثابت ہے وسمی فرائض لانہ
تعالیٰ قسمہ بنفسہ واوضحہ وضوح النہار بتقسیمہ اور میراث کا فرائض نام رکہا گیا اسلئے کہ حق تعالیٰ نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اسکو
اور روشن کیا ایسے روشن کرنا جیسا دن ہے هم میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹہرا دیا اور اسکی تقدیر ملک مقرب اور نبی کو

الفرائض

منصوص نہین کی اور ہر ایک کا حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود بکلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوۃ اور زکوۃ اور صوم اور حج وغیرہ
سے کہ اونمین نصوص مجمل ہین سنت نبویہ مین اوسکا بیان واقع ہوا کذا فی المنح قلت ولذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص لا غیر
واما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخری ۔ مین کہتا ہون اور اسیواسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا
نام نصف العلم رکہا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبہی نص سے ثابت ہے اور گاہے قیاس سے ھم بیان اسکا یہہ ہے کہ علم
یا فقط نص سے ثابت ہے یا نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہے تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہے وہ فرائض ہے اور جو نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہے وہ فرائض
کے سوا اور علوم دینی ہین اور نص سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بہی شامل ہے اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہین وقیل لتعلقہ بالممات
وغیرہ بالحیوۃ اور بعضون نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے ھم یعنی فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسانکی
دو حال ہین موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف مین فرائض کو نصف علم
فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض سبب ضروری سے ثابت ہے اور غیر فرائض سبب اختیاری سے ثابت ہے ھم یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی ہے وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری
اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری جیسا کہ ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وھل ارث الحی من الحی ام من المیت
للمعتمد الثانی شرح الوھبانیۃ اور کیا ارث زندہ کی زندہ سے ہوتی یا مردہ سے معتمد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہے مردہ کا کذا فی شرح الوہبانیہ
ھم شرح وہبانیہ مین ہے کہ ارث کسوقت مین علما کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزو اجزاء حیات مورث سے وقت ہے میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک
وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اسواسطے کہ جبتک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اوسکا وارث اسحالت مین مالک ہو تو لازم
آوے کہ ایک چیز دو شخصونکی مملوک ہو جاوے وجہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہین کرتین کذا فی الطحطاوی مختصراً ۔ یبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق
حق الغیر بعینہا کالرھن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستأجرۃ ابتدا کیجاویگی میت کے اوس ترکہ سے جو
خالی ہے تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھہ چنانچہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہو اور اجارہ کا گہر ھم ترکہ لغت مین
بمعنے متروک ہے اور اصطلاح مین ترکہ وہ مال جسکی عین سے غیر کا حق متعلق نہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل وعیال ترکہ سے خارج ہو گئی تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے چنانچہ رہن وغیرہ
رہن کیصورت یہہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرو رکہا پہر راہن مرگیا اور باغ مرتہن کے پاس ہے اور راہن نے سوای باغ کے کوئی مال نہین چہوڑا تو مرتہن
کا دین مقدم ہے راہن کی تجہیز تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو اگر ادای دین کے بعد کچہہ باقی رہیگا تو تجہیز مین صرف ہوگا اور عبد جانی کی
صورت یہہ ہے کہ غلام نے اپنے مولے کی حیات مین کسیکو قتل کیا اور مولے کا کچہہ مال نہین سوای غلام کے اور مولی مر گیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر
حقدار ہے مولی سے ہان اگر دیت دیکر کچہہ باقی رہے تو اس سے مولے کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہہ صورت ہے کہ اوسپر لوگون کے دین ہین مالک کی
زندگی مین پہر مالک مر گیا اور اوسکا کچہہ مال نہین سوای اوسکے تو ارباب دیون مقدم ہین تجہیز پر اور مبیع محبوس کیصورت یہہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھہ ثمن
نہین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہین کیا اور بائع نے غلام کو روک رکہا اپنی پاس اور مشتری کا کچہہ مال نہین سوای اوس غلام کے تو بائع احق ہے اس غلام
محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی یہہ صورت ہے کہ صاحب خانہ نے گہر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اوسکی اجرت پیشگی دی پہر صاحب خانہ مر گیا سو اجارہ
فسخ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچہہ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سوای اوس گہر کے کچہہ اور ترکہ نہین چہوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی
الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم نہین ہوئی تکفین پر مگر بسبب متعلق ہوجانے حقوق کے
مال کے ساتھہ مال کے ترکہ ہوجانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے سو یہہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہوگئے تھے ثم بتجہیزہ یعم التکفین
من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کیجاویگی میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے چنانچہ
کفن مسنون یا بقدر اوسکے جو میت اپنی زندگی مین پہنتا تہا شارح نے کہا تجہیز تکفین کو بہی شامل ہے ھم ضوء السراج مین ہے کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح

شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے شمار کے اعتبار سے مرد کے کفن میں تین کپڑے ہیں اور عورت کے کفن میں پانچ ہیں تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ
تو یہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو یہ تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑوں سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہ تنگی ہے اور قیمت کے
اعتبار سے اگر مرد زندگی میں وقت دو دو پیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اسکا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے یہی اور شارح
کی عبارت میں لفظ آو بمعنی واو کے ہے تو عدد اور قیمت میں حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا کفن مسنون اسوقت دیا جائیگا جبکہ ادای دین میں قصور نہوتا ہو
تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون ہونے میں ضرر ہوتا ہو ادای دین میں تو کفن کفایت دیا جاویگا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہیں جو یہ ہوں یا منسول اور عورت کے
اسطرح تین کپڑے ہیں کذا فی الطحطاوی ولو ھلک کفنہ فلو قبل تفسخہ کفن مرۃ بعد اخری اور اگر میت کا کفن تلف ہوگیا تو اگر میت کے پھوٹنے اور بکھرنے
سے پہلے کفن تلف ہوا تو اوسکو کفن دیا جاویگا تلف ہونیکے بعد ہر بار ہم توضیح اوسکی یہ ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت دفن سے
قبر میں تر و تازہ ہے تو اوسکو کفن دینا دوسری بار واجب نہیں اور اگر میت قبر کے باہر ہے تو اول ہی کیطرح اوسکو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن پھٹ گیا
ہو اور اگر درست نرہا ہو تو اوسکو ترکہ ہی سے ایک کپڑے میں دفن کرنا چاہیے اور اسطرح کرنا چاہیے اگر چند بار کفن چرایا گیا ہو ادای دین اور قسمت سے پہلے اور اگر
وارثوں میں ترکہ قسمت ہو گیا اور قضاء دیون اور نفاذ وصیت ہو چکی تو وارثوں سے کفن کیواسطے استرداد ہوگا بلکہ انکی میراث کے اور انسے کفن دیا جاویگا اسطرح
برابر ہوگا تا بقاء مال میراث کذا فی الطحطاوی وکفن من کل مالہ اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جاویگا ثلث مال سے ثم تقدم دیونہ التی لہا
مطالب من جہۃ العباد پھر میت کی تجہیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہو عباد کی جہت سے ہم جہت عباد کی قید سے
وہ دین خارج ہوگیا جسکا مطالبہ حق تعالی کیطرف سے ہے چنانچہ زکوۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ویقدم دین الصحۃ علی دین المرض ان جہل سببہ اور
صحت کا دین مقدم ہے مرض کے دین سے اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہو ہم صحت کا دین وہ ہے جو گواہوں سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت میں اوسکا
اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہو مرض کیحالت میں یا جو مرض کی مانند ہے چنانچہ قتال کیواسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے
والا فسیان کما بسطہ السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونوں حالتوں کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اوسکو شرح
بیان کیا ہے ہم معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہے کہ مدیون نے اپنے مرض میں اس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معائنہ کے معلوم ہوا چنانچہ اوسنے کچھ خرید کیا
تھا یا کسیکا مال تلف کیا تھا تو یہ دین نفس الحقیقۃ صحت کا دین ہے اسواسطے کہ اوسکا وجوب اوسکے اقرار کے سوای اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کی
برابر ہوگیا حکم میں انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہیں قوی و وسط و ضعیف - قوی وہ ہے جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ
حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا بیان آوے اور وسط وہ ہے جو گواہوں سے یا صحت کے اقرار سے یا مرض میں معاینہ سے ثابت ہوا اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت
ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کی مانند ہے تو اوسمیں وارثوں کے تصرفات نافذ نہونگے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہو یا برابر ہو اور
اگر ترکہ زیادہ ہے تو نفوذ تصرفات میں دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ تا بقاء قدر دین تصرف نافذ ہے اور دوسری وجہ ظاہر تر یہہ ہے کہ تصرف نافذ نہیں جیسے
قیاس المرہون شرح ملتقی میں ہے کہ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنیکا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثوں کو اسواسطے کہ وارث اسصورت میں مالک اوسکا نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا
واما دین اللہ فان اوصی بہ وجب تنفیذہ من ثلث الباقی والا لا اور دین حق تعالی کا چنانچہ زکوۃ سو اگر میت نے اوسکے ادا کرنے کی وصیت
کی تو اوسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو واجب نہیں ہم دین خدا چنانچہ زکوۃ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر
میت نے مثلا اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی طرف سے مال دیکر اسقاط کیا تو بعضوں کے
نزدیک نمازیں میت سے ساقط نہیں ہوتی ہیں اسواسطے کہ اختیار بالکل معدوم ہے اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تاکہ انکشاف
برتبطاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کی مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل یہاں توگنجایش رحمت الہی اور اوسکی کمال کرم اور فضل کی
امیدواری ہے اور یہہ تو وصیت اور تبرع دونوں کو شامل ہے ابن کمال نے کہا دین کی حقیقت اہل شرع کے عرف میں یہہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے

بدلے سے تو خارج دین سے اسواسطے کہ منافع خدمت کا بدل ہے برخلاف زکوٰۃ کے اسواسطے کہ اوسمین تملیک مال واجب ہے بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی
ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد میت کی وصیت مقدم کیجاوے اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول
صحیح کے برخلاف اُس قول کے جسکو اختیار شرح مختار مین مختار کہا ہے ھ وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت سے اور وصیت معینہ وہ ہے
جو شے معین سے متعلق ہو چنانچہ گہر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہہ ہے کہ بعینہ ثلث مال کی
وصیت کرے اسطرح کہ مثلا تین درم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کی مانند تاتارخانیہ سے منقول ہے
یعنے وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی لہ وارثون کا شریک ہے مقدم من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ و دیونہ وصیت جاری ہو اوس مال کی تہائی سے
جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد ھ وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجہیز اور ادای دیون کے یا بشرط وجود
ایک کی جبکہ دوسرا مرتفع یا جاتا ہو اور اگر تجہیز اور دیون دونون نپائے گئے اسطرح کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جل گیا یا درندہ نے اوسکو کہالیا اور وہ کسیکا مدیون
نہین تو تمام مال کی تہائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکہتا ہے تو بھی کل مال کے
ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلب یہہ ہے کہ جسقدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اوتنا مال تحت قسمت سے ساقط کیا جاوے نہ اوسقدر کو
جدا کرنا مال باقی سے اور موصی لہ کو تسلیم کر دینا کذا فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الآیۃ اھتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی
مین مقدم نہین کی گئی دین پر مگر اہتمام کیواسطے بسبب اسکے کہ وصیت مظنہ تفریط کا ہے ھ یہہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہہ ہے کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد
ہے اور کلام مجید مین وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام منظور ہوا مظنہ تفریط کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور
اسواسطے کہ وصیت غربا او مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش کر کے لے سکتے ہین تو اوسکے ادا کرنے مین احتمال تہا تفریط
کا بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہین لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا ادای وصیت کی ترغیب کیواسطے نہ قوۃ ایجابا
بل حاما ثم یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پہر چوتہے مرتبے بلکہ پانچوین مرتبے مین باقی مال بعد امور مذکور قسمت کیا جاوے میت کے وارثون مین
ھ صرف ترکہ مین پہلے تجہیز اور تکفین کا مرتبہ ہے پہر دوسرا مرتبہ ادای دین کا پہر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتہا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر اُن حقوق کو
اعتبار کیجئے جو عین ترکہ سے متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹہریگا متعلق کرنا چاہیئے کہ تاخیر قسمت کا محل وہان ہے جہان
حقوق متقدمہ باہم جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہے جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث
ہے تو تمام مال اوسیکا ہے سوای زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے روح الشروح مین ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علمای فرائض کے عرف مین وارث
وہ ہے جو باقی رہے بعد فنا ہو جانے اُس شخص کے جس سے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے اور باینمعنی حق تعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنی ہم باقی رہنے
والے ہین بعد فنا خلائق کے ولیکن نسب اور سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق مین ماخوذ نہین اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے
کذا فی الطحطاوی ملخصا ای الذین ثبت ارثہم بالکتاب مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہے ھ کتاب اللہ مین باپ اور ماں
اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹون اور بہائی اور بہنون کی میراث ثابت ہے او السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات
السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہہ حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی کہ جدات کو سدس کا اطعام کرو یعنی چہٹا حصہ اونکو دو ھ جدہ
کی ارث سنت سے ثابت ہے اسیطرح سگی بہنونکی بیٹیون کے ساتھہ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے قولا یا فعلا مروی ہو اور حدیث کا لفظ
قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار مین ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہین اسواسطے کہ اہل شرع کے عرف مین مطلق لفظ سنت
سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی او الاجماع کجعل
الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کی مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کی مانند ٹہرانا

ھم اجماع امت سے مراد اتفاق ہی مجتہدین امت محمدی سے حکم شرعی پر جس زمانہ مین کہ واقع ہوا اور مراد اونسے اہل حل و عقد ہین اسواسطے کہ غیر اہل حل و عقد
کے اتفاق کا کچھہ اعتبار نہین اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھہ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی وتستحق الارث ولو بالمصحح بہ یعنی و
قیل لا یورث واما ھو للقادی من ولد بہ صیر فیتبا باحد ثلثۃ برحم و نکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا و ولاء اور
وارث مستحق میراث کا ہوتا ہی منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولاء سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی استحقاق ارث ہر چند
مین ہے اگرچہ متن کا مصنف ہو اسی قول کا فتوی ہی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مسحت مین میراث جاری نہین مسحت تو میت کے دو فرزندون مین سے قاری فرزند
کا ہے کذا فی التیسیر فیہ جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث مین تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہین ھم نکاح فاسد وہ جسمین شرط صحت نکاح سے کوئی شرط نہو
اور نکاح باطل جیسا کہ متعہ اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیئے کہ وارثون کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونون سے متعلق ہوا اسلئے حق میت
ہے کہ تو ایک وارث کو نہین پہونچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلاً کتاب یا باغ آپ لے اور اوسکی قیمت باقی وارثون کو دے مگر اونکی رضامندی سے یہ جائز ہے اور تکفین اور قضاء
دین البتہ ترکہ سے متعلق ہے مین ترکہ سے اسواسطے وارثون کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کرین اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کرلین کذا فی الطحطاوی والمستحقون
للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کما افادہ بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہین علی الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے آئندہ قول مین اوسکو بیان کیا ہے
فیبدأ بذوی الفروض ای اصحاب السھام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کیجاوے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہین ھم سہام مقدرہ یعنے
وہ حصے کہ معین اور مصرح ہین کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ چہہ ہین نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلث
اور سدس یعنی آدہا اور چوتہائی اور آٹھوان اور دو تہائیان اور تہائی اور چھٹا حصہ وھم اثنا عشر عشرۃ من النسب ثلثۃ من الرجال وسبعۃ من
النساء واثنان من السبب وھما الزوجان اور تمام اہل فروض بارہ ہین نسب کی راہ سے تین مردون سے ہین اور سات عورتون سے اور دو سبب کی راہ سے سو وہ جورو اور خاوند ہین
ھم تین مرد سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بہائی اور سات عورتون سے مراد بیٹی اور [illegible]
یہ وارث نسبی ہین اور زوجین وارث سببی ہین ثم بالعصبات النسبیۃ فیستحق فیہ
پہر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو ارث ملیگی اسواسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہین عصبات سببی سے شارح نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہی تو واحد مین اور
جمع مین برابر ہے اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے ہی ھم عصبہ نسبی کو عصبہ سببی یعنے معتق پر اسواسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کیوجہ
سے ہی اور عصبہ سببی قرابت حکمی کیوجہ سے ثم بالمعتق ولو انثی وھو العصبۃ السببیۃ پہر عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کیجاوے آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت
ہو اور آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہی ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پہر آزاد کرنیوالے کے بعد ارث شروع کیجاوے آزاد کرنیوالے کی
عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتون کو ولاء سے کچہہ حق نہین سوا اوسکی ولاء کے جسکو اونہون نے خود آزاد کیا یعنے اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اوسکی میراث پاویگی
اور اگر اوسکے باپ یا بہائی نے آزاد کیا تو اوسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی مین ہے کہ اگر آزاد مرگیا اور اوسنے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چہوڑا تو اوسکی میراث
فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چہوڑا تو اونکا کچہہ حق نہین انتہے ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقھم پہر اگر عصبات ذکورین سے کوئی
نہین تو باقی مال پہیرا جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر اونکے حقوق کے یعنی بقدر نسبت اونکے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب
ربع کو ربع کذا ادلہ ابن الکمال ھم اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی چنانچہ زوجین خارج ہوگئے اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق
اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اونکو بہی دوبارہ دیا جاویگا ابن الفنادی نے کہا کہ اس زمانے مین رد علی الزوجین
پر فتوی ہی بیت المال کے فساد کیوجہ سے اور ذخیرہ مین ہی کہ جو مال کہ فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال مین نہ رکہا جاوے بلکہ اونہین کو یعنی زوجین کو پہیر دیا جاوے
کیونکہ وہ اقرب ہین میت کیطرف من جہۃ السبب بسبب اور شخصون کے اور اسیطرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی جامع الشروح اور حاشیہ چلپی زادہ مین قنیہ
سے ہے کہ بنات معتق کے اور اوسکے ذوی الارحام وارث ہوتے ہین ہمارے زمانہ مین جبکہ معتق کا کوئی وارث نسبی نہو اور اسیطرح ہمارے زمانے مین

زوجین پر رد میراث ہوگا اور اوسنے مرصاد سے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہی انتہے پہر مجم زادہ نے کہا کیونکر اسپر فتوے نہو کہ ہمارے زمانے مین بیت المال
نہین بیت المال تو صحابہ اور تابعین کے زمانے مین تہا اور اگر سلطان ثالث کو مال مذکور دیا جاے تو وہ بیت المال کے مصارف مین صرف نہین کرتے اور قرائض سید الرحیم
شہید مین بہی اسیطرح رد علے الزوجین بتعلیل مذکور مسطور ہی اور درم الشروم مین قنیہ سے مذکور ہی کہ ایکعورت اپنا زوج چہوڑکر مری سو زوج نے نصف باقی عالم
مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً **ثُمَّ ذَوِی الْاَرْحَامِ** پہر ذوی الارحام ہم یعنی جب اہل فروض نسبیہ اور عصبات
مذکورہ نہون تو ترکہ مین ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ مین احد الزوجین ہوگا تو اوسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا
وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا اسواسطے کہ زوجین اہل رد سے نہین ہین تو جیسے اہل فرض کے نہونے سے ذوی الارحام مین تقسیم ہوتی ہی اوسیطرح اہل فرض کے
باقی رہے مال سے اونکو دیا جاتا ہی قالہ الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہین جنکا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہین خواہ میت کی ماں کیطرف
سے قرابت دار ہون یا اوسکی باپ کیطرف سے اور لغت مین ذورحم قریب ہین جہۃ الام کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی **ثُمَّ بَعْدَهُمْ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ كَمَا عُرِفَ فِي**
كِتَابِ الْوَلَاءِ پہر بعد اصناف مذکورین کے مولاے موالاۃ ہے چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء مین گذر گیا ہم یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام
سے کوئی نہو تو مولاے موالات میراث پاویگا موالاۃ لغت مین بمعنی دوستی کے ہی اور اصطلاح شرع مین یہہ ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولے یعنی دوست
ہے میرے مال کا تو وارث ہوتا جبکہ مین مرون اور میریطرف سے خونبہا اگر مین کسیکو قتل کرون اور دوسرے نے کہا کہ مین نے یہہ قبول کیا تو اب عقد ولاء کی صحیح ہوگئی
اور قائل اس کلام کا اوسکا مولے ہوا اوسکا وارث ہوگا جب وہ مریگا اور دیت دیگا اوسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیون کے نزدیک خلافاً للشافعی اور
اگر دونو طرف سے شرط واقع ہوئی تو بہی درست ہی ابن کمال نے کہا شرائط ولاء یہہ ہین کہ وہ شخص آزاد ہو اور عجمی ہو عربی نہو اور نہ اوسکے موالی سے ہو اور عقد ولاء کی
وقت اوسکا کوئی وارث نسبی نہو اور نہ اوسکی طرف سے بیت المال یا مولاے موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اوسکے مجہول النسب ہونیکی یا نہونے کی شرط مین اختلاف ہی
اور اسیطرح اسلام کی اشتراط مین اختلاف ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً **وَ لَهُ الْبَاقِي بَعْدَ فَرْضِ اَحَدِ الزَّوْجَيْنِ** ذکرہ البنایۃ اور بعد فرض احد الزوجین
کے باقی مال مولاء موالاۃ کا ہی سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہے ہم وارث ہونا مولاے موالاۃ مروی ہی حضرات عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن
عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سو اسی پر ابراہیم نخعی اور ہمارے علما نے عمل کیا ہی اور اوسپر دلیل ہے قولہ تعالی **وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ**
نَصِيْبَهُمْ یعنی میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاۃ کا ہے اور امر ہے وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت اونکی طرف اختصاص پر
دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر بسبیل احسان اور معونت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا **فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبًا** اور اس بیان سے دفع ہوگیا وہ قول
کہ آیہ کریمہ مین قسم مراد ہی اسواسطے کہ اسوقت مین فاتوہم نصیبہم اوس سے مرتبط نہین ہوتا بلکہ مراد صفقہ بالیمین ہے بنابر عادت کے اسطرح پر کہ ہر واحد متعاقدین
سے دوسریکا ہاتھ پکڑتا ہی معاقدہ کیوقت اور احادیث اسمین بہت ہین ازانجملہ تمیم داری کی حدیث ہی کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
کہ کوئی مرد میرے پاس آتا ہی اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہی تو فرمایا کہ وہ تیرا بہائی اور مولی ہے تو زیادہ تر حقدار ہے اوسکی زندگی اور موت مین انتہے
یعنی زندگی مین اوسکی طرف سے دیت جنایت کی دے اور موت کے بعد اوسکی میراث لے کذا فی الطحطاوی ملخصاً عن ضوء السراج وشرح الاکمل **ثُمَّ الْمُقَرُّ لَهُ**
بِنَسَبٍ عَلَى غَيْرِهِ لَمْ يَثْبُتْ پہر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اسطرح پر کہ اوس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب
ثابت نہین ہوا ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ زید نے خالد کو کہا کہ یہہ میرا بہائی ہی تو زید مقر ہی اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہے وہ مقر علیہ ہے یعنی جب خالد کو بہائی
کیا تو زید کا باپ اوسکا بہی باپ ٹہرا تو اگر زید کا کوئی وارث نہین اور اوسنے ایک مجہول النسب کو بہائی کہا تو وہ اوسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن میت کے
باپ سے اوسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اوسکی میراث پاویگا اسواسطے کہ آدمی کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہی نہ غیر پر فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہی کہ مقر لہ
بالنسب علی الغیر اسطرح پر کہ اوسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہین جبکہ مقر مر جاے اسی اقرار کے اصرار پر چنانچہ یون اقرار کرتا کہ یہہ میرا بہائی ہی یا بہن اور
مانند اسکی انتہے **فَلَوْ ثَبَتَ بِاَنْ صَدَّقَهُ الْمُقَرُّ عَلَيْهِ اَوْ اَقَرَّ بِمِثْلِ اِقْرَارِهِ اَوْ شَهِدَ رَجُلٌ اٰخَرُ ثَبَتَ نَسَبُهُ حَقِيْقَةً وَزَاحَمَ الْوَرَثَةَ وَاِنْ رَجَعَ الْمُقِرُّ**

تو اگر مقر لہ کا نسب ثابت ہو گیا باسطرح کہ مقر علیہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دو سرے اکیر دو نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو ابکا
نسب حقیقۃً ثابت ہو جاویگا اور مقر لہ میت کے وارثوں سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جاوے ہم مقر لہ کی تصدیق باسطرح کہ مثلاً
زید کا باپ کہے کہ فلان خالد میرا بیٹا ہے اور زید کا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثون کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہوں مثلاً زید کی اولاد یون
کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے برخلاف رجوع اقرار سے منع ارث مین معتبر ہے
لیکن مقر لہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر لہ قبل
رجوعہ وتمامہ فی شروح السراجیۃ سیما شرح الشریفی وقد لخصتہ فیما علقتہ علیہا اور اسیطرح نسب مقر لہ کا ثابت ہوگا اگر مقر لہ نے مقر کی
تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرحون مین مذکور ہے خصوصاً شرح شریفی مین اور البتہ مین نے اوسکا خلاصہ بیان کیا ہو سراجیہ
کی شرح مین ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح یعنی مصنف نے تصدیق مقر لہ سے اثبات نسب بیان مین مصنف کی شرح کا تابع ہو گیا ہو اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ
کیطرف منسوب کیا ہو اور حالانکہ یہ قول بلا وجہ ہے اسواسطے کہ مقر لہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور شرح مصنف کی آخر عبارت اسمین صریح ہے کہ
تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقر لہ کی انتہے لمنصاثم بعدہم الموصی لہ بما زاد علی الثلث ولو بالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لیگا جسکے واسطے
تہائی مال سے زیادہ وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو ہم اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کیطرف صرف بلا اعتراض کسیکو ہبہ جائز ہے برخلاف اسکے
کہ اگر اوسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہوگا کہ اسمیں اوسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یون بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثون کے سبب سے ممنوع تھی
پھر جبکہ ایک بھی وارث نپایا گیا تو جسکے واسطے موصی معین کر دیگا وہ پورا اوسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیہ المقر لہ لانہ نوع قرابۃ
بخلاف الموصی لہ ادرزائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہین کیا گیا مقر لہ کو اسیوجہ سے کہ مقر لہ مین ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ
کے کہ اسمین قرابت کا کچھ احتمال نہین ہم یعنی حال مقر لہ کا قوی ہے اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق ہو اپنے اقرار مین بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہو کیونکہ وہ
اسی اقرار پر مصر رہ گیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ثم توضع فی بیت المال لا ارثا بل فیئا للمسلمین پھر مراتب تسعہ کے بعد میت کا
ترکہ بیت المال مین رکھا جاتا ہو ارث کی راہ سے نہین بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کیواسطے لاوارثی مال بیت المال مین رکھا جاتا ہو ہم در مختار مین ہو کہ علی رضی
سے مروی ہو فرمایا کہ جو اسلام مین بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑہا تو اوسکا حق بیت المال مین ہر سال دو سو درہم ہے اور ایک روایت مین دو سو دینار ہے اگر
وہ دنیا مین نپاویگا تو آخرت مین لیگا اور شرح مختصر طحطاوی مین ہے کہ مصارف بیت المال علاج مریضان کا اور الکفن موتی اور نفقہ لقیط اور جو عاجز ہو کسب او
پیشہ سے کذا فی الطحطاوی مختصراً ومن انعقد علی ماھنا ارتفعت اور موانع ارث کے بیان مین مقام کے چار بین ہم جب اسباب ارث کے ذکر ہو چکے تو اب موانع
کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کی تحقیق مین فقط سبب کا وجود کافی نہین بلکہ اوسکے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضرور ہے رقیق وہ ہو جسکے ہر سبب سے مقتضا سبب
ارث عبارت ہو میت حقیقی یا حکمی کی صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال مین یا اوسکے اس حق مین جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولا کی
خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولا حقیقی ہوئے یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص باقی شخص اصلی کی مانند ہو جاوے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود یہ کہ جسکے
مدت کے داخل ہو جاوے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب مین لاحق ہو گیا اور نسب اور نکاح اور ولا مین حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ داخل ہو وہ نسب اور نکاح اور ولا
جو فقط میت کے اقرار سے ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی لمنصا الرق ولو ناقصا کالمکاتب وکذا المبعض عند ابی حنیفۃ ومالک رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا
مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا اگرچہ ملک ناقص ہو جیسا کہ غلام مکاتب اور اسیطرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہو کل آزاد نہین امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ
کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا ھو حر فیرث ویحجب وقال الشافعی لا یرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ من
الحریۃ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کو نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہو تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی نے کہا کہ وہ وارث ہوگا بلکہ اوسکا
مال اوسکے وارث کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وہ وارث اور مورث اور حاجب ہوگا بقدر اوسکی حریت کے جو اوسمین ثابت ہو وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث

فیما اذا رقیق سعرۃ کاتبہ صورتہا مستامن جنی علیہ فلحق بدار الحرب فاسترق ومات رقیقا بسرایۃ تلک الجنایۃ فدیتہ لورثتہ ولم ار کہ لائمتنا فیحرر اور البتہ علما رشافعیہ نے ایک وہ مسئلہ مذکور کیا ہی جسمین رقیق کا مال موروث ہوتا ہی باوجودیکہ وہ غلام کچہہ بہی آزاد نہین ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حربی مستامن پر دارالاسلام مین جنایت واقع ہو یعنی کسی نے اوسکو زخمی کیا پہر وہ دارالحرب مین لاحق ہوا پہر وہان گرفتار ہوکر غلام ہوا اور غلامی کیحالت مین اوسی زخم کی سرایت سی مرگیا تو اوسکا خونبہا اوسکے وارثون کا ہی اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے مذہب کے اماموں کے کلام مین نہین دیکہا تو اسکی تنقیح اور تحریر کرنا چاہیے والقتل الموجب للقود او الکفارۃ وان سقطا بحرمۃ الابوۃ علی ما مر اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہے اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب حرمت پدری کے ساقط ہوجاوی چنانچہ کتاب الجنایات مین مذکور ہوچکا ہم قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شبہ عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہی تو معلوم ہوا کہ جس قتل سی قصاص اور کفارہ متعلق نہین وہ مانع میراث کا نہین چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک مین کنوان کہودا یا پتہر رکہا اور اوسکا مورث اوسمین گرکے مرگیا تو کنوان کہودنیوالا اور پتہر کا رکہنیوالا اوسکی میراث سی محروم نہوگا وعند الشافعی لا یرث القاتل مطلقا اور امام شافعی کے نزدیک قاتل مطلقاً وارث نہین ہوتا خواہ اوسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعا اور اگر قاتل مرگیا مقتول سی پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ہم قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سی محروم رہے واختلاف الملتین اسلاما وکفرا اور تیسرا مانع میراث کا اختلاف ہی دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے ہم یعنی اگر وارث مسلمان ہی اور مورث کافر یا عکس اسکا تو ایک دوسریکا وارث نہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہین چنانچہ ایک یہودی اور دوسرا نصرانی تو یہہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہین ہی وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمۃ التر کۃ ورث اور امام احمد نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہوگیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونیسے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے مال مین تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے ہم میراث جاری ہی مرتد کے اوس مال مین جو اوسنے زمان اسلام مین کسب کیا اسواسطے کہ میراث مسلم کی مرتد سی مستند ہی حالت اسلام کیطرف کیونکہ ارتداد سے وہ ہالک ٹہر گیا کہ مقصود زندگی سی ایمان تہا سو اوس سے فوت ہوگیا اور جسکا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کی مانند ہی بدلیل قولہ تعالے او من کان میتا فاحییناہ یعنی جو کافر تہا اوسکو ہمنے ہدایت کیا لیکن اسپر بہی مرتد سے ہنوز بسبب اعتبار اور تدارک اور جبر علی الاسلام متصور کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر نہوگا جبتک قطع امید نہو جاوے اوسکے قتل یا موت یا قضا بالالحاق سے پہر جب قطع امید ہوگی کسیوجہ مذکور سے تو وہ میت ٹہریگا ارتداد کیوقت سی تو اوسکا مسلم وارث اوسکی میراث پاویگا اور جو اوسنے ارتداد کیحالت مین مال حاصل کیا وہ غنیمت ہی مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہی اور اگر عورت مرتد ہوگئی تو امام اور صاحبین سبکے نزدیک دونو حالتون کے مال وارث مسلم کے ہین اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونون کا مال بیت المال مین رکہا جاویگا کذا فی الحطاوی مختصرا قلت وذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الکافر صورتہا کافر مات عن زوجۃ حامل ووقفنا میراث الحمل فاسلمت حینئذ ولدت ورث الولد ولم ارہ صریحا لائمتنا مین کہتا ہون اور علما رشافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہی جسمین کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہی صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک کافر مرگیا اپنی زوجہ حاملہ چہوڑکر اور ہمنے حمل کی میراث اوٹہا رکہی سو اوسکی زوجہ مسلمان ہوئی پہر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور مین نے یہہ مسئلہ اپنے علما کے کلام مین صریحا نہین دیکہا ہم اسلام مین لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوا والرابع اختلاف الدارین فیما بین الکفار عندنا خلافا للشافعی اور چوتہا مانع ارث کا اختلاف دارین ہی یعنی دو ملکون کا اختلاف فیما بین کفار کے ہمارے نزدیک برخلاف شافعی کے ہم اختلاف دار ہوتا ہی لشکر اور سلطنت کے اختلاف سی اسواسطے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہو جاتی ہی یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہین رہتی کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دارین چند قسم سے اول یہہ کہ حقیقۃً اور حکماً دونو طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دارالحرب مین اور کافر ذمی دارالاسلام مین اور ثانی یہہ کہ فقط حکمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک کے جانے پر طیار ہے ساتھہ اوس ذمی کے جو دارالاسلام مین ہی یا دو کافر حربی دو ملک کے دارالاسلام مین مستامن ہین یا مستامن مسلم حربی کے ساتھہ دارالحرب مین اور تیسرا یہہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دارالاسلام مین ساتھہ اوس حربی کے جو دارالحرب مین ہے اور وہ دونون ایک ہی ملک کے ہین اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلی دو قسمین ہین نہ تیسری قسم تو مانع اختلاف حکمی ہے خواہ اوسکے

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا حکمی امام شافعی کے نزدیک اسکا حکم ایسا ہے تو ذمی اور مستامن میں انکے نزدیک توارث ہے اور قسم ثالث میں توارث نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی
حقیقۃ کحربی و ذمی یعنی اختلاف دار کا حقیقۃ ہو چنانچہ حربی اور ذمی میں ہے یعنی حربی مرگیا دار الحرب میں اور اوسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام میں تو
ذمی اس حربی کا وارث نہوگا اور اسیطرح اگر ذمی دار الاسلام میں مرگیا اور اوسکا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہہ حربی اس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی الجامع
الرموز او حکما کمستامن و ذمی و کحربیین من دارین مختلفین کترکی و ہندی لانقطاع العصمۃ فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکما ہو
چنانچہ مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا چنانچہ دو حربی دو ملکوں مختلف کے چنانچہ ترکی اور ہندی تو انمیں توارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان انکے ہم
کہتے ہیں کہ اگر اسپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکوں میں ہیں تو یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہہ من قبیل اختلاف دارین کے ہی حقیقۃ تو اختلاف حقیقی
کی مثال میں اسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف کے دار الاسلام میں بطریق استیمان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃ اور دو ملک
مختلف میں ہیں حکما تو بہتر یہہ تھا کہ شارح بجای کحربیین کے کمستامنین کہتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے یہہ ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو
حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اوسکو پاتا ہے تو اسمیں اس کلام کیطرف اشارہ ہے کہ تحقیق دو ملکوں کے بادشاہوں میں عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو وہ
دونوں دار مختلف نہیں ہیں یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہیں کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے ہم یعنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار
مانع میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور سلطنت کے کفار کے حق میں متحقق ہوتا ہے مسلمین کے حق میں اسواسطے کہ اہل بغی اور
اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیونکا لشکر اور سلطنت علحدہ ہے اور اہل عدل کا علحدہ ہے اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہے تو اسلام کا حکم ان سبکو
شامل ہے تو انمیں تباین نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب تو دار الاحکام نہیں بلکہ دار قہر ہے تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق
ہوتا ہے انتہی اور در المنتقی شرح ملتقی میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت اور تباعد اوسکے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اہالی بلاد
اسلام میں دار ایک ہی دار ہے شارع کی نظر میں چنانچہ کافروں کا دین باوجودیکہ نفس الامر میں کثرت سے ہیں ایک دین ہے شارع کی نظر میں کذا فی الطحطاوی
قلت وبقی من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی والقتلی کما سیجیء میں کہتا ہوں ازانجملہ موانع ارث کے باقی رہی
تیسری مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا
ہم یعنی اگرچہ لوگ غرق یا حرق سے مرے تو انمیں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ مانع نہیں اسواسطے کہ
اصطلاح میں مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو اگر میراث فوت ہو سوای اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو جسنے اشتباہ تاریخ
ہونے کو مانع کہا اوسنے خطا کی انتہی مختصرا ومنہا جہالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل او اکثر مبسوطۃ فی المجتبی منہا ارضعت صبیا مع ولدہا
وماتت وجہل ولدہا فلا توارث اور منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہے وارث کا اور یہہ جہالت پانچ مسئلوں میں یا زیادہ مفصل مذکور ہے مجتبی میں ازانجملہ
یہہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنی لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہیں کہ دونوں لڑکوں میں سے اوسکا لڑکا کون ہے تو دونوں لڑکوں
میں سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا وکذا لو اشتبہ ولد مسلم من ولد نصرانی عند الظئر وکبرا فہما مسلمان ولا یرثان من ابویہما زاد فی القنیۃ
الا ان یصطلحا فلہما ان یاخذا المیراث بینہما اور اسیطرح اگر مشتبہ ہو جاوے مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونوں لڑکے بالغ ہوں تو
وہ دونوں مسلمان ہیں اور میراث نہ پاوینگے اپنے باپوں کی قنیہ میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے مگر یہہ کہ دونوں لڑکے آپسمیں صلح کرلیں تو انکو میراث لینا
جائز ہے آپسمیں نصفا نصف یا جسقدر پر صلح ہوئی ہم دونوں کا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انمیں
کسی ہے ایکسے متجاوز نہیں مگر عدم تعین مانع ہے سو جب صلح ہوئی تو جسقدر واقعی وارث کو پہنچا وہ تو اوسکا حق ہے اور جو دوسرے کو پہنچا وہ ہبہ ہوگا
مستحق کیجانب سے ثم بذوی الفروض مقدما للزوجۃ لانہا اصل الولاد انتہا حق لکن الولاد مصنف نے بعد موانع ارث کے ذوی الفروض
کا بیان کیا تو زوجہ کو سب سے مقدم کرکے اسواسطے کہ زوجہ اصل ولاد کی ہے کہ اوسی سے اولاد پیدا ہوتی ہیں قال تعالی فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع

وَلَدٍ او وَلَدِ ابنٍ وإن سَفَل ہو کیا معنے یہہ کہ فرض کرو اس میں سے ایک زوجہ او چند زوجات کیواسطے آٹھوان حصہ اللہ کے ساتھہ یا پوتے کے ساتھہ
اگرچہ سافل ہو یعنی پوتا پر پوتا پر پوتا ہم ولد اور ولد الابن خواہ ذکر ہو خواہ انثے اسی زوجہ سے ہو یا اور عورت سے بہر صورت زوجہ کا حق ثمن ہی اولاد کے ساتھہ
خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہون تو آٹھوان حصہ آپس مین برابر بانٹ لین گی بعدم اولویت کیوجہ سے کذا فی الطحطاوی والربع لہا عند عدمہما
فللزوجات حالتان الربع بلا ولد و ولد الابن والثمن مع الولد او ولد الابن اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہی جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوجات کے دو حال ہین یعنی ربع بلا
ولد اور ثمن مع الولد والربع والثمن للزوجات فالاربع كالواحدة لو ادعى رجلان فاکثر نکاح میتة وبرهنا ولم تكن في بيت واحد منهم ولا دخل بها فانهم
يقتسمون ميراث زوج لعدم الاولوية مع احدهما اى الولد او ولد الابن اور زوجہ کا حصہ چوتھائی ولد کے ساتھہ یا ولد الابن کے ساتھہ خواہ ایک
زوجہ ہو یا زیادہ چنانچہ دو مردون نے یا زیادہ نے دعوی کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر اور وہ عورت ان مدعیون میں سے کسیکے گہر میں نہ تہی
اور نہ کسی مدعی نے اس سے قربت کی تہی تو میراث زوجہ کو مدعی آپس مین بانٹ لین گے برابر عدم اولویت کیوجہ سے ہم اور اگر زوجہ زندہ ہو اسکے نکاح کا چند مرد دعوی کرین
اور گواہون سے ثابت کرین تو گواہیان ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت اس مدعی کی ہوگی جسکی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اوسکے پاس نہو جسکی اوسنے تکذیب کی اور اوسنے
قربت بھی کی ہو اور اگر دعوی میں تاریخ کا پس و پیش ہے تو تاریخ سابق کا مدعی احق ہی کذا فی الطحطاوی والنصف له عند عدمهما فللزوج حالتان النصف
والربع اور زوج کا حصہ نصف ہی جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوج کے دو حال ہین نصف بلا ولد اور ربع مع الولد وللاب والجد ثلث احوال الفرض
المطلق وهو السدس وذلك مع ولد او ولد ابن اور باپ اور دادا کے تین حال ہین فرض مطلق یعنی خالی تعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہی ولد کے ساتھہ یا
ولد الابن کے ساتھہ والتعصيب المطلق عند عدمهما اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہی یعنی خالی فرض سے دونون کے نہونے کیوقت یعنی جبکہ ولد اور ولد الابن
نہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا بطریق عصوبت والفرض والتعصيب مع البنت او بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی
یا پوتی کے ساتھہ ہم باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف لیگی اور جو باقی رہا اوسکو باپ یا دادا بطریق
عصوبت کے لیگا قلت وفي الاشباه الجد كالاب الا في ثلث عشرة مسئلة خمس في الفرائض وباقيها في غيرها مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہی کہ دادا
باپ کی مانند ہے مگر تیرہ مسئلون مین دادا باپ کی مانند نہین پانچ مسئلے تو فرائض مین ہین اور باقی آٹھہ مسئلے غیر فرائض مین ہین ہم فرائض کے پانچ مسئلے
یہہ ہین پہلا مسئلہ یہہ ہی کہ دادی باپ کے ساتھہ وارث نہین ہوتی اور دادا کے ساتھہ وارث ہوتی ہی ۲ یہہ کہ میت نے جبکہ والدین اور احد الزوجین کو
چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین کے ماں کو مابقی کا ثلث پاویگی اور اگر بجای باپ کے دادا ہو تو ماں اوسکی جمیع مال کا ثلث پاویگی طرفین کے نزدیک ۳ یہہ کہ بنی
اعیان اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہین باپ کے ساتھہ بالاتفاق اور دادا کے ساتھہ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتی ہین نہ صاحبین کے نزدیک ۴ یہہ
کہ آزاد کرنیوالیکا باپ اوسکے فرزند کے ساتھہ سدس ولا کا لیتا ہی ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کیواسطے یہہ نہین ہے بلکہ تمام ولا بیٹا لیگا دادا کو کچہہ
نملیگا باقی اماموں کے نزدیک ۵ یہہ کہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنیوالیکا دادا اور بھائی چہوڑا امام نے کہا کہ ولا دادا کیواسطے مخصوص ہی اور صاحبین
نے کہا کہ دونون مشترک ہین اور اگر دادا کی بجای باپ ہوتا تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھہ مسئلون کی یہہ تفصیل ہے پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ اگر وصیت
کی اقرباء زید کیواسطے مثلا تو زید کا باپ وصیت مین داخل نہوگا اور دادا اوسکا داخل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۲ یہہ کہ صغیر کا صدقہ فطر مالدار باپ پر واجب
ہوتا ہے نہ دادا پر ۳ یہہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنی ولد کی ولا کو اپنی موالی کیطرف کہینچیگا نہ دادا کے موالی کیطرف ۴ یہہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہی اپنے
باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵ یہہ کہ اگر زید مرگیا اولاد صغار اور مال چہوڑکر تو اوسکی ولایت زید کے باپکو ہے نہ زید کے دادا کو ۶ یہہ کہ اگر
صغار کا بھائی اور دادا ہی تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی ولایت مین دونون شریک ہین اور امام کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص ہے اور اگر بجای
دادا کے باپ ہوتا تو اوسیکو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷ یہہ کہ جب صغیر کا باپ مرگیا تو وہ یتیم ہوگیا دادا کی موجودگی سے اوسکی یتیمی زائل نہین ہوتی ۸ یہہ کہ
اگر میت مرگیا اور اوسکی اولاد صغار ہے اور مال نہین ہے اور میت کی ایک ماں ہے اور دادا تو نفقہ صغار کا ماں اور دادا پر ہے اسطرح کہ تہائی نفقہ

ہم باپ یا دادا اول اپنا حصہ یعنی سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ نصف لیگی اور جو باقی رہا اوسکو باپ یا دادا لیگا

ان پر ہے اور دو بھائیاں وا، ایرادہ اگر دادا کی جگہ باپ ہوتا تو تمام نفقہ اوسی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ و مراد ابن المصنف فی زواہرہ
آخر ہے من الفصولین ضمن الاب مہر صبیۃ فادّی تجبر لو شرط والا لا ولو ولیا غیرہ او وصیا رجع مطلقا انتہی فقولہ او ولیا غیرہ
یعم الجد فیرجع کالوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح ابن مصنف اپنی حاشیہ اشباہ مین جسکا زواہر الجواہر نام ہی اشباہ کے تیرہ مسئلو پر ایک اور
مسئلہ زیادہ کیا ہی فصولین سی نقل کرکے وہ مسئلہ یہہ ہی کہ باپ نے اپنی طفل صغیر کے مہر کی ضامنی کی پہر مہر ادا کیا اپنی مال سی تو صغیر کے مال سی بعوض
اوسکے اوسوقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اور اگر شرط نکیا ہو تو رجوع جائز نہین اور اگر باپ کے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کرکے
مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقا انتہی یعنی شرطا اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر اب کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے تو دادا بھی
وصی کی مانند مطلقا رجوع کریگا بخلاف باپ کے وللام ثلثة احوال السدس مع احدهما ومع اثنين من الاخوة او من الاخوات فصاعدا
من ای جهة کانا ولو مختلطین اور ماں کے تین حالات ہیں چھٹا حصہ ہے بیٹی یا پوتے کے ساتھہ یا دو بھائی یا دو بہنوں کے ساتھہ بھائی بہن دو
ہوں یا زیادہ کسی جہت سے ہوں اگرچہ ملے جلے ہوں ہم اگر ایک شخص مرگیا ماں اور فرزند چھوڑکر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اوسکی ماں کا حصہ
سدس ہی قال اللہ تعالی ولابويه لكل واحد منهما السدس مما ترك ان كان له ولد اسواسطے کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے اور
ولد الابن کو بھی عام ہی اور اسپر اجماع ہی امت کا کہ ولد الابن قائم مقام ولد صلبی کے ہی تو ورثت ام مین اور اسیطرح ماں کا حصہ میت کے دو بھائیوں کے ساتھہ
یا زیادہ یا دو بہنوں کے ساتھہ یا زیادہ سدس ہی خواہ بھائی بہن سگے ہوں یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہوں یعنی ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلا اور
تیسرا مادری والثلث عند عدمهم اور ماں کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جبکہ اشخاص مذکورین نہوں یعنی بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن وثلث
الباقی مع الاب واحد الزوجين اور ماں کیواسطے باقی مال کی تہائی ہے باپ اور احد الزوجین کے ساتھہ ہم یہاں دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہہ ہے
کہ ایک عورت زوج کو اور ماں باپ کو چھوڑکر مرگئی تو تقسیم چھہ سہم سی صحیح ہوگی نصف یعنی تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنی ایک سہم ماں کا اور باقی دو
سہم باپ کے دوسری صورت یہہ ہی کہ ایک شخص مرگیا ماں باپ اور زوجہ کو چھوڑکر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سی صحیح ہوگی زوجہ کی چوتہائی اور باقی مال کی تہائی
ماں کی یعنی تین سہم اور باقی چھہ سہم باپ کے ہر چند ماتن نے ان دونوں حالتوں کو آگے ذکر کیا ہی مگر شارح نے یہاں ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ماں کے تینوں حالات ایکجگہ
متصل ذکر کرنا بہتر تہا متفرق بیان سی کذا فی الطحطاوی اور اگر صورت مذکورہ مین بجای باپ کے دادا ہو تو عالمگیری مین کافی سے منقول ہی کہ ماں کو جمیع مال کا ثلث ملیگا
انتہی والسدس للجدة مطلقا کانت ام ام او ام اب اور سدس حصہ ہی جدہ کا مطلقا خواہ جدہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو یعنی نانی اور دادی دونو
جدہ صحیحہ ہین اپنے ناتی اور پوتے کے ترکہ سے چھٹا حصہ پاوینگی فصاعدا اذا کن ثابتات ای صحیحات کالمذکورتين فان الفاسدة
من ذوی الارحام کما سیجی متحاذیات فی الدرجة لان القربى تحجب البعدى مطلقا کما سیجی ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہونگی
سدس مین جبکہ جدات ثابتات یعنی جبکہ جدات صحیحہ ہوں چنانچہ دو جدہ مذکور ہو چکین اسواسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام مین سے ہے نہ ذوی الفروض مین
چنانچہ وسکا ذکر ذوی الارحام مین آویگا اور دوسری شرط میراث جدات مین یہہ ہے کہ جمیع جدات درجہ مین متساوی اور برابر ہوں اسواسطے کہ جدہ قریبہ جدہ
بعیدہ کی حاجب ہوتی ہی مطلقا خواہ جدہ قریبہ حاجبہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو اور اسیطرح جدہ بعیدہ محجوبہ خواہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو چنانچہ
اسکا بیان باب الحجب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ہم اکمل نے شرح سراجیہ مین کہا کہ ہر شخص کی دو جدہ ہوتی ہین ایک ماں کی ماں اور دوسری باپ کی ماں کہ
طرح اوسکی والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم وحوا علیہما السلام اور جدہ کی دو قسم ہین صحیحہ اور فاسدہ جدہ صحیحہ وہ ہی جسکی نسبت الی المیت مین ایک نا
دو نا دون مین نہ داخل ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہی کہ دونوں کے مابین مین باپ داخل ہو اسواسطے کہ جو باپ کہ میت کے ساتھہ نانا کہلاتا ہی بواسطہ عورت کے
وہ جد فاسد ہی انتہی چنانچہ نانا یعنی ماں کا باپ تو نانا کی ماں جدہ فاسدہ ہی اسواسطے کہ دو ماؤں مین یعنی میت کے ماں اور نانا کے مابین نانا واسطہ واقع ہوا
معلوم کرنا چاہیے کہ جدہ کا سدس حدیث سی ثابت ہی اور جدات کے سدس کی دلیل یہہ روایت ہی کہ ایک شخص کی نانی یعنی ماں کی ماں صدیق اکبر کے پاس آئی اور

بولی کہ میرے ناتی کا حصہ مجکو دیجئے صدیق نے جواب دیا کہ میں تیرا حصہ کتاب اللہ میں منصوص نہیں پاتا ہوں اور تیری میراث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
کچھہ نہیں سنا ولیکن میں اصحاب سے مشورہ کرتا ہوں پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا ہے
پھر اس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجکو دیجئے تو صدیق نے کہا کہ میں کتاب اللہ اور حدیث میں تیری واسطے کچھہ حصہ نہیں
پاتا ولیکن مجکو یہہ معلوم ہوتا ہو کہ وہی سدس تم دونوں میں مشترک ہی اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اوسیکا ہی کذا فی الطحطاوی عن الاکمل ملخصا والسدس لبنات الابن
فاکثر مع البنت الواحدۃ تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیوں کا ایک بیٹی کے ساتھہ دو تہائیوں کے پورا کرنیکے واسطے ۴ جب کہ
مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو اُن لوگونکو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہیں خواہ ہمیشہ چنانچہ جدہ یا بعضی صورتین جیسے پوتیاں اور پوتیون کے چھہ حالات ہیں تین حال تو
بیٹیون کی مانند ہیں یعنی ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیون کو یا زیادہ کو دو تہائیاں اور اگر پوتیون کے ساتھہ اونکا بھائی بھی ہو تو بھائی اونکو عصبہ کر دیگا
للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیونکو مخصوص ہیں از انجملہ ایک تو وہ ہی جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس اونکو بیٹی کے ساتھہ ملیگا دوسرا حال یہہ کہ دو یا زیادہ
بیٹیون کے ساتھہ وہ ساقط ہونگی لیکن اگر اونکے ساتھہ بھائی ہوگا درجہ میں برابر یا اسفل تو اونکو عصبہ کر دیگا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہو اونمین سے
اور تیسرا حال یہہ ہو کہ فرزند صلبی کے ہوتے پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں محروم اور یہہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیون کے پورا کرنیکے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہو کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہیں ہوتا اور بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو
سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنی ثلثین پورا ہو جاے کذا فی الطحطاوی والسدس للاخت لاب فاکثر مع الاخت الواحدۃ لابوین تکملۃ
للثلثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنون کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھہ دو تہائیون کے پورا کرنے کیواسطے ۴ یعنی اگر سوتیلی بہن
سگی بہن کے ساتھہ ہو تو نصف متروکہ سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاوین معلوم کرنا چاہیے کہ سگی بہنون کے پانچ احوال
ہین اور یہی پانچ احوال سوتیلی بہنون کے بھی ہین پہلا حال یہہ ہو کہ ایک سگی بہن نصف پا دیگی دوسرا حال یہہ کہ دو سگی بہنین ثلثین پا دینگی تیسرا یہہ کہ اگر انکے
ساتھہ بھائی سگا ہوگا تو اونکو عصبہ کر دیگا چوتھا یہہ کہ بہنین بیٹیون کے ساتھہ عصبہ ہو جاتی ہین لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اجعلوا البنات مع الاخوات
عصبات پانچوان یہہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنین ساقط ہو جاتی ہین بالاتفاق اور امام اعظم کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہو
جاتی ہین اور سوتیلی بہنون کے دو حال اور بھی زیادہ ہین تو سوتیلیون کے سات احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی
بہن کے ساتھہ سدس پاتی ہے چنانچہ ماتن نے اوسکو بیان کیا اور ساتوان حال یہہ ہے کہ اگر سگی دو بہنین یا زیادہ ہون تو سوتیلی بہنین ساقط ہو جاتی ہین مگر
یہہ کہ اونکے ساتھہ بھائی ہو تو اونکو عصبہ کر دیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھہ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنین ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی والسدس
للواحد من ولد الام والثلث لاثنین فصاعدا من ولد الام ذکورہم کاناثہم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہو ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی
اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مرد اونکے عورتونکی برابر ہین حصے مین ۴ اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہین جنکی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ
نے زید سے نکاح کیا اوس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد سے شاکرہ نے نکاح کیا اُس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئی تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی
اور مادری بھائی بہن ہین طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنون کے تین حال ہین ایک حال یہہ ہو کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہین تو ثلث
پاوینگے تیسرا حال یہہ ہو کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے سے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اسواسطے کہ اونکی میراث ضعیف ہو قرابت ضعیف
کیوجہ سے نتیجے والثلث للام عند عدم من لہا معہ السدس کا حق اور تہائی ماں کیواسطے ہو جبکہ وہ لوگ نہون جنکے ساتھہ ماں کو سدس ملتا ہو
چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنین یا زیادہ انسے نہونگی تب ماں کو تہائی ملیگی ولہا ثلث الباقی بعد فرض احد
الزوجین کا قدمنا اور ماں کے واسطے باقی مال کی تہائی ہو بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین شرح مین وذلک
فی زوجۃ وابوین وام فلہا حینئذ الربع اور یہہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین مین ہے تو اسصورت مین درحقیقت ماں کیواسطے چوتہائی ہی ۴

ام کا نقد بیان زیادہ کرنا اور اسکے مسئلہ میں مشمول ہونے سے پہلے شارح کی اسوا سطے کہ ام تو ابوین میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے فقط ام کا ذکر
نہیں کیا ثلث مابقی بربع ہے کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گذر گیا کہ اگر زوجہ مرگیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اسکی قسمت بارہ سہم پر صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی
یعنی تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنی نو سہم کی تہائی ماں کی ہے سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنی بارہ سہم کی چوتھائی ہیں اور تفریع فرا بوین کہ
ام فلہا حینئذ السدس یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوجہ اور والدین میں تو اسوقت میں حقیقت ماں کیواسطے سدس ہے ہم یہہ صورت بھی ترجمہ میں گذر
ہو چکی کہ اگر زوجہ مرگئی زوج اور والدین کو چھوڑکر تو قسمت اسکی چھ سہم پر صحیح ہے نصف زوج کا یعنی تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنی تین سہم کی ایک سہم ہم
تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے یہاں اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اسکو ثلث کیون کہا شارح نے اسکا جواب قول
آئندہ میں دیا وسمی ثلثا تأدبا مع قولہ تعالی وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے ان کو فرض کر ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالی کے اس
قول کے ساتھ (وورثہ ابواہ فلامہ الثلث) یعنی اگر میت کا ولد نہو اور اسکے والدین اسکے وارث ہون تو اسکی ماں کو ہوسطے تہائی ہے آیہ کا حصہ اسو اسطے ہوگا
ذکر فرمایا کہ جب فقط والدین وارث مقرر ہو چکے اور ماں کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہوگیا کہ باقی مال باپ کا ہے اور حلے ذالق یون ہے کہ ان کا حصہ جب کہ
والدین کے ساتھ احد الزوجین ہون ثلث الفی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے ثلث مال چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ اسمین تفضیل انثی کی اس ذکر پر لازم آتی ہے جو
اوسکے برابر جہت اور قرب میں اور یہہ موضوع شرعی کے مخالف ہے کذا فی تفسیر البیضاوی ملخصا والثلثان لکل اثنین فصاعدا ممن فرضہ النصف
ھو خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین ولاخت لاب فی الزوج الا الی الزوج لانہ لایتعدد ثلثین یعنی دو تہائیان اُن دو شخصون یا ازیادہ
لوگون کیمیں جنکا فرض حصہ نصف ہے وہ پانچ ہین بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کیواسطے ثلثین نہین اسواسطے کہ اوسمیں تعدد اور کثرت نہین
ہے یعنی زوج کے حق مین دو تہائیوں کا تحقق نہین ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہین مگر متعدد اشخاص ہوکہ انفراد کیحالت مین نصف کے وارث ہوتے ہین فاحفظہ علیہ
معلوم کرنا چاہیئے کہ وہ فرض مقدرہ کلام مجید مین چھ ہیں نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس سو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہو اور بنت صلبی کا
فرض ہے اور بنت ابن کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہے اور سوتیلی بہن کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن
ہو اور ایک زوجہ یا دو چند زوجات کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنی ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار صنفات کا فرض ہے
دو صلبی بیٹیوں کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیون یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہے اور سوتیلی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور
ثلث دو صنف کا فرض ہے ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور دو بہنین اور بھائی نہون اور اولاد مادری کا فرض ہے دو ہون یا زیادہ ذکور ہون یا اناث اور سدس
سات اصناف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا اسی طرح فرض ہے جبکہ میت کا باپ نہو اور ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو یا دو بھائی یا دو بہنین ہون یا
دو بہنین اور جدہ صحیحہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو خواہ چند بشرطیکہ قرابت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہے سگی بہن کے ساتھ
تکملۃ للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریہ من خزانۃ المفتیین

فصل فی العصبات

یہہ فصل ہے عصبات کے مسائل میں ہم عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ لغت میں عبارت ہے محیط الشئی سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی میں موجود ہیں کیونکہ
عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصا اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات النسبیۃ ثلثۃ عصبۃ بنفسہ
وعصبۃ بغیرہ وعصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین قسم ہین عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ہم شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ
سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی تو بہتر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم میں اسواسطے منحصر ہوئی کہ اگر ثبوت عصوبت مین غیر کے
ملنے کی حاجت نہین تو وہ عصبہ بنفسہ ہے یعنی بذات خود بلا حاجت انضمام شخص آخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہے تو اگر عصوبت مین یہہ غیر بھی اسکا
شریک ہے تو وہ عصبہ بغیرہ ہے اور اگر غیر اسکے ساتھ شریک نہین ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے فیکون العصبۃ بنفسہ وھو کل ذکر لا انثی لاتکون
عصبۃ بنفسہا بل بغیرہا او مع غیرہا لم یدخل فی نسبتہ الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبۃ کولد الام فانہ ذو فرض وکابی الام

ابن البنت فانہ من ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ مرد ہی وارث ہے جسکے رشتہ مین میت کیطرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے عورت نکل گئی
کہ وہ عصبہ بنفسہا نہین ہوتی بلکہ صورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے پہر اگر نسبت الی المیت مین عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ ماد ری بہائی کہ وہ صاحب
فرض ہے نہ عصبہ اور چنانچہ مان کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنی نانا اور نواسہ اسواسطے کہ وہ دونون ذوی الارحام سے ہین نہ صاحب فرض ہین نہ عصبہ ما ابقتہ
الفرائض ای جنسہا عصبہ بنفسہ سمیٹتا ہے اوس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہگیا یعنی جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا تو سب باقی مال کو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ
چند اہل فروض ہون یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اوسکی تفسیر بلفظ جنس کر کے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہوگئی وعند
الانفراد یحوز جمیع المال بجہۃ واحدۃ اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کیحالت مین تمام مال کو لیتا ہے ایک جہت سے یعنی اگر اہل فروض نہون فقط عصبہ
بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا فقط ایک عصوبت کی جہت سے منح الغفار مین ہے جہت واحدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ یہہ اعتراض وارد نہو کہ صاحب فرض بہی
مال لیتا ہے جبکہ اوسکے ساتھ عصبہ نہو اسلئے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کر نیکے تو ایک جہت سے
دونون سب مال نپایا بلکہ دو جہت سے برخلاف عصبہ بنفسہ کے کہ وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصبات بانفسہم اربعۃ اصناف جزء
المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ عصبہ بنفسہ کی جماعت چار قسم ہین میت کا جزء پہر میت کی اصل پہر میت کے باپ
کا جزء پہر میت کے دادا کا جزء چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جزء چنانچہ بہائی اور بہتیجا اور
میت کے دادا کا جزء چنانچہ چچا اور اوسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب منہم بہذا الترتیب اور عصبات مین زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم
ہوگی پہر اوسکے بعد اوس سے جو فروتر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت
کا جزء مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا بیٹا پہر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنی پرپوتا اور پرپوتے کا پوتا الخ اکمل نے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنی میراث
مین نقلاً اور عقلاً ثابت ہے دلیل نقلی تو قران مجید مین موجود ہے یعنی باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہین کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت
کے پاوے اور دلیل عقلی یہہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہے صرف مال مین اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کیواسطے تو مقتضا
اسکا یہہ ہے کہ اوسکا مال فرزند سے تجاوز کر کے اوسکے باپ کو نہ پونہچے لیکن نص قرانی سے بقدار حصہ پدری کے اوسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال
مین اوسکی خواہش دلی کو باقی رکھا کذا فی الطحطاوی ملخصا ثم اصلہ الاب پہر فرع کے بعد اصل میت یعنی باپ مقدم ہوگا یعنی اگر میت کا بیٹا
یا پوتا یا پرپوتا کوئی باقی نہین ہے تو میت کا باپ عصبہ ہوکر ترکہ لیگا ویکون مع البنت فاکثر عصبۃ وذا سہم کما مر اور باپ ایک
بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح مین مذکور ہوچکا اہل فروض کے بیان مین طحطاوی نے کہا بہتر یون تہا
کہ مصنف اس مسئلہ کو اہل فروض مین فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کی مانند ثم الجد الصحیح وہو اب الاب وان علا پہر باپ کے بعد
جد صحیح مقدم ہے یعنی باپ کا باپ جسکو دادا کہتے ہین اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا اسردادا اسلئے غیر ذلک وامااب الام ففاسد
من ذوی الارحام اور مان کا باپ تو جد صحیح نہین بلکہ جد فاسد ہے ذوی الارحام مین داخل ہے نہ عصبات مین ثم جزء ابیہ الاخ لابوین
ثم لاب پہر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جزء یعنی سگا بہائی میت کا مقدم ہے پہر اوسکے بعد سوتیلا بہائی مقدم ہے بہتیجون پر ثم ابنہ لابوین ثم
لاب وان سفل پہر بہائی کے بعد سگے بہائی کا بیٹا مقدم ہے پہر اوسکے بعد سوتیلے بہائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاخ سافل ہو یعنی بہتیجے کا
بیٹا یا پوتا تاخیر الاخوۃ عن الجد وان علا قول ابی حنیفۃ وہو المختار للفتوی خلافا لہما والشافعی قیل وعلیہا الفتوی تاخیر بہائیون کی دادا
اگرچہ دادا عالی ہو قول ہے امام ابو حنیفہ رض کا اور یہی قول مختار ہے فتوی کیواسطے برخلاف صاحبین اور شافعی کے بعضون نے کہا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے
یعنی بہائی مقدم ہین دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہے ثم جزء جدہ العم لابوین ثم لاب پہر بہائیون کے بعد دادا کی اولاد یعنی سگا چچا
مقدم ہے پہر اوسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پہر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پہر اوسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

پھر بے بھائی سافل ہون اعمام جدی سے مقدم ہین ثم عم الاب پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اوسکا سوتیلا چچا ہے ثم
ابنہ پھر اعمام جدی کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اوسکے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد ثم
پھر بے اعمام جدی کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اوسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک ثم بنوہ وان سفلوا پھر جد کے اعمام کے بعد انکا بیٹا اسی طرح
مقدم ہے یعنی سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم جدی کے فرزند اور عم جدی کے فرزند سافل ہون کذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط ہم اور اگر ایکدرجہ کے عصبات
کی جماعت متحد ہو تو مال متروکہ انپر باعتبار اونکے ابدان کے قسمت ہوگا نہ باعتبار اونکے اصول کے مثلا میت کا ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور بھائی ایک
بھتیجا ہے اور دس دوسرے بھائی اور ہین تو مال کے گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاسبابہا
اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق سے معلوم ہو گیا کہ عصوبت کے چار سبب ہین بیٹا ہونا باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا وبعد الترجیح
بقرب الدرجۃ یرجح عند التفاوت بابوین واب کالمرتبۃ القرابۃ فمن کان لابوین من العصبات ولو انثی کالشقیقۃ مع البنت
تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ اونمین تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا
ترجیح دیجاتی ہے قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے سو عصبات مین سے جو عصبہ میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہو اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے
سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر ہم درجہ سے مراد قرابت کی جہت ہے یعنی تقدیم مین اول جہت معتبر ہے تو جزئیت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر
مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبون مین سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزئیت مین بیٹا اور پوتا یکسان ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب
ہے تو اب تقدیم قرب کی وجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ قرب مین بھی عصبات برابر ہون تو اب تقدیم مین قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہان بیان کیا ہے
اور قرابت کی قوت پائی نہین جاتی مگر بھائیون مین اور بھتیجون اور چچون مین اور چچیرے بھائیون مین اور فروع اور اصول مین قوت قرابت کی یعنی سگا اور سوتیلا کا
اعتبار نہین ہو سکتا اور چونکہ یہہ مقام ہے عصبات نفسہ کے اصناف کا اور اونکے ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ محل ہے
کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہین بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہہ جواب ہو سکتا ہے کہ اسکا بھائی عصبہ بنفسہ ہے تو اسکی دلیل مین بہن کی بھی قوت قرابت کو ذکر کردیا
کذا فی الطحطاوی لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی مان کے فرزند باہم وارث ہوتے ہین نہ سوتیلی ماؤن کے فرزند ہم یہہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث
مذکور کا یہہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنی مرد وارث ہوتا ہے سگے بھائیکا نہ سوتیلے بھائیکا والحاصل انہ عند الاستواء
فی الدرجۃ یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فیہا یقدم الاعلی اور خلاصہ کلام یہہ ہے کہ درجہ برابر ہونیکے نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی
ہے اور درجہ مین تفاوت ہونے سے اعلے یعنی اقرب مقدم ہوتا ہے ہم برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو
طرح سے قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور مان کی طرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے ان کی تفاوت ہو اور تفاوت درجہ کی مثال
چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب تر ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ لغیرہ فقال والعصبۃ لغیرہ
البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا پھر عصبہ نفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ لغیرہ میں شروع کیا سو بیان کیا اور عصبہ لغیرہ چار
ہین بیٹیان بیٹونکے ہونے سے اور پوتیان عصبہ لغیرہ ہو جاتی ہین پوتونکے ہونے سے اگرچہ درجات میں سافل ہون ہم بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونیکا مجمد
دلیل یہہ ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اللہ تعالی تمہاری اولاد مین وصیت کرتا ہے مرد کیواسطے دو عورتون کے حصہ کے برابر یعنے
اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیان ہین تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم ہر ایک
بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا وعلی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیان اور بیٹے ہون اسیطرح ہین اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیئے والاخوات
لابوین اولاب باخیہن اور سگی سوتیلی بہنین عصبہ لغیرہ ہو جاتی ہین اپنے بھائی کی ہونے سے ہم اور بہنون کا عصبہ ہونا اپنے بھائیون کی ہونے سے

حق تعالےٰ کے کلام سے ثابت ہے وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فهن اربع ذوات النصف والثلثين يصرن عصبة
باخوتهن تو عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں نصف اور ثلثین کے حصے والیاں وہ عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ہونے سے ھم اور جس عورت کا حصہ فرض نہیں اور
اوسکا بھائی عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہیں ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہوں یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھ نہ ملیگا اور یہی حال ہے
ابن العم کا بنت العم کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو حكمًا كابن ابن ابن يعصب من مثله او فوقه اگرچہ بہنوں کا
بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پرپوتا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کی درجہ والی بہن کو یا اوس بہن کو جو اوس سے اونچے درجہ والی ہے ھم
عصبہ بغیرہ میں بھائی سے مراد وہ ہے جو برادر حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہو سو حقیقی برادر تین میں ہوتا ہے بنت صلبی اپنی بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے
بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن میں ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیری بہنوں کو بھی جو درجے
میں برابر ہیں اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہے جو اوس سے اسفل ہے درجہ میں تو انمیں سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جسکا کچھ حصہ نہیں
چنانچہ مسئلہ تشبیب میں آویگا کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی العصبة مع غيره فقال ومع غيره الاخوات مع البنات او بنات الابن لقول
الفرضيين اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة والمراد من الجمعين هنا الجنس ھم مصنف نے عصبہ مع غیرہ بیان شروع کیا سو یوں کہا اور عصبہ مع
غیرہ بہنیں ہیں بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات
کی دونوں جمعوں سے جنس مراد ہے ھم سراجیہ اور اوسکی شروح میں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم کیونکہ ایک بہن ایک
بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی ہے اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکی خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اوسکا جواب دیا کہ جمع پر الف لام جنس
کا ہے تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبة ولد الزنا وولد الملاعنة موالي الام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ اونکی ماں کا
مولی ہے ھم ولد الملاعنہ یہہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اوسکی زوج نے کہا کہ یہہ میرا بیٹا نہیں ہے پھر باہم لعنت کرکے زوجین میں فراق ہو گیا
تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اوسکی ماں کے ساتھ ملایا تو وہ اوس
شخص کی مانند ہو گیا جسکو باپ کی جانب سے کچھ قرابت نہیں تو اسلیے واجب ہوا کہ اوسکی ماں کے موالی اوسکے وارث ہوں اور وہ انکا وارث ہو تو اگر
ولد الملاعنہ مرگیا اور اوسنے ایک بیٹی اور ماں اور ملاعن کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور ماں کو دیا جاویگا بطریق رد
اور رد کے گویا کہ اوسکا باپ ہی نہ تھا انتہی اور ولد مشترک کا نسب مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولی سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونوں
مولے ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولے کے قرابت دار اوسکی میراث میں باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کی قرابتدار
ہیں اور اگر مولے مرگیا تو دوسرا باقی مولے ولد مشترک کے مال متروکہ سے پدر کامل کی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی المراد بالمولى
ما يعم المعتق والعصبة ليعم ما لو كانت الام حرة الاصل كما بسطه العلامة قاسم لانه لا اب لهما اور متن میں مولی سے مراد وہ شخص
آزاد کرنیوالے اور عصبہ دونوں کو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو اوسکو بھی شامل ہے چنانچہ علامہ قاسم نے اسکو شرح
بیان کیا ہے ماں کا مولے اسواسطے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہیں ہے یعنی شرعًا اونکا کوئی باپ نہیں ہے سو اونکا نسب
ثابت ہوا اور وہ اوسکے وارث ہوں اگرچہ واقع میں ولد بدون والد کے نہیں ہوتا مگر بطریق خرق عادت ويفترقان في مسئلة واحدة
هي ان ولد الزنا يرث من توامه ميراث اخ لام وولد الملاعنة يرث من توامه ميراث اخ لابوين اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ
ایک مسئلہ میں جدائی رکھتے ہیں وہ مسئلہ یہہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توام سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی
کی میراث پاتا ہے ويختم العصبات بالعصبة السببية اي المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی پر کرتے ہیں یعنی سو عصبہ سببی مولی ہے
غلام کا آزاد کرنیوالا ھم مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنیوالا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ نہ ہو تو اخیرہ عصبات

مین واقع ہوا تو وصیی اور باقی عصبات مین کوئی اور وارث نہین تو ذوی الارحام پر مقدم ٹہرا اور معتق مذکورہے ذوی الفروض پر بہی مقدم ہو اور یہی قول ہی علی مرتضی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہے ذوی الارحام سے اور مستند جمہور کا قول ہے اور فریقین کی دلائل مطولات مین مذکور ہین **ثم عصبتہ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمة کلحمة النسب** ہر ہوئے التناقہ کے بعد اوسکا عصبہ بنفسہ ہو بنابر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولا قرابت ہو نسب کی قرابت کے مانند **ھم** عصبہ بنفسہ کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہو اوسکے عصبہ نسبی پر یعنی آزاد کرنیوالیکا آزاد کرنیوالا موخر ہو عصبہ نسبی سے اور بموجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہی ہیر ابن الابن اگرچہ سافل ہو ہیر باپ معتق کا ہیر اوسکا دادا اگرچہ عالی ہوا سے اخر التفصیل ہیر معتق کا معتق علے الترتیب المذکور ہیر اوسکے عصبات معلوم کرنا چاہیے کہ آزاد کرنیوالے کی میراث غلام آزاد ونہین پاتا جمہور کے نزدیک خلافا لاسحق بن راہویہ والحسن بن زیاد اور اس حدیث مین الولاء لحمة کلحمة النسب ولا سے مراد ولاء عتاقہ ہی نہ ولاء میراث یعنی ولاء عتاقہ قرابت حاصلہ ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطا **واذا ترک المعتق ابا مولاہ وابن مولاہ فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس** اور جبکہ غلام آزاد مرگیا اپنے مولے کا باپ اور بیٹا چہوڑکر تو سب مال مولے کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف نے کہا باپ واسطے چہٹا حصہ ہے **او ترک جدہ ای جد المولی واخاہ فھو للجد علی الترتیب المتقدم وقالا بینھما کالمیراث** یا غلام آزاد نے اپنے مولے کا دادا اور اوس کا بہائی چہوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنابر اوس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ مین مذکور ہو چکی اور صاحبین نے کہا کہ دونون کے مابین مال مقسوم ہوگا میراث کی مانند **ولیس ھنا عصبة بغیرہ ولا مع غیرہ لقولہ علیہ الصلوة والسلام لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الحدیث** اور یہان یعنی ولاء عتاقت مین عصبہ بغیرہ نہین اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوة والسلام کے کہ عورتونکو ولا مین کچہہ حصہ نہین مگر اوس غلام کا ولا ہی جسکو عورتون نے آزاد کیا اسے آخر الحدیث **ھم** عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتین ہوتی ہین لہذا وہ ولاء عتاقت مین بموجب حدیث کے بیدخل ہین اور یہہ حدیث ٹکڑا ہی حدیث طویل کا جو سراجیہ مین مذکور ہے **وھی وان کان فیہ شذوذ لکنہ تاکد بکلام کبار الصحابة فصار بمنزلة المشھور کما بسطہ السید ادا قد** المصنف اور یہہ حدیث مین اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متاکد ہوگئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اوسکو شرح بیان کیا ہی اور مصنف نے اوسکو اپنی شرح مین ثابت رکہا ہی **ھم** شاذ وہ حدیث ہی جسکو ثقہ راوی اور راویون کے مخالف روایت کرے تو جسکی روایت مین راوی متفرد ہوا تو اوسکو نظر کرنا چاہیے اگر اوسکی روایت اوس راوی کے مخالف ہو جو اوس سے زیادہ تر حفظا ور ضابطہ ہے تو اوسکی روایت شاذ مردود ہی یعنی قبول کرنیکے لائق نہین ہی اور اگر اوسکی روایت ثقات کے مخالف نہین ہی تو اگر اوس راوی کی حفظ اور اتقان پر اعتماد ہی تو وہ مقبول ہی اور اوسکا انفراد صحت حدیث مین قادح نہین اور اگر اوسکی حفظ اور اتقان پر اعتماد نہین تو اوسکی حدیث خارج ہی حدیث صحیح سے اور حدیث مشہور وہ ہے جو قرن اول مین آحاد ہو ہیر قرن ثانی اور بعد اوسکی متواتر ہوگئی ہوا اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہین تو اونکی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت ہی جصاص نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہی حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتونکو ولا مین کچہہ نہیں کذا فی الطحطاوی

ثم شرع فی الحجب فقال ولا یحرم ستة من الورثة بحال البتة الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان والزوجان ہیر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ چہہ وارث کسی حالت مین محروم میراث سے نہین ہوتے البتہ یعنی یقینا باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنی والدین اور ولدین اور زوجین **ھم** باپ کیواسطے یا سدس ہے یا عصوبت ہمیشہ اور ماں کا سدس ہی یا ثلث کل ہی یا ثلث الباقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ ہی ہی اور بیٹی تین حال سے خالی نہین اوسکا یا نصف ہی یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہی یا ربع ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہی یا ثمن ہمیشہ **وفریق یرثون بحال ویحجبون حجب الحرمان بحال اخری وھم غیرھولاء الستة سواء کانوا عصبات او ذوی فروض** اور ایک فریق وہ ہین جو ایک حالتین تو وارث ہوتے ہین اور دوسری حالتین بالکل محجوب ہوتے ہین اور وہ فریق سوا ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہین خواہ وہ عصبات ہون یا ذوی الفروض **ھم** عصبات تو جیسے بہائی اور بہتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنین

[illegible]

دھومبنی کل علی اصلین اور حجب کی بنا دو اصلون پر ہے یعنی محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو قاعدون کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قریبونمین دونون اصلین یا
ایک اصل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہوگی والا وارث ہونگی احدہما انہ یحجب الاقرب من سواھم الابعد لما مر انہ یقدم الاقرب فالاقرب
اتحاد فی السبب ام لا ایک اصل یہ ہے کہ اونکے سوا جو کبھی محروم نہین ہوتے اور وارثونمین سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اقرب
فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونون قرابتین سبب ارث مین متحد ہون یا نہون ھم یعنی حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانیسے تو اقرب ابعد کا حاجب
ہوتا ہے چنانچہ عصبات مین مذکور ہوچکا کہ میت کا جزمیت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنی فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب میت کا بہائی
ہے و علے ہذا القیاس ذوی الفروض مین اقرب ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیتین اور سوتیلی بہنین سگی بہنون کے
ساتھہ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ اور بھائی ہے والثانی ان من ادلی بشخص لا یرث معہ کابن الابن لا یرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل
یہ ہے کہ جسکی قرابت لگی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہوگا اوس شخص متوسط کے ساتھہ چنانچہ پوتا وارث نہین ہوتا بیٹے کے ساتھہ یعنی پوتے کی قرابت دادا
سے بواسطہ باپ کے ہے تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا اولاد الام فانہم یرثون معہا لعدم استغراقہا التركة بجہة واحدة مگر ماں کی اولاد یعنی اخیافی بھائی سو ماں کے
ساتھہ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ ماں تمام متروکہ کو نہین پاتی ایک جہت سے ھم یعنی ہر چند میت کی قرابت ماں کی اولاد یعنی بھائی سے بواسطہ ماں کے ہے تو مقتضای اصل ثانی یہہ تہا
کہ ماں کی اولاد یعنی بہائی ان کے ساتھہ وارث نہوتا مگر اوسکی وراثت اسوجہہ سے ہوئی کہ ماں سب متروکہ کی مستغرق نہین ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض
اور عصبات مین سے کوئی باقی نہین سواے ماں کے تو اب وہ تمام متروکہ پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً و ردّاً والمحروم کابن کافر او قاتل لا یحجب
عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہین ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان ھم جب محروم مین صلاحیت میراث کی
نرہی تو وہ استحقاق ارث مین میت کی مانند ہوگیا تو اسیطرح حق حجب مین وہ بمنزلہ میت کے ہے نوادر الیست کیونکہ سو و یحجب المحجوب اتفاقا کالام اذا یحجب
بالاب و یحجب ام الام اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعودؓ کے کذا فی شرح السراجیة چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے ہونے
سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی ماں کو وکالاخوة والاخوات فانہم یحجبون بالاب حجب حرمان و یحجبون الام من الثلث الی السدس حجب
نقصان اور چنانچہ بھائی اور بہنین کہ وہ محجوب ہوتی ہین باپ کے ہونیسے حجب حرمان کر یعنی بالکل محجوب ہوجاتی ہین اور بہائی بہنین ماں کی حاجب ہوتی ہین
ثلث سے سدس تک حجب نقصان کر یعنی بالکل حاجب نہین ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہین کہ ماں کا تہائی حصہ کم ہوکر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال حجب حرمان کی ہے
اور دوسری حجب نقصان کی و یختص حجب النقصان بخمسة بالام و بنت الابن و الاخت لاب و الزوجین اور حجب نقصان پانچ شخصونکو خاص
ہے ماں اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کو ھم ماں تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک لدیا ولد الابن کے ہونیسے یا دو بہائی یا دو بہنونکے ہونیسے اور پوتی محجوب ہوتی ہے بنت صلبی کے ہونیسے نصف سے
سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونیسے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے
کذا فی الطحطاوی و یسقط بنو الاعیان وھم الاخوة والاخوات لاب و ام بثلثة بالابن و ابنہ وان سفل و بالاب اتفاقا و بالجد عند
ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالی اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنین ساقط ہوجاتی ہین تین شخصونکے ہونیسے انمین سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ سافل ہو اور دوسرا
باپ ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ھم برادران عینی کا ذکر کرنا حجب کے مناسبت سے ہے اور بعضی مصنفین
نے مصنف کی مانند فروض کو اور اونکے مستحقونکو ذکر کیا اور بعض وارثون کے سقوط کا حال حجب مین بیانکیا اسی مناسبت کیوجہہ سے اور بعضون نے چنانچہ صاحب
سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اوسکی ذکر کیوقت بیان کر دئے تو باب الحجب مین حالت سقوط کے ذکر کرنیکی کچھہ حاجت نرہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے
حالت سقوط بھی مقدم مذکور ہوچکی کذا فی الطحطاوی وقالا یقاسمہم علی اصول زید و یفتی بالاول وھو السقوط کما ھو مذھب ابی حنیفة و
اصول زید مبسوطة فی المطولات اور صاحبین نے کہا کہ جد سگے بھائیون سے مقاسمہ کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوی دیا گیا ہے
اول قول کا یعنی جد کے ساقط ہونیکا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقہیہ مین شرح مذکور ہین ھم منح الغفار مین اصول زید یون

ذکر ہیں کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کی برابر ہے اونسے برابر مقاسمہ کریگا جبتک مقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہو اور اگر ثلث سے کم ہوگا تو اوسکے لئے ثلث مقرر ہوگا اور باقی وہ تہائیاں بھائیوں بہنوں میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہونگی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہو تو ترکہ انہیں نصفا نصف ہوگا اسواسطے کہ مقاسمہ جد کے واسطے بہتر ہے اور اگر جد اور دو بھائی ہیں تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور تین بھائی ہیں تو تہائی مال جد کا فرض ہے اور باقی مال بھائیوں میں مقسوم ہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں مقاسمہ سے جو تہائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تہائی سے کم ہے اور اگر جد اور بھائیوں کیساتھ کوئی صاحب فرض ہے تو اوسکو فرض دیا جائیگا پھر تامل کیا جاویگا کہ جد کے لئے تین حالات سے کون حال بہتر ہے مقاسمہ یا ثلث باقی یا سدس تو جو انمیں سے اوسکے حق میں بہتر ہوگا وہ اوسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الوہبانیۃ ۞ واسقاط اولاد الاعیان وعلة ۞ وقد اسقط النعمان مع الجد اکثر اور وہبانیہ میں ہے اور صاحبین نے سگے بھائیوں اور سوتیلے بھائیوں کو دادا کے ساتھ ساقط نہیں کیا ہے اور البتہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے اونکو ساقط کیا ہے اور یہی قول امام کا مختار اور معتمد ہے ﻫ قولہ وعلّة کا واو بمعنی او ہے یعنی اسواسطے کہ یعنی کے بعد علاتی وارث ہوتا ہے نہ اوسکے ساتھ وعلیہا الفتوی کما فی الملتقی والسراجیة وان قال مصنفها فی شرحها وعلی قولهما الفتوی ۱ھ اور بنی اعیان میں امام کے قول پر فتوی ہے چنانچہ ملتقی اور سراجیہ میں مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح میں کہا ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے

ویسقط بنو العلات وهم الاخوة والاخوات لاب بهم اى ببنى الاعيان ايضا وبهؤلاء اى بالابن وابنه وبالاب والجد وكذا بالاخت لاب وام اذا صارت عصبة كما علمته اور بنو العلات یعنی سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں سگے بھائیوں سے بھی اور ان شخصوں سے یعنی ولد اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسیطرح ساقط ہوتی ہیں سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہو جاے بنت کے ساتھ چنانچہ تو اوسکو معلوم کرچکا ہے ﻫ چونکہ بنی اعیان قرابت میں اقوی ہیں بنی علات سے لہذا اونکی وجہ سے وہ ساقط ہو جاتے ہیں اور جبکہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ مع غیرہ ہو گئی تو اگر میت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہو جاینگے کذا فی الطحطاوی

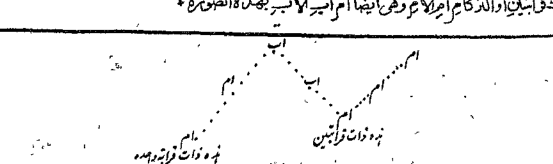
ویسقط بنو الاخیاف وهم الاخوة والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانهم من قبيل الكلالة كما تسقط به اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ اور دادا سے باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ ہیں یعنی ضعیف القرابت ہیں چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی میں اسکو مشرح بیان کیا ہے ﻫ بالاجماع مدسے مرتبط ہے یعنی برخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہیں نہ صاحبین کے قول پر

وتسقط الجدات مطلقا ابويات او امّيات بالام اور ماں کے ہونے سے ساقط ہوتی ہیں جدات مطلقا خواہ پدری جدہ ہوں یا مادری یعنی دادیاں اور نانیاں سب ساقط ہو جاتی ہیں والابويات ايضا بالاب اور جدات پدری یعنی دادیاں باپ کے ہونے سے ساقط ہو جاتی ہیں وكذا بالجد الا ام الاب وان علت فانها ترث مع الجد لانها ليست من قبله بل هي زوجته كما لا يكون اور اسیطرح سے جدات ساقط ہو جاتی ہیں دادا کے ہونے سے مگر باپ کی ماں اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہیں ہوتی اسلئے کہ وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی ماں کی قرابت دادا کی جہت سے نہیں بلکہ وہ جد کی زوجہ ہے تو وہ دونوں باپ کی مانند ہوئے اصل قرابت میں یعنی تو جیسے والدین وارث ہوتے ہیں ویسے ہی جد اور جدہ وارث ہونگے

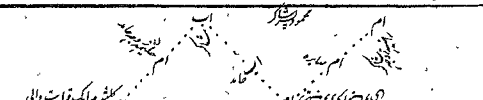
ويحجب القربى من اى جهة كانت البعدى كذلك وارثة كانت القربى ام محجوبة كما قدمناه اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ کو اسیطرح ہر جہت والیکو محجوب کرتی ہے خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہو چنانچہ ہمنے اسکو مقدم بیان کیا ہے تحجب المحجوب کی شرح میں ﻫ تو چار صورتوں میں حجب حاصل ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے دوسری یہ کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہے تیسری یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہے چوتھے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے

واذا اجتمعتا وكانت احدهما ذات قرابة واحدة كام ام الاب كذا فى نسخ المتن والشرح والصواب الموافق للسراجية وغيرها كام ام الاب وقد تقدم ان القربى تحجب البعدى مطلقا فهو ولا الاخرى

ذات قرابتین او الذکا ام ام الام وھی ایضا ام اب الاب بھذہ الصورۃ *



اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہون اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو جیسا کہ باپ کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہو جیسا کہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہے صورت اسکی یہہ ہے



شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخون مین ایسا ہی ہے کہ ام الاب مذکور ہی اور درست مثال سراجیہ وغیرہا کی موافق کہ ام ام الاب ہی اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو محجوب کرتی ہی مطلقا تو بوجہ اس خطاء مصنف کے ھم شارح نے ہی کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانئے تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قریب ہونے کے دو قرابت والی کی حاجب ہو اور سکے بعید ہونے کی وجہ سے یعنی متن مین دو خلل ہین ایک یہہ ہی کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہما کے مخالف ہی دوسرا خلل یہہ ہی کہ لازم آتا ہی بموجب قاعدہ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجب ہو اور حالانکہ یہان وہ صورت مفروض ہی کہ دونون جدہ وارث ہین چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نکیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا و توضیحہا ان امرأۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتہا فولد بینہما ولد فھذہ المرأۃ جدتہ لابیہ اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتی کا نکاح کیا اپنی نواسی سے تو اونسے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہہ عورت اس لڑکی کی والدین کی جدہ ہے یعنی اوسکے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے ھم اور یہان ایک اور دوسری عورت ہی جسنے اپنی بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اوسکی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہی میت کا تو یہہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہہ دونون جدہ مجتمع ہوتین تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہہ ہی کہ مثلا دو عورتین ہین زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی نواسی یعنی راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا ان سے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہی یعنی اوسکے باپ کی دادی ہی اور اوسکی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سے نکاح کر دیا اونسے شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اوسکے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہہ ہی کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہی جسکا نام سلیمہ ہی سو زینب نے سلیمہ کی نواسی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کر دیا ان سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوتی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی نانی ہوتی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرحکی قرابت سے اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکھتی ہی یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی ہے قسم محمد السدس بینہما اثلاثا باعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونون جدہ کے مابین تین تہائی کرکے تقسیم کیا ہی باعتبار جہات قرابت کے ھم یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دی اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیان سدس کی دین اسوجہ سے کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہی جہات قرابت کے اعتبار سے

توجسمین ایک قرابت کی جہت ہوئی اوسکو ایک حصہ دیا اورجسمین دوجہتین قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئین تو صورت مین وہ ایک ہی اورحقیقت مین متعدد ہے تو
اوسکو دو حصے دئے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہے دو جہت سے ساتھی وھما ای ابوحنیفۃ وابویوسف انعما قالا باعتبار الابدان وبہ قال مالک و
الشافعی وبہ جزم فی الکنز فقال وذات جہتین کذا تیجنے اور امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف نے نصانصف قسمت کی ہی باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہی
امام مالک اور امام شافعی کا اور اسی قول پریقین کیا ہی کنز مین سو کنز مین یون کہا ہو کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کی برابر ہی ھم تو لتسمین کیوجہ ہیئت
کرا گر جہت کے تعدد کے ساتھ نام کا بھی تعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہین تو جہت کا تعدد جہت واحدہ کی مانندہی اور بیان
اسیطرح ہے کہ دو قرابت والیکو بھی جدہ بولتے ہین ایک قرابت والیکی مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہو گی ایک قرابت والیکے ساتھ تو شیخین کے
نزدیک اُنمین بھی سدس نصانصف تقسیم ہوگا اور محمد کے نزدیک سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والیکو اور تین حصے تین قرابت والیکو ملینگے
طحاوی نے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہی سراجیہ مین ابو یوسف کے ساتھ امام ابوحنیفہ کو ذکر نہین کیا ہے اور اوسکی شرح فرائض شریفی مین ہے کہ
سرخسی نے کہا کہ امام سے تعدد قرابت احدی الجدتین مین کچھ روایت نہین ہی لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب کے فرائض
مین یون مذکور ہی کہ ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کی قول کی مانند ہو انتھے واذا استکمل البنات او الاخوات لابوین فرضھن وھو
الثلثان سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ایضا الا بتعصیب ابن ابن فی الصورۃ الاولی او اخ فی الثانیۃ موازیا ای مساویا
او نازلا ای سافلا فحینئذ یعصبھن ویکون الباقی للذکر مثل حظ الانثیین قالہ المصنف فی شرحہ اور جسکے بیٹیان اور سگی بہنین اپنا فرض حصہ یعنی
دو تہائیان پورا بہرلین تو پوتیان ساقط ہو جاویگی اور سوتیلی بہنین بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورتمین اور بھائی کے عصبہ کردینے سے
دوسری صورتمین بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کی برابر ہو درجہ مین یا نازل یعنی نیچے درجہ والا ہو تو اوسوقت مین ابن الابن بنات کو اور سوتیلا
بھائی اپنی بہنونکو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھم بنات کا حق کامل
ثلثین اسواسطے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہی کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہین ہوتا اور اخوات کا حق تو اخیر سورہ نسا مین مذکور ہے قلت وفی اطلاقہ نظر
ظاہر لما نص علیہ من ان ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ وابن المعتق لا یعصب اختہ بل المال للذکر دونھا
لانھا من ذوی الارحام قال فی الرحبیۃ ولیس ابن الاخ بالمعصب من مثلہ او فوقہ فی النسب شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ مصنف
مطلق چھوڑنے مین ظاہر اعتراض ہے علما کی اس تصریح کی دلیل سی کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہین کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور چچا کا بیٹا
اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور آزاد کرنے والیکا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا بلکہ تمام مال ان صورتونمین مرد کا ہوتا ہی نہ عورت کا اسواسطے کہ عورت ان چارون
صورتونمین ذوی الارحام سے ہے رحبیہ مین کہا ہی کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہین ہی اپنی برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والیکو نسب مین یعنی عمہ کو ھم
صور مذکورہ مین عدم تعصیب کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کیحالت مین اور جو عورت کہ صاحب
فرض نہو چنانچہ مسئلہ مذکورہ مین تو اوسکا بھائی اوسکو عصبہ نہین کرتا اور شارح کے اعتراض کا یون جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت مین موازی یا
نازل فقط ابن الابن کی صفت ہو نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہوا اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہی تو اب موازی یا نازل اوسکی صفت نہین ہو سکتا
ان یہ البتہ ہی کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف انسب تھی کذا فی الطحطاوی لمحشا تعصبہ بخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب مثلہ او فوقہ
ممن لم تکن ذات سہم ویسقط من دونہ برخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل درجہ کا ہو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہی اپنی برابر والی
کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہی اُن عورتونکو جو اُس سے نیچے درجے والیان ہین ھم یعنی اگر
وہ صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاویگی اور اسکا بھتیجا اوسکو عصبہ نہین کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے مین نیچے ہونگی وہ ساقط ہو جاوینگی
جیسا فرائض مین مثال مین واضح ہوگا تو ترک ثلث بنات ابن بعضھن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن اخر کذلک وثلث بنات ابن ابن ابن کذلک لیس للاعلی

الفريق الثالث		الفريق الثانی		الفريق الاول	
	ابن		ابن		ابن
	ابن		ابن	علیا	ابن بنت
	ابن	علیا	ابن بنت	وسطی	ابن بنت
علیا	ابن بنت	وسطی	ابن بنت	سفلی	ابن بنت
وسطی	ابن بنت	سفلی	ابن بنت		
سفلی	ابن بنت				

سواگر میت نے اپنی تین پوتیان چھوڑین اسطرحکی کہ ایک دوسرے سے نیچے درجے والی ہے اور دوسرے فرزند کی پوتیان تین چھوڑین اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر اور اسے تیسرے فرزند کی تین پوتیان اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑین چنانچہ شارح کی تمثیل سے اگر تامل کرین تو واضح ہوتا ہے ؁ توضیح اسکی یہہ ہو کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اوسکی بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اوسکی بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا اسیطرح میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اوسکے فرزند نے ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا علے ہذا القیاس تین بار پھر میت کے پر دتے نے اسیطرح علے الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مرد مرگئے تمام طبقات کی اور تو لڑکیان اونکی باقی رہین اور میت جد ملے ہو اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیب کہتے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصا فالعُلیا من الفریق الاول لا یُوازیھا احدٌ فلھا النصفُ تو فریق اول کی اونچی پوتی کی برابر کوئی عورت نہین توجد اعلے کے متروکہ سے اوسکو نصف ترکہ ملیگا ؁ چونکہ اوسمین اور میت مین ایک واسطہ برخلاف اور بنات کے لہذا اوسکی برابر مین کوئی عورت نہین تو وہ نصف لیگی کیونکہ وہ قائم مقام بنت صلبی کے ہو والوُسطیٰ من الفریق الاول تُوازیھا العُلیا من الفریق الثانی فیکون لھما السدسُ تکملۃ للثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہے تو ان دونو سدس بایکا ثلثین کے پورا کرنے کیواسطے ؁ یعنی دونو پوتیان ہم اسطرح ہمدرجہ ہوتین کہ میت مین اور انمین دو دو واسطے ہین انکو سدس اسواسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پاچکی تو ثلثین مین سدس باقی جو رہا تھا وہ انکو ملا تاکہ دو تہائیان پوری ہوجاوین ولا شیء للسُفلیات اور کچھ نہین ہے نیچی پوتیون کیواسطے ؁ نیچی پوتیون سے یعنی تین پوتیون نے دو تہائیان پائین اب باقی جو سفلیات پوتیونکو کچھہ نہ ملیگا اسواسطے کہ بنات کا حق دو تہائیون سے زیادہ فرض نہین تو اورعصبہ انکی نفسہا ثابت نہین تو اسلئے انکو میراث نہ ملیگی کذا فی الفرائض الشریفی الّا ان یکون معھن غلام فیعصّبھن من بحذائہا ومن فوقہا ممن لا تکون صاحبۃ فرض ویسقط السُفلیات سفلیات کے لئے کچھہ نہین مگر یہہ کہ سفلیات مین سے کسی کے ساتھ بھائی ہو تو بھائی اوس بہن کو اور اوسکی برابر والی ہمدرجہ کو اور اوسکے اوپر والی کو جو صاحب فرض نہین ہے عصبہ کردیگا اور باقی سفلیا ساقط ہوجاوینگی ؁ تو اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاوینگی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اوسکی بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کے سفلی اور ثالث کی وسطی اور سفلی ساقط ہونگی اور اگر بھائی فریق ثانی کے سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اوسمین اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی مین اور فریق ثانی کی سفلی مین سات حصے ہوکر تقسیم ہوگا للذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اوسمین اور چھہ سفلیات مین آٹھہ حصے ہوکر قسمت ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھ مفروض ہو تو تمام مال اوسمین اور اوسکی بہن مین تین حصے ہوکر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھہ سفلیات کو کچھہ نہ ملیگا اور اگر بھائی سدس والیون کے ساتھ ہو تو فریق اول کے علیا نصف لیگی اور باقی اوسمین اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھہ سفلیات ساقط ہوجاوینگی کذا فی الطحطاوی والشریفی ویأخذ ابن معن کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ السید وغیرہ فیاخذ احد ابنی عمٍّ

هو ما حرر لأم المشركة تشريك بالفرض شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخوں میں اسیطرح ہے یا مگر ابن نجیم فرقوم سے اور سید وغیرہ کی عبارت یا مگر امّ
مسیم جو بیٹی وہ پھر سے بھائی نہیں جو اخیافی بھائی ہے میت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے سوم صورت اوسکی یہ ہے کہ دو بھائی ہیں ہر ایک نے
ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلاً حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دی یا کہ وہ مرگیا اور
دوسرے بھائی باقی نے اُس عورت سے نکاح کیا اُس سے دوسرا بیٹا اوسکا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی
جو اوسکا اخیافی بھائی ہے چھوڑ کر مرگیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے لیگا کذا فی الطحطاوی بتسبتہ وکذا لو کان
الآخر زوجاً فله النصف اور اسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اوسکو نصف حصہ لیگا فرضیت کے اعتبار سے ویقتسمان الباقی
بينهما نصفين بالعصوبة حيث لا مانع لأنه يرث بهما فيه بجهتي فرض وتعصيب اور دونو چچیرے بھائی باقی مال کو آپسمین نصفا نصف بانٹ لینگے عصبیت کی
راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہیں ہے اسکی میراث سے فرض اور عصوبت کی دو نو جہتوں سے تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض اور عصوبت کی دونو جہتوں سے ہم پہلی صورت میں باقی مال آپسمین سدس ہے اور
اور دوسری صورت میں نصف اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا ہو تو وہ ابن العم کا حاجب ہوگا ابن العم جو تھے کیونکہ بیٹے سے زوجیت کیونکہ بیٹے اور اخیافیت کیونکہ بیٹے سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی
الطحطاوی واما الفرض والتعصيب معاً بجهة واحدة فليس إلا الأب والجد اور فرض اور تعصیب کا ساتھ ہونا ایک ہی جہت سے یہ تو پایا نہیں
جاتا کسی وارث میں سوای باپ اور دادا کے ہم جہت واحد یہاں ابوت ہے یعنی باپ ہونا یا دادا ہونا قلت وقد يجتمع جهتا تعصيب كابن هو
ابن ابن عم بان نكح ابن عم بنت عمه فيكون ابناً میں کہتا ہوں اور کبھی عصوبت کی دو جہتیں جمع ہو جاتی ہیں چنانچہ بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اسطرح کہ پوتے
نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی ہم تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے اور چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے لیکن
اس مثال میں خلل یہ ہے کہ یہاں میراث وہ لیگا فقط فرزندی کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کی وجہ سے اسواسطے کہ فرزندی کی جہت مقدم ہے مگر اسکا یون
جواب دیا جاوے کہ اجتماع جہتین یہاں مراد ہے قطع نظر میراث سے کذا فی الطحطاوی وكابن هو معتق اور جیسا کہ بیٹا وہی آزاد کرنیوالا ہو ہم صورت
اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہوگیا بمجرد خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہے فرزندی کی جہت سے بھی اور اعتاق کی جہت سے بھی وقد
يجتمع جهتا فرض وانما يتصور في المجوس لنكاحهم المحارم ويتوارثون بهما جميعاً عندنا وعند الشافعي باقوى الجهتين وتمامه في كتب
الفرائض وتاتي الاشارة اليه في الغرقى اور کبھی جمع ہو جاتی ہیں فرض کی دو جہتیں اور یہ تو متصور نہیں مگر مجوسیوں میں اسواسطے کہ وہ ملعون اپنی محرم عورتوں
سے نکاح کر لیتے ہیں اور باہم وارث ہونگے دونو جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم
فرائض کی کتابوں میں مذکور ہے اور اسکی طرف غرقی کی فصل میں اشارہ آویگا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہے اس عورت
کا اور بھائی بھی ہے پھر اگر وہ مرگیا تو اوسنے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اوسکی وارث ہوگی دونوں جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی
جہت سے بھی ولو تركت زوجاً وأماً او جدة واخوة لأم واخوة لأب وأم اخذ الزوج النصف والأم او الجدة السدس وولد الأم
الثلث ولا شيء للاخوة لأب وأم لأنهم عصبة ولم يبق لهم شيء اور اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیافی بھائیون اور سگے بھائیون کو چھوڑا
تو زوج نصف ترکہ لیگا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی تہائی لینگے اور سگے بھائیون کو اسمین کچھ نہیں اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہیں اور انکے
واسطے کچھ باقی نہیں رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہیں اُس مال کے جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہاں اہل فروض سے کچھ باقی نہیں رہا وعند مالك والشافعي
يشترك بينهما بالسوية بين الصنفين لأن الاخوة كأن الكل اولاد أم اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک پہلی دونوں قسموں میں یعنی اخیافی اور سگے بھائیون میں اشتراک کا حکم
ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہیں ہم اس مسئلہ کا نام مشترکہ بفتح را مہملہ ہے چنانچہ ابن صلاح اور نووی نے اسکو ضبط کیا ہے اور بعضون نے اسکو بکسر را مہملہ
بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ اور حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً وكذلك يفرض مالك والشافعي للاخت لأبوين او لأب
النصف وللجد السدس مع زوج وأم فتعول الى تسعة اور اسیطرح امام مالک اور امام شافعی حکم کرتے ہیں اس صورت میں کہ اسکو نصف کو فرض کہتے ہیں اور دادا

کیو اسطی چہا حصہ زوج اور ماں کے ساتھہ تو یہہ مسئلہ عول کریگا نو سہم کیطرف ھم اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہین تو نسیم اوسکی یہہ ہی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھہ صاحب فرض نہین کہتے بلکہ اوسکو دادا کے ساتھہ عصبہ کہتے ہین مگر مسئلہ اکدریہ مین اوسکو دادا کے ساتھہ صاحب فرض کہتے ہین صورت اکدریہ کی یہہ ہی کہ زوج ہے اور ماں اور دادا اور ایک سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیو اسطی نصف ہی اور ماں کیو اسطی ثلث اور دادا کیو اسطی سدس اور بہن کیو اسطی نصف پہر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہی للذکر مثل حظ الانثیین اسواسطی کہ مقاسمہ دادا کیو اسطی بہتر ہی سدس اور ثلث باقی سی اور اس مسئلہ کی اصل چہہ سہم ہیں ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کیطرف تو چہہ سہم سے تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کیو اسطی کچہہ نرہا تو اصل مسئلہ پر تین سہم کو زیادہ کیا تو نو سہم ہو گئے دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموعہ دونون حصون کا چار سہم ہوئے اونکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصون پر مستقیم نہین لہذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ہوئے ۲۷ ستائیس سی زوج کی ۹ سہم اور ماں کے ۶ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پہر دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھہ ملایا تو بارہ سہم ہوئی سو اونکو دونون للذکر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو دادا کو آٹھہ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا مین صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سی محروم نہو اور انتہا مین اوسکو عصبہ کر دیا تاکہ اوسکا حصہ دادا کے حصہ سی زیادہ نہو جاوی اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہین اسواسطی کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا یہہ واقعہ ہی یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایکعورت مر گئی زوج اور ماں اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چہوڑ کر تو زید بن ثابت مذہب پر اونکا مذہب اس مسئلہ مین مشتبہہ اور مکدر ہو گیا کذا فی السراجیۃ وشرحہا الشریفی ملتقطاً وعند ابی حنیفۃ واحمد تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ مین امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے ھم تو امام کے نزدیک اصل مسئلہ چہہ سہم سی ہے تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہی دادا کے حاجب ہونے سی باپ کی مانند قلت وحاصلہ انہ لیس عند الحنفیۃ مسئلۃ المشرکۃ اتفاقا ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کما قررت مین کہتا ہون اور حاصل کلام کا یہہ ہی کہ حنفیہ کے نزدیک مشرکہ کا مسئلہ باتفاق امام اور صاحبین کے ثابت نہین اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہی امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب مین عند قولہ وتسقط بنو الاعیان بالابن ولا بیہ والجد ھم امام کے نزدیک دادا باپ کی برابر ہی تو بہن کا حاجب ہو گا باپ کی مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کی برابر نہین ہر حالمین تو صاحبین کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہہ باب ہی عول کے مسائل مین ھم عول بفتح اول وسکون ثانی لغت مین بمعنی جور و غلبہ ورفع وزیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر مناسب تر ہی معنی اصطلاحی سی اسواسطی کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اوسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض مین نقصان داخل ہو جاوی وہو ضد الرد کما سیجئ اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ھم اسواسطی کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گہٹ جاتے ہین اور اصل مسئلہ بڑہ جاتا ہی اور رد سی سہام بڑہ جاتے ہین اور اصل مسئلہ گہٹ جاتا ہے یا یون تقریر کیجیے کہ عول مین سہام فاضل ہو جاتے ہین مخرج پر اور رد مین مخرج فاضل ہو جاتا ہی سہام پر کذا فی الطحطاوی وہو زیادۃ السہام اذا کثرت الفروض علی مخارج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فریضتہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصۃ عول اصطلاح مین عبارت ہی سہام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جبکہ فروض زیادہ ہو جاوین فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اوسکی فرض حصہ کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہی ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنی ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہی علی قدر حصتہ متروکہ کے تنگی کے سبب سی یعنی جیسے میت مدیون کے متروکہ مین ارباب دیون حصہ رسد اور دانا سا ہی پاتے ہین ھم الحاصل کہ عول اس سی عبارت ہی کہ جب مخرج ادای فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر کچہہ اوسکے اجزا سی زیادہ کیا جاوی چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذلک من الکسور الموجودۃ فیہ خلاصہ یہہ ہی کہ جب مخرج تنگی کرے وفا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اوس عدد کیطرف مرتفع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سی اکثر ہے پہر قسمت کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثون کے حصوں مین ایک نسبت پر یعنی یکسان کمی ہو بقدر حصون کے کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہی اوسکا اندازہ معلوم ہوتا ہی کسر زائد کے نسبت کرنے سے عدد اکثر کیطرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنین وارث ہون تو نصف اور ثلثین جمع ہوئی تو مسئلہ چہہ سی ہے اور عول کریگا سات کیطرف تو زوج پر نقصان

باب العول

داخل ہوگا ہر سہم میں سے یعنی ساتویں حصے کا تو دو چھ میں سے دو سہم اور چار سبع پاویگا اور بہنوں پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو دو تین سہم اور تین سبع پاوینگی انتھے خلاصہ یہ ہے کہ ایک چھ کا سدس تھا جب چھ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے تو ایک کو سات کے ساتھ سبع کی نسبت ہے تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم میں کمی ہوگئی وَاَوَّلُ مَنْ حَکَمَ بِالْعَوْلِ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ھ فاروق اعظم کے زمانے میں ایک صورت واقع ہوئی جسکا مخرج اوسکے ادای فروض سے تنگ تہا تو اصحاب کبار سے آپنے مشورہ کیا تو عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے عول کیطرف اشارہ کیا سو سب صحابہ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے اسپر انکار نکیا مگر ابن عباسؓ نے اونکی موت کے بعد کذا فی الطحاوی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام میں واقع ہوا بعہد خلافت فاروقی میں وہ یہہ تہا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث ٹھہری تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھ سے ہوا اور اسکی عول کیا آٹھ کیطرف ثُمَّ الْمَخَارِجُ سَبْعَۃٌ پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ مخرج حصوں کے سات ہیں ھ وجہہ اسکی یہہ ہے کہ کتاب اللہ میں چھ فرض مذکور ہیں نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخارج انکے پانچ ہیں اسواسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربع ثمن مجتمع ہوں تو اکثر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہوں تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہہ مخرج مخارج خمسہ مذکورہ سے باہر نہیں اور جبکہ نوع اول میں نصف نوع ثانی یعنے ثلثین ثلث سدس سبکے ساتھ مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا تو یہہ مخرج بھی مخارج خمسہ مذکورہ میں داخل ہے اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخارج خمسہ ان دو مخرج سے ملکر سات مخرج ہوئے یعنی دو تین چار آٹھ چھ بارہ چوبیس ثُمَّ الْاَرْبَعَۃُ لَا تَعُوْلُ الْاِثْنَانِ وَالثَّلٰثَۃُ وَالْاَرْبَعَۃُ وَالثَّمَانِیَۃُ مخارج سبعہ میں سے چار مخرج تو عول نہیں کرتے یعنی دو اور تین اور چار اور آٹھ ھ یہہ حصر باعتبار استقرا کے ہے اسواسطے کہ ان مخارج کے فروض مجموعہ کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہے یا کچھہ زیادہ باقی رہتا ہے تو پہر صورت عول کی حاجت نہیں ہوتی مثلا دو کا مسئلہ اسوقت ہوگا جو نصف جمع ہوں چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگا بھائی رہے تو علی القیاس فی البواقی کذا فی الشریفیہ ثُمَّ الثَّلٰثَۃُ قَدْ تَعُوْلُ بِالْاِخْتِلَاطِ کَمَا سَیَجِیْءُ فِیْ بَابِ الْمَخَارِجِ اور تین مخرج میں کبھی عول ہوتا ہے اختلاط نوعین کیوجہہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج میں آویگا ھ شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ میں عول لازم نہیں ہے فَسِتَّۃٌ تَعُوْلُ اَرْبَعَ عَوْلَاتٍ اِلَی الْعَشَرَۃِ وِتْرًا وَشَفْعًا تو چھ میں چار عول واقع ہوتے ہیں دس تک طاق اور جفت دونو کے اعتبار سے یعنی چھ عول کرتا ہے سات کیطرف اور آٹھ کیطرف اور نو کی طرف اور دس کیطرف فَتَعُوْلُ اِلٰی سَبْعَۃٍ کَزَوْجٍ وَشَقِیْقَتَیْنِ تو چھ کا عول ہوتا ہے سات کیطرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنوں کے وارث ہوتے ہیں ھ تو اسصورت میں سدس کے ساتھ عول ہوا یعنی سدس کے زیادہ کرنے سے سات ہوگئے اور مقدار نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ میں طحاوی سے مذکور ہوگئی وَلِثَمَانِیَۃٍ کَھُمْ وَاُمٍّ اور چھ کا عول ہوتا ہے آٹھ کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں یعنی زوج اور دو سگی بہنوں اور ماں ہیں ھ تو اسصورت میں ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنی چھ کی تہائی دو سے جب اوسکو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہوگئے تو ہر سہم میں ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہے آٹھ کا وَلِتِسْعَۃٍ کَھُمْ وَاَخٍ لِاُمٍّ اور چھ کا عول ہوتا ہے نو کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بھائی یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیافی بھائی ہیں ھ تو اسصورت میں نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھ کا جب اوسکو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئے تو یہاں سہام ورثہ میں تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی طحاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ یہہ صورت اول زمانہ بنی امیہ میں واقع ہوئی اور زوج مروانی تہا تو اوسنے چاہا کہ میں نصف مال لوں تو علماء حجاز سے اسکا سوال ہوا تو اونہوں نے فرمایا کہ ثلث مال اوسکا حق ہے وَلِعَشَرَۃٍ کَھُمْ وَاَخٍ اٰخَرَ لِاُمٍّ اور چھ کا عول ہوتا ہے دس کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرے بھائی اخیافی ہیں یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیافی بھائی ہیں ھ تو اسصورت میں ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہیں چھ کے جب انکو چھ پر زیادہ کیا تو دس ہوگئے طحاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ اسمیں قاضی شریح نے زوج کیواسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم میں سے تو زوج شہروں

اسکو منا ہوتا تہا اور لوگون سے سوال کرتا تہا کہ ایک عورت مرگئی زوج چھوڑکر اور اوسنے کوئی بیٹا یا پوتا نہین چھوڑا اسوز وج کا حصہ کیا ہی تو لوگ کہتے تہے نصف سے تو وہ کہتا تہا کہ شریح قاضی نے نہ مجکو نصف دیا نہ ثلث یہ خبر قاضی کو پہونچی تو اوسکو طلب کیا یون کہکر کہ کچہہ تیری لٹو باقی ہے ہمارے پاس پہر جب وہ آیا تو اوسکو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہی اور واجبی حکم کو ظلم کیطرف نسبت کرتا ہی اور ایسے حکم کی بجہہ سے جیلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہی یعنی عول کا حکم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہی انتہے مختصرا بالجملہ وہ شخص جاہل تہا عول کی حقیقت نہ سمجہتا تہا لہذا اس حکم کو حق نجانتا تہا فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے جسکہ چہہ دس یا نو یا آٹھہ کیطرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہی اور اگر سات کیطرف عول کرے تو احتمال ہے کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی و اِثنَا عَشَرَ تَعُولُ تَلٰثًا اِلٰى سَبْعَةَ عَشَرَ وِتْرًا لَا شَفْعًا فَتَعُولُ لِثَلٰثَةَ عَشَرَ كَزَوْجَةٍ وَشَقِيقَتَيْنِ وَاُمٍّ وَلِخَمْسَةَ عَشَرَ كَهُمْ وَاَخٍ لِاُمٍّ وَلِسَبْعَةَ عَشَرَ كَهُمْ وَاَخٍ آخَرَ لِاُمٍّ اور بارہ عول کرتا ہی تین بار سترہ تک طاق عددون مین جفت مین یعنی بارہ عول کرتا ہی تیرہ کیطرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور مان مین اور پندرہ کیطرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان اور اخیافی بہائی مین اور سترہ کیطرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان اور دو اخیافی بہائی مین ھم جب بارہ کا عول سترہ کیطرف کیا تو میت مرد ہی اور تیرہ اور پندرہ کے عول مین عورت اور مرد دونونکا احتمال ہی کذا فی العالمگیریۃ وَاَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ تَعُولُ اِلٰى سَبْعَةٍ وَعِشْرِيْنَ فَقَطْ كَامْرَاَةٍ وَبِنْتَيْنِ وَاَبَوَيْنِ وَتُسَمَّى الْمِنْبَرِيَّةَ اور چوبیس کا عول ہوتا ہی فقط ستائیس کیطرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو بیٹیون اور مان اور باپکے وارث ہونے مین اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہین ھم اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہین کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفے کی مسجد مین منبر پر خطبہ پڑہتے تہے سو آپنے فی البدیہہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہین ہے تو فرمایا کہ صَارَ ثُمُنُهَا تُسْعًا یعنی اوسکا آٹھوان حصہ نوان ہوگیا اور خطبہ خوانی مین مشغول رہے سو لوگون نے تعجب کیا آپکی فطنت اور ذکاوت کا اور منسوری نے شرح ترتیب مین بیان کیا کہ ایک طالب علم یمنی نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ جس خطبہ مین آپ سے سوال ہوا وہ خطبہ یہہ تہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَحْكُمُ بِالْحَقِّ قَطْعًا وَيَجْزِيْ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى وَاِلَيْهِ الْمَعَادُ وَالرُّجْعٰى اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صَارَ ثُمُنُهَا تُسْعًا انتہے خواہرزادہ کی شرح مین ہی کہ علی مرتضی کمال حاذق و ماہر تہے علم حساب مین حکایت ہی کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصے مین تم اپنی کتاب یعنی قران مین پڑہتے ہو وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا اور ہماری کتاب مین ثلثمائۃ سنین مذکور ہے اور یہہ مستقیم نہین تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری کتاب مین جو تین سو مذکور ہین تو یونانکے حسابکے موافق ہے یعنی شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب مین عرب کے حساب پر ہے یعنی قمری حساب کے موافق ہی اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب پر تین سو نو ہوتے ہین تو نصرانی حیران ہوگیا اس البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہوگیا ولہذا کہا گیا ہی کہ علی مرتضی معجزہ تہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ باوجود اسقدر تبحر کے علوم مین اور نہایت شجاعت کے حروب مین منقاد اور مطیع تہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تہے آپکی نبوت کے اور یہہ ایسا کلام ہے جیسا بعضے علمانے کہا کہ امام ابو حنیفہ معجزہ تہے معجزات نبوی سے کذا فی الطحطاوی وَالرَّدُّ ضِدُّهُ كَمَا مَرَّ اور رد ضد ہے عول کا چنانچہ اول باب مین گذر گیا ھم مسائل فرائض کے تین قسم مین فریضہ عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتہہ برابر پڑین اسطرح کہ میت نے دو سگی بہنین اور دو سوتیلی بہنین چھوڑین تو سوتیلیونکا فرض حصہ ثلث ہی اور سگی بہنون کا دو ثلث اور اسیطرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہون مال متروکہ کے سہام سے اور وہان عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اوسکو عصبہ لیگا تو یہہ فریضہ عادلہ ہے یعنی پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہون اور وہان عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنون اور مان کو چھوڑا تو بہنون کے دو ثلث ہین اور مان کا سدس ہی اور یہان کوئی عصبہ نہین جو باقی سدس کو لے تو اسمین حکم ہے رد کا یعنی سدس باقی انہین وارثونکو پہیر دیا جاے اور فریضہ عائلہ وہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام اکثر ہون مال کے سہام سے چنانچہ اوسکی مثالین عول کے مسائل مین مذکور ہوچکین کذا فی العالمگیریۃ وحینئذٍ فَاِنْ فَضَلَ عَنْهَا اَيْ عَنِ الْفُرُوْضِ وَالْحَالُ اَنَّهٗ لَا عَصَبَةَ ثَمَّةَ يُرَدُّ ذٰلِكَ الْفَاضِلُ عَلَيْهِمْ بِقَدْرِ سِهَامِهِمْ اِجْمَاعًا لِفَسَادِ بَيْتِ الْمَالِ اور اس وقت

میں یعنی جبکہ رد عول کو نصف ثمن یا ثلث ترکہ ثابت ہوا اور اگر مرد فاضل ہے تو رد میں ہے تو اس صورت میں نصف کی بجہ لعرفیہ متعین ہوئی سو اگر فرض ثمن یا ربع مرد میں ہو اور
وہاں کوئی عصبہ نہیں ہے تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب فروض پر بقدر اونکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانیکے سبب سے ھم فاضل مال کو رد
کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضیٰ اور اونکے متابعین چنانچہ حنفیہ وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہوگا بلکہ وہ بیت المال
کا ہے اور اسی قول کو مالک اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہوگیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیئے اور ہم
حنفیوں کی بہت دلائل میں از انجملہ یہہ آیت قرآنی ہے (وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ) یعنی بعض اہل قرابت اولیٰ ہیں میراث میں
بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق تمیع میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیات مواریث نے مال کے جزو معین کا استحقاق واجب کر دیا
ہر وارث کیواسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہوا اسطرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاوے موافق آیت کے حکم سے پھر باقی مال انہیں وارثوں کو پھیر دیا جاوے بوجہ صلہ رحمی کے اس آیت کے حکم سے
اور یہہ جو شارح نے رد فاضل کی فساد بیت المال کو علت بیان کیا سو ظاہراً صحیح نہیں اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب میں بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال
منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل رد میں اور سات معتق اور اوسکے قرابت داروں میں یعنی اگر قرابت عصبی سے کوئی نہو سوائے بیت المال کے تو یہہ لوگ مقدم ہیں
بیت المال پر علت مذکورہ کیوجہ سے اور اگر فساد بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجئے تو بھی ظاہراً درست نہیں اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول
ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل مال بیت المال کا ہے اگرچہ وہ منتظم ہو کذا فی الطحطاوی کلا علی الرد یتناول فلا یرد علیهما ما فضل عن
جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوجین پر رد نہوگا اور زوجہ پر رد نہوگا ھم زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انمیں قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہے جیسا کہ آیت
مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہوں تو اس قرابت کیوجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کیوجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرد
علیهما ایضا قاله المصنف وغیره قلت وجزم فی الاختیار بان هذا وهم من الراوی فرجعنا اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ
زوجین پر بھی رد کیا جاوے ایسا کہا مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیار شرح مختار میں اسپر یقین کیا ہے کہ یہہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیطرف اس قول کی
نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطا ہے تو اوسکی طرف رجعت کر ہم صوبی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اسکو
نقل کرتے ہیں اور درج الشروح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور اسکا جواب بھی انتہی واللہ اعلم وفی الاشباه انه یرد علیهما فی زماننا
لفساد بیت المال وقدمناه فی الولاء اور اشباہ میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاوے بسبب فاسد ہو جانے بیت المال کے اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے
میں کتاب الولاء میں ھم یہہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر میں حاشیہ طحطاوی سے بتصریح تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرد اربعة اقسام لان
المردود علیہ اما صنف او اکثر وعلی کل اما ان یکون من لا یرد علیہ او لا یکون پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ مسائل رد کے چار قسم میں اسواسطے
کہ جن لوگوں پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہیں یا چند قسم میں اور ہر تقدیر پر یا اونکے ساتھ وہ لوگ ہیں جنپر رد نہیں ہوتا ہے یا وہ لوگ نہیں ہیں
فالاول ان اتحد الجنس المردود علیهم کبنتین او اختین او جدتین قسمت المسئلة من عدد رؤوسهم ابتداء قطعا للتطویل سو اول قسم
یعنی اگر رد پانیوالونکی جنس متحد ہو جیسے دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں ہوں تو بہری سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثوں کی شمار سے تاکہ تطویل
قطع ہو جاوے ھم یعنی چونکہ جمیع ترکہ انہیں وارثوں کا ہے فرض اور رد کی راہ سے اور ذاتیں اونکی یکساں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں تو برابر اوس
کو برابر بانٹ دیا جاوے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر اوسکی فرض کے دیا جاوے پھر دوسری بار باقی مال اونکو بقدر اونکے سہام کے دیا جاوے تو دوبارہ قسمت
کرنا ہوگا تو سب متروکہ ابتداء سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے والثانی ان کان المردود علیہ جنسین او ثلثة لا اکثر بالاستقراء
فمن عدد سهامهم ھم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانیوالے دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہوں تو اونکے سہام کی شمار سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسوں سے
زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقراء کے یعنی جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسوں سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی پائی نہیں گئی فمن اثنین
لو سدسان وثلثة لو ثلث وسدس واربعة لو نصف وسدس وخمسة لو ثلثان وسدس فی تصحیح المسائل تو دو سے قسمت ہوگی اگر دو سدس

ہون اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس
ہو سافت گہٹانے کیواسطے یہہ طریقہ اختیار کیا اتہم دو سدس ہونے کی یہہ صورت ہی کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہین تو مسئلہ چہہ سے ہوا اور ادہمین اونکی دو سہم
ہین فرضیت کی را دسے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور متروکہ دونون پر قسمت کر دیا نصفا نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا
تو تین بار قسمت کرنے کی بنا ئدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہہ صورت ہی کہ دو اخیافی بہائی اور ماں وارث ہی تو اس تقدیر مین بہی مسئلہ
چہہ سے ہے اور وارثون کے سب سہام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام تین تہائی کرکے بانٹ دیا تو دو اخیافی بہائیونکو دو ثلث
مال کی اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کیصورت یہہ ہی کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہی یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہی تو یہان بہی مسئلہ چہہ سے ہی
اور مجموع سہام چار ہین تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی یا ماں کا ہے تو دونون مسئلے چار سے قرار دئے اور متروکہ چار حصے کرکے بانٹ دیا اسطرح کہ
تین ربع اوسکی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی یہہ صورت ہے کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہی یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہوں چنانچہ
بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنین خواہ ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینون
صور تو نمین بہی مسئلہ چہہ سے تہے اور سہام ماخوذہ پانچ ہین تو پہلی صورت مین دو بیٹیون کے چار سہم ہین اور ماں کا ایک سہم ہے تو متروکہ کو پانچ
حصے کیو اونمین سے چار خمس بیٹیونکو اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت مین تین جنسین وارثونکی جمع ہوتین ازانجملہ چہہ کے سہام ماخوذہ بہی پانچ ہین
انمین سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو اونپر متروکہ پانچ حصے کرکے بانٹ دیا بقدر اونکی سہام کے تو بیٹی کے تین خمس اور
پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت مین بہی چہہ سے پانچ سہم ماخوذ ہین سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنون کے دو سہم
اور اسطرح ماں کی سگی بہن کے ساتہہ دو سہم ہین تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور متروکہ پانچ حصے کرکے قسمت ہوگا قصر مسافت کیواسطے یعنے دو
قسمتونکو ایک قسمت قرار دینگے کذا فی الطحطاوی والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ وھو الزوجان اعطی
من لا یرد علیہ فرضہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فھی من اربع للزوج واحد یبقی
ثلثۃ وھی تستقیم علیھن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنی متحد الجنس کے ساتھہ وہ شخص ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنی زوج یا زوجہ تو
جسپر رد نہین ہوتا اوسکو اوسکا فرض دیا جاے اوسکے کمتر مخارج سے اور باقی رد کیا جاے اونکی ذاتون پر جنپر رد کیا جاتا ہی چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں وارث
ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہی باقی رہے تین اور وہ تینون بیٹیون پر مستقیم ہین تو ضرب کرنے کی کچھہ حاجت نہین ہم زوج کا فرض اولاد
کے ساتھہ چوتہائی ہے تو اوسکا کمتر مخرج چار ہے پہر جب زوج کو چار مین سے ایک دیا تو باقی تین تینون بیٹیونپر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچھہ حاجت
نہوئی وان لم تستقم فان وافق رؤسھم ای رؤس من یرد علیھم کزوج وست بنات ضرب وفقھا وھو ھنا اثنان فی مخرج
فرض من لا یرد علیہ وھو ھنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی
مین اور انکی ذاتون مین جنپر رد کیا جاتا ہی توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چہہ بیٹیاں ہین تو اونکا وفق جو کہ یہان دو ہی اوسکی مخرج مین
ضرب کیا جاے جسپر رد نہین کیا جاتا اور وہ مخرج یہان چار ہے تو حاصل ضرب آٹھہ ہوگا تو زوج کی دو اور بیٹیون کے چہہ ہم اول مخرج
زوج چار ہے پہر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چہہ بیٹیون پر منقسم نہین ہوتے لیکن تین اور چہہ مین توافق بالثلث ہی
تو رؤس بنات کی وفق کو جو یہان دو ہی چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئی اب قسمت صحیح ہوگئی والا ای وان لم یوافق بل باین ضرب کل عدد
رؤسھم فیہ ای المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج ھنا اربعۃ للزوج واحد بقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ
تبلغ عشرین کان للزوج واحد اضربہ فی المضروب یکن خمسۃ فھی لہ والباقی ثلثۃ اضربھا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ
اور اگر باقی اور عدد رؤس مین توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثون کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور مین چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیان تو مخرج یہان چار ہے اوسمین ربع کا فرض ایک ہی باقی رہے تین وہ پانچ سے مبائن ہین تو چار کو پانچ مین ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تہا اوسکو ضرب کر مضروب مین یعنی پانچ مین تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیونکا تین ہے اوسکو بھی مضروب مین یعنے پانچ مین ضرب کر حاصل ہونگے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے ھم یہہ صورت بھی سو تین سابقین کی اتنے اصل اسکی بارہ ہے سے اجتماع ربع اور ثلثین کیونکہ جسکی لیکن اسکو چار کیطرف پھیرا کہ وہ کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب اوسمین سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیون پر مستقیم نہین بلکہ تین ہین اور پانچ مین تباین کی نسبت ہے تو عدد روس بنات کو مخرج مین یعنی پانچ کو چار مین ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہوگیا

لہذا یہی بانواعہ الثلثۃ والرابع لو کان مع الثانی ای الجنسین فقط لا الکل ہذا بحکم الاستقراء اذ لا یرد مع اربع طوائف اصلا کالاستقراء اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھہ یعنی فقط دو جنسونکے ساتھہ دو جنسون سے یہان یعنی قسم رابع نہین ہوسکتا بحکم استقراء کے اسواسطے کہ رد کرنا چار جنسون کا اصلا نہین ہوتا استقرا یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے ھم یعنی اگرچہ قسم ثانی مین اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ مین اوسکی مثال مذکور ہوچکی لیکن قسم رابع مین تین جنس کا اجتماع واقع نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسونکے ساتھہ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجئے تو چار جنسین ہوجاتی ہین اور حالانکہ رد کرنا چار جنسون کے ساتھہ ہرگز نہین ہوتا استقرائی دلیل سے ولعل ہذا نکتۃ اقتصارہ فیما مر متنا علی الجنسین اور شاید کہ یہی نکتہ ہے مصنف کے اقتصار کرنیکا دو جنسون پر قسم ثانی کے بیان مین جو متن کے اندر گذر گیا ھم یعنی مصنف نے جو قسم ثانی ہی باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسیواسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع مین اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع مین دو جنسوں کے سوا تیسری جنس نہین ہوتی ہے اور اقتصار سے یہہ مراد نہین کہ تیسری جنس نہین ہوتی والا فیراد بالثانی بعضہ لا کلہ فتامل اور اگر اقتصار علی الجنسین کا یہہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام مین یہان ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا۔ تمام اوسکا سو اسکو تامل کر ھم یعنی قسم ثانی کی بعض صورت یعنی جسمین دو جنسین مجتمع ہون مراد ہو نہ اوسکی سب صورتین اسواسطے کہ رابع مین اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہین من لا یرد علیہ اقسم الباقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ علی مسئلۃ من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام یعنے اگر دو جنسون کے ساتھہ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اوسکو قسمت کرا ن وارثون کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہوجاے چنانچہ زوجہ اور چار دادیان اور چھ اخیافی بہنین وارث ہون ھم استقامت باقی کی نہین ہوتی مگر فقط اسی مسئلے مین جو متن مین مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا ربع ہو اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بہی تین ہین تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہوگی کذا فی الطحطاوی فمخرج من لا یرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد بقی ثلثۃ تستقیم علی سہام الجدات والاخوات لکنہ منکسر علی احاد کل فریق کما سیجئ تو مسئلہ مذکورہ مین من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہے اوسمین سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیون کے ایک سہم اور بہنونکے دو سہم پر مستقیم ہین لیکن وہ ٹوٹتے ہین ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ اوسکی استقامت کا بیان اخیر باب مین آویگا ھم چار دادیون کا حصہ ایک تہا وہ اونپر قسمت نہین ہوتا اور اسیطرح بہنونکا حصہ دو ہے وہ اونپر بٹ نہین سکتا وان لم یستقم ضرب جمیع مسئلۃ من یرد علیہ فی مخرج من لا یرد علیہ فالمبلغ الحاصل من ہذا الضرب مخرج فروض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہو تو مرد ودعلیہم کے تمام مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج مین ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل ہوگا اس ضرب سے وہ دونو فریق کے حصونکا مخرج ہوگا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے کاربع زوجات وتسع بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد بقی سبعۃ لا تستقیم علی مسئلۃ من یرد علیہ وہی ہہنا خمسۃ لان الفرضین ثلثان وسدس فاضرب الخمسۃ فی الثمانیۃ فبلغ اربعین فہو مخرج فرض الفریقین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیان اور چھ دادیان وارث ہون تو مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھہ تو زوجات کا حصہ آٹھوان یعنی ایک ہے باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہین اور مسئلہ مذکورہ یہان پانچ ہے اسلئے بیٹیون اور دادیونکے دو فرض ہین ثلث اور ایک سدس ہے تو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ کو آٹھہ مین جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کے فرض کا ضرب کر حاصل ۴۰ ہونگے تو یہی مخرج ہے دونو فریق کے فرض کا ھم من یرد علیہ

سے مسئلہ کو پانچ اسواسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہین اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھ ہے تو اوسکی دو ثلث چار ہوئی اور ایک سدس
ایک ہوا تو مجموع فرضین پانچ ہوئی جب پانچ کو آٹھ مین ضرب کیا تو ۴۰ ہوئی یہہ مخرج ہے فروض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ مین سے بیان کرتا ہے
ثم اضرب سهام من لا يرد عليه وهو سهم للزوجات في خمسة مسئلة من يرد عليه يكن خمسة فهي حق الزوجات الاربع من الاربعين یعنی پھر من
لا یرد علیہ کے سہام کو یعنی زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ مین ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہی
۴۰ مین سے واضرب سهام كل فريق من يرد عليه وهي اربعة للبنات وسهم للجدات فيما بقي اى في السبعة الباقية من مخرج فرض
من لا يرد عليه يكن للبنات ثمانية وعشرون وللجدات سبعة فاستقام فرض كل فريق لكنه منكسر على آحاد كل فريق فصحح بالاصول السبعة
الاتية في باب المخارج تصح من الف واربعمائة واربعين اور سہام ہر فریق من یرد علیہ کو اور وہ سہام پانچ ہین چار بیٹیون کے اور ایک سہم دادیون کا
ضرب کر اُن سات مین جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہی حاصل ضرب ۳۵ ہوئی انمین سے بیٹیون کے ۲۸ سہم ہین اور دادیون کے سات سہم
تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راست ہو گیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہین ہوتا ٹوٹتا ہے تو اوسکی تصحیح کر اُن سات قاعدون سے جنکا بیان آویگا
باب المخارج مین تو تصحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایکہزار اور چارسو اور ۴۰ سہم سے ھم بالجملہ بموجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہی
اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہی اور انمین سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیون کا نصیب ۲۵۲ ہی اور ہر دادی کا حصہ
۸۴ ہے کذا في الطحطاوي مختصرا وتصح الاولى من ثمانية واربعين ولولا خشية الاطالة لاوسعت الكلام هنا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک
زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنون کا مسئلہ صحیح ہو جاتا ہی ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ مین اس مقام مین وسیع کلام کرتا ھم
۴۸ مین سے زوجہ کا حصہ بارہ ہی اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہی اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنون کا نصیب ۲۴ ہی اور ہر ایک کا حصہ چار ہی کذا
فے الطحطاوی

باب توريث ذوي الارحام

یہہ باب ہی توریث ذوی الارحام کے مسائل مین ھم معترب مین ہی کہ رحم
اصل مین منبت ہی ولد کا اور اوسکا ظرف پھر قرابت اور وصلت من جہۃ الولاد سے برحم ہو گئی اسواسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی نے کہا لغت مین
ذو رحم عبارت ہی صاحب قرابت سے مطلقاً خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہو هو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة فهو قسم ثالث حينئذ
ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذو رحم وارثون کی تیسری قسم ٹھہرا اسوقت مین ھم یہہ اصطلاح شرعی کا بیان ہی اکثر صحابہ
کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث
ذوی الارحام کے قائل ہین اور یہی قول ہی امام اور صاحبین اور اونکے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس رض روایت شاذہ مین میراث ذوی الارحام
کے قائل نہین اونکے نزدیک جب اصحاب فرائض اور عصبات نہون تو متروکہ بیت المال مین رکھا جاتا ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور امام شافعی کا نفی
کرنے والونکی دلیل یہہ ہے کہ حق تعالی نے آیت مواریث مین ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کیواسطے کچھہ مذکور نہین کیا
اگر اونکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنیوالونکی دلیل یہہ آیت ہی وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ چنانچہ استدلال اسکا
مذکور ہو چکا کذا في الفرائض الشريفي مختصرا وتمامه فيه ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبة سوى الزوجين لعدم الرد عليهما اور ذو رحم وارث نہین
ہوتا صاحب فرض اور نہ عصبہ کے ساتھہ سوای زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض ہین مگر ذو رحم اونکے ساتھہ وارث ہوتا ہی اسواسطے کہ اونپر
رد کرنا فرض کا نہین فيأخذ المنفرد جميع المال بالقرابة تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو لیگا قرابت کیوجہ سے ھم جمیع مال کے لینے مین اشارہ ہے کہ
ارث ذوی الارحام کی عصبات کی مانند ہی اسمین اقرب فالاقرب کا اعتبار ہی اور قرب کاہے ہوتا ہی قرب درجہ سے اور کاہی قوت قرابت سے تو جیسے تعصیب مین
بیٹا مقدم ہی باپ پر اسیطرح ذوی الارحام مین جزئیت کا مقدم ہونا اصل ہے کذا في الطحطاوي ويحجب اقربهم الابعد كترتيب العصبات اور
ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہی عصبات کی ترتیب کی مانند یعنی جسطرح عصبات مین اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہی اسیطرح ذوی الارحام مین

اقرب کے ہوتے ابعد وارث نہیں ہوتا فهم اربعة اصناف جزء الميت ثم اصله ثم جزء ابويه ثم جزء جديه او جدتيه ترجمہ: ذوی الارحام چار قسم ہین
قسم اول میت کا جز یعنی میت کی اولاد دختری جیسا کہ نواسی اور ناتن پہر قسم ثانی میت کی اصل یعنی نانا اور نانیان پہر قسم ثالث میت کی والدین کا جز یعنی بہانجے اور
بہانجیان پہر قسم رابع جدین کا جز یعنی دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جز یعنی دادی اور نانی کی اولاد جیسا کہ تفصیل انکی آگے آویگی ثم الشرح مین وحينئذ
يقدم جزء الميت وهم اولاد البنات واولاد بنات الابن وان سفلوا اور اسوقت مین یعنی جبکہ یہ قاعدہ ٹھیرا کہ ذوی الارحام مین جو میت سے قریب تر
ہے وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جز مقدم ہوگا میراث مین ذوی الارحام کی اقسام مین اور جز میت کا عبارت ہے بیٹیوں کی اولاد سے اور پوتیوں کی اولاد
سے خواہ مرد ہون یا عورت اگرچہ وہ بچند درجہ سافل اور نازل ہون ھ تو اگر میت کی ناتن یا پر ناتن ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتن یا پرناتن میراث لیگی نانا اور نانی
کو کچھ نملیگا اسواسطے کہ جز مقدم ہے اصل پر عصبات کی مانند ثم اصله وهو الجد الفاسد والجدات الفاسدات وان علوا پہر اولاد میت کے بعد اصل
میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہین اگرچہ بچند درجہ عالی اور اونچے ہون ھ جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے
بواسطے عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جسکی نسبت مین میت کیطرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی ماں یا نانا کی
نانی خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم مین بہی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کی مانند مطلقا خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الطحطاوی
مختصرا ثم جزء ابويه وهم اولاد الاخوات لابوين او لاب واولاد الاخوة والاخوات لام وبنات الاخوة لابوين او لاب وان
نزلوا پہر والدین میت کا جز مقدم ہے یعنی سگی بہنون یا سوتیلی بہنون کی اولاد اور اخیافی بہائی اور بہنون کی اولاد اور سگے بہائیون یا سوتیلے بہائیون کی
بیٹیان اگرچہ سافل اور نازل ہون ھ یہہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنون کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہون یا عورت یعنی بہانجے اور
بہانجیان ذوی الارحام سے ہین اور سگے یا سوتیلے بہائیونکی بنات کی اسواسطے تخصیص کی کہ بہتیجیان ذوی الارحام مین داخل ہین اور بہتیجے عصبات
مین سے ہین چنانچہ عصبات مین مذکور ہوگیا اور اخیافی بہائی اور بہنون کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہین الحاصل اس قسم مین ادنے
بالمیراث اقرب الی المیت ہے تو بہانجی مقدم ہے بہائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ مین برابر ہون تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم سے جیسے بہائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام
مال کو بہائی کی پوتی لیگی نہ بہن کا ناتی اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ويقدم الجد عليهم خلافا لهما اور مقدم ہے نانا اوپر یعنی اخوات کی اولاد
بنات اخوة پر برخلاف صاحبین کے ھ امام سے دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتن پر لیکن یہہ روایت مشہور نہین اور اسپر
فتوی ہے اور دوسری مشہور روایت یہہ ہے کہ ناتی اور ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بہانجے اور بہانجیون اور بہتیجیون پر اور اسی روایت پر فتوی ہے اور صاحبین
کے نزدیک بہانجی اور بہانجیان اور بہتیجیان نانا پر مقدم ہین اور امام کا مذہب ذوی الارحام مین عصبات کی قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات مین دادا مقدم ہے میت کے
بہائیون پر کذا فی الطحطاوی ثم جزء جديه او جدتيه پہر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے ھ یہہ ذوی الارحام کی چوتہی قسم ہے لیکے اخر المذکورات جدین
سے باپ کا باپ یعنی دادا اور ماں کا باپ یعنی نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنی دادی اور ماں کی ماں یعنی نانی مراد ہے وهم الاخوال والخالات اور وہ
ماموں اور خالہ ہین ھ یہہ لوگ ماں کے رشتہ دار ہین ماموں تو بہائی ہین میت کی ماں کے اور خالہ بہنین ہین اوسکی تو اگر ماں کے سگے بہائی بہن ہین تو میت کے نانا
کیطرف منسوب ہین اور اگر ماں کی اخیافی بہائی بہن ہین تو میت کی ماں کیطرف منسوب ہین کذا فی الطحطاوی والشریفی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہین یعنی میت کے
باپ کے اخیافی یعنی مادری بہائی ہین اعمام مین مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات مین داخل ہین نہ ذوی الارحام مین والعمات
اور پہوپہیان ہین ذوی الارحام سے مطلقا سگی ہون یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنین ہین باپ کی تو میت کے دادا کیطرف منسوب ہین جانب پدری سے
اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنین ہین تو وہ منسوب ہین اوسکی جدہ پدری کیطرف قسم رابع مین خلاصہ یہہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری جب
مین برابر ہین یہان کوئی اقرب اور ابعد نہین اور انہین حکم یہہ ہے کہ انہین سے جو منفرد ہوگا جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہین تو دیکہنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد
ہے یا نہین اگر متحد ہے اسطرح کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری سے تو اقرب اولی ہے بالاجماع یعنی سگا اولی ہے سوتیلے سے اور سوتیلا اولی ہے اخیافی

سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر اقوی بہی متعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت مختلف ہی اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے اور بعض کی ماں کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیان ہین اور قرابت مادری کیواسطے ایک تہائی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وبنات الاعمام واولادھؤلاء اور منجملہ قسم رابع چچون کی بیٹیان ہین اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنی اخوال اور خالات اور اعمام اخیافی اور عمات اور بنات اعمام کی اولاد بہی ذوی الارحام کی قسم رابع مین داخل ہین ثم عمات الاباء والامہات واخوالھم وخالاتھم واعمام الاباء لام واعمام الامہات کلھم واولادھؤلاء وان بعدوا یا العاق والسفلوا پہر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپون اور ماؤن کی پہوپہیان اور انکے مامون اور خالائین اور باپون کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون اونچے اور نیچے ہوکر ھم یعنی جبکہ میت کے عمات اور خالات اور اخوال اور انکی اولاد موجود نہون تواب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور اوسکی ماں کے چچا اور مامون اور عمہ اور خالہ کیطرف تو اگر انہین سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا عدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہونگے اور قرابت انکی متحد ہوگی تو انمین سے قوی تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر قرابت انکی برابر ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت انکی مختلف ہے تو باپ کی قرابت والونکو دو تہائیان ہین اور ماں کی قرابت والونکو ایک تہائی اسلئے اخر ما قریہہ اگر یہہ لوگ بہی نہون تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پہر اگر انکی اولاد بہی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہم کیطرف پہر انکے بعد انکی اولاد کیطرف اسیطرح الی غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشریفی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم مین ھم قسم رابع مین یہہ حکم ظاہر نہین اسواسطے کہ انمین کوئی اقرب نہین ہان انکی اولاد مین البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہی تو یہہ اطلاق اوسی پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی واذا استووا فی الدرجۃ والجھۃ تقدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجہ مین برابر ہون اور قرابت کی جہت بہی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر ھم ولد وارث سے مراد صنف اول مین صاحب فرض کی اولاد ہی اور صنف ثالث مین عصبہ کی اولاد مراد ہی اور صنف ثانی اور رابع مین یہہ نہین ہوتا ہان انکی اولاد مین تقدیم اقرب کی ہوتی ہی پہر قوی تر کی پہر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے واسطے دو تہائیان ہین متروکہ میت کی اور ماں کی قرابت والون کیواسطے ایک تہائی ہی ھم طحطاوی نے کہا یہہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع مین اور انکی اولاد مین ہوتی ہے نہ اول اور ثالث مین وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کیوقت اگر انکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے مین یکسان اور متفق ہو تو فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد کے ھم درصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سبکا حصہ برابر ہے اور اگر مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو نواسی دو ثلث پاویگا اور نواسی ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول البطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وھو ھھنا البطن الثانی وھو ابن بنت وبنت بنت فیعتبر صفتا الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فیقسم علیھم اثلاثا واعطی کل من الفروع نصیب اصلہ فحینئذ یکون ثلثاہ لبنت ابن البنت نصیب ابیھا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ وتمامہ فی السراجیۃ وشروحہا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت مین چنانچہ نانی کی بیٹی اور نانی کا بیٹا تو اسمین محمد نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو تقسیم کیا ہی اوس اول بطن پر جسمین اختلاف ہوا ذکورت اور انوثت کا اور وہ اختلاف مقام کی مثال مین بطن ثانی مین پڑا ہے یعنی نانی اور نانی مین تو محمد نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن ثانی مین ہمارے مفروض مسئلہ مین تو اونپر مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اوسکی اصل کا حصہ دیا ہی تو اب مال کی دو تہائیان نانی کی بیٹی کی ہونگی جو اوسکے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی نانی کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اوسکی ماں کا حصہ ہی اور اسکا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اوسکی

شرح میں ہے یعنی یہاں نہایت مختصر ذکر ہوا ہے جبکہ اصل میں اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو امام ابو یوسف نے یہاں بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور صفت
اصول کو کچھ اعتبار نہیں کیا اور امام محمد نے اعداد بطون مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہے اور ہر اصل کا حصہ اوسکی فرع کو اسطرح مقرر کیا ہے تو متن کی صورت مذکورہ میں ابو یوسف
کے نزدیک مال کی تین تہائیاں ہو کر دو تہائیاں نانی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی نانی کی بیٹی پاویگی برعکس قول محمد کے اور تعدد و اختلاف بطون کی تفصیل بہت کچھ ہے
کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام بہ امکان طحطاوی اور شرح سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب مترجم اوسکے ترجمہ کرنے سے معذور ہے جو شخص
شائق ہو استیفا تفسیر حاشیہ ابیاد وھما اعتبر الفروع فقط اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے نہ اصول کا اھ یہاں ضمیر کا مرجع مقدم مذکور
نہیں ہے بلکہ مرجع ضمیر کا سراج الدین کے کلام میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول محمد اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی
کذا فی شرح السراجیۃ للمصنف لیکن محمد کا قول مشہور تر اور روایت میں ہے جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں تمام ذوی الارحام میں اور اوسی قول پر فتوی ہے
اسی طرح شرح سراجیہ کے مصنف کی شرح میں ہے اھ وہکذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اور یہہ بھی عالمگیری میں ہے کہ امام اسبیجابی کی مبسوط میں مذکور ہے کہ ابو یوسف کا قول
صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف کا قول لیا ہے اس قسم کے مسائل میں اور طحطاوی میں ہے کہ مشائخ بخارا
اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے وفی الملتقی وبقول محمد یفتی مسئلت عمن ترک بنت شقیقۃ وابن وبنت شقیقۃ کیف تقسم
فاجبت بانھم قد شرطوا عدد الفروع فی الاصول فحینئذ تصیر الشقیقۃ کشقیقتین فیقسم المال بینھما نصفین ثم یقسم نصف الشقیقۃ بین اولادھا
اثلاثا اور ملتقی میں ہے کہ محمد کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے مجھ سے سوال ہوا اس میت کا مسئلہ جس نے اپنے سگے بھائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اوسکا ترکہ
کیونکر تقسیم ہوگا تو میں نے جواب دیا اسطرح کہ فقہا نے شمار فروع کا اصول میں شرط کیا ہے یعنی اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اسوقت میں
سگی بہن دو سگی بہنوں کی مانند ہو جاویگی یعنی اسواسطے کہ اوسکی دو فرع ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنوں
کے ہو گئی نصف نصف تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اوسکی اولاد میں تین تہائیاں ہو کر تقسیم ہوگا اھ یہہ جواب مبنی ہے محمد کے قول پر اور انکا مذہب یہہ ہے
کہ اگر فروع میں تعدد نہیں ہے تو فروع میں اصول کی ذکورت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہوں اور دوسری
اصل کی دو فرع مونث ہوں اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کریں گے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کے سبب
سے لیکن فرع کا وصف یعنی ذکورت اور انوثت کا اصل میں اعتبار کرینگے تو بنا بر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بہن کی دو فرع ہیں لہذا سگی بہن کو بمنزلہ دو
بہنوں کے قرار دیا اور متروکہ نصف سگے بھائی کو ملا اور نصف سگی بہن کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیاں کر کے اوسکی اولاد میں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹا لیگا اور ایک
تہائی بیٹی کذا فی الطحطاوی ملتقطا من الموضعین

فصل فی الغرقی والحرقی وغیرہم

یہہ فصل ہے ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام
میں غرقی جمع ہے غریق کی اور حرقی جمع ہے حریق کی جیسے قتلی جمع ہے قتیل کی مراد انسے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے
لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر کے لوگ ساتھ ہی آگ سے جل گئے یا اونپر دیوار یا چھت گر پڑی یا معرکے میں مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہہ قرار
دیا جاویگا کہ گویا وہ ساتھ ہی ایک ہی آن میں مر گئے ولا توارث بین الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیرث المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والوں میں
باہم وارث ہونا نہیں یعنی ایک غریق دوسرے غریق کا وارث نہ ہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر مردوں کا معلوم ہو جاوے اسطرح پر کہ تعیین کے بعد شبہہ واقع نہو تو اب پچھلا
مردہ وارث ہوگا پہلے مردہ کا اھ غرقی اور انکے امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہہ ہے کہ انمیں سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اسکا حکم
صریح ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت یہہ ہے کہ میت سابق علی التعیین پہلے تو معلوم تھا پھر اوسمیں شبہہ پڑ گیا اوسکا حکم یہہ ہے کہ اوس کی
میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہہ زائل ہو کر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح کر لیں اسواسطے کہ یاد آ جانے کی مایوسی نہیں ہے تیسری صورت یہہ ہے کہ میت سابق
بالتعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہہ ہے کہ سب کی موت ساتھ ہو پانچویں صورت یہہ ہے کہ سبقت اور معیت کچھ معلوم نہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا
وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن مجمع زادہ محشی الشریفی فلو جھل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم نہ ہو یعنی مجہول ہو جاوے یعنی اوسکی تعیین کے بعد اشتباہ

اور اشتباہ واقع ہوا اوسکی ذات مین اور یہہ دوسری صورت ہے منجملہ پانچ صورتون کے جو مذکور ہو چکین کذا فی الطحطاوی واُعْطِی کُلٌّ مَا الیقین ووُقِفَ المَشکوکُ فیہِ
حتی یتَبیّن او یَصطلِحُوا شرح مجمع تو دیا جاوے ہر ایک کو یقین کے ساتھہ اور جسمین شک پڑے وہ موقوف رہے یہانتک کہ صاف ظاہر ہو جاوے یعنی یاد پڑ جاوے
اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کرلین کذا فی شرح المجمع قلتُ واَقرّہ المصنّفُ لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج مُعزیًا للمجمع انّہ لو مَاتَ احدٰھم ولم
یُدرَ ایّھما ھو یُجعل کانّھما ماتا معًا لتحقق التعارض بینھما وھو مخالفٌ لما مرّ فتدبّر مین کہتا ہون اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح
مین ثابت رکہا ہی لیکن ہمارے استاد نے ضوء سراج سے منسوب بمجمع اس قولکو نقل کیا ہی کہ دو شخصون مین سے ایک شخص اول مرگیا اور یہہ معلوم نہین کہ دو شخصون
مین سے کون شخص پہلے مرا تو یہہ ٹھہرایا جاویگا کہ گویا دونون ساتھہ ہی مرگئے ثبوت تعارض کیوجہ سے دونون مین اور یہہ روایت مخالف ہی مجمع کے قول کے
جو گذر گیا تو اسکو سوچ لے ہم ضوء سراج مین صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے مذکور ہوا وہ صورت ثانیہ ہے تو تنافی اور تخالف دفع ہو گیا
کذا فی الطحطاوی یعنی صورت ثالثہ مین میت سابق کا علم بلاتعیین ہی اور صورت ثانیہ مین علم علے التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب تخالف قولین باقی
نرہا واذا لم یُعلم ترتیبُھم یقسّم مال کلٍّ منھم علی ورثتہ الاحیاء اذ لا توارثَ بالشکّ اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک
میت کا مال اُن لوگون مین سے اوسکے زندہ وارثون پر تقسیم کیا جاوے اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہین شک کے سبب سے ہم یعنی استحقاق
میراث کے سبب مین یہان شک واقع ہی کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہی دوسرے کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہین اور جبتک سبب متیقن
نہین استحقاق میراث کا متحقق نہین اسواسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہین کذا فی الطحطاوی فرائض شریفی مین ہی کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین
مین اسیطرح کا حکم کیا یعنی زندہ ونکو مردونکی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہین دی اور جبکہ عمواس مین وبا سے لوگ مرگئے تو عمر فاروق
نے اسیطرح حکم کیا اور علی مرتضی نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین مین بھی حکم جاری فرمایا انتہی والکافرُ یرثُ بالنّسب والسبب کالمسلم اور
کافر وارث ہوتا ہی نسب کی جہت اور سبب کی جہت سے مسلمان کی مانند یعنی کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور رحم کی طریق
سے جبکہ کفار حکام مسلمین کیطرف مرافعہ کرین اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع لہ قرابتانِ لو تفرّقتا فی شخصینِ حَجَبَ
احدُھما الاٰخرَ فانّہ یرثُ بالحاجبِ اور اگر کافر مین دو ایسی قرابتین جمع ہون کہ اگر وہ قرابتین دو شخصون مین جدا جدا ہوتین تو ایک شخص دوسرے کا
حاجب ہوتا تو وہ وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے ہم چنانچہ مجوسی نے اپنی مان سے نکاح کیا اوس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہہ بیٹی اوس مجوسی کی اخیافی
بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے اور محجوب نہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے
وان لم یحجُب احدُھما الاٰخرَ یرثُ بالقرابتینِ عندنا کما قدّمناہ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر وارث ہوگا دونون قرابتون
کی جہت سے ہم حنفیون کے نزدیک چنانچہ ہمنے اسکو آگے ذکر کر دیا ہی باب عول سے پہلے ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا
سو اوس سے فرزند پیدا ہوا تو یہہ عورت اوسکی مان ہی اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونو جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو مان ہونے کی راہ سے تہائی
متروکہ پاویگی اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لیگی ولا یرثونَ بانکحۃٍ مستحلّۃٍ عندھم ای یستحلّونھا کنکاحِ محرمٍ لانّ النکاحَ الفاسدَ
لا یوجبُ التوارثَ بین المسلمینَ فلا یوجبہ بین المجوسِ کذا فی الجوھرۃ قال وکلُّ نکاحٍ لو اسلما اُقرّا علیہ یتوارثانِ بہ لانّہ صحیحٌ فی الظاھرِ
اور کفار وارث نہین ہوتے من حیث الزوجیۃ اُن نکاحونکی جہت سے جو اونکے نزدیک حلال ہین یعنی جن نکاحونکو وہ حلال جانتے ہین جیسے مجوسی کا نکاح کرنا
اپنی مان سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہین تو اسیطرح مجوس مین بھی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی الجوھرۃ اوسکے
مصنف نے کہا کہ کافر وہین جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہون تو اوسی نکاح پر ثابت رکھے جاوین تو باہم وارث ہونگے اور جسمین نکاح پر
بعد اسلام کے ثابت نرکھے جاوین تو باہم وارث نہونگے انتہی ما فی الجوھرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہی ظہیریہ مین ویرثُ ولدُ الزنا واللعانِ بجھۃِ الاُمِّ
فقط لما قدّمناہ فی العصباتِ انّہ لا اَبَ لھما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماں کی جہت سے وارث ہوگا اسواسطے کہ ہمنے عصبات کے

بیان مین ذکر کردیا ہے کہ ان دونو کا باپ نہین تھی احکام شرعی مین نہ واقع مین ھم تو اگر ولدالزنا کا اخیافی بہائی ہو تحاح سے یا زنا سے تو بہہ بہائی اسکا عصبہ نہوگا بلکہ اوری بہائی کی میراث لیگا تو صاحب فرض ہوگا اور ولدالزنا کی وارث اوسکی ماں لیگی فرضاً وردًا اور اگر ماں نہو تو ماں کے ذوی الارحام وارث اوسکی ہونگے کذا فی الطحطاوی ویوقف للحمل حظّ ابنٍ واحدٍ وبنتٍ واحدةٍ ایّهما کان اکثر وعلیه الفتوی لانه الغالب ویکفلون احتیاطًا اور شمار کیا جاوی حمل کیواسطی ابن واحد یا بنت واحدہ کا حصہ اون مین سے جسکا حصہ زیادہ ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہے اسواسطی که ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثون سے بقدر حصے کا ضامن لیا جاتا ہے احتیاط کی راہ سے یعنی تاخیر ضامنی لیے تاکہ وارث اوسکو صرف نکر ڈالین ھم امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطی چار بیٹون کا حصہ یا چار بیٹیون کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین بیٹون کا حصہ شمار کیا جاوی اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہے اسواسطی کہ غالب عادت یہی ہے کہ بطن واحد مین ہمیشہ ایک بچہ پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر پیدا ہوتا ہے ہوگا جبتک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیة وشرحها للسید کما لو ترک ابوین وبنتا وزوجة حبلی فان المسئلة من اربعة وعشرین ان فرض الحمل ذکرا وتعول الی سبعة وعشرین ان فرض انثی لان للبنتین الثلثین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجیے اور چوبیس عول کریگی ۲۷ کیطرف اگر اوسکو عورت فرض کیجیے اسواسطی کہ دو بیٹیون کیواسطے دو تہائیان فرض ہیں ھم ۲۴ سے اسواسطی مسئلہ صحیح اگر ثمن زوجہ کا والدین کے سدسین کے ساتھہ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم مین ۲۴ سے اور والدین کا حصہ آٹھہ سہم ہین چار ماں کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بہائی بہن کے ہین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۷۲ سے اور اگر بچہ عورت ہو دو تہائی بیٹیونکو ملنی چاہئین اسلئے مسئلہ عول کریگا ۲۷ کی طرف قلت هذا علی کون الحمل من المیت والامثلة کثیرة مین کہتا ہون یہہ مثال اوس تقدیر پر ہے جبکہ حمل میت سے ہوا اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اوسکی مثالین بہت کثرت سے ہین ھم مثل مسئلہ سہیم وتاء متلثہ جیم سے مثال کی شارح کی عبارت اسکی مُوہِم ہے کہ جس تقدیر پر حمل میت سے ہو تو اسکی یہی مثال خاص ہے جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہین ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ترکت زوجا وامًّا حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانه عصبة فیقدر انثی لیفرض له النصف وتعول الی ثمانیة لاحتیاطه چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا حصہ تہائی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہے اسواسطی کہ وہ عصبہ ہے باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ ذو فرض ہو اور اوسکی واسطی نصف مقرر ہو اور عول کریگا یہہ مسئلہ آٹھہ کیطرف چنانچہ مخفی نہین ہے ھم یہہ مسئلہ چہہ سے نصف اور ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کریگا آٹھہ کیطرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ادر ما لو کان علی احد التقدیرین یرث وعلی الآخر لا کما هو آخرها وُجِد فان ذُکر ذکر الحمل یرث فینبغی ان یقدر انثی وتعول لتسعة حیاطا مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا اوس مسئلہ کا حکم کہ اگر حمل کا کچھہ ایک تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بہائی یعنی ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ ماں اور دو اخیافی بہائیونکو چھوڑکر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اوسکی واسطی کچھہ باقی نرہیگا تو لائق بقواعد یہہ ہے کہ اوسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ھم یہہ مسئلہ وہبانیہ کے اس بیت کا ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے مین اسواسطی حمل کیواسطی کچہہ باقی نرہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہے اور ماں کا سدس ہے اور اخیافی بہائیون کا ثلث ہے پہر جبکہ ترکہ مستغرق بفروض ہوگیا تو بہائی جو عصبہ ہے ساقط ہوگیا اور اگر حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چہہ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کیطرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس ماں کا اور ثلث اخیافی بہائیون کا تو حمل کیواسطی تین سہم او شمار کیے گئے نو مین سے کذا فی الطحطاوی تعبیر رد فی الوهبانیة قال ﷺ وحاملةٍ ثانیتُ یا بن فلو یرث وان ولدت بنتًا لها الثلث یقدر اور وہبانیہ مین کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث نہو اور اگر لڑکی جنی تو اسکی واسطی تہائی مقرر ہے ھم یہہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے ابھی ذکر کیا ثلث نصف علیہ عائل ہے اسواسطی کہ تین نہائی نو کی کذا فی الطحطاوی

فصل فی المناسخات

یہہ فصل ہے مناسخات مین ھم مناسخہ لغت مین عبارت ہے ازالہ اور تغییر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض مین

مناسخہ یہہ ہے کہ بعض یا کل وارثون کے سہام اونکے پہلون کیطرف منتقل ہوجادین بوجہ استحقاق یعنی ورثہ کے وارثونکو دیجادین کذا فی الطحطاوی
یعنی ترکہ ہنوز تقسیم نہوا تہا کہ وارث مرگیا تو اوسکے حصہ کو اوسکے وارث کیطرف نقل کرنا اسیکا نام مناسخہ ہو مات بعض الورثۃ قبل القسمۃ
فللمسألۃ صححت المسألۃ الاولی و اعطیت سہام کل وارث بعضا وارث مرگیا ترکہ قسمت ہونیسے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی اور ہر وارث
کے سہام دیئے جاوینگے ہم تصحیح مسئلہ اسیسی عبارت ہی کہ سہام لئے جاوین کہ بغیر عدد کسی اسطرح کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو کذا فی الشریفی اور تصحیح مسائل
کے سات قاعدے ہین آگے معلوم ہونگے ثم الثانیۃ پہر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی پہلے مسئلہ کے بعد ہم اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے
ما فی الید مین نظر کرینگے تو یہہ نظر تین حال سے خالی نہین یا دونون ما فی الید مین مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباینت انکی مثالین آگے معلوم ہونگی
الا اذا اتحد کان مات عن عشرۃ بنین ثم مات احدہم عن تسعۃ مگر جبکہ دونون مسئلونکی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچہہ حاجت
نہین چنانچہ ایک شخص مرگیا دس بیٹے چہوڑکر پہر اوسکے بعد اونمین سے ایک بیٹا مرگیا نو بہائی چہوڑکر ہم دس بہائی سگے ہون یا سوتیلے تمام متروکہ نو بہائیون پر
تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تہا اسواسطے کہ اگر اول دس حصے کیجئے پہر ایک کا حصہ نو کو دیجئے تو تطویل بلاطائل ہے فان استقام
نصیب المیت الثانی علی ترکتہ فیہا ونعمت پہر مسئلہ ثانیہ مین اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا اوسکے ترکہ پر یعنی اوسکے وارثونپر بلاکسر مقسوم ہوگیا
تو بہت خوب اور بہتر ہوا ہم اور ہم ایک مثال ذکر کرتے ہین جسمین احوال ثلثہ یعنی استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہون وہ یہہ ہی کہ ایکعورت زوجہ اور بیٹی اور
مان کو چہوڑکر مرگئی پہر زوج قبل از تقسیم متروکہ ایک زوجہ اور والدین کو چہوڑکر مرگیا پہر بیٹی دو ابن اور ایک بنت اور دس جدہ کو چہوڑکر مرگئی جو میت اولی
کی مان ہے پہر وہ جدہ یعنی نانی زوج اور دو بہائیونکو چہوڑکر مرگئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث موافقت کی مثال ہے اور میت رابع
مباینت کی مثال ہے پہر جب ہمنے عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح کیا اور ہر وارث کو اوسکے سہام دئے پہر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت
ثانی اور اوسکی تصحیح مین تامل کیا تو مسئلہ اولی کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع اور سدس کے سبب سے اور اسوقت مسئلے مین فرض کرنا ہوگا زوج کے
تین سہم اور بنت کے چہہ اور مان کے دو ایک سہم باقی رہا اوسکو بیٹی اور مان پر بقدر اونکے سہام کے رد کیا تو اب اوس عمل کی حاجت پڑی جو رد کے فصل
مین سابق مذکور ہوچکا سو اس مسئلہ مین من یرد علیہ کی دو جنسون کے ساتھہ من لا یرد علیہ جمع ہوا یعنی بنت اور ام کے ساتھہ زوج مجتمع ہی تو زوج کا حصہ
اقل مخارج سے یعنی چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بہی چار سے اسواسطے کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجئے تو مسئلہ چہہ سے ہو نصف اسکا تین سو بنت
کا فرض ہو اور سدس یا اسکا ایک ہی سو ام کا حصہ ہی تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطاء نصیب زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد علیہ کے
مسئلہ پر مستقیم نہین تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنی چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج مین اور وہ مخرج بہی چار ہے تو
چار کو چار مین ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تہا چار ہے جب اوسکو مسئلہ من یرد علیہ مین یعنی چار مین ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور
من یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض کی تین سے ضرب کیا گیا تو ان کا حصہ ایک تہا چار سے جب اوسکو تین مین جو باقی ہی مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل
ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تہا جب اسکو تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور مان کو تین اور بیٹی کو نو پہر جب ہمنے
میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنی زوج کی تو چار سہم سے اوسکی تصحیح پائی اسواسطے کہ اوسکی زوجہ کا ربع ہے اور اوسکی مان کا حصہ باقی مال کی تہائی
ہے اور اوسکے باپ کا حصہ دو تہائیان پہر جب ہمنے زوج کی ما فی الید سہام مین نظر کی تو چار سہام پائے سو اوسکے وارثونپر بلاکسر مستقیم ہین اونمین سے
زوجہ کا ایک سہم اور مان کا ثلث باقی یعنی ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنی دو سہم تو اس تصحیح مین ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑی اور پہلا مسئلہ اور دوسرا سولہ
سے صحیح ہوگیا کذا فی الطحطاوی و الشریفی وان لم یستقم فان کان بین سہامہ ومسئلتہ موافقۃ ضربت وفق التصحیح فی کل التصحیح الاول
اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہو اوسکے وارثون پر سو اگر میت ثانی کے سہام مین اور اوسکے مسئلے مین موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے سہام مین
تو ضرب کریگا ہم مثال اسکی وہ بنت ہی صورت مذکورہ مین جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چہوڑکر مرگئی تو یہہ مسئلہ چہہ سے ہو جدہ کا ایک

سے یعنی ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ رؤس کے ہین یعنی چار سہم دو بیٹون کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی اوسکی مافی الید مین جو نو ہین اور اوسکے مسئلے
مین جو چھہ ہین تو اون مین موافقت بالثلث پائی اور مسئلۂ ثانیہ کا ثلث دو ہے تو اوسکو ضرب کیا جمیع تصحیح اول مین جو سولہہ ہین تو حاصل ہوئے ۳۲ جسکے
سہام سولہہ سے تھے یعنی میت اول کے ورثہ کے سو وہ لیگا دو مین ضرب کرکے اسواسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلے کا اور جسکو سہام چھہ سے ملے
یعنی میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لیگا تین مین ضرب کرکے اسواسطے کہ تین میت ثانی کے مافی الید کا وفق ہے سو میت اول کی مان کے تین سہم تھے سولہہ کے
جب اونکو دو مین ضرب کیا چھہ حاصل ہوئے تو چھہ مان کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہہ سے اونکو دو مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئے تو یہہ زوج کا حصہ ہوا اور
پھر آٹھہ کی تقسیم زوجہ کے وارثون پر بھی مستقیم ہے اسمین سے زوجہ کے دو سہم اور اوسکے باپ کے چار سہم اور اسکی مان کے دو سہم اور میت ثانی کے مسئلہ سے بیٹیکا ایک سہم تھا
اوسکو تین مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے اونکو تین مین ضرب کیا تو حاصل ہوئے پندرہ انمین سے ہر پسر کا حصہ چھہ ہوا اور بیٹی کا
تین تو ۳۲ کی تقسیم صحیح ہوگئی کذا فی الطحطاوی والشریفی ملتقطا **والا یکن بینہما موافقة بل مباینة ضربت کل الثانی فی کل الاول فتحصل
تصحیح المسئلتین** اور اگر میت ثانی کے سہام مین اور اوسکے مسئلے مین موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کریگا تو جمیع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح اول مین
حاصل ہوگا دونون مسئلون کا مخرج یعنے علی تقدیر الموافقة وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علی تقدیر المباینة کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح اول مین موافقت
اور مباینت کے دونون مسئلون کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ مین دو جدہ ہے جو زوج اور جدہ اور دو بہائیونکو چھوڑکر مرگئی اور
اوسکے ہاتھہ مین نو سہم مین چھہ سہم اوسنے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہے پائے اور تین سہم اپنی مان سے جو میت ثالث ہے پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا
اور مسئلہ جدہ کی تصحیح چار سے ہے اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سے اور اسکا نصف زوجکو دیا یعنی ایک رہی تو باقی رہا ایک وہ دو بہائیون پر قسمت نہین ہوسکتا
مباینت کیوجہ سے تو بہائیونکے رؤس کو اصل مسئلے مین یعنی دو مین ضرب کیا حاصل ہوئے چار اوسمین سے زوج کے دو سہم اور ہر بہائی کا ایک سہم اور جدہ
کے ہاتھہ مین نو سہم ہین اور نو مین اور چار مین مباینت ہے تو تصحیح ثانی یعنی چار کو تصحیح اول یعنی ۳۲ مین ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۲۸ تو جسکا حصہ
۳۲ مین تہا وہ حصہ چار مین یعنی مسئلہ جدہ مین ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار مین سے وہ جدہ کی مافی الید یعنی نو مین ضرب کیا جائیگا سو میت
ثانی جو زوجہ ہے میت اول کا اوسکی دوسری زوجہ کا حصہ دو تہا ۳۲ سے اوسکو چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوئے اب اسکا یہہ حصہ ہوا اور میت ثانی
کی مان کا بھی حصہ دو تہا اسکو بھی چار مین ضرب کیا آٹھہ ہوئے یہہ اوسکی مان کا حصہ ٹھہرا اور میت ثانی کے والد کے سہام چار تھے جب اونکو چار مین ضرب کیا
سولہہ حاصل ہوئے یہہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنی میت اول کی بنت کے دونو فرزندون کا حصہ چھہ تہا ۳۲ سے چار مین ضرب کیا چوبیس
حاصل ہوئے یہہ حصہ ٹھہرا ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تہا اوسکو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے یہہ اوسکا حصہ ہوا
اور میت رابع یعنی جدہ مذکورہ کی زوج کا حصہ دو سہم تہے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کی مافی الید یعنی نو سے تو اٹھارہ حاصل ہوئے یہہ اوسکا حصہ
ہوا اور جدہ کے ہر بہائی کا ایک سہم تہا اوسکو بہی نو مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بہائی کا حصہ نو نو سہم کا ہوا کذا فی الشریفی والطحطاوی ملتقطا
ثم تضرب سہام ورثة المیت الاول فی المضروب ای فی التصحیح الثانی او وفقہ یعنی حصول مخرج کے بعد ورثہ میت اول کے سہام ضرب
کریں تو مضروب مین یعنی تصحیح ثانی مین مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق مین موافقت کی تقدیر پر ہم تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنیسے
مضروب مین ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جا بجا بالاتفاق ضرب مذکور سے مفصل مذکور ہوگیا اشارة سابقة میں
وسہام ورثة المیت الثانی فی کل ما فی یدہ او فی وفقہ من التصحیح الاول ق اور میت ثانی کے وارثونکے سہام کو ضرب کریں میت ثانی
کے تمام مافی الید مین علی تقدیر المباینة یا تصحیح اول کے وفق مین ضرب کریں علی تقدیر الموافقة ہم تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما سلف
سابقا **وان کان فیہم من یرث من المیتین ضربت نصیبہ من الاول فی الثانی او وفقہ ونصیبہ من الثانی فیما فی ید المیت الثانی او وفقہ**
اور اگر وارثون مین دو وارث ہو جو دونون میت سے میراث پاتا ہو تو اوسکے حصہ کو اول سے ضرب کریں تو ثانی مین اگر مباینت ہو یا اوسکے وفق مین اگر

میت اولے
میت دوم
میت سوم
میت چہارم

موافقت ہو اور ضرب کرے تو اوسکے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی مافی الید میں اگر مباینت ہو یا اوسکے وفق میں اگر موافقت ہو ف پہلی صورت کی مثال یہہ
ہو کہ ایک شخص مر گیا ایک بیٹا چہوڑ کے ایک عورت سے اور تین بیٹیان چہوڑ کے دوسری عورت سے پہر ایک بیٹی مر گئی دو سگی بہنین اور ایک سوتیلا بہائی چہوڑ کر تو پہلا
مسئلہ پانچ سے ہوا اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھہ مین ایک ہے اور ایک مین اور تین مین مباینت ہے تو تین کو پانچ مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے
تو پہر اس کا اول سے ایک سہم ہے اوسکو مسئلہ ثانیہ مین ضرب کیا یعنی تین مین تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنون کے دو سہم تہے اونکو ایک مین ضرب کیا
دو ہی حاصل ہوئے اور بہائی کا ایک سہم تہا اوسکو ایک مین ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہہ مثال ہے کہ ایک شخص مر گیا زوجہ اور بیٹی
اور ماں باپ کو چہوڑ کر پہر بیٹی مر گئی اپنی ماں اور دادا چہوڑ کر اور اسکی ماں اور دادا میت اول کے بہی وارث ہین تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہے اسواسطے کہ ثمن ملا ہے سدس
سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پہر جبکہ
بیٹی مر گئی اپنی ماں اور دادا کو چہوڑ کر تو اوسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اوسکے ہاتھہ مین بارہ سہم ہین اور بارہ اور تین مین موافقت بالثلث ہے تو ایک کو جو
تصحیح کا وفق ہے ۲۴ مین ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولے مین ہو وہ اپنا حصہ لیگا ایک مین ضرب کر کے جو تصحیح کا وفق ہے اور جسکا حصہ
مسئلہ ثانیہ مین ہو وہ اپنا حصہ لیگا چار مین ضرب کر کے اسواسطے کہ چار وفق ہے میت ثانی کی مافی الید کا یعنی بارہ کا تو مسئلہ اولے مین زوجہ کے تین تہے اونکو
ایک مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تہے اونکو بہی ایک مین ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ مین ماں
کا ایک سہم تہا منجملہ تین سہم کے اوسکو چار مین ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تہے تین سے انکو چار مین ضرب کیا آٹھہ حاصل
ہوئے تو یہہ اوسکا حصہ ٹہرا کذا فے المطالب ولو مات ثالث قبل القسمۃ جعل المبلغ الثانی مقام الاول وجعل الثالثۃ مقام الثانیۃ ولعمل
وھکذا کلما مات واحد ثقیۃ مقام الثانیۃ والمبلغ الذی قبلہ مقام الاولی الا ما لا یتناھی اور اگر وارثون مین سے تیسرا میت مر گیا قسمت سے پہلے تو
مبلغ ثانی مسئلہ اولے کے مقام پر ٹہرایا جاتا ہے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جاتا ہے عمل کرنے مین اور اسیطرح جبکہ ایک وارث مرے تو اسکو مسئلہ
ثانیہ کے مقام پر قائم کر اور جو مبلغ کہ اوسکے پہلے حاصل ہو چکا ہے اوسکو مسئلہ اول کے مقام پر قائم کرتا جا مراتب غیر متناہی تک ف یعنی ثالث کی موت قبل
القسمۃ سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولے اور ثانیہ سے حاصل ہوا وہ بجاے تصحیح مسئلہ اولے کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجاے تصحیح مسئلہ ثانیہ
کے ہوگا عمل مین گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہوگئی تو میت ثالث میت ثانی ٹہر گیا پہر اسیطرح میت رابع اور خامس مین الی غیر النہایۃ عمل کرنا چاہیے
اسواسطے کہ جب میت اول اور ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہوگئی تینون مرنے والے ایک ہوگئے تو میت رابع میت ثالث ٹہر گیا اور اسیطرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک
ہوگئی چارون مرنے والے میت رابع ٹہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹہرا وعلی ہذا القیاس اسلئے لا بتناہی پہر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ
واحد مین ہو یا مراتب متعدد مین ہو عمل مین کچہہ فرق نہین ہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وھذا اعلم العمل
فلا تغفل اور یہہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنیکا سو اسمین غفلت نکیجیو ف شارح نے اسکلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہین ہے اسمین ہوشیاری اور بیداری
لازم ہے اسواسطے کہ یہہ دقیق ہے اور تامل اور فکر کی اسمین بہت حاجت ہے کذا فی المطالب

باب المخارج

یہہ باب ہے مخارج مین ف
مخارج جمع ہے مخرج کی یعنی جا ے خروج فروض ستہ اب ان قاعدونکا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض مین حاجت ہے اور چونکہ سب فروض کسور مین تو انکی
مخارج بہی کسور کے مخارج ہین اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہے جس عدد سے یہہ کسر وجہ صحیح ہو جیسا کہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح سے مخارج کو
تصحیح حصص پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب مین اول مخارج کو ذکر کیا پہر تصحیح کو پہر تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین بین
العددین کو پہر معرفت حصہ ہر فریق کو پہر تقسیم ترکہ کو بین الورثۃ والغرماء الفروض المذکورۃ فی القرآن نوعان الاول النصف و مخرج کل کسر
سمیۃ کالربع من اربعۃ الا النصف فانہ من اثنین فرض ستہ جو قرآن مجید مین مذکور ہین دو قسم ہین قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اس کسر
کا ہمنام ہے جیسا کہ ربع نکالتے ہین اربعہ سے سواے نصف کے کہ اوسکا مخرج اوسکا ہمنام نہین کیونکہ نصف نکلتا ہے اثنین سے یعنی دو سے ف ہمنام سے مراد یہہ

ہوگا مخرج اور کسر حروف میں شریک ہیں اور اسیطرح ہندی زبان میں کسر اور مخرج ہنام ہیں چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوا آدہے کے کہ وہ
ہنام نہیں ہے کیونکہ اوسکا مخرج دو ہی اور معلوم کرنا چاہیئے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر
ہے ربع سے اور مخرج اوسکا اقل ہے ربع کے مخرج سے والربع من اربعة والثمن من ثمانية والثانی الثلث والثلثان کلاهما من ثلثة و
السدس من ستة یعنی منجملہ قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فرض کی ثلث اور ثلثین ہیں دونو دونوں نکلی ہیں ثلثہ سے اور
سدس ستہ سے ہم سدس کا ہنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہے اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسة سے دوسرا سین ستہ کے ساتھ بدلگیا اور اسیطرح
دال تے ہوگئی اور پہلی تے دوسری تے میں مدغم ہوگئی تو ستہ ہوگیا علی التضعیف والتنصیف فتقول مثلاً الثمن وضعفه وضعف ضعفه او تقول
النصف ونصفه ونصف نصفه فرض مذکورہ کا دو قسم ہونا باعتبار تنصیف اور تضعیف کے ہی تو مثلاً تو یون کہی کہ ثمن اور اوسکا دونا اور اوسکے دونے
کا دونا یا تو یون کہی کہ نصف اور اوسکا آدہا اور آدھے کا آدہا ہم اس کلام سے مراد یہہ ہی کہ ثمن کو جب دونا کیجیئے تو ربع حاصل ہوتا ہی اور ربع کو جو دونا
کیجیئے تو نصف حاصل ہوتا ہی اسیطرح سدس کو اگر دونا کیجیئے تو ثلث ہوتا ہی اور ثلث کو جو دونا کیجیئے تو ثلثین ہوتا ہی اور اگر نصف کو نصف کیجیئے تو ربع ہوتا ہی
اور ربع کو نصف کیجیئے تو ثمن ہوتا ہی اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تنصیف میں ہے اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہی اوسکا سبب یہہ ہے کہ
انہوں نے ان فروض میں سے اوس فرض کو تلاش کیا جو مقدار میں کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا مخرج ثمانیہ ہی اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونوں بلا کسر نکلتے ہیں
تو انہوں نے ان تینوں فروض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہی اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اوسیسے بلا کسر
نکلتے ہیں تو ان تینوں کو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفی قلت والاخصر الاکمل ان تقول الربع والثلث ونصف کل وضعفه میں کہتا ہوں اور جمیع فروض
میں سب عبارتوں سے مختصر تر یہہ عبارت ہی کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دوچند ہم تو اس عبارت میں فروض ستہ جمع ہوگئے
بنہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دوچند نصف ہی اور ثلث کا نصف سدس ہی اور ثلث کا دوچند ثلثین ہے فاذا جاء
فی المسائل من هذه الفروض احاد فمخرج کل فرد منفرد سمیه الا النصف کما مر پھر جبکہ مسائل فرائض میں ان چھ فرضوں سے ایک ایک فرض آئے
تو ہر فرد فرض کا مخرج اوسکا ہنام ہے سوا نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنی اگر کسی مسئلے میں فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو انکا
مخرج فقط اربعہ ہے یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہے یا فقط ستہ واذا جاء مثنی او ثلث وهما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا لجزء فذلک العدد
ایضا یکون مخرجا لضعفه واضعافه کالستة هی مخرج للسدس وللضعفه وضعف ضعفه اور جبکہ کسی مسئلے میں فروض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض آئین
اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہیں تو جو عدد کہ جزو کا مخرج ہے سو وہی عدد اوسکے دوچند اور سہ چند فرض کا مخرج ہی چنانچہ ستہ یعنی چھ سدس کا اور اوسکو دوچند
یعنی ثلث کا اور سدس کے دوچند کے دوچند کا یعنی ثلثین کا مخرج ہے ہم یعنی اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہی بشرطیکہ فرض مجتمعہ ایک نوع سے ہوں
چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہے سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہی اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہی سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا بھی مخرج ہے اور سبب اسکا یہہ ہی کہ اکثر کا مخرج
اقل میں موجود ہی بلا کسر تو اقل کے مخرج میں استغنا ہی اکثر کے مخرج سے مثلاً ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہے سو یہہ سدس کی مخرج میں یعنی ستہ میں موجود ہے
اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج میں داخل ہے فاذا اختلط النصف من النوع الاول بکل النوع الثانی ای الثلثة الاخر او ببعضه
فاذا کان فی المسئلة نصف وثلثان وثلث وسدس کزوج وشقیقتین واختین لام وام فمن ستة لترکبها من ضرب اثنین فی ثلثة
پھر جب فروض کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنی تینوں فرضوں سے یا بعض سے مختلط ہو تو جسوقت کہ مسئلے میں نصف اور ثلثین
اور ثلث اور سدس ہو چنانچہ زوج ہو اور دو سگی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں اور ماں وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہی اسواسطے کہ چھہ کا مرکب ہونا دو کے ضرب
کرنے سے تین میں حاصل ہوا ہی ہم یہہ مثال ہے اختلاط نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کی بعض کی اختلاط کی مثال نہیں ذکر کی سو
فرائض شریفی میں اوسکا یون بیان ہے کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہے کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنوں کو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا

فقط ثلثین سے اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور مان وارث ہو اور اختلاط نصف کا ثلث اور
ثلثین سے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو سگی
بہنین اور ولد الام وارث ہون اور اختلاط نصف کا ثلث اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنین اور مان وارث ہون او اختلط الربع من
النوع الاول بکل الثانی او ببعضه فاذا کان فی المسئلۃ زوجۃ ومن ذکرنا فمن اثنی عشر لان کلیهما من ضرب الاربعۃ فی ثلثۃ لموافقۃ بینهما بالنصف
یا مختلط اور مجتمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھہ یا بعض کے ساتھہ تو جبکہ مسئلے مین زوجہ ہو اور اشخاص مذکورین ہون تو مخرج اوسکا بارہ سے ہے بسبب
مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چھہ کو چار کے ساتھہ توافق بالنصف ہی ہم اشخاص مذکورین سے مراد وہ لوگ ہین جو شارح نے اختلاط
نصف کے ساتھہ بیان کئے یعنی دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور مان یہہ مثال ہے اختلاط ربع کی تمام نوع ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم مذکور
کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیان وارث ہون اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور مان وارث ہو اور
اختلاط ربع کا سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد مادری سے ایک شخص وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی
بہنین اور مان وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور اختلاط ربع کا ثلث اور سدس
کے ساتھہ اسطرح کہ زوجہ اور مان اور دو اخیافی بہنین وارث ہون تو ان مختلطات ثنائیہ اور ثلاثیہ اور باعیہ کا مسئلہ بارہ سے ہی اسواسطے کہ چھہ تمام نوع ثانی کا مخرج
ہے پھر ہمنے ربع کا مخرج لیا وہ چار ہے اور چار اور چھہ مین موافقت بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنی دو کو چھہ مین یا تین کو چار
مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئی کذا فی الشریفی او اختلط الثمن من النوع الاول ببعض الثانی واما بکله فغیر منصور الا علی رأی ابن مسعود و فی الوصایا
فلیحفظ فمن اربعۃ وعشرین یا نوع اول مین ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھہ تو اسکا مخرج ۲۴ سے ہے اور اختلاط ثمن کا جمیع نوع ثانی کے ساتھ
سو متصور نہین مگر عبد اللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا مین البتہ ہو سکتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم ابن مسعود رض کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہے بحجب
نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہو گیا ربع سے ثمن کیطرف
اور ہمارے مذہب مین یہہ متصور نہین اسواسطے کہ جب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیان ہون اور صاحب سدس مان ہو گی یا جدہ
تو اسوقت مین صاحب ثلث نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا مان ہی یا اوسکی اولاد اور مان یہان محجوب ہو چکی ثلث سے سدس کیطرف اور اسکی
اولاد تو جمیع ترکہ سے محجوب ہین تو ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھہ ہو گا نہ ثلث کے ساتھہ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا مین
اسطرح ہی کہ وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہین تو جاری ہو گی وصیت یعنی
۲۴ کو اسکی کیطرف عول کر کے تقسیم کرینگے کذا فی الطحطاوی مختصراً کزوجۃ وبنتین وام لان کلیهما من ضرب الثمانیۃ فی ثلثۃ لما قدمنا من
موافقۃ الستۃ بالتصنیف مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیان اور مان بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھہ کی ضرب کرنے سے
تین مین اسوجہ سے جو ہم مذکور کر چکے کہ چھہ مین توافق بالنصف ہی ہم بیان اوسکا یہہ ہی کہ اقل جز ثانی کا مخرج چھہ ہے اور اوسمین ثلث اور ثلثین کا
بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھہ مین اور آٹھہ مین جو ثمن کا مخرج ہے موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے
کے کل مین ضرب کیا یعنی تین کو آٹھہ مین یا آٹھہ کو تین مین ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے ولا یجتمع اکثر من اربعۃ فروض فی مسئلۃ واحدۃ
اور ایک مسئلے مین چار فرضون سے زیادہ جمع نہین ہوتے ہم اس کلیہ پر یہہ اعتراض ہے کہ کاہی پانچ فرض بھی ایک مسئلے مین جمع ہو جاتے ہین
چنانچہ زوج اور مان اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور کاہے چھہ فرض بھی جمع ہو سکتے ہین چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھہ زوجہ
بھی ہو اسطرح کہ خنثے مشکل پر ایکمرد نے دعوی کیا کہ یہہ میری زوجہ ہے اور ایکعورت نے اوسپر دعوی کیا کہ وہ میرا زوج ہے اور ہر ایک مدعی نے
اپنے دعوی پر گواہ قائم کئے تو ہر مدعی پر خنثے کا فرض ثابت ہو گا سو اعتراض اول کا جواب یہہ ہی کہ اوسمین سدس مکرر ہو گیا اور کلام ہی فرد فرض غیر مکرر

ہین اور اعتراض ثانی کا یہہ جواب ہے کہ وہ نادر امر ہو اور نادر پر حکم نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی ولا یجتمع من اصحابہا اکثر من خمسۃ طوائف اور اصحاب فرائض مین سے پانچ گروہوں سے زیادہ جمع نہیں ہوتا ولا ینکسر علی اکثر من اربع فرق اور سہام مین چار فرقوں سے زیادہ پر کسر واقع نہین ہوتی ھم یہانتک مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہین فرائض شریفی مین ہے کہ تصحیح مسائل فرائض سے عبارت ہے کہ کمتر عدد ممکن سے اسطرح سہام نکالے جاوین کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو یعنی سب وارثون کے سہام پورے ہون کسیکا سہم ٹوٹا ہوا نہو اور تصحیح مسائل کیواسطے سات قاعدون کیطرف حاجت ہے اون مین سے تین قاعدے تو ابین سہام و مخارج اور رؤس ورثہ کے ہین اور چار قاعدے ابین رؤس اور رؤس کے ہین سو تین کا پہلا قاعدہ یہ ہے کہ سہام ہر فریق کے وارثون پر بلا کسر منقسم ہو جاوین ہو دن کسر پڑنیکے تو یہان ضرب کی کچھ حاجت نہین چنانچہ والدین اور دو بیٹیان وارث ہون اسواسطے کہ یہان مسئلہ چھہ سے ہے والدین مین سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنی ایک ایک اور بیٹیون کے دو ثلث ہین یعنی چار ہر بیٹی کے دو سہم تو سہام مستقیم ہو گئے رؤس ورثہ پر بلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہہ ہے کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹتا ہو ولیکن اوسکے سہام اور عدد رؤس مین موافقت ہو تو یہان عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے اگر عول نہوا ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل مع عول مین ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دس بیٹیان یا زوج اور والدین اور چھہ بیٹیان تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے سہام مین کسر پڑتی ہو ولیکن اونکے سہام اور رؤس مین موافقت نہین بلکہ مباینت ہے تو یہان تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور دو اخیافی بہنین اور اگر عول ہوا ہے تو اصل مسئلے اور عول مین ضرب کرینگے جیسا کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین اور باقی چار قاعدے جو ابین رؤس کے ہین سو ایک تماثل ہے اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف نے اصول سبعہ مین سے چھہ قاعدے ذکر کرینگا اور استقامت کو اوسنے حذف کیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر ہے وقت طلب نہین اور یہہ پچھلے چار دون قاعدے نہین ہوتے مگر وہان جن مسائل مین دو گروہ ورثہ پر کسر واقع ہو کذا فے الطحطاوی والشریفی مختلطا واذا انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا ان کانت کامرأۃ واخوین للمرأۃ الربع یبقی لہما ثلثۃ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ اور جبکہ سہام ہر فریق کے وارثون پر ٹوٹ پھوٹ جاوین تو اونکے عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اوسکے عول مین ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنی زوجہ اور دو بھائی وارث ہون تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیوں پر مستقیم نہین اور یہان عدد اور تین مین توافق کی بھی نسبت نہین تو دو کو یعنی عدد رؤس کو چار مین یعنی اصل مسئلے مین ضرب کر تو مسئلہ آٹھہ سے صحیح ہوگا ھم یہہ مثال ہے مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یون مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین وارث ہین اصل مسئلہ چھہ ہے اوسکا نصف یعنی تین زوج کا حصہ ہے اور اوسکی ثلثین یعنی چار بہنون کا حصہ ہے تو مسئلے نے عول کیا سات کیطرف اور یہان فقط بہنون کے سہام اوپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس یعنی چار اور پانچ مین مباینت ہے تو ہمنے عدد رؤس یعنی پانچ کو اصل مسئلے اور اسکے عول یعنی سات مین ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہو گیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے اونکو مضروب یعنی پانچ مین ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنون کے چار سہم تھے اونکو بھی پانچ مین ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہہ تیسرا قاعدہ ہے منجملہ تین قاعدون کے وان وافق سہامہم عددہم ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا کامرأۃ وست اخوۃ فلہم ثلثۃ توافقہم بالثلث فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ ایضا اور اگر وارثون کے سہام مین اور اونکے عدد رؤس مین توافق ہو تو اونکے عدد کے وفق کو اصل مسئلے مین تو ضرب کر اگر عائلہ نہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اوسکے عول مین ضرب کر چنانچہ زوجہ اور چھہ بھائی وارث ہون بھائیون کے تین سہم ہین تو تین مین اور بھائیون کے عدد رؤس یعنی چھہ مین توافق ہے تو دو کو چار مین ضرب کر تو یہہ مسئلہ بھی آٹھہ سے صحیح ہوگا ھم یہہ مثال مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھہ بیٹیان وارث ہین تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنی تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنی چار سہم اور چھہ بیٹیون کے دو ثلث یعنی آٹھہ سہم تو مسئلے نے عول

بارہ سے پندرہ تک اور بیٹیون کے سہام یعنی آٹھ فقط اونکے عدد رؤس پر یعنے چھہ پر منکسر ہین لیکن عدد سہام اور عدد رؤس مین توافق بالنصف ہے تو چھنے اونکے رؤس کو نصف کیطرف پھیرا یعنے تین کیطرف پھر تین کو اصل مسئلے اور اوسکے عول مین یعنی پندرہ مین ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئی تو اب مسئلہ مستقیم ہوگیا اسواسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلے مین سے تین سہم کا تھا اوسکو مضروب یعنے تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ اوسمین سے چار سہم کا تھا اوسکو اوسی مضروب مین یعنی تین مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایکے کے چھہ سہم ہوئے اور بیٹیون کا حصہ آٹھ سہم کا تہا اوسکو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول ثلثہ سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہ ہے کہ اگر سہام ماخوذہ از مخرج وارثون پر مستقیم ہوگئے تو یہہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہونگے یا اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ مین مذکور ہے اور اول شق یعنے ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ اس گروہ کے سہام مین اور انکے عدد رؤس مین موافقت ہے یا نہین اگر موافقت ہے تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہین بلکہ مباینت ہے تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفی فَاِذَا انْکَسَرَ سِھَامُ فَرِیقَیْنِ اَوْ اَکْثَرَ وَعَدَدُ رُؤُسِھِمْ مُتَمَاثِلَۃٌ ضُرِبَتْ اَحَدُ الْاَعْدَادِ فِی اَصْلِ الْمَسْئَلَۃِ وَعَوْلِھَا اور جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہون اور وارثون کے رؤس متماثل اور برابر ہون تو اعداد متماثلہ سے ایکعدد کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور اوسکے عول مین یعنی اگر عول نہو تو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے مین اوسکے عول کے ساتھ ضرب کر ھم یہان سے اول چار قاعدون کا ذکر شروع ہوا جو باہم رؤس کے ہین طحطاوی نے کہا کہ سراج اور اوسکے شروح مین عول مذکور نہین مگر ایک فریق کے انکسار پر تو اوس سے زیادہ انکسار کی یہہ مثال ہے کہ زوجہ اور تین سگی بہنین اور تین اخیافی بہنین وارث ہون کَثَلَاثِ بَنَاتٍ وَثَلٰثَۃِ اَعْمَامٍ فَنَکْتَفِی بِاَحَدِ الْمُتَمَاثِلَیْنِ فَاضْرِبْ ثَلٰثَۃً فِی اَصْلِ الْمَسْئَلَۃِ تَکُنْ تِسْعَۃً مِنْہَا تَصِحُّ چنانچہ اگر تین بیٹیان اور تین چچا وارث ہون تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین کو اصل مسئلے مین ضرب کر نو حاصل ہونگے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگا ھم اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین اور ثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیون پر مستقیم نہین اور اوسکا ثلث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہین اور رؤس ورثہ متماثل ہین کیونکہ بنات بھی تین ہین اور اعمام بھی تین ہین تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ مین یعنی تین کو تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی بنات کا حصہ دو تھا اوسکو تین مین ضرب کیا چھہ حاصل ہوئے تو تینون بیٹیونکو دو دو پہونچے اور اعمام کا حصہ ایک تہا اوسکو تین مین ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار وَاِنِ انْکَسَرَ عَلٰی ثَلٰثِ فِرَقٍ اَوْ اَرْبَعٍ فَاطْلُبِ الْمُشَارَکَۃَ اَوَّلًا بَیْنَ السِّہَامِ وَالْاَعْدَادِ ثُمَّ بَیْنَ الْاَعْدَادِ وَالْاَعْدَادِ ثُمَّ افْعَلْ کَمَا فَعَلْتَ فِی الْفَرِیقَیْنِ فِی الْمُدَاخَلَۃِ وَالْمُمَاثَلَۃِ وَالْمُوَافَقَۃِ وَالْمُبَایَنَۃِ فَمَا حَصَلَ یُسَمّٰی جُزْءَ السَّہْمِ فَاضْرِبْہُ فِی اَصْلِ الْمَسْئَلَۃِ اَشَارَ اِلَیْہِ بِقَوْلِہٖ وَاِنْ دَخَلَ بَعْضُ الْاَعْدَادِ فِی بَعْضٍ کَاَرْبَعِ زَوْجَاتٍ وَثَلٰثِ جَدَّاتٍ وَاثْنَیْ عَشَرَ عَمًّا ضُرِبَتْ اَکْثَرُ الْاَعْدَادِ لِتَدَاخُلِہَا فِی اَصْلِ الْمَسْئَلَۃِ وَھُوَ اِثْنَا عَشَرَ تَکُنْ مِائَۃً وَاَرْبَعَۃً وَّاَرْبَعِیْنَ مِنْہَا تَصِحُّ اور اگر سہام منکسر ہون وارثون کے تین یا چار گروہون پر تو مشارکت یعنی نسبت کو طلب کر پہلے ابین سہام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر ابین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کر جو تونے کیا ہے دو فریق کے اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت مین سو جو عدد کہ حاصل ہوا اوسکا نام جزو سہم ہے اور اوسکو مضروب بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی سو اوسکو ضرب کر اصل مسئلے مین مصنف نے اس مذکور کیطرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول مین اور اگر بعض اعداد بعض مین داخل ہو جاوین چنانچہ چار زوجہ اور تین دادیان اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب اونکے تداخل کے اصل مسئلے مین ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل ہونگے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگا ھم اصل مسئلہ بارہ سے تین دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی دو سو اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین مباینت ہے تو اونکے تمام رؤس کو یعنی تین کو لے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو اوسمین بھی استقامت نہین اور انکے سہام اور رؤس مین بھی مباینت ہے تو اونکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات چچون کا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہین بلکہ دونون تباین ہے تو اونکی بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد مین نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ مین داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس مین اکثر ہے

تو اسی بارہ کو اصل مسئلے میں کہ وہ بھی بارہ ہی ضرب کیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بلا کسر صحیح ہو گئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق میں دو فریق
کی مانند حکم ہے فریقین میں فقط مماثلت ذکر رہے اور توافق اور تباین جو سابق میں ذکر ہو چکے سو اونکا حکم فریق واحد کا انکسار ہے نہ فریقین کا کذا فی
المبسوط وان وافق بعضها بعضا کاربع زوجات وخمس عشرة جدة وثمانی عشرة بنتا وستة اعمام ضربت وفق احدها ای احد الاعداد
فی جمیع الآخر والخارج فی وفق الثالث ان وافق والا فی جمیعه ثم الی الرابع کذلک ثم المجتمع وهو جزء السهم وهو فی مسئلتنا مائة وثمانون
فی اصل المسئلة وهو ههنا اربعة وعشرون لیحصل اربعة آلاف وثلثمائة وعشرون منها تصح اور اگر بعض اعداد رؤس کو بعض اعداد سے توافق
کی نسبت ہو چنانچہ چار زوجہ اور پندرہ دادیاں اور اٹھارہ بیٹیاں اور چھ چچا تو عدد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام میں تو ضرب کرے
اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہو اوسکو تیسرے اعداد کے وفق میں ضرب کرے اگر تیسرے میں توافق ہو اور اگر توافق نہو بلکہ تباین ہو تو اوسکے تمام میں ضرب کرے پھر
چوتھے میں اسیطرح ضرب کرے یعنی اگر توافق ہو تو اوسکے وفق میں ورنہ کل میں ضرب کرے پھر مجتمع کو جو جزو سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے میں ۱۸۰ ہے
اصل مسئلے میں جو یہاں ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہوئے ان اعداد سے تقسیم بلا کسر صحیح ہوگی صورۃ اصل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوجہ کا ثمن ہے یعنی تین وہ
اونپر منقسم نہیں اور عدد سہام اور عدد رؤس میں تباین ہے تو تمام عدد رؤس کو ہمنے یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیوں کی دو تہائیاں ہیں یعنی سولہ اور وہ
اونپر مستقیم نہیں اور اونکے سہام اور رؤس میں توافق بالنصف ہے تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنی نو کو اور پندرہ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ
اونپر مستقیم نہیں اور اونکے سہام اور رؤس میں تباین ہے تو اونکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھ چچوں کا حصہ باقی ہے یعنی ایک وہ اونپر مستقیم نہیں اور
اوسمیں اور اونکے عدد رؤس میں تباین ہے تو اونکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو ہمکو حاصل ہوئے عدد رؤس محفوظہ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر ہمنے
اعداد میں توافق کو طلب کیا تو چار اور چھ میں موافقت بالنصف پائی سو ان دونوں میں سے ایک کا اوسکے نصف کیساتھ پھر اوسکو دوسرے میں ضرب کیا
تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو میں توافق بالثلث ہے تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام میں ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنی مبلغ ثانی اور
پندرہ میں بھی موافقت بالثلث ہے تو پندرہ کی تہائی یعنی پانچ کو ۳۶ میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے میں یعنی ۲۴ میں
ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے اس سے مسئلہ صحیح ہو گیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلے میں تین تہا اوسکو مضروب میں یعنی ۱۸۰ میں ضرب کیا
۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہنچے اور اٹھارہ بیٹیوں کا حصہ سولہ تہا اوسکو مضروب مذکور میں ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ
۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیوں کا حصہ چار تہا اوسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چچوں کا حصہ
ایک تہا اوسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشریفیہ وان تباینت اعداد رؤس من انکسر علیهم سهامهم
کامرأتین وست جدات وعشر بنات وسبعة اعمام ضربت احدها ای احد الاعداد فی جمیع الثانی والحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع فالحاصل
جزء السهم وهو ههنا مائتان وعشرة لتوافق رؤس البنات والجدات سهامهم بالنصف فاضربها فی اصل المسئلة وهو ههنا اربعة وعشرون یحصل خمسة آلاف واربعون
ومنها تستقیم اور اگر اعداد رؤس متباین ہوں اور انکی جنس کے سہام ٹوٹیں چنانچہ دو زوجہ اور چھ دادیاں اور دس بیٹیاں اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد
کو تمام ثانی میں اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث میں اور اوسکے حاصل کو جمیع اعداد رابع میں حاصل ہوگا جزو سہم یعنی مضروب اور وہ یہاں ۲۱۰ ہے
بسبب توافق بالنصف کے رؤس بنات اور جدات کے اونکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کرے اصل مسئلے میں اور وہ یہاں ۲۴ ہے حاصل ہونگے پانچ ہزار اور چالیس
اور انہیں سے مسئلہ مستقیم ہوگا صورۃ اصل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوجہ کا حصہ ثمن ہے یعنی تین وہ اونپر مستقیم نہیں اور اونکے رؤس اور سہام میں تباین
ہے تو ہمنے اونکے عدد رؤس کو یعنی دو کو یاد رکھا اور چھ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ اونپر مستقیم نہیں اور اونکے عدد رؤس اور
عدد سہام میں موافقت بالنصف ہے تو ہمنے اونکے عدد رؤس کے نصف کو یعنی تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیوں کا حصہ دو ثلث ہے یعنی سولہ وہ اونپر مستقیم
نہیں اور اونکے رؤس اور سہام میں موافقت بالنصف ہے تو ہمنے اونکے نصف عدد رؤس کو یعنی پانچ کو لیا اور سات چچوں کا حصہ باقی ہے یعنی ایک اور ان پر

مستقیم نہیں اوزا ایک مین اور سات مین مباینت ہو تو ہمنے اونکے تمام عدد رؤس کو یعنی سات کو لیا تو ہمارے پاس اعداد ماخوذہ رؤس سے دو اور تین
اور پانچ اور سات حاصل ہوئے اور یہہ سب عدد متباین ہین تو ہمنے دو کو تین مین ضرب کیا چہہ حاصل ہوئے پہر اس حاصل کو پانچ مین ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے
پہر ۳۰ کو ۷ مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے اسی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہے پہر ہمنے اس مبلغ کو اصل مسئلے یعنی ۲۴ مین ضرب کیا تو مجموع ۵۰۴۰
ہوئے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگیا سب فریقونپر اسواسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے تین سہم تھے اوسکو مضروب مین یعنی ۲۱۰ مین ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے
تو ہر زوجہ کو اونمین سے ۳۱۵ سہم ملے اور چہہ دادیون کا حصہ چار سہم کا تہا اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو
۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیون کے سہم سولہہ تھے اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ سہم ملے اور سات چچون
کا حصہ ایک تہا اوسکو بھی اوسی مضروب مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے اور مجموعہ ان حصون کا ۵۰۴۰ ہے کذا فی الشریفی طحطاوی
نے کہا جزء سہم یہان عبارت ہے مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا اور اوس مبلغ کے ضرب کرنیسے عدد ثالث مین مبلغ
ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے عدد رابع مین مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزء سہم ہے اور سہام بنات اور جدات کا توافق مثال سابق سے ظاہر
ہوگیا شارح نے یہہ تعلیل اسواسطے ذکر کی کہ اگر یہہ مقدمہ نہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہوجاتی اب مصنف معرفت تماثل اور توافق اور تداخل اور
تباین کا قاعدہ ذکر کرتا ہے **واذا اردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين هذه مقدمة يحتاج اليها في تقسيم**
التركة اور جبکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کو کوئی سے دو عدد ونمین شارح نے کہا اس مقدمہ کیطرف حاجت پڑتی ہے ترکہ کی تقسیم
مین یعنی اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلاکسر بدون اوسکے نہین ہوسکتا **فتماثل العددين كون احدهما مساويا للاخر كثلثة وثلثة** سو دو
عدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے چنانچہ تین اور تین ہم اور ایسے دو نو عدد ونکو متماثلین کہتے ہین اور یہان اسکا اعتبار کرنا ضرور ہے کہ
دو نون عدد دو محل مین واقع ہون جیسے رؤس اور سہام مین اور اگر محل کا اعتبار نکیجئے تو تین مطلق مین تعدد نہین تو متصف بمساوات نہون گے
قطعا کذا فی الشریفی والطحطاوی **وتداخل العددين المختلفين بان احدهما على ما هنا اما بان يعد اقلهما الاكثر اى يفنيه او يكون الاكثر العدد**
منقسما على الاقل قسمة صحيحة بلا كسر كستة والستة على اثنين او ثلثة اور عددین مختلفین کا تداخل بنا بر اس مقام کے متحقق ہوتا ہے احد الامرین سے
یا اسطرحپر کہ عدد اقل عدد اکثر کو فنا کردے اور مثادے یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہوجاے تقسیم صحیحہ بدون کسر کے جیسے قسمت ہونا چہہ کا تین یا دو پر ہم اقل اکثر
کو فنا کردے یعنی اگر اقل کو اکثر سے دو بار یا زیادہ گرائیے تو اکثر سے کچھہ باقی نرہے چنانچہ تین اور چہہ تو اگر تین کو چہہ سے دو بار گرائیے تو چہہ بالکل فانی ہوجاتا اور
اسیطرح اگر نو سے تین کو تین بار گرائیے تو کچھہ باقی نرہے تو ایسے عدد ونکو اصطلاح مین متداخلین کہتے ہین بر خلاف آٹھہ کے کہ وہ تین کے گرانے سے فانی نہین ہوتا
اور دوسرا جیہہ یہہ ہین تداخل کی تعریف مین دو امر اور زیادہ مذکور کئے ہین ایک یہہ ہے کہ تداخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجئے تو اکثر کی برابر
ہوجاے دوسری یہہ ہے کہ اقل جزء ہو اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہہ مذکور من قبیل اختلاف فی العبارة کے ہے **وتوافق العددين ان لا يعد اى لا يفنى**
اقلهما الاكثر لكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين يعدهما اربعة فهما متوافقان بالربع اور توافق عددین کا یہہ ہے کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا کرے لیکن
اقل اور اکثر دونونکو تیسرا عدد فنا کردے چنانچہ آٹھہ بیس کے ساتھہ کہ ان دونونکو چار فنا کردیتا ہے تو آٹھہ اور چار مین توافق بالربع ہے ہم توافق عددین
یعنی دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء مین یعنی نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا مین معلوم کرنا چاہیئے کہ قول اصح مین واحد عدد مین داخل نہین اسواسطے کہ عدد عبارت ہے
کمیت متالفہ عن الوحدات سے اور واحد ایسا نہین ہے تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یون کیجئے کہ مراتب عدد مین واقع ہو یا کم ہو سکے
جواب مین پڑے تو اسمین واحد بھی داخل ہے تو یہان یون کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین وہ ہے کہ اقل اکثر کو فنا کرے ولیکن اونکو عدد ثالث جو واحد
کے سوا ہے فنا کرے اسواسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح مین مابین واحد اور کسی شے کے تداخل نہین بلکہ تباین ہے کذا فی الشریفی والطحطاوی
وتباين العددين ان لا يعد العددين المختلفين معا عدد ثالث اصلا كالتسعة مع العشرة اور دو عدد ونکا متباین اسطرح ہوتا ہے کہ

(حاشیہ:) دوسرا جیہہ یہہ ہے کہ نصف ... دو مین جیسا کہ نصف ... ایک ... اور تہائی تین ... دو کو ... بالکسر ...

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد اصلاً فنا نہیں کرتا چنانچہ نو دس کے ساتھ ہم یعنی نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوای ایک کے نہیں مٹا دیتا اور واحد عدد سے لا مع عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت مین پوشیدگی نہتی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت مین البتہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے اوسکی توضیح قول آیندہ سے شروع کی واذا اردت معرفة التوافق والتباین بین العددین المختلفین اسقط الاقل من الاکثر من الجانبین مراراً حتی اذا اتفقا فی درجة واحدة اور جبکہ تو ارادہ کرے بابین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اور کم کر یہانتک کہ دونون عدد ایک درجہ مین متفق ہو جاوین ہم مثلاً جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہی تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو دس اور سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہو گئی واحد مین یعنی ایک ہی باقی رہا اور نو عدد دونین سے اسقاط کے درجات مین فان توافقا فی واحد فلا متباینا ولا وفق سو اگر بعد اسقاط مذکور کے دونون عدد متفق ہو جاوین واحد مین تو وہ دونو عدد متباین ہین اور ان دونو مین وفق نہین وان توافقا فی اثنین فبالنصف اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کرین دو مین تو وہ دونو عدد متوافقین بالنصف ہین ہم مثلاً اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجئے تو دو باقی رہین گے اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرائیے تو بھی دو ہی باقی رہین گے تو یہہ دونو عدد یعنی اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہین کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا توافق بالنصف یا توافق بالثلث وغیرہ کا مطلب یہہ ہی کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دو نو عدد دونکو فنا کر دیتا ہی او فی ثلثة فبالثلث هکذا الی العشرة وتسمی الکسور المنطقة یا عددین تین مین باہم متفق ہین تو وہ متوافقین بالثلث ہین اسیطرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہین ہم یعنی اگر عددین دو مین توافق کرین چنانچہ چار اور دس تو وہ متوافقین بالنصف ہین اور اگر تین مین توافق کرین چنانچہ نو اور بارہ ہین تو وہ متوافقین بالثلث ہین اور اگر چار مین توافق کرین چنانچہ آٹھہ اور بارہ تو متوافقین بالربع ہین اور پانچ کے توافق مین متوافقین بالخمس ہین چنانچہ دس اور پندرہ اور چھہ مین بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات مین بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھہ مین بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو مین بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق مین متوافقین بالعشر ہین چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہین یعنی تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے اوسکے مخرج کیطرف ممکن چنانچہ یون کہنا کہ نصف اور ثلث اور ربع الی اخر الکسور التسعة بخلاف کسر اصم کے کہ اوس سے تعبیر کرنا بدون اضافت اوسکو مخرج کے ممکن نہین چنانچہ یون کہنا جزء من احد عشر یعنے گیارہ کا ایک جزء اسکو اصم یعنی گونگا کہا باعتبار مجاز کے اسواسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہین کذا فی الطحطاوی او احد عشر فبجزء من احد عشر وهكذا وتسمى الاصم یا عددین نے توافق کیا گیارہ مین تو وہ دونو عدد گیارہ کے ایک جزء مین متوافق ہین اور اسیطرح بارہ یا تیرہ کا ایک جزء اور یہہ بہرے باہم سے چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہی اور گیارہوین جزء کا مخرج ہے تو دونون عدد گیارہوین جزء مین متوافق ہین اور اسیطرح توافق ہونا بارہوین جزء مین چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ مین اور تیرہوین مین چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ مین اور اسیطرح انیسوین جزء مین توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۷ مین کذا فی الطحطاوی ملخصاً تتمہ خلاصہ مقام یہہ ہی کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہوں اگر وہ دونو برابر ہین تو عددین متماثلین ہین والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متداخلین ہین والا اگر دونونکو تیسرا عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہین اور جس کسر کا عدد ثالث مخرج ہے وہی کسر ان دونون عدد ونکا وفق ہے اور اگر عدد ثالث اونکو فنا نکرے تو وہ متباینین ہین اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی یعنی تداخل اور توافق اور تباین پہچانے جانے مین عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھہ باقی نرہے تو وہ متداخلین ہین اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت کیا جاوے اسیطرح چند بار کیا جاوے یہانتک کہ کچھہ باقی نرہے تو وہ عددین متوافقین ہین اور پچھلا مقسوم علیہ وہی دونونکا فنا کرنے والا ہی یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہین کذا فی خلاصة الحساب واذا اردت معرفة نصیب کل فریق کالبنات والجدات والاعمام وغیرهم من التصحیح الذی استقام علی الکل فاضرب ما کان له ای لکل فریق من اصل المسئلة فیما ای فی السهم الذی ضربته فی اصل المسئلة یخرج نصیبه ای ذلك الفریق اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات

اور اعمام وغیرہ حصہ کے اُس تقسیم سے جو تقسیم ہو چکی ہر فریق پر جو ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے اوسکو ضرب کر اوس جزء سہم اور مضروب مین جبکو
تونے ضرب کیا ہے اصل مسئلے مین تو اُس فریق کا حصہ نکل آویگا ھم مثلاً تباین کی مثال مذکور مین جزء سہم اور مضروب ۲۱۰ تہا اور حصہ زوجتین کا تین تھا
اصل مسئلے یعنی ۲۴ سے تو جب تین کو ضرب کیا ۲۱۰ مین تو ۶۳۰ حاصل ہوئے تو معلوم ہوا کہ ۵۰۴۰ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۶۳۰ ہے وعلی ہذا القیاس
معرفت نصیب بنات وجدات واعمام فَاِذَا اَرَدْتَ معرفۃَ نصیبِ کلِّ واحدٍ من اٰحادِ ذٰلکَ الفریقِ ضربتَ سہامَ کلِّ وارثٍ فی جزءِ
السَّھْمِ المضروبِ یخرجُ نصیبُہ پہر جبکہ تو ارادہ کرے اُس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء سہم مضروب مین
ضرب کر اوسکا حصہ نکل آویگا ھم تو مسئلہ مذکورہ مین تباین اعداد رؤس کیوجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلے مین تین سہم کا تہا پہر جب تین کو
دو زوجہ پر قسمت کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑہ ہوا سو اوسکو جبکہ مضروب یعنی دو سو دس مین ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے سو
یہی حصہ ہے ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلے سے سولہ سہم کا تہا پہر جب اُسکو عدد رؤس یعنی ۱۰ پر قسمت کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہوئے سو اوسکو
جبکہ اوسی مضروب مین ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلے سے چار سہم کا تہا پہر جب اوسکو چہہ دادیون پر قسمت کیا تو
ایک سہم کی دو تہائیان حاصل ہوئین سو اوسکو جبکہ مضروب مذکور مین ضرب کیا ۱۴۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ٹھہرا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلے سے ایک سہم کا
تہا پہر جب اوسکو سات چچون پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتوان حصہ حاصل ہوا سو اوسکو جب مضروب مذکور مین ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا
طریقِ النسبۃِ اور ہر وارث کے حصے کی شناخت مین واضح تر نسبت کا طریقہ ہے اسواسطے کہ اس طریق مین قسمت اور ضرب کیطرف حاجت نہین پڑتی بر خلاف اور
طریقون کے وھو اَن تَنسُبَ سہامَ کلِّ فریقٍ مِن اَصلِ المسئلۃِ اِلٰی عددِ رؤسِھِم مفردًا ثُمَّ تُعطِیْ بمثلِ تلکَ النسبۃِ من المضروبِ لکلِّ واحدٍ
من اٰحادِ ذٰلکَ الفریقِ اور وہ یعنی نسبت کا طریقہ یہہ ہے کہ اصل مسئلے سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط اونکی عدد رؤس کیطرف پہر اسی نسبت کی
مانند دے تو مضروب سے اُس فریق کے ہر ایک شخص کو ھم تو مسئلہ مذکورہ مین جب کہ تونے سہام زوجتین کی نسبت کی اونکی عدد رؤس کیطرف یعنی تین کی دو کیطرف تو
مثل اور نصف یعنی ڈیوڑہی نسبت ہوئی اور جبکہ تونے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰ سے اسی نسبت کی مانند دیا تو ۳۱۵ ہوسکے اسواسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑہا کیجیے تو
۳۱۵ ہوتے ہین اور جبکہ سہام بنات یعنی سولہ کو اونکی عدد رؤس یعنی دس کیطرف نسبت کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئی پہر جبکہ ہر بیٹی کو مثل
مضروب اور اوسکے تین خمس کی مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ پہنچے اور جبکہ سہام جدات کو اونکی عدد رؤس کیطرف یعنی چار کو چہہ کیطرف نسبت کیا تو واحد
کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جبکہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیان دین تو ۱۴۰ کا حصہ ہوا اور جبکہ سہام اعمام کو اونکے عدد رؤس کیطرف یعنی ایک کو سات
کیطرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتوین حصے کی نسبت پائی تو جبکہ مضروب کا ساتوان حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے **فائدہ** چونکہ مواریث سے
مقصود یہہ ہے کہ ہر وارث کو اُسکا حق دیا جاوے تو اس اہتمام کیواسطے علمانے اسکے تین طریقے مذکور کئے ہین دو طریقے تو مذکور ہوگئے ایک طریقہ ضرب سہام
وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور اوضح ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہہ ہے کہ مضروب کو قسمت کر جس فریق پر تو چاہے پہر خارج قسمت کو اوسی
فریق مقسوم علیہم پر ضرب کر تو حاصل ضرب حصہ ہوگا اوس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکورہ مین جبکہ تونے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت
۱۰۵ ہوا پہر جبکہ اس خارج کو دونون زوجہ کے نصیب مین جو اصل مسئلے مین تہا یعنی تین مین ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جبکہ مضروب
مذکور کو دس بیٹیون پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پہر جب اسکو اونکی اصل مسئلے کے نصیب مین یعنی سولہ مین ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بیٹی کا
اور جبکہ اوسی مضروب کو چہہ دادیون پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پہر جب اونکو جدات کے اصل مسئلے کے نصیب مین یعنی چار مین ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ
ہے ہر دادی کا اور جبکہ مضروب مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پہر جبکہ اس خارج کو اونکا اصل مسئلے کے نصیب مین یعنی ایک مین ضرب کیا ۳۰
حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا کذا فی الطحطاوی وَاِذَا اَرَدْتَ قسمۃَ الترکۃِ بین الورثۃِ والغرماءِ یعنی کلًّا وحدہٗ لا معًا لتقدمِ الغرماءِ علی قسمۃِ
المواریثِ کما فی شرح السراجیۃ للسید اور جبکہ تو چاہے ورثہ اور ارباب دیون کے ترکہ قسمت کرنا چاہے یعنی فقط وارثون یا فقط دائنون نہ ایک ساتھہ دونون

بسبب مقدم ہونے ارباب دیون کے موارث کی نسبت پر چنانچہ حیدری کی شرح سراجیہ میں یہہ مطلب مصرح مذکور ہے م وجہ اسکی یہہ ہے کہ جب ترکہ پورا پورا ادا ہے حسب دیون میں اور کچھہ باقی رہا تو ارباب دیون میں اب قسمت کرنے کی کچھہ حاجت نہ رہی وارثوں میں البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ ادا ہو دیون میں کافی ہوا تو وارثوں کے لیے کچھہ باقی نہ رہا تو ان میں ورثہ کے قسمت بھی نہوگی حاشیہ عجم زادہ میں ہے بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد میں با احسا قسمت ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین کذا فی الطحطاوی فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاہر ہو اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت اور برابری ہو تو ظاہر ہے م چنانچہ اگر میت نے ماں اور باپ اور چار بیٹیوں کو چھوڑا اور ترکہ چھہ دینار ہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملیگا اسواسطے کہ ثلث یعنی دو دینار والدین میں مشترک ہے اور ثلثین یعنی چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بدرستی تقسیم ہوگیا او موافقۃ ضربت سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ کذا فی شرح المتن والشرح والموافق للسراجیۃ وغیرہا فی وفق الترکۃ وانما یضرب فی جمیع الترکۃ عند المباینۃ اور اگر تصحیح میں موافقت ہو تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ میں شارح نے کہا یہی عبارت ہے متن اور شرح مصنف کے نسخون میں اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یون ہے کہ سہام کو وفق ترکہ میں ضرب کرے اور تمام ترکہ میں تو ضرب کیجاتی ہے فقط مباینت کیوقت ہے م سراجیہ وغیرہ کا مطلب چنانچہ سید شریف نے ترائض شریفی میں واضح کرکے چند محل میں مذکور کیا ہے یہ ہے کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت میں بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کیجاتی ہے ہر وارث کے سہام تصحیح سے جمیع ترکہ میں بار... اوفق کا دوسرا طریقہ وہ ہے جسکو شارح نے ذکر کیا وہ یہہ ہے کہ سہام ہر وارث کے ضرب کیجاوین ترکہ کے وفق میں پھر حاصل ضرب کی وفق تصحیح پر قسمت ہو تو خارج قسمت نصیب ہوگا اوس وارث کا اور مداخلت شریک ہے موافقت کے اس طریقہ میں تو تجکو اختیار ہے اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت میں تباین کا طریقہ اختیار کر اور چاہے صرف انہی کا طریقہ پسند کرے دونون کا مآل ایک ہے اور مباینت کی صورت کا بیہہ بیان ہے کہ ایک عورت اپنا زوج اور ماں اور دو سگی بہنین چھوڑکر مرگئی اور ترکہ ۲۵ اشرفیان ہیں تو اصل مسئلہ چھہ سے ہے اور عول کرگیا آٹھہ کیطرف تو زوج کا نصف تین ہے اور ماں کا ایک اور بہنون کے دو دو اور ترکہ اور تصحیح یعنی آٹھہ میں تباین ہے پھر تو نے جب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے ترکہ سے تو جو نصیب زوج کا تصحیح سے یعنی تین کو تمام ترکہ میں ضرب کیا پچھتر حاصل ہونگے پھر اس مبلغ کو تصحیح یعنی آٹھہ پر قسمت کر تو نو اشرفیان اور ایک اشرفی کی تین ثمن خارج ہونگے تو یہہ حصہ ہے زوج کا اس ترکہ سے اور ماں کے نصیب کو تصحیح سے یعنی ایک کو بھی جمیع ترکہ میں ضرب کیا ۲۵ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھہ پر قسمت کیا تین اشرفیان اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو یہہ حصہ ہے ماں کا ترکہ سے اور ہر بہن کے نصیب یعنی دو کو تمام ترکہ میں ضرب کر ۵۰ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھہ پر قسمت کیا چھہ اشرفیان اور ربع اشرفی خارج ہوئی سو یہہ حصہ ہے ہر بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اس مسئلہ میں ترکہ ۵۰ اشرفیان فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالنصف ہے اور جبکہ ترکہ ۲۴ اشرفیان فرض کیجیے تو تصحیح اور ترکہ میں تداخل ہے اور ان دونون صورتون میں تجکو اختیار ہے چاہے مباینت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ میں ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ میں کسر ہو تو اوسمین ترکہ بسط کرنیکی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک جنس ہوجاوے اور بسط کا طریقہ یہہ ہے کہ صحیح کو مخرج کسر میں ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکور کو زیادہ کردے پھر اوس عدد کو بھی جس سے مسئلہ صحیح ہوگیا مخرج کسر میں ضرب کرے پھر دونون حاصل میں ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہوچکا تو خارج قسمت اوس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جبکہ ہمنے مسئلہ مذکورہ میں ۲۵ اشرفیون اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵ اسپر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۶ تہائیان ہوئیں پھر تصحیح یعنی آٹھہ کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھہ سے ۷۶ میں ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اوس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۶ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشریفی وھذا لمعرفۃ نصیب کل فرد اور یہہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے وتعمل کذالک فی معرفۃ نصیب کل فریق منھم اور اسیطرح تو عمل کرے وارثون کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں م یعنی نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ میں ضرب کرے تین صورتون تباین اور توافق اور تداخل میں اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنون کا مسئلہ سابقہ میں تجکو معلوم ہوچکا اور تجکو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل میں دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب گذر ہوچکا مصنف

سے ۔ وارث کے بیان کو مقدم مذکور کیا ہر فریق سے نسبت کے بیان پر بمقدار کہ ترتیب طبعی یا ملحوظ رہے سو اسلئے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا مقصود اہم تھا
وَاَمَّا قَضَاءُ الدُّيُونِ بَيْنَ فِرَقِهَا اور ادا ہونا دیون کی تو وہ متفصیل ہو کہ اگر مال متروک پورا پڑا اور کرنے میں ذرہ بہتر اور کیا خوب ہو وَاِنْ لَمْ يَفِ دَيْنَ الْغُرَمَاءِ
اور اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں ھم یعنی اگر تعدد نہیں بلکہ صاحب دین ایک شخص ہے تو لیجہ بخیر اور بخشیں باقی مال کو وہی لیگا يَكُنْ اَيْ تَشَرَّعَ الدَّيْنَ
كَالتَّصْحِيحِ لِلْمَسْئَلَةِ وَيُنَزَّلُ كُلُّ دَيْنٍ كَسِهَامِ وَارِثٍ وَيُنَزَّلُ كُلُّ غَرِيمٍ بصورت عدد انشاء اور تعدد ارباب دیون کے اوتار ہو تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے
اور ہر دائن کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دیا اور وہ عمل کر جو قسمت بین الورثہ میں عمل کرتے تھا ضرب اور قسمت سے ھم صورت اوسکی یہہ ہو کہ ایک شخص مر گیا
نو اشرفیوں کا ترکہ چھوڑ کر اور اوس پر دس اشرفیاں ایک شخص کی ادھار ہیں اور پانچ اشرفیاں دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ
کے قرار دیا اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کر سو اگر وہ دونوں توافق ہو جیسا کہ یہی صورت ہے کہ دونوں میں توافق بالثلث ہے سو دس اشرفی
والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے سہ پھر اس حاصل کو تصحیح کے وفق یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہہ اوسکا حصہ ہوا
نو اشرفیوں سے اور جبکہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج
ہوئے تین یہہ پانچ اشرفیوں والیکا حصہ ہے اور اگر اس صورت میں تیرہ اشرفیاں ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون یعنی پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہے تباین ہے تو
ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں ضرب کر اور حاصل کو جمیع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس اشرفیوں والے دین کو تیرہ
میں ضرب کیا ایک سو تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اوسکو پندرہ پر قسمت کیا تو آٹھ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہہ دس اشرفیوں والے
دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیوں والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں
اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں والی دائن کا اور اگر اس صورت میں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق
بالخمس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والیکے دین کو خمس ترکہ میں یعنی ایک میں ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل
کو خمس تصحیح پر یعنی تین پر قسمت کر خارج ہونگی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہہ حصہ ہے دس اشرفیوں والیکا اور پانچ اشرفیوں والی کی دین کو
بھی وفق ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنی تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیاں ایک کی یہہ حصہ ہے پانچ اشرفیوں والیکا اور یہہ بھی ظاہر
ہے کہ تباین اور تداخل اور توافق میں تمام ترکہ میں ضرب کر سو اور یہہ بھی توافق اور تداخل کی دونوں صورتوں میں وفق کا اونہیں اعتبار کرتے ہیں کذا فی الطحطاوی
والشریفی فَتَفَرَّعَ مَسْئَلَةُ التَّخَارُجِ پھر مصنف نے یہاں سے مسئلہ تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض میں اس سے عبارت ہے کہ ورثہ باہم
صلح کرلیں بعضے وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض اوس مال کے جو اوسکے حصہ سے کم ہے اور یہہ شرع میں درست ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح
میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہے اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ کو
اپنی مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مر گئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو اونکے وارثوں
نے اس عورت سے صلح کرلی اوسکی ربع ثمن یعنی آٹھویں حصہ کی چوتھائی سے اوسکے نصف پر یعنی ۸۳ ہزار دینار پر اور یہہ دلیل ہے تخارج کے جائز ہونے پر ذکرہ
اکمل الدین اور حالانکہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصفا نصف للہ تقسیم کر دیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہہ دلیل
ہے اسپر کہ مال حلال کے جمع کرنے میں کچھ مضایقہ نہیں یعنی بشرط ادائے حقوق واجبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ
یعنی نیک مال نیک مرد کیواسطے کیا خوب ہے کذا فی الطحطاوی فَقَالَ وَمَنْ صَالَحَ مِنَ الْوَرَثَةِ وَالْغُرَمَاءِ عَلَى شَيْءٍ مَعْلُومٍ مِنْهَا طَرَحَ اَيْ طَرَحَ سِهَامَهُ مِنَ التَّصْحِيحِ
وَيُجْعَلُ كَاَنَّهُ اسْتَوْفَى نَصِيبَهُ سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب دیون میں سے صلح کرلے چیز معین پر ترکہ میں سے تو اوس وارث کے سہام یا
اوس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اوسنے اپنا حصہ پھر پایا ھم یعنی مع وجود مصالح بین الورثہ اولا مسئلے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر
اوسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا شے معلوم کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مجہول نکل جاوے اسواسطے کہ شے مجہول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ

اس سے صلح درست ہے ثم قسم الباقی من التصحیح او الدیون علی سہام من بقی منہم فتصح منہ کر زوج و ام وعم تو بہر قسمت کیا جاوے باقی تصحیح او دیون سے
اونکے سہام جو باقی رہیں وارثوں میں سو تصحیح ہوگئے سہام باقی سے چنانچہ زوج اور ماں اور چچا وارث ہیں تو مسئلہ بوجود زوج کے چھ سے ہے اور تصحیح
سے وارثوں پر اونمیں سے زوج کے سہام تین ہیں اور ماں کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم فصالح الزوج علی ما فی ذمتہا من المہر وخرج من البین فتقسم الباقی
سہامہ من التصحیح وہی ثلثۃ واقسموا فی الترکۃ وہی ما عدا المہر بین الام والعم اثلاثا بقدر سہامہما من التصحیح قبل التخارج وحینئذ یکون
سہمان للام وسہم للعم پھر زوج نے صلح کر لی اپنے حصے کی یعنی نصف میراث کی اوس مہر پر جو اسکی زوجہ پر واجب الادا تھا اور وہ خارج ہوگیا وارثوں کے درمیان
سے تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرا دیے اور باقی ترکہ سوائے مہر کے ماں اور چچا میں تین تہائی کر کے بقدر اونکے سہام کے تصحیح قبل از تخارج سے قسمت کر دی اور اس
وقت میں دو سہم ماں کے ہوئے اور ایک سہم چچا کا ہوا ھم یعنی جو سہام تھے ہر ایک وارث کے تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہیں زوج کے خارج ہو جانے سے
سہام باقی ورثہ میں کچھ فرق اور تغیر واقع نہیں ولا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال الی ثلث الباقی
اور یہ جائز نہیں کہ زوج کو یوں قرار دیجیے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا تاکہ ماں کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کیطرف بدل جاوے ھم
اصل مال چھ سہم تھے اوسکی تہائی دو سہم ہیں اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اوسکا نصف حصہ ساقط ہوکر تین سہم باقی رہیں گے اوسکی تہائی ایک سہم
ہے لانہ حینئذ یکون للام سہم وللعم سہمان وہو خلاف الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت وہذا ہو الصواب ولقد غلط فی قسمۃ ہذہ
المسئلۃ صاحب المختار وصاحب مجمع البحرین وغیرہما علی ما عندی من النسخ فانہما قسما الباقی للام سہم وللعم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع
اسواسطے کہ اوس وقت میں یعنی باقی مال کی قسمت میں ماں کا ایک سہم ہوگا اور چچا کے دو سہم اور وہ مخالف اجماع کے ہے ایسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے میں
کہتا ہوں اور یہی قول یعنی زوج کو نابود نہ فرض کرنا حق اور ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے میں صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کر گئے ہیں
بموجب ان کتابوں کے نسخوں کے جو میرے پاس موجود ہیں اسواسطے کہ ان دونوں مصنفوں نے باقی مال کو یعنی تین سہم کو نہ چھ کو قسمت کیا ہے ماں کا ایک سہم
اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجھکو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے ہے ھم اور یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ اوسکا حال مختلف
ہوتا ہو اوسکا احتمال اور اوسکو فرض عدم ہے اور جبکا حال اسطرح مختلف نہوتا ہو چنانچہ اگر بجائے چچا کے باپ ہو تو اوسکے دخول کا اعتبار کرنا لازم نہیں اسواسطے
ماں کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہیں دونوں تقدیروں میں اور اگر یوں فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کر لی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ چچا کا حصہ یعنی ایک سہم
گرا دیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاوے گا زوج اور ماں میں تو تین خمس زوج کے اور دو خمس ماں کے
اور اگر یوں فرض کیجیے کہ ماں کے حصہ پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہوگئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ ماں کے دو سہم ساقط کر دیے چار باقی رہے تو باقی
ترکہ چار حصے ہوگا اسمیں سے تین زوج کے اور ایک چچا کا کذا فی الطحطاوی قال العلامۃ قطب الدین محمد بن سلطان فی شرح الکنز وقولہ
کان لم یکن فیہ نظر ثم ذکر نحو ما تقدم علامہ قطب الدین محمد بن سلطان نے شرح کنز میں کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یوں قرار دے کہ گویا وہ
نہ تھا اس قول میں اعتراض ہے پھر شارح نے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہو چکا سو اسکو تامل کر لے قال مؤلفہ العبد الفقیر العاجز محمد علاء الدین
ابن الشیخ علی الحصنی الحنفی العباسی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ وقد فرغت من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام
سنۃ احدی وسبعین والف ہجریۃ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج نسبت اپنی یعنی محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصنی کا
بیٹا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا پچھلی تاریخوں شہر محرم الحرام سن
ایکہزار اکہتر ہجری میں ہجرت والی رسول پر جو خیر بشر ہیں درود اور سلام ھم قاموس میں ہے کہ حصن ایک موضع کا نام ہے شاید کہ شارح انہیں میں سے کسی موضع کیطرف منسوب
ہیں اور منتہی میں احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اسکو ... اور یہی ظاہر ہے وقد بالغت فی تلخیصہ وتحریرہ وتنقیحہ اور البتہ میں نے اس شرح کی تلخیص اور
تنقیح میں بہت مبالغہ کیا ہے ھم تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس میں ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ قشیریہ میں کہا کہ یا اور

اختصار یعنی واحد مین یعنی اقلال لفظ مع توسیع المعنی یا اقلال بلا اخلال یا اقلال مخل نہ ہو اور اکثار معانی بار تاکثیر اے القلیل و نیل غیر ذلک قاموس مین ہی کہ تحریر کتاب عبارت
اوسکی تقویم سے اور تحریر رقبہ عبارت ہی اوسکی اعتاق ہی اور تنقیح شعر عبارت ہی اوسکی تہذیب ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا علامہ حموی نے شرح اشباہ مین کہا تحریر
کلام عبارت ہی بیان بالکتابۃ سے اور تقریر کلام عبارت ہی بیان بالعبارۃ سے ایسا کہا ہی علامہ تفتازانی نے شرح تلخیص جامع مین مگر شرح تلخیص مفتاح مین علامہ مذکور نے
کہا ہی کہ بعض ائمہ لغت نے کہا کہ تحریر کلام عبارت ہی تہذیب کلام سے انتہی فی الواقع شارح نے نقل عبارات کتب فقہیہ مین نہایت اختصار اور کمال تحریر اور غایت
تنقیح کی ہے جو شخص کہ کتب منقول عنہا کیطرف رجوع کرے وہ اسکا یقین لاوے اور شارح کے کمال کا معتقد ہو دریا کو کوزے مین کرنا شارح کا کام تھا جزاہ اللہ خیر الجزاء
وتبعت المصنف رح فی تغییرہ لمواضع کثیرۃ من متنہ وتصحیحہ وتنبہت علیہ غالبا علی مواضع سہوا اخر وبالجملۃ فالسلامۃ من ھذا الخطر امر عزیز
علی البشر فستر اللہ من ستر وعفا لمن عفا اور مین نے پیروی کی ہے مصنف کی متن کے مواضع کثیرہ بدلنے مین اور اوسکی تصحیح مین اور مین نے اسپر اکثر مواضع مین آگاہ کر دیا ہی اور بعضے
مواضع مین مصنف کی سہو اور خطا پر خبردار کر دیا ہی الحاصل اگرچہ تلخیص اور تحریر مین مین نے عرق ریزی کی ہے پر سلامت رہنا اس تصنیف اور تالیف خطرناک کی سہو اور خطا
سے وہ امر ہی جو عزیز الوجود اور نادر الوقوع ہی آدمی پر پس حق تعالی پردہ پوشی کرے اوسکی جو غیر کی پردہ پوشی کرے اور بخشے اوسکو جو دوسرونکی خطا معاف کرے م یعنی
انسان اگرچہ کامل الوجود ہو اور علوم اور معارف مین امام ہو لیکن سہو اور نسیان سے معصوم نہین اسلئے کہ نسیان آدمیت کا شعار ہی فان اول الناس اول ناس ؎
وان تجد عیبا فسد الخللا ۔ جل من لا فیہ عیب وعلا ۔ اور اگر پاوے تو عیب کو تو خلل کو بند کر یعنی ظاہر نکر بزرگ اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات پاک جسمین عیب اور زوال
نہین م یعنی اگر اکابر کے کلام مین کچھ سہوا اسقدر ہم کو تو پاوے تو عیب گوئی اور بحث چینی مت کر اسواسطے کہ تمام بنی آدم سوائے حضرت معصومین علیہم الصلوۃ والسلام کے نقصان سے منزہ
نہین اور جو بالکل عیوب اور نقائص سے مقدس ہے وہ خالق اکبر ہی جل وعلا کیف لا وقد بیضتہ وفی قلبی حر نار البعاد عن البلاد والاولاد والاخوان والاحباب
مایفتت الاکباد کیونکر بھول چوک نہو اور حالیکہ مین نے در المختار کو مسودہ سے اوراق سادہ مین صاف کیا اس حالمین جبکہ میرے دلمین آتش جدائی تھی بلاد اور اولاد اور بھائیون اور دوستون
ہونا تی لوگون سے اسقدر کہ کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی تھی فرحم اللہ التفتازانی حیث اعتذر واجاد حیث قال نظما ؎ یوما بحزوی ویوما بالعقیق وبال +
عذیب یوما ویوما بالخلیصاء ؎ سو رحمت کرے اللہ تعالی ملا سعد الدین تفتازانی پر جہان اونہون نے دیباچہ مختصر معانی کی شرح مین ہجوم ہموم اور مشقت اسفار کا عذر بیان کیا
اور خوب کہا ہی نظم مین کہ ایکدن حزوی مین اور ایکدن عقیق مین اور کسیدن عذیب مین اور کسیدن خلیصا مین م حزوی اور عقیق اور عذیب اور خلیصا مواضع اور بستیونکے
نام ہین یعنی جو شخص مبتلائے حوادث اور سرگردان بلاد ہو وہ تصنیف کیا کرے اور اگر اوس سے کچھ بھول چوک ہو تو صریح معذور ہے چونکہ شارح کا حال مہاجرت وطن مین تفتازانی
کے حال کی مانند تھا لہذا انکے کلام کو اپنے اعتذار مین نقل کیا اور انکے واسطے دعائے غفران کی لکن الحمد للہ اولا وآخرا ظاہرا وباطنا فلقد من علی بتبییضہ تجاہ
وجہ صاحب الرسالۃ والقدر المنیف وبختمہ تجاہ قبر صاحب ھذا المتن الشریف فلعلہ علامۃ القبول منہم والتشریف لیکن ستائش اور شکر ہی خدا کو اول
اور آخر مین اور ظاہر اور باطن مین سو البتہ احسان کیا ہے مجھ پر ابتداء تبییض در المختار کے ساتھ ذات پاک صاحب رسالت اور منزلت بزرگ کے رو برو ہی فہم اور بیان ہے اور سبب ختم
ہونے اس کتاب کو مقابل قبر مصنف کے جو صاحب ہے اس متن شریف کا سو شاید کہ یہ علامت ہی انکی قبول اور تشریف کی م یعنی مدینہ طیبہ مین مواجہ روضہ مقدسہ کی نقل مسودہ کی
ابتدا ہوا اور غزہ ہاشم مین ماتن کی قبر کے سامنے ختم ہوا ظاہر انشائی سے مقبولیت کی قال مؤلفہ ؎ فیاشرفی ان کنت یا رب قابلہ + وان کان کل الناس ردوہ
عن حسد ؎ کہا اس کتاب کے مولف نے تو اے میرے شرف حاضر ہو اگر تو نے اے میرے پروردگار نے قبول کر لیا اس کتاب کو اگرچہ تمام لوگ اوسکو حسد سے رد کرین
؎ فتقبلنی مع ما رب واساتذتی + وتحشرنا جمعا مع المصطفی احمد ؎ سو مقبول کرلیجیو مجکو یا رب اور استادون کے ساتھ اور ہمارا سبکا حشر کیجیو احمد مصطفی کے
ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم ؎ واخواننا المسدی لنا الخیر دائما + ووالدنا داع لنا طالب الرشد ؎ اور الٰہی حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے مسلمان بھائیونکا جو
ہمیشہ ہمارے لئے دعائے خیر پہنچاتے ہین اور حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے والد کا جو ہمارا داعی تھا اور طالب تھا ہماری استقامت دینی کا +

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نعم المولی ونعم النصیر

اور حسبنا کے معنے ہمارا کافی ہی اور کیا اچھا کارساز ہی اور نہین ہی پھرنا خدا کی معصیت سے اور نہ طاقت اسکی طاعت پر مگر اللہ تعالی کی توفیق سے اور وہ کیا اچھا آقا ہے اور کیا اچھا مددگار ہی +

[illegible]

خاتمۃ الطبع

حامداً ومصلیاً ومسلماً فقیر سراپا تقصیر محمد احسن صدیقی ارباب شریعت اور اہل علم کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ شہر محرم الحرام ۱۲۹۰ ہجری
علے صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام مین یہہ جلد چہارم کتاب غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار اللہ تعالی کے فضل وکرم سے چھاپہ طبع سے آراستہ
ہوئی اسکے مترجم مولوی خرم علی صاحب بلہوری مرحوم نے اسکے ترجمہ مین کمال محنت وجانفشانی کی ہے جزاہ اللہ تعالی خیر الجزا ہر جلد کے ابتدا شروع
مین مترجم مرحوم نے ایک عبارت عربی جس سے شروع ترجمہ اور اسکا اختتام کی تاریخ معلوم ہو لکھی تھی چنانچہ ہم اسکا ترجمہ کئے دیتے مین تاکہ ناظرین
کو معلوم ہو کہ کتنی مدت مین یہہ ذریعے بجماعت فکر مترجم سے نمود ہوا اس جلد کے آخر مین مترجم مرحوم نے یہہ لکہا ہے کہ اس جلد کا ترجمہ سنہ ذیقعدہ
۱۲۵۰ کو شروع ہوا اور ۲ ماہ رجب ۱۲۵۹ روز یکشنبہ کو تمام ہوا جسکی کل مدت چہہ برس اور آٹھ مہینے ہوئی آور تیسری جلد کتاب البیوع کے شروع مین
یہہ لکہا ہے کہ شروع ترجمہ چوتھی ذیقعدہ ۱۲۶۰ کو ہوا اور اختتام ذیقعدہ ۱۲۶۳ مین جسکی مدت پوری تین سال ہوئی آور دوسری جلد کے شروع
لکہا ہے کہ ابتدا ترجمہ کتاب النکاح سے ربیع الثانی ۱۲۵۰ مین ہوا اور اس جلد کے آخر مین یہہ عبارت اردو دستخط مترجم حرف بحرف مرقوم
ہزار ہزار شکر قادر کریم کارساز کو جسکی توفیق سے در المختار کے نصف اول کا ترجمہ ذیقعدہ کی چوتھی تاریخ ۱۲۶۰ ہجری مین مجھ سے عاجز قلیل البضاعت کے
ہاتھ پر تمام ہوا اب اس کریم عاجز نواز کی جناب اقدس مین یہہ دعا ہے کہ بعافیت اسطرح نصف اخیر کا بھی ترجمہ میرے ہاتھ سے تمام کرا دے اور تمام کتاب
کو مقبول فرماکر موجب ہدایت ٹھہرا دے آمین۔ اس حساب سے یہہ جلد دوم کی مدت دو سال اور سات مہینے ہوئے آور جلد اول کے شروع مین تو
ہے کہ دوسری محرم الحرام ۱۲۵۴ کو مین نے ترجمہ شروع کیا اسکو مترجم مرحوم تمام کرنے پائے تھے کہ خود دارالبقا ہوئے اور چونکہ کتاب الحج کو
کتاب النکاح تک کا ترجمہ بھی مترجم مرحوم کا لکہا ہوا موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ رجب ۱۲۵۹ سے آخر ذی الحجہ سنہ مذکور تک یہہ ترجمہ ہوا ہوگا
جسکی مدت پانچ مہینے ہوتے ہین اور غالباً شروع سے باب الاذان تک چار مہینے سے کم مین ترجمہ نہوا ہوگا پس کل مدت ترجمہ کی تیرہ برس ہوئی
اور باب الاذان سے کتاب الحج تک کا ترجمہ اس عاجز نے مدت چھہ مہینے مین کیا تو ساری کتاب کا ترجمہ ساڑھے تیرہ برس مین ہوا ہر چند مین نے
اس کتاب کی تصحیح اور تحشیہ مین بہت خون جگر کہایا ہے مگر فن طبع سے واقفکارون پر ظاہر ہے کہ بعض اغلاط اس قسم کی ہو جاتی ہین کہ آدمی اسکا
کچہہ اختیار نہین ہوتا اور باوجود اسکے مین اپنی بے بضاعتی اور اس فن سے نابلدی پر معترف ہون نظر برین اگر ناظرین بالانصاف کہین غلطی
پائین تو تصحیح فرماکر عاجز کو دعا خیر سے یاد کرین ؎ بپوش گر بخطائی رسی وطعنہ مزن ✤ کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود ✤ ترتیب طبع اس
کتاب کی اسطرح پر ہوئی کہ سب سے اول جلد چوتھی طبع ہوئی اور اسکے بعد تیسری اور اسکے بعد دوسری اور سب سے پیچھے اول چنانچہ ہر جلد کے خاتمہ
پر اسکی تمامی طبع کا مہینا لکہہ دیا گیا ہے۔ والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلے اللہ تعالے علے سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

اب قطعات تاریخ اتمام ہدیہ ناظرین ہین

قطعہ تاریخ در فارسی از مصحح

رشک گلزار چو گردید طبع این نسخہ	سال ختمش زرہ فکر بجستم ہمہ	از دل خویش ندا داد سروشم ناگاہ	بے تاریخ بگو فقہ امام اعظم

ایضاً در اردو

جب ہوچکی یہہ کتاب مطبوع	ہر رنگ بہار تازہ گلشن	پایا سر حسن سے حسن طبع	خرم ہے یہہ یادگار احسن

قطعہ تاریخ اردو طبع زاد شاعر مداح نبی خوش طبیعت میر ہدایت علی صاحب متخلص بہ ہدایت بریلوی

اہتمام مولوی احسن سے جب	ہوگئے آسان دل مشکل چھپ گئی	سال یہہ دل سے ہدایت کے لا	دین اعظم کے مسائل چھپ گئے

قطعہ تاریخ اردو طبعزاد شاعر با جوش و خرد منش مولوی نواب نیاز احمد خان صا

میا درمختار کا ترجمہ　جو صدیقی مطبع میں اس طور کا　کہ مثل اسکا عالم میں دیکھا نہیں　وہ چھپ کر گیا

ندائی ہر اک کو جب وہ کتاب　تو ہاتف نے مر

قطعہ تاریخ فارسی طبعزاد وقت سید سمیع علی متخلص بہ خواہان بریلوی

درسال کہ طبع آمد این اثر مکنون　کہ مثلش ندیدہ گہی دیدہ خلق　بیکایک سروشی پی سال طبعش　بگفتا کتاب پسندیدہ

ایضا در فارسی

طبع این کتاب بدر مختار　رسید از دست کتبا عان بہ آخر　پی تاریخ سالش گفت خواہان　شدہ بیمثل مطبوع و چہ

ایضا در فارسی

مطبوع عالم درمختار　ہر جانب ز طبعش رفت شہرت　اگر پرسی ز من از رہ ایمان　بگویم سال او برادہ شریعت

ایضا در اردو

ب مولوی صاحب مکرم　سلامت انکو رکھے رب اکبر　انہوں نے طبع فرمائی بتصحیح　کتاب درمختار ای برادر

ت مستند اسکی مسائل　ہی جس سے ہمیں راہ پیمبر　کہو خواہان سے خواہان اسکی تاریخ　ارچھاپی یہ کتاب فقہ بہتر

قطعہ تاریخ از شیرین مقال منشی متھولال کاتب نسخہ ہذا

شکر کہ شد طبع این کتاب مجیب　کمال بہجت و فرحت بعالمان افزود　ز جوش طبع پی سال گفتم این مصرع　ہزار و دو صد و ہشتاد و ہشت ہجری بود

ایضا در اردو

گیا جب یہ نسخہ نادر　فکر تاریخ تب ہوئی پیدا　سر دین سے یہ پایا سال طبع　در نایاب ہے شریعت کا

اشتہار

بہ قانون بستم سنہ ۱۸۶۷ء داخل بھی رجسٹری گورنمنٹ ہوچکی ہے کوئی صاحب بدون اجازت مہتمم مطبع کے قصد طبع نفرمائیں

اطلاع

جس کتاب پر ناظرین مہر مطبع اور اخیر نپائیں اوسکو سرقہ تصور کریں اور ہرگز قصد خریداری نسخہ نفرمائین +

تنبیہ

واسطے سہو ایسا ت کے کہ یہ کتاب مطبع صدیقی میں مطبوع ہوئی سطر عنوان لوح متضمن مادہ تاریخ لکھی گئی + +